

مؤسس

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2018ء

جنوری، فروری، اپریل، مئی
جون، نومبر، دسمبر

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan

0092 303 2886671 /makhtarraza1011



وارثِ علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری**

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات وخدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammmd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

دنیائے سنیت کو

عید غوثیہ

مبارک ہو

ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ/جنوری ۲۰۱۸ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

JANUARY 2018

- کم سنی میں حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح پر اعتراضات! ایک تحقیقی جائزہ
- اچھے نام رکھنے کی فضیلت
- لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو
- زوال مسلم کے اسباب کیا ہیں؟
- سرکار غوث اعظم کا دعوتی اسلوب
- غوث اعظم کی انقلابی تحریک
- حضرت مجدد الف ثانی! حیات و خدمات
- اٹھ مرے دھوم مچانے والے
- جماعت رضائے مصطفیٰ! کل اور آج



چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ / جنوری ۲۰۱۸ء JANUARY-2018

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں
قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ:
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر:
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

جلد نمبر ۳ Vol. 3

شمارہ نمبر ۱ Issue 1

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپیوٹر سیکشن بے آر ایم ہیڈ آفس

سالانہ ۲۵۰ روپے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپے	سالانہ ۵۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا و بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے		دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

نوٹ: رسالے سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ رسوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
منظومات			
●	واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا	امام اہل سنت قدس سرہ العزیز	۵
●	اپنے در سے ہمیں خالی نہ پھرانا یا غوث	علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ	۵
اداریہ			
●	کم سنی میں حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح پر اعتراضات! ایک تحقیقی جائزہ	محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی	۶
قندمکرر			
●	نجدی اور اسلام	علامہ احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ	۱۴
اسلامیات			
●	ماہ ربیع الآخر کے فضائل ومعمولات	مفتی صابر القادری فیضی	۱۵
●	اچھے نام رکھنے کی فضیلت	حافظ ہاشم قادری مصباحی	۱۸
معاشیات			
●	لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو	غلام مصطفےٰ رضوی	۲۳
آئینہ قوم وملت			
●	زوال مسلم کے اسباب کیا ہیں؟	مولانا مشتاق احمد امجدی	۲۷
اسلاف واخلاف			
●	سرکار غوث اعظم کا دعوتی اسلوب	مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی	۳۰
●	غوث اعظم کی فضیلت	مولانا انیس عالم سیوانی	۳۷
●	غوث اعظم کی انقلابی تحریک	مولانا کوثر امام قادری رضوی	۴۰
●	حضرت مجدد الف ثانی! حیات وخدمات	ڈاکٹر اقبال اختر القادری	۴۵
●	اٹھ مرے دھوم مچانے والے	علامہ رحمت اللہ صدیقی	۴۸
نقد ونظر			
●	اپنے درمیان قادیانیوں کو پہچانئے	مولانا خورشید عالم رضوی	۵۴
جماعت کی سرگرمیاں			
●	جماعت رضائے مصطفےٰ! کل اور آج	مولانا سید عظیم الدین ازہری	۵۶
خیر وخبر			
●	صد سالہ عرس رضوی کی تیاریاں	مفتی عبد المالک مصباحی	۵۷
●	حافظ ہاشم قادری کو شان اسلام ایوارڈ	حسن رضوی	۵۷

منظومات

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

از: امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

مصطفیٰ کے تن بے سایہ کا سایہ دیکھا
جس نے دیکھا مری جاں جلوۂ زیبا تیرا

ابن زہرا کو مبارک ہو عروس قدرت
قادری پائیں تصدق مرے دولہا تیرا

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

نبوی مینھ، علوی فصل، بتولی گلشن
حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا

موت نزدیک، گناہوں کی تہیں، میل کے خول
آ برس جا کہ نہا دھو لے یہ پیاسا تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یونہی
کہ وہی نا وہ رضا بندۂ رسوا تیرا

فخر آقا میں رضا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

اپنے در سے ہمیں خالی نہ پھرانا یا غوث

از: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

ہاتھ پکڑا ہے تو تا حشر نبھانا یا غوث
اب کسی حال میں دامن نہ چھڑانا یا غوث

اپنے ہی کوچے میں سرشار تمنا رکھنا
اپنے محتاج کو در در نہ پھرانا یا غوث

دل سے اترے نہ کبھی تیرے تصور کا خمار
ایسا اک جام حضوری کا پلانا یا غوث

تیرے نانا کی سخاوت کی قسم ہے تجھ کو
اپنے در سے ہمیں خالی نہ پھرانا یا غوث

دوست خوش ہوں مرے دشمن کو پشیمانی ہو
کام بگڑے ہوئے اس طرح بنانا یا غوث

آستیں اپنی بڑھانا مری پلکوں کی طرف
اپنے غم میں ہمیں جب جب بھی رلانا یا غوث

کبھی آنکھوں میں کبھی خانۂ دل میں رہنا
روح بن کر مری رگ رگ میں سمانا یا غوث

نسبت حلقہ بگوشی کا بھرم رکھ لینا
بہر امداد مری قبر میں آنا یا غوث

آبگینہ مری امید کا ٹوٹے نہ حضور
درد حسرت سے مرے دل کو بچانا یا غوث

تیرے جلووں سے ہیں کتنے ہی شبستاں روشن
میرے دل میں بھی کوئی شمع جلانا یا غوث

کسی منجدھار سے ارشد کی صدا آتی ہے
میری کشتی کو تم ہی پار لگانا یا غوث

اداریہ

عبد الرحیم نشتر فاروقی

کم سنی میں حضرت عائشہ کے نکاح پر اعتراضات!

ایک تحقیقی جائزہ

آئے دن اسلام مخالف عناصر اسلام اور اہل اسلام کے تعلق سے اپنی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، کبھی یہ اسلامی احکامات کو نشانہ بناتے ہیں تو کبھی اسلامی شخصیات کو ہدف لعن طعن بناتے ہیں، کبھی پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں تو کبھی ازواج مطہرات کی ذات بابرکات کے تعلق سے اپنی خباثتوں کا اظہار کرتے ہیں، ویسے تو یہ کوئی نئی اور تعجب خیز بات نہیں، کیوں کہ اسلام پر کیچڑ اچھالنا دنیا کے سارے مخالفین اسلام کا محبوب ترین مشغلہ بن چکا ہے چنانچہ سب سے پہلے کچھ متعصب قسم کے یہودیوں نے اپنی بیمار ذہنیت کی گندگی ظاہر کرتے ہوئے یہ اعتراض کیا کہ ایک کم سن بچی سے نکاح کرنا پیغمبر اسلام کے لئے موزوں نہیں تھا اور نہ جانے کیسے کیسے اپنی خباثت باطنی کا اظہار کیا، اہل اسلام نے ہمیشہ کی طرح ان کی اس لایعنی اور غیر معقول اعتراض کا بھی دندان شکن جواب دیا، لیکن انھوں نے اپنی کچھ ناجائز اولادیں ہمارے ملک میں بھی پیدا کردی ہیں جو ان کے تخریبی مشن کو ایک سچے وارث کی طرح آگے بڑھانے میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اپنی ذہنی غلاظتوں کی بدبو سے ہندوستان کی خوشگوار فضا کو تعفن زدہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔

اسلام اور اہل اسلام سے بے جا نفرت والی ذہنیت اب ایک ''خطرناک وائرس'' کی شکل اختیار کر چکی ہے جو کبھی کسی بد بخت انگریز کو لاحق ہو کر اسے عقل و خرد سے بے گانہ کر دیتا ہے تو کبھی کسی نا ہنجار شاعرہ کے اندر سرایت ہو کر اسے پاگل کر دیتا ہے اور اب سنا ہے کسی سر پھرے ٹی وی اینکر کو بھی یہ مرض لاحق ہو گیا ہے، اب دیکھئے یہ صاحب کون سا گل کھلاتے ہیں، کیوں کہ ان کے پاس تو اپنی قینچی نما زبان کے ساتھ ساتھ ٹی وی کا ایک بڑا پلیٹ فارم بھی ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے بواسیری مرض کی بدبو دور دور تک پھیلا سکتے ہیں۔

دراصل یہ اعتراض اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نکاح کے وقت ایک نابالغہ بچی تھیں اور ابھی ان کے اندر وہ صلاحیت نہیں پیدا ہوئی تھی جو ایک خاتون کو اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے درکار ہوتی ہے، دراصل مخالفین اسلام کا یہ اعتراض ہی سرے سے غلط و باطل ہے کیوں کہ ان کا نکاح ضرور نابالغی میں ہوا تھا لیکن رخصتی ۹ رسال کی عمر میں بالغ ہو جانے کے بعد ہی ہوئی تھی، چنانچہ بخاری شریف میں خود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

''عن عائشة رضي سالله عنها: قالت تزوجني النبي ﷺ وأنا بنت ست سنين فقدمنا المدينة فنزلنا في بني الحارث بن خزرج فوعكت فتمرق شعري فوفى جميمة فاتتني أمي أم رومان وإني لفي أرجوحة ومعي صواحب لي فصرخت بي فأتيتها لا أدري ما تريد بي فأخذت بيدي حتى أوقفتني على باب الدار وإني لأنهج حتى سكن بعض نفسي ثم أخذت شيئا من ماء فمسحت به وجهي ورأسي ثم أدخلتني الدار فاذا نسوة من الأنصار في البيت فقلن على الخير والبركة وعلى خير طائر فأسلمتني إليهن فأصلحن من شأني فلم يرعني إلا رسول الله ﷺ ضحى فأسلمتني إليه وأنا يومئذ بنت تسع سنين. یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس وقت مجھ سے نکاح فرمایا، اس وقت میری عمر چھ سال کی تھی، اس کے بعد ہم لوگ (ہجرت کر کے) مدینہ گئے

اور وہاں قبیلہ بنی حارث میں قیام کیا، پھر مجھے ایسا بخار آیا کہ سر کے تمام بال جھڑ گئے، پھر (از سر نو نکل کر) کندھوں تک ابھی پہنچے تھے کہ میری ماں اُمّ رومان میرے پاس آئیں، اس وقت میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی، میں ماں کے پاس چلی گئی، مجھے کچھ خبر نہیں کہ آج کیا معاملہ ہونے والا ہے، وہ میرا ہاتھ پکڑ کر دروازہ پر (تھوڑی دیر کے لئے) رکی رہیں، میری سانس پھول رہی تھی، جب سکون ہوا تو ماں نے پانی لے کر میرا منہ اور سر دھویا، پھر مکان میں لے کر گئیں، جہاں انصار کی عورتیں موجود تھیں، وہ مجھے دعائے خیر اور مبارک باد دینے لگیں، ماں نے مجھے ان عورتوں کے حوالہ کر دیا، انھوں نے میرا بناؤ سنگھار کیا، اب تک مجھے کچھ خبر نہیں ہوئی، یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور پھر مجھے ان عورتوں نے آپ کے سپرد کر دیا، اس وقت میری عمر ۹ رسال کی تھی۔" [صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث نمبر ۳۸۹۴]

اب آئیے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا پوری دنیا میں صرف یہی کسی لڑکی کا پہلا نکاح ہے جو اتنی کم عمری میں واقع ہوا؟ کیا اس سے قبل یا بعد میں ایسا کوئی نکاح نہیں ہوا؟ تاریخی شواہد ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ دنیا کے ہر گوشے میں اور ہر مذہب میں اتنی عمر میں یا اس سے بھی کم عمر میں شادیوں کا رواج موجود تھا اور ایسے کسی بھی نکاح کو کبھی معیوب نہیں سمجھا گیا، اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم ملک عرب ہی کا جائزہ لیتے ہیں جہاں یہ نکاح عمل میں آیا۔

چودہ سو سال قبل عرب میں بھی اس عمر میں لڑکیوں کی شادی کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا، تاریخی حقائق شاہد ہیں کہ عرب میں بعض لڑکیاں ۹ رسال میں ماں اور ۱۸ رسال کی عمر میں نانی بھی بن گئی ہیں، چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب "دار قطنی" میں عباد بن عباد مہلبی کا بیان ہے کہ:

"أدركت فينا يعني المهالبة امرأة صارت جدة وهي بنت ثمان عشرة سنة ولدت لتسع سنين ابنة فولدت ابنتها لتسع سنين ابنة فصارت هي جدة وهي ابنة ثماني عشرة سنة ... الخ. یعنی میں نے اپنی قوم مہالبہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ۱۸ رسال کی عمر میں نانی بن گئی تھی، اس کی صورت یہ ہوئی کہ خود اس کو ۹ رسال کی عمر میں لڑکی پیدا ہوئی اور پھر اس کی لڑکی بھی ۹ رسال کی عمر میں لڑکے والی ہو گئی، اس طرح وہ ۱۸ رسال میں نانی بن گئی۔"

نیز حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک چشم دید واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

"أنه رأى جدة بنت إحدى عشرين سنة وإنها حاضت لاستكمال تسع ووضعت بنتها لاستكمال عشر و وقع لبنتها مثل ذلك. یعنی آپ نے دیکھا کہ ایک عورت اکیس برس کی عمر میں نانی بن گئی، اس کی صورت یوں ہوئی کہ نویں برس میں حیض آیا، دسویں برس میں لڑکی جنی اور اس لڑکی کا حیض و حمل بھی اسی طرح وقوع پذیر ہوا جس سے اکیس برس کی عمر میں نانی کہلانے لگی۔" [فتح الباری، جلد ۵، ص ۲۰۳]

اسی طرح صحیح بخاری میں بھی حسن بن صالح کے ذریعہ ایک واقعہ مذکور ہے، ان کا بیان ہے کہ:

"كنت أدركت جارة لنا جدة بنت إحدى و عشرين سنة. یعنی میں نے اپنے پڑوس کی لڑکی کو دیکھا کہ وہ ۲۱ رسال کی عمر میں نانی بن گئی تھی۔" [بخاری، جلد ۱، ص ۳۶۶]

جدید سائنس بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتی ہے اور آج کل کے اخبارات و رسائل بھی لڑکیوں کی کم عمری ماں بننے کی تصدیق بھی کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی خود ان کی والدہ نے حضور کے تقاضا کے بغیر کی تھی اور دنیا جانتی ہے کہ کوئی بھی ماں اپنی بیٹی کی دشمن نہیں ہوتی جو اسے کسی نقصان و خسران کی آگ میں جھونک دے، اس لیے ناممکن اور محال ہے کہ انھوں نے بالغ ہونے سے پہلے آپ کی رخصتی کر دی ہو۔

عرب میں کم عمر بچیوں کی شادیوں کا عام رواج تھا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لڑکی ام کلثوم کا نکاح عروہ بن زبیر سے، عروہ بن زبیر نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بھتیجے سے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے اپنی لڑکی کا نکاح

ادارِیہ

ابن مسیب بن نخبہ سے کم سنی میں کیا۔ [الفقہ الاسلامی، ج ۷، ص ۱۸۰]

ان حضرات کا کم سنی میں اپنی لڑکیوں کا نکاح کر دینا بھی اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اس وقت کم عمری میں ہی بعض لڑکیوں کے اندر نکاح اور خلوت کی صلاحیت پیدا ہوجاتی تھی، تو اگر ایسے معاشرے میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ۶ ر سال کی عمر میں ہوتا ہے اور باقاعدہ ان کی ماں کی طرف سے ان کی جسمانی اہلیت کے تعلق سے مکمل اطمینان کر لینے کے بعد ۹ ر سال کی عمر میں ان کی رخصتی عمل میں آتی ہے تو اس میں تعجب کیا ہے؟

مذکورہ حقائق وشواہد یہ واضح کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۶ ر سال کی عمر میں نہ نکاح فرمانا کوئی تعجب خیز واقعہ تھا اور نہ ہی ۹ ر سال کی عمر میں رخصتی کرانا کوئی نئی بات! بلکہ ملک عرب کی آب وہوا، وہاں کے معاشرتی اور سماجی رسم ورواج کے مطابق وہ عمر بچیوں کی رخصتی کے لئے قابل قبول عمر تھی، جس عمر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ہوئی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ لڑکے لڑکیوں کا شباب وبلوغ صرف عمر ہی پر موقوف نہیں بلکہ زیادہ تر ملکی آب وہوا لڑکے لڑکیوں کے جسمانی ارتقا میں تقدیم وتاخیر کے لئے ذمہ دار ہے، ایک ہی ملک کے قوی الاعضا اور نحیف الاعضا میں چار چار، چھ چھ برس کا فرق پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات چھوٹا لڑکا یا لڑکی بلوغ کو پہنچ جاتے ہیں اور بڑے برسوں پڑے رہ جاتے ہیں۔

دنیا کے ہر خطے میں انسانوں کے رہن سہن، کھان پان، شادی بیاہ اور جینے مرنے کے انداز واطوار مختلف ہیں، رہن سہن کے طریقے اور کھانے پینے کے انداز انسانوں کے جسمانی نشوونما اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ بھی سماجی مسلمات سے ہے کہ آب وہوا کی تبدیلیاں انسان کے جسمانی نشوونما، ان کی صحت وساخت، قدوقامت اور سن بلوغ میں بھی تبدیلیاں لاتی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کہیں انسانوں کی بلوغت جلد عمل میں آجاتی ہے تو کہیں تاخیر سے، کہیں انسانوں کے عمر لمبی ہوتی ہے تو کہیں کم، کہیں انسانوں کا قد پست ہوتا ہے تو کہیں لمبا اور کہیں بچوں کی جلد شادی کردی جاتی ہے تو کہیں تاخیر سے، یہ تبدیلیاں مختلف ممالک میں مختلف انداز میں انسانوں کو متأثر کرتی ہیں، ایک اہم اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"The average temperature of the country is considered the chief factor with regard to Menstruation and Sexual Puberty.

یعنی کسی بھی علاقے کی بچیوں کے ایام حیض کی شروعات اور ازدواجی بلوغت کی عمر کو پہنچنے میں اس ملک کا اوسط درجۂ حرارت اہم کردار ادا کرتا ہے۔"

[Women: An Historical,Gynecological and Anthropological compendium, Volume I, Lord and Brandsby 1998, p. 563]

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۱۴ ر سو سال یورپ وایشیا، افریقہ اور امریکہ جیسے ممالک میں بھی ۹ ر سال سے ۱۴ ر سال کی لڑکیوں کی شادیاں کردی جاتی تھیں، مثال کے طور پر سینٹ آگاسٹین نے جس لڑکی سے شادی کی تھی، اس کی عمر ۱۰ ر سال تھی، راجا ریچرڈ ۲ ر نے جس لڑکی سے شادی کی اس کی عمر ۷ ر سال کی تھی، ہینری ۸ ر نے ایک ۶ ر سال کی لڑکی سے شادی کی تھی۔

۱۹۲۹ء سے پہلے تک برطانیہ میں، چرچ آف انگلینڈ کے وزراء ۱۲ ر سال کی لڑکی سے شادی کر سکتے تھے، ۱۹۸۳ء سے پہلے کیتھولک کینان کے قانون نے ابھی اپنے پادریوں کو ایسی لڑکیوں سے شادی کر لینے کی اجازت دے رکھی تھی کہ جن کی عمر ۱۲ ر کو پہنچ چکی ہو۔

بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ امریکہ کے اسٹیٹ آف ڈیلیورا میں ۱۸۸۸ء میں لڑکی کی شادی کی جو کم سے کم عمر تھی وہ ۸ ر سال تھی اور کیلیفورنیا میں ۱۰ ر سال تھی، حتیٰ کہ آج تک بھی امریکہ کے کچھ اسٹیٹس میں لڑکیوں کی شادی کی جو عمر ہے، وہ میسیچوسس میں ۱۲ ر سال اور نیو ہیمسفر میں ۱۳ ر

سال اور نیو یارک میں ۲۴؍سال کی عمر ہے، یہاں تک تو عیسائیت اور مغربی ممالک میں لڑکی کی شادی کی مناسب عمر اور وہاں کے معروف شخصیات کے متعلق تھا، جس سے یہ صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ تاریخی نکتہ نظر سے اس عمر کی لڑکی سے نکاح کرنا ایک عام سی بات تھی جسے کوئی معیوب نہیں سمجھتا تھا۔

ہندو دھرم میں شادی کی عمر

آخر میں ہم ہندو مذہب کی کتابوں پر بھی نظر ڈالتے چلتے ہیں چنانچہ ہندو مذہب کی مشہور کتاب ''منوسمرتی'' میں لکھا ہے:

"A girl should be given in marriage before puberty."[Gautama 21−18]

یعنی لڑکی کے بالغ ہونے سے پہلے ہی اس کی شادی کر دینی چاہئے۔

دوسری جگہ میں یوں تحریر ہے:

Out of fear of the appearance of the menses, let the father marry his daughter while she still runs about naked. For if she stays in the home after the age of puberty, sin falls on the father." [Vashistha 17−70]

یعنی اس ڈر سے کہ کہیں ایام حیض نہ شروع ہو جائیں، باپ کو چاہئے کہ اپنی لڑکی کی شادی اسی وقت کر دے، جب وہ بے لباس گھوم رہی ہو، کیونکہ اگر وہ بلوغت کے بعد بھی گھر میں رہی تو اس کا گناہ باپ کے سر ہوگا۔

[www.payer.de/dharmashastra/dharmash083.htm/ /manu ix 88 http]

یہ بات بھی سبھی جانتے ہیں کہ ایسی کم عمری کی شادیوں کا رواج ہندوستان کے بیشتر صوبوں میں آج بھی ہے، چنانچہ The Encyclopedia of Religion and Ethics میں لکھا ہے کہ جس کی بیٹی اس حالت میں بلوغت کو پہنچتی تھی کہ وہ غیر شادی شدہ ہو تو اس کے (ہندو) باپ کو گنہگار سمجھا جاتا تھا، اگر ایسا ہوتا تو وہ لڑکی خود بخود ''شدر'' (نچلی ذات) کے درجہ میں چلی جاتی تھی اور ایسی لڑکی سے شادی کرنا شوہر کے لئے باعث رسوائی ہوا کرتا تھا۔

''منو'' کی اسمرتی نے مرد اور عورت کے لئے شادی کی جو عمریں طے کی ہیں، وہ اس طرح ہے، لڑکا ۳۰؍سال کا اور لڑکی ۱۲؍سال کی یا لڑکا ۲۴؍سال کا اور لڑکی ۸؍سال کی، مگر آگے چل کر بھر اسپتی اور مہا بھارت کی تعلیم کے مطابق ایسے موقعوں پر لڑکیوں کی جو شادی کی عمر بتائی گئی ہے، وہ ۱۰؍سال اور ۷؍سال ہے، جبکہ اس کے بعد کے ''شلوکاس'' میں شادی کی کم از کم عمر ۴؍سے ۶؍سال اور زیادہ سے زیادہ ۸؍سال بتائی گئی ہے اور اس بات کے بے شمار شواہد ہیں کہ یہ باتیں صرف تحریر میں ہی نہیں تھیں بلکہ ان پر باقاعدہ عمل بھی کیا جاتا تھا۔

[encyclopedia of religion and ethics, p.450]

ہندوستان میں شادی کی عمر

اس کے متعلق کیمبرج کے سنٹ جانس کالج کے Jack Goody نے اپنی کتاب The Oriental, the Ancient and Primitive میں لکھا ہے کہ ہندوستانی گھروں میں لڑکیاں بہت ہی جلد بیاہ دی جاتیں تھیں، سری نواس ان دنوں کے بارے میں لکھتے ہیں ''جب انڈیا میں بلوغت سے قبل شادی کرنے کا رواج چلتا تھا، (1984:11) لڑکی کی اس عمر کو پہنچنے سے پہلے اس کی شادی کر دینی ہوتی تھی، ہندو لاء کے مطابق اور ملک کے رواج کے موافق لڑکی کے باپ پر یہ ضروری تھا کہ وہ بالغ ہونے سے پہلے اس کی شادی کر دے، گر چہ رخصتی میں اکثر تاخیر ہوتی تھی، جو تقریباً ۳؍سال ہوتی تھی۔

[The Oriental, the Ancient, and the Primitive, P208]

کم عمری میں نکاح عائشہ کی حکمت

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ حضور ﷺ نے یہ نکاح اپنے طبعی میلان کی وجہ سے از خود نہیں فرمایا بلکہ من جانب اللہ آپ کو خواب میں کئی بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شکل دکھا کر ان سے نکاح کی ترغیب دی گئی تھی، چنانچہ نبی کریم

اداریہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''أریتك فی المنام مرتین إذا رجل یحملك فی سرقة حریر فیقول هذه امرأتك فأکشفها فإذا هی أنت فأقول إن یکن هذا من عندالله یمضه۔ یعنی تم مجھے دو بار خواب میں اس طرح سے دکھلائی گئیں کہ ایک شخص تم کو ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر دکھلاتا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، میں جب کپڑا اٹھا کر دیکھتا تو تمہاری صورت نظر آتی تھی، میں نے کہا کہ اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو پورا ہو کر رہے گا۔''

[بخاری، حدیث نمبر ۵۰۱۱]

ایک روایت کے مطابق تین بار خواب میں حضور کو آپ کی شکل دکھا کر آپ سے نکاح کی ترغیب دی گئی، ان خوابوں سے واضح ہو گیا کہ مشیت ایزدی کو اس نکاح سے کسی خاص مقصد کی تکمیل منظور تھی ورنہ بذریعہ خواب بار بار حضور کو اس کی ترغیب دینے کی کیا ضرورت تھی، یہی وجہ تھی کہ بچپن ہی سے آپ کے روحانی اور جسمانی نشوونما مافوق العادت ترقی پذیر تھے، قدرت کا یہ خاص انداز تربیت آپ کے ساتھ اسی لئے تھا کہ آپ کے ذریعہ کچھ اہم اور نمایاں کارنامے انجام دینے تھے، چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ آپ باوجود کمسن اور صنفِ نازک ہونے کے بڑے بڑے فقہائے صحابہ پر علم و فن اور فضل و کمال میں فوقیت رکھتی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کم سنی میں اس لئے نکاح کیا گیا تا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ عرصہ تک اکتساب علم و فضل کر سکیں اور ان کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ افراد اسلامی تعلیمات حاصل کر سکیں، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اڑتالیس سال تک صحابہ کرام اور تابعین عظام ان کی خداداد ذہانت و فراست، ذکاوت و بصیرت اور علم و عرفان حاصل کرتے رہے۔ [زرقانی ج ۳، ص ۲۲۹–۲۳۶]

تمام ازواج مطہرات میں ایک آپ ہی کی ذات بابرکات تھی جس کی پرورش و پرداخت اسلامی ماحول میں ہوئی تھی اور مزید کاشانۂ نبوت میں آ کر آپ کی تعلیم و تربیت ہر لحاظ سے مکمل، منفرد اور مثالی ہوئی، یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کا ایک مؤثر ترین ذریعہ بن سکیں۔

چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدین کا گھر تو پہلے ہی نور اسلام سے منور تھا، عالم طفولیت ہی میں انہیں کاشانۂ نبوت تک پہنچا دیا گیا تا کہ ان کے سادہ لوح دل پر اسلامی تعلیمات کا گہرا نقش مرتسم ہو جائے، چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی نوعمری میں ہی کتاب و سنت کے علوم میں گہری بصیرت حاصل کر لی تھی، اسوۂ حسنہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمال و ارشادات کا ایک بڑا ذخیرہ اپنے ذہن و دماغ میں محفوظ کر لیا، پھر بعد میں وہ علوم و معارف درس و تدریس اور نقل و روایت کے ذریعہ امت کے حوالے کئے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ سے ۲۲۱۰ رحدیثیں روایت فرمائیں جو تعداد کے اعتبار سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تمام صحابۂ کرام میں سب سے زائد ہیں، آپ غیر معمولی ذہین اور بہترین قوت حافظہ کی مالک تھیں، کم عمری میں نکاح ہی کے سبب آپ کو حضور ﷺ سے اکتساب علم و فضل کا سب سے زیادہ موقع ملا، جس کی بدولت آپ نے ایک ماہر فن معلمہ، ایک بالغ نظر فقیہہ اور باکمال محدثہ کا کردار ادا کیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کو کبھی کوئی ایسی مشکل پیش نہ آئی جس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا ہو، اور ان کے پاس اس کی کوئی معلومات نہ ہوں، نیز امام زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ علم والی تھیں، بڑے بڑے صحابہ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شکل میں مسلم عورتوں کو شرعی مسائل کی تعلیم و تفہیم کے لئے ایک ایسی کامل معلمہ مل گئی جس نے ان کے باریک سے باریک تر پوشیدہ مسائل انھیں واضح طور پر ذہن نشین کرا دیا، کیونکہ عورتوں کی اکثریت

اداریہ

ایسی تھی جو فطرتاً بعض شرعی مسائل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں شرم محسوس کرتی تھی، خاص طور پر وہ مسائل جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، چنانچہ انصار کی عورتیں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آتیں اور ان سے دین کے مسائل مثلاً حیض، نفاس، جنابت اور وظیفہ زوجیت وغیرہ کے احکام کے متعلق سوال کیا کرتیں۔

تمام ازواج مطہرات میں صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کنواری تھیں، دیگر ازواج یا تو بیوہ، مطلقہ یا پھر شوہر دیدہ تھیں، یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ جس کے صدقے میں ساری کائنات تمام تر نعمتوں سے بہرہ ور ہورہی ہے اس کے حصے میں کوئی کنواری عورت نہ آئے۔

اس نکاح کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ رسالت وخلافت کے درمیان قرابت داری کا ایک اور مضبوط رشتہ قائم ہوجائے جس کے ذریعہ اسلام کو مزید تقویت ملی اور یہی مقصد ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح میں بھی کارفرما تھا۔

ایک نکتہ کی بات

اگر اس وقت اس طرح کا نکاح عرب میں معیوب ہوتا تو سب سے پہلے کفار قریش جو حضور ﷺ کے ازلی دشمن اور بدترین مخالف تھے، وہ اس موقع کو کیسے اپنے ہاتھ سے جانے دیتے؟ انھوں نے اس نکاح پر کیوں نہیں اعتراض کیا؟ ظاہر ہے صرف اس لئے کہ اس وقت سماج میں اتنی کم عمر لڑکیوں کا نکاح عام بات تھی اور حضور کے بدترین دشمنوں کے نزدیک بھی اس میں عیب کا کوئی شائبہ تک نہ تھا، جس کو بنیاد بنا کر وہ آپ کو مطعون کرتے یا آپ کی صاف وشفاف شخصیت کو گرد آلود کرتے۔

مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ ایسا شرمناک الزام اس ذات با برکات پر لگایا جارہا ہے جس نے اپنا پہلا نکاح عین ۲۵ رسال کے قابل رشک ایام شباب میں دو دو شادیاں کرچکی بچوں والی ایک ۴۰ رسالہ بیوہ عورت سے کیا اور اپنی پوری جوانی اسی عمر دراز خاتون کے ساتھ گزار دی، یہاں تک کہ آپ کی عمر ۵۰ رسال سے زائد ہوگئی، جب آپ کی پہلی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوگیا، اس کے بعد ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح کیا، وہ بھی اپنی عمر کے ۵۰ رسال گزر جانے کے بعد! جو عموماً بڑھاپے کی عمر ہوتی ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا آپ نے جن خواتین سے بھی نکاح کئے وہ سب کی سب بیوہ، مطلقہ اور بعض ضعیف العمر تھیں، اگر نبی کریم ﷺ کے ان متعدد نکاحوں میں یا حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح میں نفسانی خواہشات کی تکمیل کا منشا کارفرما ہوتا تو پھر عین ایام شباب میں ایک ۴۰ رسالہ بیوہ عورت سے کیوں نکاح کرتے؟ چلو ایک نکاح بیوہ سے کرلیا مگر بقیہ سارے نکاح تو کنواری اور نوجوان عورتوں سے کرسکتے تھے، آخر بیواؤں اور معمر خواتین سے کیوں کیا؟ کیا کوئی معمولی سا شعور رکھنے والا انسان بھی اسے خواہشات نفس کی تکمیل کا نام دے سکتا ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کور چشم عین نصف النہار کو شب تار ثابت کرنے پر بضد ہو۔

تاریخ گواہ ہے کہ صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ قربان کردینے میں فخر محسوس کرتے تھے، اگر آپ کسی بھی خوبرو، جوان اور کنواری لڑکی سے شادی کی آرزو کرتے تو یقیناً ان میں سے کوئی ذرا بھی تامل نہ کرتا بلکہ آپ کی آرزو کی تکمیل میں فخر محسوس کرتا، اس کے باوجود آخر کیا وجہ تھی کہ آپ نے عنفوان شباب میں شادی نہ کی اور کی تو کیوں کنواریوں کو چھوڑ کر بیواؤں کو ترجیح دی، حتیٰ کہ مشرکین مکہ نے بھی دعوت حق سے دستبردار ہوجانے پر نبی اکرم کو سب سے خوبصورت لڑکی سے نکاح کی پیشکش کی تھی، مخالفین اسلام حضور ﷺ کے اس طرز عمل کا کیا جواب دیں گے؟

اس نکتہ پر ادنیٰ غور وفکر سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ حضور ﷺ نے جتنی بھی شادیاں کیں وہ نفسانیات کے پیش نظر نہ تھیں بلکہ تمام کی تمام شادیاں دین اسلام کی پیش رفت، اپنے رفقا کے ساتھ مودت ومحبت کے رشتہ کی استواری اور دیگر دینی، معاشرتی وسیاسی مصالح جیسے بلند مقاصد کے تحت کی گئیں تھیں۔

چنانچہ تاریخی اوراق شاہد ہیں کہ جنگ بدر واُحد میں سیکڑوں

کی تعداد میں صحابۂ کرام شہید ہوئے، نتیجے کے طور پر ان کی بیوائیں اور بچے یتیم ہو کر بے یار و مددگار ہو گئے، اس پریشان کن مسئلہ کو حل کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام کو بیواؤں سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور لوگوں کو عملی ترغیب دینے کے لیے پہلے خود آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے مختلف اوقات میں نکاح کئے، آپ کے اس حسن عمل سے متأثر ہو کر بہت سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے بیواؤں سے نکاح کئے جس کے سبب کئی برباد و بے سہارا گھرانے دوبارہ آباد ہو گئے۔

عربوں کا یہ بھی دستور تھا کہ جو شخص ان کا داماد بن جاتا، اس کے خلاف جنگ کرنا اپنی شان و عظمت کے خلاف سمجھتے تھے، حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شدید ترین مخالفین میں سے تھے مگر جب ان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا تو یہ دشمنی کم ہو گئی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا شروع ہی میں مسلمان ہو کر اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئیں، وہاں ان کا خاوند نصرانی ہو گیا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے علاحدگی اختیار کی اور بہت مشکلات سے گھر پہنچیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی دل جوئی فرمائی اور بادشاہ حبشہ کے ذریعہ ان سے نکاح کیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا والد قبیلہ مصطلق کا سردار تھا، یہ قبیلہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قبیلہ سے جہاد کیا جس میں ان کا سردار مارا گیا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر ایک صحابی رسول کے حصہ میں آئیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ کر کے سردار کی بیٹی کا نکاح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کر دیا اور اس نکاح کی برکت سے اس قبیلہ کے سو گھرانے آزاد ہوئے اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

خیبر کی لڑائی میں یہودی سردار کی بیٹی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر ایک صحابی کے حصہ میں آئیں، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے مشورے سے ان کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرا دیا، اسی طرح میمونہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کی وجہ سے نجد کے علاقہ میں اسلام پھیلا، ان شادیوں کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آسکیں اور اخلاق نبی کا مشاہدہ کر سکیں تا کہ انہیں راہ ہدایت نصیب ہو۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح متبنیٰ کی رسم توڑنے کے لیے کیا، حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے، ان کا نکاح حضرت زینب بنت جحش سے ہوا، آپس میں نباہ نہ ہونے پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں طلاق دے دی پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا اور یہ ثابت فرما دیا کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے کے ذیل میں ہرگز نہیں آتا، غرض کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر نکاح کا ایک مقصد تھا جو مشیت الٰہی کے تحت معرض وجود میں آیا۔

درحقیقت دشمنان اسلام نے روز اول ہی سے پیغمبر اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات کا یہ سلسلہ شروع کر دیا تھا، آپ کی رسالت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا، آپ کے معجزات پر عیب جوئی کی اور طرح طرح کی بہتان طرازی کی تا کہ مسلمان اپنے دین کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جائیں اور آپ کی رسالت کو ماننے سے باز رہیں، معلوم ہوا کہ مخالفین اسلام کی اس زہر افشانی اور ہرزہ سرائی کا واحد سبب اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دیرینہ بغض و عناد اور مذہبی منافرت ہے جو انھیں اس طرح کی لایعنی اور غیر معقول باتوں پر ابھارتی رہتی ہے پھر تو ان پر ہذیان کا وہ دورہ پڑتا ہے جس سے معمولی سا شعور رکھنے والا انسان بھی ان کے عقل و خرد پر ماتم کرنے لگتا ہے، مولائے کریم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے، آمین۔ ■■■

ص ۱۷ رکا بقیہ..........................

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ماہ ربیع الآخر بہت ہی محترم اور عظمت والا مہینہ ہے، اس ماہ میں نماز کی ادائیگی اور اوراد و وظائف

اداریہ

میں مشغولیت دین ودنیا وآخرت کو سنوارنے والی ہے، مولائے کریم ہم سب سنیوں کو اس مہینے میں خوب خوب عبادت وریاضت اور خیرات وصدقات کی توفیق رفیق عطافرمائے، آمین۔ ■■■

ص ۲۳ رکا بقیہ.......

نعمت ثابت ہو، اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اولاد کی پرورش اور نام رکھنے میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اور خوشنودی کا خیال ہمیشہ دل میں جاگزیں فرمائے اور تمام مسلمانوں کو اسلامی طرز زندگی گزارنے اور عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے، آمین ثم آمین۔ ■■■

ص ۵۵ رکا بقیہ.......

ہے، کے نعرے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

قادیانیوں کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آج کے اس دور میں جب کیبل ٹی وی عام ہے اور ڈش اینٹینا کا استعمال پاکستان میں عام گھریلو صارفین کے لئے متروک ومعدوم ہو چلا ہے لیکن اس کے باوجود قادیانی ایم ٹی اے چینل دیکھنے کے لئے اپنے گھروں میں ڈش انٹینا لگاتے ہیں اور جن مسلمانوں پر یہ اپنے دجل وفریب کی طبع آزمائی کرتے ہیں، ان کو اکثر تبلیغ کی نیت سے اپنا یہ ٹی وی چینل اپنے گھر یا علاقے کے قادیانی مرکز میں بلا کر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، قادیانیوں کا مشہور چینل ”مینارۃ المسیح“ ہے جو ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے قادیان میں واقع ہے، جس مینارہ کو یہ اپنے ٹی وی چینل پر مسلمانوں کے مقابلے میں خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی کی جگہ دکھا کر اس کو مشتہر کرتے ہیں۔

(۸) سب سے اہم نشانی یہ ہے کہ قادیانی ناموں کے آغاز میں آپ کو محمد لگا نظر نہیں آئے گا اور نا ہی کوئی پیدائشی قادیانی آپ کو اس طرح کا خالص اسلامی نام رکھتا ہے، جیسے کہ عبداللہ، مصطفےٰ، عبدالرشید، عبدالقیوم وغیرہ جب کہ ان کے ناموں کے اختتام میں احمد لگا ہوتا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے نام کا بھی حصہ تھا اور قرآن میں موجود آقا ﷺ کے اسم گرامی ”احمد“ سے بھی وہ ”مرزا غلام احمد قادیانی“ کو ہی مراد لیتے ہیں، معاذ اللہ۔

(۹) یاد رہے کہ پاکستان اور دنیا کے دیگر حصوں میں پائے جانے والے زیادہ تر قادیانی پنجابی زبان بولنے والے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں کیوں کہ مرزا قادیانی کا تعلق بھی تقسیم ہندوستان سے قبل ”قادیان“، ضلع گورداسپور پنجاب سے تھا، اس لئے ان کی تبلیغ کا زیادہ اور مرکزی دائرہ اثر بھی تقسیم سے قبل اور بعد میں بھی پنجاب ہی رہا تاکہ یہاں موجود سادہ لوح دیہاتی اور ملنسار لوگوں اس فتنے کی آبیاری ہو سکے، مولائے کریم مسلمانوں اس ”قادیانی فتنے“ سے محفوظ رہیں اور اپنا ایمان واسلام سلامت رکھ سکیں۔ ■■■

ص ۱۴ رکا بقیہ.......

رہے مگر ہزار ہا آنکھوں نے جو مناظر دیکھے ہیں انھیں کہاں تک جھٹلایا جا سکتا ہے، حج کے ایام میں ہر چند احتیاط سے کام لیا گیا، مگر پھر بھی وہ بے تمیزی جو خمیر ہے، وہ عناد جو فطری ہے، وہ عداوت اسلام جس نے نجدیوں کو بیتاب کر رکھا ہے ظاہر ہوئے بغیر نہ رہ سکی، بہت سے حاجیوں کو بھی اس کے دست جفائے ستم اٹھانا پڑے، مطاف میں، سعی میں، کتنے ان کے بے تمیزی سے روندے گئے، حج کا خطبہ نہ ہوا، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مصلوں پر نمازیں روک دی گئیں۔

لطف یہ کہ اپنے کو حنبلی کہتے ہیں، حنبلی مصلے پر بھی نمازیں روکیں، اس سے اس کی حنبلیت کے نمائشی دعوے کی قلعی کھل جاتی ہے اور مکاری عیاں ہو جاتی ہے، مدینہ طیبہ میں کیا کیا ستم نہ ڈھائے، کیا کیا قیامتیں نہ برپا کیں، مکہ مکرمہ میں جنۃ المعلیٰ کو برباد کیا تھا، مدینہ طیبہ میں جنت البقیع کو تباہ کیا، اجلۂ اصحاب کرام حضور کے اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات، خاتون جنت، حضرت ذوالنورین، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت امام حسن، حضرت سید الشہداء، حضرت امیر حمزہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات مقدسہ مسمار کر ڈالے، ان بے دینوں کو توحید کا ہر نشان، موحدین کی ہر یادگاریں، اکابر اسلام کے معالم، سب نظر میں کھٹکتے ہیں، اپنے سوا تمام جہاں کو مشرک جانتے ہیں، اگر ان کی حکومت کو وسعت ہو جائے تو آج دنیا کا ہر مسلمان ان کے فتویٰ سے گردن زدنی اور مباح الدم ہے، وہ کفار کے رہنے بسنے کیلئے مسلمانوں کے وجود سے خالی کر دینا چاہتے ہیں۔ ■■■

قندِ مکرر

(از: علامہ احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ*)

نجدی اور اسلام

اسلام کے لئے ہر زمانہ میں گوناگوں مصائب لازم رہے اور اس کے حق میں دشمنان دین نے طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کیں اور ہر فتنہ بلا کے ایک پہاڑ کی طرح ٹوٹا اور جب کوئی ایسی بڑی مصیبت رونما ہوئی دنیا کے کفار نے یقین کیا کہ اس حملہ سے اسلام نہیں بچ سکتا اور جس طرح سکرات کے عالم میں کسی مریض کی نفس شماری کی جاتی ہے، اسی طرح وہ بغلیں بجا بجا کر اسلام کے فنا کی گھڑیاں گننے لگے، لیکن اسلام کی روحانیت نے ان تمام ترتاریکیوں کے پردے چاک کر دیئے اور ان گھنگھور گھٹاؤں سے جب اپنے جلوۂ جہاں تاب کا ظہور کیا تو دنیا کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں، دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور اپنی منہ کھا کر رہ گئے، ایسا کئی مرتبہ ہوا، صدیاں اسی میں گزر گئیں، شمار کہاں تک کیا جائے؟

آج بھی طرح طرح کے فتنے برپا ہیں اور ان پر انواع و اقسام کی مصیبتیں آ رہی ہیں ان سب میں نہایت بھیانک اور تمام عالم اسلام کو تڑپا ڈالنے والی جو مصیبت ہے وہ نجدیوں کا فتنہ ہے جنھوں نے حرمین طیبین کی پاک اور مقدس سرزمین پر ناجائز طور پر تسلط کر کے بے گناہ مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو نہایت ہی ظلم وستم، بے رحمی اور سفا کی کے ساتھ شہید کیا حرمین طیبین کے رہنے والوں کے خاندان تباہ و برباد کر دیئے۔

گھر کے گھر اجڑ گئے، دارالامن کے باشندے دشت و جبل میں سرگردان پھر رہے ہیں، نہ بیٹے کو باپ کی خبر ہے، نہ باپ کو اولاد کا حال معلوم ہے، ماں سے فرزند جدا ہے اور فرزند سے ماں کی شفقت والی گود، رات دن ان بلا کشان مصیبت کو غم واندوہ میں کراہتے گزر جاتے ہیں، شب و نہار کی تلخ ساعتیں کاٹے نہیں کٹتیں، اسی پر بس نہیں ہے، ابھی ظالم کو صبر نہیں آیا، ہاشمیوں کے خون بہا کر وہ سیراب نہیں ہوا، صحابہ کرام اور اکابرامت کے وہ مزارات جو توحید کے علم اور اسلام کی شوکت کی یادگاریں تھیں، کفار کی حسرتیں نکالنے اور ان کے دل خوش کرنے کے لئے بے دینوں نے سطح خاک برابر کر دیں۔

آہ! سرزمین حرم کا وہ بقعہ آج ظلم وجفا کے تیروں کا آماجگاہ بن رہا ہے جس کا قصد کرنے والے ہندی مسلمان جہاز ہی سے حدود یلملم میں داخل ہوتے ہوئے آرام وآسائش کا لباس اوتار ڈالتے تھے اور احرام باندھ کر اس سرزمین پاک میں داخل ہوتے تھے شریعت نے یہی ادب بتایا تھا۔

آج وہاں بے دین گستاخ تلواریں چلاتے اور خون بہاتے ہیں، آج مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے مزارات کے ساتھ بے ادبیاں کی جاتی ہیں اور کس طرح کن بے باکیوں کے ساتھ ان پاک روحوں کے مزارات کی اہانت کی جاتی ہے قلم کو یارائے تحریر نہیں ہے، دنیا کیا اقوام میں وحشت وخونخواری کا وہ نمونہ جو نجدی نے سرزمین حرم میں دکھایا ہے تلاش کرنا بیکار ہے وہ اپنے طرز ستم میں لاثانی ہے۔

وہ حبیب خدا کی یادگار، وہ خدا کی رحمت کا مظہر، وہ توحید کے علمبردار کی قدم گاہ، وہ اسلام کے ظہور وشیوع کا منبع، نجدیوں کے ناپاک ہاتھوں سے گرایا جا رہا ہے، ہزار ہا اولیاء نے، بے شمار ائمہ نے، اکابرین دین نے، محدثین نے، صالحین نے جس کو زیارت گاہ سمجھا تھا، جس زیارت کی تمنا دل میں رکھتے تھے اس کی کیسی اہانتیں کیں، اسلام کی عبادت گاہیں مسجدیں جن کے بنانے پر جنت میں گھر بنانے کا ثبوت حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا، حجاز مقدس میں گرادی گئیں، دنیا کے کفار ان خبروں کو سن کر کس قدر خوش ہوتے ہیں۔

مرکز اسلام کی بربادی پر کیسے قہقہے اڑاتے ہیں مگر ان بے دینوں کا مدعا ہی یہ ہے وہ اسلام کی شوکت کے دشمن ہیں، ہرچند ہندوستان کے نجدی ان واقعات پر پردے ڈالتے

بقیہ ص ۱۳ ر پر

* مضمون نگار ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف کے پہلے ایڈیٹر اور مرکز اہل سنت کے ایک معتبر مفتی تھے۔

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

ماہ ربیع الآخر کے فضائل اور معمولات

ربیع الآخر اسلامی سال کا چوتھا اور بہت ہی عظمت و اہمیت کا حامل مہینہ ہے، ربیع الآخر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینہ کا نام رکھنے کے وقت موسم ربیع کا آخری دور تھا، اس لئے اس ماہ کا نام ربیع الآخر رکھا گیا۔

اس ماہ کے مشہور واقعات

ربیع الآخر کے مشہور واقعات یہ ہیں کہ اس ماہ کی تیسری تاریخ کو حجاج نے کعبہ معظمہ پر آگ پھینکی تھی، جب کہ ابن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما محصور تھے جس تاریخ کو خانۂ کعبہ جل گیا تھا اور اسی ماہ کی چودھویں تاریخ کو نماز فرض ہوئی۔

[عجائب المخلوقات ص ۴۵]

اسی ماہ مبارک میں سیدنا قطب الاقطاب، فرد الافراد، شیخ الاسلام والمسلمین، غوث الثقلین الشیخ محی الدین عبد القادر الحسنی و الحسینی الجیلانی الحنبلی المعروف پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ہوا، مگر وصال پاک کی تاریخ میں قدرے اختلاف ہے بعض نے نویں، بعض نے سترہویں اور بعض نے گیارہویں ربیع الآخر کو وصال شریف بتایا ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وقد اشتهر فی دیارنا هذا الیوم الحادی عشر وهو المتعارف عند مشائخنا من اهل الهند من اولاده۔

یعنی ہمارے اس ملک میں آپ کی تاریخ وصال شریف گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور ہمارے ہندستان کے مشائخ اور ان کی اولاد کے نزدیک یہی متعارف اور مشہور ہے، سال بھر میں اس تاریخ کو بزرگ لوگ سرکار غوثیت کا عرس مبارک کرتے ہیں، اس کو بڑی گیارہویں کہا جاتا ہے۔ [ماثبت من السنہ، ص ۱۲۳]

حضور غوث اعظم کے مختصر حالات

قطب الاقطاب، فرد الافراد، غوث اعظم شیخ شیوخ العالم، غوث الثقلین امام الطائفتین، شیخ الطالبین، شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی والحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل سنت میں کامل ولی اور سادات حسنیہ میں بڑی بزرگی کے مالک ہیں، نسبی اعتبار سے آپ عبد اللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد میں سے ہیں قصبہ جیل کی طرف جسے جیلان یا گیلان بھی کہتے ہیں آپ کی نسبت ہے، آپ کی ولادت ۴۷۰ھ اور ایک روایت کے مطابق ۴۷۱ھ میں ہوئی، آپ کی عمر شریف کے ابتدائی تینتیس سال درس وتدریس اور فتویٰ دینے میں اور چالیس سال مخلوق خدا کی رشد وہدایت اور نصیحت میں صرف ہوئے اور نوے سال کی عمر پا کر ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۸۲ء میں داعی اجل کو لبیک کہا، نماز جنازہ میں بے شمار لوگ حاضر ہوئے کثرت ہجوم کے باعث رات کے وقت آپ کے مدرسہ میں سائبان کے نیچے آپ کا جسم مبارک سپرد خاک کیا گیا، بغداد شریف میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

۴۸۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی، آپ بغداد میں تشریف لائے اور اس وقت کے شیوخ، ائمہ، بزرگان دین اور محدثین کی خدمت کا قصد فرمایا اور قرآن کریم کو روایت و درایت اور تجوید وقرأت کے اسرار ورموز کے ساتھ حاصل کیا اور زمانہ کے بڑے محدثین اور اہل فضل وکمال ومستند علمائے کرام سے سماع حدیث فرما کر علوم کی تحصیل وتکمیل فرمائی حتیٰ کہ تمام اصولی، فروعی، مذہبی اور اخلاقی علوم میں علمائے بغداد ہی سے نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے علما سے سبقت لے گئے اور آپ

*مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

کوتمام علما پر فوقیت حاصل ہوگئی، سب نے آپ کو مرجع بنالیا۔

[اخبار الاخیار، ص ۳۳]

آپ نحیف البدن، میانہ قد، کشادہ سینہ، لمبی چوڑی داڑھی، گندمی رنگ، پیوست ابرو، بلند آواز، پاکیزہ سیرت بلند مرتبہ اور علم کامل کے حامل تھے، صاحب شہرت و سیرت اور خاموش طبع تھے آپ کے کلام کی تیزی اور بلند آوازی سننے والے کے دل میں رعب و ہیبت زیادہ کرتی تھی، یہ آپ کی کرامت تھی کہ مجلس میں دور و نزدیک بیٹھنے والے بے کم و کاست بغیر کسی تفاوت کے آپ کی آواز بہ آسانی یکساں طور پر سن لیتے تھے جب آپ کلام کرتے تو ہر شخص پر خاموشی چھا جاتی تھی، جب آپ کوئی حکم دیتے تو اس کی تعمیل میں سرعت و مبادرت کے سوا کوئی صورت نہ ہوتی جب بڑے سے بڑے سخت دل پر نظر جمال پڑ جاتی تو وہ خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری کا مرقع بن جاتا اور آپ جب جامع مسجد میں تشریف لاتے تو تمام مخلوق دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کرتی۔

چند حکایات

ایک دن آپ کو جامع مسجد میں چھینک آئی لوگوں نے چاروں طرف سے یرحمک اللہ اور یرحمک ربکم کی آوازیں بلند کیں، خلیفۂ وقت مستنجد باللہ نے جو محراب مسجد میں بیٹھا تھا، پریشان ہو کر دریافت کیا کہ یہ شور کیسا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ شیخ عبد القادر کو چھینک آئی تھی، جس پر لوگوں نے انہیں دعا دی ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن آپ کی مجلس میں کسی قاری نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی، آپ نے اس کی ایک تفسیر بیان کی پھر دوسری پھر تیسری حتیٰ کہ حاضرین کے علم کے مطابق اس کی گیارہ تفسیریں بیان کیں، پھر دوسری تفسیر کو شروع فرمایا حتیٰ کہ چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کی سند متصل اور ہر دلیل کی ایسی تفصیل بیان فرمائی کہ غرق حیرت و تعجب ہو گئے، اس کے بعد فرمایا کہ اب ہم قال کو چھوڑ کر حال میں آتے ہیں پھر آپ نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا، اس کلمہ توحید کا زبان سے نکالنا تھا کہ حاضرین کے دل میں شورش و اضطراب موجزن ہوا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کا رخ کیا۔

مشہور ہے کہ حضرت غوث اعظم تمام علما عراق کے مرجع بلکہ تمام دنیا کے طالبان علم کے مرکز تھے اطراف عالم سے آپ کے پاس فتاویٰ آتے تھے جن کا غور و فکر اور مطالعہ کتب کے بغیر فوراً آپ صحیح جواب لکھتے، بڑے بڑے متبحر عالم کو آپ کے خلاف ذرا سا بھی لکھنے یا کہنے کی مجال نہ تھی، ایک مرتبہ عجم سے آپ کے پاس فتویٰ آیا جس میں تحریر تھا ”سادات علما اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہ کرے جس میں نسل انسانی کا کوئی بھی فرد، کسی جگہ بھی اس کا شریک نہ ہو تو اس کی عورت پر تین طلاقیں، اب بتائیے کہ یہ شخص کون سی ایسی عبادت کرے جس سے اس کی قسم نہ ٹوٹے“ اس کا جواب لکھنے سے عراق و عجم کے تمام علما عاجز ہو گئے، تو آپ کے سامنے یہ فتویٰ پیش ہوا آپ نے فوراً غور و فکر کے بغیر فرمایا کہ اس کے لئے خانۂ کعبہ کو طواف کرنے والوں سے خالی کرا لیا جائے پھر یہ شخص تنہا طواف کے سات چکر کرے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ خانۂ کعبہ کا طواف ایسی عبادت ہے کہ اس وقت انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہ ہوگا۔

[اخبار الاخیار، ص ۳۵]

ربیع الآخر کے نوافل و معمولات

اس ماہ کی پہلی اور پندرہویں اور انیسویں تاریخوں کو جو کوئی چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پانچ پانچ مرتبہ پڑھے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہزار برائیاں معاف کی جاتی ہیں اور اس کے چار حوریں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت اعمش بواسطہ حضرت انس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس مہینے کے ابتدائی ہفتوں میں یا گیارہویں یا سترہویں راتوں میں یا آخری ہفتوں میں چار رکعتیں ادا کرے، اس طرح کہ سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے لئے جنت میں ستر تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ایک حور جلوہ فگن ہوگی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس شخص نے ربیع الآخر کی پہلی تاریخ میں چار رکعتیں پڑھیں، اس طور پر کہ ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ستر مرتبہ پڑھا، اس کو اللہ تعالیٰ اس قدر ثواب عطا فرمائے گا جس کا شمار صرف خدا ہی جانتا ہے، میں اس کا ایک شمہ ظاہر کرتا ہوں کہ ایک حج اور ایک عمرہ اور پانچ شہیدوں کا ثواب اس کو ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو تمام دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا اور اگر اس سے قبل اس کی قسمت میں کوئی مصیبت مقدم ہو چکی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو محو فرمائے گا اور اگر وہ گنہگار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا۔

حکایت

منقول ہے کہ ترکستان کے اطراف و جوانب میں ایک شخص رہتا تھا جو ادائے نماز میں بے حد سستی کرتا اور بروں کی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا رہتا، ساتھ ہی اس کی گزر بسر بہت مشکل سے ہوا کرتی تھی، اس نے دوسرے شہر کا سفر کیا کہ وہاں کچھ کھانے اور فاقوں کی تکلیف سے بچے، جب وہ وہاں پہنچا، کچھ دنوں قیام کیا اور اس مدت میں محنت و مزدوری کر کے کچھ دینار جمع کئے بعد ازاں وطن کا قصد کیا، راہ میں بوجہ کثرت بارش دریا زوروں پر تھا، مجبوراً ملاح کو دو درہم دیئے کہ اس پار اتار دے، جب وہ نصف دریا میں پہنچا، ایک فرشتہ جو اس نہر کا محافظ تھا، ظاہر ہوا اور کہا ''اے خدا اس شخص نے اعمال سیئہ کئے ہیں، اس کی موت آچکی ہے، اس کے بارے میں کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ آواز آئی اے فرشتہ جلدی نہ کر، میں اس کی بدبختی سے تمام کشتی والوں کو ڈبو دوں گا، پس وہ فرشتہ کشتی کے قریب آیا اور ارادہ کیا کہ کل کشتی کو غرق کر دے، اتنے میں ہی ایک دوسرا فرشتہ ظاہر ہوا، اور اس نے کہا کہ ٹھہرو، ابھی اس کی عمر میں کچھ باقی ہے، وہ فرشتہ ٹھہر گیا اور انتظار کرنے لگا کہ وقت پورا ہو تو اپنا کام شروع کروں، اسی کشتی میں ایک عالم بھی تھا، اس نے کتاب نکالی اور پڑھنے لگا، دفعتہً کشتی والوں سے کہا کہ اے لوگو! یہ ربیع الآخر کے ابتدائی ایام ہیں، جس شخص نے اس میں خلوص دل سے چار رکعت نماز ادا کی، اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دنیا و آخرت سے نجات دے گا اور حضور پر نور ﷺ کی ہمسائیگی میں اس کو رہنے کی جگہ ملے گی، جب اس شخص نے عالم سے یہ بات سنی، اس کے دل پر نقش ہوگئی اور اسی وقت چار رکعت نماز ادا کی اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پندرہ بار پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے رب غفور مجھ کو دین و دنیا کے عذاب سے بچا، جب اس فرشتہ نے اس کی دعا سنی آسمان کی طرف رونما ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین'' اس کے بعد ایک مچھلی کو حکم دیا، اس نے کشتی میں آکر ٹکر ماری جس سے ایک تختہ ٹوٹ گیا اور وہ شخص گر کر پانی میں غائب ہوگیا، کچھ دیر کے بعد وہ شخص پانی کے نیچے ایک شہر میں پہنچا، دیکھا کہ ایک نہایت ہی عظیم الشان شہر ہے اور اس میں نوے لاکھ مساجد ہیں، یہ بھی ایک مسجد میں جا کر ٹھہر گیا، اس مسجد کے متولی نے اس کو کھلایا پلایا اور وہ وہیں رہنے لگا، کچھ دنوں بعد ایک خوبصورت عورت سے اس کی شادی کر دی اور ۱۲۰ ر سال تک وہ دونوں ساتھ رہے، ان سے سات لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں، توفیق الٰہی سے اس قدر عابد و زاہد ہوا کہ تمام دن نماز میں مشغول رہتا، ہمیشہ روزہ رکھتا، صدقات و خیرات کرتا، راتوں کو جاگتا رہتا حتی کہ اللہ کو اس کی عبادت قبول ہوئی اور حضرت جبرئیل کو حکم دیا، اس کو پھر اسی نہر کے کنارہ پہنچا دو، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نصف شب میں اس کو اسی نہر کے دوسرے کنارے پر پہنچا دیا، صبح ہوئی سخت متعجب ہوا کہ میں یہاں کیونکر پہنچا گرتے پڑتے، ایک طرف چل پڑا کچھ دنوں بعد وہ اپنے سابق شہر میں پہنچا، وطن کو پہچانا، گھر گیا بیوی بچوں نے پوچھا کہاں تھے؟ اس شخص نے کل حال بیان کیا، انہوں نے اسے دیوانہ قرار دیا اور کہا آج نواں دن ہے کہ تم ہمارے پاس سے علاحدہ ہوئے، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس مدت میں یہ واقعات گزر جائیں، اس شخص نے قسمیں کھائیں، تب یقین ہوا اور وہ مع اپنے بیوی بچوں کے اپنے گھر رہنے لگا۔

[علم الیقین، ص ۳۲۵]

بقیہ ص ۱۳ ر پر

اچھے نام رکھنے کی فضیلت

ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے وارث عطا فرمائے، یعنی اولاد جو نیک و صالح ہو اور اس سے خاندان کی شان بلند ہو اور اس کے لئے شادی ہونے کے فوراً بعد اللہ کے حضور دعائیں مانگی جانے لگتی ہیں اور جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ پیغمبروں نے جس طرح اللہ سے اولاد جیسی نعمت الٰہی کے حصول کے لئے اپنا دست سوال اُٹھایا ہے، اسی طرح اے مسلمانوں تم بھی میرے آگے اپنا دست سوال اُٹھاؤ میں تمہاری جھولی اس نعمت سے بھر دوں گا۔

قرآن پاک میں کئی جگہ اولاد کی دعا کے لئے ذکر موجود ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی: رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. الٰہی مجھ کو لائق اولاد دے۔ [سورت ۱۹ر آیت ۹۹]

آپ کی اس دعا پر رب کریم نے ارشاد فرمایا: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ. تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔ [سورت ۱۹ر آیت ۱۰۰]

نیز حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هب لی مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَا. اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

[سورۂ آل عمران، آیت ۳۸]

دوسری جگہ قرآن میں یوں دعائے زکریا علیہ السلام مذکور ہے: اے اللہ ہمیں وارث عطا فرما جو میرا کام اٹھالے میرا بھی وارث ہو اور اولاد یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین ہو اور اے میرے رب تو اسے مقبول بندہ بنالے۔ [سورۂ مریم، آیت ۴-۵]

اس پر اللہ نے یہ خوش خبری سنائی: يٰزَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا. اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰ ہے، ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام بھی کسی کو نہیں کیا۔ [سورت ۱۹ر آیت ۶]

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کی دعا قبول فرمائی بلکہ ان کے لڑکے کا نام بھی تجویز فرمادیا۔

معلوم ہوا کہ بیٹے کی دعا کرنا سنت انبیا ہے مگر نفس کے لئے نہیں بلکہ رب کے لئے کہ وہ دیندار ہو اللہ کا نیک بندہ ہو نیک اور صالح ہو، تاکہ ہمیں قبر میں اس کی نیکیوں سے آرام پہنچے۔

اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اللہ کی نعمت ہے

اسلام سے پہلے عرب میں لڑکی کی پیدائش کو بہت خراب مانا جاتا تھا اور اس کو اکثر زندہ در گور کردیا جاتا تھا، آج بھی ترقی کا دور کہلانے کے باوجود ہندوستانی معاشرے میں لڑکی کی پیدائش پر اظہار افسوس کیا جاتا ہے، مذہب اسلام نے اس کو سختی سے منع کیا اور ناپسند کیا ہے۔

اچھے نام رکھنے اور برے ناموں سے بچنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ جو اپنے نام سے ہی یکتا اور بے مثل ہے جس نے نہ صرف اس کائنات رنگ و بو کو پیدا فرمایا بلکہ اس کائنات میں حسن و خوبصورتی کے سب سے اعلیٰ نمونہ انسان کو تخلیق فرمایا اور پھر اسے سب سے پہلے خوبصورت نام آدم سے نوازا، اس طرح کائنات ارضی کے ہر ذرے کی ابتدا نام سے ہوئی، انسانی فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر چیز میں حسن و جمال کو پیش نظر رکھا جائے۔

اس لئے اللہ پاک نے انسان کو بہترین ساخت اور عمدہ شامہ عطا فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ. یعنی ہم نے انسان کو عمدہ ساخت میں پیدا کیا۔"

٭مضمون نگار مسجد باجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب و امام ہیں۔

لہٰذا والدین کا فرض بنتا ہے کہ اپنے بچوں کی نگہداشت اور پرورش اچھے انداز میں کریں، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ بچوں کے نام بھی اچھے رکھیں، اچھے نام اچھی علامت کا مظہر ہوتے ہیں اور اچھے نام اللہ عزوجل کو پسندیدہ ہیں، ہمارے آقا ﷺ نے اچھے نام رکھنے اور بُرے ناموں سے گریز کی بار بار تلقین فرمائی ہے اور یہی بات اسلامی تعلیمات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کو دو نام بہت پسند ہیں اور وہ دو نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، اس لئے یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ نام خوبصورت بامعنی اور ہر لحاظ سے جامع ہو اور پکارتے وقت پورا نام پکارا جائے، اس لئے کہ نام ہی وہ پہچان ہے جو ایک کو دوسرے انسان سے علاحدہ پہچان دیتا ہے اور اس کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کرتا ہے اور انسان کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے ناموں ہی کی تعلیم دی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ [سورت ۲ ر آیت ۳۰-۳۳]

اچھے ناموں کے اثرات سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

ارشاد خداوندی ہے: کہہ دو کہ تم (اللہ تعالیٰ کو) اللہ تعالیٰ (کے نام سے) پکارو یا رحمان (کے نام سے) پکارو سب اس کے اچھے نام ہیں۔ [سورت ۱۷ ر آیت ۱۰۹]

اس سے یہ بات ظاہر و معلوم ہوتی ہے کہ ربِ کریم ہمیں اچھے ناموں کی تلقین فرما رہا ہے، اچھے نام رکھے جائیں اچھے نام سے پکارنا یہ سنت الٰہیہ ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لئے دعا کا ذکر قرآن میں موجود ہے، اللہ نے نہ صرف اولاد کی دعا قبول فرمائی (اولاد عطا فرمایا) بلکہ اس کا نام بھی تجویز فرمایا: اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں، ایک لڑکے کی جن کا نام یحییٰ ہے، اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا۔ [سورت ۱۹ ر آیت ۶]

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بہت سی فضیلتیں قرآن پاک میں بیان ہوئی ہیں، یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود نام رکھا، والدین کے سپرد نہ کیا، یہ آپ کی خصوصیت ہے، یہ نام کسی اور کو نہ پہلے ملا نہ بعد میں، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نام کسی دوسرے آدمی کا نہ رکھا، اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کو خوشخبری سنائی اور ان کا نام یحییٰ رکھ دیا، خیال رہے کہ ہمارے بچوں کا نام ان کے ماں باپ رکھتے ہیں، وہ بھی پیدائش کے ساتویں دن بعد مگر ہمارے آقا ﷺ کا نام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام پاک خود ربِ تعالیٰ نے رکھا، وہ بھی ولادت سے پہلے۔

ہمارے بچوں کے نام اس کے خلاف ہوتے ہیں، اکثر نام صحیح نہیں ہوتے، غلط بھی ہوتے ہیں، کالے آدمی کا نام یوسف خان، بزدل کا نام شیر بہادر، محمد فاضل صدیقی، بہرے کا نام سمیع اللہ انصاری، اندھے کا نام نوراللہ خان رکھ دیا جاتا ہے، مگر رب تعالیٰ کے رکھے ہوئے نام بالکل صحیح اور نام کے مطابق کام بھی ہوتے ہیں، دیکھئے رب نے حضور ﷺ کا نام محمد رکھا یعنی بہت سراہا ہوا، تعریف کیا ہوا، آج بھی اس نام کی بہار دیکھی جارہی ہے کہ ہر جگہ ہر وقت ہر زبان میں حضور ﷺ کی تعریفیں ہورہی ہیں، اسی طرح رب تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کا نام رکھا یعنی زندگی بخشنے والے یا زندہ جاوید رہنے والے، یہ نام ان پر بہت سجا اب تک وہ زندہ ہیں اور تا قیامت زندگی بخشیں گے، چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بے مثال تارک الدنیا اور عابد و زاہد ہوئے تھے، نبیوں کے نام اللہ تعالیٰ نے رکھے اور ان کے نام و کام کا کفیل ہوتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ہمارے حضور کے بارے میں فرمایا تھا: اِسْمُهٗ اَحْمَد. ان کا اسم شریف احمد ہے اور یحییٰ علیہ السلام ان رسولوں میں سے ہیں جنہیں بچپن ہی سے نبوت ملی، یہ اللہ تعالیٰ کے نام رکھنے کی برکت سے ہوا۔

اچھے ناموں کے اثرات

آج کل عام مزاج بنتا جارہا ہے کہ بچوں کے ناموں میں جدت ہو، ایسا نام رکھا جائے کہ کسی اور کا نہ ہو، خواہ اس کا مفہوم و معنیٰ کچھ بھی نکلتا ہو، حالانکہ پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سموا باسماء الأنبیاء. انبیاء علیہ السلام کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام رکھو۔" [ابوداؤد]

اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنے آخری صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا تھا جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک

سے پیدا ہوئے تھے، ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے: تدعون یوم القیٰمۃ باسماء کم و اسماء آباء کم فاحسنوا اسماء کم۔ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اور تمہارے آباء کے نام سے پکارا جائے گا، لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔" [مسند احمد]

رب تعالیٰ نے حضرت یحیٰی علیہ السلام اور ہمارے آقا ﷺ کا نام رکھا، اس نام کا پہلے کوئی نہ تھا (یحیٰی، احمد) اللہ کے رسول محسن کائنات ﷺ نے بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے بعد آپ کے کان میں آذان دی، منھ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لئے دعا فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا، حضرت امام حسین کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب "سبط رسول" و ریحانۂ رسول ہے۔

حدیث پاک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبّر اور شبیر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ [صواعق محرقہ، صفحہ 118]

سریانی زبان میں شبّر اور شبیر اور عربی زبان میں حسن اور حسین دونوں کے معنیٰ ایک ہیں، ابن الاعرابی مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام مخفی (پوشیدہ) رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ [اشرف المؤید صفحہ 70]

احادیث میں اچھے نام جس سے عبدیت کا اظہار ہو، اسے اچھا قرار دیا گیا ہے، چنانچہ عبد اللہ، عبد الرحمٰن اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ نام ہیں۔

والدین پر اولاد کے حقوق

اچھا نام رکھنا بھی حقوقِ اولاد میں سے ہے، جب بچہ پیدا ہو فوراً داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے کہ ظل شیطان و ام الصبیان سے بچے گا، ہر بچہ کا نام رکھے، حدیث پاک میں ہے کہ کچے بچے (جو کم دنوں میں گر جائے) اس کا بھی نام رکھے، نام نہ رکھنے پر وہ بچہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا، برا نام نہ رکھے کہ فال بد ہے، عبد اللہ، عبد الرحمٰن، احمد وغیرہ نام رکھے، انبیائے کرام یا اپنے بزرگوں میں جو نیک گزرے ہوں ان کے نام پر رکھے کہ باعث برکت ہے، خصوصاً وہ نام جو حضور پاک ﷺ کے پاک نام ہیں، اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کی دنیا و اخرت میں کام آتی ہے۔

برے ناموں کو اچھے ناموں سے بدلنا

حضور ﷺ اچھے نام رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، بلکہ نام میں اگر معنوں میں اچھائی نہ ہو یا اس میں شبہ ہو تو اسے بدل دیا کرتے تھے، حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کا نام "برّ" تھا، جس کے معنی نیکوکار ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا نام اس لئے تبدیل فرما دیا کہ اس میں اپنی تعریف کا پہلو نکلتا ہے، اس کی وجہ سے نفس کہیں دھوکہ نہ دے دے، لہٰذا آپ کا نام زینب رکھا، اسی طرح ایک صحابی کا نام "حزن" تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا نام اس لئے بدل دیا کہ اس کے معنیٰ سخت زمین کے ہوتے ہیں "سہیل" نام رکھ دیا، جس کے معنیٰ نرم ہونے کے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ اچھے نام سن کر خوش ہوتے تھے اور اس کے اثرات کے متمنی ہوتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملہ الجھا ہوا تھا، قریش کی جانب سے ثالثی کے لئے سہیل آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کون ہیں، بتایا گیا کہ سہیل ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہمارے معاملہ کو آسان کر دیا اور پھر انہیں کے ذریعہ صلح حدیبیہ کا تاریخ ساز معاہدہ وجود میں آیا جس کو رب تعالیٰ نے "فتح مبین" سے تعبیر کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے اکثر و بیشتر صحابۂ اکرام رضی اللہ عنہ کے نام تبدیل فرمائے ہیں تاکہ نئے نام اور اسلام لانے سے ان کے کردار میں ناموں کے معانی کے لحاظ سے تبدیلی اور برکت شامل ہو جائے اور وہ سرتاپا اسلامی رنگ میں ڈھل جائیں اور نیکی کا مرقع بن جائیں، سیرت کی کتابوں میں بہت سے واقعات موجود ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا نام اسود (کالا، گرد آلود، تاریک) سے بدل کر ابیض (سفید) رکھ دیا،

اس طرح ایک صحابی کا نام الجبار (جبر وظلم کرنے والا) سے بدل کر عبد الجبار (جبار کا بندہ) رکھ دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبد الکعبہ (کعبہ کا بندہ) سے تبدیل کر کے عبد اللہ رکھ دیا، مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام عبد الشمس سے بدل کر عبد الرحمٰن رکھ دیا، اس طرح آپ ﷺ نے عاصی، عتلہ، حکم، غراب، حباب کے نام تبدیل فرمائے اور احرام کو زرعہ، عاصیہ کو جمیلہ اور برہ کو زینب سے بدل دیا۔ [سنن ابو داؤد]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کا نام عاصیہ تھا جسے آپ ﷺ نے بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔ [مسلم شریف]

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ صحیح اور درست نام نہ رکھنے سے بچے کی شخصیت پر اچھا اثر نہیں پڑتا، اس لئے نام ایسا رکھنا چاہئے کہ جب بچہ بڑا ہو تو اسے اپنے نام پر فخر محسوس ہو اور فخر اسی وقت محسوس ہوگا جب اس کا اچھا اسلامی نام رکھا جائے گا، اس ضمن میں ارشاد رسول کریم ﷺ ہے ”جس شخص کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے تو وہ بالیقین (ایمان و عشق) کے تقاضے سے جاہل ہے۔ [طبرانی شریف]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین ناموں سے اس شخص کا نام ہوگا جس کو شہنشاہ کہتے ہوں گے، اللہ کے نزدیک بہترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن اور زیادہ اچھے نام حارث اور ہمام احمد، محمد، جبکہ بدترین نام حرب اور مرہ بن ہوں گے۔ [ابو داؤد]

حضرت شریح بن حانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد اپنی قوم کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے ان کا نام دریافت کیا، انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میرا نام ”ابو الحکم“ ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ”حکم خدا کے قبضہ و اختیار میں ہے، تم نے ابو الحکم کنیت کیوں مقرر کی ہے“ انہوں نے کہا کہ میری قوم میں جب بھی کسی معاملہ میں اختلاف ہوتا ہے تو فریقین میرے پاس فیصلے کے لئے آتے ہیں اور میں ان کے درمیان ایسا فیصلہ کر دیتا ہوں کہ وہ تمام راضی ہو جاتے ہیں اور میرے حکم کو تسلیم کر لیتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”لوگوں کے درمیان فیصلہ اور حکم کرنا بہت اچھی بات ہے تمہارے کتنے بچے ہیں“ انہوں نے کہا کہ تین بیٹے، شریح، مسلم اور عبد اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا بس آج سے تمہاری کنیت ابو شریح ہے۔ [نسائی]

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نام کی معنویت زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے، اچھی عرفیت، اچھے نام سے کردار و شخصیت پر اچھا اثر پڑتا ہے اور برے نام، بری عرفیت سے برا اثر ہوتا ہے، جیسا کہ ابو جہل (جہالت کا باپ) کی عرفیت نے اسے ساری زندگی حلقہ بگوش اسلام ہونے سے دور رکھا، حضور ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی تشریف لائے آپ ﷺ نے ان کا نام پوچھا تو بتایا گیا حزن یعنی پتھریلی زمین، آپ ﷺ نے یہ نام ناپسند فرمایا اور کہا کہ اپنا نام سہل یعنی نرم زمین رکھ لو، مگر انہوں نے نام تبدیل نہ کیا، کہا کہ یہ میرے باپ نے رکھا تھا، ان صحابی کے بقول ان کے خاندان میں سختی برابر قائم رہی، یہ نام کا اثر ہے۔ [بخاری]

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ جسے ”یثرب“ کہتے تھے، اس کے معنی میں جبر و زیادتی اور الزام کا مفہوم پایا جاتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس کا نام طابہ اور طیبہ رکھا، آپ ﷺ نے تاکید کی کہ ”یثرب“ کو ”طیبہ“ خوشگوار عمدہ کہا جائے، مدینہ کے معنی شہر کے آتے ہیں، چونکہ یہ مدینۃ الرسول ﷺ ہے، اس لئے اس کا نام ہی مدینہ پڑ گیا، اب اگر بغیر کسی اضافت مدینہ کہا جائے تو اس سے مراد مدینۃ الرسول ﷺ طیبہ ہی ہوگا، مدینہ میں بخار کی وبا (بیماری) عام تھی، بڑی شدت کا بخار ہوتا تھا، اکثر آنے والے اس میں مبتلا ہو جاتے تھے، نو وارد اس کی زد میں آجاتے، جس کی وجہ سے وہ جلد ہی وہاں سے رخصت ہونا چاہتے تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ کی مشقتیں (تکلیفیں) جھیلنے پر جنت کی بشارت سنائی اور اس کا نام طیبہ رکھ دیا تو نام بدلنے کی برکت سے مدینہ منورہ کی فضا اللہ کے فضل و کرم سے خوشگوار ہو گئی، اللہ کے رسول ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک کالی کلوٹی عورت مدینہ منورہ سے نکل کر جحفہ جہاں یہودیوں کی آبادی تھی کی طرف چلی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ وبا (بیماری جو ہوا کے خراب ہونے سے پھیلتی ہے یعنی FLU تھی جو یہاں سے

منتقل ہوگئی، اس لئے بہت سے علما، مفسرین، شارحین نے یہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کو اب ''یثرب'' کہنا صحیح نہیں ہے۔

نام رکھنے میں حد سے گزرنا غلو کرنا

اکثر یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ جب کسی کے یہاں بچہ یا بچی پیدا ہوتی ہے تو سب سے پہلے جس مرحلے میں والدین کا سابقہ پڑتا ہے وہ بچہ یا بچی کا نام رکھنا ہوتا ہے جس کی روشنی میں بچہ سب کے لئے قابل محبت، قابل توجہ اور پرکشش بن سکے اور اس کے نام سے خاندان کی عزت و وقار بڑھے، خاندان بھر میں ہر فرد اپنی اپنی مرضی کا نام تجویز کرتا ہے لیکن جو نام تجویز ہوتا ہے، اس کے معانی پر غور نہیں کیا جاتا حالانکہ کسی بھی نام کے اثرات اس کے معانی کے اندر پوشیدہ ہوتے ہیں اور معنیٰ ہی شخصی کردار کی تشکیل میں اہم رول ادا کرتے ہیں، اسی طرح اس کے نام سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچہ یا بچی کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے؟ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کہ اس کا نام شرعی اسلامی ہے یا نہیں اور یہ کہ یہ نام اس بچے کے لئے موزوں بھی ہے یا نہیں؟ اسی لئے مذہب اسلام نے معانی کے اعتبار سے اچھا نام رکھنے کا حکم دیا تاکہ بچے کی زندگی کی شروعات کی پہلی اینٹ درست طور پر رکھی جائے، نام رکھنے میں غلو کی حد تک یکساں اوزان کا خیال رکھا جاتا ہے یعنی سارے بچوں اور بچیوں کا نام ہم وزن ہو، حالانکہ ناموں کے سلسلے میں یہ التزام غیر ضروری ہے، کبھی کبھی اس کی پابندی بھونڈی معنویت پیدا کر دیتی ہے، ایک صاحب کے چند لڑکے ہیں، ایک کا نام شمیم ہے، دوسرے کا نام تسلیم ہے، تیسرے کا نام کریم ہے، چوتھا بچہ پیدا ہوا تو انہیں یہ سودا خبط سمایا کہ اس بچے کا نام قرآن پاک سے اسی وزن پر رکھیں گے، چنانچہ تلاش بسیار کے بعد انہیں سورۃ القلم میں ''زنیم'' لفظ مل گیا، انہوں نے بغیر معنیٰ پر غور کئے ہم وزن نام زنیم رکھ دیا، کچھ دنوں بعد ان کے یہاں ایک عالم دین مہمان ہوئے، انہوں نے میزبان کو اپنے لاڈلے بچے کو ''زنیم'' کہہ کر پکارتے ہوئے سنا، اس پر انہیں بڑا تعجب ہوا کہ باپ اپنے بیٹے کو خود ''زنیم'' کہہ رہا ہے، تعجب کی بات ہے، لیکن تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس بچے کا نام ہی زنیم ہے۔

چنانچہ عالم صاحب نے دریافت کیا کہ آخر آپ نے یہ نام کیوں رکھا ہے؟ انہوں نے بڑی مسرت کے ساتھ فرمایا کہ اصل میں میں نے اپنے اس بچے کے نام کے متعلق یہ سوچا کہ اپنے دیگر بچوں کے ناموں پر ہموزن ایک ہی طرح کا نام ہو اور تمنا یہ بھی تھی کہ وہ نام قرآن پاک سے ہو، بہت تلاش کے بعد یہ نام سورۃ القلم میں مجھے مل گیا اور میں نے یہ نام رکھ دیا، مہمان عالم نے کہا ابلیس، ابولہب اور فرعون بھی تو قرآن میں ہیں، کیا یہ نام کوئی رکھنا پسند کرے گا، بالآخر جب قرآن میں اس کا معنیٰ دیکھا گیا تو ''زنیم'' کا معنیٰ ''حرام زادے'' کا ملا، مہمان عالم نے کہا کہ کیا کوئی یہ سننا پسند بھی کرسکتا ہے، میزبان کو بڑی پشیمانی ہوئی اور اس بچے کا نام بدل دیا گیا، نثار اشرف نام رکھا گیا، آج کل نام رکھنے میں ہم سے غلطیاں ہو رہی ہیں، جس سے ہماری تہذیب متاثر ہو رہی ہے، اس سے ہمیں بچنا چاہئے۔

نام بگاڑنا گناہ ہے

بچوں کے حقوق میں سے یہ ہے کہ ان کا نام اچھا رکھا جائے اور اچھے نام کو بلاتے وقت بھی ملحوظ رکھا جائے، اسی طرح نام بگاڑنا بھی گناہ کی بات ہے، قرآن پاک میں اسے بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْق کہا گیا ہے، لہٰذا کسی کے نام کو بگاڑ کر نہیں پکارنا چاہئے، اس میں خود گھر والوں کی طرف سے کوتاہی ہوتی ہے، وہ پیار میں مخفف (Short) کرتے ہیں اور پھر وہی نام بن جاتا ہے، اس سے پرہیز لازم ہے، حضور ﷺ نے ایک صحابی کا نام پوچھا صحابی نے کہا ''اصرم'' جس کے معنی کانٹے کے آتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تمہارا نام اصرم نہیں بلکہ ''زرعہ'' ہوگا، جس کے معنیٰ کھیتی اور جود و سخا کے ہوتے ہیں، بعد میں وہ صحابی اس نام سے معروف ہوئے، لہٰذا ہمیں اچھے ناموں کا التزام کرنا چاہئے، مذہب اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والوں کی اولاد نیک اور مسلمان ہوں، بچوں کی پرورش بہتر طریقے سے کی جائے اور اولاد جو نعمت الٰہیہ ہے اس کی قدر کی جائے تاکہ وہ بڑا ہو کر ملک و سماج اور خود والدین کے لئے نعمت بقیہ ص ۱۳ ر پر

معاشیات

۱۹۹۲ء میں اسلامی معیشت کا ہمہ گیر منصوبہ

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

بیسویں صدی کا ابتدائی دور مختلف تحریکات ونظریات کا دور تھا، سیاسی سطح پر وجود میں آنے والی تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت نے ہندوستانی مسلمانوں کو معاشی واقتصادی طور پر کم زور کر کے رکھ دیا تھا، اس سے پیش تر سلطنت مغلیہ کا زوال معمولی زخم نہ تھا، ان حالات نے مسلمانوں کو ابتلا وآزمائش سے دو چار کیا۔

۱۹۱۲ء/۱۳۳۱ھ میں ہندوستان کے ایک اسلامی مفکر نے مسلمانوں کی معاشی واقتصادی قوت کو سنبھالا دینے کے لیے ہمہ گیر نظریات ومنصوبے پیش کیے، ان سطور میں ہمیں انھیں کے متأثر کن نظریات پر اجمالی گفتگو مقصود ہے، بہ شکل نکات ان کی جھلک کچھ اس طرح ہے:

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تا کہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہو سکیں۔

(۲) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۳) بمبئی، کلکتہ، مدراس، رنگون، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۴) علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

ان کلمات دانش کے تجزیے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے معاشی حالات پر کچھ روشنی ڈال لی جائے، معاشی و اقتصادی علوم کا مطالعہ پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۲۹-۳۰ء میں رونما ہونے والی عالمی کساد بازاری کے نتیجے میں اہمیت کا حامل بنا، اس لحاظ سے جدید اقتصادی نظریہ کی ابتدا ۱۹۳۰ء میں ہوئی، ۱۹۳۶ء میں مغربی ماہر اقتصادیات جے. ایم. کینز (J.M.Keynes) نے ''نظریۂ روزگار آمدنی'' (بچت = سرمایہ کاری) پیش کیا، جس نے عالمی نظام معیشت پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے جس پر اسے برطانوی حکومت نے ''لارڈ'' کا خطاب عطا کیا، اس رو سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۹۱۲ء میں ترقی یافتہ ممالک بھی علم معاشیات کی اہمیت کو واضح نہیں کر سکے تھے، شاید ان پر بھی اس علم کی افادیت نہیں کھل سکی تھی۔

جب کہ ایک اسلامی مفکر نے مسلمانوں کی فکروں کو مہمیز دیا تھا اور سرمائے کو پس انداز کرنے کی ترغیب دی تھی، نیز اس دور میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد زمین دار تھی اور ان کی املاک کثیر، لہٰذا ان مسلم رؤسا وامرا میں باہمی انتشار کے نتیجے میں مقدمہ بازی کا رجحان زیادہ پایا جاتا تھا، اس طرح مسلمانوں کی املاک دوطرفہ مقدموں کی نذر ہو کر تباہ وبرباد ہو رہی تھی، اس اسلامی مفکر نے آپسی معاملات کو افہام وتفہیم سے حل کرنے کی فکر دے کر سرمائے کے تحفظ کی سمت رہ نمائی کی، اس نے آپسی تنازعات کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

''اول پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلے میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں اور کچہری جا کر اگر چہ گھر کی بھی جائے ٹھنڈے دل سے پسند، گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں، کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں؟''

۱۹۳۰ء کے بعد جب مملکتوں نے اقتصادیات کی اہمیت وافادیت کو جان لیا تو سرمائے کی بچت پر زور دیا اور پس انداز کے تین درجے متعین کیے:

(۱) اندرون ملک بچت کے ذریعے سرمایہ اکٹھا کرنا۔

(۲) دوسرے ترقی یافتہ ملکوں سے قرض لینا۔

٭مضمون نگار ایک متحرک اہل قلم اور نوری مشن مالیگاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

(۳) کرنسی کی پیداوار بڑھانا، آخر الذکر طریقہ خطرناک ہے جس سے معاشی تباہی کا اندیشہ ہے اس لیے بہتر طریقہ پس انداز یعنی سرمائے کی بچت ہے، افراط زر سے ہمارا ملک ہندوستان دوچار ہے، اس پر ۲۰۰۸ء کے اقتصادی منصوبے میں قابو پانے کے لیے ترجیحی منصوبے بنائے بھی گئے اور آج اس پر بڑی حد تک قابو پایا جا چکا ہے، گرچہ قطعی نہیں لیکن ۲۰۰۸ء کے مقابلے میں غنیمت ہے۔

اسلامی مفکر کے نظریے پر ۱۹۱۲ء میں عمل درآمد کی کوئی صورت نکل آتی تو آج مسلمان معاشی ترقی میں بجائے پستی کے ترقی یافتہ ممالک سے دو دہائی آگے ہوتے اس طرح عالمی سطح پر کم زور اسلامی ممالک معاشی خوش حالی کے نتیجے میں ناقابل تسخیر قوت ثابت ہوتے، بنیادی ضروریات سے فراغ کے بعد اپنی دفاعی قوت کو سنوارتے اور اس کے سہارے تباہی و بربادی سے بچ جاتے اور آج مسلم ممالک کی تنظیم مستحکم ہوتی، UNO کی طرح اس کی بھی طاقت تسلیم کی جاتی۔

اس مفکر کا دوسرا نکتہ تھا:

’’اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت وصنعت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔‘‘

اسلام نے صنعت وتجارت کو حلال قرار دیا ہے نیز اس میں برکت بھی رکھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو‘‘ [سورۃ النساء ۲۹]

آج جس طرح سے اسلام کے خلاف مغربی قوتیں سرگرم عمل ہیں اس سے مسلمان اضطراب کے شکار ہیں اور نوبت یہ آتی ہے کہ ان کی پیداوار (مغربی اشیا) کا غیر موثر بائیکاٹ کیا جاتا ہے، اگر مفکر اسلام کے ۱۹۱۲ء کے منصوبے پر عمل ہو جاتا اور مسلمان آپس میں خرید وفروخت کر رہے ہوتے تو اس طرح کے بائیکاٹ کی نوبت بھی نہ آتی جب کہ بائیکاٹ صرف زبانی ہی ہوتا ہے اور عمل صفر، مفکر اسلام نے ایک صدی پیشتر اسے محسوس کیا تھا اور کہا تھا:

’’اول تو یہ بھی کہنے ہی کے الفاظ ہیں، نہ اس پر اتفاق کریں گے نہ ہرگز اس کو نباہیں گے اس عہد کو پہلے توڑنے والے جنٹل مین حضرات ہی ہوں گے جن کی گزر بغیر یورپین اشیا کے نہیں۔‘‘

مفکر اسلام نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کو آپس میں تجارت اور لین دین کی ترغیب دی تھی، ۱۹۲۹ء کے بعد جب کہ جرمنی اور اٹلی معاشی لحاظ سے تباہ ہو چکے تھے یورپین منڈی کی تشکیل ہوئی جو اس طرز کی تھی کہ وہ آپس میں ہی سرمایہ کاری کرتے، خرید و فروخت کرتے اور تجارت کو فروغ دیتے اور اس طریقے سے بہت جلد وہ ایک اقتصادی قوت بن گئے جس سے ان کی کرنسی کا وزن و وقار بھی بڑھا اور آج ان کی کرنسی عالمی اہمیت کی حامل اور تجارت پر اثر انداز ہے، مفکر اسلام نے آپسی تجارت سے متعلق دو مثالیں دی تھیں:

’’(۱) اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگرچہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں خرید لیں گے۔ (۲) ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیں۔‘‘

نصاریٰ اور مشرک تو اپنی تجارت کے فروغ کے لیے کوئی موقع فروگذاشت نہیں ہونے دیتے لیکن ہمارے اپنے لاپرواہی کا شکار ہو کر معاشی تنزلی کی راہ جا پڑے، جب کہ اسلام نے حصول معاش اور تجارت کو بھی خیر کے زمرے میں رکھا اور ثواب کی بشارت دی، مذکورہ نکتہ مسلمانوں کی صنعتوں اور فیکٹریوں کے قیام سے متعلق کس قدر اہمیت کا حامل ہے یہ بات مخفی نہیں، معاشی ترقیات نے دنیا کو عالمی منڈی میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے، گلوب لائزیشن کا تصور اسی کی صراحت ووضاحت ہے لیکن اس ضمن میں مسلمانوں کی معاشی پیداوار کا تناسب کتنا ہے؟ یہ ایک المیہ ہے، مفکر اسلام کے منصوبے پر اگر مسلمان کان دھر لیتے تو بر صغیر کی حالت مختلف ہوتی، اسلامی مفکر نے تیسرا نکتہ دیا:

"بمبئی، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں۔"

یہ امر مخفی نہیں کہ موجودہ بینکنگ کے نظام کی بنیاد سود مرکب Compound Intrest System پر ہے، اقتصادی منصوبے کے لیے سرمایہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور سرمائے کے نظام کو چلانے کے لیے بینک کی حیثیت مرکزی ہے، اسلامی مفکر نے بلا سودی بینکنگ کا تصور ۱۹۱۲ء میں دیا جبکہ ہندوستان میں چند بینک قائم تھے اور وہ بھی انگریزوں کے اور بینک کی اہمیت بھی کچھ ظاہر و واضح نہیں ہو سکی تھی، اس مفکر نے کرنسی سے متعلق ایک کتاب بھی لکھی بہ نام "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" اس میں بلا سودی بینکنگ سسٹم پر بڑی جامع اور نتیجہ خیز تجاویز دی ہیں، یہ کتاب علمائے حرمین مقدس کے ایک سوال کے جواب میں تصنیف فرمائی جو عربی اور اردو میں ہندو پاک کے علاوہ دار الکتب العلمیہ بیروت سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

حرام سے بچنے کی تعلیم قرآن مقدس نے دی ہے اور سود کو حرام قرار دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

[سورۃ البقرۃ ۱۶۸، ترجمہ: کنز الایمان]

ایک اور مقام پر قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے:

"اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔" [سورۃ البقرۃ ۲۷۵]

مفکر اسلام نے ۱۹۱۲ء میں بلا سودی بینکنگ کا تصور دیا جبکہ ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بینک قائم نہیں ہو سکا تھا، ۱۹۱۲ء میں مسلمان بیدار ہو لیتے تو آج عالمی بینکنگ سسٹم پر مسلمانوں کا کنٹرول ہوتا۔

یہ بات بھی لائق غور ہے کہ سرمائے کے تحفظ کے لیے اسراف سے بچنا ضروری ہے، موجودہ دور میں مسلمان کس حد تک اس میں مبتلا ہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں، مفکر اسلام نے اسراف کی شدت کے ساتھ مذمت کی، آپ قبر پر چراغ و اگربتی روشن کرنے سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی (تلاوت کرنے والا) یا ذاکر (ذکر کرنے والا) ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعت مال ہے۔"

واضح رہے کہ مزارات اولیا سے قریب خوشبو کے لیے اور زائرین کو سہولت فراہم کرنے کی غرض سے جلانا الگ بات ہے اور یہ اسراف کے درجے میں نہیں۔

غرض کہ اس مفکر اسلام نے قوم کو بیدار کرنے کی انتھک کوشش کی، اس نے قوم کو ایمان کے لٹیروں سے باخبر کیا، دشمنوں کی سازشوں سے متنبہ کیا، اس نے ایک شعر میں بیداری کا فلسفہ بیان کر دیا۔ ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

اس کے افکار کا چوتھا نکتہ "علم دین کی ترویج و اشاعت" سے متعلق ہے، وہ ایک ماہر تعلیم تھا، وہ ۷۰ رکے لگ بھگ علوم و فنون میں مہارت رکھتا تھا، اس نے صالح اور سرگرم علما اور مدبرین کی ایک پوری ٹیم تیار کی جس نے قوم کی اسلامی تعلیم و تربیت کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیئے، اس نے اسلامی نظام تعلیم کا احیا کیا جب کہ مغلیہ سلطنت کے زوال کے نتیجے میں اسلامی مدارس مفلوک الحال ہو چکے تھے اور متحدہ ہندوستان میں یہود و نصاریٰ کے اشتراک سے جدید تعلیم کا ایسا نظام مرتب ہو چکا تھا جس میں دین سے دوری کا پیغام مضمر تھا، مغربی نظام تعلیم کو مغربی تہذیب و تمدن کے فروغ کے لیے نافذ کیا جا رہا تھا، اس نے علم و فن کے ہر شعبے میں رہ نمائی کی، سائنس و فلسفہ، ریاضی و ہندسہ، تاریخ و جغرافیہ، معاشیات و اقتصادیات وغیرہ، ہر علم و فن کو دین کی بنیادوں پر برتا۔

اس کی تعلیمی بصیرت اور نظریات پر یونیورسٹیوں اور کالجوں

نیز جامعات میں تعلیم کی مناسبت سے ماسٹر درجہ (M.Ed.) کے ۱۸ مقالے (Thesis) لکھے جا چکے ہیں، اس کی دینی خدمات کے دوسرے موضوعات پر عالمی سطح پر یونیورسٹیوں میں 28 سے زیادہ ڈاکٹریٹ (Ph.D.) کے مقالے اور درجن بھر ایم. فل (M.Fil.) کے مقالے لکھے جا چکے ہیں، لیکن مرحلۂ شوق ہنوز طے ہونا باقی ہے اور مزید جلوے آشکار ہوا چاہتے ہیں۔

وہ علم وفن کا بحر بیکراں تھا، وہ عرب میں بھی مقبول ومشہور تھا، علمائے حرمین نے اسے قسم قسم کے القاب وآداب سے نوازا، اسے ''امام المحدثین'' کہا، ''مفسر شہیر'' کہا، ''برکۃ الزمان'' کہا، اپنا پیشوا ومقتدا جانا، اس کی نگاہ اپنے زمانے سے آگے دیکھا کرتی تھی، اس کی بصیرت کو دانائے مشرق اقبالؔ نے بھی خراج عقیدت پیش کیا، اس کی ریاضی میں مہارت کے جلوے دیکھ لینے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے کہا کہ ''یہ ہستی صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے۔''

اس کی مطبوعات وتحریرات نے ایک انقلاب برپا کردیا، وہ سنتوں کا داعی تھا، وہ محافظ اسلام تھا، مجاہد اسلام تھا، پاسبان اسلام تھا اور مفکر اسلام تھا، اس کی تصانیف کی اشاعت کئی سمتوں میں ہوتی تھی، بریلی، پٹنہ، رام پور، ممبئی، آگرہ، سیتا پور، کلکتہ اور لاہور کے اشاعتی ادارے اس کی کتابیں بڑے چاؤ سے شائع کرتے تھے، اس کا ہمہ گیر اقتصادی منصوبہ ''تدبیر فلاح ونجات و اصلاح'' کے نام سے شائع ہوا اور افکار کے لیے مہمیز کا سبب بنا، اس کو مصلح قوم وملت مولانا لعل محمد خاں مدراسی (کلکتہ) کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا، اس پر آج بھی عمل کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ ایک صدی قبل تھی، وہ سحبان الہند بھی ہے، حسان الہند بھی ہے، امام الہند بھی ہے اور شیخ الہند بھی، اگر ہندوستان اس پر فخر کرے تو بجا ہے، وہ فخر اسلام بھی ہے، اس نے مسلمانوں کے وقار کو بلند کیا، وہ مرد مومن تھا اور ایسا کہ بقول ڈاکٹر اقبالؔ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

وہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار تھا اور اسی محبت کو اس نے عام کیا، اس نسبت سے اس کا نام ''محمد'' تھا، تاریخی نام ''المختار'' تھا لیکن وہ خود کو ''عبد المصطفیٰ'' لکھتا اور کہا کرتا تھا اور دنیا اسے ''اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی مانتی اور پہچانتی ہے، مفکر اسلام امام احمد رضا محدث بریلوی کی ولادت ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو ہوئی اور وصال ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو، آپ کی دینی و علمی خدمات اور افکار کی اشاعت عہد کی ضرورت ہے اور ایک علمی خدمت بھی۔

■■■

ص ۴۷ر کا بقیہ

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد الف ثانی نے اسلامیان ہند کی رشد وہدایت کے لیے سلاسل طریقت چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ کو رواج دیا اور سلسلہ نقشبندیہ تو بعد میں آپ کی نسبت سے ''نقشبندیہ مجددیہ'' کے نام سے معروف ہوا، آج دنیا کے ہر خطے میں اس سلسلے کے فیض یافتہ حضرات پائے جاتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی اپنی اصلاحی کوششوں کے دوران ایک سال (۱۰۲۷ھ/۱۰۲۸ھ) قلعہ گوالیار میں نظر بند بھی رہے، جبکہ دور پابندی پانچ سال اور دور زباں بندی چھے ماہ پر محیط گزرا، آخری ایام میں آپ اپنی خانقاہ سرہند میں خلوت گزیں ہوگئے اور اسی خلوت گزینی کی حالت میں ۲۹ر صفر المظفر ۱۰۳۴ھ کو وصال فرمایا، سرہند شریف میں آج بھی آپ کا مرقد انور مرجع خاص وعام ہے، آپ کی زرّیں تعلیمات روئے اسلام کا سنگھار اور راہ سلوک ومعرفت کے لئے مثل قندیل نورانی ہیں، اللہ رب العزت ہم سنیوں کو ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے، آمین۔

■■■

از: مشتاق احمد اویسی امجدی٭

زوال مسلم کے اسباب کیا ہیں؟

حالیہ دنوں میں مسلمانانِ عالم جن حالات سے دوچار ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، کہیں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے تو کہیں ان کا گھر بار نذر آتش کیا جارہا ہے، کہیں ان کے جذبات کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے تو کہیں ان کی حق تلفی کی بے جا سعی کی جارہی ہے، کہیں شریعت مطہرہ میں تبدیلی کی آواز بلند ہورہی ہے تو کہیں شعار اسلام کو مٹانے اور بے اصل ہونے کی بات کہی جاتی ہے غرض کہ ہر طرح مسلمانانِ عالم دن بدن مغلوب ہوتے جارہے ہیں، ذلت وخواری کے قعر عمیق میں دفن ہوتے دکھائی دے رہے ہیں اور باطل قوموں کے سامنے دبے کچلے نظر آتے ہیں ورنہ یہی وہ قوم تھی جس کی شان و شوکت کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجتا تھا، جن کا غلبہ ہر طرف نظر آتا تھا، یہی وہ قوم تھی جس نے بڑے بڑے طوفانوں کا رخ موڑا تھا اور بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑائے تھے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا ؎

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

مذکورہ تناظر میں آج کا سب سے بڑا اور اہم سوال یہ ہے کہ ترقی پذیر قوم مسلم کے زوال کا سبب کیا ہے؟ آخر اتنا بڑا فرق کیوں؟ ہم جب مسلمانوں کے حالات، ان کے چال ڈھال، رہن سہن، نشیب وفراز، معیشت ومعاملات پر غور وفکر کرتے ہیں تو اس زوال کا جو سبب حقیقی معلوم ہوتا ہے، وہ ہے اللہ کے حکم سے روگردانی اور اسوۂ رسول سے اعراض کرکے مغربی تہذیب و تمدن کو اپنانا، جب تک قوم مسلم صحیح معنوں میں اللہ کے احکام پر عامل رہی، اس کے حدود کی حفاظت کرتی رہی اور مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریق زندگی کے مطابق زندگی گزارتی رہی، اللہ رب العزت نے ان کی حفاظت کی، ان کو غلبہ عطا فرمایا، باطل قوموں کی نظروں میں ان کا رعب بٹھادیا، یہی وجہ تھی جس طرف وہ رخ کرتے تھے فتح ونصرت ان کے قدم چوم لیتی تھی، کفار ناہنجار ان سے لرزتے تھے، آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں سب سے پہلی جنگ، جنگ بدر لڑی گئی، جسے تاریخی صفحات میں ''غزوۂ بدر'' کہا جاتا ہے یہ جنگ اس وقت لڑی گئی، جب مسلمانوں کے پاس نہ اپنی ظاہری طاقت تھی نہ ہی مادی قوت بلکہ ہر اعتبار سے مسلمان کمزور تھے تعداد میں صرف تین سو تیرہ جبکہ مقابل میں دشمن نو سو پچاس تھے، مسلمانوں کے پاس سواری کے لیے فقط ستر اونٹ اور دو گھوڑے اور ہتھیار میں چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں جبکہ دشمنوں کے پاس سو گھوڑے، سات سو اونٹ اور بکثرت زرہیں اور دیگر ہتھیار تھے مگر جب معرکہ آرائی شروع ہوئی، تلواریں چمکیں تو کفار لرزہ براندام ہونے لگے لاشوں کی لاشیں واصل جہنم ہوئیں، مسلمانوں کی داد شجاعت سے کافروں کا کلیجہ دہلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اللہ نے مٹھی بھر اور نہتھے سرفروش فرزندان اسلام کو کامیابی وکامرانی سے ہمکنار فرمادیا، قرآن مقدس میں اس کا تذکرہ یوں ملتا ہے: اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔ [سورۂ آل عمران ۱۲۳]

قارئین کرام! میں دعوت فکر دینا چاہتا ہوں کہ کفار مادی طاقت وقوت میں ہر لحاظ سے مسلمانوں سے قوی تر تھے جس کا تقاضا تو تھا کہ مسلمان کچل دیئے جاتے، ان کا نام ونشان مٹادیا جاتا، انہیں صفحۂ ہستی سے ختم کردیا جاتا مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا بلکہ

٭مضمون نگار امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے استاذ ہیں۔

اس کے برخلاف کفار ہزیمت کے شکار ہوئے آخر وہ کون سی طاقت کار فرما تھی جو مسلمانوں کی پشت پناہی کر رہی تھی اور مسلمانوں کی طرف سے کفار سے نبرد آزما تھی، یقیناً آپ کا یہی جواب ہوگا کہ وہ تعداد میں ضرور کم تھے، نہتھے، بھوکے پیاسے اور کمزور تھے مگر احکام خدا پر کاربند تھے حدود اللہ کے محافظ تھے، اپنے سینوں میں ایمانی حرارت اور رسول کی سچی محبت رکھتے تھے جس کی وجہ سے اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی اور یہ نسخۂ کامیابی صرف ان حق پرستوں کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ آج اور کل صبح قیامت تک کے جملہ فرزندان توحید کے لیے قرآن نے ضابطہ دے دیا اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو، عزت وعظمت کے روشن مینار بننا چاہتے ہو تو ایمان کامل کی دولت اپنے دامن میں سمیٹ لو پھر کامیاب تم ہی رہوگے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤگے اگر ایمان رکھتے ہو۔ [آل عمران ۱۳۹]

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

کامل الایمان بندوں کی حکومت نہ صرف نوع بنی آدم پر ہوتی ہے بلکہ ان کی حکومت اللہ کی جمیع مخلوقات پر ہوا کرتی ہے، تاریخ اسلام کا ایک زریں باب امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت طیبہ ہے، آپ کی سیرت پاک مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے عہد پاک میں جب مصر فتح ہوا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہاں کے لوگوں نے آکر عرض کیا کہ اے امیر ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا وہ کیا؟ وہ کہنے لگے کہ جب ماہِ حال کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو وہ ایک کنواری اور اکلوتی لڑکی کو اس کے والدین کی رضامندی سے لے لیتے ہیں اور اسے نہایت ہی نفیس اور عمدہ کپڑے اور زیور پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بات اسلام میں کبھی نہیں ہوگی کیوں کہ اسلام جاہلیت کی رسوم بد کو مٹاتا ہے، لوگ یہ بات سن کر اس بات سے باز رہے مگر نیل کا پانی بہت کم ہوگیا اور لوگوں نے اس رسم کو پورا کرنے کا ارادہ کیا، جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات دیکھی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس تمام قصے کو ایک خط میں لکھ کر روانہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب لکھا کہ آپ نے بہت خوب کیا جو اس رسم قبیح سے انہیں روک دیا، اسلام بے شک جاہلیت کی رسوم کو مٹاتا ہے، میں نے اپنے خط میں ایک رقعہ لکھا ہے، اسے نیل میں ڈال دینا، جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط پہنچا تو انہوں نے اس چھوٹے سے خط کو جو اس میں تھا، کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ یہ خط خدا تعالیٰ کے بندے عمر امیر المومنین جانب سے نیل مصر کی طرف ہے، امابعد: اے نیل! اگر اس سے پہلے خود جاری تھا تو اب جاری نہ ہو اور اگر اس سے پہلے تو خدا کے حکم سے جاری تھا تو اب میں خدائے قہار سے سوال کرتا ہوں کہ تمہیں جاری کرے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس خط کو طلوع صلیب سے ایک دن پیشتر نیل میں ڈال دیا جب صبح ہوئی تو دیکھا ایک ہی رات میں نیل سولہ سولہ گز چڑھ آیا ہے اس دن سے وہ بری رسم مصر سے جاتی رہی۔ [تاریخ الخلفا، مترجم، ص ۱۵۵]

آپ اندازہ کریں کہ یہ کیسے اللہ کے بندے تھے کہ ایک حکم ہوتا ہے تو پانی بھی سرنیاز خم کر دیتا ہے بات دراصل یہ ہے کہ ان بندوں نے رب کے آگے اپنا ماتھا ٹیکا تو اللہ نے ساری خدائی کو ان کے تابع فرمان کر دیا، یہ درحقیقت ”من کان للہ کان اللہ لہ“ کی عملی تصویر ہے۔

بلبل شیراز حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: میں نے جنگل میں ایک آدمی کو دیکھا جو شیر پر سوار تھا میں حیران رہ گیا کہ یہ شخص شیر پر کس طرح سوار ہوا اور شیر اس کا مطیع وفرمابردار کیسے ہوگیا؟ حضرت سعدی فرماتے ہیں اس آدمی نے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ پیچد نہ گردن زحکم تو ہیچ

یعنی تو اللہ کے حکم سے منہ نہ موڑے تو تیرے حکم سے کوئی

چیز بھی منہ نہ موڑے گی۔

آج قوم مسلم احکام خداوندی سے منہ موڑ کر شیطان کی فرماں برداری، نفس کی پیروی اور دنیا کی رنگینی میں ایسی منہمک ہوگئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہی مقصود زندگی اور منزل آخری ہے، ہماری غفلتوں کو قلمبند کرتے ہوئے امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رزق خدا کھایا کیا فرمان حق ٹالا کیا
شکر کرم ترس سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حالانکہ یہ انسان کی بہت بڑی غفلت اور انتہائی بھول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار آزمائش اور دار عمل بنایا ہے، ایک مقررہ وقت تک ہمیں اس میں آزمائش سے گزر کر حیات مستعار کی تکمیل کر کے دار آخرت کی طرف کوچ کرنا ہے، اصل زندگی تو اخروی زندگی ہی ہے، جب تک اللہ کے بندے اس دنیا سے ترک تعلق کر کے اخروی زندگی نکھارنے کے لیے رب تعالیٰ کی بندگی کرتے رہے اللہ نے انہیں روز افزوں ترقی اور بلندی عطا فرمائی، کائنات عالم کی ہر چیز اس کے تابع فرمان رہی، وہ اللہ کی ہر نعمت سے مستفید ہوتے رہے مگر جب سے لوگوں کے دلوں سے رب کی بندگی کا شوق اور یاد حق کا ذوق رخصت ہوگیا، اس کے احکام سے بے نیازی برتی گئی تو عزت وعظمت، غلبہ وشوکت، کامیابی وکامرانی، ترقی وسربلندی غرض ہر چیز ان سے روٹھ گئی اور ہر قسم کی برائی ماں باپ کی نافرمانی، اولاد کی حق تلفی، سود خوری، شراب نوشی، قمار بازی، چغلی وبدعہدی، جھوٹ وبہتان تراشی اور زنا جیسی موجب لعنت اشیا ہم میں زور پکڑنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان ان رذیل حرکتوں کا رسیا بن گیا، نتیجۂ مسلمانوں کی وقعت رفتہ رفتہ کم ہوتی چلی گئی پھر عذاب الٰہی کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا کبھی زلزلہ تو کبھی ناگہانی آفات وبلیات کا ورود، کبھی سیلاب کا قہر تو کبھی خشک سالی کا زور، کبھی قتل عام تو کبھی بنیادی حقوق کی پامالی۔

مسلمانو! خدارا اپنے حال زار پر رحم کھاؤ، اپنے کئے پر ندامت کے آنسو بہاؤ اور آئندہ ان خسیس افعال کے ارتکاب سے باز رہنے کا عزم مصمم کرو، یاد رکھو ابھی بھی وقت ہے تم اپنی کھوئی ہوئی عظمت وشوکت پا سکتے ہو، اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتے ہو مگر شرط ہے اللہ کی بندگی کرو، خدا کے واسطے، خدا کو مت بھولو، اس کے احکام سے بے نیازی نہ برتو، اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے اعراض نہ کرو، ان کی غلامی ہی ہماری کامیابی کی ضامن ہے اور ان سے روگردانی ہماری ذلت وخواری اور زوال کا حقیقی سبب ہے۔

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے
ان سے پھرے، جہاں پھرا آئی کمی وقار میں

ص ۵۳ رکا بقیہ ....

قادری برکاتی قدس سرہ نے اغیار کے ناپاک عزائم کو بھانپ لیا تھا، آپ نے مسلمانوں کے حال کو ماضی سے جوڑنے کی بہت کوششیں کیں، اس سلسلے میں آپ کی تالیفات وتصنیفات دیکھی جا سکتی ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے جس تحریک کی بنیاد رکھی تھی، علم وعرفان اور شعور وآگہی کا جو چراغ روشن کیا تھا اسی چراغ کی لو کو تیز کرنے کے لیے آپ نے بعد وصال حضور مجاہد ملت کا انتخاب فرمایا تھا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے زمانے میں علما، مشائخ اور مذہبی رہنماؤں کی کمی نہیں تھی لیکن دین کے نام پر متاع کائنات لٹا دینے کا جو جذبہ حضور مجاہد ملت میں تھا وہ دوسروں میں نہ تھا، حضور مجاہد ملت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے انتخاب کو کبھی داغدار ہونے نہیں دیا، آپ نے نائب اعلیٰ حضرت کی حیثیت سے پورے عرب وعجم میں یہ کہتے ہوئے پیغام رضا، فکر رضا اور مسلک رضا کی دھوم مچا دی کہ ۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ میرے دھوم مچانے والے

■■■



سرکار غوث اعظم کا دعوتی اسلوب

اسلام دعوت و اصلاح کا پیامبر ہے جس کی بنیاد حکمت اور خوش اسلوب موعظت پر رکھی گئی، آقائے دو جہاں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حکیمانہ تفہیم اور دلکش اخلاق سے دلوں کی دنیا فتح کی اور ان میں ایمان کے جگمگاتے آفتاب روشن کئے، آپ نے اس جہان رنگ و بو کی ظاہری محفل کو الوداع کہا تو کفر کی تاریکیوں کے پر و بال پھر نکل آئے، ارتداد کا ایک سلسلہ چل نکلا لیکن آپ کے جانشین اکبر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پامردی اور استقامت کے جذبوں سے لبریز مسائی جمیلہ نے اسلام کو سنبھالا دیا اور پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اسلام کی نورانی شعاعیں بحر و بر کی وسعتوں میں پھیل گئیں۔

حضرت عثمان غنی اور سیدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا دور خلافت شورشوں اور فتنہ سامانیوں کی نذر رہا، جس کا نقطۂ اخیر بد بخت یزید کی ازلی شقاوتوں اور ۶۱ھ میں دنیا کے المناک ترین سانحۂ کربلا کی شکل میں نمودار ہوا، خلافت کے بعد امارت نے رنگ جمایا، اموی اور عباسی دور حکومت اسلامی تاریخ میں روشن اور تاریک دونوں قسم کے نقوش رکھتا ہے، اس دور کی روشنی تو یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں تقریباً اسی ممالک شامل ہو چکے تھے اور علوم و فنون کی تدوین نے حضرت مولائے کائنات کے دور میں جو سنگ بنیاد رکھا تھا، وہ اب خوبصورت عمارت کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا، حدیث و تفسیر، نحو و صرف، بلاغت و ادب، فقہ اور اصول کے بنیادی مصادر اسی دور کی شاندار یادگار ہیں، وسائل حیات کی فراوانی اور مادیت کی بڑھتی قدروں نے انسانوں کو خوش عیش اور پر تکلف بنا دیا تھا لیکن ان پھولوں کے گرد کئی بڑے نوکیلے اور چبھتے کانٹے بھی تھے جن کی ٹیس آج بھی ہر حساس دل میں محسوس ہوتی ہے، تخت حکومت کے لیے خون مسلم کی ارزانی جتنی اس دور میں ہوئی اس کی نظیر کم نظر آتی ہے، مادی وسائل کی وسعتوں نے دلوں کو دین سے دور اور دنیاوی ہوس کاریوں سے قریب تر کر دیا تھا، ذہنوں میں سازشوں اور فتنوں نے رنگ جما لیا تھا، عیش و طرب کی محفلیں آباد اور دینی قدریں پامال ہو رہی تھیں، امرا عیش کیشیوں میں مصروف، علما، حرص و آز کے اسیر اور تملق کی رذالت میں ڈوبتے جا رہے تھے، صوفیا اور زہاد ریاکاری کی دلدل میں دھنس چکے تھے، خودسری اور سرکشی فکری وطیرہ اور تصادم و خون ریزی انسانی مشغلہ بن چکا تھا، طوائف الملوکی کے اس دور میں اسلام دشمن طاقتوں نے بھی اپنے انتقامانہ حوصلے نکالنے شروع کر دیئے، طرح طرح کے عقائد مسلمانوں پر تھوپے گئے، نصب، خروج، رفض، اعتزال، باطنیت، قرامطہ کے درماندہ گروہ بھی اسی دور کی یادگار ہیں، یہودیت اور عیسائیت سے معرکہ آرائیوں کا سلسلہ چل پڑا تھا، اس دور کے اخیر مرحلے میں ایک ہادی امت، محسن ملت اٹھا اور اپنے نفسان سوختہ سے اسلام کے ٹمٹماتے چراغ کی لوئیں تیز کر گیا۔

اسلامی قدریں پھر سے زندگی کی حرارتیں لے کر اٹھیں اور انفس و آفاق کی وسعتوں پر چھا گئیں، اس کی جاں بخش صداؤں نے دلوں کی خوابیدگی کو بیداری بخشی، بھٹکی فکروں کو صحیح سمت عطا کی، جبر و استبداد میں پستی انسانیت نے چین کی سانس لی، اسلام کی سونی بزمیں آراستہ ہوئیں، تصوف کے غبار میں اٹے چہرے پھر شفاف ہو گئے، اسلام کا روئے زیبا ایمان کی چاندنی میں نکھر

* مقالہ نگار پٹنہ میں مقیم اہل سنت کے مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

گیا، اسی ذات گرامی کو دنیا غوث اعظم، شیخ الاسلام، محی الدین ابو محمد سید عبد القادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہے جنہوں نے اپنے جد کریم سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدم بہ قدم چل کر اسلام کی ڈوبتی نبض کو زندگی کی حرارتیں بخشیں۔

پہلے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاکیزہ اوراق حیات کے اجمالی مطالعے سے ہم اپنی فکر کو تازگی بخشتے ہیں پھر ایک نگاہ آپ کے دعوتی اسلوب پر۔

سرکار غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۷۰ھ میں حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کے گھر گیلان میں حضرت ام الخیر فاطمہ بنت عبد اللہ صومعی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے، اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر شریف ساٹھ سال کی ہو چکی تھی، آپ نجیب الطرفین سید، والد ماجد کی جانب سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی ہیں، آپ ابتدائے آفرینش سے کرامت آثار تھے، آپ نے شیر خوارگی کے زمانے میں بھی روزے کے اوقات میں شیر مادر نوش نہ فرمایا، شکم مادر ہی میں والدہ ماجدہ کی تلاوت سن کر ۱۵ر پارے حفظ کر چکے تھے، بچپن ہی سے ہر ایک آپ سے شفقت و اکرام کا معاملہ رکھتا، ۱۸ر سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کے لیے عروس البلاد بغداد مقدس پہنچے اور ناموران فن سے بھرپور استفادے کئے جن میں عارف باللہ حضرت حماد دباس قدس سرہ اور قاضی ابو سعید مبارک مخزومی قدس سرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ان میں آخر الذکر حضرت مخزومی سے آپ کو غایت درجہ عقیدت تھی اور پھر یہی آپ کے شیخ طریقت ٹھہرے، آپ ہی کے ارشاد کے مطابق شاہ جیلاں نے مدرسہ باب الازج میں درس و افادہ کا سلسلہ شروع کیا، آپ کے قدوم میمنت لزوم سے طلبا کا اس قدر ازدحام ہوا کہ قدیم عمارت ناکافی ہوگئی تو بغداد کے علم دوست حضرات نے اسے وسعت دے کر شاندار نئی عمارت تیار کرائی اور "مدرسہ قادریہ" نام رکھا، آپ کا درس تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو اور تجوید کے موضوعات پر محیط ہوتا، تفسیر و حدیث کے وہ گراں قدر نکات ارشاد فرماتے کہ آپ کے اساتذہ اور اساطین فن بھی انگشت بدنداں رہ جاتے، افتا نویسی، رشد و ہدایت اور وعظ و تلقین بھی آپ کے نمایاں مشاغل تھے، آپ نے وعظ کا سلسلہ ۱۶ر شوال ۵۲۱ھ منگل کے دن سے شروع فرمایا، ابتداءً جھجک رہی کیونکہ آپ عجمی تھے اور بغداد فصحائے عرب کا گہوارہ لیکن فیض رسالت مآب اور فیضان مرتضیٰ نے آپ کی زبان مبارک میں ایسی روانی اور طلاقت پیدا کر دی کہ مضامین کا ایک سیل رواں ہوتا جو آپ کے دہن مبارک سے نکلتا چلا جاتا، تاثیر ایسی ملی تھی کہ پتھر دل بھی موم ہو جاتے، سیاہ کار تائب ہوتے، تقویٰ شعاروں کو ثبات ملتا اور اور کفر کی آلودگی میں لتھڑے لوگ سرچشمۂ اسلام کے قریں آ کر شفاف ہو جاتے، ستر ہزار افراد پیادہ اور گھوڑوں پر سوار آپ کی محفل وعظ میں شریک ہوتے، آپ کے مواعظ حسنہ کو چار چار سو افراد قلمبند کرتے، اس محفل میں سینکڑوں افراد اسلام قبول کرتے، فسق و فجور سے تائب ہوتے اور جب آپ یہ فرماتے "رجعنا من القال الی الحال" تو لوگوں پر وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ بے حال ہو ہو جاتے، بہتیرے مرغ بسمل کی مانند تڑپنے لگتے اور بعض تو وہیں جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے۔

آپ اپنے خلوت کدے سے بہت کم نکلتے، جلال اور جمال کے سنگم، رقیق القلب، نحیف الجثہ، متوسط قد، کشادہ سینہ، دراز ریش، بلند آواز اور خوش رفتار تھے، آپ کے رعب جلال کے سامنے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوتی، خلیفۂ وقت کو جب کسی حاجت مند کے سلسلے میں خط لکھتے تو یہ تحریر فرماتے "عبد القادر تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے، تم پر اس کا حکم نافذ اور اس حکم کی اطاعت واجب ہے۔"

حضور غوث اعظم نے بیشتر زبانی تلقین ہدایت کی لیکن آپ سے چند تصانیف بھی یادگار ہیں جن میں کچھ آپ کے مواعظ حسنہ کے مجموعے ہیں:

(۱) فتوح الغیب (۲) الفتح الربانی (۳) غنیۃ الطالبین (۴) بشائر الخیرات (۵) الیواقیت والحکم (۶) الفیوضات الربانیہ،

(۷) المواھب الرحمانیہ (۸) جلاء الخاطر (۹) سر الاسرار (۱۰) رد الرفضۃ (۱۱) تفسیر القرآن الحکیم، ۲ر جلدیں (۱۲) مجموعۂ کلام، جیسی کتابوں کا شمار آپ کی نگارشات میں ہوتا ہے، حضور غوث اعظم کی مختلف ازواج مکرمات سے گیارہ شاہزادے اور ایک شاہزادی تولد ہوئیں۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ۱۱ر ربیع الثانی ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۵ء میں ہوا اور زائرین کے ہجوم کے سبب دوسری شب میں اسی جگہ تدفین عمل میں آئی جہاں آپ درس و افادہ کی بساط بچھاتے تھے، خانوادۂ رسالت کے ممتاز بزرگ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتشار فتن کے دور میں جس طرح ملت اسلامیہ کے وجود کو سنبھالا دیا اور باطل کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کی جیسی قائدانہ ذمہ داریاں نبھائیں، وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہیں۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں امت کے ہر طبقہ کی اصلاح و تذکیر اور دعوت و ارشاد کا فریضہ انجام دیا، آپ نے عقائد سے لے کر اعمال تک، علم سے لے کر عمل تک، خانقاہ سے لے کر سیاست تک، تجارت سے لے کر تعلیم و تدریس تک ہر طبقۂ امت کی بے راہ روی کی اصلاح فرمائی اور اس ذیل میں آپ نے کسی کا لحاظ نہیں فرمایا، آپ کو خداداد ایسا رعب حاصل تھا کہ کسی کو آپ کے سامنے مجال دم زدن نہ تھی، میں یہاں چند اقتباسات بطور مثال پیش کرتا ہوں، تفصیل کے لئے آپ کی تصنیفات مبارکہ اور مجموعہ ہائے خطبات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

اتباع ذات مصطفیٰ ﷺ ایمان کی روح ہے، وابستگی مصطفیٰ کے بغیر ہر چیز اور ہر عمل اکارت ہے، امام عشق و محبت نے کیا خوب فرمایا ؎

جان ہے عشق مصطفیٰ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ، ناز دوا اٹھائے کیوں

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

عرصۂ قدیم سے زندیق صفت نام نہاد صوفیوں کا ایک گروہ رہا ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہمیں اتباع مصطفیٰ اور ان کی شریعت کی کیا ضرورت؟ ہم تو اللہ تک پہنچ چکے، رسول کی اتباع کی اب کیا حاجت؟ اس زندیق گروہ کو متنبہ کرتے ہوئے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”تم اپنی نسبت اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح کرلو، جو صحیح معنوں میں آپ کا پیروکار ہوا اس کی نسبت صحیح ہے، اتباع کے بغیر تمہارا یہ کہہ دینا مفید نہیں کہ میں حضور کی امت میں سے ہوں، جب تم اقوال و افعال میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کروگے تو آخرت میں آپ کی صحبت میں ہوگے۔“ [الفتح الربانی، ص۹۱]

اسی میں دوسری جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا، ایک ہاتھ میں آپ کی شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن پاک نہیں تھامتا، اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہوسکتی، وہ تباہ اور برباد ہوجائے گا، گمراہی اور ضلالت اس کا مقدر ہوگی، یہ دونوں بارگاہ الٰہی تک تیرے راہنما ہیں، قرآن پاک، تمہیں دربار خدا تک اور سنت، بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچائے گی.................. جو شخص آداب شریعت نہیں اپناتا، قیامت کے دن آگ اسے ادب سکھائے گی۔“ [الفتح الربانی، ص-۹۱]

ایک اور جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”اے لڑکے! اپنے دل کو رزق حلال کے ذریعے صاف کر، تجھے معرفت الٰہیہ حاصل ہوجائے گی، تو اپنے لقمے کو، اپنے لباس اور دل کو پاک صاف کر، تجھے صفائی مل جائے گی، تصوف صفا سے بنا ہے، اے اون کا لباس پہننے والے، تصوف میں سچا صوفی وہ ہے جو اپنے دل کو اپنے مولا کے ماسوا سے پاک کرلے اور یہ مقام رنگ برنگے کپڑے پہننے، چہروں کے

زرد کر لینے اور کندھوں کے جھکا لینے، اولیائے کرام کے واقعات زبان پر سجا لینے اور تسبیح وتہلیل کے ساتھ انگلیوں کے متحرک کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، یہ مقام مولیٰ تعالیٰ کو سچے دل سے طلب کرنے، دنیا سے بے نیاز ہوجانے، مخلوق کو دل سے نکال دینے اور اپنے مولیٰ کے ماسوا سے الگ تھلگ ہوجانے سے حاصل ہوتا ہے۔" [الفتح الربانی، ص۹۰]

علما کے ایک طبقے کو بھی یہ غرور رہتا ہے کہ ہمیں دوسروں کی دعاؤں اور توبہ واستغفار کی کیا ضرورت ہے؟ دوسرے تو خود ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں اور ہم تو بخشے بخشائے ہیں، البتہ دوسروں کی مغفرت ہمارے طفیل ہوگی، ہمیں اب عمل کرنے کی کیا حاجت؟ اس طبقے کو متنبہ کرتے ہوئے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"علم چھلکا ہے اور عمل مغز، چھلکے کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ مغز محفوظ رہے اور مغز کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس سے تیل نکالا جائے، وہ چھلکا کس کام کا جس میں مغز نہ ہو، اور وہ مغز بے کار ہے جس میں تیل نہ ہو، علم ضائع ہوچکا ہے کیوں کہ جب علم پر عمل نہ رہا تو علم بھی ضائع ہوگیا، عمل کے بغیر علم کا پڑھنا اور پڑھانا کیا فائدہ دے گا؟ اے عالم! اگر تو دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اپنے علم پر عمل کر اور لوگوں کو علم سکھا۔" [الفتح الربانی، ص۱۰۶]

"مجھے تیری مدح یا ذم، دینے اور نہ دینے کی فکر نہیں ہے، تیری خیر اور شر اور تیرے متوجہ ہونے یا نہ ہونے کو بھی میں خاطر نہیں لاتا، تو جاہل ہے اور جاہل کی پروا نہیں کی جاتی، اگر تجھے موقع ملے اور تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو تیری عبادت مردود ہوگی، کیوں کہ یہ عبادت، جہالت پر مبنی ہے اور جہالت تمام تر فساد کا باعث ہے۔" [ایضا، ص۷۰]

دیکھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے سائل کو دیا کرتے تھے، اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے، اس کا دودھ دوہتے اور اپنا کرتہ سیا کرتے، تم ان کی متابعت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو، جب کہ اقوال و افعال میں ان کی مخالفت کر رہے ہو.................اے مولویو، اے فقیہو! اے زاہدو! اے عابدو! اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو، ہمارے پاس تمہاری موت اور حیات کی ساری خبریں ہیں۔ سچی محبت جس میں تغیر نہیں آسکتا وہ محبت الٰہی ہے، وہی ہے جس کو تم اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی صدیقوں کی محبت ہے.................

اے نفس، خواہش، طبیعت اور شیطان کے بندو! میں تمہیں کیا بتاؤں میرے پاس تو حق در حق، مغز در مغز اور صفا در صفا توڑنے اور جوڑنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یعنی توڑنا ماسوا اللہ سے اور جوڑنا اللہ سے.................اے منافقو! اے دعویٰ کرنے والو! اے جھوٹو! میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں، اہل دل کی صحبت اختیار کرو، تاکہ تم کو بھی دل نصیب ہو، لیکن تمہارے پاس تو دل ہے ہی نہیں، تم تو سراپا نفس و طبیعت اور ہوا وہوس ہو.................اے بغداد کے رہنے والو! تمہارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہوگیا ہے اور بے عمل باتوں کی فراوانی ہے، عمل کے بغیر قول کس کام کا، تمہارے اعمال کا بڑا حصہ بے روح جسم کی طرح ہے، غفلت مت کرو اپنی حالت کو پلٹو تاکہ تم کو راہ ملے، اے عالمو اور زاہدو! بادشاہوں اور سلطانوں کے لیے تم کب تک منافق بنے رہو گے تاکہ تم ان سے زر و مال، شہوتیں اور لذتیں حاصل کرتے رہو.................

(اے مولوی!) تو احوال باطنی کو نہیں پہچانتا تو ان میں کلام کیوں کرتا ہے؟ تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں تو اس کی طرف کیوں بلاتا ہے؟ تو صرف اس مالدار کو پہچانتا ہے، اس بادشاہ کو پہچانتا ہے، تیرے لیے کوئی رسول ومرسل نہیں ہے، تو ورع اور پرہیز کے ساتھ نہیں کھاتا، تو حرام طریقے سے کھاتا ہے، دین کے بدلے دنیا کا کھانا حرام ہے، تو منافق ہے دجال ہے، میں منافقوں کی دوکانوں کا دشمن ہوں، ان کی عقلوں کو تباہ کرنے والا ہوں، میرے کدال اس منافق کا گھر تباہ کردیں گے اور اس کا ایمان سلب کرلیں

گے جس کا وہ دعویدار ہے۔" [الفتح الربانی، ص-۲۴۴]

اگر کوئی رحمت اور برکت برقرار رہے تو اسے اللہ کی طرف سے جان کر شکر ادا کرو کیوں کہ اللہ ہی ہر شے پر قادر ہے، اللہ کو اپنی قدرت میں کامل سمجھو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنی آیات مختلف طریقوں سے اتاری گئیں اور کشف و معرفت کی ہر دوسری حالت اپنی پہلی حالت سے اعلیٰ و ارفع ہوا کرتی تھی اور ہاں جب کبھی التوا اور حجاب وارد ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استغفار سے کام لیا کرتے، استغفار تطہیر و تدوین ذات اور جلائے قلب کا موجب بنتی ہے، استغفار ہی بندے کا بہتر حال ہے۔

توبہ اور استغفار ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہیں، جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا ارادہ اور خواہش اجاگر کی تو خدا نے حالات بدل دیئے، پھر حضرت آدم علیہ السلام کو جب اس کا احساس دلایا گیا تو انھوں نے بھی استغفار سے کام لیا کہ "اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اب اگر تو ہمیں معاف نہیں فرمائے گا تو ہم دائمی خسارے میں رہیں گے۔" پھر اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور انھیں شعور و آگاہی بخشی اور توبہ کے اسرار ان پر منکشف کیے اس طرح انھیں دنیا میں رہنے کی جگہ ملی اس میں ان کی اولاد بھی رہنے لگی، پس بندے کو ہر حال میں نیاز مندی اور استغفار کو اپنانا چاہیے کہ یہ پیغمبرانہ وصف ہے۔

پھر ایسے دنیا دار مولویوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ان لوگوں کی بات نہ سنو جو اپنے نفس کو خوش کرتے ہیں، بادشاہوں کے سامنے ذلت اختیار کرتے ہیں، انھیں اللہ کے اوامر و نواہی نہیں سناتے، اگر سنائیں بھی سہی تو از راہِ منافقت اور تکلف سنائیں گے، اللہ تعالیٰ زمین کو ان سے اور ہر منافق سے پاک فرما دے یا انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنے دروازے کی جانب ہدایت عطا فرمائے۔" [ایضاً، ص ۲۴۵]

"تم ان علما کی صحبت اختیار نہ کرو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے، ان کی صحبت تمہارے لیے نحوست کا باعث ہوگی۔" [ایضاً، ص ۵۱]

لیکن ان علمائے سوء اور دنیا دار مولویوں کی وجہ سے باعمل علمائے کرام اور صلحائے عظام کی محبت اور عقیدت کم نہ ہو جائے، اس لئے امت مصطفوی کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پہلے لوگ دین اور دلوں کے اطبا، اولیا اور صالحین کی تلاش میں مشرق و مغرب کا چکر لگاتے تھے، جب انہیں ان میں سے کوئی مل جاتا تو اپنے دین کی دوا طلب کرتے اور آج تم فقہا، علما اور اولیا سے بغض رکھتے ہو جو ادب اور علم سکھاتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ تم دوا حاصل نہیں کر پاتے۔" [ایضاً، ص ۱۲۷]

عمل خیر کی تلقین کرتے ہوئے امت مسلمہ کو پند و نصیحت فرماتے ہیں، ذرا اسلوب کا سوز اور تلقین کا انداز ملاحظہ فرمائیے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اے لڑکے! تو دنیا میں بقا اور عیش کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور کو تبدیل کر دے، تو نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینا کافی ہے، یہ تیرے لیے اسی وقت مفید ہوگا جب تو اس کے ساتھ کچھ اور امور (اعمال صالحہ) ملائے گا، ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے، جب تو گناہوں، لغزشوں میں مبتلا اور احکام الٰہیہ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا، ان پر اصرار کرے گا، نماز، روزہ، صدقہ اور افعال خیر ترک کرے گا تو یہ دو شہادتیں تجھے کیا فائدہ دیں گی؟

جب تو نے لا الہ الا اللہ کہا تو یہ ایک دعویٰ ہے، تجھے کہا جائے گا اس دعوے پر دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کا ادا کرنا، جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا، آفتوں پر صبر کرنا اور تقدیر الٰہی کو تسلیم کرنا اس دعویٰ کی دلیل ہے، جب تو نے یہ عمل کیے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے، قول بغیر عمل کے اور عمل بغیر اخلاص اور اتباع سُنت کے مقبول نہیں۔" [الفتح الربانی، ص-۱۰۰]

امت مسلمہ کو آخرت کی تیاری اور قبول حق کی تلقین اور دنیا

کی رنگینیوں میں گرفتار نہ ہونے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اے قوم! تم لوگ دنیا کے پیچھے دوڑتے ہو یہاں تک کہ دنیا تمھیں دے دی جاتی ہے، حالاں کہ دنیا اولیائے کرام کے پیچھے بھاگتی ہے یہاں تک کہ دنیا انھیں اس حال میں عطا کی جاتی ہے کہ ان کے آگے دست بستہ، سر جھکائے کھڑی رہتی ہے، تم اپنے نفس کو توحید کی شمشیر براں سے مارو اور اس کے لئے توفیق کی خود پہنو اور مجاہدہ کا نیزہ، تقویٰ کی ڈھال اور یقین کی تلوار لو تو کبھی اس سے نیزہ بازی کرو اور کبھی شمشیر زنی کرو، تمہارا یہ عمل برابر رہے یہاں تک نفس تمہارا تابع فرمان رہے اور تم اس کے دوش پر سوار ہو جاؤ، اس کی لگام تمہارے ہاتھ میں رہے، تم اسے لے کر خشک و تر میں سفر کرو، اس وقت تمہارا رب عزوجل تم پر مباہات فرمائے گا۔'' [الفتح الربانی، ص ۲۷۹]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظالم حکمرانوں اور عوام کی اصلاح بھی بہت کھلے لفظوں میں فرمائی ''الفتح الربانی'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

''تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے افطار کرتے ہو اور ان پر ظلم کر کے جو مال حاصل کیا ہے اسے نگلتے ہو، اے لوگو! افسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں، تمہارا ایمان صحیح نہیں۔''

ایک دفعہ خلیفۂ وقت مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف ملاقات کے لیے آیا، سلام کیا اور درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں اور ساتھ ہی دراہم و دنانیر کی دس تھیلیاں پیش کیں جنھیں دس خادم اٹھائے ہوئے تھے، آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، خلیفہ کے اصرار پر دو تھیلیاں ہاتھوں میں لے کر دبائیں تو ان میں سے خون ٹپکنے لگا، آپ نے فرمایا:

''اے ابو المظفر! تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتی کہ لوگوں کا خون چوس کر لاتے ہو اور مجھے پیش کرتے ہو، خلیفہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا، حضرت شیخ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ کے تعلق کا پاس نہ ہوتا تو یہ خون بہتا ہوا خلیفہ کے محل تک پہنچ جاتا۔ [قلائد الجواہر، ص ۳۰]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر سر منبر سلاطین اور خلفا و امرا کو کار خیر کا حکم دیتے اور برے کاموں سے منع فرماتے، ظالموں کے والی بنانے پر بلا خوف لومۃ لائم انکار فرماتے، جب خلیفۂ وقت مقتفی لامر اللہ نے ابو الوفا یحییٰ بن سعید المعروف بہ ابن مزاحم ظالم کو قاضی مقرر کیا، تو آپ نے بر سر منبر خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''تو نے ایک ظالم ترین شخص کو قاضی مقرر کر دیا ہے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین کو کیا جواب دے گا؟ خلیفہ کانپ گیا اور اس کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور اسی وقت قاضی مذکور کو معزول کر دیا۔'' [قلائد الجواہر، ص ۹]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ وقت کو خط لکھتے تو اس انداز میں لکھتے:

''عبد القادر تمہیں یہ حکم دیتا ہے۔ اس کا حکم تم پر جاری اور اس کی اطاعت تم پر واجب ہے، وہ تیرا مقتدا اور تجھ پر حجت ہے۔'' خلیفہ کو مکتوب گرامی ملتا تو کھڑے ہو کر اسے بوسہ دیتا۔'' [زبدۃ الاسرار، ص ۵۴]

آج کل عام طور سے صوفی یا خانقاہی کہلانے والے نام نہاد افراد کا یہ ترانہ رہتا ہے کہ کسی کو برا مت کہو، صوفیہ کسی بدمذہب کو بھی برا نہیں کہتے تھے اور نہ ہی ان سے میل جول ترک کرتے تھے۔ ایسے نام نہاد صوفیہ کے لئے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریرات تازیانۂ عبرت ہیں، آپ نے غنیۃ الطالبین میں باضابطہ طور پر اس زمانے تک موجود ہر بدمذہب فرقے کا رد فرمایا، یہ ایک تحقیقی موضوع ہے کہ حضرات صوفیہ نے اپنے دور کے بدمذہبوں کا کس کس طور سے رد فرمایا؟ کوئی فاضل توجہ دیں تو اس موضوع پر ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ذیل میں بدمذہبوں سے بچنے

کی تاکید فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بدمذہبوں کی مجلس میں جاکر ان کی تعداد میں اضافہ نہ کرے، نہ ان سے قریب ہو، نہ انھیں سلام کرے کیونکہ بدمذہب کو سلام کرنا، انہیں دوست بنانا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپس میں سلام کو رواج دو باہم دوست ہو جاؤ گے۔

اسی طرح بدمذہبوں کی ہم نشینی نہ اختیار کرو، نہ ان کا قرب ڈھونڈو، نہ اوقات سرور اور خوشی کے موقع پر انہیں مبارک باد دو اور جب وہ مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو، ان کا تذکرہ ہو تو ان کے لئے دعائے رحمت نہ کرو بلکہ تم ان سے جدا رہنا اور اللہ کے لئے ان سے دشمنی رکھنا اس یقین کے ساتھ کہ ان کا مذہب باطل ہے اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس ترک تعلق میں عظیم ثواب اور کثیر اجر ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض قدس سرہ نے فرمایا: جو شخص کسی بدمذہب سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس کے عمل تباہ کر دے گا اور اس کے دل سے ایمان کا نور سلب فرمالے گا اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس طرز پر پائے گا کہ وہ بدمذہب سے محض اللہ کی رضا کے لئے بغض رکھتا ہے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا، اگرچہ اس کے پاس نیک عمل کا ذخیرہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ [غنیۃ الطالبین]

سرکار غوث اعظم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرنے پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کو دعوت اصلاح دینے سے پہلے خود اپنی اصلاح کرنی چاہئے ورنہ خاطر خواہ اثر نہیں ہوگا۔

داعی کو فسق و فجور اور ظلم و ستم کے سامنے کبھی گھٹنے نہیں ٹیکنا چاہئے بلکہ برملا اظہار حق کرنا چاہئے، دیکھئے حضرت غوث اعظم نے ظالم حکمرانوں سے لے کر ریاکار زاہدوں، اپنے دور کے جملہ بدمذہبوں تک کے طبقات پر کڑی تنقید کی اور ان کی جانب سے ہونے والی ممکنہ شورشوں کی قطعاً پرواہ نہ کی۔

داعی کو ابتدا ہی سے سرزنش کا انداز نہیں اپنانا چاہئے بلکہ ذہنوں کو اپنے اخلاق، نرم گفتگو اور حکیمانہ تفہیم سے ہم آہنگ کرنا چاہیے، دیکھئے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے نرم نرم گفتگو فرمائی پھر کڑی تنقید شروع کی۔

داعی کو حالات کی مکمل نباضی حاصل ہونی چاہیے تاکہ وہ سماج کی دکھتی رگ پر انگلی رکھ سکے اور اپنی ذمہ دارانہ قیادت کے تقاضے پورے کرسکے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوراق حیات کے مطالعے سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے، دور حاضر کو ایسی ہی ذمہ دارانہ قیادت کی ضرورت ہے۔ ■■■

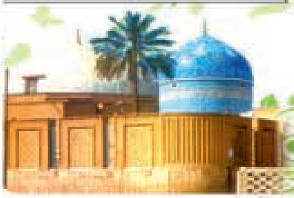
ص ۳۴ کا بقیہ

کی دلچسپی کے سامان کا یوں تذکرہ کیا ہے:

''تمام غربا جو خدمت اور محنت کرنا چاہتے تھے ان کیلئے کام کے نئے نئے مواقع موجود تھے مثلاً باغ کی رکھوالی، حمام کی ملازمت اور وہاں آنے والوں کے کپڑوں کی حفاظت، کسی چکی پر امین، بچوں کو مکتب میں لے جانا اور واپس لاکر گھر چھوڑنا اور اس کے علاوہ بے شمار اور کام بھی تھے۔'' [الرحلہ ۵۰]

اس شہر (دمشق) میں غرباء کے لئے اتنی سہولتیں کہ ان کا شمار مشکل ہے بالخصوص قرآن عظیم کے حفاظ کے لئے اور اس کی خواہش رکھنے والوں کے لئے، اس شہر میں ان کے عجیب حالات تھے گویہ صورت حال تمام مشرقی شہروں میں تھی، لیکن اس شہر میں آنے والوں کے استقبال اور اس کی وسعت کا اور ہی انداز تھا، شمالی افریقہ میں جو شخص فلاح کا طلبگار ہوتا وہ حصول علم کے لئے ان شہروں کا سفر اختیار کرتا، اسے یہاں ہر قسم کی سہولت میسر آتی، سب سے اہم یہ کہ وہ معیشت کے مسائل سے فارغ البال ہو جاتا، اگر اس کی ہمت ساتھ دیتی تو وہ اجتہاد کے درجہ تک پہنچ جاتا، کم ہمت کے لئے کوئی عذر نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ خود نالائقی اور لیت ولعل کا شکار رہا۔ [الرحلہ ۲۵۸]

گویا کہ سیاسی نظام میں تبدیلی آنے کے بعد یا یوں کہیں کہ مملکت جدیدہ کے آنے کے بعد ہر طرف خوشحالی اور خدا ترسی کا دور آ گیا اور یہ صرف اس لئے ممکن ہوسکا کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی انقلاب کے لئے مطلوبہ ساری چیزیں پیدا فرمادی تھی، اب صرف انہیں حسن ترتیب کے ساتھ برتنا تھا اور اس کار خیر کو مخلصین نے پایۂ تکمیل تک پہنچادیا۔ ■■■



فضیلت سرکار غوث اعظم

حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اللہ تعالیٰ کے مقرب اور برگزیدہ بندوں میں وہی مقام رکھتے ہیں جو سورج کو باقی ستاروں پر مرتبہ حاصل ہے یا انسان کے جسم کے باقی اعضا پر سر کو جو فضیلت حاصل ہے، سراج العوارف فی الوصایا و المعارف میں شیخ ابو الحسین احمد نوری مارہروی نے فرمایا کہ تمام اولیا پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت جلیلہ متفق علیہ ہے، کسی جزئی فضیلت کی بنیاد پر اس اجماعی مسئلے کو توڑا نہیں جا سکتا، اسی کتاب میں مذکور ہے کہ جب اللہ کے حکم سے شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے تو تمام اولیا نے اپنی گردنوں کو خم کر دیا، اس وقت حضرت خواجہ غریب نواز نوجوان تھے اور خراسان کی کسی پہاڑی میں عبادت و ریاضت میں مشغول تھے جیسے ہی یہ آواز سنائی دی فوراً آپ نے سر خم کر دیا اور کہا کہ اے میرے سردار اور آقا آپ کا قدم میری گردن ہی پر نہیں بلکہ میرے سر پر ہو، اللہ رب العزت کے حکم سے خواجہ کی اس سعادت مندی کا حال جب حضرت غوث اعظم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا غیاث الدین کے بیٹے نے اطاعت میں سبقت کی، پھر آپ نے فرمایا عنقریب ولایت ہندوستان خواجہ معین الدین کے حصہ میں آنے والی ہے، خواجہ نے عرض کیا ہمیں عراق عطا کیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ عراق کی ولایت شیخ شہاب الدین سہروردی کو پہلے ہی مقدر ہو چکی ہے، غوث اعظم کی ولادت یکم رمضان ۴۷۰ھ لکھا ہے، شیخ ابو الفضل احمد بن صالح جیلی کا ایک قول امام یافعی نے نقل کیا ہے کہ غوث اعظم کی ولادت ۴۷۱ھ میں ہوئی اور ۴۸۸ھ میں آپ بغداد تشریف لے گئے۔

حضرت غوث اعظم عجمی اور نجیب الطرفین سید تھے، والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی، آپ کے والد کا نام ابو صالح موسیٰ جنگی اور والدہ کا نام ام الخیر فاطمہ تھا، آپ کے دادا ابو عبد اللہ اور نانا عبد اللہ صومعی تھے، وطن مالوف "گیل" ہے جسے گیلان اور اہل عرب اسی کو جیل اور جیلان کہتے ہیں، یہ طبرستان کے پاس ایک علاقہ ہے جو عجم میں واقع ہے، اسی کے قصبہ نیف میں آپ پیدا ہوئے، چار سال کی عمر میں جب آپ نے تعلیم کا آغاز کیا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا اور متواتر اٹھارہ پارے پڑھ ڈالے، استاذ کی حیرت کی انتہا نہ رہی، استاذ نے پوچھا کہ مدرسہ میں پہلا دن ہے پھر یہ اٹھارہ پارے کیسے یاد کیے؟ تو فرمایا کہ شکم مادر میں ہی اٹھارہ پاروں کا میں حافظ ہو چکا تھا، اس لیے کہ میری والدہ اٹھارہ پاروں کی حافظ ہیں، وہ روزانہ تلاوت کرتی تھی میں نے اللہ کے فضل سے ماں کے پیٹ میں سن کر یاد کر لیا تھا، بعض کتابوں میں چودہ پاروں کی حافظ لکھا ہے۔

تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ پیدائشی ولی تھے، اسی لیے جب آپ مدرسہ جاتے تو اساتذہ آپ کا احترام کرتے، جگہ خود بخود کشادہ ہو جاتی، کبھی کھیل کود میں یا دنیاوی امر میں مشغول ہوتے تو کانوں میں آواز سنائی دیتی کہ کیا تو اسی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، آواز دینے والا کہیں نظر نہیں آتا، آپ خوف کے سبب جا کر ماں کی گود میں چھپ جاتے، عہد طفلی میں رمضان کے دنوں میں طلوع صادق سے غروب آفتاب تک دودھ نہیں پیتے تھے۔

اساتذۂ کرام

آپ کے اساتذہ میں شیخ حماد بن مسلم، ابو الوفا علی بن عقیل، ابو الخطاب محفوظ بن احمد الکلوازی، ابو الحسین محمد بن القاضی ابی

*مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ کے ڈائریکٹر ہیں۔

یعلیٰ، ابو غالب محمد بن الحسن الباقلانی، ابوذکریا تبریزی اور حضرت قاضی ابوسعید مبارک بن علی المخزومی وغیرہ ہیں۔

علمی مقام اور تصنیفات

آپ اپنے وقت کے صاحب مرتبہ عالم وفقیہ تھے، سالوں تک فقہ وافتا کی ذمہ داری نبھائی، آپ کا مسلک حنبلی تھا، امام احمد بن حنبل کے مسلک پر فتوی دیتے تھے، بے پناہ علم وفضل کے مالک تھے، تقوی وطہارت، زہد وورع، اتباع سنت وشریعت میں اعلی مقام رکھتے تھے، بکثرت کشف کے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں، آپ سے بیشمار کرامتیں صادر ہوئیں، علمی اعتبار سے دیگر اولیائے کرام پر آپ کو فوقیت حاصل ہے، آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں، شعر گوئی پر قدرت رکھتے تھے، آپ کی تصنیفات میں غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی، بشائر الخیرات، الوباب الرحمانیہ والفتوحات الربانیہ، سر الاسرار، رد الرافضہ، تفسیر قرآن اور علم ریاضی میں ایک کتاب ہے، روایتوں میں آیا ہے کہ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۶۹ ر ہے، ہر سلسلے میں غوث اعظم کا فیضان جاری ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کے فضائل و مناقب بیشمار ہیں، تمام ولیوں کا سلسلہ آپ تک پہنچتا ہے، جتنے بھی سلاسل صوفیا ہیں خواہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، یہ سب کے سب غوثیت مآب کے فیض سے ہی جاری ہیں، یہ چار مشہور سلاسل ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سے سلسلے ہوئے کچھ ہیں کچھ ختم ہوگئے، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی بہت سی شاخیں ہیں۔

سرکار غوث اعظم کی غوثیت

اصطلاح صوفیا میں ''غوثیت'' ایک درجہ اور مرتبہ ہے جو بہت کم ولیوں کو نصیب ہوتا ہے، حضور غوث اعظم کو اللہ نے ''غوثیت کبریٰ'' کے مقام رفیع سے سرفراز فرمایا اور اپنا قرب عطا کیا اور اپنے محبوبوں میں شامل فرمایا۔

حضور غوث پاک کو غوثیت کے علاوہ افراد کا منصب بھی بخشا گیا، صوفیا کے نزدیک یہ اتنا عظیم منصب ہے کہ اس پر غوثیت بھی فخر کرتی ہے، حضرت غوث اعظم کا ایک لقب سید الافراد بھی ہے۔

اکی مرید خاص کی سچی ارادت

حضرت غوث اعظم کے زمانے میں ایک بزرگ سیدی عبد الرحمن طفسونجی نے ایک روز برسر منبر فرمایا: میں اولیا میں ایسا ہوں جیسے کلنگ سب سے اونچی گردن والا، وہیں حضرت غوث پاک کے ایک مرید خاص سید احمد رضی اللہ تعالی عنہ بھی تھے، یہ سن کر انھیں ناگوار گزرا اور محسوس ہوا کہ یہ بزرگ ہمارے شیخ حضرت غوث اعظم پر اپنی برتری ظاہر کررہے ہیں، بس گدڑی پھینک دی اور کھڑے ہوگئے اور کہا کہ میں آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں، حضرت سیدی احمد کو شیخ عبد الرحمن نے کئی مرتبہ سر سے پیر تک اور پیر سے سر تک دیکھا اور خاموش ہوگئے، لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا میں نے دیکھا کہ اس کے جسم کا کوئی رونگٹا رحمت الٰہی سے خالی نہیں ہے اور ان سے فرمایا گدڑی پہن لو، انہوں نے کہا فقیر جس کپڑے کو اتار کر پھینک دیتا ہے دوبارہ نہیں پہنتا، بارہ روز کے راستہ پر ان کا مکان تھا، اپنی زوجہ کو آواز دی، فاطمہ میرے کپڑے دو، انہوں نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر کپڑے دیدیئے اور انہوں نے ہاتھ بڑھا کر لے لیئے، اس ماجرا کو دیکھنے کے بعد سیدی عبد الرحمن نے پوچھا تم کس کے مرید ہو، فرمایا سرکار غوثیت مآب کا غلام ہوں، اتنا سننے کے بعد سیدی عبد الرحمن نے اپنے دو مریدوں کو بغداد بھیجا کہ جا کر سرکار غوث اعظم سے عرض کرو، بارہ برس سے قرب الٰہی میں حاضر ہوتا ہوں نہ آپ کو آتے دیکھا نہ جاتے دیکھا، ادھر غوث اعظم نے اپنے دو مریدوں کو طفسونج بھیجا اور فرمایا کہ راستہ میں شیخ عبد الرحمن کے دو مرید ملیں گے ان کو واپس لے جاؤ اور شیخ عبد الرحمن کو جواب دو کہ وہ جو صحن میں ہے کیونکر دیکھ سکتا ہے اسے جو دالان میں ہے، اور جو دالان میں ہو اسے کیسے دیکھ سکتا ہے جو کوٹھری میں ہو، اور وہ جو کوٹھری میں ہو، اسے کیوں کر دیکھ سکتا ہے جو نہاں خانۂ خاص میں ہو، میں نہاں خانۂ خاص میں ہوں اور علامت یہ ہے کہ فلاں شب ۱۲ ر ہزار اولیا کو خلعت عطا ہوئے

تھے یادکروکہ تم کوجوخلعت ملاتھاوہ سبزتھااوراس پرسونے سے قل ھو اللہ شریف لکھی تھی، اتناسنناتھاکہ شیخ عبدالرحمن نے سر جھکا دیا اور کہا صدق الشیخ عبد القادر وھو سلطان الوقت۔ [الملفوظ]

اس واقعہ سے حضورغوث اعظم کی قربت ومقبولیت کا پتہ چلتا ہے،غوث پاک خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں اس مقام پرفائز تھے جہاں دوسروں کی رسائی نہیں ہوسکتی، بڑی بڑی اونچی گردنیں والے آپ کی خدمت میں خمیدہ حاضرہوتے،آپ کے مریدوں کی شان کے آگے اولیا زمانہ سرجھکاتے پھرآپ کی منزلت کا کوئی کیسے اندازہ کرسکتا ہے۔

ایک نصیحت آموز حکایت

ایک دن خلیفہ مستنجد باللہ نے حضرت سرکارغوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اشرفیوں کے دس توڑے نذرکیے، آپ نے لینے سے انکارفرمایاجیساکہ آپ کامعمول تھا،لیکن خلیفہ کاجب اصرار بڑھاتوآپ نے ایک توڑادائیں ہاتھ میں اورایک بائیں ہاتھ میں لے کرگڑناشروع کیاتواشرفیوں سے خون ٹپکنے لگا،آپ نے خلیفہ کومخاطب کرکے فرمایاکیاتم لوگوں کوخدائے بزرگ وبرترسے شرم نہیں آتی کہ انسانوں کاخون چوستے ہواور اسے جمع کرکے میرے پاس لاتے ہو،یہ دیکھ کرخلیفہ پرایسااثرہوا کہ غشی طاری ہوگئی۔

اہل اللہ کے نزدیک حرام مال کی کوئی قدروقیمت نہیں ہوتی،اس لیے کہ مال حرام کے استعمال سے رحمت الٰہی دورہوجاتی ہے،حرام مال کااستعمال عبادت وریاضت کواکارت کردیتا ہے پھرعبادت کاذوق وشوق ختم ہوجاتا ہے اوردل یادالٰہی میں لطف نہیں پاتا۔

حضرت سیدناشیخ عبدالقادرجیلانی رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہری اورعلوم باطنی دونوں میں یکساں کمال رکھتے تھے،جس طرح آپ کی دعوت وتبلیغ سے متاثرہوکرہزاروں لوگوں نے اپنے گناہوں اوربرائیوں سے توبہ کی اورکثیرتعدادمیں یہودونصاری نے اسلام قبول کرلیا،اسی طرح آپ کی تدریسی خدمات سے بہتوں نے علوم ظاہری میں کمال حاصل کیا،علم ظاہرکے ذریعہ آپ علم باطن کے قریب کرناچاہتے تھے، اس لیے کہ علم ظاہر کے بغیر معرفت خداوندی حاصل کرنے کی دوڑ میں طالب راہ کے بھٹک جانے کے امکانات قوی ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ پہلے شریعت نبوی کے حصول کوضروری قراردیتے ہیں۔

حصول علم کے بعدحضرت سیدناغوث اعظم کے استاذ قاضی ابوسعیدمبارک مخزومی کے ارشادفرمانے کے مطابق غوث اعظم نے مدرسہ باب الازج میں تدریس کی ذمہ داری قبول فرمائی، آپ کے عالمانہ فاضلانہ تدریس کی شہرت کے عام ہوتے ہی طالبان علوم نبوت اورعاشقان شریعت کاجم غفیرامنڈ پڑا،طالبان محبت وعقیدت کی بھیڑکے سامنے مدرسہ باب الازج کی گنجائش کم پڑنے لگی اورحال یہ ہوا کہ طلبہ کوجگہ نہیں ملتی تھی،اس حالت کودیکھ کربعض اہل خیرنے زرکثیرصرف کرکے مدرسہ کی توسیع کی، اس وقت یہ مدرسہ باب الازج کی بجائے مدرسہ قادریہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

■■■

از: مولانا کوثر امام قادری٭

غوث اعظم کی انقلابی تحریک اور اس کے دور رس نتائج



آخری قسط

حضور غوث اعظم بیان فرماتے ہیں کہ ذاتی تیاری اور دوستوں کی حوصلہ افزائی سے پہلے ہی آپ نے وعظ کی مجلس شروع کردی تھی اور یہ مجالس دو یا تین اشخاص سے شروع ہوئیں پھر رفتہ رفتہ لوگوں کا ہجوم ہونے لگا، یہاں تک ستر ہزار افراد شامل مجلس ہونے لگے۔ [قلائد الجواہر ۱۲]

پھر حاضرین کی تعداد اس قدر بڑھی کہ مدرسہ تنگ ہوگیا اور آپ فصیل بغداد کی طرف اپنی رباط کی جانب باہر نکلے۔لوگ آپ کی خدمت میں آتے تھے اور کثیر تعداد میں مخلوق خدا آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتی اور اپنی زندگی کو اسلامی انوار و تجلیات سے معمور و منور کرتی۔ [المنتظم، حصہ ۱۰، ۲۱۹]

آپ کے خطاب کا عنوان صرف اور صرف اصلاح فکر و عمل ہوتا مجلس میں عوام و خاص، علمائے کرام حکام، سلاطین زہاد، عباد سبھی شریک ہوتے اور ہر ایک کی اصلاح فرماتے، برائیوں پر تنقید فرماتے، اوصاف حسنہ اختیار کرنے کی دعوت دیتے، نہ ہی کسی کے رعب و دبدبہ سے مرعوب ہوتے اور نہ کسی سے خوف زدہ، انتہائی جرأت و ہمت کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق فرماتے، آپ کے مواعظ و مجالس اور پر جوش بیانات کے ایک بڑے حصے کو الفتح الربانی نامی کتاب میں تاریخ و مقام کی تفتیش کے ساتھ جمع کر دیا گیا، آپ کی گفتگو کا تیور اور اسلوب بیان دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ منبر خطابت پر نہیں بلکہ میدان جہاد میں برائیوں کے خلاف شمشیر بکف کھڑے ہیں، بدعات اور خرافات کا قلع قمع فرما رہے ہیں، آپ کے جملے تیر و نشتر بن کر لوگوں کے دلوں میں چبھ رہے ہیں، گناہوں میں ڈوبا انسان کانپ رہا ہے اور آپ اس کو صاف ستھرا کرنے پر آمادہ ہیں، یہاں آپ کے خطاب و پر جلال تقریر کے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ حق پہنچانے میں کسی کی کچھ بھی رعایت نہیں فرماتے، ایک خطاب عام میں آپ نے بگڑے ہوئے علما کی یوں گرفت فرمائی:

”اے اہل آخرت کے راستے میں دنیاوی ڈاکوؤ! اے حق سے ناواقفو! تم ان عوام کے مقابلے میں گناہوں کے اعتراف کے زیادہ حقدار ہو، تمہارے پاس کوئی خیر بھی تو نہیں۔“

[الفتح الباری ۲۸۹]

ایک خطاب میں یوں فرماتے ہیں:

”اگر تمہارے پاس علم کا ثمر اور برکت ہوتی تو تم سلاطین کے دروازوں پر اپنے نفس کے حظ اور خواہشات کو پانے کی کوشش نہ کرتے، ایک عالم کے پاس ایسے دو پاؤں ہی نہیں ہوتے جن سے چل کر وہ مخلوق کے دروازے پر جاتے، زاہد کے پاس ایسے دو ہاتھ ہی نہیں ہوتے جن کے ذریعہ وہ لوگوں کے مال کو پکڑ سکے اور اللہ عزوجل کے محب کے پاس ایسی دو آنکھیں ہی نہیں ہوتیں جن سے وہ اللہ کے علاوہ کسی چیز کو دیکھ سکے۔“ [الفتح الباری، ص ۲۰۲]

ایک وعظ میں یوں فرماتے ہیں:

”اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے اللہ عزوجل کے بندوں کو جدا کرنے والو! تم ظاہر ظلم اور ظاہر نفاق میں مبتلا ہو، یہ نفاق آخر کب تک؟ اے علما! اے زاہدوں! تم دنیا اور اس کی شہوات و لذات کے ملنے سے کچھ حاصل کرنے کے لئے ملوک و

٭ مضمون نگار دارالعلوم فخر العلوم مہاراج گنج، یوپی کے مدرس اور علم حدیث کے ماہر ہیں۔

سلاطین سے آخر کتنی منافقت کروگے؟ تم اور اکثر بادشاہ اس زمانے میں ظالم اور اللہ عزوجل اور اس کے بندوں کے مال کے خائن ہیں، اے اللہ! منافقین کی شوکت کو توڑ دے ظالموں کا قلع قمع کردے، زمین کو ان سے پاک کردے یا ان کی اصلاح فرما۔" [الفتح الربانی ۱۷۳]

آپ کی تقریر ووعظ کا اکثر حصہ اپنے عہد کے علما کی مذمت پر مشتمل ہوتا، جسے سن کر تاب نہ لانے والے علما، مشتعل ہوجاتے اور آپ کی مخالفت کرتے، سامنے کسی کو بولنے کی جرأت تو نہ ہوتی لیکن نجی مجلسوں میں آپ کے خلاف لب کشائی اور طرح طرح کی سازشوں کا ارتکاب کرتے، چنانچہ ایک خطاب میں آپ نے اس کی طرف یوں اشارہ فرمایا:

"اے عالم! تیرا کلام تیری زبان سے نکلتا ہے نہ کہ تیرے دل سے، تیری صورت سے نہ کہ تیرے معنی سے، اے منافقو! اللہ تمہیں برکت نہ دے، تمہارے کام اس چیز کو سنوارنے میں صرف ہوتے ہیں جو تمہارے اور مخلوق کے درمیان ہیں بجائے حق عزوجل کے، اے اللہ مجھے ان پر مسلط کردے یہاں تک کہ میں زمین کو ان کے وجود سے پاک کردوں اس زمانے میں منافق کی علامت یہ ہے کہ وہ میرے پاس نہیں آتا اور مجھے ملتا ہے تو سلام نہیں کہتا اور اگر ایسا کرتا بھی ہے تو محض تکلف سے کرتا ہے، یہ دین تباہ ہوگیا، اس کی چار دیواری گرگئی۔

اے اللہ! اس کی تعمیر میں میری مدد فرما، اے منافقو! تمہارے ہاتھوں اس کی تعمیر نہیں ہوگی، تم میں کوئی ایسا شرف نہیں کہ تمہارے ہاتھوں اس کی تعمیر ہو، تم کیسے تعمیر کروگے جبکہ تمہارے پاس نہ تو تعمیر کی صنعت ہے نہ اس کے لئے اوزار، اے جاہلو! پہلے اپنے دین کی چہار دیواری بناؤ، پھر دوسروں کو بنانے کے لئے وقت نکالو! جب تم نے مجھ سے دشمنی کی تو تم نے اللہ عزوجل اس کے رسول سے دشمنی کی، کیوں کہ میں ان دونوں کی نصرت سے قائم ہوں، زیادتی نہ کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام کرکے رہتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر نہ کرسکے، وہ کیوں کر ایسا کرسکتے جبکہ کہ اللہ عزوجل کے یہاں آپ بادشاہ اور انبیا میں سے ایک نبی تھے اور اس کے صدیقوں میں سے ایک صدیق تھے، اس کا فیصلہ ہوچکا تھا کہ آپ پر لوگوں کی بھلائی جاری ہوگی، اے دور حاضر کے منافقو! تم بھی اپنے ہی ہو تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کردو، تمہارے پاس کوئی شرف نہیں تمہارے ہاتھ اس سے قاصر رہیں گے۔ [الفتح الربانی، ص ۲۲۳]

آپ کی تقریر کا اثر بہت گہرا ہوتا، جن علما کے مقدر میں تابناکی تھی، وہ آپ کے قریب ہوئے اور اپنی دنیا وآخرت دونوں سنوار لی اور نہ صرف یہ کہ خود روشن ہوئے بلکہ وہ ہدایت اور اجالوں کی نمائندگی کرنے لگے اسطرح علما کا ایک بڑا طبقہ مشن غوثیہ کی ترویج واشاعت کے لئے تازہ دم ہوکر اٹھ کھڑا ہوا۔

جس طرح آپ علما پر تنقید فرماتے ٹھیک اسی طرح حکام و سلاطین کی مذمت کرتے اور لوگوں کو ان کی رضا وخوشنودی کے لئے شریعت کے خلاف ورزی کرنے سے منع فرماتے، ایک مجلس میں آپ فرماتے ہیں:

"بہت سے لوگوں کے لئے بادشاہ خدا بن گئے ہیں، دنیا، دولت عافیت اور قوت خدا بن گئی ہے اور حکم چلاتی ہیں، تم نے فرع کو اصل بنالیا ہے، رزق پانے والے کو رازق غلام کو مالک فقیر کو غنی، عاجز کو قوی اور مردہ کو زندہ، جب تو نے دنیا کے جابروں، فرعونوں، بادشاہوں اور دولت مندوں کی تعظیم کی اور اللہ عزوجل کو بھلادیا اور اس کی تعظیم نہ کی تو بتوں کا بندہ قرار پائے گا، جس کی تو تعظیم کرے وہی تیرا بت ہے۔" [ص ۲۳۶]

علما، امرا، سلاطین، حکام، قاضی، مفتی، صوفیا، زہاد، عباد ہر طبقہ کے افراد کی اصلاح پیش نظر تھی اس لئے اپنی مجلسوں میں سب پر تنقید فرماتے اور اسی کے ساتھ مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے ہر فرد وبشر پر حملہ آور ہوتے، اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں:

"یہ زمانہ ریا، نفاق اور ناحق مال بٹورنے کا ہے، اس میں اکثر وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے

ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں، وہ نیکی کے کام مخلوق کے لئے کرتے ہیں نہ کہ خالق کے لئے، وہ لوگوں کے محترم بن گئے ہیں نہ کہ خالق کے تم سب قلوب کے لحاظ سے مردہ، نفس وخواہشات کے لحاظ سے زندہ، دنیا کے طالب ہو۔'' [الفتح الربانی، ص ۱۲]

ایک مجلس میں آپ نے یوں خطاب کیا:

''تمہارے فرشتے تمہاری بے شرمی پر تعجب کرتے ہیں، اپنے احوال میں تمہارے جھوٹ کی کثرت پر تعجب کرتے ہیں، توحید میں تمہارے جھوٹ پر تعجب کرتے ہیں، تمہاری باتیں ہنگامی اور ارزانی یا پھر سلاطین دولت مندوں کے احوال پر ہوتی ہیں، فلاں نے یہ کھایا، فلاں نے یہ پہنا، فلاں نے شادی کی، فلاں امیر ہو گیا، فلاں غریب ہو گیا یہ سب ہوس، بغض اور مزا کی باتیں ہیں توبہ کرو، گناہوں کو ترک کر دو، غیر اللہ کو چھوڑ کر اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، اس کا ذکر کرو، اس کے غیر کو بھول جاؤ، میری بات پر ثابت قدمی ایمان کی علامت ہے اور اس سے فرار نفاق کی علامت ہے، اے وہ جو مجھ پر طعن کرتا ہے، آ! تا کہ ہم سب مل کر اپنی حالت شرع کے مطابق کریں جس کی حالت شبہ اور دولت کی طرف ہو جائے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر طعن کیا جائے تا کہ وہ یہ روش چھوڑ دے اور اللہ کے نام کے ساتھ فوت ہو، سامنے آ! لکڑی کی طرح بے حس نہ بن، مخنسوں کی طرح نہ بھاگ، یہ کوئی شے نہیں ہوس ہے اور غفلت۔'' [ص ۲۴۱]

ماقبل میں ظہور غوثیت کبریٰ سے پہلے کے احوال بعض تفصیلات کے ساتھ گزر چکے ہیں، اس کے بعد سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اصلاحی تحریک چلائی ہے اور جس مشن کو لے کر اٹھے، اس پر چند سطور حوالۂ قلم ہوئے، اب اس کے نتائج بیان کئے جاتے ہیں۔

تاریخ میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ آپ کے مشن نے نئے انقلاب کی آمد کے لئے راستہ ہموار کیا، آپ کے تگ و دو اور جہد مسلسل کے سبب ماحول میں تبدیلی کے آثار ظاہر ہونے لگے، ایمان کی بہاریں آئیں، لوگوں کے دلوں میں خوف خدا و خشیت الٰہی پیدا ہوئی، اسلامی تہذیب و اقدار کا دور دورہ ہوا، حرص و ہوس کی جگہ پر توکل و استغنا کو پسند کیا جانے لگا، حرام خوری و ذخیرہ اندوزی کے بجائے قناعت و صبر اور انفاق فی سبیل اللہ کے جذبات پیدا ہوئے، ریا و نمود، طلب جاہ و مال کی جگہ خلوص و للٰہیت پیدا ہوئی، ضروریات زندگی و مشاغل حیات کے ہر باب میں صفائی و شفافیت ظاہر ہونے لگی، جامعہ قادریہ اور آپ کے زیر نگرانی چلنے والے علمی و روحانی اداروں سے پیدا ہونے والے مخلص علماء حکومت و سلطنت، قضا و ولایت، فوجی قیادت، سپہ سالاری وغیرہ شعبوں میں اہم مناصب پر فائز ہونے لگے، آپ کی خانقاہوں کے تربیت یافتہ صوفیا اور مریدین انسانی معاشرہ کی اصلاح میں مصروف ہوئے، آپ کے وعظ و خطاب سن کر ہزار ہا ہزار لوگوں نے توبہ کی اور سیرت صحابہ کا نمونہ بن کر ایک طرف باوقار زندگی گزارے تو دوسری طرف فوجیوں کے دستہ میں شامل ہو کر صرف اور صرف رضائے الٰہی کے طلب و جستجو میں سرفروشانہ جہاد کے لئے کمر بستہ ہوئے، کرسی و اقتدار دین اسلام کے شیدائیوں کے ہاتھ آئی، نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسے لوگ اپنی پرانی روش سے ثابت ہو کر عنان حکومت سنبھالی اور عالم اسلام کے غلبہ کا سبب بنے اور تاریخ کے اوراق میں اپنا عہدہ و امتیازی مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

کسی بھی معاشرہ کی تعمیر و تخریب میں سیاسی اہل کار، امرا اور حکام کی سیرت و کردار اور نظم سلطنت کا کچھ زیادہ ہی حصہ ہوتا ہے، اس لئے یہاں اس گوشے کو تھوڑی تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

۵۲۱ھ میں سیاسی افراد آپس میں دست بگریباں تھے، اسی درمیان سب سے ہٹ کر ایک نئی حکومت کی تشکیل عمل میں آئی، یعنی عماد الدین زنگی نے چند شہروں اور قصبوں کو ملا کر ایک چھوٹی سی مملکت کو وجود بخشا اور اس مملکت جدیدہ کو پروان چڑھانے میں لگ گیا، اور یہیں سے سلطنت زنگیہ کا آغاز ہوا، جب بعض سازشی افراد نے اسے شہید کر دیا تو اس کی جگہ پہ اس کا بیٹا نور الدین زنگی نے باگ ڈور سنبھالی، یہ خود بھی نیک تھا اور نیک لوگوں کو

پسند کرتا تھا، لہٰذا خالص اسلامی طرز فکر، اخلاص اور دین داری کو پیش نظر رکھا، اس کی سیاسی تدبر اور دینی حمیت و بیدار مغزی کے سبب مذہبی منافرت، مسلکی تعصب اور علاقائی تنگ نظری وغیرہ اوصاف قبیحہ سے خود بھی دور تھا اور دوسروں کو بھی اس سے دور رکھنے کی تحریک چلائی، باہمی معاونت کی فضا قائم کی، اسلام کی ترقی کا جذبہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا جس سے مملکت جدیدہ کو افرادی قوت حاصل ہونے میں تاخیر نہ ہوئی، اس باہمی تعاون کی وجہ سے علماء، شیوخ اور مریدین مملکت جدیدہ کی طرف ہجرت کر کے آئے حتیٰ کہ ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی اور ان ہی میں سے ہر ایک نے میدان شریعت میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ [عہد ایوبی کی نسل نو،۲۲۶]

انتظامیہ کے قائدین کی اکثریت حران اور دمشق کے مدارس مثلاً مدرسہ حیاۃ بن قیس حرانی اور مدرسہ بیانیہ سے فارغ التحصیل تھی، سیاسی و عسکری قائدین کی اکثریت موصل اور کوہ کار کے علاقوں سے فارغ التحصیل تھی جہاں شیخ عدی بن سافر نے مدرسہ عدویہ اور اس کی شاخیں قائم کی تھی، علمی قائدین میں اکثریت مشرقی مدارس مثلاً جامعہ قادریہ، مدرسہ سہروردیہ اور ان کے شاخوں سے تعلق رکھتی تھی۔ [عہد ایوبی کی نسل نو،۲۳۱]

ڈاکٹر ماجد عرسان گیلانی رقمطراز ہیں:

"مدرسہ قادریہ کے شاگردوں کی ایک جماعت سیاسی میدان میں نورالدین پھر صلاح الدین کے ساتھ شریک کار رہی، ان میں سے بعض افراد نے نہایت اہم کردار ادا کیا ان میں سے اسعد بن الطبخا بھی ہیں، ایسے ہی علی بن برداون بن زید کندی ہیں اور حامد بن محمود حرانی ہیں جنہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر کی صحبت اختیار کی اور ان سے تعلیم حاصل کی تھی، تعلیم کی تکمیل کے بعد دمشق چلے اور سلطان نورالدین سے وابستہ ہوئے اسی طرح زین الدین علی بن ابراہیم دمشقی جو حضرت عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ کے تربیت یافتہ تھے یہ بھی سلطنت زنگیہ سے وابستہ ہوئے۔" [عہد ایوبی کی نسل نو،۲۲۸]

نورالدین زنگی تو دیندار تھا ہی اس کے دست و بازو سلطان صلاح الدین ایوبی بھی صوفیا و علما کی برکتوں سے مالا مال ہوا پھر اسلامی افواج میں روحانیت کی سحر پیدا ہوئی، لشکر و سپاہ نے صرف رضائے الٰہی کے لئے جنگ و جہاد کرنا اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا، مملکت جدیدہ کے ارکان و اعیان سلطنت کو عوامی مدد بھرپور حاصل تھی اس لئے اس میں وسعت ہوتی گئی اور یہ مملکت دمشق جنوب میں بیت المقدس کی صلیبی حکومت کی در تک پھیلتی چلی گئی، اب نورالدین اور اسکی حکومت کے درمیان وسیع میدان کا حائل تھا جو دونوں کو آمنے سامنے لانے میں حد فاصل کا کام دیتا تھا مصر میں علیحدگی پسند حکومت یعنی مملکت فاطمیہ سے مقابلہ ہوا اور وہاں بھی نورالدین نے جھنڈا لہرانے میں کامیابی حاصل کی، اس کے بعد صلیبیوں پر حملہ آور ہوتا رہا یہاں تک کہ پچاس سے زائد شہروں کو صلیبیوں سے واپس لینے میں کامیاب ہوا۔

ڈاکٹر ماجد عرسان الکیلانی رقمطراز ہیں:

"سلطان نورالدین نے بیت المقدس کی فتح کا ارادہ کیا اور مسجد اقصیٰ کے لئے ایک نیا منبر تیار کرایا لیکن ۵۶۹ھ مطابق ۱۱۷۴ء میں اسے اس وقت موت نے آلیا جب وہ تیاریوں میں مصروف تھا، اب معاملہ اس کے عظیم ساتھی والیٔ مصر صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ میں آیا جو ان مقاصد کے حصول میں اپنے طریق کار پر گامزن رہا۔

مسلمان صلاح الدین کی قیادت میں مختلف مقامات پر حملہ آور ہوتے رہے یہاں تک کہ جب مناسب وقت آیا تو وہ القدس کی جانب چل پڑے، اس لشکر اسلام میں تمام سالار، امرا، علما و فقہا اور صوفیا شامل تھے، ان میں موفق الدین بن قدامہ، ان کا بھائی محمد بن قدامہ اور ابن نجا الواعظ موجود تھے، یہ لوگ تمام فقہی مذاہب اور جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے۔

مسلمانوں نے جنت اور سعادت کے شوق و جذبہ سے قابضین سے شدید جنگ کی، پھر وہ تکبیر اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے، تمام مجاہدین نے مسجد اقصیٰ کا رخ کیا اور اسے قابضین کی جمع کردہ گندگیوں سے پاک کیا، پہلے جمعہ کے دن، مسجد نمازیوں سے بھر گئی اور رقت قلب

کے ساتھ آنسوؤں کا سیلاب امنڈ آیا، صلاح الدین نے ابن زکی الشافعی کو بلا کر خطبہ دینے کو کہا، انہوں نے ایک شاندار خطبہ دیا۔" [عہد ایوبی کی نسل نو، ۲۶۴]

ابوشامہ نے اس کے خطبہ کو نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

"الحمد للہ! ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، جو اسلام کو اپنی نصرت سے عزت بخشنے والا، مشرک کو اپنے قہر سے ذلت دینے والا، اپنے حکم سے معاملات چلانے والا اور اپنے منصوبوں سے کفر کو مبتلائے فریب کرنے والا ہے۔

پھر انہوں نے حاضرین کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر بیت المقدس کی فتح جیسے عظیم کام کو آسان بنا دیا جس کی شان بہت بلند ہے، انہوں نے اس کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا، وہ دو قبلوں میں سے پہلا قبلہ، دو مسجدوں میں سے دوسری مسجد اور دو حرموں کے بعد تیسرا حرم ہے، اسی طرف یوم محشر بپا ہوگا، یہی انبیا کا ٹھکانہ اور اولیا کی منزل ہے۔" [الروضتین، حصہ ۲، ۷، ص ۱۰۹]

مملکت جدیدہ کے وجود میں آنے کے بعد کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں، حسب ذیل اقتباسات میں ملاحظہ کریں، ڈاکٹر حسین مونس لکھتے ہیں:

نور الدین نے ٹیکسوں کے معاملے میں بھی شرعی احکام کو پیش نظر رکھا، ان ٹیکسوں کی مقدار وقت کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی، یہاں تک کہ مصر میں فاطمی حکومت مال کی کل قیمت کا ۴۵ ر فیصد تک ٹیکس وصول کرتی تھی، ظالم حکام نے نئے نئے محصولات ایجاد کر لئے تھے اور عوام ان کے بوجھ تلے دب کر رہ گئے تھے، اکثر تاجروں نے تنگ آ کر اپنا پیشہ چھوڑ دیا تھا، لوگوں نے اپنی دولت چھپالی تھی اور حکام کے ساتھ ان کا وقت بڑی مشکلات میں گزر رہا تھا، زمین پر خراج کی شرح اتنی بڑھ گئی کہ کاشتکار کے لئے کھانے کو کچھ نہ رہا، حقیقت یہ ہے کہ ان غیر شرعی ٹیکسوں کا بڑا حصہ حکام، وزراء اور محلات کے خاص لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا تھا۔

نور الدین نے تمام غیر شرعی ٹیکسوں کو ختم کر دیا اس کا طبعی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ عملی کاموں میں سرگرم ہو گئے، تاجروں نے اپنی دولت نکالی اور تجارت میں مصروف ہو گئے، ہر آدمی اپنا مال ظاہر کر دیا شرعی محصولات کی رقم اس آمدنی سے کئی گنا بڑھ گئی جو حرام ذرائع سے ہوتی تھی نور الدین نے اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ سے جہاد کی تیاری کی اور لاکھوں دینار خرچ کر کے تعمیراتی کاموں میں سرگرم عمل ہو گیا، اس کام میں اس کی مدد اس بات سے بھی ہوئی کہ اس کے ذاتی اخراجات کچھ نہ تھے، نہ محلات، نہ خدام، نہ شان و شوکت، نہ حفاظتی عملہ اور نہ ایسی مجالس جن میں خوشامدانہ اور احمقانہ شعروں پر مصاحبوں کے منھ جواہرات اور دیناروں سے بھر دیئے جاتے تھے، یہی وہ ذرائع ہیں جن پر اس سے پہلے اور بعد خلفا اور بادشاہوں کی دولت لٹتی تھی، اس شخص نے ٹیکسوں میں کمی کی اور جو کچھ اسے حاصل ہوا، اس سے جہاد کے لئے لشکر پر لشکر تیار کرتا رہا، اس کے علاوہ سینکڑوں مدارس، مساجد اور اسپتال قائم کئے، شہروں کی فصیلیں تعمیر کیں اور ہر قلعہ فوج، ذخائر اور خوراک سے پر کر دیا۔ [نور الدین محمود ۴۰۳]

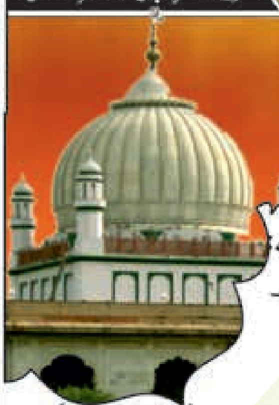
سیاح کبیر ابن جبیر نے شام و مصر کی سیاحت کے دوران خود اس اقتصادی خوشحالی کا مشاہدہ کیا وہ حلب میں اس اقتصادی سرگرمی کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے، جہاں تک شہر کا تعلق ہے تو یہ موضوع بہت وسیع ہے، ترکیب میں عظیم، حسن میں نادر، نظم و ترتیل میں مستطیل اور وسیع بازار، ایک صنعت قطار کی صورت میں آگے جا کر دوسری صنعت کی قطار میں مل جاتی ہے یوں شہر میں ہر قسم کی صنعتوں کی فراوانی ہے، سب بازاروں میں لکڑی کی چھت ہے اور لوگ سایہ میں کام کر رہے ہیں، تمام بازاروں کا حسن آنکھوں کے لئے جاذب ہے جو کوئی جلدی میں بھی ہو اسے تعجب میں ڈال کر ٹھہرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

ہم نے موہ کا علاقہ دیکھا ہے، اس کی نواح میں زیتون، انجیر، پستہ اور دیگر پھلوں کے باغات ہر طرف پھیلے ہوئے تھے، ان باغات کو دیکھنے کے لئے دو دنوں کی مسافت درکار تھی، یہ سرسبز و شاداب اور کثیر آمدنی والی زمین اللہ تعالیٰ کی تھی۔ [الرحلہ ۲۲۶]

اس نوزائدہ مملکت اسلامیہ کی طرف لوگوں بقیہ ص ۳۶ ر پر

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری*

حضرت مجدد الف ثانی!
حیات و خدمات



امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹۷۱ھ کو ہندوستان کے مشرقی پنجاب کے علاقہ سرہند میں پیدا ہوئے، آپ کے والد شیخ عبدالاحد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۷ء) اپنے وقت کے جلیل القدر عالم وعارف تھے، حضرت مجدد الف ثانی کا سلسلہ نسب ۲۹/ واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے، آپ نے بیشتر علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے، مولانا کمال الدین کشمیری مولانا یعقوب کشمیری اور قاضی بہلول بدخشی وغیرہ سے علوم معقولہ ومنقولہ کی تحصیل فرمائی، اسارتِ قلعہ گوالیار کے زمانے میں قرآن حکیم بھی حفظ فرمایا تھا، تھانیسر کے شیخ سلطان تھانیسری کی صاحبزادی سے عقد مسنون ہوا جو کہ اکبر بادشاہ کے مقربین میں سے تھے، جس کی وجہ سے شاہی دربار سے ایک تعلق پیدا ہو گیا جو کہ تبلیغ وارشاد کا ذریعہ بنا، آپ برصغیر کے معروف بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ء/ ۱۶۰۳ء) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور ۱۰۰۸ھ میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے جبکہ سلسلہ چشتیہ میں والد شیخ عبدالاحد چشتی اور سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت پہلے ہی حاصل تھا، آپ حضرت خواجہ باقی باللہ کے منظور نظر مریدوں میں تھے جس کی بدولت آسمان علم وعرفان پر آفتاب بن کر چمکے اور عہد اکبری کی تاریک فضاؤں کو نوار ایمان سے روشن کر دیا۔

آپ کی اصلاحی کوششوں کا آغاز اکبر بادشاہ کے عہد سے ہوا اور جہانگیر بادشاہ کی حکومت میں یہ کوششیں بار آور ہوئیں، اکبر بادشاہ نے جن مقاصد کے حصول کے لیے جدو جہد کی، ان کو تین نکات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

(۱) ہندوؤں سے مفاہمت۔

(۲) قومی حکومت کا قیام۔

(۳) اور متحدہ ہندوستان۔

یہ تینوں مقاصد حضرت مجدد الف ثانی کے مقاصد جلیلہ کی ضد تھے، آپ نے ”اسلامی حکومت کے قیام، اسلامی ہند کی تعمیر وترقی اور ہندوؤں سے عدم مفاہمت“ کے لیے بھرپور جدو جہد کی، سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اکبر نے ”دین الٰہی“ کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں کو ملا کر ایک قوم بنانا تھا، اکبر کے اس ”ایک قومی نظریہ“ کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی نے ”دو قومی نظریہ“ کا اعلان فرمایا اور یہ بتایا کہ کفر واسلام دو علاحدہ چیزیں ہیں جو کسی طرح بھی یکجا نہیں ہوسکتیں، اس پاکیزہ نظریہ کی ترویج واشاعت کے لیے آپ نے بے شمار مکتوبات تحریر فرمائے جو کہ ”مکتوبات مجدد الف ثانی“ کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو گئے ہیں، یہ وہی دو قومی نظریہ تھا جس کی تجدید آگے چل کر حضرت امام احمد رضا قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے چودھویں صدی ہجری میں کی۔

ہندوستانی مسلم معاشرہ کی اصلاح اور ترقی کے لیے آپ نے جو کچھ کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، شریعت سے بیگانہ ہو جانے والوں کو اپنے علمی مکالمات اور مکتوبات کے ذریعہ آشنائے شریعت کیا، جو صوفیہ راہِ طریقت کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر گمراہ ہو گئے تھے ان کو طریقت کا واقف کار بنایا ”نظریہ وحدۃ الوجود“ کی غلط تعبیرات کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو رہے تھے، آپ نے اس نظریہ کی لاج رکھتے ہوئے اس کے ساتھ ”نظریہ وحدۃ الشہود“ پیش

* مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، کراچی، پاکستان کے پرنسپل ہیں۔

فرمایا جو دل اور دماغ دونوں کے قریب تھا، یہی وہ نظریہ تھا جس نے شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کی فکر میں انقلاب پیدا کیا ”نظریۂ وحدۃ الوجود“ کی غلط تعبیرات سے جو ہلاکت پھیل رہی تھی، حضرت مجدد الف ثانی کے ”تصور وحدۃ الشہود“ نے اس کا موثر دفاع کیا اور ناقابل فہم کو عام لوگوں کے لیے قابل فہم بنا دیا، جو فکر مسلم کی ہر سطح پر اصلاح کرتا ہوا ایک عظیم انقلاب کا سبب بنا، حضرت مجدد الف ثانی نے ظالم و جابر حاکم وقت کے غلط فیصلوں پر بروقت تنقید کی، حتیٰ کہ آپ کو قید و بند سے دوچار ہونا پڑا، اسارتِ قلعہ گوالیار اور پھر نظر بندی نے آپ کی اصلاحی کوششوں کے اثرات کو عوام اور حکومت وقت میں اور دیرپا و مستحکم بنا دیا، آپ کی اسیری اسلامی نظام حکومت کے لیے رحمت بن گئی، آپ منزل مقصود کی جانب رواں دواں رہے اور عزیمت پسندی کی ایسی شاندار مثالیں قائم کیں جس سے مردہ دل زندہ ہو گئے اور ایک عظیم انقلاب آ گیا، بادشاہ کے حضور سجدۂ تعظیمی ترک کر دیا گیا، شراب اور دیگر خرافات پر پابندی لگا دی گئی، گائے کی بند قربانی سرعام ہونے لگی، آپ کی انتھک کوششوں سے شعائر اسلام کا خوب فروغ ہوا اور سیاسی سطح پر اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہو گیا، پھر جہانگیر بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد آپ ہی کی کوششوں سے سلطنت میں امور مذہب و سیاست میں مشورہ کے لیے علما کا باقاعدہ کمیشن مقرر کر دیا گیا جو حکومت وقت کو احکام اسلامی سے بروقت خبردار رکھتا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے اصلاحی کارناموں کو بیان کرنے کے لیے طویل دفتر کی ضرورت ہے (ممتاز ماہر تعلیم و مؤرخ پرفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے زیر سرپرستی ایک تین رکنی بورڈ جس میں راقم بھی شامل ہے، نے ۲۰۰۷ء میں ہزاروں صفحات پر مبنی پندرہ جلدوں پر مشتمل ”انسائیکلوپیڈیا جہان امام ربانی مجدد الف ثانی“ مرتب کیا ہے، جسے امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی نے شائع کیا) حضرت مجدد الف ثانی پاک و ہند کے مصلحین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں ان کی مومنانہ بصیرت نے چند برسوں میں خون کا ایک قطرہ بہے بغیر عظیم انقلاب برپا کر کے مسلمانان برصغیر کو مذہبی، سیاسی اور روحانی سطح پر استحکام بخشا۔

آپ کی مشہور تصانیف میں فارسی ”مکتوبات مجدد الف ثانی“ زیادہ مشہور ہوئے، ان کے عربی، اردو، ترکی اور انگریزی زبانوں میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں جبکہ یہ تصانیف بھی آپ کی یادگار رہیں، اثبات النبوۃ، رسالہ در علم حدیث، رسالہ در مسئلہ وحدۃ الوجود، مبدا و معاد، مکاشفات غیبیہ/ عینیہ، معارف لدنیہ، رد الرفضہ، شرح رباعیات خواجہ بیرنگ، رسالہ تعیین ولاتعیین، رسالہ مقصود الصالحین، آداب المریدین اور رسالہ جذب وسلوک۔

مسلمان مصلحین کو بنظر تحقیق دیکھیں تو حضرت مجدد الف ثانی ہر طبقے میں اعلیٰ و ارفع نظر آئیں گے اور نہ صرف یہ بلکہ ہر صنف کمال میں اکمل ہونے کے ساتھ آپ بیک وقت ساری خوبیوں کے جامع بھی نظر آتے ہیں اسی بنا پر آپ کے سر پر ”تجدید الف ثانی“ کا تاج رکھا گیا ولایت میں ایک اونچا مقام ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب ہر صدی کے آغاز میں مجدد پیدا ہوئے اور انہوں نے تجدید دین کی خدمات انجام دیں لیکن جب ہم اُن کے حالات زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ انہوں نے دین کے کسی خاص شعبے میں ہی تجدیدی کارنامے انجام دیئے لیکن ایسی جامعیت اور ہمہ گیری کہیں اور نظر نہیں آتی جو حضرت مجدد الف ثانی کی سیرت طیبہ میں ہے، اس حقیقت سے ”مُجدد مأۃ“ اور ”مجدد الف“ کا فرق روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اس کے علاوہ یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ ان مجددین کے بارے میں علما کا اختلاف پایا جاتا ہے، بعض علما جس ہستی کو ایک صدی کا مجدد قرار دیتے ہیں، دوسرے علما اسی صدی کا مجدد دوسری ہستی کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے مجدد ہونے پر سب اکابر اُمت، علما و اولیا اور سب اہل بصیرت متفق ہیں کسی دوسری ہستی کو آپ کے مقابل نہیں لایا گیا اور یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ قبائے تجدید آپ کے قامت اقدس پر کچھ ایسی موزوں ہوئی ہے کہ جب ”مجدد“ کہا جاتا ہے تو فوراً ذہن آپ کی طرف منعطف ہو جاتا ہے، کوئی دوسری شخصیت

ذہن میں نہیں آتی بلکہ اُمت مسلمہ آپ کو مجدد ہی کے لقب سے جانتی ہے، علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد کو "مجدد الف ثانی" کے خطاب سے یاد کیا تھا، یہ ایک ایسی واضح اور روشن حقیقت تھی کہ اس کی صدائے بازگشت عالم اسلام میں سنی گئی اور سب اعاظم و اکابر نے آپ کو "مجدد الف ثانی" تسلیم کیا، ہر عہد میں اسی خطاب سے یاد کیا اور آپ کے تجدیدی کارناموں کا اعتراف کیا، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ حضرت مجدد کے ایک رسالہ کی شرح میں امت محمدیہ ﷺ پر جو آپ کے احسانات ہیں ان کی تفصیل لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مجدد سے وہی شخص محبت رکھے گا جو مومن تقویٰ شعار ہوگا اور ان سے وہی بغض رکھے گا جو بد بخت فاجر اور شقاوت وثار ہوگا، آج جو مساجد میں اذانیں دی جارہی ہیں اور مدارس سے قال اللہ تعالیٰ وقال رسول اللہ ﷺ کی دل نواز صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور خانقاہوں میں جو ذکر و فکر ہو رہا ہے اور قلب وروح کی گہرائیوں سے جو اللہ کی یاد کی جاتی ہے یا لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگائی جاتی ہیں ان سب کی گردنوں پر حضرت مجدد کا بار منت ہے اگر حضرت مجدد اس الحاد و ارتداد کے اکبری دور میں اس کے خلاف جہاد نہ فرماتے اور وہ عظیم تجدیدی کارنامہ انجام نہ دیتے تو نہ مساجد میں اذانیں ہوتیں، نہ مدارس دینیہ میں قرآن، حدیث فقہ اور باقی علوم دینیہ کا درس ہوتا اور نہ خانقاہوں میں سالکین وذاکرین اللہ، اللہ کے روح افزا ذکر سے زمزمہ سنج ہوتے الا ماشاء اللہ۔"

آج مسلمان جس طرح فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور اس سے جو واقعات رونما ہوا کرتے ہیں، سب جانتے ہیں، اس وقت ہمارے سامنے مختلف مکاتیب فکر ہیں ان میں سے بعض حضرت مجدد سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، ان کی عظمت کے قائل ہیں، ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں اور ان کو اپنا امام ورہبر سمجھتے ہیں، مگر

ز بہر آمہ چوں شمع و چوں گل
گرفتہ جنگ بار پروانہ بلبل

یعنی اس چاند کیلئے پروانہ اور بلبل میں لڑائی ہو رہی ہے، پروانہ کہتا ہے کہ وہ شمع ہے اس لیے میرا محبوب ہے اور بلبل کہتا ہے کہ وہ پھول ہے اس لیے جان ودل سے میں اس پر فدا ہوں۔

ان مکاتیب فکر کے اختلاف کی وجہ سے اسلام کو عالمی سطح پر عظیم نقصان پہنچ رہا ہے اس لیے کم از کم وہ مکاتیب فکر جو حضرت مجدد کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں، وہ ہی آپ کی تعلیمات وہدایات کو سامنے رکھ کر متحد ومتفق ہو جائیں تو اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ اور دہشت گردی پر کافی قابو پایا جا سکتا ہے۔

حضرت مجدد طریقت کے چاروں سلسلوں سے فیض یاب ہوئے، گویا سلسلۂ مجددیہ کی مثال اس دریا کی سی ہے جس میں چاروں طرف سے نہریں آکر ملتی ہیں، اس دریا سے اگر کوئی چلو بھر پانی پی لیتا ہے تو اس نے حقیقت میں سب نہروں کا پانی پی لیا، اسی لیے سلسلۂ عالیہ مجددیہ کے متوسلین کو چاروں سلاسل کا فیض پہنچ رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ بڑا جہاد جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا ہے، حضرت مجدد الف ثانی اس حدیث کی عملی تفسیر تھے، آپ نے دو جابر حکمرانوں کے سامنے حق کا پرچار کر کے احیائے اسلام اور تجدید دین کا اہم فریضہ سرانجام دیا، جس پر ملت اسلامیہ نے آپ کے "مجدد الف ثانی" ہونے کا اقرار کیا، آپ کی علمی اور روحانی فضیلت کو پاک وہند کے ہر مسلک وسلسلے کے اکابر علما وصوفیہ نے مانا اور سراہا اور اپنی تصانیف میں جابجا آپ کے حوالے دیئے اور حضرت مجدد الف ثانی کے اقوال وارشادات سے استدلال کیا ہے، جن میں امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ جیسی ہستیاں بھی شامل ہیں، شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال جب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے سرہند شریف پہنچے تو آپ کے روحانی اور عرفانی کمالات سے متاثر ہو کر ان اشعار میں اپنا خراج عقیدت پیش کیا۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

بقیہ ص ۲۶ پر

از: علامہ محمد رحمت اللہ صدیقی*

حضور مجاہد ملت کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالتی ایک فکر انگیز تحریر

اُٹھ میرے دھوم مچانے والے

اسلاف کی حیات و خدمات، کردار و عمل اور ان کی یادوں کے بجھتے ہوئے چراغوں کی لو کو تیز کرنا ہر مومن کے دینی، ملی اور اخلاقی فریضے میں داخل ہے، اس لیے کہ بد عقیدگی، بد عملی اور بے راہ روی کے ماحول میں ان کی حیات کے تابندہ نقوش دم توڑتے جذبوں، ٹوٹتے حوصلوں اور منتشر خیالوں کو یقین و اعتماد کی منزل عطا کرتے ہیں، تاریخ پر جن لوگوں کی گہری نظر ہے وہ اس بات سے خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ جب جب تاریکی کے سائے گہرے ہوئے ہیں، آزاد خیالی کا طوفان اُٹھا ہے اور فکری آوارگی کے مہلک جراثیم نے صالح نظریات کو متاثر کرنے کی کوششیں کی ہیں تو حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ جیسی علم پرور، پاکباز، دین پرست اور تقویٰ شعار شخصیات کے پاکیزہ کارناموں سے پھسلتے قدموں کو استقامت کی دولت، یقین کا نور اور اُمید کا سویرا ملا ہے۔

حضور مجاہد ملت علم و عمل، عشق و عرفان اور ایمان و یقین کی اس منزل پر فائز تھے جہاں پہنچنے کی فکر میں بڑے بڑے صاحب فضل و کمال کے شاہین عقل کے بال و پر جلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، علوم و فنون کی کوئی ایسی شاخ نہیں، عشق و عرفان کی کوئی ایسی سرحد نہیں اور زہد و پارسائی کی کوئی ایسی منزل نہیں جہاں آپ نے اپنے وجودِ مسعود کا احساس نہ دلایا ہو، اگر آپ کی حیات کے سنہری اوراق اُلٹے جائیں، تاریخ کے دفاتر کھنگالے جائیں اور زمین کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے آپ کے نقوش یکجا کیے جائیں تو حکمت و دانائی کے درجنوں ابواب مرتب ہو سکتے ہیں، آپ کی کتاب حیات کا ہر ورق چاند کی چاندنی سے زیادہ صاف و شفّاف اور سورج کی طرح درخشاں و تابندہ ہے۔

حضور مجاہد ملت یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کی عملی تفسیر تھے، حوادث سے اُلجھتے ہوئے مقاصد تک پہنچنا اُن کی فطرت تھی، ان کی ذات معمارِ سنیت بھی تھی اور شعارِ سنّت بھی، زمین پر بیٹھ کر افلاک کی وسعتوں میں ٹہلنا آپ کے معمولات میں داخل تھا، آپ کی ذات جماعت اہل سنّت کے لیے انعام الٰہی بھی تھی اور اسرار الٰہی بھی، آپ کو آپ کے عہد نے نہیں سمجھا، آپ کو آپ کا عہد سمجھ لیتا تو برصغیر میں آج مسلمانوں کی تاریخ مختلف ہوتی، جس طرح ماضی میں آپ کے نقوشِ پا مینارۂ نور تھے، اسی طرح آج بھی ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک مینارۂ نور بنے رہیں گے، آج کی قیادت آپ کے نقوشِ حیات کو رہنما بنا کر جماعتی مسائل کی بہت ساری پیچیدہ گتھیاں سلجھا سکتی ہے، آپ کی زندگی کے تمام تر نقوش روشن ہیں لیکن ان نقوش کو اپنی حیات کا حصہ بنانے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا، آپ کی ذات تا حیات فانوس عشق و عرفان کی صورت میں روشن رہی، آپ نے جماعت اہلسنّت کو جو وقار و اعتبار بخشا ہے، اس کی کوئی دوسری مثال پیش کرنا بہت مشکل ہے، باطل قوتیں آپ کے وجود سے ہراساں رہا کرتی تھیں، بلا ضرورتِ شرعیہ کسی بھی باطل قوت سے اشتراک کے آپ سخت مخالف تھے، آپ کی شخصیت اپنے عہد میں کئی جہات سے ممتاز تھی، آپ کی شخصیت میں ملی درد کو مجسّم دیکھا جا سکتا ہے، ملک و ملت کے حوالے سے آپ کے جذبات و خیالات میں جو پاکیزگی تھی وہ اب کہیں نظر نہیں آتی، آپ کا علم، آپ کا عمل اور آپ کا عشق تقلیدی تھا، حرارت عشق آپ کو ہر وقت بے چین کیے رہتی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کا بستر ہر وقت بندھا رہتا تھا، تاعمر آپ کی فقیرانہ زندگی کی دہلیز پر رئیسی سر پٹکتی رہی، دنیا کی بڑی سے

*مضمون نگار مجلہ پیغام رضا، ممبئی کے مدیر اعلیٰ ایک ممتاز اسلامی اسکالر ہیں۔

بڑی ظالم و جابر طاقت آپ کو کبھی مرعوب نہ کرسکی، آپ ظلم و جبر کی ہر کلائی مروڑ دیتے تھے، اپنے زمانے میں پوری دنیا میں آپ سے بڑا کوئی دوسرا مجاہد نہ تھا اور اب تک آپ کا کوئی مثل پیدا نہ ہوسکا ہے، جماعتی روایات کو آپ نے جو تحفظ فراہم کیا ہے اس کی مثال سے ماضی قریب کی تاریخ خالی ہے، آپ کی زندگی کا ہر تیور اس شعر کا آئینہ دار تھا کہ ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہے مردوں کی شمشیریں

حضور مجاہد ملت جس زمانے میں پیدا ہوئے، وہ زمانہ مذہب و مسلک کے لیے بڑا پُر خطر، پُر آشوب اور نازک زمانہ تھا، مسلمان دینی، ملّی، صنعتی اور سیاسی اعتبار سے مایوسیوں کا شکار تھا، اسلامی اقدار و روایات کو کھلے عام نشانہ بنایا جارہا تھا، تقدیس الوہیت و رسالت کو شدید خطرات لاحق تھے، مسلمانوں کے دلوں سے چراغ عشق رسالت ﷺ کو بجھانے کی کوششیں جاری تھیں، محبوبانِ خدا سے بندگانِ خدا کے رشتوں کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھا جارہا تھا، درس گاہوں اور خانقاہوں کا وقار داؤ پر لگا ہوا تھا، مسلمانوں سے ان کا تصلّب اور تشخص چھینا جارہا تھا، انھیں زندگی کے ہر شعبے میں بے دست و پا کرنے کی کوششیں تیز تھیں، ایسے پُر خطر ماحول میں آپ نے قوم مسلم کو آبرومندانہ زندگی گزارنے کا حوصلہ بخشا اور باطل کی ہر سازش کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بے نقاب فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے باطل قوتوں سے مقابلے کے لیے جو ہتھیار تیار کیے تھے حضور مجاہد ملت انھیں ہتھیاروں سے لیس ہوکر میدان میں اُترے اور باطل کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا، انھوں نے قوم مسلم کو بامقصد زندگی گزارنے کے طریقے بتائے اور زندگی کے ہر شعبے میں اپنے وجود کا احساس دلانے، حکومت وقت سے اپنے جائز مطالبات منوانے اور اجتماعی طور پر منظم رہنے کے لیے پُر زور تحریکیں چلائیں، مسلم مسائل کو اٹھانے کی بنیاد پر آپ ہمیشہ حکومت وقت کی نگاہوں میں کھٹکتے رہے، چونکہ آپ خود ایک بڑے اسٹیٹ کے مالک تھے، آپ کے ساتھ جماعت بھی تھی اور جمعیت بھی تھی، حکومتِ وقت کے ساتھ ساتھ دوسری اسلام مخالف تحریکات کو آپ کی طاقت وقوت کا خوب اندازہ تھا، پھر بھی آپ کو مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا، قید و بند کی دل خراش صعوبتوں سے گزرنا پڑا، اس کے باوجود مصائب وآلام کے تیز و تند جھونکے آپ کے حوصلوں کے چراغ کو کبھی بجھا نہ سکے، آپ نے اپنے کارناموں سے اپنے عہد پر دیرپا اثرات چھوڑے ہیں، جب بھی کوئی مؤرخ آپ کے عہد کی تاریخ مرتب کرے گا تو آپ کے ذکر کے بغیر وہ تاریخ مکمل نہ سمجھی جائے گی، ملّی مفادات کے باب میں آپ کی بے لوث قربانیوں کی ایک طویل تاریخ ہے، جسے منظم طور پر ترتیب دینے کی ضرورت ہے، آپ ہی جیسی شخصیات پہ ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر چسپاں ہوتا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضور مجاہد ملت کی ولادت ۸ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ/ ۲۲؍ مارچ ۱۹۰۴ء میں ہوئی اور وصال ۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ/ ۱۳؍ مارچ ۱۹۸۱ء میں ہوا، آپ کی ۷۸؍ سالہ زندگی سے ۲۸؍ سال تعلیم و تربیت کے لیے نکال دیئے جائیں تو ۵۰؍ سال بچ جاتے ہیں، یعنی آپ پورے ۵۰؍ سال تک پورے ہوش وحواس کے ساتھ مذہب ومسلک اور قوم وملّت کی خدمات انجام دیتے رہے، جب، جہاں، جیسی ضرورت پیش آئی آپ نے ملک وملّت کے لیے خود کو پیش کیا، آپ کے وجود کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو دینی، ملّی، علمی اور سیاسی خدمات کے جذبے سے خالی ہو، بعض صوفیا کا فرمان ہے کہ جو سانس ذکر الٰہی سے خالی ہو کافر ہے، آپ کی حیات کا مطالعہ اس خیال کو اعتبار عطا کرتا ہے کہ آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ذکر وفکر سے خالی نہ تھا، آپ کے دینی، ملّی اور جماعتی درد کو اس بات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ جس شہر میں جاتے قیام کے لیے کسی مسجد کا انتخاب فرماتے، عقیدت مندوں کی جماعت یہ چاہتی کہ حضور کسی کے گھر پہ قیام کریں، عقیدت مندوں کو آپ جواب دیتے کہ گھر کے دروازے عموماً دس بجے رات میں بند ہوجاتے

ہیں لیکن خدا کے گھر کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں، ہماری ضرورت قوم کو نہ جانے کس وقت پیش آجائے، گھر میں قیام کرنے سے صاحب خانہ کو ہمارے لیے پوری پوری رات بیدار رہنا ہوگا اور یہ دقّت طلب کام ہے۔ مسجد میں نہ آنے کی پابندی، نہ جانے کی پابندی۔ مصلحین اُمت کی تاریخ میں ایسی مثال بہت کم ملے گی۔ آپ کی اس طرزِ زندگی پر جس قدر غور کیجیے حیرانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ آپ نے اپنی دینی، ملّی، علمی اور سیاسی خدمات سے پورے عہد کو متاثر کیا اور آج جو بھی آپ کی حیات کا مطالعہ کرتا ہے، متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، عہد حاضر کے مصلحین امت کے لیے آپ کی حیات کی ہر سانس مشعل راہ ہے۔

حضور مجاہد ملت کی زندگی کے مطالعہ کے دوران ایک قاری قدم قدم پر حیرت و استعجاب کا شکار رہتا ہے کہ ایک رئیس وقت پہ فقیری کی تہیں اتنی گہری کیسے ہوگئیں؟ ان کی زندگی کی ہر سانس سے فقیری کی خوشبو پھوٹتی تھی، ان کے رئیسانہ تیور اس وقت دیکھنے کو ملتے تھے جب دینی و ملّی قدروں کے فروغ کی راہ میں پیسے حائل ہوتے، دینی روایات کی تبلیغ و ترویج کے لیے ان کے خزانے کا منہ ہر وقت کھلا رہتا، ان کی فقیری کی دہلیز پہ اہل ثروت کی ہر وقت بھیڑ لگی رہتی اور ہر شخص آپ کی جنبش لب کا منتظر ہوتا، لیکن آپ کی زبان کھلنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتی، بلکہ ہزاروں بے مایہ لوگ آپ کی دعاؤں سے دولت و ثروت کی کان کے مالک ہوگئے۔ فقیروں کی بارگاہوں میں ہر طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق سب بامراد ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں ذات، برادری اور قبیلہ کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ حضور مجاہد ملت کا بابِ کرم چوبیس گھنٹے کھلا رہتا۔ آپ کے کرم کی بارش میں نہانے والوں کی ایک طویل فہرست ہے، اس فہرست میں جماعت علما، جماعت فقہا، جماعت خطبا، جماعت مناظرین، جماعت محدثین، جماعت متکلمین، مناطقہ، فلاسفہ، جماعت طلبہ اور عوام سب نظر آتے ہیں۔ آپ کی درس گاہ علم میں تشنگانِ علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وقت بھیڑ سی لگی رہتی، بلکہ آپ کے بعض تلامذہ کی درس گاہوں میں ہم نے علما کی جماعت کو زانوئے تلمذ تہہ کیے ہوئے دیکھا ہے۔

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ اپنی زندگی کا ایک طویل حصّہ میں نے حضرت مجاہد ملت کی خدمت میں گزارا ہے، سفر و حضر میں ان کی ہم رکابی کا بارہا شرف حاصل ہوا ہے، خصوصیت کے ساتھ بارہ مناظروں میں ان کے ساتھ میں نے سفر کی سعادت حاصل کی ہے، جن میں سے آٹھ مقامات پر میں نے حضور مجاہد ملت کی صدارت میں کامیاب مناظرہ کیا ہے، یہ بالکل امر واقعہ ہے کہ مناظرہ کے اُصول و رُموز، بحث و استدلال کے ضابطے اور گفتگو کے قواعد و آداب کا جو سرمایہ بھی میرے پاس ہے وہ حضور مجاہد ملت ہی کا عطا کردہ ہے۔''

پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''ہماری عام درسگاہوں میں میر قطبی کے بعد ملّا حسن پڑھائی جاتی ہے لیکن علوم و معارف کے اس بحر ذخار نے جب درس گاہ سنبھالی تو ملّا حسن کی جگہ شرح مرقاۃ جیسی معریٰ کتاب کو جس پر ایک سطر کا حاشیہ تک نہیں، اسے داخلِ نصاب کیا اور اسی کتاب میں ملّا حسن، ملّا جلال، قاضی، حمد اللہ تک کے مباحث کو کھنگال دیتے، جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انھیں معقولات پر کس حد تک ید طولیٰ حاصل تھا۔''

حضور مجاہد ملت کے علمی تبحر کے حوالے سے پروفیسر شاہد اختر کا بیان ذیل میں ملاحظہ کریں:

''سرکار مجاہد ملت کی حیات مبارکہ کا ایک بڑا حصہ چونکہ ملّی سربلندی اور سرفرازی کی کوششوں نیز بدعقیدگی کے خلاف گزرا، اس لیے لوگوں کو ان کے علمی تبحر کا کماحقہ اندازہ نہ ہو سکا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی تک مختلف علوم میں اپنے ہم عصر علما میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے، معقولات پر ان کی دسترس کا یہ عالم تھا کہ ان کے زمانے کے بڑے بڑے عالم کو ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں

تھا، جس طرح میر نے ''نکات الشعراء'' میں اپنے عہد میں پونے تین شاعروں کا وجود تسلیم کیا تھا، بیسویں صدی کے معقولات کے ایک مستند عالم (صدر العلماء) مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک اسی طرح اپنے عہد میں معقولات کے ڈھائی عالموں کا وجود تسلیم کیا تھا، بقول ان کے معقولات پر ان کے علاوہ پوری دسترس اگر کسی کو حاصل تھی تو وہ سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی ذات تھی اور ان کے توسط سے ان کے شاگرد مولانا نظام الدین بلیاوی صاحب قبلہ شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم کو نصف رسائی، سرکار محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی سرکار مجاہد ملت کے تبحر علمی کو اس طرح خراج تحسین پیش فرمایا تھا ''مجاہد ملت شاہ حبیب الرحمٰن علم کے بادشاہ ہیں۔'' [نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۴۷-۴۸]

حضور مجاہد ملت کا عہد علما و مشائخ کا عہد تھا، بڑی بڑی جامع علوم شخصیات ملک کے مختلف گوشوں میں موجود تھیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی درس گاہ کی تربیت یافتہ شخصیات کا ایک الگ نوری کارواں تھا، تلمیذ اعلیٰ حضرت حضور صدر الشریعہ کے فیض یافتہ علما کی جماعت الگ تھی، صدر الشریعہ کے تلامذہ کی فہرست کافی طویل ہے، دوسری درسگاہوں کے سند یافتہ علما بھی کم نہ تھے، یعنی اہل علم وفن کی جماعت غیر منقسم ہندوستان کے ہر گوشے میں موجود تھی اور سب اپنی اپنی جگہ پر مصروف عمل تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے تلامذہ کے بعد علما کی جو جماعت نظر آتی ہے، ان میں حضور مجاہد ملت کی شخصیت مختلف جہات سے ممتاز نظر آتی ہے، اپنے معاصرین میں حضور مجاہد ملت کے امتیازات کی اگر فہرست تیار کی جائے تو خود ایک کتاب تیار ہو جائے، ذیل میں امتیازات کے چند نمایاں پہلو ملاحظہ کریں۔

حضور مجاہد ملت رئیس اعظم اڑیسہ تھے، یعنی اڑیسہ میں آپ سے بڑا کوئی رئیس نہ تھا، آپ کی ریاست روفیہ اسٹیٹ سے مشہور و معروف تھی، آپ کی دولت و ثروت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ سالانہ ۹۴ رہزار روپے برٹش گورنمنٹ کو ٹیکس ادا کرتے تھے، اگر اس ۹۴ رہزار سے آج کی کرنسی خریدی جائے تو ایک کروڑ سے زائد رقم بنتی ہے، آپ کی ریاست ظلم و ناانصافی سے پاک تھی، آپ کے آبائے کرام بھی نرم دل، غریب پرور اور عدل پسند تھے، فقرا و مساکین کے لیے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا، آپ کے دروازے سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں لوٹتا تھا، بلکہ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ مانگنے والوں کو حاجت سے سوا دیتے تھے، سائلوں میں تشنگان علوم بھی ہوتے تھے، مریضانِ عشق بھی ہوتے تھے اور طالبانِ دنیا بھی ہوتے تھے، ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے سائلوں کی زبان پر کبھی کوئی حرف شکوہ نہیں دیکھا گیا، وہ بھیک دیتے بھی تھے اور سنت نبوی کے مطابق منگتا کی بھلائی کی دعائیں بھی کرتے تھے، سائلوں کے حوالے سے ان کا حال کچھ یوں تھا ؎

آتا ہے فقیروں پہ انھیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

حضور مجاہد ملت رئیس ہی نہیں بلکہ رئیس اعظم تھے، آپ نے اپنی پوری ریاست کو دینی اقدار و روایات کے فروغ کے لیے وقف کر دیا تھا، آپ کی حیات کا اکثر حصہ ریل میں گزرا یا جیل میں، برٹش گورنمنٹ سے آپ محاذ آرا رہے اور برٹش گورنمنٹ کے بعد جو حکومت آئی اس کی بعض پالیسیوں سے بھی آپ متفق نہ تھے، آپ ہر اس پالیسی کے خلاف آواز بلند کرتے رہے جو سماج کے دبے کچلے لوگوں کے خلاف ہوتی، آپ کی صدائے احتجاج سے رائے عامہ منٹوں میں تبدیل ہو جایا کرتی تھی۔ نتیجے کے طور پر حکومت اور اس سے جڑے ہوئے لوگ اپنی پالیسیوں پہ نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ آپ کا مذہبی اور سیاسی دونوں مقام بہت بلند تھا۔ آپ کی ذات، صورت و سیرت اور عمل و کردار کے اعتبار سے بھی بے مثال تھی۔ انکساری، مہمان نوازی، فیاضی، سخاوت، خوش مزاجی، صبر و شکر اور قول و فعل میں یکسانیت کے اعتبار سے بھی بے مثال و بے نظیر تھی۔ اسلامی زندگی جن عناصر سے تکمیل پاتی ہے وہ سارے عناصر آپ کی کتاب حیات میں بہتر طریقے سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ آپ اخلاق نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم کا محسوس پیکر تھے۔ آپ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے شمس العلماء حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام لکھتے ہیں:

''عشق حقیقی کے استغراق میں مجاہد ملت ہر آن یہی چاہتے تھے کہ مدینہ منورہ کی سرزمین ہو اور میں ہوں، بصورت آزادی یا بصورت قید مواقع پر ہرگز نگاہ نہیں رہتی تھی، کیوں کہ وہ اس کو میدان عشق کا فرض اولین سمجھتے تھے، جب حاضری ہوتی تو وہاں کے خس وخاشاک کو بوسہ دیتے، زمین کے چپہ چپہ کو چوم لیا کرتے تھے جب دریافت کیا جاتا یہ کیا؟ تو فرماتے کہ میرے سرکار کا اس مقام پر کبھی قدم ناز پڑا ہو۔''

[نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۲۲]

حضور مجاہد ملت کی پتلیوں میں جمال گنبد خضریٰ منقش تھا، انھیں یہ اعزاز کٹھن ریاضت کے بعد ہی ملا تھا، انھیں یہ مقام حاصل تھا کہ ہند میں بیٹھ کر گنبد خضریٰ کی زیارت سے خود کو شاد کام کیا کرتے تھے، ان کا عشق جنوں کی سرحدوں میں داخل ہو چکا تھا، ان کی جلوت وخلوت میں ہر وقت نغمات رضا کی دھوم رہا کرتی تھی، جب ہند کا یہ عالم ہے تو دیار محبوب میں آپ کی وارفتگی کا کیا حال رہتا ہوگا، اس کیفیت کی تصویر لفظوں میں اتارنا بہت مشکل ہے، شاہدین کا بیان ہے کہ آپ ذرات مدینہ کو اپنی آنکھوں سے بوسے دیتے اور آپ کی زبان پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کے اس طرح اشعار ہوتے ؎

اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفتاں ہے ہر اک گوشۂ کنعان عرب

کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں
دل حزیں تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا

حضرت مولانا عبد الکریم نعیمی لکھتے ہیں:

''محبت کا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ محبوب کے تعلق داروں سے بھی محبت کرے، چنانچہ آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوستوں اور تعلق داروں سے اُلفت ومحبت کی، محبوب خدا کے دشمنوں سے دشمنی بحال رکھی، صحابۂ کرام، ازواج مطہرات، اہل بیت آل رسول اور اولیائے کرام کو جان ودل سے محبوب رکھا، کافروں، منافقوں اور تمام بدمذہبوں سے کلیۃً کلیۃً نفرت وعداوت تھی، محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق واشتیاق بکثرت رکھتے تھے، شاہ بطحا کی یاد اور ذکر پاک سے ہمیشہ رطب اللسان رہتے، سوتے میں یاد تھی، جاگتے میں یاد تھی، چلتے پھرتے میں یاد تھی، ہر حالت میں دل سے، زبان ذکر محبوب سے اپنے کو گرمایا کرتے، ذکر محبوب خدا کی فراوانی کے ساتھ ساتھ تعظیم وتوقیر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام کے لیے آپ کی پوری زندگی وقف تھی، اپنے قول وفعل اور حال سے اس امتحان میں پوری طرح کامیاب تھے، آپ کی چشمان مبارک محبوب خدا کے حسن وجمال میں مستغرق رہتی، آپ کے کانِ مبارک محبوب کے ذکر ومدح اور ان کے کلام کے علاوہ ہر کلام سے بہرہ رہتا۔'' [نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۲۱۲]

پروفیسر شاہد اختر لکھتے ہیں:

''عشق کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ عاشق معشوق کی ایک ایک ادا پر جان نثار کرنے کی تڑپ اپنے اندر رکھے اور معشوق کے تصور سے ہی وصال کی لذتوں میں ڈوب جایا کرے، سرکار مجاہد ملت کے عشق کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی کے معمولات میں وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں کی پیروی کرتے اور نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آتے ہی تصور معشوق میں ڈوب کر مضطرب ہو جاتے، آنکھیں آنسو برسانے لگتیں، سرکار آسی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق کی ایک کیفیت یوں پیش کی ہے ؎

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

سرکار مجاہد ملت عشق کی اسی کیفیت میں سرشار تھے، جہاں موت بھی اس لیے لذت آگیں تھی کہ اس گل سے ملاقات کی سبیل

ثابت ہوگی، شروع میں شعلہ بار تقریر فرمایا کرتے تھے مگر بعد میں یہ حالت ہوگئی کہ تقریر کر ہی نہیں پاتے، دو چار جملوں کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آیا اور رقت طاری ہوگئی، آواز رندھ گئی، آنسو جاری ہوگئے۔

اگست ۱۹۸۰ء میں سرکار مجاہد ملت کی تشریف آوری اپنے علاقے میں ہوئی، فقیر کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ ہوڑہ جا کر سرکار کو اپنے یہاں لاؤں، ایک دن پہلے فقیر ہوڑہ پہنچا، ٹکیہ پاڑہ سے باؤڑیا، باؤڑیا میں شب گزاری، پھر ٹکیہ پاڑہ اور ٹکیہ پاڑہ سے شیب پور شیب پور پتہ چلا کہ سرکار تیلینی پاڑہ تشریف لے جا چکے ہیں، جان میں جان آئی، گھر آیا تو پتہ چلا کہ سرکار غسل فرمارہے ہیں، غسل سے فراغت ہوئی تو کمترین نے قدم بوسی کی، سرکار نے پوچھا کہ تلاش میں زحمت تو ہوئی ہوگی، کمترین نے کہا، سرکار زحمت تو کیا ہوئی، ہاں جب ایک جگہ سے دوسری جگہ دوڑ رہا تھا، وحشت کلکتوی کا یہ شعر زبان پہ جاری تھا ؎

ہے ارزاں اس قدر دیدارِ جاناں ہم نہ مانیں گے
زلیخا کیا سنائی ہے خیال اس کا ہے خواب اس کا

شعر کا سننا تھا کہ چہرہ متغیر ہوگیا، بار بار "ہے ارزاں اس قدر دیدارِ جاناں ہم نہ مانیں گے" کہتے اور آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی، کمترین نے اپنے عشق کی بات کی تھی، سرکار مجاہد ملت اپنے معشوق کے تصور میں ڈوب گئے۔"

[نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر، ص ۶۷، ۶۸]

حضور مجاہد ملت کی پوری زندگی مذہبی درد سے عبارت تھی، بلکہ اگر کوئی مذہبی درد کو مجسم دیکھنا چاہے تو حضور مجاہد ملت کو دیکھ سکتا ہے، آپ نے مذہبی قدروں کے فروغ میں جو قربانیاں پیش کی ہیں، اس کے بیان کے لیے لغات میں الفاظ نہیں ملتے، گود سے گور تک کا کوئی لمحہ آپ کا خدمت دین متین سے خالی نہیں ملتا، آپ کی زندگی کی ہر سانس سے اتباع شریعت کی خوشبو پھوٹتی ہے۔

آپ کی دینی، ملی اور علمی زندگی کا انتہائی حسین نقشہ حضرت علامہ اسلم بستوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ یوں کھینچا ہے:

"وہ مجاہد ملت! جو رات کے زاہد اور دن کے مجاہد تھے، وہ مجاہد ملت! جو اسوۂ صدیقی و فاروقی کا عملی نمونہ تھے، وہ مجاہد ملت! جو سنّت عثمانی کی شان استغنا تھے، وہ مجاہد ملت! جو ضرب یداللہی کے پرتو تھے، وہ مجاہد ملت! جو سنّت عشق بلالی کے پیکر تھے، وہ مجاہد ملت! جو آبروئے ملت تھے، وہ مجاہد ملت! جو مذہب و وطن کے وفادار تھے، وہ مجاہد ملت! جو قوم و ملت کے قافلہ سالار تھے، وہ مجاہد ملت! جو تصوف کے امام اور صوفیوں کے سردار تھے، وہ مجاہد ملت! جو علم کا پہاڑ تھے، وہ مجاہد ملت! جو پیکر حلم و مروّت تھے، وہ مجاہد ملت! جو محبت کا دریا اور پیار کا سمندر تھے، وہ مجاہد ملت! جن کے عشق رسالت پناہی نے نجدی حکومت کے در و بام کو ہلا دیا، وہ مجاہد ملت! جن سے دنیائے وہابیت لرزہ براندام تھی، وہ مجاہد ملت! جو بجائے خود ایک تحریک تھے، اس عہد گمرہی میں نشانِ منزل تھے، اس دور تاریکی میں ایک "مینارۂ نور" اور ایک تیز طرار قسم کی روشنی تھے، مگر آہ وہ "مینارۂ نور" ہم سے روپوش ہوگیا اور وہ روشنی ہم سے چھپ گئی۔ [ماہنامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص ۱۴۳، ۱۴۴]

حضور مجاہد ملت کی زندگی کے دو مضبوط پلیٹ فارم تھے، ایک مذہبی، دوسرا سیاسی، چونکہ آپ کے عہد میں مسلمان مذہبی اور سیاسی دونوں اعتبار سے زوال کا شکار تھا، ملک کی دوسری قومیں مسلمانوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں بے دست و پا کر دینا چاہتی تھیں، انھیں یہ خطرہ تھا کہ اگر مسلمان سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر خود کفیل ہوں گے تو ان سے نمٹنا بہت مشکل ہوگا اور آج بھی حکومتی سطح پر یہی کوشش جاری ہے بلکہ آج مسلمانوں کے حالات کل سے بدتر ہیں اور آنے والا وقت اور بھی برا ہوگا، آج حکومت اپنے مشن پر پورے طور پر کامیاب ہو چکی ہے، حکومت کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں مسلمانوں کی موثر نمائندگی ہو، کل حضور مجاہد ملت جیسی مستحکم قیادت مسلمانوں میں موجود تھی، آج مسلمانوں میں کوئی مجاہد ملت نہیں، حضور مجاہد ملت کو حکومت کی بدنگاہی کا خوب احساس تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ نے مسلمانوں میں جنونِ عشق کو تیز کرنے کی تا حیات جدو جہد رکھی، آپ کو اعلیٰ حضرت نے اپنا مشن سونپا تھا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بقیہ ص ۲۹ پر

نقد و نظر

از: مولانا محمد خورشید عالم رضوی ٭

اپنے درمیان قادیانیوں کو پہچانئے

اس وقت پورا پاکستان قادیانیوں کی فتنہ گری کا شکار ہے، بے گناہ عاشقان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گولیاں برسائی جارہی ہیں، امت مصطفیٰ ''ناموس رسالت'' کی حفاظت کی خاطر سڑکوں پر اپنے شب وروز گزارنے پر مجبور ہے، طاقت وحکومت کے نشے میں چور ارباب اقتدار اپنے ایمان واسلام کا سودا کرنے میں لگے ہیں، جس کا فائدہ اٹھا کر یہ آستین کے سانپ حکومت کے اعلیٰ عہدوں تک پہنچ چکے ہیں اور حق پرستوں کے ہاتھوں باطل کے لئے حفاظتی حصار کھینچ رہے ہیں، ایسے پرفتن دور میں قوم کے لئے ان ''گندم نما جوفروشوں'' کی صحیح پہچان ضروری ہے، زیر نظر مضمون پاکستان میں قادیانیوں کی آئینی حیثیت واضح کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی مذہبی فریب کاریوں اور مکاریوں کا پردہ بھی چاک کرتا ہے، جس کا مطالعہ قارئین کے لئے یقیناً فائدہ مند ثابت ہوگا اور وہ اپنے معاشرے میں موجود قادیانیوں کو پہچان کر اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کرسکیں گے۔ [فاروقی]

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آقاؤں کے اشارے پر دعویٰ نبوت کرکے قوم وملت میں تفریق وانتشار کی جو بیج بوئی تھی، اس کی آبیاری آج بھی اس کے پیروکار کررہے ہیں۔

دھیان رہے کہ ۱۹۷۴ء کی پاکستان کی آئینی ترمیم اور بعد ازاں ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت قانونی ایکٹ کی شق ۲۹۸/اے، ۲۹۸/بی اور ۲۹۸/سی کے تحت قادیانی نہ صرف کافر ہیں بلکہ دھوکہ دے کر خود کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے اگر ''شعائر اسلام'' کا استعمال کریں گے تو ان کے لئے ۳/سال قید کی سزا بھی پاکستانی قانون میں موجود ہے۔

ذیل میں کچھ ایسی نشانیاں بیان کی جارہی ہیں جن کا استعمال کرکے وہ اکثر وبیشتر مسلمانوں کے ایمان کو برباد کرتے ہیں:

(۱) مسلمانوں سے گپ شپ کرنے کے بہانے قادیانی اپنی شناخت ظاہر کئے بغیر بات کا رخ مذہبی امور کی طرف موڑ دیتا ہے اور یہ باور کرانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقائد رکھنا اسلام اور قرآن کے خلاف ہی نہیں کفر بھی ہے کہ:

اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا ہے اور کافر ان کو صلیب نہیں دے سکے اور وہ قرب قیامت دنیا میں واپس آئیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

قادیانی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو صلیب پر چڑھا دیا گیا لیکن وہ زخمی حالت میں فلسطین سے کشمیر ہجرت کرگئے، وہاں ۱۲۰/سال کی عمر میں ان کو موت آئی۔

صحیح احادیث میں یہ جو مذکور ہے کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ ابن مریم دنیا میں نازل ہوں گے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس امت میں سے ہی کسی مثیل عیسیٰ کو پیدا ہوکر مسیح ابن مریم اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرنا ہے۔

قرآن میں جہاں حضرت عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ''توفی'' کا لفظ موجود ہے، اس سے مراد ان کی موت ہے، حالانکہ عربی جاننے والے یہ بخوبی سمجھتے ہے کہ ''توفی'' کا مطلب کسی چیز کو پورا پورا قبض کرنا یا پورا پورا لے لینا'' ہوتا ہے اور چونکہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مکمل توفی کرلی، یعنی جسم، شعور اور روح سمیت آسمان پر اٹھالیا اس لئے قرآن میں ان کی ''توفی'' کا بیان ہے اور احادیث میں ان کے قیامت سے قبل نزول کا بیان اس ''توفی'' کی تصدیق کرتا ہے۔

(۲) علمائے دین سے شدید متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو تمام برائیوں کی جڑ بتاتے ہوئے ''ملا یا مولوی'' کے نام سے پکارتے ہیں، فرقہ واریت اور کفر کے فتوؤں پر بات کرنے کے بہانے موضوع کو ''جماعت احمدیہ'' کی طرف لے جاتے ہیں اور

٭ مرتب مضمون جامعۃ الزہرا مخدوم سرائے، سیوان، بہار کے آفس انچارج ہیں۔

یہ جتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کے تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں، ویسے ہی انہوں نے ''قادیانیوں'' کو بھی اپنے آپس کے اختلاف کے تحت کافر قرار دے دیا ہے، حالانکہ امت مسلمہ کے تمام مسالک بالاجماع ایک دوسرے کو کافر قرار نہیں دیتے اور فقہ کے چاروں ائمہ امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام مالک اور امام اعظم ابوحنیفہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے دوسرے فقہ کے ماننے والے کو کافر یا اسلام سے خارج قرار نہیں دیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کے معاملے میں تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ حضور ﷺ کے بعد پیدا ہونے والا ہر مدعیٔ نبوت اور اس کے پیروکار کافر اور اسلام سے خارج ہیں حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے کہ جس کسی نے حضور ﷺ کے بعد کسی مدعیٔ نبوت سے اس کی صداقت کا ثبوت طلب کیا کسی تردد کے ساتھ تو وہ خود بھی اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

(۳) قادیانی چاندی کی خاص قسم کی انگوٹھی پہنتے ہیں، اکثر لاعلم مسلمانوں کے سامنے یا وہاں جہاں ان کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی ان کو پہچان نہیں پائے گا، وہ انگوٹھی جس پر قرآن کی یہ آیت ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟'' لکھی ہوتی ہے، مرزا قادیانی کی سنت کے طور پر پہنتے ہیں کیوں کہ مرزا قادیانی بھی ایسی انگوٹھی پہنا کرتا تھا۔

(۴) قادیانیوں میں ان کے خلیفہ کی مکمل داڑھی ہوتی ہے، وہ شعائر اسلام کی مکمل پابندی کرتا ہے تا کہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دے سکے ورنہ مسلمانوں سے نفرت کے سبب قادیانیوں کی تو کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہر اس ظاہری وضع قطع اور شعار و نقل سے بچیں جسے ہمارے علمائے کرام یا ایک نیک مسلمان اپناتا ہے، ویسے تو قادیانی آپ کو ۹۹ رفیصد فرنچ کٹ داڑھی میں ملے گا یا پھر کلین شیو۔

ان کے یہاں غیر اعلانیہ حکم کے طور پر کوئی جماعت احمدیہ کا عہدے دار موجودہ خلیفہ سے لمبی اور گھنی داڑھی نہیں رکھ سکتا، اس لئے کبھی سالانہ قادیانی جلسے کے موقع پر بھی ہزاروں قادیانیوں کے بیچ کوئی قادیانی اپنے خلیفہ جیسی، اس کے برابر یا اس سے لمبی داڑھی والا نظر نہیں آئے گا۔

اگر آپ گوگل میں رومن اردو میں ''جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ'' لکھ کر سرچ کریں گے تو اس بات کی تصدیق ہوجائے گی۔

(۵) قادیانی کبھی مسلمانوں کی طرح مخصوص نماز والی گول ٹوپی نہیں پہنتے، وہ یا تو پٹھانوں کی مخصوص ٹوپی پہنے نظر آئیں گے یا پھر سندھی ٹوپی یا جناح کیپ۔

اس حوالے سے ہم ایک ایسی بات جو کوئی قادیانی آپ کو نہیں بتائے گا، بتاتے ہیں کہ قادیانی جماعت میں ان کے مرتبے یا رتبے کے لحاظ سے سر ڈھانپنے کا رواج ہے، مردوں میں ان کا خلیفہ شملہ والی پگڑی پہنتا ہے اور اس کے علاوہ کسی قادیانی کو اس کی موجودگی میں پگڑی پہننے کی اجازت نہیں ہوتی۔

خلیفہ کے بعد جو اس سے نچلے درجے کے عہدے دار ہیں وہ جناح کیپ کا استعمال کرتے ہیں، پینٹ کوٹ یا شلوار قمیص و شیروانی کے ساتھ پھر ان سے نچلے درجے کے عام قادیانی پٹھانوں کی مخصوص ٹوپی پہنتے ہیں یا پھر سندھی ٹوپی میں نظر آتے ہیں۔

(۶) قادیانی عورتوں کو پہچاننا تو اور بھی آسان ہے، یہ بھی اپنے قادیانی مردوں کی طرح مسلمان عورتوں کی ضد میں ڈھیلے ڈھالے برقع کے بجائے عمومی طور پر ٹائٹ برقع پہنتی ہیں، جس کی کمر پر اکثر بیلٹ بھی لگی ہوتی ہے تا کہ برقع کی فٹنگ اچھی آئے، اس کے علاوہ ان کے برقع میں ایک لمبی چاک بھی ہوتی ہے اور ان کے نقاب کا طریقہ بھی نرالا ہوتا ہے جس میں نقاب ناک کے نیچے رکھا ہوتا ہے، ہونٹوں کے اوپر ڈھلکا ہوا، جس سے سوائے لب و رخسار کے سب نظر آتا ہے جو ''صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں'' کا منظر پیش کرتا ہے، جسے مسلمان مردوں کو لبھانے کے لئے ایک حربے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

(۷) قادیانیوں کا ٹی وی چینل ایم ٹی اے (مسلم ٹی وی احمدیہ) کے نام سے ۲۴ رگھنٹے اپنا پروگرام نشر کرتا ہے، جس پر یہ اپنے مذموم کفریہ عقیدے کی کھلم کھلا تبلیغ کرتے ہیں اور دجل پر مبنی تعلیم کو ''اسلام احمدیت'' یعنی احمدیت ہی اصل اسلام بقیہ ص ۲۹ رپر

جماعت رضائے مصطفےٰ کی صد سالہ تاریخ اور اس کے زرین کارناموں کی ایک مختصر روداد

جماعت رضائے مصطفےٰ! کل اور آج

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۲۰ء کو مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انقلابی مشن کی ترویج و اشاعت، مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کے تحفظ اور سماجی، اقتصادی و اخلاقی زبوں حالی سے دوچار امت مسلمہ کی نصرت و حمایت کے لئے ”جماعت رضائے مصطفےٰ“ کا قیام فرمایا، یہ جماعت ایک عالمی تحریک ہے جو شریعت اسلامیہ کی پاسداری و پاسبانی کی حامی وناصر ہے، کرۂ ارض پر آباد اہل سنت وجماعت کی مبلغ وترجمان ہے، جن کی موجودہ پہچان برصغیر ہند و پاک میں مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کی سرکردہ شخصیات

حضرت علامہ شاہ سید اسماعیل حسن میاں قادری برکاتی مارہرہ مطہرہ، تاج العلماء علامہ سید محمد میاں قادری مارہرہ مطہرہ، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری بریلوی، مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفےٰ رضا خان قادری بریلوی، صدر الأفاضل علامہ سید نعیم الدین قادری مرادآبادی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی رضوی اعظمی، شیر بیشہ اہل سنّت علامہ حشمت علی خان قادری لکھنوی، عید الاسلام علامہ مفتی شاہ محمد عبد السلام رضوی جبل پوری، ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین رضوی بہاری، صدر العلماء علامہ رحم الٰہی منگلوری، علامہ محمود جان رضوی جام جودھ پوری، استاذ العلماء علامہ حسنین رضا خان قادری بریلوی، برہان ملت علامہ مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

جماعت کے موجودہ سرپرست قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ، حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری أدام اللہ فیوضہ علینا وعلی المسلمین، جبکہ اس کے قومی صدر شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضا خان قادری دام ظلہ العالی ہیں۔

اغراض ومقاصد

(۱) اسلامی تعلیمات کو عام کرنا، قرآن وسنت پر مشتمل دعوتی اور تبلیغی مواد قوم تک پہنچانا۔

(۲) اعدائے دین ومعاندین اہل سنت کی تحریر وتقریر اور ہر ممکن ذرائع سے سرکوبی کرنا۔

(۳) گمراہ فرقوں اور نام نہاد خودساختہ سنیوں کی تخریب کاریوں اور فریب کاریوں کا پردہ چاک کرنا۔

(۴) علماء اہل سنت بالخصوص امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیفات عصری پیرایہ میں شائع کرنا۔

(۵) امت مسلمہ کی مذہبی، سماجی، معاشی واخلاقی کی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے مضبوط لائحہ عمل تیار کرنا۔

(۶) اہل اسلام بالخصوص وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں باہم اتفاق واتحاد اور محبت وداد کی فضا قائم کرنا۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کی نمایاں خدمات

جماعت رضائے مصطفےٰ کی خدمات جلیلہ کی طویل فہرست ہے، جماعت کے پلیٹ فارم سے وہ عظیم کارنامے انجام دیئے گئے جن کی بروقت اہلسنت کو ضرورت تھی، جب شعائر اسلام پر پابندی کی کوشش کی گئی تو جماعت کے ذمہ داران حضرات نے قوم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں قدم رکھا، آزادی ہند کے موقع پر رام راج کے قیام نعرہ لگا تو جماعت نے آگے بڑھ کر اسلامیان ہند کے ایمان کی حفاظت کی ”شدھی تحریک“ کے نتیجے میں ایمان کی کھو چکے لوگوں کو دوبارہ مسلمان کیا، جماعت کی اشاعتی خدمات بھی قابل قدر ہیں، سیکڑوں کی تعداد میں بقیہ ص ۵۸ پر

٭ مضمون نگار جماعت رضائے مصطفےٰ ہیڈ آفس بریلی شریف میں شعبۂ تحقیق وترجمہ صدر ہیں۔

جشن صدسالہ عرس رضوی کی تیاری

جشن صدسالہ کے اہتمام کی طرف عملی پیش قدمی ۱۴۴۰ھ کو امام اہل سنت کے حوالے سے یادگار صدی بنانے کے لئے ۱۸/دسمبر ۲۰۱۷ء کو صبح ۱۰/تا ۱/بجے شہر گیا بہار میں ''البرکات فاؤنڈیشن'' گیا اور دوماہی رضائے مدینہ جمشید پور کی مشترکہ کوششوں سے خطیب اہل سنت حضرت علامہ مولانا سید محمد اقبال حسنی راقم الحروف عبدالمالک مصباحی ڈائرکٹر رضا فاؤنڈیشن و خطیب مدینہ مسجد آزادنگر جمشید پور جھارکھنڈ نیز مفکر ملت حضرت علامہ مولانا مفتی مظفر حسین رضوی مہتمم دارالعلوم غریب نواز روپن فتح پور گیا بہار کی پرخلوص دعوت پر ملک کے مایہ ناز اور شہرہ آفاق قلم کاروں، ادیبوں، شاعروں، دانشوروں، مفکروں اور جاں سوزوں کی ایک گراں قدر اور معنی خیز نشست منعقد ہوئی جس میں امام اہل سنت صدی نمبر کی تیاری اور اشاعت کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا گیا شرکاء کے اتفاق رائے سے یہ بات طے پائی کہ یہ نمبر پانچ اہم ابواب کا احاطہ کرتے ہوئے پانچ سیریز میں شائع کیا جائے، اس گراں بہا کام میں تعاون کے لئے ملک و بیرون ملک کی نامور شخصیات، قلم کاروں اور ادیبوں کی ایک نامکمل فہرست تیار کی گئی ہے مزید محققین اہل قلم کی جستجو جاری ہے، نمبر کے ابواب کی ذیلی ابواب و عنوانات سازی کی ذمہ داری ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ کو سونپی گئی ہے جبکہ بقیہ دیگر ذمہ داریاں داعی حضرات نبھائیں گے، نشست کے اہم شرکا میں چند نام یہ ہیں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری صاحب پٹنہ، علامہ ملک الظفر صاحب سہسرام، ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ، علامہ قمرالزماں مصباحی پٹنہ، مولانا تبارک حسین صاحب گیا، خوشتر سہسرامی صاحب، کچھ اور بھی مخلص علمائے کرام موجود تھے، تمام شرکاء کی زبان پر یہی رہا کہ صوری و معنوی ہر دو اعتبار سے نشست بہت کام یاب رہی، سید صاحب کی مہمان نوازی ان کی شخصیت اور خاندانی وجاہت کی منہ بولتی تصویر رہی۔

رپورٹ: عبدالمالک مصباحی
چیف ایڈیٹر دوماہی رضائے مدینہ، جمشید پور

حافظ محمد ہاشم قادری کو شان اسلام ایوارڈ

روحانی مرکز جمشید پور کی کمیٹی نے شہر کے مشہور، ڈاکٹر، انجینئرز، پروفیسرز اور علمائے کرام کی موجودگی میں جناب حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی کو ان کی دینی و سماجی، ملی اور اصلاحی خدمات کو سراہتے ہوئے ''شان اسلام ایوارڈ'' سے نوازا، پروگرام میں جناب ڈاکٹر الحاج نورالزماں صاحب، قاسم پرویز، شہدائے کربلا کمیٹی کے صدر عباس انصاری، انور علی، حاجی محمد قاسم صدیقی اور شہر کے دیگر اہم ذمہ دار لوگ موجود تھے۔

واضح رہے کہ حافظ محمد ہاشم صدیقی صاحب جمشید پور کے ایک متحرک و فعال سماجی خدمت گار، مخلص، سنجیدہ طبیعت داعی و مبلغ، زود نویس قلم کار کے طور پر پہچانے جاتے ہیں، انہوں نے شہر جمشید پور میں اپنی والدہ محترمہ کے نام ''مسجد ہاجرہ رضویہ'' کی تعمیر بھی کرائی ہے اور بہت سے اداروں میں ذمہ دار عہدوں پر بھی فائز ہیں۔

ملک و بیرون ملک کے رسائل و جرائد میں ان کے مضامین مسلسل شائع ہوتے رہتے ہیں، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، ماہ نامہ کنزالایمان دہلی، ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف، حج میگزین ممبئی، سدرہ چنئی، نورالحبیب پاکستان وغیرہ اور شہر جمشید پور کی بہت سی مسجدوں میں جمعہ کی خطابت کرنا، نماز پڑھانا و ہند و بیرون ہند کے اخبارات اور دنیا بھر کی ۲۳/بڑی ویب سائٹس جیسے جہان اردو، بصیرت آن لائن، اردو اسٹار نیوز، مضامین ڈیسک کوم، سیدھی بات وغیرہ میں دینی، سماجی اور اصلاحی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

عن قریب ہی سیرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حافظ صاحب کی کتاب ''اسوۂ رسول! چراغ راہ'' بھی شائع ہونے والی ہے، ملت کے اس عظیم الشان رہبر کو ''شان اسلام ایوارڈ'' دے کر روحانی مرکز کی مجلس منتظمہ نے اپنی شان بڑھالی ہے۔

رپورٹ: حسن رضوی، سابق ایم ایل اے
بانی: روحانی مرکز ساکچی جمشید پور، جھارکھنڈ

ص ۵۶ کا بقیہ......................................

کتب و رسائل بالخصوص کتب امام اہل سنت کی اشاعت کی، ویسے تو جماعت کی زرّیں خدمات میں صرف ''شدھی تحریک'' کا کارنامہ ہی اس کے بقائے دوام کے لئے کافی تھا۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کے شعبہ جات

(۱) شعبہ دعوت و تبلیغ (۲) شعبہ نشر و اشاعت (۳) شعبہ تالیف، ترجمہ و تحقیق (۴) شعبہ سیاسی و قانونی امور (۵) شعبہ صحافت (۶) شعبہ انفارمیشن ٹیکنالوجی (۷) شعبہ سماجی خدمات (۸) شعبہ تعلیم (۹) شعبہ قضاء و افتاء (۱۰) شعبہ امور اوقات و آثار قدیمہ (۱۱) شعبہ مالیات۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کی شاخیں

ہندو بیرون ہند میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی ۱۰۰ اُرسے زائد شاخیں ہیں جن کی نگرانی ہیڈ آفس بریلی شریف سے ہوتی ہے، کام کے لئے روڈ میپ تیار کرنا ہو یا سرگرمیوں کا تعین سب مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں انجام پاتے ہیں، اس لئے کہ مطمح نظر اللہ عزوجل اور اس کے مصطفےٰ کریم ﷺ کی رضا ہے۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کے سو سال

جماعت رضائے مصطفےٰ نے اپنے گزشتہ سو سالوں میں ملی، سماجی و مذہبی جو جلیل القدر خدمات انجام دی ہیں وہ اہل علم و دانش پر مخفی نہیں ہیں، ماضی میں جماعت کی عظیم القدر خدمات کے تناظر میں فی الوقت عوام و خواص اہلسنت کا اس سے منسلک ہونا اور جماعت کی توسیع اور اس کا مستحکم ہونا کتنا اہم تقاضا ہے یہ بھی اصحاب فکر و رائے پر پوشیدہ نہیں ہونا چاہئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری کی تعلیمات پر مشتمل یہ جماعت رضائے مصطفےٰ ہر فرد مسلم کی اشد ضرورت ہے لہٰذا تمام امت مسلمہ کو ۷ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ کو جماعت کے سو سال مکمل ہونے پر مبارکباد پیش کی جاتی ہے اور گزارش کی جاتی ہے کہ دین و مسلک کی ترویج و اشاعت کے لئے جماعت کی ممبر شپ حاصل کریں اور اپنے علاقوں میں اس کی شاخیں قائم کریں۔

رابطے کے اور نمبر: +91-7055078618, 7055078619, 7055078621, E-MAIL: jrmHeadoffice@gmail.com



مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
JANUARY - 2018
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallahu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ/فروری ۲۰۱۸ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

FEBRUARY-2018

- محبت الٰہی کے حصول کے اسباب
- تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں
- نوکری کا بڑھتا رجحان اور تجارت سے دوری
- تین طلاق کے خلاف بل! ذمہ دار کون؟
- قادیانی فتنہ اسلام کے خلاف ایک صیہونی سازش
- حضور مجاہد ملت اور فیضان بریلی
- حجۃ الاسلام اور عربی زبان و ادب
- وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
- اخلاق کی خوشبو

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ماہنامہ سنی دنیا

अब हिन्दी में भी

हिन्दी पढ़ने वालों के लिये एक अहम ख़ुशख़बरी

हुज़ूर ताजुश्शरिया की सरपरस्ती में मरकज़े अहले सुन्नत बरेली शरीफ़ से शाय होने वाला

माहनामा

सुन्नी दुनिया

जनवरी-2018 से हिन्दी में भी शाय हो रहा है।

हिन्दी पढ़ने वाले अपने दोस्त व अहबाब को इसका मेम्बर बनने के लिये हमारे एकॉन्ट में मेम्बर शिप की सालाना रक़म जमा कर के अपना मुकम्मल नाम व पता और रक़म की डिटेल 9411090486 पर WhatsApp कर दें या हमारे पते पर मनिऑर्डर भी कर सकते हैं, रक़म मिलते ही आपके पते पर रिसाला जारी कर दिया जायेगा।

सालाना 250/- सादा डाक से

सालाना 500/- रजिस्टर्ड डाक से

Account Details:
ASJAD RAZA KHAN
SBI A/C No. 10592358910
IFSC Code SBIN0000597

Mahnama Sunni Duniya, 82 Saudagaran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif, U.P. Pin - 243003
Cont: +91 9411090486,7055078619,9719918868

اہل سنت کی فلاح و بہبود کے لئے اور انکے ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ جماعت رضائے مصطفےٰ کے 100 سال پورے ہو رہے ہیں اس موقع پر جماعت رضائے مصطفےٰ کا

جشن صد سالہ

عظیم الشان پیمانے پر منایا جائے گا

احباب اہل سنت سے پر خلوص اپیل کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کے ممبر بنیں اور ملک کے ہر گوشے میں اسکی شاخیں قائم کر کے اس جشن صد سالہ کا حصہ بنیں۔

रास्ते के पते

Head Office:

JAMAT RAZA-E-MUSTAFA

Behind Dargah Alahazrat Saudagaran, Bareilly Shreeef (U.P.) 243003
+91 7055078618 / 7055078619 / 7055078621 / 7055078622

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

FEBRUARY-2018 جمادی الاول ۱۴۳۹ھ / فروری ۲۰۱۸ء

Vol. 3 جلد نمبر ۳

Issue 2 شمارہ نمبر ۲

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپوزیشن بے آر ایم ہیڈ آفس

سالانہ ۲۵۰ روپے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپے	سالانہ ۵۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے		دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

نوٹ: رسالے سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک پچھے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ جلد فہرست میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ کا پتہ Cont. Add دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
منظومات			
●	سرورِ عالم کا در ہے چپ رہو	مولانا سید اولاد رسول قدسیؔ	۵
●	تابشِ روئے صفا حامد رضا	ڈاکٹر امجد رضا امجد	۵
اداریہ			
●	تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں	محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی	۶
اسلامیات			
●	یکشنبہ کے فضائل و معمولات	مفتی صابر القادری فیضی	۱۱
●	نوکری کا بڑھتا رجحان اور تجارت سے دوری ایک لمحۂ فکریہ	حافظ محمد ہاشم قادری	۱۵
●	محبت الٰہی اور اس کے حصول کے طریقے	مفتی اسلم رضا قادری شیوانی	۲۱
●	اخلاق کی خوشبو	مولانا سید اولاد رسول قدسی	۲۵
سیرت رسول			
●	مصطفیٰ جان رحمت اور صبر و استقامت	ڈاکٹر مفتی ساحل شہسرامی	۲۷
اسلاف و اخلاف			
●	حجۃ الاسلام اور عربی زبان و ادب	ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ	۳۶
●	حضور مجاہد ملت اور فیضان بریلی	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری	۴۲
احوال وطن			
●	تین طلاق کے خلاف بل از مہ دار کیوں؟	پرویز عالم	۴۸
نقد و نظر			
●	قادیانی فتنہ! اسلام کے خلاف ایک صیہونی سازش	غلام مصطفیٰ رضوی	۵۱
عبادات			
●	وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے	علامہ رحمت اللہ صدیقی	۵۳
قند مکرر			
●	رضویوں کا وکیل	علامہ احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ	۵۸

کلماتِ حجۃ الاسلام

"اتفاق کی کوشش کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس اصل اعظم کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ہمیں اہل سنت کے ساتھ اتفاق کرنا اور انہیں ایک رشتہ میں مربوط کر کے ان کی منتشر قوت کو یکجا کرنا ہے......... مختلف مذاہب ملا کر ہرگز ایک نہیں کئے جا سکتے .... وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتا ہے اور جس کی بنیاد تکبر و غرور اور نفسانیت و خود نمائی کی زمین میں رکھی گئی ہے، اس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی، مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد و اعمال سے گو امتیاز قائم کیا ہے لیکن پیشہ اور حرفت و نسب کو ذریعہ جدال نہیں بنایا......... مسلمانوں میں کوئی حقیر و ذلیل نہیں ہے، ایک دوسرے سے محبت اور عزت کرو، خدارا ہوش میں آؤ اور تباہ کر ڈالنے والے غرور ترک کر دو۔"

[خطبہ صدارت]

منظومات

سرورِ عالم کا در ہے چپ رہو

از: علامہ سید اولادِ رسول قدسی

یاد ان کی ہم سفر ہے چپ رہو
ان کے جلووں پر نظر ہے چپ رہو

رحمتوں کی گود میں ہے میرا سر
ان کی مدحت کا اثر ہے چپ رہو

ان کے نورانی تصور میں ہوں گم
دل میرا رشکِ قمر ہے چپ رہو

چل رہی ہے فضل کی ٹھنڈی ہوا
شامِ حسرت کی سحر ہے چپ رہو

دولتِ ایمان نہ چھن جائے کہیں
سرورِ عالم کا در ہے چپ رہو

سنگِ اسود ان کی بوسہ گاہ ہے
معظم بخت ور ہے چپ رہو

سایہ اَفگن ہے فرشتوں کی قطار
ان کا در اور میرا سر ہے چپ رہو

ان کے دامن سے رہو لپٹے ہوئے
دین و دنیا کُل ادھر ہے چپ رہو

محفلِ میلاد کی تنویر سے
چرخِ برکت میرا گھر ہے چپ رہو

غیب داں ہیں وہ بفضلِ رب انہیں
ساری باتوں کی خبر ہے چپ رہو

ان کا گستاخ یوں ہی تا حیات
در بدر تھا در بدر ہے چپ رہو

ان کی راہوں سے جو کترا کے چلا
اس کا ساحل خود بھنور ہے چپ رہو

اختلاط ان کے عدو سے ایک پل
یہ نہ کہنا بے ضرر ہے چپ رہو

مسلکِ احمد رضا کے ما سوا
یہ نہ پوچھو حق کدھر ہے چپ رہو

ان کے غم میں اشک کا بہتا ہوا
قدسی ہر قطرہ گہر ہے چپ رہو

تابشِ روئے صفا حامد رضا

از: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

شمعِ بزمِ اصفیا حامد رضا
لمعِ جذبِ اتقیا حامد رضا

نازشِ اہلِ صفا حامد رضا
تابشِ روئے صفا حامد رضا

شاغلِ ذکرِ خدا حامد رضا
ناعتِ خیر الوریٰ حامد رضا

نیچی نظروں کی ادا حامد رضا
بے ریا و باحیا حامد رضا

لازم و ملزوم ہیں جو بھی کہیں
حجۃ الاسلام یا حامد رضا

حق نما حق آئینہ حق کی اذاں
حق صفت حق کی صدا حامد رضا

کائناتِ حسن میں چرچا ترا
ایسا تیرا حسن تھا حامد رضا

اہلِ بدعت اہلِ سنت ہو گئے
دیکھ کر چہرا ترا حامد رضا

بادۂ حبِ رضا میں مست ہوں
تو مرا ساقی بنا حامد رضا

میرے والد حضرت عبد الغفور
جن پہ تجھ کو ناز تھا حامد رضا

تیری نسبت پر سدا نازاں رہے
حامدی تھا سلسلہ حامد رضا

اور میں تاج الشریعہ کا غلام
جو ترا پرتو ہوا حامد رضا

اصفیا و اتقیا ان کے اسیر
جلنے والے اشقیا، حامد رضا

میں زمیں سے آسماں تک آگیا
اس سے بڑھ کر اور کیا حامد رضا

در حضور توست کردہ التجا
ننگِ خلق امجد رضا، حامد رضا

اداریہ

مولانا محمد عبدالرحمٰن [illegible]

طلاق ثلاثہ کے خلاف بل اور اس کے مضمرات ومحرکات کے تناظر میں لکھی گئی ایک چشم کشا تحریر

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

آر ایس ایس کے زہریلے خمیر سے اٹھنے والی بی جے پی جب اپنی شرمناک تگڑم بازیوں کے ذریعہ برسر اقتدار آئی تھی، اسی وقت یہ یقین ہو چلا تھا کہ ہندو مسلم میں نفرتوں کی آبیاری کرنے والی یہ پارٹی مذہبی عداوتوں کی فصل ضرور کاٹے گی لیکن وہ اس میں اتنی جلد بازی کرے گی، اس کا اندازہ ہرگز نہ تھا، اس حکومت کے آتے ہی اس کے سائے میں گئور کچھا کے نام پر بے قصور انسانوں کا قتل عام کیا جانے لگا، انھیں زندہ جلایا جانے لگا، لو جہاد کے نام پر نئی نسل کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دفن کیا جانے لگا، ہندو مسلم بھائی چارگی کی فضا کو منافرت کے زہر سے مسموم کرنے کی کوششیں ہونے لگیں، غرض کہ مسلمانوں کو ٹارگٹ کرنے کے نئے نئے طریقے اپنائے جانے لگے۔

مودی حکومت مسلم عورتوں کے ساتھ انصاف کرنے کے نام پر تین طلاق کے خلاف ایک ایسا بل لائی ہے جو عورتوں کو ''تاڑ سے ٹپکا، کھجور میں اٹکا'' کے تحت مزید مشکلات کی آگ میں جھونکنے والا ہے، طلاق کے بعد تو عورت ویسے ہی پریشان تھی، اب اور کورٹ کچہری کی صورت میں پریشانیاں دوچند ہو گئیں، پہلے کم از کم سابقہ قانون اور گاؤں سماج کے دباؤ میں شوہر سے اخراجات تو مل جاتے تھے جس سے عورت اپنا اور اپنے بچوں کا گزارا کر لیا کرتی تھی، اب تو وہ شوہر بھی جیل میں ہے، گاؤں سماج کچھ دلائے بھی تو کس سے؟ کون پرسان حال ہوگا؟ اب تو شوہر کے گھر والے بھی غم وغصہ میں ہوں گے کہ اس نے ان کے کماؤ فرد کو جیل میں بند کرا دیا اور اب چلی ہے گزارا بھتہ کی فرمائش کرنے، پہلے تو کسی حد تک سسرال والوں کی ہمدردیاں ساتھ ہوتی تھیں جنھیں اس نے خود ہی شوہر کو جیل بھیج کر ختم کر دیں۔

بی جے پی حکومتیں عام لوگوں کی فلاح وبہبود کے لئے کام کرنے کے بجائے آج ملک میں بیہودہ کام کر رہی ہیں جس سے ہندو مسلم منافرت کے شعلے بھڑکیں، کسان خودکشی کر رہے ہیں، نوجوان نوکریوں کے لئے دربدر بھٹک رہے ہیں، ملکی معیشت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے، غنڈہ گردی نئے نئے رنگ و روپ اختیار کر رہی ہے، قتل وغارت گری شباب پر ہے، زندہ انسانوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے، تعلیم کے نام پر لوگوں کا استحصال کیا جا رہا ہے اور غریبوں کے لئے تعلیم تو آج بھی ''جوئے شیر'' ہی کے مترادف ہے، کرپشن کی گرم بازاری ہے، عورتوں کی عزت وآبرو سرعام تار تار کی جا رہی ہے، مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ رکھی ہے، عام ہندوستانیوں کے بینک کھاتے ''مودی جی کے پندرہ لاکھ'' کی ایک پھوٹی کوڑی کو بھی ترس گئے، یہ وہ ضروری مسائل ہیں جو چیخ چیخ کر حکومت کے ساتھ ساتھ عام ہندوستانیوں کو بھی اپنی جانب توجہ دینے کی فریاد کر رہے ہیں، لیکن مرکزی حکومت کو ان سارے مسائل سے کہیں زیادہ اہم صرف مسلم عورتوں کے وہ معاملے نظر آ رہے ہیں جن کا تعلق اسلامی احکام سے ہے، جیسے یہ تین طلاق کا معاملہ۔

جب سے بی جے پی برسر اقتدار آئی ہے، عوام کے اصل مسائل چھوڑ کر اپنی پوری توانائی انھیں غیر ضروری معاملوں کو ہوا دینے میں صرف کر رہی ہے، یہ صورت حال کسی بھی جمہوری ملک کے لئے نہایت ہی خطرناک ہے، یہ حالات عام ہندوستانیوں سے اس امر پر سنجیدگی سے غور کرنے کا تقاضہ کر رہے ہیں کہ کیا ہم نے نکاح وطلاق کے مسئلے حل کرنے کے لئے بی جے پی کو اقتدار سونپا تھا؟ کیا ہم نے کھانے پینے کا ''مینو'' بنانے کیلئے ہندوستان کی باگ ڈور مودی جی کے ہاتھوں میں تھمائی تھی؟ کیا ہم نے مندر و مسجد بنانے کے لئے اس حکومت کو منتخب کیا تھا؟

اگر حکومت صحیح معنوں میں عورتوں کے ساتھ انصاف کی خواہاں ہوتی تو عام عورتوں کے لئے فلاح وبہبود، ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرتی نہ کہ عورتوں کو ہندو مسلم کے خانوں میں بانٹ کر؟ حکومت کا یہ عمل یہ واضح کرتا ہے کہ اسے دراصل کسی سے کوئی ہمدردی ہے ہی نہیں، خواہ وہ ہندو عورت ہو یا مسلم عورت! اسے تو صرف ہندو مسلم کارڈ کھیل کر اپنی سیاسی روٹی سینکنی ہے اور بس! ورنہ مودی جی سب سے پہلے ان ۴۰ لاکھ ہندو عورتوں کو انصاف دینے کی بات کرتے جنھیں ان کے شوہروں نے بغیر کسی طلاق کے چھوڑ رکھا ہے، انھیں ان کی تو کوئی فکر نہیں لیکن صرف ۲۹۰۰ سو مسلم عورتوں کی فکر انھیں کھائے جا رہی ہے؟ جبکہ یہ وہی مودی جی ہیں جن کے دور حکومت میں ان مسلم عورتوں کی سرعام عصمت دری کی گئی، زندہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چیر کر ان کے بچے قتل کر دیئے گئے، ان کے بیٹوں، شوہروں اور سرپرستوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے زندہ جلا دیا گیا، یہاں تک کہ مودی جی کے لوگوں نے قبروں سے نکال کر مسلم عورتوں سے "بلاتکار" کرنے کی حیا سوز باتیں کیں، مودی جی! یہ وہ وقت تھا جب آپ مسلم عورتوں سے ہمدردی جتاتے، یہ وقت تھا ان کو انصاف دلانے کا، اس وقت کہاں تھے آپ؟ اس وقت تو آپ خواب خرگوش کے مزے لیتے رہے اور آج اچانک آپ کے دل میں مسلم عورتوں سے ہمدردی کا طوفان امنڈنے لگا؟ جبکہ مسلم عورتوں کے ساتھ یہ معاملات پہلے ہی سے تھے، اس میں نیا کچھ بھی نہیں ہے جسے آپ نے آج پہلی بار دیکھا اور ان کے ہمدرد بن گئے۔

آپ اور بی جے پی کا مسلم عورتوں سے ہمدردی کا یہ کیسا دوغلا معیار ہے کہ جس وقت ان کے شوہروں کو زندہ جلا دیا جاتا ہے، سڑکوں پر دوڑا دوڑا کر مار دیا جاتا ہے، ٹرینوں میں ان کے لاڈلوں کو چاقوؤں سے گود کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، اس وقت آپ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، آپ کی زبان سے ہمدردی کے دو بول تک نہیں نکلتے لیکن جیسے ہی اسلامی احکام سے متعلق کوئی معاملہ سامنے آتا ہے، مسلم عورتوں سے آپ کی ہمدردی کے جذبات میں ایسی طغیانی آتی ہے کہ بس دیکھتے بنتی ہے، اپنے خود کے اعمال کا جائزہ لئے بغیر میدان میں کود پڑتے ہیں، مسلم بہنو! ہم نے اپنی والی کو بھلے ہی انصاف نہ دیا ہو مگر تمہیں تو ضرور دلائیں گے اور اس طرح دلائیں گے کہ تمہارے شوہر کو جیل میں بھیج کر اس کے بھوت سے تمہارا گزارا بھتہ دلائیں گے، اگر اس کا بھوت گزارا بھتہ دینے سے انکار کر دے تو تم ہمت نہ ہارنا، بھلے ہی تمہارے روٹی کے بھی لالے پڑ جائیں لیکن کورٹ کچہری کا چکر ضرور کاٹنا پر یہ کبھی مت کہنا کہ مجھے تو کھانے پینے تک کے لالے پڑے ہوئے ہیں، یہ کورٹ کچہری کا خرچ کہاں سے لاؤں گی؟ معاف کرنا! یہ تو کرنا ہی پڑے گا، آخر تمہیں انصاف جو چاہئے، بہنو! دراصل میری ہمدردی ذرا دوسری طرح کی ہے جو تھوڑی دیر سے سمجھ میں آتی ہے، اتنی دیر میں! جب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے، اس وقت بہنو! آپ کو یہ سمجھ میں آجائے گا کہ جو اپنی ایک بیوی کو بیوی کی طرح نہیں رکھ سکا، جو خود ایک کے ساتھ انصاف نہیں کر پایا وہ بھلا دیش کی سیکڑوں مسلم عورتوں کو کیا خاک انصاف دلا پائے گا؟! ارے یہ تو محض ایک جملہ بازی تھی جس کو تم بے وقوف مسلم عورتوں نے سچ سمجھ لیا، یہ سب جانتے ہیں کہ اپنے دیش میں جملہ بازی کا کھیل تو چلتا ہی رہتا ہے اور ہم نے تو اس میدان میں باقاعدہ پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔

یہ بات ملک کا ہر انصاف پسند شہری جان چکا ہے کہ حقیقت میں یہ مودی جی اور بی جے پی کی مسلم عورتوں سے ہمدردی نہیں بلکہ ایک چھلاوہ ہے، ایک حربہ ہے مسلم پرسنل لا میں دخل اندازی کا، ایک چور دروازہ ہے مسلمانوں کو اسلامی احکام سے دور و نفور کرنے کا، جو ان کے اہم خفیہ ایجنڈوں میں شامل ہے۔

کچھ اس بل کے بارے میں

سپریم کورٹ کے سینئر وکیل کپل سبل کے مطابق حکومت کے ذریعہ پارلیامنٹ میں پیش کئے گئے طلاق ثلاثہ بل کے تین اہم عناصر ہیں (۱) ایک مجلس کی تین طلاقیں خواہ وہ کسی بھی طور پر دی جائیں، کالعدم ہیں (۲) تین طلاق دینے والے کو مجرمانہ سزا دی جائے گی (۳) تین طلاق دینا ناقابل سماعت اور غیر

ضمانتی جرم ہوگا۔

ان کے مطابق حکومت نے اس بل میں طلاق ثلاثہ کو مجرمانہ عمل قرار دے کر اس کی سخت سزا مقرر کر کے مسلم مردوں کو نشانہ بنانے کی اپنی بدنیتی صاف ظاہر کردی ہے، اب مسلم مرد ایک دیوانی معاہدہ توڑنے کا مجرم ہوگا جبکہ نکاح کوئی مجرمانہ عمل نہیں ہے، اس بل کا دوسرا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس میں ایسا کہیں ذکر نہیں ہے کہ صرف مطلقہ ہی اپنے شوہر کے خلاف شکایت درج کرا سکتی ہے، بلکہ کوئی بھی یہ شکایت درج کرا سکتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور شکایت درج کرلی جائے گی پھر شوہر گرفتار کرلیا جائے گا، صرف کورٹ سے ہی اسے ضمانت مل پائے گی، اب یہ کورٹ کی مرضی پہ منحصر ہے کہ اسے ضمانت دے یا جیل ہی میں رکھے، قانون کا یہ پہلو کئی پریشان کن مسائل کا پیش خیمہ ہے، مثلاً کوئی بھی شخص اپنی ذاتی پرخاش کے سبب شوہر کے خلاف جھوٹی شکایت درج کرا کے اسے جیل بھجوا دے گا۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ حکومت کے مطابق جب طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تو پھر شوہر کو جیل کیوں بھیجا جارہا ہے؟ یعنی جرم ہوا ہی نہیں پھر بھی سامنے والا مجرم اور سزا کا مستحق؟ جب شوہر جیل میں ہوگا تو پھر مطلقہ کو نان ونفقہ کون دے گا اور کہاں سے دے گا؟ جب شوہر کو تین سال کے لئے جیل بھیج دیا جائے گا تو بیوی لازمی طور پر سڑک پر آجائے گی یعنی شوہر جیل میں، بیوی سڑک پر، مطلب پوری فیملی تباہی کے دہانے پر! تین سال تک عورت آخر کہاں رہے گی؟ اس کی کفالت کی ذمہ داری کون لے گا؟ کیا یہی مسلم عورتوں کے ساتھ انصاف ہے کہ اس کے لئے واپسی کے سارے دروازے بھی بند کردیئے جائیں؟

حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ مسلم پرسنل لا میں مداخلت نہیں کررہی بلکہ جنسی ناانصافی کا خاتمہ کررہی ہے، اگر حکومت اپنے اس قول میں سچی ہے تو سب سے پہلے ہماری ان ہندو عورتوں کو انصاف دلائے جو عام طور پر اپنے گھروں سے بغیر کسی طلاق کے باہر نکال دی جاتی ہیں اور کورٹ سے انصاف پانے کے لئے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوجاتی ہیں، ان کی عمریں ختم ہوجاتی ہیں لیکن انھیں انصاف نہیں ملتا، مگر ان ہندو عورتوں کی فکر کسی کو نہیں، ان کا ہمدرد کوئی نہیں، کیا یہ کسی ہمدردی کی مستحق نہیں؟

طلاق کے بعد مسلم عورتوں کو تو یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ ان کے شوہر نے انھیں طلاق دے دی ہے، اس لئے اب انھیں اس مسئلے سے ابرنے کی تدبیریں کرنی یا کرانی چاہئے، لیکن بے چاری ہندو عورتوں کو تو کافی دنوں تک یہ بھی نہیں معلوم ہو پاتا کہ ان کے پتی نے انھیں طلاق دے دی ہے، وہ بے چاری اس خوش فہمی میں مبتلا اپنی زندگی گزارتی ہیں کہ ان کا پتی، ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا موجود ہے، پتی کی طرف سے ملنے والی توجہات جب پہلے کے مقابلے میں کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہوجاتی ہیں تب ان پر یہ راز کھلتا ہے کہ ان کے اس پتی نے تو کافی دنوں پہلے ہی ان سے اپنا رشتہ ناطہ توڑ لیا ہے جس کے نام کا سندور وہ اب تک لگاتی آرہی ہیں، کیوں کہ ان کو بغیر کسی طلاق کے، کسی بھی بہانے سے گھر سے باہر کردیا جاتا ہے۔

مودی جی! ان کا کیا قصور تھا کہ ان کے پتی نے جب جی میں آیا، انھیں بغیر طلاق دیئے اور بغیر بتائے اپنی خوشحال زندگی، گھر بار سے دور کردیا؟ ان کا کون پرسان حال ہوگا؟

ایک سروے کے مطابق مسلمانوں میں تین طلاق کے واقعات محض ۲۹۰۰ رسو ہیں جبکہ ہندوؤں میں بغیر کسی طلاق کے یہ واقعات ۲۰ رلاکھ سے زائد ہیں، یعنی مسلم عورتوں کے مقابلے ۱۹ رلاکھ ۹۷ ہزار ایک سو ہندو عورتوں کو بغیر طلاق کے چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں کسی کو بھی جنسی ناانصافی نظر نہیں آتی، اس معاملے میں کسی کو بھی جینڈر جسٹس کی فکر نہیں ہوتی، فکر کس کی کی جاتی ہے صرف ۲۹۰۰ ر انتیس سو عورتوں کی جبکہ ۲۰ رلاکھ عورتوں کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے، آخر کیوں؟ دال میں ضرور کچھ کالا ہے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ پوری کی پوری دال ہی کالی ہے۔

کیسی اندھیر نگری ہے کہ ایک شخص کو ۲۹ رزخم لگے ہیں جبکہ دوسرے شخص کا پورا جسم ہی زخموں سے چور ہے، اب آپ ہی بتایئے کہ پہلے علاج کا حقدار کون ہے؟ ۲۹ رزخم والا یا زخموں

سے چور جسم والا؟ کوئی معمولی سی عقل والا بھی یہی کہے گا کہ زخموں سے چور جسم والا ہی پہلے علاج کا حقدار ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی ۲۹ رزخم والے کو ہی پہلے علاج کا حقدار گردانے اور کہے کہ مجھے اس سے ہمدردی ہے کیوں کہ اس کے جسم پر ۲۹ رزخم لگے ہیں تو پھر کوئی سرراہ چلنے والا بھی یہ کہہ دے گا کہ کہیں تو اندھا تو نہیں ہو گیا؟ تیری مت تو نہیں ماری گئی ہے؟ ارے تجھے ۲۹ ر زخم والا نظر آ گیا اور کہیں یہ دوسرا شخص جس کا پورا جسم زخموں سے چور چور ہے، نظر نہیں آیا؟ اگر تو سچ میں انصاف پسند ہے تو سب سے پہلے اس کا علاج کرا جس کا پورا جسم زخموں سے چھلنی ہے۔ اگر نہیں! تو نہ تو اس کا ہمدرد ہے نہ اس کا! اب یہ ہمدردی کا ڈھونگ چھوڑ اور بھاگ یہاں سے۔

تین طلاق کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ تین طلاق کو تو مذہب میں بھی ناپسندیدہ اور برا مانا گیا ہے تو جو بات مذہبی طور پر بری ہے، وہ قانونی اعتبار سے اچھی کیسے ہو سکتی ہے؟ لہٰذا یکبارگی تین طلاقیں نہیں مانی جائیں گی۔

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ بغیر شادی یا نکاح کے کسی بھی لڑکا لڑکی کا "میاں بیوی" کی طرح رہنا کسی بھی مذہب میں جائز نہیں سمجھا گیا ہے تو پھر "لیو ان ریلیشن شپ" کو کس بنا پر لیگل قرار دیا ہے؟ اسی طرح "ہم جنس پرستی" بھی کسی مذہب میں جائز و درست نہیں قرار دی گئی ہے پھر بھی اسے کس بنا پر قانونی تحفظ حاصل ہے؟

ہندو لا میں شادی سات جنموں تک کا رشتہ ہے، شاید اسی لئے وہاں طلاق کا تصور بھی نہیں، لیکن قریب ۵۰-۵۵ رسال پہلے خصوصی بل لا کر ہندو لا میں بھی "طلاق" کا "پراودھان" کیا گیا، آخر کیوں؟ جب طلاق اتنی ہی بری چیز ہے تو جس مذہب میں طلاق کا تصور تک نہیں اس میں طلاق کا "وشیش پراودھان" کرنے کا کیا مطلب ہے؟

مودی جی کہیں گے کہ صاحب ہم "طلاق" کے نہیں "تین طلاق" کے خلاف ہیں، تو ہمارا جواب ہوگا: جناب! آپ نہ طلاق کے حق میں ہیں نہ تین طلاق کے خلاف! کیوں کہ آپ نے تو "جسودا بین" کو بغیر کسی طلاق کے چھوڑ رکھا ہے، آپ نے انھیں نہ ایک طلاق دی نہ تین، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سرے سے طلاق ہی کے مخالف اور بغیر کسی طلاق کے بیوی کو چھوڑ دینے کے حامی ہیں، آپ کو تو یہ پرچار کرنا چاہئے کہ مترو! خبردار بیوی کو کبھی طلاق مت دینا، اگر چھوڑنا ہی ہے تو ویسے ہی چھوڑ دو تاکہ بیوی کو یہ پتا بھی نہ چلے کہ اس کے شوہر نے اسے چھوڑ دیا ہے، اس سے تم دنیا اور سماج کی نظر میں اچھے بھی بنے رہو گے اور بیوی تم پر ہرجے خرچے کا مقدمہ بھی نہیں کر سکے گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ طلاق دینے کے باوجود بھی تم طلاق یا تین طلاق کے خلاف عورتوں کے ہمدرد بھی بن جاؤ گے۔

مودی جی! آپ کی "کرنی" آپ کی "کتھنی" کا پول کھول رہی ہے اور آپ کا "ڈبل رول" دنیا دیکھ رہی ہے پھر بھی ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

طلاق ثلاثہ کے خلاف قانون بنانے میں آپ کی حکومت نے جس جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے اسے دیکھتے ہوئے صاف طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام درج کرانے کے علاوہ حکومت کا کوئی اور مقصد تھا ہی نہیں، ورنہ "تین طلاق واقع نہیں ہوگی پھر بھی شوہر کو مجرم قرار دے کر اسے تین سال کی سزا ہوگی" جیسے مضحکہ خیز دفعات اور "شوہر جیل میں رہ کر بھی بیوی کو گزارا بھتہ دے گا" جیسی کمیوں کا وجود کیا معنی رکھتا ہے؟

دراصل حکومت کو عورتوں کے کسی بھی حقیقی مسئلے سے کوئی سروکار نہیں ورنہ آج ہمارے ملک میں عورتوں سے متعلق ہی ایسے بہت سارے مسائل ہیں جو فوری توجہ اور حل کئے جانے کے مستحق ہیں مگر مودی جی کو اس سے کیا؟ انھیں تو اپنے آقاؤں کو خوش کرنا ہے جو وہ نہایت ہی کامیابی کے ساتھ کر رہے ہیں، ملک کی جمہوریت دم توڑتی ہے تو توڑ دے، ہندوستان دنیا میں بدنام ہوتا ہے تو ہوتا رہے، وہ تو بس "مست رہو مستی میں، آگ لگے بستی میں" گنگناتے جا رہے ہیں۔

ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ ملک کی روایت رہی ہے

ادارِیہ

کہ کسی بھی مسئلے پر قانون بنانے کے لئے اس معاملہ کے ماہرین کے مشورے کی روشنی میں ایک بل کی ڈرافٹنگ عمل میں آتی ہے پھر حزب اقتدار اسے لوک سبھا میں پیش کرتا ہے، جہاں حزب اختلاف کے ساتھ ساتھ دیگر متعلقہ افراد بھی اس پر سوال وجواب کرتے ہیں، تب جا کر کثرت رائے سے کوئی بل یا قانون منظور کیا جاتا ہے اور اس عمل کو مزید یقینی بنانے کے لئے ۱۹۹۳ء میں باقاعدہ ایک ''اسٹینڈنگ کمیٹی'' کی تشکیل بھی عمل میں آچکی ہے، لیکن طلاق ثلاثہ کے خلاف قانون سازی کے سلسلے میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوا جبکہ اپوزیشن نے بار بار اس کا مطالبہ بھی کیا۔

دراصل یہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے آر ایس ایس کا ایک نیا فارمولہ ہے جسے پورا کرنے کا بیڑا مودی جی نے اٹھایا ہے اور وہ جمہوریت کی پرواہ کئے بغیر رفتہ رفتہ اپنے اس مقصد کی طرف بڑھ بھی رہے ہیں، انھیں اس سے کوئی مطلب نہیں کہ ملک کہاں جارہا ہے؟ عالمی سطح پہ ہندوستان کی کیا شبیہ بن رہی ہے؟ ہندوستان کی جمہوریت اور اس کی گنگنا جمنی تہذیب اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے، حد تو یہ ہے کہ اب ملک کا سپریم کورٹ بھی اس خطرہ کو محسوس کرنے لگا ہے، مگر افسوس کہ آج حکمرانوں کا ضمیر اس قدر مردہ ہو چکا ہے کہ یہ ساری باتیں ''نقارخانے میں طوطی کی آواز'' ہی ثابت ہو رہی ہیں۔

مسلمان ماضی اور حال کے آئینے میں

مسلمانو! بے حسی کی حد ہو گئی، اب تو خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، موجودہ ملکی حالات تم سے اپنے اعمال کا احتساب کرنے کا تقاضہ کر رہے ہیں، ذرا ماضی کے آئینے میں خود کو دیکھو، تم اتنے بدل گئے ہو کہ اب خود کو بھی نہیں پہچان پاؤگے، تم خود سوچ میں پڑ جاؤگے کہ کیا یہ تمہی ہو؟ کیا شکل بنالی ہے، ماضی میں بشکل مسلمان تم ایسے تو نہیں تھے، تمہاری شکل وصورت، تمہارے اعمال اور تمہارے قول وکردار میں اسلام مجسم نظر آتا تھا، تمہیں دیکھ کر لوگ اسلام کو جانتے اور اپناتے تھے، برائیاں تم سے کوسوں دور تھیں، تمہاری خوش اخلاقیوں کا چہار دانگ عالم میں چرچہ تھا، نیک نامیاں تمہارے گھر کی باندیاں اور کامیابیاں تمہاری چاکری کیا کرتی تھیں، دنیا تم سے طرز معاشرت کی خیرات لیتی تھی، تمہاری زبان ہی لاکھوں کی ضمانت ہوا کرتی تھی، تمہارے کردار پر اغیار بھی ایمان لاتے تھے، تمہاری عدالت اور انصاف پسندی دشمنان اسلام بھی تسلیم کرتے تھے، دیگر اہل مذاہب اپنے فیصلے تم سے کرایا کرتے تھے۔

آج کیا سے کیا ہو گئے تم؟ غیر تو غیر آج اپنے بھی تم پر اعتماد نہیں کرتے، تمہاری شکل وصورت، تمہارے اعمال اور تمہارا قول وکردار دیکھ لوگ اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں، برائیاں تمہاری پہچان بن گئیں ہیں، بداخلاقیاں تمہارا شیوہ اور ناکامیاں تمہارا مقدر بن گئیں ہیں، دوسروں کو درس حیات دینے والی قوم آج ناکام زندگی کی علامت بن گئی ہے، جھوٹ، غیبت، عیاشی، شراب نوشی، قمار بازی، زناکاری، بدعہدی، بدتہذیبی، حق تلفی، ناانصافی، ماں باپ سے بدسلوکی، بیوی بچوں کے ساتھ ظلم وزیادتی اور بات بات پر طلاق بازی تمہاری زندگی کا حصہ بن گئی ہے۔

اس پر ستم یہ کہ تم نے اپنے خالص شرعی معاملات میں اغیار کو مداخلت کا موقع فراہم کیا، جس کا نتیجہ ہے کہ آج غیر شرعی احکام تم پر تھوپنے کی جرأت کی جارہی ہے، ان حالات کے تدارک کے لئے ایک صدی قبل ہی مفکر اسلام امام احمد رضا خاں قادری بریلوی نے یہ فکر دی تھی کہ مسلمان اپنے باہمی نزاع کا تصفیہ شرعی طریقے سے کریں تاکہ اغیار کو کسی بھی شرعی معاملہ میں مداخلت کا موقع سرے سے مل ہی نہ پائے، آپ نے فرمایا تھا:

''ان معدود (چند) باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی (مداخلت) ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔''

اگر اس مخلص مفکر کی بات پر عمل کرتے ہوئے تم نے نکاح وطلاق اور اپنے دیگر عائلی مسائل کے تصفیہ کے لئے کورٹ کچہری کے بجائے اپنے دارالافتا اور دارالقضا سے رجوع کیا ہوتا تو یقیناً آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

بقیہ ص ۲۳ پر

یوم یکشنبہ کے فضائل و معمولات

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

یوم یکشنبہ یعنی اتوار دنیا کے ایام کا پہلا دن ہے، حدیث پاک کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتوار کے متعلق صحابۂ کرام نے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"یوم غرس و عمارتہ قالوا کیف ذلك یا رسول الله قال ان فیه ابتداء الله تعالی الدنیا و عمارتها. یہ دن بونے اور عمارت بنانے کا ہے صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یہ کس طرح یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ اتوار کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کی عمارت کی ابتدا فرمائی۔" [غنیۃ الطالبین ج ۲ ص]

یہی وجہ ہے کہ اتوار کے دن باغ لگانا کھیت بونا اور مکان کی تعمیر کرنا وغیرہ باعث برکت و فضیلت ہے اتوار نصرانیوں کے عید کا دن بھی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جمعہ کے دن عید منانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری عید کے بعد یہودیوں کی عید ہو اس لئے کہ یہودیوں کی عید اتوار کے روز ہوتی ہے چنانچہ انھوں نے اتوار کے دن کو عید کا دن بنایا اس لئے کہ ان کے خیال کے مطابق یہ کاموں کی ابتدا کے لئے بہتر اور عمدہ دن ہے۔ [عجائب المخلوقات، ص ۴۳]

اتوار کے روز ناخن تراشنا اور کپڑا کاٹنے کی ممانعت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اتوار کے دن اپنے ناخن تراشے گا تو خوش حالی اس سے دور ہو جائے گی فقر و افلاس میں مبتلا ہوگا۔ [علم الیقین، ص ۷۴]

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کپڑا قطع کرنے میں بھی احتیاط لازم ہے اس لئے کہ جو شخص یکشنبہ یعنی اتوار کے دن کپڑا قطع کرے گا تو اس کپڑے کے استعمال تک ہمیشہ بیمار رہے گا اور اتوار کے دن قطع کیا ہوا کپڑا اس کے لئے مبارک نہ ہوگا۔ [ایضاً]

یوم اتوار کے اہم واقعات

خلاق کائنات نے یوم اتوار کو دوزخ کی تخلیق فرمائی اور اس کے سات دروازے بنائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم. اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔ [۱۴، سورۂ حجر]

دوزخ کے سات طبقے ہیں

(۱) ایک جہنم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وان جهنم لموعدهم اجمعين. اور بیشک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔ [۱۴، سورۂ حجر]

(۲) دوسرے طبقہ کا نام سعیر ہے خداوند قدوس فرماتا ہے: ويصلى سعيرا.

(۳) اور تیسرے طبقہ کا نام سقر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ما سلككم في سقر.

(۴) اور چوتھے طبقہ کا نام جحیم ہے ارشاد ربانی ہے: وبرزت الجحيم للغاوين.

(۵) اور دوزخ کے پانچویں طبقہ کا نام حطمہ ہے قرآن عظیم میں ہے: وما ادراك ما الحطمة.

(۶) اور دوزخ کے چھٹے طبقہ کو لظی کہتے ہیں جیسا کہ رب قدیر کا ارشاد ہے: كلا انها لظى.

(۷) اور دوزخ کے ساتویں طبقہ کا نام ہاویہ ہے اللہ رب العزت

کافرمان ہے: فأمه هاوية۔

دوزخ کے سات طبقات کی وضاحت

طبقہ اولی: طبقہ اولی میں فرشتہ ندا کرتا ہے: ویل یومئذ للمکذبین۔

طبقہ ثانیہ: دوسرے طبقہ میں فرشتہ کی یہ ندا ہوتی ہے: ویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون۔ یعنی خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔

طبقہ ثالثہ: تیسرے طبقہ میں فرشتے کی یہ آواز ہوتی ہے: ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالا و عدده یحسب ان ماله اخلده کلا لینبذن فی الحطمة۔ خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منھ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا، کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں پھینکا جائے گا۔ [پ ۳۰ سورۂ ہمزہ]

طبقہ رابعہ: چوتھے طبقہ میں فرشتہ یوں پکارتا ہے: فویل لهم مما كسبت ايديهم۔ یعنی خرابی ہے ان کے لئے ان کی ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے۔

طبقہ خامسہ: پانچویں طبقہ میں فرشتہ کی یہ صدا آتی ہے: وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکاة۔ یعنی خرابی ان مشرکوں کے لئے جو زکات ادا نہیں کرتے۔

طبقہ سادسہ: چھٹے طبقہ میں فرشتہ اس طرح ندا کرتا ہے: فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر الله۔ یعنی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہیں۔

طبقہ سابعہ: ساتویں طبقہ میں فرشتہ یوں ندا کرتا ہے: ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوهم او وزنوهم یخسرون۔ کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے حساب لیں پورا لیں اور جب انہیں ناپ تول کر دیں تو کم کر دیں۔ [پ ۳۰ سورۂ تطفیف]

یاد رہے کہ ساتویں طبقہ کے لوگ یہ پکارتے رہتے ہیں، ونادوا یا مالك لیقض علینا ربك قال انکم ماکثون۔ اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے وہ فرمائے گا کہ تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔ [پ ۲۵ سورۂ زخرف]

چھٹے طبقہ کے رہنے والے یہ پکاریں گے: ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب۔ یعنی اپنے رب کو پکارو وہ ہم سے ایک دن عذاب میں تخفیف فرمادے۔

پانچویں طبقہ کے لوگ اس طرح ندا کرتے ہیں: ربنا ابصرنا و سمعنا۔

اور چوتھے طبقہ کے رہنے والے لوگ یہ آواز لگاتے ہیں: ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتك و نتبع الرسل۔ اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔ [پ ۱۳ سورۂ ابراہیم]

تیسرے طبقہ کے لوگ یہ آواز لگاتے ہیں: ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظالمون۔ اے رب ہمارے ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ایسی ویسی کریں تو ہم ظالم ہیں۔ [پ ۱۸ سورۂ مومنون]

دوسرے طبقہ کے لوگ یہ پکاریں گے: ربنا غلبت علینا شقوتنا و کنا قوما ضالین۔ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ [پ ۱۸ سورۂ مومنون]

اور جو لوگ پہلے طبقہ میں ہیں وہ یہ ندا کریں گے: یا حنان، یا منان [کتاب السعیات للشیخ الامام ابو نصر محمد عبد الرحمن ہمدانی]

رب العالمین نے اپنے مقدس اور پاکیزہ کلام پاک میں فرمایا: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ [پارہ ۳۰ سورۂ والتین]

سبحان اللہ ثم سبحان اللہ! خلاق کائنات نے بنی آدم کو اچھی شکل وصورت عطا فرما کر اس میں سات بڑے اعضا پیدا فرمائے اور ۷۰۰/ جوڑ، ۱۴۸/ ہڈیاں اور ۳۶۰/ سو ساٹھ رگیں اور ۱۲۴۰۰۰/ بالوں کے منبت یعنی بالوں کے اگنے کی جگہ اور دو ہاتھ اور دو پاؤں، دو آنکھیں، دو کان اور باقی اعضا پیدا فرمائے اور ان سب کی زندگی صرف ایک روح سے باقی ہے۔

اسی طرح عرش و کرسی، لوح و قلم، آسمان و زمین، انہار و ابحار، انبیاء و ملائکہ، جن و انس اور عرش سے فرش تک، فلک سے

سمک تک اور بلندی سے تحت الثریٰ تک اجناس وانواع مختلف صورتوں میں موجود ہیں حالانکہ ان کا خالق فقط واحد قہار و جبار عزیز ہے جل جلالہ۔

یوم احد کی وجہ تسمیہ

احد اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے خلاق عالم خود اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے: قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد اے محبوب آپ فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔
[پارہ ۳۰، سورۂ اخلاص]

یاد رہے کہ قرآن پاک میں لفظ احد سات معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) کلمہ احد سے مراد ذات خداوندی ہوتی ہے جیسا کہ قل ھو اللہ احد، اور ایحسب ان لم یرہ احد، اور ان لن یقدر علیہ احد
ان مقامات میں احد سے مراد صرف باری تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

(۲) کلمہ احد کا اطلاق مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کی ان دو آیتوں میں احد سے مراد ذات مصطفوی ہی ہے۔

(۱) اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم واللہ خبیر بما تعملون۔ جب تم منہ اٹھائے چلے آتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا اور معافی اس لئے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اسکا رنج نہ کرو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ [پ ۴، سورۂ آل عمران]

(۲) ولا نطیع فیکم احدا ابدا۔ اور ہم ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی یعنی حضور پرنور کی اتباع نہ کر پائیں گے۔
[پ ۲۸، سورۂ حشر]

(۳) اور احد کا اطلاق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی آیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ اور کسی کا یعنی حضرت بلال کا اس پر یعنی حضرت ابوبکر صدیق پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔
[پ ۳۰، سورۂ لیل]

(۴) اور کلمہ احد سے کبھی یملیخا جو اصحاب کہف میں سے تھا مراد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکی طعاما فلیاتکم برزق منہ۔ اور اپنے میں ایک کو یعنی یملیخا کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو پھر وہ غور کرے کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے تمہارے لئے اس میں سے کھانے کو ملائے۔ [پ ۱۵، سورۂ کہف]

(۵) اور کبھی کلمہ احد کا اطلاق دقیانوس پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا۔ اور چاہئے کہ نرمی کرے اور ہرگز کسی کو یعنی دقیانوس کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ [پ ۱۵، سورۂ کہف]

(۶) اور کلمہ احد کا اطلاق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں یعنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے باپ نہیں ہیں، ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ [پ ۲۲، سورۂ احزاب]

(۷) اور کبھی کلمہ احد کا اطلاق مخلوقات کے کسی ایک فرد پر بلاتعیین آتا ہے، اللہ رب العزت جل شانہ حکم دیتا ہے: ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ [پ ۱۶، سورۂ کہف]

توضیح

مذکورہ بالا عبارتوں سے ثابت ہوا کہ احد اللہ تعالیٰ کا ایک

نام ہے تو یوم الاحد یعنی اتوار کے دن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب نصاریٰ نے کہا ھذا یومنا یعنی احد اتوار کا دن ہمارا دن ہے تو خداوند کریم جل جلالہ نے ان نصاریٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا یوم الاحد یعنی یہ تو اللہ کا دن ہے۔

[کتاب السرعات فی موا عظ البریات ص ۴۲]

یوم اتوار کا روزہ

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صوموا یوم السبت و الاحد و خالفوا الیھود والنصاریٰ۔ ہفتہ اور اتوار کو روزہ رکھو اور یہودیوں اور نصرانیوں کی مخالفت کرو۔

[غنیۃ الطالبین ص ۷]

اتوار کے روز کے نوافل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان اتوار کے دن چار رکعت نماز نفل پڑھے اور اس کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ یعنی الحمد اور امن الرسول آخر تک پڑھے تو جس قدر نصرانی مردوں عورتوں کی تعداد ہے ان کی گنتی کے برابر اللہ تعالیٰ نیکیاں عطا فرماتا ہے اور اس کو ایک پیغمبر کا ثواب بھی مرحمت فرماتا ہے اور حج و عمرہ کا ثواب بھی اس کے نام لکھ دیتا ہے اور ہر ایک رکعت کے عوض میں ایک ہزار نماز کا ثواب عطا فرماتا ہے اور ہر ایک حرف کے بدلے میں اس کو بہشت میں ایک نہر بخشتا ہے جو مشک واذفر سے بھرا ہوا ہوگا۔

مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اتوار کے دن نماز نفل بہت پڑھا کرو اور اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لا شریک جانو اور اگر کوئی اتوار کے دن نماز ظہر کے بعد یعنی جب فرض و سنتیں پڑھے تو چار رکعت نماز نفل پڑھے اور اس کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور الم السجدہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ ملک یعنی تبارک الذی پڑھے اور تشہد کے بعد سلام پھیرے اور اس کے بعد اور دو رکعت پڑھے اور اس کی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ جمعہ پڑھے، سلام کے بعد جو حاجت رکھتا ہو اپنے معبود حقیقی سے اس کی درخواست کرے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی وہ حاجت پوری فرمادے گا اور اسے دین نصاریٰ سے محفوظ رکھے گا۔ [غنیۃ الطالبین ص ۱۳۰]

اتوار کی رات کے نوافل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اعظم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی اتوار کی رات بیس رکعات نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پچاس اور معوذتین ایک ایک دفعہ پڑھے اور بعد نماز سو مرتبہ استغفار پڑھے اور سو مرتبہ اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے استغفار کرے اور آقائے کریم ﷺ پر سو بار درود شریف پڑھے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے اور خدائے تعالیٰ کی طاقت و قوت کی طرف متوجہ ہو اور پھر یہ پڑھے: اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان آدم صفوۃ اللہ و فطرتہ وابراھیم خلیل اللہ عز وجل وموسیٰ کلیم اللہ تعالیٰ و عیسیٰ روح اللہ مسیحہ و محمد حبیب اللہ عز وجل تو اس شخص کو ان لوگوں کی تعداد کے برابر اجر و ثواب دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کو بیٹا قرار دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا ثابت نہیں کرتے۔

نیز اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ان لوگوں کے ساتھ اٹھائے گا جو امن پانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذمے کرم پر ہے کہ اپنے انبیاء وکرام علیہم السلام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے۔ [احیاء العلوم، جلد اول، صفحہ ۲۰۴]

آخر میں ہم دعا گو ہیں کہ مولائے کریم مجھے اور تمام خوش عقیدہ مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

■■■

نوکری کا بڑھتا رجحان اور تجارت سے دوری!

ایک لمحۂ فکریہ

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

تمام تعریفیں ہیں اللہ رب العزت کے لئے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، اللہ پاک ہر مخلوق کو رزق عطا فرماتا ہے، اسی طرح انسانوں کو بھی زندہ رہنے کی بنیادی ضرورتوں میں ہوا، پانی کے ساتھ کھانا بھی انتہائی ضروری ہے، کھانے کے لئے اور زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے انسان کو کچھ نہ کچھ کام کرنا بھی ضروری ہے، جس سے وہ روپئے کما کر اپنی اور اپنے ذمے جو لوگ ہیں ان کی بھوک پیاس کے ساتھ ساتھ ان کی دیگر ضروریات پوری کرے۔

موجودہ دور میں انسانوں کے رہنے سہنے، کھانے پینے کے انداز بدل گئے ہیں، جس کے لئے کمانا اور ضروری ہو گیا ہے، حضرت انسان اس میں ایسا مشغول ہوتا جا رہا ہے جو صرف کمانے کو ہی مقصد حیات بنالیا ہے، جو کہ یقیناً نقصان دہ ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں جو شخص اپنے آپ کو ہمہ تن اور ہر وقت دنیا کمانے میں مصروف رکھتا ہے، وہ بدنصیب ہے، اسی طرح جو شخص خدائے تعالیٰ پر توکل و اعتماد کے بہانے اپنے آپ کو آخرت کے لئے دن رات مصروف رکھتا ہے، وہ بھی کم نصیب ہے، دنیا میں رہو مگر دنیا کے ہو کر نہ رہ جاؤ۔

اعتدال یہ ہے کہ آدمی دنیا میں مصروف ہو کر کمائے، مگر آخرت کو بنانے میں بھی لگا رہے، یعنی دنیا کمانے میں بھی، آخرت کے کام بنانے میں بھی لگا رہے اور اس طرح زندگی گزارنا افضل عبادات اور جہاد بھی ہے، بڑے واضح انداز میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت موجود ہے ”کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک قوی نوجوان ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے افسوس کیا، کہ اتنے سویرے سے راہ خدا میں اس کو اٹھنا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیوں کہ اگر وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں کو لوگوں سے بے پرواہ کرنے جا رہا ہے تو بھی وہ راہ خدا میں ہے۔“ [کشف القلوب ج۔2 ص۔82]

بھیک منگوں و محتاجوں سے پاک معاشرہ ہو

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح انداز میں کسب معاش [روزی کمانے] کے دونوں رخ کھول دے، نوکری بھی کر سکتا ہے، اور تجارت بھی، کسب معاش پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا زور دیا ہے، محتاجی و بیکاری سے بچنے اور سماج و سوسائٹی کو بھیک منگوں و محتاجوں سے پاک رکھنے کے لئے حصول رزق کی کتنی اعلیٰ تعلیم دی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مخلوق سے بے نیاز ہوا اور عزیز و اقارب و پڑوسیوں کے ساتھ صلہ رحمی میں لگا رہا، قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور و تاباں ہوگا۔

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا تاجر قیامت کے دن صدیقین و شہدا کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور فرمایا: کہ ہنر مند و حرفت [کاریگر] والے مسلمان کو خدائے تعالیٰ دوست رکھتا ہے، پیشہ ور لوگوں کی کمائی سب چیزوں سے حلال ہے اگر وہ نصیحت بجا لائے۔

کسب معاش کی اہمیت و افادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، کیوں کہ محتاجی و فقر کی حالت میں ایمان کی سلامتی خود ایک عظیم امتحان سے کم نہیں ہے۔

بھکاریوں کے دوڑ میں مسلمان آگے

مسلمانوں کی غریبی اور ان کے پچھڑے پن کو لے کر بڑی بڑی باتیں ہو رہی ہیں، لیکن افسوس نہ حکومتیں اس معاملے میں سنجیدہ

*مضمون نگار مسجد باجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب و امام ہیں۔

ہیں اور نہ مسلمان بھی ترقی کا زینہ تعلیم سے مسلمان ابھی تک پوری طرح جڑ نہیں سکے ہیں، ڈاکٹر و انجینئر بننے کے بجائے بھکاریوں کی صف میں مسلمان آگے نکل گئے ہیں، تعلیم ہی انسان کو ہر طرح کی ترقی و سوجھ بوجھ سے آگے بڑھنے کا راستہ بتاتی ہے، اس سے ہم دور ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے علم حاصل کرنے کے لئے اگر چین بھی جانا پڑے تو جائیں، لیکن تعلیم سے ہی مسلمان بہت کمزور ہیں جس کی وجہ سے آج سب سے پچھڑی قوم مسلمان ہو گئی ہے۔

سچر کمیٹی کی سفارشات نہ لاگو ہوئیں اور نہ ہی لاگو ہونے کی امید ہیں، مسلمان بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، حکومت کی طرف نظر اور آس لگائے ہوئے ہیں، خود کچھ کر گزرنے کی ہمت تو دور کی بات، سوچ و چار بھی نہیں کر رہے ہیں، سچر کمیٹی کی رپورٹ کا زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ نے ساری قلعی کھول دی، جب سچر کمیٹی کی رپورٹ سامنے آئی تو کئی مسلم طبقے آگے آئے اور مسلمانوں کی ضمیر کو جھنجھوڑا، مسلمان گہری نیند سے جاگے اور واویلا ہوا، اور پھر سو گئے اور اب 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ نے مسلمانوں کو سوچنے کے لئے مجبور کر دیا ہے، صرف حکومت کی جانب آس لگانے سے کچھ نہیں ہونے والا سر جوڑ کر بیٹھ کر حل نکالنا ہوگا، اس کے لئے علمائے کرام دانشور حضرات چھوٹے چھوٹے این جی او، محلہ محلہ میٹنگ کریں، لوگوں کو سمجھائیں، چھوٹے پیمانے پر ہی شروعات کر دیں تو ضرور فائدہ ہوگا، ورنہ ابھی ہر چار بھکاری میں ایک مسلمان ہے، کوئی بعید نہیں، تعداد اور بڑھ جائے۔

واضح رہے 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ حال ہی میں جاری ہوئی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ آبادی میں ہر چار میں ایک بھکاری مسلمان ہے، پوری دنیا کی آبادی 14.23 ہے، جبکہ 3.7 لاکھ بھکاریوں میں پچیس فیصد مسلمان ہیں، 2011 کی مردم شماری میں یہ بات سامنے آئی کہ حکومت کی متعدد پالیسیاں کدھر جا رہی ہیں، اور اس کا فائدہ کس قوم اور طبقے کو ہو رہا ہے، رپورٹ کے مطابق 72.89 کروڑ لوگ بے روزگار ہیں، جبکہ 3.7 لاکھ بھکاری ہیں، ان بھکاریوں میں مسلمان سب سے زیادہ ہیں، 92 ہزار 760 مسلمان بھکاری ہیں، اس رپورٹ میں یہ بات بھی آئی ہے کہ مسلم مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ بھیک مانگنے والوں میں شامل ہیں، جبکہ دیگر قوموں کا معاملہ اس کے برعکس ہے، اس میں عورتیں کم اور مرد زیادہ ہیں، کل مرد بھکاریوں کی تعداد 53.13 فیصد جبکہ عورت بھکاریوں کی تعداد 46.87 فیصد ہے، اس کے برعکس مسلمان میں 43.61 فیصد مرد اور عورتوں کا گراف 56.38 عورت بھکاریوں کی تعداد ہے۔

Tata Institute of Social Sciences Field Action Project Co-ordinator کے جناب محمد طارق صاحب نے بتایا کہ بھکاریوں کی تعداد زیادہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں، حکومت کی جانب سے جو پالیسیاں لاگو کی گئیں، ان کا استعمال ٹھیک طور پر نہیں کیا گیا، پچھڑے علاقوں میں حکومت کی اسکیمیں پہنچائی نہیں جا سکیں اور وہاں کوئی کام نہیں ہو سکا، حلیجہ کے ایک N.G.O کے محمد توصیف الرحمٰن کا کہنا ہے یہ مسئلہ آج کا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے، اس معاملے میں کبھی کسی بھی پارٹی نے سوچا ہی نہیں، نظر بھی نہیں کی، اور سب سے بڑی بات خود مسلمانوں نے ہی نہ کچھ سوچا نہ کیا، مسلم علاقے میں گندگی کے ڈھیر رہتے ہیں، پورے بنگال میں 85 سے 90 ہزار کچڑے اٹھانے والے لوگ ہیں جن کا کام روزانہ کچڑا اٹھانا ہے، ان میں ساٹھ فیصد مسلمان ہیں، جن کی یومیہ آمدنی 80 سے 110 روپے ہوتی ہے، کلکتہ کے پارسرکس، پگلاہاٹ، نارکل ڈانگہ میں ایسے لوگ بھرے پڑے ہیں، ایک ایک گھر میں چھ سے دس افراد رہتے ہیں، تعلیم یافتہ نہیں ہونے کی وجہ سے یہ کہیں اور جگہ کام بھی نہیں کر سکتے، یہ مسئلہ برسوں سے چلا آرہا ہے، لیکن ان دنوں کارپوریشن کی جانب سے کمپیکٹر اسٹیشن بنا دیئے گئے، جس کی وجہ سے کچڑے کے انبار کم ہو گئے ہیں، اس وجہ کر ان کا یہ کام بھی ان کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے، لہٰذا بھیک مانگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، انہوں نے کہا کہ آئندہ دنوں میں اس سے بھی بھیانک صورت حال ہوگی، رپورٹ لکھنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔

(Sunday WeeklyGuldasta-e-Mashriq: Vol 11.Issue No. 33)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسب معاش

حضرت ابوطالب کی مالی حالت تسلی بخش نہ تھی، اہل وعیال کی کثرت نے اس کمزوری کو مزید تکلیف دہ بنادیا تھا، اس لئے حضور جب نو یا دس سال کے ہوگئے تو آپ نے بعض کے بکریوں کے ریوڑ [بکریوں کا غول] اجرت پر چرانے شروع کردیے، تاکہ اپنے چچا کا ہاتھ بٹائیں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مابعث اللہ نبیا الا راعی غنم وقال له اصحابه. وانت یارسول اللہ! قال وانا رعیتها لاهل مکة بالقراریط. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر اس نے بکریوں کو چرایا ہے، اصحاب نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا آپ نے بھی؟ فرمایا: میں قراریط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔"

قراریط یہ قیراط کی جمع ہے اور یہ دینار کے چھٹے حصے کی چوتھائی کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا دینار کے بیسویں حصہ کو قیراط کہتے ہیں، لیکن شیخ ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے، لکھتے ہیں، بکریوں کے دودھ کا حصہ جو حضور اجرت کے طور پر لیا کرتے تھے اور جو ابوطالب کے اہل وعیال کے ساتھ آپ بھی غذا کے طور پر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ [ضیاء النبی، ۲/ ۱۰۳]

پیٹ کی بھوک اور پیاس مٹانے اور انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نوکری وتجارت کرنا اور حلال طریقہ سے روزی حاصل کرنا اسلام کے ایک اہم پیغام میں سے ہے، یاد رکھیں یہ دنیا دارالعمل ہے، یہاں ہم سب کو کام کرنا ہے اور وہ کام کرنا ہے جو آخرت کی کھیتی بنائے۔

اس لئے ہمارے لئے از حد ضروری ہے کہ اپنے اہل وعیال کے حصول رزق کے لئے محنت ومشقت کریں، چونکہ کسب حلال کرنا اور اپنی فیملی کی کفالت کرنا اور بچوں کو محتاجی وبیکاری سے بچانا سب سے بڑی عبادت ہے۔

لگی روزی نہ چھوڑیں

آج کل لگی روزی چھوڑنے کا رواج بنتا جارہا ہے، بہتر سے بہتر کی تلاش میں لگی روزی چھوڑ دیتے ہیں، خواہ نوکری ہو یا تجارت موجودہ دور میں نوکری ملنا کتنا مشکل ہوگیا ہے، لکھنے کی ضرورت نہیں، گورمنٹ نوکری {Service} میں تو مسلمانوں کے لئے دروازے بند ہوچکے ہیں Private Sectore پرائیویٹ سیکٹر میں بھی حد درجہ Competition ہے، اور سخت مقابلے بھی، جسے نوکری ملتی ہے، ان کو اتنی محنت کرنی پڑتی ہے وہی جانتے ہیں، اس کے علاوہ کب ہٹادیا جائے گا کوئی ٹھیک نہیں، ہر وقت نکالے جانے کا ڈر لگا رہتا ہے، ڈورے بندھی تلوار اوپر لٹکی رہتی ہے، کب ڈور ٹوٹی اور تلوار اوپر گری۔

آج نوجوانوں میں تجارت کی طرف دلچسپی نہ کے برابر ہے، جو کہ لمحہ فکر یہ ہے، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارت فرمائی، اور اس کی بے شمار فضیلتیں حدیث میں وارد ہیں، صحابہ کرام وبزرگان دین نے بھی تجارت (Business) کیا اور خوب کمایا اور دل کھول کر اللہ کی راہ میں اور ضرورت مندوں پر خرچ کیا، نوکری میں محدود (Fixed) آمدنی ہوتی ہے جس سے ماہ کے آخر آتے آتے دن میں تارے نظر آنے لگتے ہیں، تجارت میں بہت برکت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا. تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہارے لئے کشتیاں رواں فرماتا ہے، تاکہ تم اس کا فضل [رزق] تلاش کرو، بیشک وہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ [سورۃ الانبیاء—17—آیت 66]

اللہ کے رسول ارشاد فرماتے ہیں کہ تجارت کرو کیوں کہ رزق کے دس دروازے ہیں، دس حصے ہیں، نو حصے فقط تجارت میں ہیں، کتنی وافر مقدار میں روزی تجارت میں ہے، اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سوال کرنا، بھیک مانگنا انتہائی قبیح کام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر مفلسی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔ [بہار شریعت]

سوال ہر کسی کو حلال نہیں

آج کل ایک عام بلا پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست ہیں، چاہیں تو کمائیں، چاہیں تو کما کر اوروں کو بھی کھلائیں، مگر انہوں نے اپنے وجود کو بے کار کر رکھا ہے، کون محنت کر کے مصیبت جھیلے، اس محنت سے جو مل جائے، ناجائز طور پر سوال کرتے ہیں، بھیک مانگتے ہیں، مزدوری، نوکری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ و عار خیال کرتے ہیں اور بھیک مانگنے میں بے عزتی محسوس نہیں کرتے افسوس اور شرم کا مقام ہے، اللہ ہدایت دے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس پر فاقہ نہ گزرا اور اتنے بال بچے ہیں کہ جن کی طاقت نہیں اور سوال [بھیک مانگنے] کا دروازہ کھولا، اللہ ان پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا ایسی جگہ سے جو اس کے دل میں بھی نہیں۔ [شعب الایمان الحدیث 1739]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا اور پوچھا تو کیا کام کرتا ہے؟ عرض کیا میں عبادت میں لگا رہتا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا روزی کہاں سے کھاتا ہے؟ عرض کیا میرا ایک بھائی ہے وہ مجھے روزی مہیا کرتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے۔

متقیوں کے نزدیک رزق حلال کا حصول ایمان کا ایک حصہ ہے، فکر آخرت مومن کا عظیم سرمایہ ہے لیکن اس قدر اور اس حد تک نہیں کہ جہاں فکر آخرت حقوق العباد میں رکاوٹ بن جائے اور اس کے زیر کفایت بیوی، بچوں، ماں باپ اور رشتہ داروں کے سر پر محتاجی و تنگ دستی کے بادل چھا جائیں، کیوں کہ معاشی تنگی وقار انسانیت کے لئے سیاہ دھبہ ہے، جو لوگ بیوی بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کے نام پر تین دن، چالیس دن باہر چلے جاتے ہیں اور بیوی بچے کسمپرسی کی حالت میں بیماری و طرح طرح کی پریشانیاں جھیلتے رہتے ہیں، ان کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

کمانے کی اہمیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے، اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کسب معاش کے تعلق سے ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ. اور ہم نے بے شک تم کو زمین دیا اور اس میں تمہارے لئے روزی کے [ہر قسم کے] اسباب پیدا کئے، مگر تم بہت ہی کم شکر گزار ہو۔ [سورۃ الاعراف، آیت 10 ترجمہ: کنزالایمان]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا. اور ہم نے دن کو معاش بنایا، اللہ رب العزت نے حصول معاش کو نعمت قرار دیا ہے اور اس پر شکر الٰہی کا حکم بھی فرمایا: وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ. اور ہم نے اس میں تمہارے لئے روزی کے سامان کر دیئے اور ان کے لئے بھی جن جن کے رزق دینے والے تم نہیں۔ [سورۃ حجر 15 آیت 20 ترجمہ: کنزالایمان]

مذکورہ بالا آیت میں رب تعالیٰ نے بندوں کو واضح انداز میں حصول رزق اور کسب معاش کی تعلیم دی ہے، تفسیر ابن عباس میں ہے کہ ہم نے زمین میں تمہارے لئے عیش و عشرت کی چیزیں مہیا کیں، پھل فروٹ، میوے، کھانے پینے کی چیزیں اور ان کو بھی رزق دیتا ہوں جن کو تم رزق نہیں دیتے، یعنی پرندے وغیرہ و دیگر حیوانات سب کو روزی دیتا ہوں، یہاں تک کہ ماں کے رحم میں جو بچے ہوتے ہیں ان کو بھی رزق دیتا ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسب معاش نہ چھوڑو اور یہ نہ کہو کہ حق تعالیٰ روزی دے گا، کیوں کی حق تعالیٰ آسمان سے سونا چاندی نہیں بھیجتا، یعنی اس بات کی اسے قدرت ہے مگر کسی حیلے سے اللہ روزی عطا فرماتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے وہ جگہ جہاں میری موت آئے، بہتر ہے اس سے کہ میں اپنے اہل و عیال کے لئے تجارت کرتا رہوں، اپنے کجاوے فروخت کرتا رہوں، حضرت ابوایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوقتوبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بازار کو لازم کرلو، اس لئے کہ غنا عافیت کا نام ہے، یعنی لوگوں سے غنا میں عافیت ہے، جس میں اللہ کی عبادت اطمینان و سکون سے کی جائے۔

صالحین کرام صنعت و حرفت اور کسب و تجارت کو مقدم لازم سمجھتے، تا کہ لوگوں سے سوال [بھیک مانگنے] کی ذلت سے بچ جائیں، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو روزی کا محتاج ہے، اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز کو جائے تو کیا اسے اس دن لوگوں سے سوال کرنے

کی حاجت ہوگی؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا وہ روزی کمائے اور تنہا نماز ادا کرے۔ [کشف القلوب ج 2 ص 89]

حدیث پاک میں آیا ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا اور اس کی بہت تعریف کی اور سفر و حضر میں اس کی عبادت کا بیان کیا، حضور نے دریافت فرمایا: اس کو کھلاتا پلاتا کون ہے؟ اس کے جانوروں کو چارہ کون دیتا ہے؟ اور اسے کاروبار سے کس نے مستغنی کر رکھا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگوں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سب لوگ اس سے بہتر ہو۔ [تنبیہ المغترین]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تم میں سے نیک وہ ہے جو آخرت و دنیا دونوں کا کام کرے، حضرت سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تو اپنے قدموں کو عبادت کے لئے کمربستہ رکھے، اور کوئی دوسرا تمہاری خاطر مصیبت اٹھائے، یہ کوئی خوبی نہیں ہے، بلکہ خوبی یہ ہے کہ پہلے اپنی روٹی گھر میں جمع کرا اور پھر نماز پڑھ، اس کے بعد پرواہ مت کر کہ کون دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، برخلاف اس شخص کے جو گھر میں کھڑا نماز پڑھے اور آس پاس کھانے کو کچھ نہ ہو، پھر وہ شخص دروازہ کھٹکھٹائے تو دل میں یہ خیال کرے کہ کوئی روٹی لایا ہے، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ روزی حاصل کیا کرو، کیوں کہ اکثر لوگ جو امرا کے دروازے پر جاتے ہیں وہ ضرورت کے لئے جاتے ہیں۔

اولاد آدم کو ایک ہزار صنعتیں

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار صنعتیں [ہنر و تجارت] سکھلائی تھیں اور فرمایا کہ اپنی اولاد کو کہہ دو کہ ان کو سیکھ لیں اور ان سے اپنا پیٹ پالیں اور اپنے دین کو بیچ کر نہ کھائیں، حلال رزق کے جو بھی طریقے میسر آئیں، استعمال کریں، صرف نوکری، نوکری، نوکری کی طرف نہ بھاگیں، بے پناہ دباؤ اور بارہ سے چودہ گھنٹے سخت ڈیوٹی جواب دہی کے ساتھ خود سوچیں، تجارت میں بہت ہی زیادہ برکت ہے، سنت بھی ہے، اللہ کے رسول نے بھی تجارت کی، حضرت ابوطالب کی مالی حالت خوش کن نہ تھی، تنگ دستی کا اکثر سامنا آپ کو رہتا، آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجارتی قافلہ ملک شام جانے والا ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کئی لوگوں کو اجرت دے کر بھیج رہی ہیں کہ وہ ان کا مال لے جائیں اور تجارت کریں، آپ جاؤ اور اپنی خدمت پیش کرو، حضور کی غیرت نے کسی کے پاس طالب اور سائل بن کر جانا گوارہ نہ کیا اور اپنے چچا کو جواب دیا: ولعلها ترسل الی فی ذالک، شاید وہ خود ہی مجھے اس سلسلے میں بلوا بھیجیں، حضرت ابوطالب نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اور کو مقرر کر دے گی، پھر آپ ایک ایسی چیز کو طلب کریں گے جو پیٹھ پھیر چکی ہوگی، اس پر حضور نے خاموشی اختیار کر لی، اللہ کے کرم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گفتگو کا علم ہو گیا تو فوراً پیغام بھیجا اور کہا میں یہ ذمہ داری اس لئے آپ کے سپرد کرتی ہوں کہ میں نے آپ کی سچائی، دیانت داری اور خلق کریم کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے، اگر آپ یہ پیشکش قبول فرمالیں تو جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں، اس سے دوگنا آپ کو دوں گی، حضور نے اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا، آپ کے چچا نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ خاص سے آپ کی طرف بھیجا ہے، آپ نے پیشکش قبول فرمائی اور تجارت شروع کر دی۔ بے پناہ فائدہ حاصل ہوا، اور آپ تجارت فرمانے لگے۔

رزق کا ذریعہ منجانب اللہ ہے

جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے حصول رزق کا ایک ذریعہ مقرر فرما دے اور اس کے ذریعہ سے اس کو رزق مل رہا ہو تو اس میں لگا رہے، بلا وجہ اس کو چھوڑ کر الگ نہ ہو، جیسے آج کل نوجوان بہتر اور زیادہ کے لالچ و چکر میں لگی روزی بھی گنوا دے رہے ہیں، بہت سے واقعات شاہد ہیں، اس میں دلجمعی سے لگا رہے، جب تک وہ خود اس کے ہاتھ سے نکل نہ جائے، یا ایسے ناموافق حالات پیدا ہو جائیں، جس سے آگے جاری رکھنا مشکل ہو جائے، جب اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعہ سے رزق وابستہ کر دیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی عطا و رحمت ہے، اللہ نے ذریعہ لگا دیا یہ منجانب اللہ ہے، اب

منجانب اللہ کو اپنی طرف سے بلا وجہ نہ چھوڑے۔

روزگار اور معیشت کا نظام خداوندی تعجب خیز ہے، جس کو ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی، اللہ فرماتا ہے: أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ہی ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے۔ [سورۂ زخرف آیت ۳۲]

جب اللہ نے انسانوں کے روزی کا نظام خود ہی بنایا ہے اور ہر ایک کے دل میں یہ ڈال دیا کہ تم یہ کام کرو، تم وہ کام کرو، تمہارا رزق اسی ذریعے سے وابستہ کر دیا تو اسی سے لگے رہو، بلا وجہ رزق حلال کو چھوڑ کر دوسری جانب نہ دوڑو، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسی میں کوئی مصلحت رکھی ہو، جب تک کہ کوئی حالات نہ پیدا ہو جائے، اس سے پہلے خود سے رزق کا دروازہ بند نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو رزق کی، تجارت کی اور لگی روزی کی اہمیت سمجھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔ ■■■

ص ۵۸ رکا بقیہ.........................

آقا کی خدمت سے بہرامند ہونے کے لئے زر کثیر صرف کیا، اب آپ کی ہمت ہے، آپ کا حوصلہ ہے آپ کی اولوالعزمی ہے، آپ کے جذبات محبت کو دیکھنا ہے کہ کس عظمت و احترام سے، کس قدردانی اور محبت سے، کس خاطر مدارت اور کس اخلاص و عقیدت سے آپ اس پیارے مہمان کی میزبانی کرتے ہیں۔

ادارتی نوٹ:

یہ تحریر پر تنویر حضرت علامہ احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ نے ''یادگار رضا'' کے تعلق سے اس کے قارئین کرام کے لئے قلم بند کی تھی، جنھوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لے کر ترقی کے بام عروج پر تخت نشین کر دیا تھا، آج میں اسی تحریر کو ''سنی دنیا'' کے حق میں آپ کے لئے پیش کر رہا ہوں اور حضور تاج الشریعہ کے جاری فرمودہ اس رسالے سے آپ کے قلبی جذبات کے اظہار کا منتظر ہوں، کیوں کہ اس رسالے کی ترویج و اشاعت، اس سے عشق و عقیدت ہمارا اخلاقی فرض بنتا ہے اور اگر ع

عشق ہے تو عشق کا اظہار ہونا چاہئے ■■■

از: مفتی اسلم رضا قادری*

محبت الٰہی اور اس کے حصول کے طریقے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی محبت کی طرف بلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. یعنی اے حبیب! آپ فرما دیجیے کہ لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا۔"[۱]

رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو کثرت سے محبت الٰہی سکھاتے، ان کے دلوں کو محبت الٰہی سے گرماتے رہتے، نیکیوں کے ذریعے قرب الٰہی پانے کا درس دیتے، یہی وجہ ہے کہ رحمت عالمیاں ﷺ کے کثیر صحابۂ کرام اکثر ان اعمال سے متعلق دریافت کرتے رہتے، جن سے محبت الٰہی کا حصول ممکن ہو اور جن اعمال کے ذریعے محبت الٰہی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

اللہ کے پسندیدہ اعمال

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے اور اس میں اضافہ کرنے والے اعمال بے شمار ہیں، ان میں سے اہم ترین عمل یہ ہے کہ بندہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِهَا. یعنی نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔[۲]

نماز کی حفاظت

نماز کی حفاظت اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ. یعنی سب نمازوں کی نگہبانی کرو اور بیچ کی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو۔[۳]

فرائض کے ساتھ نوافل کی کثرت

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ أَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهُ، فَاِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهِ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا، وَاِنْ سَأَلَنِیْ لَأُعْطِیَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَأُعِیْذَنَّهُ. یعنی میرا بندہ جس چیز کے ذریعے میرا قرب چاہتا ہے، اس میں سے فرض زیادہ محبوب ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، جب وہ مجھ سے مانگے تو اسے ضرور ضرور دیتا ہوں اور جب وہ میری پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دیتا گا۔[۴]

اعمال صالحہ پر ہمیشگی

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں زیادہ محبوب کیا ہے؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ. یعنی وہ کام جو ہمیشہ پابندی کے ساتھ کیا جائے، اگرچہ مقدار میں تھوڑا ہی ہو۔[۵] نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کے فضل و احسان کا اعتراف ہے۔

اللہ کے محبوب مُعاملات

رب العالمین نے ارشاد فرمایا: وَأَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ. یعنی بھلائی والے ہو جاؤ! یقیناً بھلائی والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔[۶]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے قول و عمل میں

* مضمون نگار ابوظبی میں مقیم اہل سنت کے ایک متحرک اور فعال اہل علم و قلم ہیں۔

بھلائی، وہ عظیم کام ہے جسے وہ پسند کرتا ہے کہ آدمی جب لوگوں سے بات کرے تو اچھی گفتگو کرے، ہر کام یقین کامل کے ساتھ انجام دے، لوگوں کے ساتھ احسان وبھلائی کا معاملہ کرے، جو محروم کرے اُسے بھی عطا کرے، جو ظلم کرے اُسے بھی مُعاف کر دے، جو بُرائی سے پیش آئے اس کے ساتھ بھی بھلائی کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اس پر صبر کرے، تا کہ محبت الٰہی پا سکے، اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ. یعنی صبر والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔[۷]

اپنے خالق ومالک پر کامل بھروسا رکھے: إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ یعنی یقیناً توکل والے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں۔[۸]

وہ جو اپنی صلاحیتوں کو بھرپور انداز سے بروئے کار لاتے ہیں، تمام ممکنہ اسباب اختیار کرتے ہیں، اپنے مُعاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہماری تدبیر سے بہتر ہے، لہٰذا ان کا وجود پُرسکون اور دل مطمئن ہو جاتا ہے اور لوگوں کے ساتھ نرمی وفیاضی سے اس اچھے معاملہ کا یہ ثمرہ حاصل ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمانے لگتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ سَمْحَ الْبَیْعِ سَمْحَ الشِّرَاءِ سَمْحَ الْقَضَاءِ. یعنی اللہ ﷻ بیچنے میں نرمی برتنے والے سے، خریدنے میں نرمی کرنے والے سے اور قرض کے تقاضا میں نرمی اپنانے والے سے محبت فرماتا ہے۔[۹]

بلاشبہ یہ ساری نرمی انسان کی اپنے مُعاملات میں عدل و انصاف کا تقاضا کرتی ہے، اس لیے کہ وہ اپنے حق سے اوپر کچھ نہیں لیتا۔ یہ بات قابلِ تعریف صفات میں سے ہے اور ان اچھائیوں کی ابتدا ہے جنہیں اللہ پسند فرماتا ہے: إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ. یعنی یقیناً انصاف والے اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور انصاف برابری کرنے کا نام ہے۔[۱۰]

اللہ کو محبوب اخلاق

خوبصورتی ایک ایسی نعمت ہے، جسے اللہ ﷻ پسند فرماتا ہے، کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو، اس کے جُوتے بھی عمدہ ہوں، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ صاحبِ جمال ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔[۱۱]

خوبصورتی کا مفہوم قول وعمل اور ظاہر وباطن کو شامل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ أَنْ تُرٰی نِعْمَتُہٗ عَلٰی عَبْدِہٖ. یعنی یقیناً اللہ ﷻ پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندہ پر نعمت کا اثر دکھائی دے۔[۱۲]

یعنی نعمت الٰہی اس کی حالت کی اچھائی، اس کے لباس کی خوبصورتی اور اس کے کردار کی سنجیدگی میں نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ انسان کے دل میں بھی اپنی نعمت کا اثر دیکھے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کے فضل کا اعتراف کرے: وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ. یعنی تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔[۱۳]

چاہے وہ نعمت چھوٹی ہو یا بڑی، سب اللہ ﷻ ہی کی عطا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ أَنْ یَّأْکُلَ الْأَکْلَةَ فَیَحْمَدَہٗ عَلَیْہَا أَوْ یَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَیَحْمَدَہٗ عَلَیْہَا. یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کچھ کھائے تو اللہ کی حمد کرے اور کچھ پیئے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے۔[۱۴]

راضی ہونے کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت فرماتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی تعریف کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ سب فضل اللہ ہی کا ہے، رزق اسی پاک ذات کے قبضہ میں ہے، اس بندے کا دل صاف، جان ستھری، اس کی محبت سچی ہو، تو وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی میں تعاون کرتا ہے، ہر بھلا کام انجام دینے میں کوشاں رہتا ہے، وہ سب ان باہمی محبت کرنے والوں میں سے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کی قدر ومنزلت بلند فرماتا ہے اور آخرت میں بھی انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَہُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ یَغْبِطُہُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّہَدَاءُ. یعنی میری خاطر باہم محبت کرنے والوں کے لیے آخرت میں نور

کے منبر ہیں، جن پر انبیا اور شہدا بھی رشک کریں گے۔"[۱۵]

اللہ تعالیٰ کا محبوب

بلاشبہ جو عبادات و مُعاملات اور اخلاق وسلوک میں اپنے آپ کو سُدھار لے، باہمی محبت اپنے مُعاشرے میں بکھیرتا رہے اور استقامت وہم آہنگی کے لیے کوشاں رہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ کامیاب وکامران ہو جاتا ہے، نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَحَبَّ اللهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ. فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ. فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ. فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ. ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ. یعنی اللہ ﷻ جب کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے، تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، تب جبریل بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت جبریل علیہ السلام آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے، لہٰذا تم لوگ بھی اس سے محبت کرو، تب آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کی مقبولیت اہلِ زمین میں عام کر دی جاتی ہے۔"[۱۶]

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما، اس کے لیے ہمیں اچھے اچھے کام کرنے کی سعادت نصیب فرما، انہیں اچھے انداز سے انجام دینے کی ہمت وطاقت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیب کریم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسُنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دوعالم ﷺ اور صحابہ کرام کی سچی محبت اور اخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور ان میں دوام عطا فرما، ان کی حفاظت وشکر کی توفیق عطا فرما، ہمیں دنیا وآخرت میں بھلائیاں عطا فرما، پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کی پیاری دعاؤں سے وافر حصہ عطا فرما، ہمیں اپنا اور اپنے حبیب کریم ﷺ کا پسندیدہ بنا، ہم سے وہ کام لے جس میں تیری رضا شاملِ حال ہو، تمام عالمِ اسلام کی خیر فرما، آمین یاربَّ العالمین۔

حوالہ جات: (۱) پ ۳، آل عمران 31 (۲) "صحیح البخاری" کتاب مواقیت الصلاۃ، ر527: ص90 (۳) پ ۲، البقرۃ: 238 (۴) "صحیح البخاری" کتاب الرقاق، ر6502 ص1127 (۵) "صحیح البخاری" کتاب الرقاق، ر6465 ص1121 (۶) پ ۲، البقرۃ 195 (۷) پ ٤، آل عمران: 146. (۷) پ ٤، آل عمران 159. (۸) "سنن الترمذی" أبواب البیوع، ر1319: ص320. (۹) پ ٦، المائدۃ 42 (۱۰) "صحیح مسلم" کتاب الإیمان، ر265 ص54. (۱۱) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ر6720، 2/603. (۱۲) پ ١٤، النحل 53 (۱۳) "صحیح مسلم" کتاب الذکر والدعاء، ر6932 ص1186 (۱۴) "تحفۃ الأحوذی" تحت ر1816، 2/1570. (۱۵) "سنن الترمذی" أبواب الزہد، ر2390: ص545. (۱۶) "صحیح البخاری" کتاب بدء الخلق، ر3209: ص536.

ص ۱۰ / کا بقیہ..........

تمہاری انہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہر ایرا غیرا حکمت ودانائی سے بھرپور احکامات شرع پر انگشت نمائی کر رہا ہے، نہ تم اس درجہ احکام شرع کی ناقدری کرتے، نہ کسی میں اسے تبدیل کرنے کی جرأت ارزانی ہوتی، نہ تم اسلامی رعایت کا غلط فائدہ اٹھاتے، نہ کسی کو تمہاری اسلامی زندگی تباہ وبرباد کرنے کا موقع کا ملتا، یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، سب تمہاری شامت اعمال کا نتیجہ ہے، یہ تمہاری ہی کاشت ہے جسے تم کاٹ رہے ہو، اللہ! ہوش کے ناخن لو، زمانہ قیامت کی چال چل چکا ہے، اے سمجھو اور اپنی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے مرد حق آگاہ کی طرح میدان عمل میں کود پڑو، اب بھی وقت ہے ورنہ اگر تمہارا یہی حال رہا تو بہت جلد صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جاؤ گے، شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے نصف صدی پیشتر ہی تمہاری اس حالت زار پر تمہیں تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو\
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

■■■

اسلامیات

اخلاق کی خوشبو

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی ٭

گرمی کا موسم اپنے شباب کی دہلیز پر قدم رکھ چکا ہے، آفتاب عالم تاب کی آتشیں کرنیں پوری فضا کو اپنے حصار میں لیے ہوئی ہیں، آسمان شعلے اگل رہا ہے اور زمین کا سینہ شدت حرارت سے پھٹا جا رہا ہے، درختوں کی لمبی قطاریں اپنی نیم مردہ ٹہنیوں اور بے حس و حرکت پتیوں کو دیکھ کر آہیں بھر رہی ہیں، دور دور تک چرند و پرند کا نام و نشان نظر نہیں آ رہا ہے، سڑکیں سنسان ہیں اور پورے ماحول پہ ایک عجیب ہو کا عالم طاری ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہ وسیع دنیا آبادیوں سے بالکلیہ خالی ہو چکی ہے۔

اسی خوں اگلتے موسم کی ایک بھری دوپہر میں تمام لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھ گھروں میں محو آرام ہیں، مگر مکہ میں رہنے والی ایک بڑھیا نہ صرف یہ کہ اپنے گھر کو چھوڑ رہی ہے بلکہ اپنے وطن عزیز کو دائمی خیرباد کہنے کی تیاریوں میں مصروف کار ہے، اپنے سارے ساز و سامان کو سمیٹنے میں لگی ہوئی ہے، اسی اثنا میں اعزہ و اقارب اس کے قریب آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آج آپ اس قدر پریشان کیوں نظر آ رہی ہیں؟ ان ڈھیر سارے سامان کو اچانک سمیٹنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ آخیر معاملہ کیا ہے؟ کچھ تو بتائیے، مگر بڑھیا ہے کہ خاموشی کے ساتھ اپنی تیاریوں میں مصروف عمل ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی موسلادھار بارش ہو رہی ہے، اعزہ و اقارب کی بے چینیاں بڑھتی جا رہی ہیں کہ آخر ناگہانی گھر چھوڑنے پر کیوں تلی ہوئی ہیں۔ پیہم اصرار کے بعد بڑھیا لب کشا ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آج عرب میں کیسا شور و غوغا مچا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا آخیر آپ اس قدر غضب ناک کیوں ہو رہی ہیں؟ پہیلی نہ بجھائیں، بلکہ آپ ہمیں حالات اور مسائل سے آگاہ کیجئے تا کہ اس کے سد باب کی کوئی مؤثر صورت نکالی جا سکے، بڑھیا کی بھنویں تن جاتی ہیں اور مزید غضب ناک ہو کر کہتی ہے کہ لگتا ہے تم لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے ہو، تم لوگ تو مفادات عیش و عشرت کی محفلوں میں مست و سرشار رہتے ہو، تمہیں وقت ہی کہاں ملتا ہے کہ کبھی اپنے آبائی مذہب اور اپنے معبودوں کے بارے میں سر جوڑ کر سوچو۔

آج ہمارے مذہب کا کھنڈن ہو رہا ہے اور ہمارے وہ معبود جن کی پرستش ہمارے آبا و اجداد صدیوں سے کرتے آ رہے ہیں آج انہیں گالیاں دی جا رہی ہیں اور ان پر پھبتیاں کسی جا رہی ہیں کہ یہ سب باطل و فاسد ہیں، ان میں کوئی وصف و کمال نہیں، اس لئے کہ یہ بے جان پتھر ہیں، بھلا بے جان پتھر جس میں ذرہ برابر بھی حرکت کرنے کی صلاحیت نہیں وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ جو ایک حقیری مکھی سے اپنی مدافعت نہیں کر سکتا وہ پوری قوم کی حفاظت کیا کرے گا؟ کیا میں اس عالم ضعیفی میں یہی سب سنتی رہوں گی؟ میرے اندر اتنی تاب نہیں کہ میں اپنے معبودوں کے خلاف ایک بھی لفظ برداشت کر سکوں، میری رگوں کے خون خشک ہو چکے ہیں اور میری ہڈیاں جواب دے چکی ہیں، ظاہر ہے کہ اس بے بسی اور حرماں نصیبی کے عالم میں کوئی دفاعی کارروائی تو نہیں کر سکتی، اس لئے میں مکہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہی ہوں، اب جنگل میں میرا بسیرا ہوگا، وہاں کوئی میرے معبودوں کے خلاف بکواس کرے گا اور نہ میں اس قسم کی باتیں سنوں گی، اسی طرح میں اپنی آخری عمر کا بقیہ حصہ اپنے معبودوں کی پرستش میں گزار دوں گی، میرے لئے زمین کا بچھونا اور آسمان کا شامیانہ کافی ہے، تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، ہٹ جاؤ میری نگاہوں سے ہٹ جاؤ، تم اس قدر لاابالی اور بے غیرت ہو چکے ہو کہ تمہیں اپنے مذہب کی حفاظت کی کوئی فکر لاحق ہے نہ دین کا پاس اور نہ معبودوں سے ذرہ برابر عقیدت، لگتا ہے تمہیں سانپ سونگھ گیا

٭ مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معتبر ناقد و ادیب ہیں۔

ہے، لات وعزیٰ کا آشیر واد ہو ابوجہل اور ابولہب پر جنہوں نے اپنے شب وروز دینی خدمات میں وقف کر رکھے ہیں، معبودوں کی حفاظت میں اپنی زندگی کا سارا اثاثہ قربان کر دیا ہے، رات میں انہیں آرام ملتا ہے اور نہ دن میں سکون، ایک تم ہو کہ دین و مذہب کی فکر سے مکمل ماورا نظر آ رہے ہو۔

اقارب نے کہا اب تو آپ ہم پر بہت برس پڑیں، ذرا بتائیے تو سہی وہ کون شخص ہے جو ہمارے آبائی مذہب پر انگلی اٹھانے کی جسارت کر رہا ہے اور ہمارے لات وعزیٰ کو باطل کہنے کی جرأت کر رہا ہے، یقین جانئے کہ اب آپ کی باتیں سن کر ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، ہم اس شخص کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے جو ہمارے معبودوں کی شان میں کیچڑ اچھالتا ہے، ہمیں افسوس ہے کہ اب تک ہم نے ان باتوں پر توجہ نہیں دی، اب ہم آپ کے سامنے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ ہم اس شخص سے ضرور انتقام لیں گے، پہلے آپ اس شخص کا نام تو بتائیے۔

بڑھیا نے روتے ہوئے جواب دیا کہ تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیوں کہ میں نے بیشتر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس کی طرز سخن میں ایسی حلاوت جاگزیں ہے کہ اس سے جو ایک بار ملتا ہے اور اس کی باتیں سنتا ہے تو وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دن بدن لوگ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر اسلام کی آغوش میں جوق در جوق سمائے جا رہے ہیں اور قبیلہ کا قبیلہ صحابی بنتا جا رہا ہے، کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوقحافہ، خطاب اور عفان کے بیٹے بھی صحابی بن چکے ہیں، میں اب ہرگز مکہ میں نہیں رہوں گی، مبادا اس کی سحر انگیز باتیں میرے کانوں سے ٹکرا جائیں اور میں بھی اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور ہو جاؤں، اقارب نے بے پناہ اصرار کیا کہ آخر آپ اس شخص کا نام کیوں نہیں بتاتی ہیں؟ کب تک یوں ہی آپ ہماری بے چینیوں میں اضافہ کرتی رہیں گی؟ آپ کا یہ اقدام کہ مکہ چھوڑ کر جنگل میں زندگی گزاریں گی اس میں تو ہمیں بزدلی اور نفسانیت کی بو آ رہی ہے، آپ تو اپنا دین بچانے پر تلی ہوئی ہیں، مگر آپ کو ہماری اور لات وعزیٰ کی کوئی فکر نہیں، یہ کوئی عقیدت ہے، یہ کوئی محبت ہے؟ تف ہے آپ کے ایسے نظریۂ فکر پر، دوران گفتگو بڑھیا اپنا سارا سامان ایک بوریا میں باندھ چکی تھی، اب بغیر کوئی جواب دیئے بوری سر پر اٹھاتی ہے اور پاؤں پٹختی ہوئی گھر سے نکل جاتی ہے، اقارب نے بڑھیا کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔

بڑھیا چلچلاتی دوپہر میں ریگ زاروں کے سینوں کو چیرتے ہوئے انجام کی پرواہ کئے بغیر کشاں کشاں چلی جا رہی تھی، حقیقت تو یہ تھی کہ اسے خود بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور جنگل میں اس ضعیفی میں زندگی کے بقیہ لمحات کیسے گزارے گی، اس کے سر پر ایک ایسا جنون سوار تھا کہ وہ اپنی منزل سے بے خبر چلی جا رہی تھی، چلتے چلتے اس کے پیر میں سوجن آ جاتی ہے، مزید چلنے کی تاب نہیں رہی، پھر بھی وہ اپنی منزل کی جانب بڑھتی جا رہی تھی، مشکلات و تکالیف کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ کسی طرح بھی مکہ کی سرحد تک پہنچ گئی، جس وقت وہ سرحد عبور کر رہی تھی اس وقت یکایک اس کا سر بری طرح چکرایا اور وہ نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑی۔ تھوڑی دیر بعد معاً اس کی نگاہیں ایک شخص پر مرکوز ہو جاتی ہیں جو بدر منیر سے بھی زیادہ حسین و جمیل نظر آ رہا تھا، جس کے جسم اقدس کی خوشبو سے پوری فضا معطر ہوئی جا رہی تھی، اس کے حسن لازوال سے بڑھیا کی نگاہیں خیرہ ہو رہی تھیں اور اس کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے بڑھیا کو عجیب وغریب اور ناقابل بیان آسودگی مل رہی تھی، وہ شخص اس کی جانب بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا، بڑھیا مسلسل یہ سوچے جا رہی تھی کہ ہو نہ ہو یہ کوئی فرشتہ ہے، بھلا کوئی انسان بھی اتنا حسین و جمیل ہو سکتا ہے، اس کی معصومیت بتا رہی ہے کہ زمین کا نہیں بلکہ آسمان کا نوری مکین ہے، بڑھیا کا دل خوشیوں سے لبریز ہو چکا تھا اور وہ مسلسل سوچے جا رہی تھی کہ لات وہبل سے اس کی پریشانیاں دیکھی نہیں گئیں، اس لئے انہوں نے ایک حسین پیکر کو میرے لئے معین و مددگار بنا کر بھیج دیا ہے، جوں ہی بڑھیا کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا وہ شخص اس کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا: دادی اماں! آپ بہت شکستہ نظر آ رہی ہیں، آپ کی راہوں میں وہ کون سی رکاوٹیں حائل ہو گئی ہیں جس کی بنیاد پر آپ کے چہرے پر درد و کرب کے آثار نظر آ رہے ہیں؟ بلا

تکلف مجھے بتائیے، میں آپ کی ہر ممکن مدد کرنے کو تیار ہوں، اس شخص کی رس گھولتی ہوئی آواز بڑھیا کے کانوں سے کیا ٹکرائی اس کے دل کی دنیا میں ایک عظیم تبدیلی رونما ہوگئی، اس کے شرک وکفر متزلزل ہوگئے، مگر معاً اس کے سامنے اس کی انا حائل ہوجاتی ہے اور اس کے ضمیر کو ملامت کرتے ہوئے جھنجھوڑتی ہے کہ اے لات وعزیٰ کی پرستار! تجھے اپنے دین کی حفاظت میں کسی بھی شخص کی مدد نہیں لینی چاہئے، یہ تیری غیرت دینی کے منافی ہے، جب تو ایک طویل مسافت بذات خود طے کرچکی ہے تو پھر تھوڑی دور کے لئے کسی کے تعاون کا رہین منت ہونا تیری خودداری کے لئے ایک بڑا چیلنج ہوگا، فوراً اس کے رویہ میں تبدیلی آتی ہے اور وہ بڑے ہی تیکھے انداز میں بولتی ہے کہ اے شخص! تو اپنی راہ لے، مجھے تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، میرے لئے لات وعزیٰ سے بڑھ کر کون مددگار ہوسکتا ہے، مگر وہ شخص تھا کہ پیہم کہتا جارہا تھا کہ دادی اماں! اس عالم ضعیفی میں آپ کی پریشانیاں مجھ سے دیکھی نہیں جاتیں، مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی بوری کو اپنے سر پر رکھ لوں اور آپ جہاں فرمائیں گی میں وہاں تک پہنچا دوں گا، آپ مجھ سے غیریت کا مظاہرہ کیوں کررہی ہیں، کیا آپ کو نہیں معلوم کہ نادار و ناتواں کی خدمت کرنے میں مجھے کس قدر لطف ملتا ہے، اس شخص نے یہ ساری باتیں اس قدر معصومیت سے کہہ ڈالیں کہ بڑھیا کا دل پسیج گیا اور کہنے لگی: ہاں میں تمہاری مدد لینے کو تیار ہوں، اتنا سنتے ہی اس شخص کے دل کی باچھیں کھل اٹھیں، اس کے چہرے پہ سرور و کیف کی قندیلیں روشن ہوگئیں، فوراً بڑھیا کی بھاری بھرکم بوری اپنے سر پر اٹھایا اور رواں دواں ہوگیا، راستہ بھر بڑھیا اپنی منزل کی نشان دہی کرتی رہی، بالآخر منزل آہی گئی، منزل کیا تھی ایک پر دہشت و گنجان بے آب و گیاہ صحرا تھا، بڑھیا نے بڑے انکسار آمیز لہجے میں کہا: بس یہیں میری بوری اتار دو، اب یہاں کسی کی آواز میرے کانوں سے نہیں ٹکرائے گی، جانے وہ اپنے تئیں کیا سے کیا بڑبڑاتے جارہی تھی، اب وہ شخص بڑھیا سے کہنے لگا: اچھا! اب مجھے اجازت دیجئے، میں چلوں، بڑھیا نے کہا ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ تم اپنی محنتوں کا معاوضہ لئے بغیر چلے جاؤ، یہ تو تمہاری کاوشوں کا ثمرہ! اس شخص نے کہا معاف کیجئے گا، میں اپنی محنتوں کا معاوضہ نہیں لیتا، میں نے کوئی محنت کی ہے اور نہ کوئی احسان کیا ہے، یہ تو میرا فرض تھا جسے میں نے نبھایا اور میں پہلے سے بتا چکا ہوں کہ مجھے بے کس و بے بس کی مدد کرنے میں بڑی خوشی میسر آتی ہے، اچھا تو میں اب چلتا ہوں، پھر بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے یاد کرلیجئے گا، بڑھیا اس حسین پیکر کی اخلاقی قدروں کو دیکھ کر بے پناہ متاثر ہوئی اور بے تابانہ انداز میں کہنے لگی کہ اتنی جلدی بھی کیا ہے، تھوڑی دیر اور بیٹھو، تمہاری باتیں سن کر ذہن و دماغ کو بڑا سکون ملتا ہے، اس شخص نے کہا میں کچھ دیر اور بیٹھتا، مگر میرے سر پر دوسری اہم ذمہ داریاں ہیں، اچھا میں اب چلتا ہوں۔ بڑھیا نے کہا بیٹے! لات وعزیٰ کی قسم! اب تم سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا، اگر تم اس قدر مصر ہو تو جاؤ، مگر اس سے پہلے ذرا تم اپنا نام بتاتے ہوئے جاؤ۔

اس شخص کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور کہا: دادی اماں! کاش آپ میرا نام نہ پوچھتیں تو کیا ہی بہتر ہوتا، بڑھیا نے کہا: آخر کیوں؟ اس میں کون سی قباحت ہے؟ ارے تمہاری آنکھوں میں آنسو! اگر تم کو میری کسی بات سے تکلیف ہوئی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں، مگر ذرا اپنا نام تو بتا دو، اس شخص نے کہا کہ اگر آپ اس قدر اصرار کررہی ہیں تو جگر تھام کر سنئے، میں وہی "محمد" ہوں کہ جس کی خاطر آپ ڈھیر ساری مصیبتوں سے دوچار ہوئیں، اس ضعیفی اور نقاہت کے عالم میں پریشانیوں کا بار اٹھایا، حتی کہ اپنے وطن عزیز مکہ کو خیرباد کہا، اتنا سنتے ہی بڑھیا بے ساختہ پکار اٹھی: ارے تم ہی محمد ہو، اگر تم اتنے اچھے ہو تو تمہارا دین کتنا اچھا ہوگا، اب تک ابوجہل وابولہب جیسے کمینوں نے تمہارے خلاف میرے اندر بدگمانیاں بھردی تھیں، نہ جانے کیسی کیسی نازیبا باتیں کہی تھیں، مگر تم تو بالکل برعکس نکلے، اب میں اپنے کفر وشرک کی گردن مروڑ کر لات وعزیٰ کی پرستش سے تائب ہوتی ہوں، تمہاری غلامی کا طوق میں گلے میں ڈال کر بصد ناز پڑھتی ہوں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

■■■

از: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ] *

مصطفےٰ جانِ رحمت اور صبر واستقامت

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبر ورضا اور ثبات واستقلال کا ایک عظیم پیکر تھے، ابتدائے حیات سے لے کر وقت وصال تک آزمائشوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جو اس پیکر رحمت کا طواف کرتی رہیں اور صبر واستقلال کے ہنر سیکھتی رہیں، یہ آزمائشیں ذاتی قسم کی بھی تھیں اور ملی سطح کی بھی، لیکن یہ سراپا بہاراں تمام آزمائشوں سے سرخرو ہو کر نکلا اور ایسا کامیاب، منظم، صالح، پائیدار اور تاب دار انقلاب برپا کر گیا جس کی برکتوں سے آفاق وانفس قیامت تک سرفراز ہوتے رہیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس وجود سے جب یہ کائنات سرفراز ہوئی تو اس وقت آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب اس فانی دنیا کو الوداع کہہ چکے تھے، حضرت عبد اللہ کی وفات پر معصوم فرشتوں نے حسرت واندوہ کے جذبات سے لبریز ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی: مولیٰ! تیرا محبوب یتیم ہو گیا، حق تعالیٰ نے فرمایا: "کیا ہوا؟ میں اس کا حامی وناصر ہوں۔ [مدارج النبوۃ، ۲/۱۳]

چھ برس کی عمر میں والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا، عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو دادا جان حضرت عبد المطلب نے اس دنیا سے رخ موڑ لیا لیکن ربانی رحمت ہمہ دم آپ کی کارساز اور دم ساز رہی۔ یہ ایسی معاشرتی تشنگیاں تھیں جن کا ہر باشعور احساس رکھتا ہے، لیکن آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اضطراب اور خلش محسوس نہیں کی اور نہ دوسرے اس کا اندازہ کر سکے۔ منصب نبوت سے سرفرازی کا ذمہ دارانہ احساس ہر قدم پر دامن گیر رہا، اس لئے آپ ہر قدم پر زمانے کے سرد وگرم کا مضبوطی سے مقابلہ کرتے رہے اور اپنے رب کی کبریائی بیان فرماتے رہے، جب دنیا میں تشریف لائے تو رب کے حضور سجدہ ریز تھے اور جب زبان گویا ہوئی تو سب سے پہلا جملہ زبان مبارک سے یہ ادا ہوا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

شعور کے آغاز سے لے کر اعلان نبوت سے پہلے تک آپ کی مبارک زندگی کے ایام سکون اور سادگی کے ساتھ گزرے، اس دوران تجارتی سفر ہوئے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ ازدواجی رفاقتیں رہیں، مختلف تنازعات کے فیصل بنے اور ایک زمانہ آپ کی امانت، دیانت، صداقت، عفت اور حکمت کا قائل ہو گیا۔ اسی لئے جب کوہ فاران پر چڑھ کر قریش سے یہ فرمایا کہ اے اہل قریش! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری جانب ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے آ رہا ہے تو کیا تم تسلیم کر لو گے؟ قریش نے بے ساختہ کہا تھا "کیوں نہیں؟ اَنْتَ الصَّادِقُ الْاَمِيْنُ۔ آپ کو ہم نے ہمیشہ راست باز اور امانت دار پایا ہے۔"

اعلان نبوت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مصائب وآلام کی یلغار شروع ہو گئی۔ آزمائشوں کا ایک سلسلہ تھا جو ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ ہر قدم احتیاط کا طالب اور ہر لمحہ نت نئے فتنوں کا اعلامیہ، لیکن رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ثبات واستقلال نے ہر ظلم کو شکست اور ہر فتنے کو لگام دیدی، آپ ایک مضبوط پہاڑ کی مانند ظلم وستم کے طوفانوں کے سامنے ڈٹے رہے اور اپنے مشن کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف۔

اعلان نبوت سے لے کر ہجرت تک تقریباً تیرہ سال کا عرصہ ایسا صبر آزما گزرا ہے جس میں سراپا حوصلہ افراد کی بھی ہمتیں چھوٹ جاتیں، علانیہ تبلیغ کے وقت مشرکین عرب کا ظالمانہ برتاؤ، شعب ابی طالب کی جاں گسل تنہائیاں، سال غم کے صدمے، اہل طائف

سیرتِ رسول

کی خوں آشام شرارتیں اور اخیر میں ہجرت کا جگر سوز مرحلہ ،بس یہ حوصلہ "نبوت ہی تھا جو یہ سارے مصائب وآلام ،ایذا رسانیاں اور شرارتیں تائید ایزدی کے سہارے جھیل گیا ،ورنہ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہ تھی ، آیئے ایک نگاہ ہم بھی دیکھتے چلیں کہ سراپا ظلم افراد کی ظالمانہ صورت کیا تھی اور نبی معصوم کی صابرانہ قوت کیسی؟

نبی رحمت کے قدوم میمنت لزوم نے غار حرا کو روشنی عطا کی جہاں نور الٰہی کی پہلی کرن "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" کی صورت میں نازل ہوئی ، پھر کچھ دنوں کے بعد اس بالاپوش رسول پر سورۂ مدثر کی آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں آپ کو اسلام کی تبلیغ پر مامور فرمایا گیا۔ منصب نبوت کے تاجدار نے تین سال تک رازداری کے ساتھ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیا جس کے زیر اثر سینکڑوں افراد پرچم اسلام تلے آ گئے اور رسول محتشم کے دامان کرم سے وابستہ ہو گئے ،سیدنا صدیق اکبر ،مولائے کائنات علی مرتضیٰ ،اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سابقین اولین کے سرخیل ہیں ، پھر "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" [الشعراء ۲۱۴] کے فرمان سے آپ کو اپنے قرابت داروں اور پاس پڑوس والوں کو دعوت اسلام دینے کی اجازت مرحمت ہوئی۔ صفا پہاڑ کی بلندیوں سے آپ نے اپنے گردوپیش رہنے والے افراد تک اسلام کا پیغام پہنچایا تو بدلے میں سبّ وشتم اور شرارتیں ملیں ،لیکن چوتھے سال نبوت میں "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" [الحجر ۹۴] کا علانیہ سنتے ہی آپ نے بالکل کھلے بندوں توحید ورسالت کی دعوت دینی شروع کر دی اور کفر وشرک کی مذمت کا آغاز فرما دیا۔ اس سلسلے میں بڑی سے بڑی مزاحمت کو بھی آپ خاطر میں نہ لائے۔ علانیہ تبلیغ کے اس مرحلے میں قدم رکھتے ہی سارا عرب آپ کا زبردست مخالف ہو گیا ،اس کے بعد شرارتوں اور سازشوں کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ الامان والحفیظ۔

خاندان بنو ہاشم کا فرد فرید ہونے کے سبب مشرکین عرب کو جان سے کھیلنے کی ہمت تو نہ ہوئی لیکن اس کے سوا وہ ایذا رسانی کی جو کوششیں کر سکتے تھے ،سب کر گزرے ،کوئی ساحر کہتا ،کوئی شاعر اور کوئی مجنوں۔ لفنگوں اور شریر بچوں کا گروہ غول بیابانی کی طرح آپ کے درپے کر دیا جاتا جو حضور پر پھبتیاں کستا ،جسم اقدس پر پتھر برساتا اور راہ مبارک میں کانٹے بچھاتا ،جسم اطہر پر غلاظتیں ڈالتا اور کبھی آپ کے وجود مسعود کو دھکا دے کر گرانے کی کوشش کرتا ،حرم کعبہ کے مقدس صحن میں دوران نماز بدبخت عقبہ بن معیط نے گلوئے اقدس میں چادر سے پھندہ ڈال کر ایسا بل دیا کہ حضور کی چشمان مبارک اُبل پڑیں اور دم گھٹنے لگا ،یار وفادار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو جست لگا کر عقبہ پر ٹوٹ پڑے ،ایک مرتبہ پھر اسی بدبخت نے ابوجہل کے ورغلانے پر اونٹ کی بھاری اوجھڑی حضور کے شانے پر لا کر رکھ دی ،حضور حرم کعبہ میں سجدے کی حالت میں تھے اور اوجھڑی کے بارے اٹھ نہیں سکتے تھے ،خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوڑتی ہوئی آئیں اور اپنے مقدس ہاتھوں سے اوجھڑی کو پشت اقدس سے ہٹایا ،اس خبیثانہ شرارت سے حضور اس درجہ کبیدہ خاطر ہوئے کہ جان رحمت کے دست مبارک جو ہمیشہ دعا کے لئے اٹھتے تھے ،ان بدنصیبوں کی دعائے ہلاکت کے لئے دراز ہو گئے "اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ" اے اللہ! قریش کے ان افراد کو اپنی گرفت میں لے لے ،پھر ابوجہل ،عتبہ ،شیبہ ،ولید ،امیہ ،عمارہ کا نام لے کر ان کے لئے خصوصی دعائے ہلاکت فرمائی ،یہ بھی کفار ذلت کے ساتھ غزوۂ بدر میں مارے گئے ،نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے ، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو کفار عرب گالیاں دیتے ،تالیاں پیٹتے ،سیٹیاں بجاتے ،شور مچاتے تاکہ قرآن حکیم کے شیریں کلمات کہیں دل نشیں نہ ہو جائیں ،ابوجہل اور ابولہب چلا چلا کر کہتے: عرب والو! میرا بھتیجا دیوانہ ہو گیا ہے ،اس کی باتوں پر دھیان مت دو ،لیکن ان تمام حوصلہ شکن شرارتوں کے باوجود حضور اپنے فرائض تبلیغ کی ادائیگی میں مصروف رہتے۔

کفار مکہ جب حضور کی ایذا رسانی سے تنگ آ گئے اور دیکھ لیا کہ آپ کسی طور سے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت سے باز نہیں آتے تو حضور کے جاں نثاروں کو پریشان کرنا شروع کر دیا ،وہ

مسلمانوں پر ایسے جگر سوز مظالم ڈھاتے جنہیں دیکھ کر دل دہل جاتے اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے، مقصد یہ تھا کہ ان خوف ناک مظالم کو دیکھ کر ہی دوسرے، مذہب اسلام سے قریب آنے کی نہ سوچیں لیکن ان اذیتوں کا فدا کاران مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ذرہ برابر اثر نہ ہوتا اور وہ صبر و استقلال کی چٹان بن کر ان مظالم کے سامنے سینہ سپر رہتے، حضرت خبّیب بن ارت، حضرت بلال حبشی، حضرت یاسر، حضرت عمار بن یاسر، حضرت صہیب رومی، حضرت ابوفکیہ، حضرت عامر بن فُہیرہ ان حضرات صحابہ کے قافلہ سالار ہیں جنہیں اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بازاروں میں گھمایا جاتا، زدو کوب کیا جاتا، گرم ریت پر لٹا کر وزنی پتھر یا بھاری بھر کم آدمی کا قدم سینے پر مسلط کردیا جاتا، انگاروں پر لٹایا جاتا، رسی کا پھندا ڈال کر گھسیٹا جاتا، کوڑے مارے جاتے لیکن یہ عاشقان جمال محمدی کسی ظلم کی پرواہ نہ کرتے اور خدائے واحد کی تسبیح اور محمد عربی کی رسالت کے گن گاتے رہتے، کنیزوں میں حضرت لبینہ، حضرت زُنیرہ، حضرت نہدیہ، حضرت امّ عُبیس کے خصوصی تذکرے ملتے ہیں جو ان مظلومانہ مراحل سے مسکراتے ہوئے گزرے ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ایثار قیامت تک یاد رکھا جائے گا کہ آپ نے ان مظلومین میں سے بیشتر کو بڑی بڑی رقمیں دے کر ان کے ظالم آقاؤں سے خرید ا پھر آزاد کردیا، حضرت صدیق اکبر، حضرت ابوذر غفاری، حضرت عثمان غنی، حضرت زُبیر بن العوّام، حضرت سعید بن زید جیسے معززین اور صاحبان جاہ و ثروت عرب بھی ان ظالموں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور انہیں بھی اپنوں کے ہاتھوں زدو کوب کی سختیاں جھیلنی پڑیں، ان مظالم سے جان رحمت، سراپا شفقت، پیارے مصطفیٰ ﷺ کے قلب نازک پر کیا کیفیات گزرتی ہوں گی؟ جو ذاتی دشمن کی تکلیف پر بھی مضطرب ہوجایا کرتے تھے، اس کا اندازہ ہر باشعور کرسکتا ہے، خوب کہا کہنے والے نے ؎

اس رحمت کل کی شفقت کا کیا کوئی کرے گا اندازہ
دشمن کی پریشانی پر بھی دل جس کا پریشاں ہوجائے

اپنے جاں نثاروں کی ان ناقابل برداشت تکالیف کو دیکھتے ہوئے حضور نے حبشہ پھر مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، جب ظلم و ستم کے یہ حربے کام نہ آئے تو کفار قریش، حضور کے محترم چچا حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ یا تو اپنے بھتیجے کی حمایت سے دست کش ہوجائیں یا اسے ہمارے حوالے کردیں، ورنہ جنگ کے لئے تیار ہوجائیں، اتنے زبردست سماجی دباؤ سے مجبور ہوکر حضرت ابوطالب، حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، آپ کی فہمائش کی اور اپنا ناتوانی بھرا عذر پیش کیا، حضور نے آخری سائبان شفقت جدا ہوتے دیکھ کر بھی برملا ارشاد فرمایا:

”چچا جان! خدا کی قسم! اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں، پھر بھی میں دین خدا کی تبلیغ و اشاعت سے باز نہ آؤں گا یا تو خدا اس کام کو پورا فرمادے یا پھر میں خود دین اسلام پر نثار ہوجاؤں گا۔“

حضور کا جذبات سے بھرا جواب سن کر ابوطالب نے پر جوش محبت کے ساتھ کہا: عزیزم! میں بہر طور تمہارے ساتھ ہوں، میرے ہوتے کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

[سیرت ابن ہشام،۱/۲۶۶]

کفار مکہ نے جب یہاں بھی منہ کی کھائی اور آئے دن جاں نثاران مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اضافہ ہوتا رہا تو زچ ہو کر عرب کے سارے قبائل نے پورے قبیلۂ بنو ہاشم کے سوشل بائیکاٹ کا پلان بنایا اور نبوت کے ساتویں سال یہ معاہدہ لکھ کر دیوار کعبہ پر آویزاں کردیا گیا:

(۱) بنو ہاشم میں کوئی رشتہ نہ کرے۔ (۲) ان سے خرید و فروخت نہ ہو۔ (۳) ان سے میل جول، سلام کلام بند کردیں۔ (۴) ان کے پاس خورد و نوش کا سامان نہ جانے دیا جائے۔

ابوطالب مجبور ہوکر اپنے پورے خاندان کے ساتھ اس گھاٹی میں پناہ گزین ہوگئے جو بعد میں شعب ابی طالب کے نام سے شہرت پاگئی، ابولہب کے سوا سب اہل خاندان نے ساتھ دیا، چاہے مسلم ہوں یا غیر۔ تین سال تک یہ سماجی مقاطعہ جاری رہا،

یہ زمانہ ایسا سخت صبر آزما تھا کہ اللہ کی پناہ! بنو ہاشم درخت کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا کر کھانے پر مجبور ہوئے۔ بچے بھوک سے تڑپتے لیکن ظالموں کا دل نہ پسیجتا۔ حج کے زمانے میں بھی کوئی رعایت نہ ہوئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خاندان کے ہمراہ پوری پامردی کے ساتھ ان ہوش رُبا مصائب کا سامنا کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے نجات کا سامان فرمادیا۔ کیڑوں نے اس معاہدہ نامے کو چاٹ لیا اور ان مظالم اور افراد بنو ہاشم کی زار زار حالت کو دیکھ کر قریش کے کچھ افراد کا دل بھر آیا جن میں ہشام عامری، زہیر، مطعم، ابو البختری، زمعہ کے نام ممتاز ہیں۔ انہوں نے قریش کو غیرت دلائی، ابوجہل آڑے آیا لیکن قریش مجموعی طور پر اس ظالمانہ بائیکاٹ کے خاتمے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ادھر ابو طالب نے حضور کی یہ غیبی اطلاع قریش کے گوش گزار کردی کہ اس معاہدہ نامے کو کیڑوں نے چاٹ لیا ہے، صرف وہ جگہ باقی ہے جہاں اسم الٰہی تحریر ہے۔ قریش نے جا کر دیکھا تو اطلاع رسالت ہو بہو سچ نکلی۔ فوراً اسے چاک کیا اور بنو ہاشم کے سارے افراد کو اس ستم ناک گھاٹی سے نکال لائے۔

نبوت کے دسویں سال اس قیامت خیز آزمائش سے نجات ملی ہی تھی کہ دوسری قیامتیں ٹوٹ پڑیں۔ سال کے اخیر میں ابو طالب کی وفات ہو گئی اور شفقت وحمایت کا جو ظاہری سائبان تھا، وہ بھی جاتا رہا، رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی داغ مفارقت دے گئیں، یہ دو ایسی ہستیاں تھیں جنہوں نے ہر قدم پر حضور کی حمایت کی اور ہر موڑ پر ساتھ دیا، اس سلسلے میں مخالفت اور اذیت کے بڑے سے بڑے طوفان کو خاطر میں نہ لائے، ان کی رحلت نے قلب اقدس پر کیسا اثر ڈالا، اس کا اندازہ اسی بات سے کیجئے کہ اس پیکر تسلیم و رضا اور سراپا صبر و استقلال نے اس سال کا نام ”عام الحزن“ یعنی غموں کا سال رکھ دیا۔

کفار مکہ کی شرارتوں کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں رکاوٹ دیکھ کر اس ہادی عالم نے طائف کی زرخیز اور شاداب سرزمین کا رخ کیا تاکہ یہاں کے باثروت، خوش عیش اور نسبتاً تہذیب یافتہ طبقے کو اسلام کی شاہراہ سعادت پر گامزن کردیں، حضرت زید بن حارثہ بھی ہم رکاب رسالت مآب تھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ طائف کے رئیسوں میں بنو عُمیر کا خاندان بہت معزز تھا اور سارے قبائل کا سردار، یہ تین بھائی تھے: عبد یالیل، مسعود، حبیب۔ حضور نے ان تینوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن تینوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا اور بہت بدتمیزی سے پیش آئے۔ پھر لُچوں، لفنگوں کا گروہ حضور کے درپے کردیا، ان بدبختوں نے حضور پر پتھروں کی بارش کردی جس سے آپ لہو لہان ہو گئے، موزے اور نعلین مبارک خون سے لت پت تھے، جب آپ زخموں سے چور ہو کر بیٹھ گئے تو یہ وحشی آپ کو نہایت بے دردی کے ساتھ بازو پکڑ کر اٹھاتے۔ جب آپ اٹھ کر چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرنے لگتے۔ گالیاں، تالیاں، پھبتیاں اُن پر مستزاد، حضرت زید بن حارثہ اس ستم ناک حالت میں جسم اقدس کا پروانہ وار طواف کر رہے تھے۔ کبھی دائیں ہو جاتے، کبھی بائیں، کبھی آگے اور کبھی پیچھے تاکہ پیارے آقا کے جسم اقدس پر پھینکا جانے والا ہر پتھر اپنے اوپر روک سکیں، اس کوشش میں وہ بھی خون میں شرابور اور زخموں سے چور چور ہو گئے، بالآخر عتبہ بن ربیعہ کے باغ میں حضور نے پناہ لی۔ یہ حالت زار دیکھ کر عتبہ اور شیبہ کو رحم آ گیا اور انگور کا ایک خوشہ حضور کی خدمت میں اپنے نصرانی غلام عداس کے ہاتھوں بھیجا۔ حضور نے بسم اللہ پڑھ کر اسے تناول فرمایا تو اس طرز طعام پر عداس نے حیرت کا اظہار کیا، حضور نے دریافت کیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا: شہر نینوی کا۔ یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا: اوہ! تم میرے بھائی یونس بن متّی کے ہم وطن ہو، وہ بھی میری طرح اللہ کے رسول تھے۔ عداس نے یہ سن کر فوراً قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور مشرف بہ اسلام ہو گئے، اسی سفر میں جب آپ ﷺ مقام نخلہ میں تہجد کی نماز ادا فرمارہے تھے تو قرآن حکیم کی تلاوت سن کر نصیبین کے جنوں کی ایک جماعت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ نخلہ میں چند دن قیام کے بعد حرا میں قیام فرما ہوئے اور

مُطعم بن عدی کے بیٹوں کی مسلح ہم رکابی میں طواف کعبہ کیا اور پھر دولت کدے پر تشریف لے آئے۔ [زرقانی ۱/ ۳۰۰-۳۰۶]

طائف کا یہ سفر حضور کی مبارک زندگی میں سب سے زیادہ اذیت ناک، صبر آزما اور سخت تھا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ حضور سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا جنگ اُحد سے بھی زیادہ آزمائش اور سختی کا کوئی دن آپ نے دیکھا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں! اے عائشہ! طائف کا وہ دن میرے لئے جنگ اُحد سے بھی زیادہ صبر آزما اور سخت تھا جس دن میں نے طائف کے سردار عبد یالیل کو دعوت اسلام دی، اس نے حقارت کے ساتھ دعوت اسلام ٹھکرا دی اور پھر اہل طائف مجھ پر سنگ باری کرنے لگے۔ میں حد درجہ کبیدہ خاطر ہو کر چلتا رہا، یہاں تک کہ مقام قرن الثعالب میں میرے حواس درست ہوئے۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن تھا۔ جبرئیل امین حاضر تھے اور عرض کر رہے تھے: یا رسول اللہ! رب تبارک وتعالیٰ کے حکم سے پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ آپ اگر اجازت دیں تو جبل ابوقُبیس اور جبل قیقعان کو ان خبیثوں پر الٹ دوں یا ان دونوں پہاڑوں کے درمیان انہیں پیس دوں؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے اہل ایمان پیدا فرمائے گا جو صرف ایک خدا کی پرستش کریں گے۔ [صحیح البخاری، ۱/ ۴۵۸]

مظالم اور ستم رانیوں کے یہ جانکاہ سلسلے بھی اشاعت اسلام کے تسلسل کو نہ روک سکے تو کفاران عرب نے بانی اسلام حضور خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراپا سعادت وجود کو ہی ختم کر دینا چاہا، سارے قبائل کے نمائندہ افراد قاتلین کی صف میں شامل ہو گئے تاکہ کسی ایک قبیلے پر قتل کا الزام نہ آئے، اللہ رب العزت نے حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ حضور کو اس سازش کی اطلاع دے دی اور ہجرت کا حکم بھی فرمایا، اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مبارک اور محبوب سرزمین کو بھی الوداع کہہ دیا جو آپ کا محبوب وطن تھی اور جہاں آپ کی مبارک زندگی کے بیشتر لمحات گزرے۔

ہجرت مدینہ کا پس منظر یہ ہے کہ مدنی قبیلے اوس اور خزرج میں یہودیوں اور راہبوں کی اس اطلاع کی گونج تھی کہ آخری نبی بہت جلد تشریف لانے والے ہیں، اس لئے وہ بھی اوروں کی طرح حضور کی آمد کے منتظر تھے۔ ۱۱ سال نبوت کے موسم حج میں حضور حسب معمول منیٰ کی گھاٹی میں تشریف لے گئے اور اقوام عالم کو اسلام کا پیغام سنایا اور قرآن حکیم کی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں، مدنی قبیلے خزرج کے چھ افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور مدینہ طیبہ میں جا کر خاموشی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرنے لگے، بارہویں سال نبوت میں بارہ مدنی اشخاص نے اسی جگہ اسلام قبول کیا اور حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ان کے ہمراہ حضور نے حضرت مُصعب بن عُمیر کو مبلغ اسلام بنا کر مدینہ طیبہ بھیجا جن کی مساعی جمیلہ سے مدینہ طیبہ کے گھر گھر میں اسلام پھیل گیا۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ اُولیٰ کہتے ہیں۔ اعلان نبوت کے تیرہویں سال بھی موسم حج میں منیٰ کی اسی وادی میں تقریباً ۷۲ ر مدنی افراد نے حضور کے دست اقدس پر بیعت اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اسے بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ کفار مکہ نے لوگوں کو اس تیزی کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوتے دیکھا تو غیظ وغضب سے بھر گئے اور پھر سرداران مکہ کی ہنگامی میٹنگ ہوئی جس میں متفقہ رائے سے حضور کے اجتماعی قتل کا فیصلہ ہوا۔

مدینہ طیبہ میں اسلام کئی سال سے فروغ پا رہا تھا۔ یہاں کا ماحول سازگار دیکھ کر حضور نے اپنے جاں نثاروں کو وہاں ہجرت کی اجازت مرحمت فرما دی، چند معذروں اور دوسروں کے پابند صحابۂ کرام رہ گئے تھے، حضور حکم الٰہی کے منتظر تھے، کفار نے جس شب قتل کا پلان بنایا تھا، اسی شب بہ حکم الٰہی حضور نے حضرت علی کو اپنی خواب گاہ میں ٹھہرایا اور سورۂ یٰسین کی آیات مبارکہ تلاوت کر کے ایک مشت مٹی پر دم فرمایا پھر اسے کفار کے سروں کی جانب اُچھالتے ہوئے نہایت اطمینان اور سلامتی کے ساتھ ان کے درمیان سے نکل کر مقام حزورہ پر پہنچے، ایک حسرت بھری نگاہ کعبۂ معظّمہ پر ڈالی اور فرمایا: اے شہر مکہ! تو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور

نہ کرتی تو تیرے سوا میں کہیں اور سکونت پذیر نہ ہوتا، پھر ۲۷ر صفر جمعرات کی شب حضرت صدیق اکبر کے ہمراہ غار ثور کی سمت روانہ ہو گئے۔ تین دن غار ثور کو حضور کی میزبانی کا شرف حاصل رہا، حضرت صدیق اکبر کے شاہزادے حضرت عبد اللہ شام کو اہل مکہ کے حالات اور عزائم سے باخبر کرتے، صدیقی غلام حضرت عامر بن فُہیرہ ابتدائے شب کے جھٹ پٹے میں بکریوں کا ریوڑ سمیٹ لاتے اور دودھ دوہ جاتے، یکم ربیع الاول دوشنبہ کو اریقط نصرانی کی رہنمائی میں غیر معروف اور دشوار گزار راستے سے حضور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے لیکن کفار کی ریشہ دوانیاں اب بھی در پے تھیں، حضور کی گرفتاری پر سو عدد سرخ اونٹ کا انعام مقرر تھا جس کی لالچ میں آ کر حضرت سُراقہ تعاقب میں نکلے اور حضور تک پہنچ گئے لیکن جلال نبوت سے لبریز حکم سن کر زمین نے سراقہ کا گھوڑا اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ شاندار اور پُر جلال معجزہ دیکھ کر سراقہ لرز گئے اور معافی چاہی، سراپا رحمت نبی نے نہ صرف بخشش دے دی بلکہ کسریٰ کا شاہی کنگن انہیں دستیاب ہونے کی بشارت بھی سنائی، حضور کا قافلۂ رحمت و سعادت ۱۲ر ربیع الاول کو مدینہ منورہ سے تین میل دور وادی قُبا میں حضرت کلثوم بن ہدم کے مکان پر فروکش ہوا، ۱۴ر یا ۲۴ر دن یہ سرزمین حضور کے مقدس قدموں سے سرفراز رہی جہاں دنیائے اسلام کی سب سے پہلی مسجد حضور کے دست مبارک سے تعمیر ہوئی، پھر اہل مدینہ نے حضور کا جیسا شاندار استقبال کیا ہے، وہ بے نظیر ہے، ہتھیار بند، دو رویہ صف لگا کر، سر خمیدہ، جوش جذبات سے بھرے ہوئے، چہرے خوشی سے تمتمارہے تھے اور زبانیں نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند کر رہی تھیں، ہر شخص زیارت کو باہر نکل آیا تھا، خواتین چھتوں پر مسرتوں کے آنسو حضور کے قدمان مبارک پر نچھاور کر رہی تھیں، کمسن بچیاں نعت رسول کے استقبالیہ ترانے گا رہی تھیں، اپنے جاں نثاروں کے جلوس میں اللہ کا یہ مقدس اور آخری رسول خمیدہ سر، رب کریم کی تسبیح بیان کرتا ہوا اونٹنی پر محو سفر تھا۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کاشانہ، آفتاب نبوت کی فرودگاہ بنا اور یوں اس معصوم اور دستگیر رسول پر ہونے والے مظالم کا ایک باب بند ہو گیا اور سکون و چین کے چند لمحات میسر آئے۔

ایک معصوم کی مظلوم سی ہجرت دیکھی
قوت عشق سے پھر فاتح مکہ دیکھا

حضور کے مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہی منظر نامہ تبدیل ہو گیا، اذیتوں سے بہت حد تک نجات ملی۔ ہجرت کے پہلے سال مسجد نبوی کی تعمیر، اہل و عیال خصوصاً حضرت عائشہ کی رفاقت، مہاجرین و انصار کی مواخات اور حضرات انصار کا مہاجر صحابۂ کرام کے لئے مثالی ایثار، نماز کی تکمیل، اذان کی ابتدا جیسے واقعات نے ماحول بہت خوشگوار بنا دیا اور حضور کے حوصلے کو زبردست قوت ملی لیکن اس سراپا بہار محسن انسانیت کی فیض رساں شادابی اور وسعت، کفار و منافقین کو ایک آنکھ نہ بھائی اور ہجرت کے دوسرے سال مدینہ طیبہ پر حملے کی تیاریاں شروع ہو گئیں، ۲ھ میں بیت المقدس کی جگہ خانۂ کعبہ کو دوبارہ قبلہ بنا دیا گیا جس سے یہودی سخت چڑ گئے، کفار مکہ، منافقین مدینہ اور یہود کی مشترکہ طاقت نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا منظم اور مضبوط پلان بنایا اور براہ راست تصادم کے لئے آمادہ ہو گئے اللہ رب العزت نے بھی اپنے محبوب اور مقدس رسول کو اب ظلم سے ٹکرانے کی اجازت مرحمت فرما دی اور یوں غزوات و سرایا کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا اور رسول محتشم پھر مصائب و آلام اور جہیم آزمائشوں میں گھر گئے، غزوات ۲۷ + سرایا ۵۶ = ۸۳ر میں بیشتر دوبدو جنگ کے بغیر ختم ہو گئے اور ہر غزوہ یا سریہ میں شرارت کی ابتدا کفار و منافقین کی جانب سے ہوئی، پہلا غزوہ ابوا ہے اور آخری تبوک اور پہلا سریہ، سریہ حمزہ ہے اور آخری جیش اسامہ، ان غزوات میں بدر، احد، خندق، حنین حضور کے لئے بہت صبر آزما رہے۔ یوں تو ہر جاں نثار کی شہادت پر حضور کا قلب اطہر نڈھال ہو جاتا لیکن ان معرکوں میں جیسی غیر متوقع صورت حال سے دوچار ہونا پڑا، اس کا صحیح اندازہ ان کی تفصیلات کے مطالعے سے ہوتا ہے۔

جنگ بدر تاریخ اسلام کا شاندار فاتحانہ معرکہ ہے، اس میں ۳۱۳ر بے سر و سامان مسلمانوں نے ایک ہزار کفار کے مسلح لشکر

کو ایسی ذلت آمیز شکست دی ہے کہ تاریخ اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ کفار عرب کے بڑے بڑے سرغنہ بہت بے بسی کے ساتھ مارے گئے۔ اس جنگ کا پس منظر یہ ہے کہ رجب ۲ھ کے سریہ عبد اللہ بن جحش میں مقام نخلہ پر ایک صاحب اقتدار کافر عمرو بن حضرمی، حضرت واقد تمیمی کے تیر سے مارا گیا، اس قتل سے مکہ کے کافروں میں غیظ وغضب کا آتش فشاں پھوٹ پڑا اور زبردست جنگی تیاریوں کے ساتھ ایک دن کفار مکہ کا لشکر پورے غرور کے ساتھ بدر کے میدان کی سمت روانہ ہو گیا جو مکہ معظمہ سے اسی میل کے فاصلے پر ہے۔

۱۲؍رمضان المبارک ۲ھ کو حضور بھی اپنے جاں نثاروں کے ساتھ بدر تشریف لے گئے، میدان بدر کے معائنہ کے دوران ارشاد فرماتے جاتے اور لکیر کھینچتے جاتے کہ یہاں فلاں کافر مارا جائے گا اور اس جگہ فلاں کی لاش گرے گی، رسول غیب داں کی یہ اطلاع ۱۷؍رمضان المبارک ۲ھ کی صبح حرف بہ حرف سچی ثابت ہوئی۔ ۱۷؍رمضان المبارک جمعہ مبارکہ کی پوری شب حضور اپنے خالق ومعبود کی بارگاہ میں مصروف مناجات رہے۔ فجر کی نماز کے بعد ولولہ انگیز خطاب فرمایا جس میں جہاد کی فضیلت اور شوق شہادت کی ترغیب تھی، پھر صفیں درست فرمائیں اور صحابہ کرام کی درخواست پر اس عریش میں تشریف لے گئے جو آپ کے لئے تیار کی گئی تھی، یہاں حضرت صدیق اکبر اور حضرت سعد بن معاذ چند انصاری احباب کے ساتھ عریش کی حفاظت پر مامور تھے، معرکہ انفرادی مقابلے سے شروع ہوا پھر دست بدست جنگ چھڑ گئی۔ کفار قریش کے سر برآوردہ افراد عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ، عاص بن ہشام، اُمیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث وغیرہ سب کے سب مارے گئے، ستر افراد قتل ہوئے اور ستر گرفتار، فدایان مصطفیٰ ﷺ میں چودہ حضرات نے جام شہادت نوش کیا، ۱۳؍ وہیں دفن ہیں، حضرت عبیدہ بن حارث نے واپسی میں صفراء کے مقام پر وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔ بدر کے مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے جیتے جی جنت کی بشارت دی۔ خلفائے راشدین کے بعد یہ حضرات امت میں سب سے افضل ہیں، اس معرکہ جسم وجاں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جذباتی اضطرار کا عجیب عالم تھا، عریش میں چشمان مبارک سے آنسو جاری تھے اور دست مبارک دعا کے لئے دراز:

"میرے اللہ! تو نے جس فتح اور غلبہ کی مجھے بشارت دی ہے، اسے آج پورا فرمادے۔"

اشکوں کی بارش تھم تھم کے نہیں، مسلسل ہو رہی تھی، اشکوں کی روانی میں بے خودی اور اضطراب کا یہ عالم تھا کہ مبارک دوشالہ دوش اقدس سے سرک سرک جاتا۔ کبھی بے قراری میں سجدہ ریز ہو جاتے اور قاضی الحاجات کی بارگاہ میں نازمحبوبی کے ساتھ عرض کرتے:

"الٰہی! اگر تیرے یہ چند نام لیوا فنا ہو گئے تو پھر روئے زمین پر قیامت تک تیری عبادت نہ ہوگی۔"

حضرت صدیق اکبر پاس موجود تھے، حضور کی بے قراری کا دل دوز منظر دیکھ کر ان پر رقت طاری ہو گئی، دوشالہ اٹھا کر حضور کے شانوں پر ڈالا اور جذبات سے بھرائی ہوئی آواز میں عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا، اطمینان رکھیں" یار غار کی تسلی سے حضور قدرے پرسکون ہوئے اور پھر اس آیت کریمہ کے ورد میں مصروف ہو گئے:

"سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کفار عنقریب شکست خوردہ ہوں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔" [القمر:۴۵]

دعائے رسول کی برکت سے نصرت خداوندی آسمان سے مجسم ہو کر اتر پڑی، اس جنگ میں پانچ ہزار فرشتوں نے اپنے رب کے حکم سے حصہ لیا، پہلے ایک ہزار آئے، پھر تین ہزار، پھر یہ تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی، بالآخر مسلمانوں کو فتح مبین نصیب ہوئی اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک دل سے صدمات غم دور ہو گئے۔

باطل کی یہ سرکش فطرت ہے کہ وہ حق کی فتح کو اپنی توہین خیال کرتا ہے اور بجائے اصلاح، صلاح اور اتباع حق کے، جنگ وجدال اور انتقام کا راستہ اپناتا ہے، بدر کے میدان میں

جیسی ذلت آمیز شکست ہوئی، اس سے کفارِ مکہ کی آنکھیں کھل جانی چاہئے تھیں اور یہ یقین کر لینا چاہئے تھا کہ خالقِ کائنات کی تائید اور نصرت، فداکارانِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہے لیکن انہوں نے اپنی روایت کے مطابق انتقام کا راستہ اپنایا جس کے نتیجے میں اُحد کا خونی معرکہ برپا ہوا۔

مشرکین عرب کا تازہ دم، تجربہ کار اور جنگی ساز و سامان سے لیس تین ہزار سپاہیوں کا لشکر ۱۲؍شوال ۳ھ کو اُحد پہاڑ کے دامن میں فروکش ہو چکا تھا، حضرت عباس کی اطلاع پر حضور بھی ۱۴؍شوال جمعہ کو ایک ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر نکلے جن میں سے تین سو منافقین راستے سے ہی واپس آ گئے، ۱۵؍شوال کی صبح فجر کے وقت لشکرِ اسلام اُحد کے میدان میں پہنچا، نماز کے بعد حضور نے جنگی صف بندی فرمائی۔ اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھا اور کوہ عینین کو بائیں۔ جبلِ اُحد کی سمت ایک تنگ راستہ تھا جس سے دشمن حملہ آور ہو سکتا تھا، اس کی حفاظت اور نگرانی کے لئے پچاس تیر انداز حضرت عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں متعین فرمائے اور تاکید فرما دی کہ جنگ کا نقشہ چاہے کچھ بھی ہو، تمہیں یہاں سے ہٹنا نہیں ہے جب تک کہ میرا حکم نہ آ جائے، ایک دو انفرادی مقابلے کے بعد شدت کی جنگ شروع ہو گئی، بازوؤں کی طاقت خوب داد حاصل کر رہی تھی، تلواروں کی چکا چوند، تیروں کی سنسناہٹ، نیزوں کی تاخت اور آواز کی گھن گرج نے میدان کارزار کو آتش فشاں بنا دیا تھا، سید الشہداء حضرت امیر حمزہ اور شیر خدا حضرت علی خوب دادِ شجاعت دے رہے تھے، حضرت حمزہ دونوں ہاتھ سے شیرانہ تلواریں چلاتے جاتے اور کشتوں کے پشتے لگتے جاتے تھے۔

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیر غرانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

نعرہ ہائے دلیراں سے بَن گونجتے
غُرّشِ کوسِ جراءت پہ لاکھوں سلام

شیرانِ اسلام کے دلیرانہ حملوں سے کفارِ عرب دہل گئے، ان کے سارے علم بردار ایک ایک کر کے کٹ گئے، بالآخر ان کے قدم اکھڑ گئے اور بدحواسی کے عالم میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے، یہ منظر دیکھ کر پہاڑی درّے پر متعین تیر انداز حکمِ رسول سے غافل ہو کر کہنے لگے: چلو مالِ غنیمت لوٹیں، ہماری فتح ہو گئی، حضرت عبداللہ بن جُبیر نے لاکھ روکا لیکن سوائے چند کے کوئی نہ رکا، لشکرِ کفار کے افسر خالد بن ولید نے جو اسلام لانے کے بعد سیف اللہ خالد ہو گئے، موقع تاکا اور اسی درّے سے لشکرِ اسلام پر دوبارہ حملہ کر دیا، حضرت عبداللہ بن جُبیر نے چند جاں بازوں کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا لیکن سیکڑوں کے سامنے چند نفر کب تک ٹکتے، بالآخر سب شہید ہو گئے اور لشکرِ کفار نے پشت سے لشکرِ اسلام پر یلغار کر دی، یہ منظر دیکھ کر مشرکین کی بھاگتی فوج بھی پلٹ پڑی اور پھر پوری قوت کے ساتھ مصطفیٰ جانِ رحمت کے جاں نثاروں پر حملہ کر دیا، اب اسلامی فوج دونوں جانب کے حملوں سے بیک وقت نبرد آزما تھی اور سخت مخمصے کا شکار، لشکرِ اسلام میں ایسی سراسیمگی پھیلی کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہ رہی، کئی مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے، حضرت حذیفہ بن یمان کے والد خود مسلم لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے، حضرت حذیفہ چلاتے رہے کہ ارے! یہ میرے والد ہیں، مسلمان ہیں، لیکن دونوں لشکر اس قدر گتھم گتھا ہو گئے تھے کہ تلواریں اپنے اور بیگانے کی تمیز سے تقریباً بے نیاز ہو چلی تھیں، اس معرکۂ جسم و جاں کی شدت میں ابن قمیہ ملعون نے لشکرِ اسلام کے علم بردار حضرت مُصعب بن عُمیر کے دائیں شانے پر حملہ کیا، آپ کا دایاں بازو کٹ گیا، آپ نے پرچمِ اسلام دوسرے ہاتھ میں لے لیا، ظالم نے دوسرا بازو بھی جدا کر دیا، آپ نے پرچم کو سینے سے لپٹا لیا، بالآخر اس نے حضرت مُصعب کو تیر سے شہید کر دیا۔

حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صورت میں مشابہ تھے آپ کے شہید ہوتے ہی کافروں نے شور مچا دیا کہ حضور شہید ہو گئے، یہ افواہ حضرات صحابہ پر بجلی بن کر گری، جس نے سنا، سُن ہو کر رہ گیا، سراسیمگی نے تو پہلے ہی قبضہ جما رکھا تھا، اب قنوطیت بھی مسلط ہو گئی، بعض نے تو بالکل حوصلہ چھوڑ دیا اور مدینہ کی سمت رخ کر لیا، کچھ لوگوں

نے ہتھیار پھینک دیئے کہ اب لڑ کر کیا ہوگا، جب حضور ہی نہ رہے تو کس کے لئے جنگ کی جائے لیکن کچھ حضرات اب بھی ڈٹے ہوئے تھے۔ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ سیف ذوالفقار سے دشمنوں کی صفیں الٹتے جارہے تھے اور جمال نبوت دیکھنے اور اصل صورت حال جاننے کے لئے حد درجہ بے قرار تھے، حضرت انس بن نضر نے چند مایوس ساتھیوں کو جوش دلایا کہ چلو ہم بھی شہید ہو کر حضور کی خدمت میں پہنچ جائیں، پھر نہایت جاں بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے، آپ کے جسم پر اسّی سے زیادہ زخم تھے بارہ صحابۂ کرام آفتاب رسالت کے گرد حلقہ بنا کر نہایت پامردی کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو صحیح سلامت دیکھا اور بلند آواز سے لشکر اسلام کو اطلاع دی کہ حضور بفضلہ تعالیٰ حیات ہیں اور اس جگہ ہیں، اس آواز کو سنتے ہی مردہ دلوں میں جان پڑ گئی، صحابۂ کرام بہت تیزی کے ساتھ حضور کی جانب سمٹنے لگے لیکن لشکر کفار کا ہجوم بھی اس طرف زیادہ ہونے لگا، اب وہ معرکہ کارزار گرم ہوا کہ شجاعت بھی جاں بازوں کے منھ تک رہی تھی، ابن قمیہ ملعون نے ہجوم میں حضور کو دیکھا اور صفوں کو چیرتا ہوا بہت تیزی کے ساتھ آپ کی جانب بڑھنے لگا، قریب پہنچ کر پوری طاقت سے حضور کے رخ انور پر تلوار ماری، حضور خود پہنے ہوئے تھے لیکن تلوار کی ضرب سے خود کی دو کڑیاں مبارک چہرے میں پیوست ہوگئیں۔

◄.....جاری.....►

ص ۱۲ کا بقیہ..........

میں موجود ہیں۔

(۷) یہ سن ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے۔ اس موقع پر امام احمد رضا معروف محقق قاضی عبدالودود کے والد حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ کی منعقدہ سات روزہ کانفرنس میں پٹنہ تشریف لائے ہوئے تھے۔

(۸) تذکرۂ جمیل رمولانا ابراہیم خوشتر انگلینڈ، اسی موقع پر حضرت حجۃ الاسلام سیتامڑھی کے مشہور گاؤں "پوکھریرا" تشریف لے گئے اور یہیں سے ہماری بستی "رضا باغ گنگٹی" بھی میرے والد عبدالغفور خاں حامدی اور ان کے برادران عبدالشکور خاں وغیرہ کی دعوت پر تشریف لائے اور تقریباً سات روز قیام فرمایا۔

(۹) محدث بریلوی اور علما مکہ ص ۲۵۱

(۱۰) محدث بریلوی اور علما مکہ ص

(۱۱) محدث بریلوی اور علما مکہ ص

(۱۲) معارف رضا، ہفتم (شمارہ ۱۹۹۷)

(۱۳) بروایت امین شریعت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ۔

(۱۴) تذکرۂ جمیل (۱۵) تذکرۂ جمیل

(۱۶) فتاویٰ حامدیہ

(۱۷) ابوالکلام کی تاریخی شکست

(۱۸) الدولۃ المکیہ (۱۹) کفل الفقیہ الفاہم

(۲۰) تجلیات حجۃ الاسلام رڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

(۲۱) تاریخ مشائخ قادریہ

(۲۲) فتاویٰ حامدیہ رڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ص ۵۸

(۲۳) فتاویٰ حامدیہ رڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ص ۵۹ ■■■■



از: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد*

حجۃ الاسلام اور عربی زبان و ادب

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اپنے عہد کے جید عالم دین، مرجع الانام فقیہ، سادہ اور مرصع دونوں نثر کے ماہر اور قادر الکلام شاعر تھے، آپ ہندوستان کے مشہور علمی ادبی اور روحانی خانوادے "خانوادہ رضا" میں سن ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور سن ۱۹۴۳ء میں انتقال فرما گئے، ان ۶۸ سالہ زندگی میں انہوں نے مذہب و ملت اور علم و ادب کی جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ تاریخ کے صفحات کا روشن حصہ ہیں۔

آپ کی تعلیم والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ہی کے زیر سایہ ہوئی، تمام درسیات معقول منقول تفسیر، حدیث، فقہ، واصول بلکہ جملہ علوم وفنون آپ نے والد گرامی ہی سے حاصل کیا، فراغت کے بعد بھی تعلیمی سلسلہ موقوف نہیں کیا والد ماجد کی خدمت میں رہ کر فقہ ادب تصوف میں انہیں کے رنگ میں رنگتے رہے چنانچہ حجۃ الاسلام کے پہلے سوانح نگار مولانا ابراہیم خوشتر اپنی کتاب "تذکرہ جمیل" میں لکھتے ہیں :

فراغت ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء سے اپنے عم محترم استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کے وصال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء تک اپنے والد نامدار امام احمد رضا کی خدمت وصحبت میں تربیت کے مراحل سے گزرتے رہے۔ اس درمیان آپ نے مضامین بھی لکھے، استفتا کے جوابات بھی دئے اور تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری رہا۔ آپ کے نام کے صوری ومعنوی نادر المثال مہر کی تاریخ ۱۳۱۲ھ سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا نے اسی سال آپ کو کار افتا کے لئے تیار کر دیا تھا۔ (۱)

۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں آپ فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے وہاں آپ نے مکہ معظمہ میں شیخ العلما محمد سعید بابصیل (۲) اور مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد برزنجی (۳) کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ عرب کے اکابر علما و مشائخ نے سندیں عطا فرمائیں۔ حضرت مولانا خلیل خربوطی (۴) نے سند فقہ عطا فرمائی، جو حضرت علامہ سید طحطاوی سے انہیں صرف دو واسطوں سے حاصل تھی، وہاں آپ مشائخ حرمین طیبین سے عربی میں مکالمہ فرماتے، مدینہ طیبہ کے جید عالم مولانا عبد القادر طرابلسی شامی سے جو مکالمہ ہوا اس کا ملفوظات میں تذکرہ ملتا ہے۔ (۵)

علم وفن

علامہ حامد رضا میں علم وفن کی جو گیرائی وگہرائی اور تہ داری تھی وہ الولد سر لابیہ کا آئینہ دار تھی۔ آپ کے والد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اپنے عہد کے ممتاز فقیہ، عبقری عالم دین، بلند پایہ محدث ومفسر، کثیر التصانیف مصنف اور صوفی صافی بزرگ تھے، جن کے علم کا شہرہ ہند سے بیرون ہند افریقہ وعرب تک پہنچا (۶) اور علمائے عرب وعجم نے جنہیں بڑے بڑے القابات کے ساتھ خراج تحسین پیش کیا، اعلیٰ حضرت نے اس عہد میں جب کہ علوم وفنون کی تقسیم در تقسیم نہیں ہوئی تھی ۵۵ علوم وفنون پر ہزار سے متجاوز کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (۷)

آج کی تحقیق کے مطابق ان کے علوم وفنون کی تعداد ۱۰۰ر سے متجاوز ہے اور خاص عربی زبان میں آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۵۰ر کے قریب ہے جو کئی فنون کو محیط ہے۔ (۸) کتابوں کا نام بھی عربی زبان میں ہے اور اتنا سلیس ومرصع ہے کہ اس سے جہاں موضوع کتاب کی وضاحت ہوتی ہے وہیں مصنف کی عربی ادب پہ مہارت تامہ کا اذعان بھی ہوتا ہے، حضرت حجۃ الاسلام کے اندر بھی والد کی خصوصیات منعکس ہوئیں، آپ کی ان صلاحیتوں کا اندازہ آپ کے والد گرامی سے زیادہ کس کو ہوگا اسی لئے مختلف

* مضمون نگار مرکزی دار القضا ادارہ شرعیہ بہار کے نائب قاضی اور الرضا پٹنہ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

مواقع پر آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا، مثلاً سرکار محدث مولانا عبد الرحمٰن پوکھریروی (۱۰) نے اپنے یہاں کے لئے امام احمد رضا کو مدعو کیا، آپ کثرت کار کے سبب پوکھریرا نہیں جاسکے مگر اپنا قائم مقام بنا کر حجۃ الاسلام کو بھیجا اور ایک گرامی نامہ تحریر فرما کر روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا:

''اگرچہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں یہ میرے قائم مقام ہیں ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی کہا جائے۔'' (۱۲)

چنانچہ اس خط کے ساتھ آپ اعلیٰ حضرت کی نیابت کرتے ہوئے پوکھریرا تشریف لے گئے اور علاقے کے مختلف گاؤں کے لوگ آپ کی شخصیت اور علم و معرفت سے شرف یاب ہونے کا موقع ملا، اسی موقع سے (غالباً شعبان ۱۳۱۸ھ میں) راقم الحروف کے والد گماشتہ عبد الغفور خاں کی دعوت پہ آپ میرے گاؤں ''رضا باغ گنگٹی'' بھی تشریف لے گئے اور تقریباً ہفتہ روز قیام فرمایا جہاں خلق خدا آپ سے خوب خوب فیضیاب ہوئی۔ (۱۳)

اسی طرح اپنے وصال کے وقت اپنی جانشینی کے لئے جب حضرت حجۃ الاسلام کو منتخب فرمایا تو یہ جملے ارشاد فرمائے ''ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ، ان کا مرید میرا مرید، ان سے بیعت کرو'' امام اہل سنت کی زبان سے نکلے ہوئے یہ جملے حجۃ الاسلام کی عظمت شان کے لئے کافی ہیں، اسی لئے علامہ حسنین رضا خان بریلوی نے فرمایا کہ ''اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان تھے۔ (۱۴)

اس تذکرہ کا مقصد دراصل حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا کی قابلیت ولیاقت کا اظہار تھا یہی وجہ ہے اکابر علما مشائخ نے انہیں اعلیٰ حضرت کا صحیح علمی جانشیں کہا اور جو اس بلند پایہ عالم کا صحیح علمی جانشیں ہو زبان وادب پہ اس کی مہارت کا کیا کہنا۔ حجۃ الاسلام کی تصانیف ان کی اس صلاحیت کی شاہد ہیں جس میں استدلال، اسلوب تحقیق تنقید، ترجمہ تمام طرح کی خوبیاں سمٹی ہوئی ہیں، تصانیف کی مجموعی تعداد کا اندازہ تو نہیں لگایا جاسکا تاہم معروف تصانیف کو دیکھ کی ان کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے: ان کی معروف تصانیف یہ ہیں:

(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۲) سد الفرار (۳) دو آفت بدایوں کی خانہ جنگی (۴) نکس ابا طیل مدرسہ خرما (۵) اجلی انوار رضا (۶) اجتناب العمال (۷) سلامۃ اللہ لاہل السنہ (۸) رمز شیریں چاہ شور (۹) قصد یم شیریں یا چاہ شور (۱۰) خطبہ استقبالیہ (۱۱) اذان من اللہ (۱۲) مراسلت سنت وندوہ (۱۳) تیسیر الماعون (۱۴) حبل اللہ المتین (۱۵) تعلیقات فتاویٰ رضویہ (۱۶) کنز المصلی پر حاشیہ (۱۷) مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ (۱۸) تمہید وترتیب الاجازات المتینہ (۱۹) حاشیہ ملا جلال (۲۰) ترجمہ الدولۃ المکیہ (۲۱) ترجمہ حسام الحرمین (۲۲) فتاویٰ حامدیہ (۲۳) فاتحۃ الریاحین لطیب آثار الصالحین (۲۴) دیوان نعت اردو۔

جہاں تک عربی زبان وادب پہ حجۃ الاسلام کی قدرت و خدمت کا تعلق ہے تو یہ واقعہ ہے کہ ان کی عربی نثر نگاری وشاعری اور زبان وبیان پہ عبور و مہارت کی تعریف علمائے عرب نے بھی کی ہے۔ ۱۳۲۲ھ حجۃ الاسلام کے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر عرب کے معروف عربی داں حضرت شیخ سید حسن دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی اور قابلیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس طرح اعتراف کیا:

''ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو۔'' (۱۵)

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

''حجۃ الاسلام کو ایک بار دار العلوم معینیہ اجمیر شریف طلبہ کا امتحان لینے کی دعوت دی گئی، امتحان کے بعد جب واپس ہونے لگے تو مولانا معین الدین صاحب نے دار العلوم کے معائنہ رجسٹر میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی، آپ نے فرمایا کس زبان میں لکھ دوں؟ مولانا معین الدین اس وقت تک حجۃ الاسلام سے مکمل طور پر متعارف نہیں تھے انہوں نے

کہہ دیا عربی میں تحریر کر دیجئے، حجۃ الاسلام نے قلم برداشتہ کئی صفحات کا معائنہ نہایت ہی فصیح و بلیغ عربی میں تحریر کر دیا، اس قلم برداشتہ لکھنے پر مولانا معین کو حیرت ہو رہی تھی کیوں کہ خود ان کو اپنی عربی دانی پہ بڑا ناز تھا، جب معائنہ لکھ کر حجۃ الاسلام تشریف لے آئے تو مولانا معین ان کی واپسی کے بعد اس کا ترجمہ کرنے بیٹھے، حجۃ الاسلام کی عربی دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے اور لغت دیکھ دیکھ کر بدقت تمام اس کا ترجمہ کیا۔" (١٦)

ان کے سوانح نگار نے ان کی لیاقت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بریلی میں خلافت کمیٹی کے جلسہ میں مولانا ابوالکلام آزاد سے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کا مکالمہ ہوا مولانا آزاد نے اپنے نخوت علم کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ پھر اس موضوع پہ ہم سے مناظرہ کر لیجئے مگر مناظرہ عربی میں ہوگا، حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ "منظور ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ مناظرہ میں دونوں فریق عربی کے بے نقط الفاظ استعمال کریں گے" یہ سن کر مولانا آزاد کا پندار علم ٹوٹ گیا اور مناظرہ ہونے سے رہ گیا۔ (١٧)

حجۃ الاسلام کو عربی ادب پہ اتنا ہی عبور تھا جتنا کسی اہل زبان کو ہوتا ہے، نثر تو نثر ہے نظم میں بھی انہیں ویسا ہی ملکہ حاصل تھا، ان کی نثر کے نمونے اعلیٰ حضرت کی عربی تصانیف: الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ، کفل الفقیہ الفاھم فی حکام قرطاس الدراھم، الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، الوظیفۃ الکریمۃ کی تمہیدوں میں محفوظ ہیں، جنہیں آپ نے برجستہ اور قلم برداشتہ لکھا ہے اور جسے دیکھ کر والد گرامی نے خوشی کا اظہار بھی فرمایا اور بطور تمہید یا مقدمہ کتاب میں شامل کرنے کی اجازت دی، مناسب ہے کہ یہاں ان کی عربی تمہیدات کے چند نمونے دے دیئے جائیں۔

الدولۃ المکیہ جو علم غیب کے موضوع پر علماء عرب کے سوالات کے جواب پر مشتمل ہے اور جسے امام احمد رضا نے صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں قلم بند فرمایا ہے اس کی برجستہ تمہید ملاحظہ کریں جس میں پوری کتاب کا نہایت شاندار اختصار اور نصوص و آثار کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے:

"الحمد لله العلام الغیوب، غفار الذنوب ستار العیوب المظهر من ارتضیٰ من رسول علی السر المحجوب وافضل الصلوٰة واکمل السلام علی ارضیٰ من ارتضیٰ واحب محبوب سید المطلعین علی الغیوب، الذی علمه ربه تعلیما کان فضل الله علیه عظیما، فهو علیٰ کل غائب امین وماهو علی الغیب بضنین ولا هو بنعمة ربه بمجنون مستور عنه ماکان ومایکون، فهو شاهد الملك والملکوت ومشاهد الجبار والجبروت، مازاغ البصر وماطغیٰ افتمرونه علیٰ مایریٰ نزل علیه القرآن تبیانا لکل شی فاحاط الاولین والآخرین وبعلوم لاتنحصر بحد وینحسر دونها العد ولایعلمها احد من العلمین فعلوم آدم وعلوم العالم وعلوم اللوح وعلوم القلم کلها قطرة من بحار علوم حبیبنا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لان علوم مایدریك علومه علیه صلوٰت الله وتسلیمه هی اعظم رشحه واکبر غرفه من ذالك البحر الغیر المتناهی اعنی العلم الازلی الالهی فهو یستمد من ربه والخلق یستمدون منه فما عندهم من العلوم انما هی له وبه ومنه وعنه۔

وکلهم من رسول الله ملتمس
غرفا من البحر او شفا من الدیم
وواقفون لدیه عند حدهم
من نقطة العلم او من شکلة الحکم

قارئین کرام! اس نثری نمونے میں حجۃ الاسلام کی مقفی مسجع عبارت کے ساتھ براعت استہلال کا کمال ملاحظہ کریں کہ علم غیب کے مسئلہ میں ایسی آیات اور ایسے الفاظ کا استعمال جس سے موضوع کتاب پہ بھرپور روشنی پڑے انہوں نے کس برجستگی سے استعمال کئے ہیں، ترجمہ اہل علم کے ذوق مطالعہ پہ چھوڑتے ہوئے ان کی عربی نثر کا دوسرا نمونہ حاضر کرتا ہوں۔

نوٹ کے مسئلہ پہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ایک مایہ ناز تصنیف کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم اپنا ثانی نہیں رکھتی، جس وقت کاغذ کا نوٹ پہلی بار مارکیٹ میں آیا تو یہ سوال سامنے آیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں تو جہاں اوروں نے جواب دیا کہ "بندہ کو اس کی تحقیق نہیں" وہیں امام احمد رضا نے باضابطہ اس پہ عربی زبان میں ایک کتاب لکھ ڈالی جو اپنے استدلال اور زور بیان کے اعتبار سے انتہائی لاجواب اور بے مثل ہے، اس کی تمہید حضرت حجۃ الاسلام نے لکھی ہے اور اس میں وہ کمال فن دکھایا ہے کہ بقول علامہ ابراہیم خوشتر کفل الفقیہ الفاھم کی تمہید عربی زبان و بیان کے انمول جواہرات ہیں اور عربی ادب کے خزائن میں نوادرات کا حسین اضافہ ہیں" اگر ان کی بات پہ یقین نہ ہو تو ذیل کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں اور خود ہی اپنے دل کی آواز سنیں:

"احمد الحمید المحمود حمد حامدا حمد اواصلی واسلم علی احمد محمد اسمه احمد وبعد فلما توجه للمسیر کالبدر المنیر من حضیض الهند الی اوج ام القری وزیارة حرم الحبیب المصطفی المرتجی المرتضی المجتبی علیه افضل التحیة والثنامرة اخری فی العام الماضی قبل عام خلا امام اهل السنة السنیه والجماعة السنیه مجدد المأة الحاضره مؤید الملة الطاهره سنام نور الایمان انسان عین الاعیان الذی لم یکتحل بمثله طرف الاوان قطب المکان وغوث الزمان برکة الاعیان آیة من آیات الرحمن سیدی واستاذی ووالدی وملاذی حضرت المولی الحاج الشیخ احمد رضاخان افاض الله علینا من شابیب فیضه المدار ماترنم الهزار فوق الازهار .... (۱۸)۔

نثر کے بعد اب نظم کا جائزہ لیں تو یہاں بھی ایک جہان حیرت ہمیں متحیر کرنے کے لئے موجود ہے، اردو کی طرح برجستہ برمحل اور علمی و فنی اعتبار سے بھرپور اشعار کہنا ان کے لئے اتنا ہی آسان نظر آتا ہے جتنا غیر عربی داں کو سوچ کر بھی لکھنے میں مشکل معلوم ہوتا ہے، اس دعویٰ کی دلیل کے لئے بھی چند نمونے دیکھیں۔

امام احمد رضا کی عربی شاعری بھی اپنا جواب آپ ہے، ان کے اشعار پہ اضافہ آسان نہیں ہے، جن لوگوں نے ان کی اردو زمین میں نعتیں کہیں ہیں وہ معیار و اقدار کے اعتبار سے کس پایہ کی ہیں سب کو معلوم۔ پھر ان کی عربی شاعری پہ اضافہ کتنا مشکل ہوگا اہل علم سوچ سکتے ہیں مگر آپ کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے حضرت حجۃ الاسلام نے اس پر معیاری اشعار کا کس طرح اضافہ فرمایا ملاحظہ کریں ؎

حسبی الخیرات ماعدوته
یوم القیمة فی رضاء الرحمن

دین النبی محمد خیر الوری
ثم اعتقادی مذهب النعمانی

وتوسلی وتوردی واراحتی
بابی الحسین احمد النورانی

الدولۃ المکیہ جسے امام احمد رضا نے علم غیب مصطفیٰ سے متعلق مکہ معظمہ میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں صرف آٹھ گھنٹہ میں تحریر فرمایا۔

یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی مایہ ناز تصنیف ہے جس پر علمائے عرب کی بڑی وقیع تقریظیں ہیں جیسے علامہ سید اسمٰعیل بن خلیل مدینہ شریف، شیخ العلما محمد سعید بن محمد باصبیل مکی، مفتی شافعیہ، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج مکی، مفتی حنفیہ، علامہ شیخ محمد عابد مکی، مفتی مالکیہ، علامہ شیخ عبداللہ بن حمید، مکی مفتی حنبلیہ، علامہ شیخ صالح بن شیخ صدیق کمال، شیخ علامہ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میر داد، امام مدرس و خطیب مسجد حرام، مدرس مسجد حرام محمد علی بن شیخ صدیق کمال حنفی، استاذ العلما مسجد حرام عبداللہ بن محمد صدقہ بن زینی دحلان وغیرہ وغیرہ یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ۴۷ علما و شیوخ کی تقریظیں اس کتاب میں شامل ہیں، اس کتاب کی منظوم عربی تمہید کا انداز ملاحظہ فرمائیں ؎

وکلهم من رسول الله ملتمس
غرقا من البحر او شفا من الديم

وواقفون لديه عند حد هم
من نقطة العلم او من شكلة العلم

اسی طرح حجۃ الاسلام کی مایہ ناز تالیف ''الاجازت المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ'' جس میں اسناد حدیث و سلاسل طریقت کا ذکر ہے، اس کی تمہید کے یہ اشعار دیکھیں ؎

الا باني من كان ملكا وسيدا
وآدم بين الماء والطين واقف

اذا رام امرا لايكون خلافه
وليس لذالك الامر في الكون صارف

فقربه تقريبا وجعله الاكرام
حبيبا واصله من القلوب المحل جليل

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا برہان الحق جبل پوری کی کتاب 'اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین'' پر منظوم تقریظ کا رنگ دیکھیں ؎

احمد الله خالق النسم
ذراء اللوح بارء القلم

ونصلى على الحبيب له
اعلم الخلق خير كلهم

وعلى آله واصحابه
ماتمو السحاب بالديم

عن الحق فيه يا برهان
نسماه للاسمك كسم

بریلی شریف جنکشن کی مسجد جب بن کر تیار ہوئی اور اس کی تاریخ کے لئے بعض احباب نے فرمائش کی تو شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی نے برجستہ یہ قطعہ تاریخ تحریر فرمایا ؎

انما يعمر لمساجد من
آمن بالاله والاخرى

من بناه بنا له الله
بيت در بجنة الماوى

شكر الله معي قيمه
عمر حامد رضا شفيق رضا

قلت سبحان ربي الاعلى
مسجد اسس على التقوى
28 3 1 =۸ ۵ ۳ ۴ ۷ ۳

[معارف رضا، کراچی شمارہ ہفتم ۱۹۸۷ء]

الدولۃ المکیۃ پر علما و شیوخ عرب نے عربی میں تقریظیں لکھی ہیں بعض نے منظوم تقریظ لکھی ہے اور بعض نے تقاریظ میں اشعار بھی استعمال کئے ہیں اور اس میں مصنف کتاب کو بڑے بڑے القابات سے نوازا یہاں اس کا ذکر میرے مضمون کا حصہ نہیں، اس کی مکمل تفصیل کے لئے ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری کی مؤلفہ کتاب ''امام احمد رضا علمائے حجاز کی نظر میں'' کا مطالعہ مفید ہوگا، الدولۃ المکیۃ کے ذکر کا مقصد یہ تھا کہ اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا نے، آپ خود عربی زبان کے ماہر زبان داں تھے جیسا کہ اس سے پہلے گزرا آپ کی یہ قابلیت اس کتاب کے ترجمہ سے بھی ظاہر ہے، منظوم کتاب کا منظوم ترجمہ اور نثر میں شامل اشعار کا اشعار میں ترجمہ عربی ادب پر حجۃ الاسلام کی مہارت تامہ کی دلیل ہے اس حوالے سے چند شواہد دیکھیں، اس کتاب پر منظوم تقریظ حضرت شیخ عبد القادر محمد بن سودہ القرشی کی ہے ان کے بعض اشعار ہیں ؎

ايها الناظر فيها
انظر الحق يقينا

فهي والله اساس
وهي نور المؤمنينا

ويخفى النور حقا
من نجوم ظاهرينا

نور هم في الهند ظاهر
من جميع المؤمنينا

عالم الخمس یقینا
بل رآی الحق مبینا

حجۃ الاسلام نے ان کا منظوم ترجمہ یوں کیا ہے ؎

اے مرے پیارے ناظریں
حق ہے یہ رسالہ بالیقیں

واللہ وہ ہیں اصل دیں
نور وضیائے مؤمنین

کیا نور سچ مچ چھپ رہے
انجم سے جب ہو سب کھلے

یہ نور ہند کا نور ہے
مسلم میں جس کا ظہور ہے

اے علم خمس ہے بالیقیں
کہ خدا بھی اس سے چھپا نہیں

اسی طرح حرم شریف میں مدرس علامہ شاہ عطیہ محمود نے یہ تقریظ لکھی ؎

للہ در مؤلف اھدیٰ لنا
درء القلوح شرح الصدور صدورہ

اھدتہ للارواح راحۃ احمد
فسما وطاب لدی الانام سرورہ

قد صاغ جوھرہ بمکۃ فازدھیٰ
وازداد فضلاحیث ثم ظھورہ

لاشک ان الارض الالہ واحمدا
ھذا الشنیع المشرقات بدورہ

یا من تروم العلم بادروا واغتنم
روض العلوم الفائحات زھورہ

حجۃ الاسلام نے اس کا ترجمہ کتنا سلیس کیا ہے ملاحظہ فرمائیں ؎

دست رضا نے جام دیا ارمغان جاں
جس سے بلند خلق کا کیف و سرور ہے

مکہ میں ناز اس کے ڈھلے ناز ہے تو یہ
فضل و شرف بڑھا کہ وہاں کا یہ نور ہے

پاکیزہ برگزیدہ حق اس کا ہے گر کہوں
تحریر آب زر سے نگار سطور ہے

اللہ و مصطفیٰ کے حرم ارض محترم
وہ آسمان علم ہے بدر الدرور ہے

جلد آؤ شائقو کہ غنیمت ہے باغ علم
مہکے چمن علوم کے فو زہور ہے

اس طرح کے نمونے ان کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ عربی نثر پہ عربی نژاد کی طرح قدرت ومہارت رکھتے تھے، ان کی کتابیں جن کا تذکرہ اوپر مذکور ہوا اہل علم کے مطالعہ کی زینت کے لئے بیقرار ہیں ضرورت ہے کہ خالص علمی نکتہ نگاہ سے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے مجھے یقین ہے کہ مطالعہ کے بعد ہر قاری کا یہی تاثر ہوگا کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان دیگر علوم وفنون کی طرح عربی ادب پہ بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے اور ہندوستان میں عربی ادب کی خدمت کرنے والوں میں آپ کا قابل ذکر اور ناقابل فراموش کردار ہے۔

حواشی:

(۱) شواہد کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے: فتاویٰ افریقہ / اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، امام احمد رضا اور علمائے عرب / پروفیسر مسعود احمد مظہری، امام احمد رضا اور علمائے مکہ / بہاالدین زکریا شاہ، خلفائے امام احمد رضا۔

(۲) فقیہ اسلام / ڈاکٹر حسن رضا خاں، تصانیف امام احمد رضا، رضا بک ریویو کا "رضویات کا اشاریہ نمبر

(۳) فقیہ اسلام / ڈاکٹر حسن رضا خاں، تصانیف امام احمد رضا / مولانا عبد المبین نعمانی، رضا بک ریویو کا "رضویات کا اشاریہ نمبر۔

(۴) معارف رضا، کراچی شمارہ ہفتم (۱۹۸۷)

(۵) حضرت محدّث کا اصل نام عبد الرحمٰن ہے، آپ اپنے عہد کے جید عالم وعارف اور کثیر التصانیف مصنف تھے، آپ کے مکمل حالات مفتی محمود احمد رفاقتی کی کتاب تذکرہ علمائے اہل سنت اور مولانا ریحان رضا انجم کی مرتبہ "سرکار محدّث نمبر" بقیہ ص ۴۵ / پر

اسلاف و اخلاف

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری ٭

حضور مجاہد ملت اور فیضانِ بریلی

حضور مجاہد ملت ہمیشہ رضا اور خانوادۂ رضا کی خصوصی توجہ کا مرکز رہے، راہ طلب میں کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، جذبۂ عشق کا دامن تھامے، ذوق جنوں میں ہر نشیب وفراز سے گذرتے رہے۔ آپ کا ولولہ صادق ایک دن آپ کے کام آہی گیا، پھر جو جلوؤں کی چاندنی کھلی ہے تو مجاہد ملت پوری زندگی اس کی روشنی میں شرابور رہے، ہر کٹھن گھڑی اور آڑے وقتوں میں بریلی کا فیضان سہارا بنتا رہا۔

مثلاً...(۱) حضور مجاہد ملت کے بڑے بڑے کارناموں میں مسجد اعظم الہ باد کا تحفظ بھی ہے جو ہمیشہ جلی سرخیوں میں سنہرے حرفوں سے لکھا جاتا رہے گا، ہوا یہ کہ جناب معظم خاں صاحب مرحوم جو دور مغلیہ میں بڑے عہدے پر فائز تھے، انہوں نے ۱۱۱۸ھ میں مسجد اعظم کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرائی، وقت کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے گئے، آخری دور میں جناب حسین خان مرحوم اس مسجد کے نگراں مقرر ہوئے، گیارہویں شریف کے موقع پر اسی میں شاندار گیارہویں کا جلسہ بھی کرتے جس میں کافی لوگ شریک ہوا کرتے تھے، اسی دوران امپروومنٹ ٹرسٹ کی نیت خراب ہوگئی، وہ مسجد کی زمین پر قبضہ کرکے اسی پر سے سڑک نکالنا چاہتی تھی جس سے کافی الجھن پیدا ہوگئی، خانصاحب نے مجاہد ملت سے بھی رابطہ کیا اور اس طرف توجہ دلائی، اب یہاں سے مجاہد ملت کا اضطراب شروع ہوتا ہے، مجاہد ملت کا جذبۂ جہاد انگڑائی لیتا ہے اور آپ اسی مومنانہ جوش و خروش میں تحریک تحفظ مسجد اعظم کا صور پھونک دیتے ہیں۔

اسی دوران حضرت عین القضاۃ صاحب مرحوم نے خواب میں دیکھا کہ جہاں مسجد اعظم ہے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے ہیں، اس مبارک خواب نے مجاہد ملت کے مجاہدانہ عزائم کو اور دو آتشہ کردیا، فرماتے تھے، جس روز سے میں نے خواب کا ذکر سنا، اسی روز سے فیصلہ کرلیا کہ بہر حال اسے حاصل کرنا ہے خواہ اس کے لیے جان کی قربانی دینی پڑے، رات کو شہادت کی بے پناہ خوشی اور کل سے یہ مشن کون چلائے گا؟ کا دکھ لیے جانے کب اس مرد مجاہد کی آنکھوں نے جھپکی لی کیا دیکھتے ہیں کہ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں اور اس جگہ کی پیمائش کرکے ارشاد فرمارہے ہیں کہ میاں یہ مسجد رہے گی تم فکر مند نہ ہو، آنکھ کھلی تو معاملہ سمجھ سے باہر تھا، اس لیے کہ نہ بظاہر کوئی ثبوت، نہ حکومت کی طرف سے نرمی کے آثار مگر صبح کو اچانک ایسا ہوا کہ ایک مستری صاحب بانس کے چونگے میں کچھ کاغذات لیے آئے اور عرض کیا کہ حضرت! اس میں پرانے کاغذات ہیں ملاحظہ فرمائیں اگر کوئی آپ کے کام کا ہوا تو قبول فرمائیں، آپ فرماتے تھے کہ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس بانس کے چونگے سے اس مسجد کی زمین کے کاغذات برآمد ہوئے، جس کے بعد تمام لاینحل مسائل خود بخود آسان اور حل ہوگئے، آج اس مسجد اعظم میں حضرت کا قائم کردہ جامعہ حبیبیہ ہے جو علوم دینیہ کا شہرستان ہے، یہ کتنی واضح مثال ہے قربت اور نوازش کی کہ مسجد کی حفاظت کے لیے مجاہد ملت الہ باد میں پریشان ہوں اور اعلیٰ حضرت ان کی پریشانی پر خاموش ہوجائیں گوارہ نہ فرمایا، فوراً خواب میں تشریف لائے ڈھارس بندھائی، ہمت دلائی اور وہ انتظام فرمادیا کہ بدلے تیور دیکھتے ہی رہ گئے۔ (نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر ص ۹۰)

(۲) حضور مجاہد ملت اپنے پیر و مرشد حضور حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ کا اتنا ادب واحترام فرماتے تھے کہ زمانہ گزشتہ کے بزرگوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، خدا کرے آج

کا ہر مرید ویسا ادب کرنا سیکھ جائے ۔ایک بار حضور مجاہد ملت بریلی شریف اسٹیشن پر اعلیٰ حضرت کے محلہ سوداگران حاضر ہونے کے لیے کسی رکشہ والے سے پانچ روپیہ پر معاملہ طے کرتے ہیں، ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ کیا جی میں آیا رکشہ والے سے اس کا نام پوچھ لیا،اس نے کہا حامد رضا، جونہی حامد رضا آپ نے سنا بہت ہی بے قراری سے رکشہ والے سے کہا رکشہ روکو، رکشہ رکا تو فوراً رکشہ سے اچھل کر نیچے اتر گئے، ۵ روپیہ کی جگہ رکشہ والے کو دس روپیہ دیا۔ رکشہ والے کی پریشانی بڑھی۔ پوچھا حضور کیا غلطی ہوئی کہ آپ ہمارے رکشہ سے جانا نہیں چاہتے؟ فرمایا، تمہارا نام میرے پیر و مرشد کے نام پر ہے میں کیسے تمہارے رکشہ پر سواری کروں یہ میرے عشق و ادب کی توہین ہے۔ آپ کو اپنے مرشد مجاز حضور حجۃ الاسلام سے دیوانگی کی حد تک پیار تھا، جہاں کہیں ذکر آتا ''میرے حضور'' ''اپنے مالک'' جیسے القابات سے یاد کرتے۔

(۳) حضور مجاہد ملت کی خوبیوں میں ایک اہم خوبی یہ تھی وہ یوں تو ہر مومن کا اکرام کرتے تھے، اگر وہ صاحب فضل و تقویٰ بھی ہو تو کیا کہنا، اور پھر وہ صاحب فضل و تقویٰ بریلی کا ہے تو ادب و تکریم کا منظر دیدنی ہوتا تھا، پھر تو ادب مجسم بن جاتے، جناب راز الہ بادی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ایک بار الہ باد میں تاجدار اہلسنت، عارف باللہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لائے، اسٹیشن پر حضرت مجاہد ملت بہت سے مریدوں کو لیکر موجود تھے، ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور مجاہد ملت نے حضور مفتی اعظم کی پیشانی کے بوسے لیے، حضرت مفتی اعظم ہند نے حضور مجاہد ملت کے سر کو لیا اور اپنے سینے سے لگالیا، لوگ عش عش کر گئے، سبحان اللہ اتنے عظیم بزرگ اپنے بڑوں کا احترام کس طرح کرتے ہیں، ایک بار پھر الہ باد آنا ہوا تو حضور مفتی اعظم کو اسٹیشن لینے تشریف لے گئے، جب حضرت مفتی اعظم ہند کار میں بیٹھے تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی بغل میں تشریف رکھیے وہ انکار کرنے لگے، ادھر حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ بار بار فرماتے رہے کہ مولانا میرے پاس بیٹھئے مگر وہ کہتے تھے کہ میں رکشے سے آجاؤں گا، ہم لوگ اس راز کو نہ سمجھے، حاجی عیدو بھائی جن کی کار تھی کہنے لگے، حضرت آپ کیوں رکشے سے آئیں گے؟ کار میں جگہ ہے آپ تشریف رکھئے، حضرت مجاہد ملت نے عیدو بھائی سے چپکے سے کان میں کہا کہ آپ لوگ کیا ستم کر رہے ہیں، آپ مجھ کو حضرت کے بغل میں بیٹھنے کے لیے کہتے ہیں، میری مجال ہے کہ ان کے کاندھے سے کاندھا ملا کر بیٹھوں، ہم لوگ دم بخود رہ گئے، آخر کار حضرت مفتی اعظم کے خادم کو حضرت کے بغل میں بیٹھایا گیا تو حضرت مجاہد ملت اس خادم کے بغل میں بیٹھے، یوں تو ہر آدمی اپنے اپنے ذوق کے اعتبار سے اپنے بڑوں کا ادب کرتا ہے، لیکن حضور مجاہد ملت نے حضور مفتی اعظم کا جس انداز میں ادب فرمایا ہے، ادب کی یہ تفسیر صرف حضور مجاہد ملت کی کتاب عشق میں نظر آتی ہے۔

(۴) حضور مفتی اعظم تو پھر مفتی اعظم ہیں، حضور مجاہد ملت حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خانصاحب ازہری قبلہ دام ظلہ علینا کا اتنا ادب و احترام کرتے تھے کہ آج لوگ اپنے اساتذہ کا اتنا احترام نہیں کرپاتے، یا عشق تو جھکنا چاہتا ہے مگر عقل کسر شان کا فلسفہ کھڑا کر دیتی ہے اس میں اپنی خفت سمجھنے لگتے ہیں، حضور تاج الشریعہ حضور مجاہد ملت سے عمر میں ظاہر ہے بہت چھوٹے تھے، ان کی جوانی تھی تو حضرت کی ضعیفی و پیری مگر اس تفاوت کے باوجود حضور مجاہد ملت کا انداز وفا دیکھئے، حضور تاج الشریعہ ایک بار بھدرک تشریف لائے، حضور مجاہد ملت اپنے متعلقین کے ساتھ موجود ہیں، پل پل خدمت و مدارات پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک صاحب حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میں آپ سے بیعت کی غرض سے آیا ہوں، حضور مجاہد ملت جلال میں آگئے اور فرمایا میرے مخدوم اور مخدوم زادے، بریلی شریف کے شہزادے تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی موجودگی میں میں بیعت کروں؟ حبیب الرحمان کی یہ مجال کہ اتنی بڑی جرات کرے، یہ تمہارا نصیب ہے کہ حضرت تشریف فرما ہیں، تمہیں شہزادے

صاحب ہی سے بیعت ہونا ہے، خود لے جا کر ان صاحب کو حضور تاج الشریعہ سے بیعت کروایا۔

یہ حضور تاج الشریعہ کا عنفوانِ اقبال تھا، حضور مجاہد ملت اپنی نگاہِ باطنی سے حضور تاج الشریعہ کی ذات میں مستقبل کا تاج الشریعہ دیکھ رہے تھے، آج کے حالات اس کی بھر پور تائید کرتے ہیں، اس وقت عالم اسلام کے مقتدیان کرام و مشائخ عظام کے جھرمٹ میں حضور تاج الشریعہ کی جو شانِ انفرادیت و امتیازی خصوصیت ہے اس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس وقت تاج الشریعہ نام ہے اعلم العلماء کا، تاج الشریعہ نام ہے افضل الفضلا کا، تاج الشریعہ نام ہے افقہ الفقہا کا، تاج الشریعہ نام ہے حضور مجاہد ملت کے استقامت علی الشریعہ کا، اس وقت تاج الشریعہ نام ہے نائب غوث اعظم کا اور بقول حضور امین ملت اس وقت تاج الشریعہ نام ہے مسلک اعلیٰ حضرت کا، عالم یہ ہے کہ پورے ملک میں جہاں کہیں بھی دینی اجلاس و اجتماع ہو رہا ہے، تمام نعروں کے بیچ میں یہ مبنی بر حقیقت نعرہ ضرور لگ رہا ہے:

"بستی بستی، قریہ قریہ! تاج الشریعہ، تاج الشریعہ"

مجھے بتایا جائے اوصاف مومن کامل میں اس محبوبیت کبریٰ کا تعلق کس وصف سے ہے؟ غور کے بعد آپ بھی اسی نتیجے پر پہنچیں گے جس کا اظہار میں نے کیا ہے، وہ دوسرے لوگ ہیں جو آپ کی اس نعمت عظمیٰ پر حسد کا شکار ہیں، حضور مجاہد ملت آج اگر حیاتِ ظاہری میں ہوتے تو پھولے نہیں سماتے، دعائیں دیتے، بلائیں لیتے، میں یہ عرض کر دوں کہ دھام نگر اور بریلی دو جسم ایک جان کا نام ہے، دھام نگر اگر جسم ہے تو روح بریلی شریف ہے، دھام نگر اگر دل ہے تو دھڑکن بریلی شریف ہے، دھام نگر آنکھ ہے تو روشنی بریلی شریف ہے، یہ رشتۂ محبت و عقیدت لازوال تھا، لازوال رہے گا، چاہے کوئی کچھ کہے، بریلی اور دھام نگر، دھام نگر اور بریلی کا اٹوٹ رشتہ پکار رہا ہے کہ

نکالیں سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا\
مگر پھر بھی میرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

بجھی ہے شمع مسلم بارہا پھر جگمگائی ہے\
یہ تارا ٹوٹ جاتا ہے درخشانی نہیں جاتی

یہ تھا ایک سرسری خاکہ حضور مجاہد ملت کی اعلیٰ حضرت سے قربت، حضور حجۃ الاسلام سے عقیدت، حضور مفتی اعظم سے محبت اور حضور تاج الشریعہ سے رضوی نسبت کا، ان شخصیتوں کے حضور سرکار مجاہد ملت نے احترام و اکرام، تعظیم و توقیر اور ادب و لحاظ کا جو بے پایاں ثبوت دیا ہے، ان جواہر پاروں نے نسبتوں کا بھر پور پاس و خیال کرنے کی شاہراہ متعین کی ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں اب تک جس کو بھی جو کچھ بھی ملا ہے وہ ادب ہی سے ملا ہے، اور آئندہ بھی یہ سلسلہ یونہی رواں دواں رہے گا، جو باادب ہوگا، بامراد رہے گا، اور جو بے ادب ہوگا نامراد ہی رہے گا، حضور مجاہد ملت کے عہد میں خود آپ کے معاصرین میں چندے آفتاب اور چندے ماہتاب کی کمی نہیں تھی، مگر آج حضور مجاہد ملت کا جتنا چرچا ہے، ادب و احترام کی زبان پر جس طرح آپ کا نام مصری کی ڈلی گھولتا ہے، ایسا جلوہ اور جگہ کہاں؟ میرا وجدان کہتا ہے اس میں سب سے بڑا رول حضور اعلیٰ حضرت، خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے مجاہد ملت کے بے لوث والہانہ پن کا ہے اور حضرات تو خیر حضور مجاہد ملت سے بڑے ہیں، یا ہمعصر ہیں، حضور تاج الشریعہ تو عمر میں بہت چھوٹے ہیں، مگر حضور مجاہد ملت کی آنکھوں نے ہمیشہ انہیں بڑی نظر سے دیکھا اور ان کے ادب و توقیر کا کوئی بھی گوشہ کبھی بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا۔

یہ تازیانۂ عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو آج تاج الشریعہ کی تحقیق انیق کے مقابلے میں جدید تحقیق پیش کر رہے ہیں، ان کی رائے مستقیم کو تنقید کی نظر سے دیکھنے کی جرات کر رہے ہیں، ان کے قول فیصل کے متوازی اپنے قول کو ترجیح دینے اور اسے ہی حق سمجھنے کی خوش فہمی کے اسیر ہیں، یہ حضرات نادانستہ ہی سہی مرکز سے انحراف کی جو ناخوشگوار بلا میں مبتلا ہیں وہ حضور مجاہد ملت کے فکر و عمل، معمولات و معاملات کی دودھیا چاندنی میں اپنے فکر و عمل کی تصویر دیکھیں، شب کی تنہائی میں اپنا محاسبہ کریں اور یہ

ضرور غور کریں کہ وہ کس سے کٹ رہے ہیں اور کس سے جٹ رہے ہیں، اور تاسف ان لوگوں پر بھی ہے جو بریلی کا نام لیتے اور ایسوں کا ساتھ دیتے ہیں، زبان سے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگاتے اور دل سے اس کی مخالفت کرتے ہیں، کم از کم حضور مجاہد ملت کے نام لیواؤں کو تو حضور مجاہد ملت کا عملی اور فکری چہرہ دیکھنا چاہئے اور یہ سوچ ہونی چاہیے کہ ایسی کوئی حرکت و جرأت نہ کریں جس سے حضور مجاہد ملت کی روح کو اذیت پہنچے، انہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ حضور مجاہد ملت کی ناخوشی، رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناخوشی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناخوشی خدا کی ناراضگی ہے، جو لوگ ایسی حرکت مکروہی میں کار خیر سمجھ کر مشغول ہیں ان لوگوں کو حضور مجاہد ملت کی روح کبھی معاف نہ کرے گی، اس دور میں دنیا و آخرت کی بھلائی کا دار و مدار اسی پر ہے کہ آدمی اپنے مرکز بریلی شریف سے ہر معاملہ میں جڑا رہے جیسے ہمارے تمام اسلاف جڑے ہوئے تھے اور جیسے حضور مجاہد ملت بریلی کے چاند کا ہالہ بنے ہوئے تھے۔

مجاہد ملت اور فروغ سنیت

حضور مجاہد ملت کا دور بڑا ہی فتنہ و فساد کا دور تھا، اندر سے لے کر باہر تک سازشوں کا جال پھیلا ہوا تھا، مقصد صرف اسلام و سنیت کو کمزور کرنا، مسلمانوں کو بے دست و پا بنائے رکھنا، مذہبی حدود و قیود سے نکال کر آزاد خیالی کے کمند میں ہمیشہ کے لیے انہیں پھنسا دینا، ایسے میں حضور مجاہد ملت امیدوں کی ایک چمکتی کرن تھے، آپ عقابی نظر اور چیتے کا جگر رکھنے والے شاہین تھے، ہر فتنے، فتنہ گروں اور فتنوں کے سرچشموں پر ان کی نگاہ تھی، تبھی تو جب جیسی ضرورت پڑتی تریاق فراہم کرتے رہتے، جیسے جگہ جگہ مدارس کا قیام، مساجد کا اہتمام، آل انڈیا تبلیغ سیرت کی تنظیم، تحریک خاکساران حق کی تشکیل، یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب دوائے شفا تیار کرنے والے کارخانے ہیں، جہاں لوہا، فولاد، پیتل، سونا اور مس خام سونا بن کر نکلتے تھے۔ آپ مدارس کے قیام و اہتمام پر خصوصی توجہ دیتے تھے، جہاں جاتے مدرسہ کے قیام کی تمنا انگڑائی لینے لگتی، مدرسہ قائم فرماتے اور اپنی جیب خاص سے مدرسہ کا بہت بڑا بوجھ ہلکا کرتے رہتے، درجنوں مدارس کے آپ بانی اور سینکڑوں مدارس کے سرپرست و صدر و نگراں بنے رہے، وہ خوب جانتے تھے کہ مساجد کو خطیب و امام، قوم و ملت کو واعظ و مبلغ، جلسے جلوس کو بے باک مقرر اور تحریک و تنظیم کو سرفروش سپاہی اسی فیکٹری سے میسر آتے ہیں، اس لیے انہیں خوب تازہ و توانا رکھو، مدارس میں علم و ادب کے فرزانوں کی بارات اتارو، تاکہ ان کی آغوش تربیت میں پل کر ملت کے دیوانے ملت کے دانے دانے میں دین کی صحیح روح پھونکتے رہیں، آپ مدارس کا اندرونی ماحول مسکراتا دیکھنے کے قائل تھے، وہ خوب جانتے تھے کہ اندر کی مسکراتی فضا کا اثر ہی باہر کی روتی دنیا کو مسکرانے کا ہنر سکھائے گا۔

اس لیے اساتذہ کے چہرے پر کوئی بل، کوئی شکن ان کو ناقابل برداشت تھا، وہ اس پر یقین رکھتے تھے کہ اساتذہ جتنے مطمئن اور مسرور ہوں گے، تعلیمی و تربیتی ماحول ویسا ہی ثمردار، بارآور اور نتیجہ خیز ہوگا، کاش آج مدارس کے منتظمین مجاہد ملت کے اس نکتہ کی اہمیت کو سمجھتے اور ان کی روش پر عمل کرتے تو مدارس اسلامیہ جو آج نتیجہ کے اعتبار سے مایوس کن بلکہ عقیم صفت بنتے جا رہے ہیں یہ المناک دن دیکھنے کو نہ ملتا، مدارس عام و خاص کا موضوع بحث نہ بنتے، اخبارات و رسائل میں ان کے اصلاحات کی باتیں نہ چھپتیں، ٹی وی اور ریڈیو کا یہ دلچسپ عنوان نہ قرار پاتے، اسی لیے مدارس کا کنٹرول ہمیشہ مدارس کے نشیب و فراز سے واقف حضرات علما کے ہاتھوں میں رکھتے، تاکہ مدارس مفید، بامقصد اور بارآور بن سکیں۔ ؏

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

دوسرے نمبر پر جس مرکزی نقطہ نے مجاہد ملت کو سیماب صفت بنائے رکھا وہ ہے آل انڈیا تبلیغ سیرت، مجاہد ملت اگر ایک طرف علم کا بحر بیکراں تھے تو دوسری طرف عمل کا نیر درخشاں، فرائض و واجبات تو دور کی بات ہے نوافل و سنن پر جن کی پابندی و سختی ضرب المثل بنی ہوئی تھی، اسی لیے وہ خود جیسے تھے پوری دنیائے سنیت کو اسی رنگ میں رنگ دینے کا مجاہدانہ حوصلہ رکھتے

تھے، اسی غرض سے آپ نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کی بنیاد ڈالی تھی، جیسا کہ اس کے مطبوعہ اغراض ومقاصد سے ظاہر ہے۔

(۱) مسلمانوں کے اصلاح عقائد واعمال اور تنظیم واتحاد کی کوششیں۔

(۲) ہر زبان جس میں اسلامیات کا عظیم الشان ذخیرہ ہے اس کی بقاو تعلیم کی تدبیریں۔

(۳) اصلاح وترقی مدارس اوران کے نصاب میں یکسانیت پیدا کرنے کی صورتیں۔

(۴) مساجد ومقابر، خانقاہوں اور مسجدوں وقبرستانوں کو ہر قسم کی دست بردسے بچانے کی جدوجہد۔

(۵) انجمن کے مقاصد اورکاروائیوں سے روشناس کرنے کے لیے پریس اوراخبار جوکانفرنس کا ترجمان ہوجاری کرنے کی اسکیمیں اورملک کے ہر حصے میں انجمن کی شاخ کو بڑھانے کی مثبت فکر۔

پورے ملک میں اس پارے اس پار تک آل انڈیا تبلیغ سیرت کی دھومیں مچ گئیں، جلسوں کا تانتا بندھ گیا، قافلہ درقافلہ علماوعوام اشتیاقانہ حاضر ہوتے، کانفرنسیں تو بہت ہوئیں مگر پٹنہ بہار کی کانفرنس سب سے تاریخی اور یادگار ہے، جو ۱۰؍اپریل ۱۹۵۴ء کو ہوئی تھی، اس میں حضور مجاہد ملت نے جو خطبۂ صدارت پیش فرمایا، اس کا جملہ جملہ بلکہ لفظ لفظ منشور حیات کا مجسمہ ہے، پیش ہے تبرکاً اس کا ایک مختصر اقتباس:

”پونے چودہ سوسال پیشتر جبکہ انسان نما حیوانوں کی بدکرداری دامن انسانیت پر بدنما داغ تھی، ایک رہنمائے اعظم تاج رسالت زیب سر کئے، ردائے شفاعت کاندھوں پر ڈالے، مشعل ہدایت ہاتھوں میں لیے دنیائے انسانیت کی رہنمائی کے لیے حرم کعبہ سے پیغام خداوندی لقد کان لکم سناتا ہوا نمودار ہوا، یہ پیغام خداوندی صرف پیغام عبادت ہی نہیں بلکہ پیغام حیات، اصول زندگی اور دستور انسانیت تھا اور ہے، رہبر اعظم نور مجسم ﷺ نے صفا کی چوٹی سے آواز دی ”اے گم کردہ راہ انسانو! کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکل کر توحید ورسالت کی روشنی میں منزل مقصود سے ہمکنار ہوجاؤ، شرافت ونجابت کو ہوا وہوس کے زنداں سے آزادی دلا کر صاحب اختیار کردیں، نفس پرستی وبدگوئی کو ختم کرکے حق پرستی وحق گوئی کو شرف تکلم بخشیں، غربت وبے کسی کو قصر سرمائگی سے رہائی دلا کر خزانۂ برکت کی کنجیاں عطا کردیں، دامن انسانیت کے بدنما داغوں کو آب رحمت سے دھوکر مجلّٰی ومصفّٰی کردیں، انسانیت نے نبوت کی اس صدا کو گوش دل سے سنا اور جبین عقیدت بارگاہ رسالت پر جھکادی، حضرت صدیق اکبر جیسا سرمایہ دار، حضرت بلال جیسا غلام، حضرت سلمان جیسا پردیسی، حضرت حبیب جیسا غریب الوطن، سب کے سب دوڑ پڑے رضی اللہ عنہم اور سرکار کونین، روحی فداہ کے پرچم کے زیر سایہ، ابدی سکون وراحت حاصل کی، کیا قدرت کی اس نعمت عظیمہ کا شکریہ ادا کرنا ہم پر واجب نہیں، جس کی سیرت مقدسہ آج بھی دنیائے انسانیت کے لیے پیغام حیات اور پیغام نجات ہے اوراس کا عملی شکریہ سیرت نبویہ پر عمل کرنا اور دنیائے انسانیت کو تبلیغ سیرت سے دعوت عمل دینا ہے، تاکہ مسلمان اس پر عمل پیرا ہوکر نکبت وہلاکت سے نجات حاصل کرکے رفعت وعظمت کی بلندیوں پر فائز ہوسکے۔“ [مرد مومن، ص ۳۴۸]

یہ تھی حضور مجاہد ملت کی تقریر دل پذیر وپر تنویر کا ایک اقتباس جس کی پیشانی پر فصاحت کا جھومر بھی ہے، گلے میں بلاغت کا ہار بھی ہے، سر پر اردوئے معلّٰی کا تاج بھی ہے، دل میں قوم وملت کا بے پناہ درد بھی ہے، اس میں سنت وشریعت کی دعوت بھی ہے، اور ہاتھ میں غلامیٔ مصطفٰی کا پٹہ بھی، اس طرح ملک کے مختلف صوبوں، ضلعوں اور حصوں میں تبلیغ سیرت کا جلسہ آپ سجاتے رہے اورقوم کی بگڑی ہوئی حالت وسیرت پر بلک بلک کر خون کے آنسو روتے رہے، اس زمانے کے جید علما، نامور خطباء آپ کی ایک دعوت پر لبیک یاسیدی کہہ کر حاضر ہوتے رہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ تبلیغ سیرت کے پلیٹ فارم سے عقائد واعمال کا زبردست کام ہوا، کتنے بدعقیدے سنی بنے، کتنے مذبذب اور صلح کلیوں نے اپنی ڈھل مل یقینی سے توبہ کیا اور کتنے بے عمل وبدعمل صاحب

عمل وخوش اطوار بن گئے، افسوس کہ حضور مجاہد ملت کی رحلت سے آل انڈیا تبلیغ سیرت کے جسم سے حرارت عمل اور روح اخلاص رخصت ہوگئی۔ حضور مجاہد ملت نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کے جو اغراض ومقاصد رکھے تھے، انھیں بغور دیکھئے ان مقاصد کوروبعمل لانے میں جتنے گہرے علم، جتنی گہری سوچ، جتنی اجلی فکر اور نکھری طبیعت کا حامل ہونا ضروری ہے، حضور مجاہد ملت نے اسی اعتبار سے اس کا انتخاب کیا تھا، تمام مرکزی منصب اور کلیدی عہدے پر نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز اوصاف کے پیکر علمائے کرام فائز تھے، بشکل عوام امراء اور دانشور ومفکرین کی شمولیت بھی تھی، مگر اندرونی معاملے میں عمل دخل سے بے نیاز، اسی وجہ سے ہر جزوکل سلامت تھا اور سبک روی سے تبلیغ سیرت کا کارواں منزل بہ منزل آگے بڑھتا رہا، حضور مجاہد ملت کے بعد حضرت کے مقررہ اصول کو اپنی مطلب برآری کی خاطر جہاں لوگوں نے پس پشت ڈالا سالمیت بکھر گئی، اجتماعیت ٹوٹ گئی اور جمعیت پارہ پارہ ہوگئی اور اگر کہیں باقی بھی رہی تو ”رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی“ کا مرثیہ پڑھتی رہی، کہیں کہیں پھر سے لوگوں نے اپنے اپنے علاقے میں کام کرنے کے لیے آل انڈیا تبلیغ سیرت کا جھنڈا اٹھانا شروع کردیا ہے، ان کے کام کے انداز، طور طریقے، تصرف واختیار کو دیکھئے تو برملا آپ یہ کہیں گے ”شاہیں کے نشیمن میں ہے زاغوں کا بسیرا“ بس خدا خیر کرے اور مجاہد ملت کے مشن کی لاج بچائے رکھے۔

اپنے اخیر دور میں کل ہند ”تحریک خاکساران حق“ کے نام سے ایک ہندوستان گیر تنظیم کی داغ بیل ڈالی اور ملک کے مختلف حصوں میں ہزاروں سرگرم وکلا، دانشور، پروفیسرس، ڈاکٹرس اور سماجی قائدین اس کے باضابطہ رکن منتخب ہوئے، اس تحریک نے دینی جلسوں، کانفرنسوں اور مختلف قومی ومذہبی تقریبات اور اعراس بزرگان دین میں اپنی رضا کارانہ خدمات سے اہل ملک کو کافی حد تک متوجہ کیا اور مسلمانوں میں دلولہ انگیز اور ایک طاقتور اجتماعی زندگی کی راہیں ہموار کیں، وہ چاہے مدارس ہوں یا مساجد، تبلیغ سیرت ہو یا خاکساران حق، جلسہ وجلوس ہو یا دعوت وارشاد چاہے کوئی سا بھی پلیٹ فارم ہو سب کے عزائم و مقاصد کی روح اور سب کی جدوجہد کا اھداف مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت واشاعت وحفاظت ہی رہی ہے، آج چاہے کوئی کچھ کہے مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وفروغ میں حضور مجاہد ملت نے جو انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور ملکی ریکارڈ قائم کیا ہے اس کی کوئی مثال کہیں نظر نہیں آتی ہے۔

■■■

ص ۵۲ رکا بقیہ.......................

اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ فتنہ ہمارے دروازے پر دستک نہیں دے رہا۔ یہ ہماری بھول اور بے خبری ہے، مسلمانو! یہ بیدار ہونے کا وقت ہے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

قادیانی نئی نئی فتوحات کے پر فریب منصوبے تشکیل دے رہے ہیں اور بالخصوص برصغیر ان کے نشانے پر ہے، یہاں کی غریب مسلم آبادیوں کا ایمان وہ مادی اور مالی آسائشوں سے خریدنا چاہتے ہیں، سماجی وفلاحی کاموں کی آڑ میں اپنا دائرہ پھیلانا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انھیں درپردہ فرقہ پرست تنظیموں کی حمایت بھی حاصل ہے، امریکہ نواز حکومتیں ان کی معاون ہیں تو کیا ہماری ذمہ داری نہیں کہ ہم بیدار ہو کر قادیانیت کا رد اور سدباب کریں؟ راقم کے خیال میں اس کے سدباب کا کامیاب لائحہ عمل یہی ہوگا کہ آقا رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا موضوع سرفہرست رکھ کر اس کی اشاعت وتبلیغ کی جائے اور یہ ایمانی تقاضا بھی ہے، اس سلسلے میں امام احمد رضا کی جو تصانیف ورسائل ہیں، انھیں تسہیل وتخریج کے مرحلے سے گزار کر منظر عام پر لایا جائے اور ان کو گھر گھر پہنچایا جائے، اس طرح کا علمی کام ایمان افروز بھی ہوگا اور وقت کا تقاضا بھی! امید کہ اصحاب بصیرت اس سلسلے میں کوئی مؤثر اور فوری اقدام کریں گے۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی

■■■



تین طلاق کے خلاف بل پاس! ذمہ دار کون؟

از: پرویز عالم٭

آج سے ۲۵ رسال قبل ۶ ردسمبر کو سیکولر ہندوستان کی ایک بڑی اقلیت آبادی کی قدیم تاریخی عبادت گاہ فرقہ پرست طاقتوں نے منہدم کر کے ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو منھ چڑھایا تھا، ہندوستان جنت نشان کے جمہوری دستور وآئین کی کھلے عام دھجیاں اڑائیں تھیں، قانون کی بالادستی کا مذاق اڑایا تھا، ۲۵ ر سال کے بعد آج پھر اس ملک کے ایوان بالا اور دستور ساز ادارے میں جمہوری دستور کا مذاق اڑایا گیا ہے، مسلمانوں کی مرضی کے خلاف تین طلاق کو جرم قرار دینے کا بل پاس کر کے ملک کے دستور وآئین کا خون کیا گیا۔

اس وقت ملک میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت ہے، ملک کی تقدیر کی وہ بلا شرکت غیر مالک ہے، سیاہ وسفید اسی کے چشم ابرو کے اشاروں کا نام ہے، یہ بل اسی کی جانب سے پیش ہوا اور صبح سے جاری کشمکش کے دوران آخر یہ اسلام مخالف بل لوک سبھا میں پاس ہوگیا، برسر اقتدار جماعت نے جو کچھ بھی کیا اس پہ ہمیں حیرت نہیں، مسلم دشمنی اس کے خمیر کا حصہ ہے، مسلمانوں کے خلاف اگر وہ کچھ اس طرح کا اقدام کرتی ہے تو اس میں تعجب اور حیرت کی بات نہیں، گلہ اور شکوہ تو ان جماعتوں سے ہے جن کے قائدین سیکولرزم پر 80 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بولتے ہیں اور بے تکان بولتے ہیں، جن کا اوڑھنا بچھونا ہی سیکولرزم ہے، جو اس نام پر سیاسی روٹی سینکنے میں مصروف عمل رہنے کو ہی قوم کی بڑی خدمت تصور کرتے ہیں، ملک کی بڑی، قدیم سیکولر جماعت جو رواداری اور بھائی چارگی کے پرجوش نعرے لگاتی ہے، ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب پر گفتگو کرتی ہے، اسے بھی جیسے سانپ سونگھ گیا ہو، کسی نے بھی اس بل کے خلاف ووٹنگ نہیں کی، حیرت اور بالائے حیرت تو یہ ہے کہ کلاہ برداران شریعت، اسلام کے نام نہاد ٹھیکے دار مولانا حضرات جو مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑنے میں ماہر سمجھے جاتے ہیں، جو قوم مسلم کی قیادت کا پرچم لہرا رہے ہیں، جو پارلیامنٹ میں مسلمانوں کی نمائندگی کا فرض ادا کر رہے ہیں، جو ایوان سے باہر مسلمانوں کے دکھ درد اور ان کی مظلومیت کی داستان بیان کر کے مگر مچھ کے آنسو بہاتے ہیں، بھولی بھالی سادہ لوح قوم کے قیمتی ووٹوں کو اپنی ترقی کا زینہ بنا کر لوک سبھا کی ممبری حاصل کر کے عیش وعشرت بھری زندگی گزارتے ہیں، انہوں نے بھی اس اسلام مخالف بل کے خلاف ووٹ دینا مصلحت کے خلاف تصور کیا۔

اس موڑ پر یہ بات بھی روشن ہوگئی کہ جو بنام مسلم رہنما مسلم قیادت کا تاج سر پر سجا کر پارلیامنٹ میں بیٹھتے ہیں، دراصل وہ ایک ڈھونگ ہوتا ہے، قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں، دراصل وہ جس سیاسی جماعت سے وابستہ ہوتے ہیں لوک سبھا میں وہ اسی کی نمائندگی کرتے ہیں، اپنی قوم وملت کی نہیں، پارٹی سے الگ ہٹ کر ان کی اپنی کوئی سوچ نہیں، کوئی فکر نہیں، ان کے افکار ونظریات پر ان کی پارٹی کی فکر کا قبضہ رہتا ہے، ہم سادہ لوح نادان لوگ انہیں اپنا نمائندہ تصور کر کے ان کے لئے گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگاتے ہیں، جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے، اپنے قیمتی ووٹ سے ان کی ساکھ کو سہارا دیتے رہنا اپنا ملی فریضہ سمجھتے ہیں۔

قوم نے ۲۰ ر سے زائد مسلم رہنماؤں کو اپنا نمائندہ بنا کر پارلیامنٹ میں بھیجا لیکن جب وقت آیا قوم وملت کے حق آواز بلند کرنے کا تو سوائے ایک کے یہ سارے چوہے کے بل میں سما گئے، تنہا ایک شخص پارلیامنٹ کی اس جنگ میں تین طلاق کے رد میں پیش ہونے والے اس بل کے خلاف محاذ پر لڑتا رہا،

٭مضمون نگار قومی تنظیم لکھنؤ ایڈیشن کے انچارج ہیں۔

اس نے اس پر ووٹنگ بھی کرائی لیکن مصلحت وقت کے خول سے باہر نکل کر ان کی آواز میں آواز ملانے کی جرأت وہمت کسی بھی سیاسی رہنما کو نہیں ہو سکی، کس قدر شرمناک صورت حال ہے کہ آج اس بل کے پاس ہونے پر تعمیل حکم کرنے والے زر خرید غلام کی طرح میڈیا اسے "ملا کی ہار" اور "عورت کی جیت" کا عنوان دے رہا ہے۔

ہندوستان کا دستور وآئین جس وقت مرتب کیا جا رہا تھا، اس وقت کانگریس ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت تھی، بلا شرکت غیر تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے، ملک کے ہر سیاہ وسفید کا فیصلہ اسی کے چشم ابرو کے اشارے پر ہوتا، وہ جو کہتی وہی قانون ہوتا، ملک کا آئین ودستور اسی کے سر پرستی میں مرتب ہوا، اسی کی ایما پہ آئین میں اس امر کی گنجائش چھوڑ گئی تھی، یوں تو دستور ہند کی دفعہ ۲۵ ر کے تحت ہندوستان کے ہر شہری کو بنیادی حق کے طور پر مذہبی آزادی کی ضمانت تحریر کی گئی ہے، لیکن اس دستور میں یونیفارم سول کوڈ (یعنی ایسا قانون جن کے تحت ہر ہندوستانی مذہبی قید وبند سے آزاد ہو) کے لئے ایک چور دروازہ بھی چھوڑ دیا گیا تھا، بعد میں اس چور دروازے سے کانگریس کے دور اقتدار میں شاہ بانو کیس کے ذریعہ یکسان سول کوڈ کے لئے راہ ہموار کی جانے لگی، اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی قیادت اس قدر کمزور نہیں تھی، ملک کے کونے کونے میں احتجاج کی ایک لہر تھی جو دوڑ رہی تھی، ہر طرف احتجاجی تحریک اور مسلم پرسنل لاء میں بے جا مداخلت کے خلاف نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی، آخر حکومت وقت کو یہ بل واپس لینے میں ہی خیر وعافیت محسوس ہوئی۔

بھارتیہ جنتا پارٹی آج عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کے نام پر جو ڈرامہ اسٹیج کر رہی ہے، اس کا تانا بانا بھی دستور ہند میں چھوڑے گئے اسی چور دروازے سے ملتا ہے، اگر اس وقت صاف ستھرے انداز میں یہ دفعہ تحریر کر دی گئی ہوتی اور یکساں سول کوڈ کا شوشہ نہیں چھوڑا گیا ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا، تعجب تو ان سفید پوش کانگریسیوں پر ہے جو سیکولرزم کے لبادے میں فسطائی طاقتوں کے آلۂ کار کے طور پر کام کر رہے ہیں، انہوں نے اس وفادار قوم کی پیٹھ میں ہمیشہ خنجر زنی کی ہے جو قوم پیدا ہوتے ہی اس کی وفاداری کے نعرے لگاتی ہے، جس کی پشت پہ کانگریس کا ٹھپہ لگا ہوا ہے، جو ہمیشہ کانگریس نواز رہی، مسلمانوں کا اس سیاسی جماعت سے رشتہ بہت قدیم اور پرانا ہے لیکن اس قوم کی وفاداری کا صلہ ہمیشہ کانگریس نے دغابازی سے دیا ہے اور مسلمانوں کے اعتماد واعتبار کا خون کرنے میں اس نے اس کی وفاداری، ایثار پسندی اور قربانیوں کا کوئی لحاظ وپاس نہیں کیا۔

آج بھی جو اسلام مخالف بل پارلیامنٹ میں پاس ہوا اس میں ہندوستان کی اس بڑی سیکولر جماعت نے در پردہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی حمایت کی ہے، اگر کانگریس تین طلاق کے معاملہ میں عام مسلمانوں کی حمایت میں ہوتی اور اس تعلق سے اس کی نیت صاف ستھری ہوتی تو وہ اس کے خلاف ووٹنگ کر کے اپنی تصویر صاف کر دیتی، لیکن اس بل کے پاس ہونے کے وقت اس کی پالیسی ڈپلومیٹک رہی، جس سے تھوڑی دیر کے لئے سادہ لوح لوگوں کو بے وقوف بنایا جا سکتا ہے کہ اس نے اس بل میں بی جے پی کی حمایت نہیں کی ہے، لیکن یہ سراسر دھوکہ اور فریب ہے، اس بل کے خلاف رائے نہ دے کر خموشی اختیار کر لینا در اصل اس بل کی در پردہ حمایت ہے۔

بھارتیہ جنتا پارٹی عورتوں کی بحالی کے نام پر جو ڈرامہ اسٹیج کر رہی ہے اور تین طلاق کا ایشو کھڑا کر کے انہیں جو آزادی دینے کی بات کر رہی ہے، اس کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں، دنیا میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے پہلی مرتبہ عورتوں کی قرار واقعی حیثیت پر مہر لگائی، جب تک دنیا اسلامی تعلیمات سے نا واقف تھی، اس وقت تک اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ عورت کی کوئی حیثیت ہے یا کوئی شخصیت یا زندگی میں اس کا کوئی شمار ہے، اسلام نے اپنی تعلیمات میں عورتوں کی حیثیت مقرر کی اس طرح سماج میں اس کی اہمیت تسلیم کی گئی، عیسائیت کی پوری مذہبی تعلیم کا جائزہ لے لیجئے، آپ کو ان میں کہیں عورتوں کا کوئی حق نظر نہ آئے گا، یہودی تعلیمات میں بھی عورتوں کی کوئی حیثیت

نہیں، ایران کے قدیم مذہب میں بھی عورت کے لئے سماج اور معاشرے میں عزت و سربلندی کا کوئی مقام نہیں، شاستروں اور ویدوں کی تعلیمات میں بھی عورت کی نہ تو کوئی مستقل شخصیت تھی نہ مذہبی حیثیت سے آج بھی کسی حصہ کی حقدار ہے، عرب والوں میں بھی عورت سماج کا ذلیل ترین حصہ اور ناقابل توجہ عنصر تھی، پوری دنیا کی مذہبی تعلیم میں عورتوں کے لئے عزت و افتخار کا کوئی مقام نہ تھا، اسلام نے دنیا میں بسنے والے تمام افراد کے حقوق مقرر فرمائے، ہر ایک کی سماجی حیثیت متعین کی تاکہ اس سرزمین پر کوئی بغیر حیثیت نہ رہے، اسلام نے معاشرے کے ہر گوشہ میں عورتوں کو شریک اور حصہ دار بنایا، آج اسی اسلام پہ یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ اس نے عورتوں کو ان کا جائز مقام عطا نہیں فرمایا، الزام واتہام کی تاریخ میں شاید اس سے بڑا الزام کسی پر نہ لگایا گیا ہو، یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی آفتاب پہ الزام لگائے کہ اس نے روشنی تقسیم کرنے میں بخل سے کام لیا۔

تاریخ کی یہ صداقت بھی حیرتوں میں ڈال دینے والی ہے کہ آج طلاق کے نام پر جس قوم کی پگڑی اچھالی جارہی ہے، بدنامی کا طوق جس کے گلے میں ڈالا جارہا ہے، اس کے یہاں طلاق کے واقعات دوسری قوموں کے مقابلے میں کم اور بہت کم ہیں، امریکہ جو دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک شمار کیا جاتا ہے ایک سروے کے مطابق ۱۹۹۰ء میں وہاں 2162000 شادیاں ہوئیں اور 1170000 طلاق کے واقعات سامنے آئے، ڈنمارک میں 30894 شادیاں ہوئیں اور 15152 طلاق کے واقعات ہوئے، سوئزرلینڈ میں 46603 شادیاں ہوئیں اور طلاق کے واقعات 1313 ہوئے، ہندوستان میں چار مسلم اکثریتی علاقوں میں 2011 سے 2015 کے درمیان مختلف قوموں کے درمیان ہونے والے طلاق کے واقعات ایک سروے کے مطابق اس طرح ہیں:

مسلمان—1307، عیسائی—4827، ہندو—16505، سکھ—8 ملکی و بین الاقوامی سطح پر واقعات طلاق کے اس سروے کے تناظر میں میڈیا کی جانب سے کئے جانے والے پروپیگنڈوں کی حقیقت بھی سمجھ میں آرہی ہوگی اور طلاق کے نام پہ عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کے لئے بے چین ومضطرب ارباب اقتدار کے خلوص کی حقیقت بھی۔

دراصل ملک کی ترقی اور خوشحالی کے بلند بانگ نعرے لگانے والی بھارتیہ جنتا پارٹی ہر محاذ پر ناکام ونامراد ہے، بے روزگاری ہندوستانیوں کو اژدھے کی طرح اپنی خوراک بنا رہی ہے، عام لوگ غربت وافلاس اور بدحالی کے منحوس سائے میں زندگی گزار رہے ہیں، معاشی اور اقتصادی محاذ پر حکومت بری طرح ناکام ہے، اس لئے ایک شاطر وعیار کھلاڑی کی طرح ارباب حکومت عوام کی توجہ ان حقائق کی طرف سے ہٹانے کے لئے اس طرح کے بے بنیاد اور غیر ضروری مسائل پیدا کر رہے ہیں، میڈیا کے ذریعہ اسے تل کا تاڑ بنایا جارہا ہے، سادہ لوح عوام اصل اور بنیادی مسائل سے ہٹ کر ان بھول بھلیوں میں گم ہوکر رہ گئے ہیں، لیکن یاد رکھئے وقت اور تاریخ سب سے بڑا محاسب ہے، وہ بہت باریک بینی سے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے آپ کی ناکامیوں اور نامرادیوں کی تاریخ مرتب کر رہی ہے، اس کے حقائق سے آپ کبھی منہ نہیں موڑ سکتے اور وہ وقت قریب آرہا ہے جب آپ کو پائی پائی کا حساب چکانا پڑے گا۔ ■■■

ص ۵۷ کا بقیہ

انسان کو اقتدار عطا کرتے ہیں اور سجدے انسان کو وہ اوج وکمال عطا کرتے ہیں جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا، کافر تیروں اور تلوار پر بھروسہ کرتا ہے جبکہ مومن کی پیشانی اگر سجدوں کے نور سے روشن ہے تو وہ میدان کارزار میں بے تیغ بھی لڑتا ہے اور کامیاب وکامران ہوتا ہے، تلواروں سے گردنیں کاٹیں تو جا سکتی ہے، جھکائی نہیں جاسکتیں، لیکن سجدوں میں وہ توانائی ہے کہ وہ کفر کی جڑوں کو کاٹ دیتے ہیں اور اونچی اونچی گردنوں کو جھکا دیتے ہیں۔

سجدوں کی پابندی کے ساتھ جو زندگی گزرتی ہے، وہ زندگی اہل دنیا کے لیے چراغ راہ ثابت ہوتی ہے، تخت وتاج اہل سجدہ کی ٹھوکروں میں ملا کرتے ہیں اور اہل تخت وتاج ساجدین کی خدمت میں برہنہ پا حاضر ہوتے ہیں۔ ■■■

نقد و نظر

از: غلام مصطفیٰ رضوی

قادیانی فتنہ! اسلام کے خلاف ایک صہیونی سازش

قادیانیت کو تقویت پہنچانے والی نواز حکومت عقیدۂ ختم نبوت سے بغاوت کی دہلیز پر

اس وقت پاکستان میں عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق قانون کو کمزور کرنے کی مبہم حکومتی سازشوں سے نمایاں ہے، جس کے سنگین اثرات قادیانی فتنے کی تقویت کی صورت میں رونما ہو سکتے ہیں، تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ نے تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے لیے اپنی کوششیں تیز کیں اور بیداری کا پیغام دیا، جس سے نواز حکومت کی چولیں ہل گئیں، ہم محافظین تحریک عقیدۂ ختم نبوت کے بازوؤں کو سلام پیش کرتے ہیں اور عاشقان مصطفیٰ سے عرض گزار ہیں کہ اپنی نسلوں میں ناموس رسالت ﷺ کے لئے فداکاری کا جذبہ بھر دیں تا کہ قادیانی مشن سبوتاژ ہو اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کی تحریک ثمر آور ہو، نواز حکومت کے اقتدار کا آفتاب ایسا لگتا ہے کہ زوال کی عمیق وادی میں روپوش ہو جائے گا۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ تحفظِ ناموس رسالت یا تحفظِ عقیدۂ ختم نبوت ہماری دینی ذمہ داری ہے، اس عقیدے پر حملہ کسی خطے میں ہو، اسے ناکام بنانے کے لیے ہمیں بیدار ہونا ہوگا، ہم مولانا خادم حسین رضوی کی جرأت ایمانی کو سراہتے ہوئے ان کے مشن کی کامیابی کے خواہش مند ہیں۔

قادیانی تحریک اسلام مخالف قوتوں کی منظم سازش کا عملی نتیجہ ہے، جس نے عقائد اسلامی کی فصیل میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کی جرأت کی، اس فرقے اور فتنے سے امت مسلمہ کے ہر فرد کا باخبر ہونا ضروری ہے تا کہ ان کے فتنہ و شر سے عقیدہ و ایمان محفوظ رہ سکے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سب سے نمایاں کردار علما اور مسلمانوں نے ادا کیا، انگریز کو اس سے مسلمانوں کی ایمانی تپش اور حمیت کا اندازہ ہو گیا، انھیں محسوس ہوا کہ جب تک مسلمان متحد رہیں گے ان کا اقتدار خطرے میں رہے گا، انگریزوں نے مسلمانوں میں انتشار و افتراق کو پروان چڑھایا، انھیں ملت کی آستینوں میں ایسے افراد مل گئے جو ان کے مشن کو فروغ دینے کا سبب بنے، متعدد فرقے انگریزوں کی کوششوں سے معرض وجود میں آئے، جن میں ایک نمایاں فرقہ ”قادیانی“ ہے، جس کے بانی کذاب مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں انگریز کے زیر اثر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حالاں کہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور رحمت عالم سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور خاتم النبیین۔

اس پر نص قطعی اور احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی اور اس سے جہاد فرمایا اور جاں فروشی کی مثال قائم کر کے امت مسلمہ کو درس دے دیا کہ ناموس رسالت مآب ﷺ کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور کسی کذاب یا قادیانی کو پنپنے نہ دیا جائے، گویا اسوۂ صدیقی ہر جھوٹے مدعی نبوت کی سرکوبی کے لیے رہنما اور رہبر ہے، انگریز نے قادیانیت کو ہر ممکن مدد فراہم کی اور آج بھی اس فتنے کو انگریز کی مکمل سرپرستی حاصل ہے، یہ پوری دنیا میں مال و زر کی بنیاد پر سرگرم ہیں اور اپنے مکر و فریب کے ذریعے ایمان کی دولت قلب مسلم سے چھین لینا چاہتے ہیں۔

قادیانیت برطانوی حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہی ہے، انھیں سیٹلائٹ کی قوت مہیا کر دی گئی ہے جس سے ان کا ٹیلی ویژن ۲۴ گھنٹے اپنے جھوٹے عقائد کی تشہیر کر رہا ہے، یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے تو خون کے پیاسے ہیں لیکن اسرائیل میں قادیانیوں کو ہر طرح تبلیغ کی چھوٹ دے رکھی ہیں، اسی طرح روس میں جہاں کیمونزم کے

نام پر مذہب کو پابند سلاسل کر دیا گیا تھا، وہاں قادیانیت مستحکم ہے اور یہی کچھ سہولتیں جرمنی و فرانس اور دوسرے خطوں نیز مغربی ملکوں میں انھیں میسا ہیں۔

جب اس فتنے نے سر اٹھایا تو علما نے اس کے سد باب میں کمر کس لی اور تصنیف و تالیف و تقریر و تحریر کے ذریعہ قادیانیت کا رد و بلیغ فرمایا، اس سلسلے میں علمائے حرمین طیبین نے امام احمد رضا قادری محدث بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کی تحریک پر قادیانی و دیگر فرق ہائے باطلہ کے لئے کفر کا فتویٰ صادر کیا جو ۱۳۲۴ھ میں جاری ہوا اور حسام الحرمین کے نام سے اس کی اشاعت ہوئی، امام احمد رضا نے اس فتنے کے رد میں متعدد کتابیں بھی لکھیں جو مطبوع ہیں اور آج بھی قادیانی ان سے لرزاں و پریشاں ہیں، اسی طرح بریلی سے ایک مستقل ماہ نامہ بھی جاری فرمایا۔ کتابوں کے نام اس طرح ہیں: جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ المبین ختم النبیین السوء والعقاب علی المسیح الکذاب الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی قہر الدیان علی مرتد بقادیان، آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری نے الصارم الربانی علی اسراف القادیانی تصنیف کی جو ۱۳۱۵ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے اور بعد کو بریلی، لاہور و ممبئی سے شائع ہوئی، اس دور کے دوسرے علما و مشائخ نے بھی اس فتنے کو طشت از بام کرنے میں جد و جہد کی جن میں حضرت پیر مہر علی شاہ (گولڑہ شریف) کا نام بڑا نمایاں ہے۔

عالمی مبلغ اسلام تلمیذ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں پوری دنیا کا دورہ فرمایا، آپ نے افریقہ، سیلون، یورپ، انڈونیشیا، ملائیشیا، برما اور بلاد عربیہ میں قادیانیت کے خلاف کام کیا اور مسلمانوں کو ان کے فریب سے آگاہ کیا، قادیانیت کے رد میں آپ کی انگریزی تصنیف The Mirrior بیرون ممالک بہت مقبول ہوئی، عربی میں اس کا ترجمہ "المرآۃ" کے نام سے ہوا، اسی طرح اردو میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" تحریر فرمائی، جس کا ملیشیا کی زبان میں جب ترجمہ شائع ہوا تو وہاں کے مسلمانوں میں تحریک اٹھی اور وہاں قادیانیت کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا، علمائے اہل سنّت کی کوششوں سے ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا جس کے لیے باضابطہ بل منظور کیا گیا اور آئین کا حصہ بنا دیا گیا، جس کا خلاصہ اس طرح ہے:

"جو شخص محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔"

[ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، دسمبر ۱۹۷۴ء، ص ۳۵۔۳۶]

قادیانی تحریک کے سد باب میں اعلیٰ حضرت کے محب پروفیسر الیاس برنی (پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن) کی تصنیف "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" نے اہم کردار ادا کیا، اس تصنیف نے عالمی شہرت پائی، اس کی جامعیت کی پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی نے بھی داد دی، نیز آپ نے انگریزی میں بھی اس موضوع پر وقیع کام کیا جس کے اثرات اب بھی پائے جاتے ہیں۔

عصر حاضر میں جب کہ اسلام پر کئی طرح کے حملے کیے جا رہے ہیں، کہیں ناموس رسالت پر حملہ ہے تو کہیں مستشرقین کی تنقیدی سرگرمیاں اور سیرت طیبہ پر اعتراض و گستاخی اور اسلامی قوانین پر اعتراض، ایسے حالات میں قادیانیت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے انھیں اسلام مخالف قوتیں تعاون فراہم کر رہی ہیں اور مادی و جدید ٹکنالوجی کے سہارے قادیانی فتنہ مسلمانوں کی تباہی کے در پے ہے، ایسے میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کی نشر و اشاعت کریں اور ہر مسلمان کو اس عقیدے کی اہمیت سے باخبر کریں، اس پر کتابوں کو مختلف زبانوں میں شائع کریں، اخبارات بھی اپنا کردار نبھائیں اور قادیانیت کے رد میں ذہن سازی کر کے امت مسلمہ کے ایمان و ایقان کے تحفظ کا فریضہ سر انجام دیں، ابھی ہم

بقیہ ص ۷۲ پر

عبادات

از: علامہ رحمت اللہ صدیقی*

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

انسان کا مقصد تخلیق عبادت ہے، انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا، قرآن حکیم نے اس کی یوں وضاحت کی ہے، ہم نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا، رب کائنات کو جب اپنی ربوبیت کا اظہار مقصود ہوا تو اس نے اپنے دست قدرت سے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو وجود بخشا، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے رب نے اس باب میں فرشتوں سے مشورہ فرمایا۔

قرآن حکیم میں اس کی یوں وضاحت آئی، اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، فرشتوں نے جواب دیا، بولے کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو زمین میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں، رب نے فرشتوں کے خدشات کا جواب دیا، فرمایا مجھے (وہ) معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

عناصر اربعہ آگ، مٹی، ہوا اور پانی سے حضرت آدم کا وجود دتیار ہوا، جسم آدم کی تکمیل کے بعد اس میں روح ڈالی گئی، روح ڈالنے کے بعد رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں، قرآن حکیم میں اس کی یوں تشریح وتوضیح آئی:

"اور یاد کریں جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا، غرور کیا اور کافر ہو گیا۔"

یہ سجدۂ عبادت نہ تھا، سجدۂ تحیت تھا، سجدۂ تحیت حضرت آدم کی شریعت میں جائز تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام موجودات کا نمونہ، عالم روحانی وجسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لئے حصول کمالات کا وسیلہ کیا تو انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں کیونکہ اس میں شکر گزاری اور حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کے اعتراف اور اپنے مقولہ کی معذرت کی شان پائی جاتی ہے، بعض مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا تھا، اس کی سند یہ آیت ہے:

"فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔"

سجدہ کا حکم تمام فرشتوں کو دیا گیا تھا، ملائکہ میں سب سے پہلا سجدہ کرنے والے حضرت جبریل ہیں، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر عزرائیل پھر اور ملائکہ مقربین، یہ سجدہ جمعہ کے روز وقت زوال سے عصر تک کیا گیا، ایک قول سے یہ بھی ثابت ہے کہ ملائکہ مقربین سو برس اور ایک قول میں پانچ سو برس سجدہ میں رہے۔ [کنز الایمان]

فرشتے حضرت آدم کا سجدہ کر کے انعامات الٰہی واکرامات الٰہی سے شرفیاب ہوئے، فرشتوں میں سجدہ کرنے میں جنھوں نے پہل کی انھیں سردار ملائکہ کا منصب عطا ہوا اور ابلیس نے سجدے سے انکار کیا اور براہ تکبر یہ اعتقاد کرتا رہا کہ وہ حضرت آدم سے افضل ہے، اس کے لئے سجدہ کا حکم معاذ اللہ تعالیٰ خلاف حکمت ہے، اس اعتقاد باطل سے وہ کافر ہو گیا اور اس کی گردن میں ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی رفعت شان یہ ہے کہ فرشتے ان کو سجدہ کریں، ان کی تعظیم بجالائیں اور انسان کی رفعت شان یہ ہے کہ وہ خدا کو سجدہ کرے، فرشتے حضرت آدم کو سجدہ کر کے انعامات الٰہی سے نوازے گئے اور انسان صرف خدا کو سجدہ کر کے نوازشات الٰہی سے سرفراز ہو سکتا ہے۔

*کالم نگار مجلہ پیغام رضا ممبئی کے مدیر اعلیٰ اور ایک ممتاز اسلامی اسکالر ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

مفسرین اور صوفیا فرماتے ہیں کہ آقائے کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج خدائے پاک کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھنے میں تھی، لیکن ایک مومن کو اس وقت معراج حاصل ہوتی ہے جب وہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، آقائے کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۷ رجب المرجب کو سفر معراج پر روانہ ہوئے اور زمین و آسمان، عرش و کرسی، جنت و دوزخ اور دوسرے بہت سارے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد رب کائنات کا اپنے سر کی آنکھوں سے دیدار کیا اور واپس زمین پر تشریف لائے۔ ایسا آپ کی ظاہری حیات میں صرف ایک بار ہوا لیکن ایک مومن ۲۴ گھنٹے میں پانچ بار اپنے رب کے حضور سجدۂ بندگی پیش کرتا ہے۔ اگر خشیت کے ساتھ سجدۂ خشوع و خضوع کی دولت سے مالا مال ہے تو ہر سجدے میں اسے لذت معراج اور دولت معراج حاصل ہوتی ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

سجدہ صرف خدا کے لئے جائز ہے، اگر ایک انسان خدائے پاک کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرتا ہے تو یہ اس کا بدترین جرم ہے، ایک ایسا جرم جو اسے مومن کی صف سے نکال کر مشرک کی صف میں کھڑا کر دے گا، اگر توبہ و رجوع سے پہلے مر گیا تو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کا ایندھن بن جائے گا، انسان کا مقصد تخلیق عبادت ہے، انسان اپنے رب کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا اور ساری کائنات انسان کے لئے بنائی گئی، انسان اپنے رب کے لئے بنایا گیا، اب اگر انسان اپنے رب کے حضور جھکتا ہے تو اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرتا ہے اور اگر اپنے رب کے حضور نہیں جھکتا ہے تو وہ اپنے مقصد تخلیق سے انحراف کرتا ہے، جھکنے کی صورت میں انعام و اکرام کا مستحق ہوتا ہے اور نہ جھکنے کی صورت میں عتاب الٰہی کا شکار ہوتا ہے، رب کے حضور جھکنے میں عزت ہے اور نہ جھکنے میں ذلت ہے، جو رب کے حضور جھکتا ہے رب اسے کہیں اور جھکنے نہیں دیتا۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

رب کے حضور جھکنے والوں کے کئی طبقات ہیں، کبھی لوگ کائنات کی ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف رضائے الٰہی کے لیے اس کی بارگاہ عظمت نشان میں سر نیاز خم کرتے ہیں، کبھی لوگ صرف اس لئے جھکتے ہیں کہ جھکنا فرض ہے اور کچھ لوگ جھکنے والوں کی نقل کرتے ہیں، اگر انسان روح عبادت کے ساتھ جھکتا ہے، وہ ہر وقت رحمت الٰہی کی آغوش میں ہوتا ہے، رحمت الٰہی اسے جھولا جھلاتی ہے اور اس کی خواہشات کی تکمیل کرتی ہے، اس کی زبان میں "کن" کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، اس کی زبان سے جو بات نکل جاتی ہے، وہ ہو کے رہتی ہے، اگر وہ پتھر کو سونا ہونے کا حکم دیتا ہے تو پتھر دفعتاً سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے، ہوائیں، فضائیں اور دریا کی روانی سب اس کے زیر اثر ہوتی ہیں، بہر حال اصل عبادت ہو یا نقل عبادت! اس کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔

روح عبادت جس انسان کے سجدوں میں جلوہ گر ہوتی ہے، اس سے ایسے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو عقل انسانی کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں اور عام انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ انسان ہے یا انسان کے روپ میں کوئی فرشتہ! تاریخ کے دامن میں اس کی بے شمار نظیریں موجود ہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار کبار اولیا میں ہوتا ہے، ایک بار آپ دریا کے کنارے آئے، آپ کو دریا عبور کرنا تھا، اس وقت کوئی کشتی نہ تھی، آپ نے پانی پہ اپنا مصلیٰ بچھا دیا اور چلنے لگے، قریب میں ایک اور شخص دریا عبور کرنے کی غرض سے کشتی کے انتظار میں کھڑا تھا، اس نے یہ سوچ کر کہ کوئی ملاح کشتی لئے جا رہا ہے، حضرت جنید کو آواز دی کہ مجھے بھی ساتھ لے لے، جب قریب پہنچا تو حضرت جنید کو دیکھ کر شرمندہ ہوا، آپ نے اسے تسلی دی کہ شرمندہ ہونے ضرورت نہیں ہے، تمہیں دریا عبور کرنے سے مطلب ہے، آپ نے

اسے اپنے ساتھ کھڑا کر لیا، اس طرح دونوں دریا کے دوسرے کنارے پر اتر گئے۔

حضرت ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار بھی کبار اولیا میں ہوتا ہے، زبردست قوت کشف و کرامات کے مالک تھے، آپ نے تخت شاہی چھوڑ کر فقیری کی قبا زیب تن کی تھی، ایک بار آپ دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سل رہے تھے، کسی آشنا کی آپ پر نظر پڑ گئی، اس نے طنزیہ انداز میں آپ سے پوچھا کہ اے ابراہیم تخت شاہی چھوڑ کر اس دربدری اور صحرا پیمائی سے تمہیں کیا ملا؟ آپ نے سائل کو جواب دیا کہ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں دکھاؤ، کیا دکھانا چاہتے ہو، جس سوئی سے آپ اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سل رہے تھے، اسے دریا میں ڈال دیا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے آواز دی کہ اے مچھلیوں میری سوئی لاؤ، اب سطح دریا پر سیکڑوں مچھلیاں اپنے منھ میں سونے کی سوئی لے کر کھڑی ہو گئیں، آپ نے مچھلیوں سے فرمایا کہ مجھے سونے کی سوئی کی حاجت نہیں بلکہ مجھے وہی سوئی چاہئے میں نے دریا میں ڈالی تھی، فوراً ایک مچھلی وہی سوئی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی، آپ نے سائل سے فرمایا کہ شاہی بادشاہ تھا، تخت شاہی میرے قدموں میں تھا تو میری حکومت محدود انسانوں پہ تھی، میری حکومت کا ایک دائرہ تھا اور میرا حکم اسی دائرے میں چلتا تھا لیکن جب سے میں نے رضائے الٰہی کے لئے تخت و تاج کو ٹھوکر مار دی ہے تو اللہ کی ہر مخلوق میرے زیر فرمان ہے، یہ مالک حقیقی کی بارگاہ میں خلوص کے ساتھ سجدہ ریزی کی برکت ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہی حضرت ابراہیم ابن ادہم ہیں، ایک بار آپ کے دل میں کعبۃ اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا، رخت سفر باندھا اور چل پڑے، آپ کے سفر کا انداز بڑا انوکھا تھا، قدم قدم پر سجدۂ شکر، قدم قدم پر دوگانہ عبادت، قدم قدم پہ نفل نماز! سوچا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ سفر کتنی دقتوں اور کلفتوں کا سفر رہا ہوگا بلکہ یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ کتنا ایمان افروز اور روح پرور سفر رہا ہوگا، ان ساری سعادت مندیوں کے بعد جب آپ حرم کعبہ میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کی حیرتوں کی انتہا نہ رہی، دیکھا کہ جان سفر نہیں ہے، حاصل سفر نہیں ہے اور مقصود سفر نہیں ہے، یعنی کعبۃ اللہ نہیں ہے، آنکھوں کو مل رہے ہیں کہ کہیں سمت منزل تو نہیں بدل گئی ہے، جسم پہ چٹکیاں لے رہے کہ کہیں غنودگی تو طاری نہیں ہے، دیوار و در کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں کہ کہیں راستہ تو نہیں بدل گیا ہے، اسی حیرت و استعجاب میں غیب سے آواز آتی ہے کہ اے ابراہیم سمت منزل بھی وہی ہے اور در بھی وہی ہے، محراب و منبر بھی وہی، تم پر غنودگی بھی طاری نہیں ہے، یہ سچ ہے کہ جان سفر نہیں ہے، مقصود سفر نہیں ہے، حاصل سفر نہیں ہے یعنی کعبۃ اللہ نہیں ہے، سنو وہ ہماری بندی رابعہ کے استقبال کے لئے گیا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ ساری برکتیں سجدوں کی ہیں، جب روح عبادت کے ساتھ سجدہ ہوگا تو انوار و تجلیات کی بارات صحن قلب پر اترتی ہوئی نظر آئے گی، رحمتوں کی بارش میں پورا وجود نہاتا ہوا دکھائی دے گا، فرشتوں کی قطاریں زیارت میں لگی ہوں گی، عزتیں، رفعتیں اور سعادتیں قدموں میں بچھتی ہوئی نظر آئیں گی، تاجداران زمانہ دست بوسی و قدم بوسی کے لئے صف بہ صف کھڑے ہوں گے، آج ہماری نسلیں کٹ رہی ہیں، عصمتیں لٹ رہی ہیں، آبادیاں ویرانے میں تبدیل ہو رہی ہیں، دیوار و در پہ خوف و ہراس کے سائے رینگ رہے ہیں، زمینیں تنگ ہو رہی ہیں اور جینے کے جائز حقوق ہم سے چھینے جا رہے ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری پیشانیاں سجدوں کے نور سے خالی ہو چکی ہیں، قانون الٰہی پہ عمل کا جذبہ سرد پڑ چکا ہے اور ماضی کی حسین روایتوں سے ہمارا رشتہ ٹوٹ چکا ہے، ہمارے سامنے قرآن حکیم دستور حیات کی شکل میں موجود ہے، اس سے بہتر دستور دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہے، احادیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن حکیم کی تفسیر کی

صورت میں موجود ہیں، محبوبانِ الٰہی کی سیرت کے نقوش ستاروں کے مثل چمک رہے ہیں، جو دولتیں اور زندگی گزارنے کے سرمائے ہمارے پاس ہیں، وہ دنیا میں کسی قوم کے پاس نہیں ہے، ہم نے دنیا کو طرزِ حکومت سے آشنا کیا ہے، دنیا تاریک تھی ہم نے قانونِ الٰہی و اخلاقِ نبوی سے اسے روشن کیا ہے، ہم نے دنیا کو جینے اور زندگی گزارنے کا شعور عطا کیا ہے پھر بھی ہمیں حرفِ غلط کی طرح مٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس لئے ہمیں اپنے اندر جھانکنا ہوگا، اپنے شب و روز کا جائزہ لینا ہوگا اور ماضی کی روشنی میں ہمیں مستقبل کا پروگرام بنانا ہوگا، تب جا کر زمینیں ہمارے لئے کشادہ ہوں گی اور ہماری کھوئی طاقت ہمیں واپس ملے گی۔ ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

خوف و خشیت اور خلوصِ نیت کے سجدے میں وہ تاثیر ہوتی ہے کہ کائنات کی ہر شئے کو انسان آئینے کی طرح دیکھتا ہے اور انھیں اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرتا ہے، مشیت اور اختیار دو الگ الگ چیزیں ہیں، انسان خود بظاہر مفلوک الحال، پراگندہ لباس اور بے سروسامان نظر آتا ہے لیکن وہ مخلوقِ خدا میں جس کو چاہتا ہے، اس کی مفلوک الحالی، بے سروسامانی اور تنگی مال و زر کو اشاروں میں دور کر دیتا ہے، سجدے عرفانِ ذات و عرفانِ کائنات کی ساری راہیں انسان پہ کشادہ کر دیتے ہیں پھر انسان اس منزل پہ پہنچ جاتا ہے جہاں کعبہ اس کے طواف اور زیارت کا مشتاق ہوتا ہے۔ ؎

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا

اولیائے زمانہ میں حضرت رابعہ بصری کا نام سرخیوں میں آتا ہے، ان کے عہد میں مسافرانِ راہِ سلوک ان کی محفل میں کسبِ نور کے لئے حاضر ہوتے تھے، انہوں نے رضائے مولیٰ کے لیے خود کو کائنات کی ہر شئے سے الگ کر لیا تھا، کسی نے ان سے کہا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتیں، انہوں نے جواب دیا کہ دو کے حقوق ادا کرنے کی خود کو اہل نہیں پاتی، ان کی خدا دوستی کا حال یہ تھا کہ ایک بار اپنے ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں پانی لے کر انتہائی جلالی کے عالم میں جا رہی تھیں کہ کسی بزرگ نے انہیں اس حال میں دیکھ کر پوچھا کہ یہ آگ اور پانی لے کر آپ کہا جا رہی ہیں؟ تو فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ اس پانی سے جہنم کو بجھا دوں اور اس آگ سے جنت کو جلا دوں تاکہ کوئی جہنم کے خوف اور جنت کی خواہش میں عبادت نہ کرے بلکہ اس کی عبادت صرف اور صرف خدا کے لیے ہو۔

حضرت رابعہ بصری کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ ان کی ولایت اور خدا دوستی کی شہرت سن کر ملک شام سے کچھ لوگ بصرہ سے ان کی زیارت کے شوق میں حاضر ہوئے، جب وہ لوگ بصرہ شہر میں داخل ہوئے تو اہلِ بصرہ سے حضرت رابعہ کا پتہ پوچھا چونکہ اہلِ بصرہ حضرت رابعہ کو پاگل اور مجنونہ سمجھتے تھے، ان کی عرش نشان عظمت کا اہلِ بصرہ کو عرفان نہ تھا، بعض اہل اللہ خود کو اس حال میں رکھتے ہیں کہ اہلِ زمانہ ان کی حقیقتوں سے آشنا نہ ہو سکیں اور انہیں قربِ الٰہی کی راہوں میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ ہو، اہلِ بصرہ نے مسافروں کے لباس اور ان کے چہروں کی کیفیتوں سے سمجھ لیا تھا کہ یہ لوگ دور دراز کا سفر کر کے آئے ہیں، مسافروں نے جب اہلِ بصرہ سے حضرت رابعہ کا پتا پوچھا تو اہلِ بصرہ نے جواب دیا کہ تم لوگ دور دراز کا سفر کر کے آئے ہو، اس لیے تھوڑا آرام کر لو پھر ہم تمہیں رابعہ کا پتہ بتا دیں گے، اہلِ عقیدت تھے اس لیے جلد سے جلد حضرت رابعہ کی زیارت سے شادکام ہونا چاہتے، مسافروں نے کہا کہ تم لوگ ہماری پریشانیوں کی قطعی فکر نہ کرو، ہمیں صرف حضرت رابعہ کا پتہ بتا دو، جب اہلِ بصرہ نے مسافروں کی عقیدت اور ان کا اضطراب و اصرار دیکھا تو فرمایا کہ جب تم لوگوں کی نگاہوں میں ہماری مہمان نوازی اور مسافر دوستی کی کوئی قدر نہیں ہے تو سنو جاؤ جنگلوں میں، بیابانوں میں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں ایک ننگی، مجنونہ اور دیوانی عورت ملے گی، جو بے سروپا باتیں کرتی ہوئی نظر آئے گی، اسی کا نام رابعہ ہے، اہلِ بصرہ نے حضرت رابعہ کا جو تعارف پیش کیا، اسی

کی روشنی میں مسافران شام اپنے قبلۂ عقیدت، حاصل سفر اور مقصود سفر کی تلاش میں پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف چل پڑے جب کچھ سفر طے کرلیا تو ایک مقام پر ایک ایسا منظر انہوں نے دیکھا کہ اس کے پہلے ایسا منظر ان کی آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں تھا، انہوں نے دیکھا کہ جنگل کے کچھ درندے، شیروں یا چیتوں اور وحشی جانوروں نے ایک چشمے پر بکریوں کی ایک جماعت کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، مسافروں کے دل میں خیال گزرا کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ بکریاں رابعہ کی ہیں، اس لیے ہم واپس چلتے ہیں اور اہل بصرہ سے کہتے ہیں کہ رابعہ کی بکریوں کو شیروں، چیتوں اور وحشی جانوروں نے اپنے نرغے میں لے رکھا ہے، اس لیے بلم بھالہ اور دوسرے دفاعی سامان لے کر چلو تاکہ رابعہ کی بکریوں کو ان درندوں سے بچایا جاسکے۔

ابھی یہی گفتگو چل رہی تھی کہ مسافروں میں وہ لوگ جو زیادہ حساس تھے انہوں نے کہا کہ ایسا کرنا عقل کے خلاف ہے، ہم یہاں سے بصرہ جائیں گے، اہل بصرہ کو تیار کریں گے پھر واپس آئیں گے، اس میں کافی وقت لگ جائے گا، جب تک یہ درندے رابعہ کی بکریوں کو صاف کرجائیں گے، اس لیے بصرہ نہ جاکر ہم یہیں کہیں رابعہ کو تلاش کرتے ہیں، اگر وہ مل جاتی ہیں تو انھیں سارے حالات بتائیں گے ممکن ہے کہ وہ خود ہی اپنی بکریوں کی حفاظت کا سامان کرلیں، اب لوگ حضرت رابعہ کی تلاش میں آگے بڑھے لیکن اب مسافروں کے چلنے کا انداز پہلے سے مختلف ہے، انتہائی محتاط انداز میں قدم آگے بڑھا رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ درندے قدموں کی آہٹ پاکر ہماری طرف متوجہ ہوجائیں، اب حال یہ ہے کہ کوئی پتا کھڑکتا ہے تو دل کی دھڑکنیں تیز ہوجاتی ہیں، خوف وہراس کے ماحول میں آگے بڑھے، ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ دیکھا کہ ایک عورت سجدے کی حالت میں اپنے رب سے مناجات میں مصروف ہے، جب لوگ قریب ہوئے تو حضرت رابعہ نے سلام پھیرا اور سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے ان کی خیریت پوچھی، مسافروں نے کہا رابعہ ہماری خیریت تم بعد میں پوچھنا پہلے تم اپنی بکریوں کی حفاظت کا سامان کرو، تمہاری بکریوں کو جنگل کے درندوں نے اپنے حصار میں لے رکھا ہے، اگر تاخیر ہوئی تو جنگل کے وہ درندے تمہاری بکریوں کو صاف کرجائیں گے، حضرت رابعہ نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی، حضرت رابعہ نے پھر پوچھا کہ لوگو! تمہارے گھر والے تمہارے متعلقین خیریت سے تو ہیں؟! اتنا سننے کے بعد مسافروں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا لیکن ابھی چھلکنے نہ پایا تھا، مسافروں نے جواب دیا کہ رابعہ یہ ساری باتیں ہم بعد میں بتائیں گے پہلے تم اپنی بکریوں کی حفاظت کا سامان کرو، حضرت رابعہ نے پھر ان کی باتوں پہ کوئی توجہ نہیں دی اور پوچھا کہ لوگوں تمہارے محلے والے، پاس پڑوسی کے لوگ عافیت سے تو ہیں؟ اب اس آخری سوال پر مسافروں کا پیمانہ چھلک پڑا، مسافروں نے جواب دیا کہ رابعہ اہل بصرہ نے ہمیں بتایا تھا کہ رابعہ پگلی ہے، رابعہ دیوانی ہے، رابعہ مجنونہ ہے لیکن ہم نے ان کی باتوں پر یقین نہیں کیا تھا، اب ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ تم پگلی ہو، تم دیوانی ہو، تم مجنونہ ہو، مسافروں کی بے تکی باتوں کو سننے کے بعد حضرت رابعہ کو جلال آگیا اور اسی عالم جلال میں حضرت رابعہ نے مسافروں کو جواب دیا کہ کیا کہا؟ میں پگلی ہوں، میں دیوانی ہوں، میں مجنونہ ہوں، ارے نادانو! سنو پگلی میں نہیں، پگلے تم ہو، دیوانی میں نہیں، دیوانے تم ہو، مجنونہ میں نہیں، مجنوں تم ہو، ارے تمہیں معلوم نہیں جب سے رابعہ نے اس مالک حقیقی اور مسجود حقیقی کی بارگاہ میں سر کو جھکانا شروع کیا ہے، جنگل کے سارے درندے، پرندے رابعہ کی بارگاہ میں خود کو جھکانے لگے ہیں، انہیں یہ علم ہوجانے کے بعد کہ یہ بکریاں رابعہ کی ہیں، کسی درندے کی مجال نہیں کہ انہیں ٹیڑھی آنکھ دکھا سکے، وہ درندے بکریوں کو چرانے کو بعد صاف وشفاف چشمے پر پانی پلانے کے لیے لے گئے ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

سجدے انسان کو قرب الٰہی کی لذتوں سے آشنا کرتے ہیں سجدے انسان کو آفاقی عطا کرتے ہیں، سجدے بقیہ ص ۵۰ پر

قندِ مکرر

از: حضرت علامہ احسان الحق نعیمی*

رضویوں کا وکیل

رضوی عالم میں کہیں ہوں، کتنے ہی دور دراز ہوں، عقیدت ونیازمندی کے تعلقات جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی ذات والا کے ساتھ وابستہ ہیں وہ ہر لمحہ وہر آن انھیں بریلی کی طرف مائل رکھتے ہیں۔

حضرت رضا کے دل دادوں ہی کو کچھ خبر ہے کہ رات دن میں کتنی مرتبہ ان کی آنکھیں آستانۂ رضویہ کی طرف اٹھتی ہیں اور وہاں کی خبر معلوم کرنے اور اپنے معروضات نیازمندانہ پہنچانے کے لئے ان کا دل آرزومند بے چین ہوتا ہے اور کسی پیامی اور وسیلہ کے جویاں ہوتے ہیں۔

ان کے لئے کتنے مسرت کا مقام ہے کہ ان کی طرف سے آستانۂ مبارکہ پر جماعت رضائے مصطفیٰ بحیثیت وکیل حاضر ہے جس نے اعلیٰ حضرت قبلہ کے کلام مبارک کو ان کے حلقہ بگوشوں تک پہنچانا اپنی زندگی کا بہترین مقصد قرار دے لیا ہے اور وہ اس خدمت کو اس سرگرمی سے انجام دے رہی ہے جس کا اعتراف حلقہ بگوشان اعلیٰ حضرت کے قلوب ہی کرسکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام مبارک کا کتب و رسائل کی شکل میں شائع کرنا اور طلب گاروں تک پہنچانا یہ کام تو آج تک جماعت انجام دے رہی ہے مگر آستانہ مبارک کی اطلاعات اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندگی کے پاکیزہ حالات جو رضویوں کے لئے راحت روح اور تسکین قلب ہیں، ان کا کوئی انتظام نہ تھا۔

اس فقیر نے اس کا احساس کیا اور چاہا کہ ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جائے جس سے وابستگان دامن اعلیٰ حضرت قدس سرہ دور افتادگی میں بھی آستانہ کے حالات سے بے خبر نہ رہیں، مسلسل طور پر ماہ بماہ ان کو یہاں کے حالات کی اطلاع مل جایا کرے اور آستانہ مبارکہ سے ایک ماہوار رسالہ بھیج کر ان کی تسکین خاطر کرے، مہینہ بھر تک اس سے اپنے آقا کے دیار کی خبروں کے مزے لیا کریں اور محبت کی نگاہوں سے دیکھا کریں، عقیدت کے جذبات سے سینوں پر رکھا کریں، شوق کے عالم میں زبان حال سے پوچھا کریں:

”اے نامۂ محبوب تو کس کی یادگار ہے، کہاں سے چلا ہے، کیا دل آویز خوشبوؤں میں بسا ہے، کیسی روح افزا تجلیاں لایا ہے، کس کی خبریں سناتا ہے، تیرے پاس کیسے کیسے انمول موتی ہیں، اسلامی حمایت کے لئے تیرے دست وبازو کیسے چست ہیں، خدمت دین میں تیری کمر کس مضبوتی سے بندھی ہے، اے میدان کے مرد، دین کے حامی میری آنکھوں میں آ، دل میں سما۔

تو میرا رفیق جان ہے، محبوب ایمان ہے، شاباش خدا تجھے زندہ سلامت رکھے، دن دونی رات چوگنی ترقی ہو، تو ٹوٹے دل کا سہارا ہے، بے کسی کا انیس ہے، مرحبا مرحبا، ایک عاشق، محبوب کی خبر لانے والے کی جو قدر کرتا ہے، کاغذ کے صفحات پر اس کا پورا نقشہ کھینچا جاسکتا ہے، میری اس خدمت کی قدردانی وہی لوگ کرسکیں گے، جن کے دل اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن کرم سے بندھے ہوئے ہیں۔“

آستانہ کی حاضری کے زمانہ میں بہترین خدمت جو میں کر سکتا ہوں اور نفیس ترین ہدیہ جو رضوی احباب کی خدمت میں پیش کرسکتا ہوں، وہ یہ ماہوار رسالہ یادگار رضا ہے، مجھ سے جو ہو سکا، میں نے اپنی خدمت انجام دی، جماعت مبارکہ نے اپنی سعی بے دریغ خرچ کی، آپ کو آپ کے

بقیہ ص ۲۰ پر


مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
FEBRUARY-2018
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallahu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)



رجب المرجب ۱۴۳۹ھ / اپریل ۲۰۱۸ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسباں

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

APRIL 2018

- انوکھی تمنا
- بقلم خود
- سید امام جعفر صادق اور ان کی نیاز پاک
- برصغیر اور جدید مسلکی اختلاف! ایک جائزہ
- خواجہ غریب نواز اور ہماری عقیدتیں
- ملک العلما اور اصلاح معاشرہ
- علامہ محمد لعل خاں مدراسی کلکتوی
- اپریل فول کیا ہے؟

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

رجب المرجب ۱۴۳۹ھ / اپریل ۲۰۱۸ء APRIL-2018

زیرِ سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مُدیرِ اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مُدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

معین اختر رضوی، کمپیوٹر سیکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

جلد نمبر ۳ Vol. 3

شمارہ نمبر ۴ Issue 4

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:

9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سُنی دینا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر ''برائے سنی دنیا'' ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

سالانہ ۲۵۰؍روپیے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپیے	سالانہ ۵۰۰؍روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰؍روپے		دیگر ممالک ۳۵؍امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دُنیا، ۸۲؍سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

اڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
منظومات			
●	میرے غریب نواز	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۵
●	ہر ذرۂ اجمیر چمکتا ہی رہے گا	قاری دلشاد احمد رضوی	۵
●	علامہ ظفر الدین کی ذات	مفتی شمیم القادری	۵
مہمان اداریہ			
●	خواجہ غریب نواز اور ہماری عقیدتیں	علامہ رحمت اللہ صدیقی	۶
اسلامیات			
●	یوم سہ شنبہ کے فضائل و معمولات	مفتی صابر القادری فیضی	۱۶
فقہیات			
●	مائیکروفون نماز! فقہائے جدید وقدیم کی نظر میں	مفتی محمد راحت خاں قادری	۲۴
سیرت رسول			
●	انوکھی تمنا	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۳۰
تحقیقات			
●	اپریل فول کیا ہے؟	مفتی عبد المالک مصباحی	۳۳
●	سید امام جعفر صادق اور ان کی نیاز پاک	مولانا مشتاق احمد امجدی	۳۵
نقد ونظر			
●	بقلم خود	ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری	۳۸
●	برصغیر اور جدید مسلکی اختلاف! ایک جائزہ	ڈاکٹر معین احمد خان	۴۵
خیر وخبر			
●	امام النحو حضرت مفتی بلال احمد کی وصال پر ملال	طلبائے جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ ممبئی	۵۰
اسلاف واخلاف			
●	علامہ محمد لعل خاں مدراسی کلکتوی	مولانا شاہد القادری	۵۱
●	ملک العلما اور اصلاح معاشرہ		۵۷

حضور خواجہ غریب نواز کا ارشاد گرامی

"اہل سلوک کے نزدیک تیسری عبادت ادب اور عقیدت سے عالم بزرگ کے چہرے کی زیارت کرنا ہے، اس نظر سے جس سے زیارت ہوتی ہے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو اس کے حق میں قیامت تک اس کی بخشش کی دعا کرتا رہتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ عالموں کا درجہ عطا فرماتا ہے اور اس کے سبب یہ شخص اعلیٰ علّیین میں ایک درجہ حاصل کر لیتا ہے اور جو شخص علما سے منھ پھیرتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے اور روایتوں میں آیا ہے کہ وہ قیامت کے روز ریچھ کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔" [ملخصاً]

میرے غریب نواز

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، نیو یارک امریکہ

رسول حق کی عطا ہیں میرے غریب نواز
سراپا صدق و صفا ہیں میرے غریب نواز
اسیر دین کیا نوّے لاکھ کافر کو
کرامتوں کی ضیاء ہیں میرے غریب نواز
نوازتے ہیں وہ ہر ایک کو بلا تفریق
یوں بحر جود و سخا ہیں میرے غریب نواز
زمانہ آج بھی ان کا رہین احسان ہے
معین دین ہدیٰ ہیں میرے غریب نواز
اٹھا نہ پائے گا باطل کبھی بھی سر اپنا
نفاذِ حق کی صدا ہیں میرے غریب نواز
جبین جھک گئیں دشمن کی دیکھ کر چہرہ
کمال نوری ادا ہیں میرے غریب نواز
یہ مانا غیر نے بھی دل پہ راج ہے ان کا
سنا ن خلق و وفا ہیں میرے غریب نواز
عبث ہے ذکر مصائب چلو چلیں اجمیر
مریض غم کی دوا ہیں میرے غریب نواز
بھلا میں کیوں نہ کہوں ان کی شان میں اشعار
کہ جان مدح و ثنا ہیں میرے غریب نواز
زمانہ ان کی عطاؤں پہ ناز کرتا ہے
نبی کے ایسے گدا ہیں میرے غریب نواز
حق کے چرخ کے وہ بن گئے قمر قدسی
یوں یاد رب میں فنا ہیں میرے غریب نواز

ہر ذرۂ اجمیر چمکتا ہی رہے گا

از: قاری دلشاد احمد رضوی، بنارس

ہر ذرۂ اجمیر چمکتا ہی رہے گا
گلشن علی کا ہے یہ مہکتا ہی رہے گا
حصے میں جس کے الفت احمد رضا نہیں
بغض و حسد کی آگ میں جلتا ہی رہے گا
غوث و رضا و خواجۂ اجمیر کا ہم پر
ابر کرم نواز برستا ہی رہے گا
کوثر کا جام خواجہ کے منگتوں کو ملے گا
ہر دشمن رسول ترستا ہی رہے گا
رضوی پہ فیض تاج شریعہ ہے اس لئے
بن کر نقیب دین چمکتا ہی رہے گا

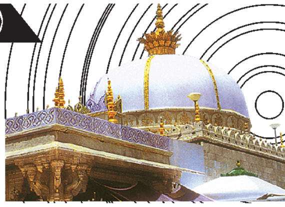
علامہ ظفر الدیں کی ذات

از: مفتی شمیم القادری، مظفر پور

رہبر راہ ہدیٰ علامہ ظفر الدیں کی ذات
وارث علم رضا علامہ ظفر الدیں کی ذات
ظلمت شب کا دیا علامہ ظفر الدیں کی ذات
نعمت خیر الوریٰ علامہ ظفر الدیں کی ذات
سوزش عشق نبی میں رات دن جلتے رہے
وہ غلام مصطفیٰ علامہ ظفر الدیں کی ذات
اہل سنت و جماعت کی نگاہ عشق میں
حق تعالیٰ کی عطا علامہ ظفر الدیں کی ذات
جان و دل ہوش و خرد ہو اعلیٰ حضرت پر نثار
تھامیاں کس نے کہا علامہ ظفر الدیں کی ذات
اعلیٰ حضرت نے عطا کی دولت عشق نبی
پھر کہا بیٹا مرا علامہ ظفر الدیں کی ذات
یہ حقیقت ہے حقیت اے شمیم القادری
مقتدی ہم، مقتدا علامہ ظفر الدیں کی ذات

از: علامہ محمد رحمت اللہ صدیقی*

خواجہ غریب نواز اور ہماری عقیدتیں



اسلام کی ترویج وتبلیغ میں صوفیا کا اہم رول رہا ہے، جماعت صوفیا کے ہاں دنیا نہیں ہوتی، امیر و غریب، کالے گورے اور زمینی تعصب بھی نہیں ہوتا، ان کے شب و روز یاد الٰہی میں گزرتے ہیں، ان کے پیش نگاہ ہر وقت رضائے الٰہی ہوتا ہے، انہیں معاش کی بھی فکر نہیں ہوتی، ہفتوں فاقوں پہ گزر جاتے ہیں، کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا وہ اپنے عشق کی توہین سمجھتے ہیں، انہیں دینے کی عادت ہوتی ہے، لینا ان کے عمل کا حصہ نہیں ہوتا، ان کا دربار ہر وقت کھلا رہتا ہے، ان کی زبان میں جادوئی قوت ہوتی ہے، دوسرے لفظوں میں ان کی زبان میں کن کی صلاحیت ہوتی ہے، اس بات کی شہادت قرآن واحادیث سے ملتی ہے، انہیں قیام کے لئے محلوں کی تلاش نہیں ہوتی، زمینوں کا مزاج انہیں معلوم ہوتا ہے اور زمینوں کی ضرورتیں بھی انہیں معلوم ہوتی ہے، جہاں ضرورت کو مضطرب اور قلوب کو بے قرار دیکھا وہیں اپنی خانقاہ بنا لیتے ہیں، انہیں کسی کا خوف نہیں ہوتا، بڑی بڑی ظالم و جابر طاقتیں ان کے عزم سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں، قوت واقتدار ان کے قدموں میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، زمین پہ فساد دیکھنا وہ اپنی فطرت کے خلاف سمجھتے ہیں، جبر وظلم اور ناانصافی کے خلاف ان کی تلواریں ہر وقت نیام سے باہر رہتی ہیں، جماعت صوفیا کی طاقت وتوانائی کا شاعر نے یوں اعتراف کیا ہے۔

بدل ڈالے نظام ہر دو عالم آن واحد میں
اگر ضد پر کوئی آجائے دیوانہ محمد کا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جماعت صوفیا کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کا کوئی وطن نہیں ہوتا، اشارۂ غیبی پا کر سمت سفر متعین کرتے ہیں، خلق خدا کو ان کے قرب میں تسکین کی دولت ملتی ہے، بھوکے، پیاسے اور ستم رسیدہ افراد کا ان کے پاس ہر وقت ہجوم ہوتا ہے، غربت انہیں عزیز ہوتی ہے اور ثروت سے انہیں نفرت ہوتی ہے، ان کی نگاہ ہر وقت اقتدار اعلیٰ یعنی خالق کائنات کی طرف لگی رہتی ہے، مشیت ان کی پرورش کرتی ہے اور خوف خدا ان کی حیات کا پیش لفظ ہوتا ہے، ایسے ہی بندگان خدا میں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا شمار ہوتا ہے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی سیرت وسوانح پہ کوئی مستقل جامع کتاب نہیں ملتی، مختلف کتب ورسائل میں آپ کے اجمالی تذکار بکھرے ہوئے ہیں، آپ کی سیرت وسوانح کے حوالے سے جن کتابوں پر عتماد کیا جاتا ہے ان میں طبقات ناصری، سیر الاولیا، سیر العارفین، رہ آورد اور فواد الفواد ہیں، آپ کے عرس کے ایام میں ایک زمانے سے مختلف اخبار ورسائل کے نمبرات نکلتے آرہے ہیں، ان میں جو مقالات شامل ہوتے ہیں وہ مذکورہ کتب ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں، زیادہ تر مقالات لفظوں کے لبادے میں عقیدت کا بے تابانہ اظہار ہوتے ہیں، آپ کے حالات وملفوظات کا سب سے قدیم اور سب سے زیادہ اہم ماخذ ''سرور الصدور و نور البدور'' ہے جو آج تک زیور اشاعت سے آراستہ نہیں ہوئی ہے اور جس کے قلمی نسخے بھی اب ساری دنیا میں صرف دو تین ہی باقی رہ گئے ہیں، اس کا ایک قلمی نسخہ جھنجھنواں کے حضرت شاہ نجم الدین صوفی کی خانقاہ میں تھا جس کی ایک نقل ۱۳۰۱ھ میں تیار کی گئی اور وہ حبیب الرحمٰن شیروانی مرحوم کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے جو اب مسلم یورنیوسٹی میں محفوظ کر دیا گیا ہے، یہ ۳۶۹ر صفحات پر مشتمل ہے۔

محدث علی الاطلاق شیخ اعظم حضرت عبد الحق محدث دہلوی.

* مضمون نگار مجلہ پیغام رضا ممبئی کے مدیر اعلیٰ اور ایک معتبر اسلامی اسکالر ہیں۔

علیہ الرحمہ کی کتاب ''اخبارالاخیار'' شریف ہے، اس میں بھی حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا ذکر انتہائی اختصار کے ساتھ ملتا ہے، حضرت شیخ اعظم اور سیدنا غریب نواز کے درمیان تین صدیوں سے زائد کا فاصلہ ہے، سیرالاولیا حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے وصال کے ۱۲۵ ر سال بعد ترتیب دی گئی، اس میں جو معلومات درج ہیں، ان پر کچھ اضافہ شیخ جمال دہلوی مؤلف ''سیرالعارفین'' نے کیا ہے، شیخ جمال دہلوی اور حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے درمیان قریب قریب تین صدیاں حائل ہیں، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی حیات یا آپ کے وصال سے زیادہ قریب آپ کی حیات وخدمات پہ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جولوگ آپ کے قرب کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے تھے انہوں نے بھی اس پہلو پہ کبھی غور نہیں کیا، انہیں یادحق وذکرحق سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی اگر فرصت ہوتی تو اس سمت ضرور توجہ دیتے۔

برصغیر ہندوپاک کی اسلامی تاریخ میں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، ہندستان میں آپ اسلامی تہذیب وثقافت کے معمار اوّل سمجھے جاتے ہیں، آپ نے اسلامی قدروں کے فروغ میں قائدانہ، مجاہدانہ اور سرفروشانہ رول بھی ادا کیا اور اسلامی قدروں کے فروغ کی راہیں بھی کشادہ کیں ہیں، یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان کی فصیلوں پر کئی سوسال تک اسلامی پرچم لہراتا رہا، آپ جانتے تھے کے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، اس لئے سرکش بادشاہوں کی سرکوبی کے لئے آپ نے شہاب الدین غوری کو ہندوسان آنے کی روحانی دعوت دی، اگر ہندوستان کے مسلم حکمراں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے اصولوں کو پیش نگاہ رکھتے تو ہندوستان پر کبھی غیروں کا تسلط نہ ہوتا، آج مسلمانوں کی خواری وزاری کا بھی یہی سبب ہے، بزرگوں سے جو انہیں وراثت ملی تھی اس کی دل سے قدر جاتی رہی، جو قوم قیادت وامامت کے لئے پیدا ہوئی تھی اس نے اپنے طرز عمل سے مقتدی ہونے کا حق بھی کھودیا۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز الٰہی آواز اور نبوی طرز زندگی لے کر رونق افزائے ہند ہوئے تھے، ان کی آواز میں بڑی قوت، توانائی اور تاثیر تھی، ان کے اشارے پہ ہواؤں کا رخ بدل جاتا تھا، ان کے فرامین قرآن واحادیث کا افشردہ اور عصارہ ہوا کرتے تھے، ان کی ہر سانس کو محفوظ کرنے کی سخت ضرورت تھی، ان کی حیات کے بکھرے ہوئے اوراق کو سمیٹنے کی ضرورت تھی اور ان کے ارشادات وفرمودات کو نصاب زندگی بنانے کی ضرورت تھی، لیکن کل کی دنیا سے ایسا نہ ہوسکا اور آج کی دنیا سے ایسا ممکن نہیں ہے، انہوں نے جو کامیاب زندگی کا تصور دیا تھا ہماری زندگی میں اس تصور کے نشانات بھی نہیں ملتے، ان سے وابستہ عقیدتیں ہمارا مذاق اڑاتی ہیں، ہم ان کی بارگاہ میں تسلسل کے ساتھ حاضری دیتے ہیں، ہماری حاضری صرف لینے کے جذبے کے تحت ہوتی ہے، ہماری عقیدتیں کھوکھلی ہیں، ہمارے نعروں میں صداقت نہیں ہے، ان کی نگاہ صرف ہماری عقیدت ہی پہ نہیں ہوتی بلکہ عقیدے پہ بھی ہوتی ہے، وہ عمل کے صرف ظاہری خدوخال ہی کو نہیں دیکھتے بلکہ ہمارے احساسات وخیالات کی زیریں لہروں کو بھی وہ دیکھتے ہیں، انہوں نے ہمارے لئے اپنا کردار چھوڑا ہے اور وہی کردار ہمارے لئے سب سے قیمتی دولت ہے، اگر ہم ان کے کردار کو اپنی زندگی کا ترجیحی حصہ بنالیتے تو فتح ونصرت کی کلید آج بھی ہمارے ہاتھوں میں ہوتی۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

مناقب عقیدت کے پاکیزہ اظہار کا نام ہے اور سیرت و سوانح صداقت کی بکھری ہوئی کڑیوں کو سمیٹنے کا نام ہے، مناقب میں آپ اپنی عقیدت کو شرعی حدود میں رہ کر جس انداز میں چاہیں پیش کر سکتے ہیں، آپ سوالات کی زد میں نہیں آئیں گے، لیکن سوانح میں صداقتوں سے کہیں بھی آپ کا رشتہ ٹوٹتا ہے تو آپ سوالات کے گھیرے میں آجائیں گے، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی کتاب حیات کا ہر ورق چاند کی چاندنی سے زیادہ صاف وشفاف ہے، ان کی حیات کی شفافیت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ ان کی ذات بارگاہ خدا ورسول میں مقبول ہے، ہندوستان میں ان کی آمد حکم رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ہی کی بنیاد پر ہوئی تھی، ان کا جسم ہندوستان میں تھا لیکن ان کی روح ہر وقت دیارِ حبیب کا طواف کرتی تھی، ان کی ولایت وکرامت پہ بارگاہ رسالت کی مہر لگی ہوئی ہے، اس لئے انہیں ''عطائے رسول'' بھی کہا جاتا ہے اور ''ہندالولی'' بھی کہا جاتا ہے، وہ سرتاج اولیاء بھی ہیں اور سرگروہ اولیاء بھی ہیں، ان کی حیات کی صحیح تصویر لفظوں سے نہیں بنائی جاسکتی، ہم جیسے لوگ جب بھی ان کی شخصیت کو لفظوں کے حصار میں لانا چاہتے ہیں وہ حصار ٹوٹ جاتا ہے، ان کا ہر عمل عقل انسانی کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیتا ہے، انہوں نے ایسے ملک میں سکونت اختیار کی جہاں قدم قدم پر مخالفتوں کا آتش فشاں تھا، لیکن انہوں نے اہل ہند کے سامنے ایسا کردار پیش کیا کہ مخالفتوں کے تمام آتش فشاں دیکھتے ہی دیکھتے ''باغ خلیل'' کا نظارہ پیش کرنے لگے، ان کی ذات عزم واستقلال کی اس منزل پہ نظر آتی ہے، جہاں کے تصور ہی سے اچھے اچھوں کے بال و پر جلنے لگتے ہیں، ان کے عزم کو دیکھ کر فولاد کا جگر بھی پانی پانی ہونے لگتا ہے، ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اپنے اندر ایک جادوئی اثر رکھتا تھا، ان کے قدموں سے لگی ہوئی جوتیوں میں یہ قوت وتوانائی تھی کہ فضاؤں میں محوِ پرواز مجرم کو لمحوں میں قید کرکے بارگاہ میں پیش کر دیتی تھی، ان کے قدموں سے نسبت کا جب یہ کمال ہے تو ان کے حصارِ محبت میں رہنے والوں میں کتنا کمال رہا ہوگا، انہوں نے ایسی حکومت کے خلاف محاذ جنگ کھولا تھا جو طاقت وقوت میں غیر منقسم ہندوستان کے تمام فرمارواؤں سے ممتاز اور منفرد تھی، جس کے خلاف زبان کھولنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، حکومت ہر طرح کے دفاعی سازوسامان سے لیس تھی اور آپ بظاہر ہر طرح سے بے سروسامانی کے شکار تھے، آپ حکومت کی سرحد پہ نہیں تھے کہ شکست وریخت کی صورت میں جان بچا کر نکلنے کی راہ آسان ہو بلکہ آپ حکومت کے قلب میں بیٹھے ہوئے تھے، ہر وقت حکومت کے کارندوں کی آپ پہ نظر تھی، ایک دستہ جاتا تو دوسرا دستہ اس کی جگہ لے لیتا، حکومت کے پاس تمام متبادلات تھے، لیکن آپ کے پاس جان دینے کے علاوہ کوئی متبادل نہیں تھا، حکومت کے پاس زندگی کی تمام تر سہولتیں تھیں اور قلت کی صورت میں راہیں کھلی ہوئی تھیں، آپ بظاہر تمام تر سہولتوں سے محروم تھے پھر بھی حکومت مضطرب تھی اور آپ مطمئن تھے۔

حق وباطل کے درمیان ایسی معرکہ آرائی دنیا کی نگاہوں نے اس سے پہلے شاید ہی کبھی دیکھی ہو، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز مسلسل سفر کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے آئے تھے، ان کے پاس فوج بھی نہیں تھی، سامان حرب وضرب بھی نہیں تھا، سر چھپانے کے لئے مکان بھی نہیں تھا، کھانے پینے کا کوئی ذخیرہ بھی نہیں تھا اور باہر کی دنیا سے آپ کا کوئی رابطہ بھی نہیں تھا، اس کے باوجود حکومت کی پریشانی میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا، ایک مومن کامل کے اعتقاد کے سامنے کفر ہر محاذ پہ زیر وزبر ہو رہا تھا، آپ کو شہر بدر کرنے کی حکومت کی تمام تر کوششیں ناکام ہو چکی تھیں، مجبوراً اس نے اپنے ترکش کا آخری تیر استعمال کیا، یعنی انا ساگر پہ پہرا لگا دیا، فوجیوں کو سخت تاکید کردی گئی کہ پانی کا ایک قطرہ بھی اس فقیر کی کٹیا میں نہ جانے پائے، یہ انا ساگر پورے اجمیر کے پانی کی ضرورتوں کو پورا کرتا تھا، چونکہ پانی انسانی زندگی کا اہم حصہ ہے، پانی کے بغیر کسی بھی انسان کا زیادہ دنوں تک زندہ رہنا بہت مشکل ہے، حکومت کو یقین ہو چلا تھا کہ پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں فقیر شہر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا، ادھر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے رفقا کی تشویش بڑھنے لگی، آپ نے اپنے احباب کی تشویش کو محسوس کیا، آپ نے اپنے ایک خادم کو اپنا کوزہ دیا اور فرمایا کہ جاؤ انا ساگر سے کہنا کہ تمہیں معین الدین نے بلایا ہے، آج کا خادم ہوتا تو پوچھتا کہ حضور کہاں انا ساگر اور کہاں آپ کا یہ کوزہ؟ آپ ہماری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہیں، لیکن وہ خادم بھی غریب نواز کا تھا، حکم پاتے ہی انا ساگر کے قریب پہنچ گیا اور انا ساگر کو غریب نواز کا حکم سنایا، حکم سنتے ہی پورا انا ساگر کوزہ میں سمٹ آیا بلکہ انا ساگر ہی نہیں پورے اجمیر بلکہ ایک روایت کے مطابق پورے ہندوستان کا پانی اس کوزے میں سمٹ آیا، جس تیر کا

استعمال حکومت نے حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے خلاف کیا تھا، وہ تیر حکومت ہی کے قلب میں جا کر پیوست ہوگیا، پیاسوں کی چیخ و پکار کو سن کر حکومت کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی، پورا اجمیر پیاس کی شدت سے تڑپنے لگا، شہر کے حالات کو دیکھ کر حکومت مجبور ہوگئی اور اس نے اپنے نمائندوں کو حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی خدمت میں بھیجا، نمائندوں کی روداد سننے کے بعد آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ کوزہ اناساگر میں جا کر الٹ دو، کوزے کا الٹنا تھا کہ پھر حسب سابق اناساگر جل تھل ہوگیا پھر پورا شہر اناساگر کی طرف دوڑ پڑا، اس انسانی عقل کو حیران کر دینے والے واقعہ کے بعد خلق خدا کی عقیدتیں آپ کی طرف متوجہ ہوگئیں اور لوگ تیزی کے ساتھ دامن اسلام میں پناہ لینے لگے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی طرف سے یہ پہلا دفاعی حملہ تھا، اس حملہ سے حکومت کی کمر ٹوٹ گئی اور اس نے محسوس کر لیا کہ اس فقیر سے نپٹنا آسان نہیں ہے، یہ ایک نفسیاتی جنگ تھی، ایک طرف کفر کی ریشہ روانیاں تھیں، دوسری طرف ایمان و یقیں کا اجالا تھا، کفر کانپ رہا تھا اور ایمان و یقیں کی چاندنی سے دلوں کی وادیاں روشن و منور ہو رہی تھیں، انسانی تاریخ کی یہ اولین جنگ تھی، ایک طرف کفر تمام تر دفاعی آلات سے لیس تھا اور دوسری طرف چند نفوس قدسیہ تھے جن کے پاس بظاہر سر چھپانے کی کوئی مستقل جگہ نہیں تھی، جب سینوں میں براہیمی ایمان کا چراغ روشن ہوتا ہے تو جبر و ظلم کے شرارے باغ خلیل میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور نمرودی سازشوں کا دیکھتے ہی دیکھتے جنازہ نکل جاتا ہے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز نے کفر کے خلاف جو محاذ کھولا تھا تاحیات اسی محاذ پر کھڑے رہے، ان کی کتاب حیات کا ہر ورق استعجابی ہے، ہم ان کی بے پناہ عظمتوں کا تو اعتراف کرتے ہیں لیکن ان کی سیرت کے آئینہ میں خود کو نہیں ڈھالتے، ان کی ذات ہم سے چادر کا مطالبہ نہیں کرتی، پھول کا مطالبہ نہیں کرتی، اگر کی بتیوں کا مطالبہ نہیں کرتی، انواع و اقسام کے کھانوں کا مطالبہ نہیں کرتی اور نہ مال و زر کا مطالبہ کرتی ہے بلکہ ان کی ذات ہم سے اس عمل کا مطالبہ کرتی ہے جس کی سند قرآن و احادیث سے ملتی ہو، جس کی سند اقوال صحابہ سے ملتی ہو اور جس کی سند پاکان امت سے ملتی ہو، اگر ہم ان کے مطالبات کو پورا کئے ہوتے تو آج عالمی پیمانے پر عموماً اور ملکی سطح پر خصوصاً ہمارا خون اتنا ارزاں نہ ہوتا، جانوروں کے تحفظ کے لئے سخت تر قانون بنائے جا رہے ہیں، جانوروں کو دیوتا کا روپ دیا جا رہا ہے لیکن ہمارے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے، ہمارے ناموس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، ہمیں گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا جاتا ہے، ہمارے خون سے دیواریں رنگین کی جا رہی ہیں، ہمارے ساتھ وہ سلوک ہو رہا ہے جس سے انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے، ہم پہ جو مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں ہم اس کے خلاف آواز بھی بلند نہیں کر سکتے، اگر ہم ان مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو دنیا کی کوئی عدالت ہماری آواز سننے کے لئے تیار نہیں ہے، ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لئے ہے کہ ہم نے حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی ذات کو تو قبول کر لیا اور ان کی تعلیمات ان کے پیغامات اور ان کے ارشادات کو پس پشت ڈال دیا، انہوں نے جو اسلام کی تصویر پیش کی ہے، انہوں نے جو اسلامی زندگی کا پاکیزہ تصور دیا ہے، وہ تصور ہماری کتاب حیات میں دور دور تک نظر نہیں آتا، ڈاکٹر اقبال نے پوری اسلامی برادری کو سامنے رکھ کر یہ اشعار کہے ہیں اور ہم برصغیر کی مسلم برادری کو پیش نگاہ رکھ کر ان کے یہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

کون ہے تارک آئین رسول مختار
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی آنکھوں میں سما یا ہے شعار اغیار
ہوگئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں
واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں، روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں وہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز اصول شریعت سے زندگی کے کسی موڑ پر ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوئے، انہوں نے تاحیات دین کے لئے جدوجہد جاری رکھی، ان کی حیات کا ہر ورق ریاضت ومجاہدے سے عبارت ہے، دین اسلام اپنے ماننے والوں سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے، دین اسلام کا قبول کرنا بہت آسان ہے لیکن اس کے اصولوں کو برتنا ''شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا'' ہے، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی زندگی جہادی زندگی تھی، چونکہ ان سے ایک عالم کو فیضیاب ہونا تھا، اس لئے رحمت الٰہی ہمیشہ ان کی طرف متوجہ رہی، ان کے مجاہدات کی جو تصویریں کتابوں میں ملتی ہیں، ہر تصویر اپنے اندر جہان حیرت لئے ہوئے ہے، ان کا تعلق حسنی حسینی سادات گھرانے سے تھا، باغ رسالت مآب ﷺ کے پھول ہونے کے باعث ان کے جینے کا انداز بھی اور لوگوں سے مختلف تھا، ان کے والد ماجد اپنے وقت کے صاحب ثروت، صاحب علم اور صاحب زہد وتقویٰ تھے، ان کی والدہ ماجدہ کو اگر مریم ثانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، لوگ اپنی عبادت پہ نازاں ہوتے ہیں لیکن ان پہ عبادت کو ناز تھا، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی پرورش والدین کی دعاؤں اور تمناؤں کی آغوش میں ہوئی تھی، جب آپ کی عمر شریف پندرہ سال کی ہوئی تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، یعنی گلشن حیات کی دہلیز پہ خزاں کی یہ اوّلین دستک تھی، باب حیات پہ خزاں اس قدر جلد دستک دے گی آپ کو اس کی امید نہ تھی لیکن قدرت کا اپنا نظام ہے جو ازل سے چل رہا ہے اور ابد تک یوں ہی چلتا رہے گا۔

والد ماجد کے وصال کے بعد حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، والد ماجد کی وراثت سے آپ کو ایک باغ اور ایک پن چکی ملی تھی، اب آپ کے زیادہ تر اوقات انھیں کی دیکھ ریکھ میں صرف ہونے لگے، چونکہ انھیں دونوں چیزوں پہ بظاہر آپ کی روزی روٹی کا دارومدار تھا، روزی روٹی تو ایک بہانا تھا در حقیقت یہیں سے حیات کے ایک نئے باب کو کھلنا تھا، ایک روز آپ باغ کی سینچائی میں مصروف تھے کہ اس زمانے کے مشہور مجذوب صفت بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی باغ میں تشریف فرما ہوئے، آپ کی ان سے پہلے کوئی آشنائی نہیں تھی لیکن دل میں بزرگوں کے احترام کا چراغ ابتدا ہی سے روشن تھا، دیکھتے ہی آپ ان کے قریب پہنچے اور انھیں انتہائی ادب واحترام کے ساتھ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھایا اور میٹھے انگور کا خوشہ توڑ کر ان کی خدمت میں پیش کیا، حضرت ابراہیم قندوزی آپ کے اس سلوک سے بہت متاثر ہوئے، آپ نے انگور تو نہیں کھایا اپنی جھولی سے ایک کھلی کا ٹکڑا نکالا اور اپنے دانتوں سے چبا کر غریب نواز کے دہن مبارک میں ڈال دیا، کھلی کا کھانا تھا کہ غریب نواز کے دل کی دنیا بدل گئی، حجابات نگاہوں سے اٹھ گئے، دل میں دنیا کی محبت جو تھوڑی بہت تھی نکل گئی، تھوڑے دنوں کے بعد باغ اور پن چکی کو فروخت کیا اور ان سے جو رقم حاصل ہوئی اسے غربا اور مساکین میں تقسیم کردی، والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حضور یہ عریضہ پیش کیا ''ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے، یہاں تعلیم وتربیت کا معقول انتظام نہیں ہے، ہم دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور دین کی خدمت بغیر علم کے نہیں ہوسکتی، اس سلسلے میں ہم آپ سے دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہتے ہیں'' والدہ ماجدہ کی پیشانی نور مسرت سے چمک اٹھی، انہوں نے آپ کے چہرے کو بغور دیکھا اور خدمت دین کے لئے حصول علم کی اجازت دے دی، والدہ ماجدہ سے اجازت لینے کے بعد آپ نے سامان سفر تیار کیا اور حصول علم دین کے لئے نکل پڑے، آپ نے حصول علم دین کی غرض سے ان تمام شہروں کا سفر کیا جو اس زمانے میں علوم وفنون کے مراکز سمجھے جاتے تھے، ذوق علم بھی تھا اور ذہانت وفطانت بھی وراثت میں ملی تھی، پانچ سال کی قلیل مدت میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال حاصل کرلیا۔

کتب تاریخ وسیر میں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے اساتذہ کی کوئی فہرست نہیں ملتی، ہاں جن شہروں کا آپ نے سفر فرمایا ان کی فہرست ملتی ہے، جن اولیائے زمانہ سے آپ نے

ملاقاتیں کیں، ان میں مشاہیر زمانہ کی فہرست بھی ملتی ہے، اساتذۂ کرام میں صرف دو نام آتے ہیں، ایک نام حضرت شیخ شرف الدین اور دوسرا نام حضرت شیخ حسام الدین بخاری علیہما الرحمہ، دنیا میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں، جن سے ان کی براہ راست ملاقاتیں ہوتی ہیں، اگر ان سے ہماری ملاقات کبھی ہو جاتی تو ہم ان سے بہت کچھ معلوم کر لیتے کیونکہ ان کی حیات کا کوئی باب گرد آلود نہیں ہے، بارگاہ خدا و رسول میں ان کی ہر سانس مقبول ہے، آج پورے ایشیا میں جو دین اسلام روشن ہے یہ ان کے قدموں کا فیضان ہے، تاریخ ان کی حیات کی بکھری کڑیوں کو جوڑنے میں کیوں کامیاب نہیں ہوئی، اس کے کچھ وجوہات ہیں، ان کی ولادت ۵۲۷ھ میں ہوئی، ۵۴۲ھ میں انہوں نے اپنے وطن سیستان قصبہ سنجر سے برائے حصول علم سفر کا آغاز کیا، حصول علم کے لئے مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے ۵۸۶ھ اور ۵۸۷ھ کے درمیان ہندوستان کی سرزمین کو اپنے قدموں کی برکتوں سے سرفراز فرمایا، ۵۸۷ھ ہی میں آپ نے اجمیر معلٰی کو اپنی دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا، جس وقت آپ اجمیر تشریف فرما ہوئے اس وقت آپ کی عمر شریف قریب قریب ساٹھ سال کی ہو چکی تھی یعنی آپ مسلسل ۴۵ رسال تک سفر کرتے رہے، ذکر خدا، ذکر حبیب خدا، اور خدمت خلق سے کبھی فرصت نہیں ملی، اس لئے اپنی حیات سے وابستہ واقعات کے جمع و ترتیب کا کبھی دل میں خیال بھی نہیں آیا اور یہ چیز سلسلۂ چشتیہ کے معمولات کا حصہ بھی نہیں ہے، رفیقان سفر ہمیشہ بدلتے رہے، اس لئے احباب سفر نے بھی اس طرف توجہ نہیں دی، ہندوستان میں آپ کے قیام کی مدت ۴۵ / ۴۶ رسال ہوتی ہے، یہاں عمر نے شوریدگی میں غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا، ہر وقت خلق خدا کی فکر تھی، بندوں کی پیشانیاں سجدوں کے نور سے روشن ہو جائیں ہر آنے والا وقت اس خیال کی شدت میں اضافہ کر دیتا، یہاں احباب و خدام کی جو جماعت آپ کے ساتھ تھی، ان میں بھی خوف و خشیت کا غلبہ تھا، اس لئے انھیں بھی آپ کے حال و احوال کو قلم بند کرنے کا خیال نہیں آیا، یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ آپ کی کتاب حیات کے بکھرے ہوئے اوراق کو سمیٹنے کی کبھی سنجیدہ کوشش نہیں ہوئی، یہ ہمارا قصور ہے، ان کی ذات اور ان کا کام ہر طرح کے شبہات سے بالاتر ہے، ان کی شخصیت کے حوالے سے کتب و رسائل میں جو شہادتیں ملتی ہیں اگر وہ شہادتیں نہ بھی ہوتیں پھر بھی ان کی شخصیت کی مرکزیت میں کوئی فرق نہ آتا، تاحیات مدینے سے ان کا رشتہ مربوط رہا، انہوں نے وہی کیا جس میں مدینے کی رضا شامل تھی، مدینے کی رضا سے ہٹ کر سوچنا بھی ان کے مکتب عشق کے منافی تھا، ہر ملک کا ہر ملک میں سفارت خانہ ہوتا ہے جو اپنے ملک کی مثبت نمائندگی کرتا ہے، اسلامی مملکت کی راجدھانی مدینہ ہے، آپ کو مدینے سے بھیجا گیا تھا اور با اختیار بنا کر بھیجا گیا تھا، آپ کی ذمہ داریوں میں صرف خلق خدا کو سجدوں کی لذت سے آشنا کرنا ہی نہیں تھا، بلکہ اسلامی مملکت کی سرحدوں میں اضافہ کرنا بھی شامل تھا اور آپ نے یہ کام بحسن و خوبی انجام دیا، تاریخ کے سینے میں اس کے روشن شواہد موجود ہیں۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی کتاب حیات کا ہر ورق مدینے سے وفاداری کے نور سے روشن منور ہے، مدینے سے وفاداری مقصود زندگی بھی ہے اور معراج بندگی بھی، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد الانبیاء انسانوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں، اس کی بنیادی وجہ مدینے سے سچی وفاداری ہے، حضرت صدیق اکبر نے محبت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جو معیار اہل دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، ان کے بعد وہ معیار دنیا نے پھر کہیں نہیں دیکھا، وہ اپنی ہر ادا میں طاق تھے، مدینے سے وفاداری زندگی کے ہر شعبہ میں فتح و ظفر کی کلید ہے، جو مدینے کا وفادار ہوتا ہے وہ کائنات میں خوشبو کی طرح پھیل جاتا ہے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے غبار محبت انسان کو یہ بشارتیں دیتی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

لیکن خود مدینے کے وفادار کی آواز یہ ہوتی ہے۔

ہمارے دردِ جگر کی کوئی دوا نہ کرے
کمی ہو عشقِ نبی میں کبھی خدا نہ کرے
جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں
سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدانہ صبر دے
جانا ہے سر کو جاچکے دل کو قرار آئے کیوں

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا جسم ہندوستان میں تھا مگر ان کا دل مدینے میں روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طواف میں مصروف رہا کرتا تھا، ان کی زندگی کی ہر سانس مدینے کے نام اور کام سے عبارت ہے، مدینے والے کی رضا سے ہٹ کر انہوں نے کبھی کوئی کام نہیں کیا، ان کی خلوت وجلوت سے یہی صدا بلند ہوتی تھی کہ ”کام وہ لے لیجئے تم کو جوراضی کرے“، ہم ان کا نام تو بہت لیتے ہیں لیکن ہم وہ نہیں کرتے جو انہوں نے ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے اور نام بھی لیتے ہیں تو اپنے کام کے لئے، ہمارے دل و دماغ میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کسی سائل کو محروم نہیں کرتے، جب وہ نوازنے پر آتے ہیں تو اتنا نوازتے ہیں کہ سائل کا دامن تنگ ہو جاتا ہے، یہ بات مبنی پر صداقت ہے مگر ہم نے کبھی سنجیدگی سے سوچا کہ جب ان کا نام لینے میں برکتیں اتنی ملتی ہیں کہ دامن تنگ ہو جاتا ہے تو ان کے مطالبات، ارشادات وفرمودات اور ان کی پاکیزہ سیرت کے آئینے میں خود کو ڈھالا ہوتا تو کتنی برکتیں ملتیں، ان کی ذات حقیقت میں رسول اکرم ﷺ کی عطا ہے، وہ سر سے پاؤں تک عطائے رسول ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے دربار میں جو بھی حاضر ہوتا ہے بامراد لوٹتا ہے، آقا اور غلام امیر اور غریب، ادنی اور اعلیٰ کا ان کے ہاں کوئی امتیاز نہیں ہے، چہرہ دیکھ کر نوازنا ان کے مشرب ومسلک کے خلاف ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جن کی زندگی شریعت کے حدود میں گزرتی ہے، ان کے ساتھ ان کی عطاؤں کا انداز جدا ہوتا ہے، وہ ہم سے شریعت پہ عمل چاہتے ہیں وہ ہم سے شریعت پر استقامت چاہتے ہیں لیکن ہم ہر کام کرتے ہیں یہی نہیں کرتے، اس لئے ہماری عقیدتیں بے سند ہیں، ہم ان کے نام پہ خزانے کا منہ کھول دیتے ہیں، بے حساب مال وزر خرچ کرتے ہیں لیکن ہماری عقیدتیں خود ہم سے سراپا سوال بنی ہوئی ہیں کہ کیا ہم نے ان کے نام پہ کوئی ادارہ، کوئی یونیورسٹی، کوئی جامعہ، کوئی ملکی سطح کا ہاسپٹل اور غریبوں کی فلاح کے لئے کسی بڑے کارخانے کی بنیاد رکھی؟ آج اجمیر شریف میں جا کر دیکھئے بڑے بڑے ہوٹل، بڑے بڑے گیسٹ ہاؤس اور بڑے بڑے محلات بنے ہوئے ہیں، یہ سب حصول دنیا کے ذرائع ہیں، ان سے عقیدتوں کا کوئی رشتہ نہیں ہے، زائرین کی جتنی کثرت ہوگی دولت میں اسی قدر اضافہ ہوگا، ان کی درگاہ سے وابستہ اکثر افراد کی نگاہیں زائرین کی جیب پہ ہوتی ہیں، عقیدتیں ہر جائز اور ناجائز مطالبات کے آگے خمیدسر ہو جاتی ہیں، اگر ہم حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے ارشادات و پیغامات کو اپنی زندگی کا حصہ بناتے تو ایسی صورت میں گھر بیٹھ کر ان کے روحانی فیضان سے سرشار ہو سکتے تھے، سچی عقیدتیں گھر اور در دونوں سے بے نیاز ہوتی ہیں، ان کی بارگاہ میں حاضری کے ہم قطعی مخالف نہیں ہیں، حاضری ہو اور بار بار ہو لیکن آداب شریعت کا دامن ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائے، آج خانقاہی نظام بدعات ومنکرات سے بوجھل ہو چکا ہے، اس کے تجدید نو کی شدید ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے جس خانقاہی نظام کی حمایت کی ہے وہ ان کی کتابوں میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔

آج ہندو پاک کی اکثر خانقاہیں اعلی حضرت کے خلاف متحد ہو چکی ہیں، اعلی حضرت ہر کام میں شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں، ان کی ولادت اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہوئی تھی، انہوں نے قدم قدم پر شرعی اصولوں کو اعتبار بخشا ہے، ان کی کتاب حیات کے کسی ورق میں نفسانیت نہیں ملتی ہے، پاسداران شریعت کی تاریخ میں کئی صدیاں ان کی نظیر سے خالی ہیں، خانقاہیں ان سے اپنے غیر شرعی اصولوں کی سند چاہتی ہیں اور وہ سند دینے کے لئے کسی بھی صورت میں امادہ نہیں ہیں، عوام کا ایک بڑا طبقہ سراپا سوال بنا ہوا ہے کہ خانقاہوں میں جو غیر شرعی معمولات ومراسم انجام دیئے جاتے ہیں، علما ان کے خلاف آواز کیوں بلند نہیں

کرتے؟ عوام کا یہ مطالبہ درست ہے اور علما بھی اپنی مذہبی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہیں، وہ اپنی تحریر وتقریر میں گاہے بگاہے شدید مذمت کرتے ہیں، یہاں جمہوریت ہے اور خانقاہوں کو قانونی جواز حاصل ہے، مخالفتوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، خانقاہیں معاش میں تبدیل ہو چکی ہیں، بہت کم خانقاہیں شرعی حدود میں آتی ہیں، ہمارا مخالف خانقاہوں کے منفی رویے کی روشنی میں ہماری تصویریں بناتا ہے اور عالمی برادری کے سامنے پیش کرتا ہے اور اسی منفی رویے کو بریلویت کا نام دیتا ہے جبکہ بریلویت اسلام سے ہٹ کر کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز توحید ورسالت کے نور سے سینوں کو روشن ومنور کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے تھے، بارگاہ رسالت سے انہیں جو ذمہ داری سونپی گئی تھی، اسے انجام دینے میں ان کا قدم کسی بھی مقام پر صراط مستقیم سے بال برابر الگ نہیں ہوا، انہوں نے اس انداز میں شریعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاسداری کی کہ ان کی کتاب حیات کا ہر ورق قیامت تک آنے والے مصلحین امت کے لئے نشان منزل بن گیا، ہم ان سے مانگنے کا ہر اعتبار سے جواز رکھتے ہیں اور وہ دینے کے لئے بھی ہر وقت آمادہ ہیں بلکہ ان کے خزانے کا منہ ہر وقت سائلین کے لئے کھلا رہتا ہے، آنے والے آتے ہیں اور اپنے ظرف کے مطابق لے کر جاتے ہیں، ہم ان سے مانگیں اور ضرور مانگیں لیکن مانگتے وقت ہماری نگاہ ان کے کردار وعمل پہ بھی ہونا چاہیے، ہمارے لئے سب سے بڑا سرمایہ ان کا کردار وعمل ہے، ان کے کردار وعمل کی پیروی میں کائنات کی سعادتیں سمٹی ہوئی ہیں، دعوت وتبلیغ کے لئے انہیں جو زمین دی گئی تھی وہ کفر وشرک کی تاریکیوں میں ہر سمت سے گھری ہوئی تھی، انہوں نے کفر وشرک کی تاریکیوں کو عشق وعرفان کے نور میں تبدیل کر دیا، انہوں نے اپنے کردار وعمل کی تلوار سے کفر وشرک کی جڑوں کو کاٹ کر رکھ دیا، دنیا کی کوئی طاقت ان کے مشن کو پھیلنے سے روک نہیں سکی، ان کا مشن توحید ورسالت کے نور سے سینوں کو منور کرنا تھا، جب تک ہماری نگاہیں ان کے مشن پر رہیں، فتح و ظفر کی کلید ہمارے ہاتھوں میں رہی، وہ قدم قدم پر کامیاب تھے اور ہم قدم قدم پر ناکام ہیں، جس وقت وہ وارد ہند ہوئے تھے، ان کے رفقا کی مجموعی تعداد چالیس افراد پر مشتمل تھی، چالیس افراد سے پورا غیر منقسم ہندوستان خوف زدہ تھا، آج ان کے اہل عقیدت چالیس کروڑ سے بھی زائد ہیں، وہ چالیس ہو کر بھی دنیا پہ غالب تھے اور ہم چالیس کروڑ ہو کر بھی مغلوب ہیں۔

سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں، اس میں شخصیاتی اعتبار سے کچھ مہینے ایسے ہیں جو مسلمانوں کے لئے عید سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، ان میں رجب المرجب بھی ہے، رجب المرجب کا چاند طلوع ہوتے ہی پورے برصغیر ہند وپاک کے مسلمانوں میں خوشی ومسرت کی ایک عجیب سی لہر پھیل جاتی ہے، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے ذکر وفکر سے گلیاں مسکرانے لگتی ہیں، ٹولیاں بنتی ہیں، جماعتیں بنتی ہیں، قافلے تیار ہوتے ہیں اور سب کا رخ اجمیر معلی کی سمت ہوتا ہے، روکنے والے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، فتوے دیئے جاتے ہیں اور انہیں اشتہار کی شکل میں پھیلایا جاتا ہے، پوسٹر دیواروں پر چسپا کئے جاتے ہیں لیکن کاروان عقیدت اس طرح کی رکاوٹوں کو اپنے قدموں سے روندتے ہوئے حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے حضور حاضر ہوتے ہیں، عقیدت کا یہ اظہار یہ قابل صد تکریم ہے، اگر اس عقیدت میں قدم قدم پر اصول شریعت کا احترام بھی شامل ہو تو یہ عقیدت ہمارے لئے دارین کی سعادتوں کے ابواب کھول دے گی، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا ہم سے یہی مطالبہ ہے کہ عقیدت میں شریعت کا التزام نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے، ہمارے عمل کی ہر تصویر پر دنیا نگاہ جمائے ہوئے ہے، ہماری ہر تصویر کیمرے میں محفوظ کی جارہی ہے، اس لئے ہمیں اپنے آقاؤں کے دربار میں حاضری کے وقت بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔

اعلی حضرت امام احمد رضام قادری برکاتی قدس سرہ نے آقاؤں کی بارگاہوں میں حاضری کے جو اصول بتائے ہیں، ہمیں ان کے بتائے ہوئے اصولوں کو عمل کی زمین پر اتارنا ہوگا، اعلی حضرت وارث انبیا بھی ہیں اور وارث اولیا بھی، آقاؤں سے

جڑے رہنے کی تحریک کے وہ سب سے بڑے محرک ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو آج برصغیر ہندو پاک میں آقاؤں کی کوئی چوکھٹ سلامت نہ رہتی، انہوں نے عقیدتوں کو دلائل کی زبان عطا کردی ہے، وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آقاؤں سے الگ ہوکر مسلمان اپنا دین بچانہ پائے گا جولوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی کے گنبد ومینار کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے لئے خواجہ غریب نواز کا گنبد کافی ہے، وہ لوگ تعصب وتنگ نظری اور گروہی عصبیت کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں، انہیں کسی طبیب حاذق کی صحبت میں بیٹھنے کی شدید ضرورت ہے، جس وقت ہماری عقیدتوں سے بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری کے جواز کی سندیں مانگی جارہی تھیں، اس وقت وہ کہاں تھے؟ اور آج بھی ان کے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ جواز کی سندیں فراہم کرسکیں، انہیں جواز کے لئے اعلیٰ حضرت ہی سے رجوع کرنا ہوگا، اعلیٰ حضرت سے ہٹ کر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز سے محبت کا ہر دعویٰ جھوٹا ہوگا، وہ شخص فیضان غریب نواز سے شادکام ہو ہی نہیں سکتا جس کے دل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے عداوت ہوگی، اعلیٰ حضرت نے عظمت رسالت اور ناموس اولیائے امت کی اس انداز میں محافظت کی ہے کہ جو ان کی مخالفت کرتا ہے وہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے محروم ہوجاتا ہے، چاہے اس کا رشتہ کسی بھی خاندان سے ہو، ہم نسبتوں کا احترام کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے، یہ احترام کا سبق بھی ہمیں اعلیٰ حضرت ہی نے دیا ہے، جنہیں اپنا دین پسند ہوگا، جنہیں نبی کی محبت عزیز ہوگی، وہ اعلیٰ حضرت کے یقیناً وفادار ہوں گے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا دربار سب کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے، وہ اپنے دشمنوں کو بھی منع نہیں کرتے، یہی اخلاق نبوی ﷺ ہے، برصغیر ہندو پاک میں آپ کی ذات اخلاق نبوی ﷺ کا سب سے صاف وشفاف آئینہ ہے، ۸؍سو سال سے زائد کا عرصہ بیت گیا پھر بھی اس آئینے کی واقعیت اور شفافیت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک یہ آئینہ یوں ہی چمکتا، دمکتا اور اجالوں کی خیرات بانٹتا رہے گا، انہیں ہند کا راجا بھی کہا جاتا ہے، یقیناً وہ ہند کے راجا ہیں اور ہم ان کی رعایا ہیں، وہ اپنے راجا ہونے کا حق تو ادا کررہے ہیں لیکن ہم ان کی رعایا ہونے کے حق سے غافل ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم غیروں کے زیر اثر ہیں اور اس وقت تک غیروں کے زیر رہیں گے جب تک ان کے اخلاق وکردار کے آئینے میں خود کو ڈھال نہیں لیتے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مملکت میں ان لوگوں کو بھی رہنے کے حق سے محروم نہیں کرتے جو ان کی بے پناہ عظمتوں کے منکر ہیں اور رسول دشمنی جن کا شناختی نشان ہے، ادھر چند سالوں سے علمائے دیوبند حضور سیدنا خواجہ غریب نواز سے اپنا شجرہ جوڑنے میں خون جگر جلا رہے ہیں، جبکہ رسول دشمنی اور اولیا بے زاری ان کے مکتب زندگی کے نصاب کا جلی عنوان ہے، ہماری زندگی عظمت رسالت اور شوکت اولیا کے اظہار کے لئے دلائل وشواہد ڈھونڈنے میں ہمہ تن مصروف رہتی ہے اور وہ تنقیص رسالت اور تضحیک اولیا کے لئے دلائل کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، ان سے ہماری محاذ آرائی کے یہی بنیادی اسباب ہیں، یہ چیزیں اگر وہ اپنے نصاب زندگی سے ہٹا لیتے ہیں تو ان سے ہمیں گلے ملنے میں کسی طرح کا پس وپیش نہ ہوگا، گزشتہ سال یہ خبر اخبارات کی زینت بنی تھی کہ ''جمعیۃ العلما'' کے ایک وفد نے اجمیر معلیٰ حاضر ہوکر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے حضور پرجوش نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے، نذرانۂ عقیدت پیش کرتے وقت معمولات اہل سنت ان کے پیش نگاہ تھے، انہوں نے اپنے بزرگوں کے فتاوے کا قطعی خیال نہیں کیا، ادھر چند دنوں سے اخبارات میں یہ خبر آرہی ہے کہ اجمیر معلیٰ میں ''جمعیۃ العلما'' نے زائرین حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی سہولت کے لئے میڈیکل کیمپ لگایا ہے اور درگاہ سے وابستہ افراد ان کی قصیدہ خوانی میں مصروف ہیں، ان کا یہ بیان بھی میڈیا کی زینت بن رہا ہے کہ تقسیم ہند کے بعد مزار خواجہ غریب نواز پہ چادر پوشی، گل پوشی اور فاتحہ خوانی کا سلسلہ ''جمعیۃ العلما'' ہی کی کوششوں سے شروع ہوا، ممکن ہے کچھ دنوں کے بعد خانقاہ سے وابسطہ افراد کا یہ بھی بیان آجائے کہ خواجہ غریب نواز کے مزار کی تعمیر وتوسیع میں بھی علمائے

دیوبند نے اہم رول ادا کیا ہے اور اکبری گیٹ، شاہ جہانی مسجد اور دوسرے آثار کی تعمیر وتزئین اور تشہیر میں بھی علمائے دیوبند کا خون جگر شامل ہے، مذکورہ آثار غلطی سے اکبر اور شاہ جہاں کی طرف منسوب ہوگئے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ وہی ''جمعیۃ العلما'' ہے جس کے بزرگوں کی کتابوں میں یہ عبارت دیکھی جاسکتی ہے کہ خواجہ غریب نواز کے مزار پہ حاضری کی نیت سے اجمیر کا سفر کرنا زنا کرنے سے بھی بدتر ہے، کچھ سالوں پہلے ذاکر نائک نے یہ بیان دیا تھا کہ اگر ہندوستان پہ ہماری حکومت ہوجاتی ہے تو ہم ملک میں سارے مزارات پہ بلڈوزر چلوا دیں گے، آج بھی علمائے دیوبند اپنی تحریر وتقریر میں اولیا بے زاری کا کوئی موقع ہاتھ سے ضائع ہونے نہیں دیتے، اگر ان کی رسول دشمنی اور اولیا بے زار بیانات اکٹھا کئے جائیں تو کئی مجلدات تیار ہوجائیں، ان کی اس عقیدہ فروشی کے پس پشت ان کے کچھ خاص مقاصد ہیں، ہم ان کے خفیہ مقاصد کی نقاب کشائی ان شاء اللہ بعد میں کریں گے، گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا وہابیہ دیابنہ کی فطرت کا حصہ ہے، ان کی تقیہ بازی شہرت رکھتی ہے، ان کے تضادات سے بھی دنیا خوب اچھی طرح واقف ہے، جن اختیارات وتصرفات کو وہ انبیا واولیا کے لئے کفر و شرک سمجھتے ہیں، وہ سارے اختیارات وتصرفات اپنے گھر کے بزرگوں کے لئے عین اسلام سمجھتے ہیں۔

اس وقت عالمی حالات عموماً اور ملکی حالات خصوصاً مسلمانوں کے حق میں نہیں ہیں، اپنے ملک میں مسلمانوں کا خون پانی سے بھی ارزاں ہوچکا ہے، سیاسی طاقتیں ہمیں حاشئے پر بھی دیکھنا نہیں چاہتیں، ہم اپنی بے بسی، بے کسی اور بدحالی کی کسی سے شکایت بھی نہیں کرسکتے، ہماری آہ وفریاد عدالتوں کی دیوار ودر سے ٹکرا ٹکرا کر دم توڑ دیتی ہیں، ہم بے سروسامانی کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں، ایسے حالات میں محبوبان الٰہی کی چوکھٹ ہی ہمارے لئے امید کی آخری کرن ہے، ہم جیسے بھی ہیں خواجۂ خواجگان، فخر ہندوستان، عطائے رسول کی غلامی کا پٹہ ہماری گردنوں میں ہے، ہم دور دراز کا سفر طے کر کے ان کے دربار پر انوار میں حاضر ہوتے ہیں، ہم جہاں ذاتی مشکلات کا ان سے ذکر کریں وہیں ملک میں اپنی آبرومندانہ زندگی اور امن وعافیت کی بھی دعائیں کریں، دعائیں اجتماعی بھی ہوں اور انفرادی بھی، اگر ان کی بارگاہ میں ہماری پر درد دعائیں قبول ہوجاتی ہیں تو یقیناً طاغوتی طاقتوں کے سر خمیدہ ہوں گے، ہم رجب المرجب کے اس بابرکت مہینے میں زائرین اور حاضرین کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہم سب کو فیضان غریب نواز سے شادکام فرمائے، آمین۔

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افکار ونظریات کا ترجمان ہے، دعا کریں کہ یہ یونہی حق اور اہل حق ترجمانی کا حق ادا کرتا رہے، ہم اپنی گفتگو کو استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی کے اس شعر پہ ختم کرتے ہیں۔

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
نہیں محروم کبھی مانگنے والا تیرا

■■■

ص ۵۸ رکا بقیہ

اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ان کے فتاویٰ اور دیگر تصنیفات میں اصلاح کے پہلو وافر مقدار میں موجود ہیں، پروردگار عالم ان کی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے اور ان کے علمی خزانوں سے ہم سب کو استفادہ کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

■■■

ص ۵۰ رکا بقیہ

وقاری محمد اشفاق عالم، خطیب وامام مسجد اہلسنت گرین او یونیو، حضرت مولانا محمد محمود عالم صاحب بانی دار العلوم شہدائے اسلام، حضرت مولانا منظور عالم، حضرت مولانا نذیر الاسلام اشرفی، حضرت مولانا مظہر حسین سعدی، حضرت قاری نواب علی نوری، حضرت قاری وسیم رضا رضوی، حضرت قاری نور نواز، مدرس دار العلوم غوث اعظم، حضرت قاری ابو الکلام نوری، مولانا جلیس رضا نظامی دار العلوم فیضان شمسیہ وغیرہ شریک رہے۔

رپورٹ: طلبائے جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ، نیا نگر میرا روڈ ممبئی

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

یوم سہ شنبہ کے فضائل و معمولات

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید العرب والعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منگل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"یوم دم قالوا و کیف ذالک یا رسول اللہ قال رسول اللہ ﷺ لان فیہ حاضت حواء و قتل ابن آدم اخاہ۔ یعنی منگل خون کا دن ہے صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ منگل کے روز حضرت حوا کو خون حیض جاری ہوا، اور آدم کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔" [جامع صغیر، جلد ۲ رص ۵۴۹]

حدیث پاک میں ہے "ان یوم الثلاثاء یوم الدم و فیہ ساعۃ لا یرقأ۔ منگل کا دن یوم خون ہے، اس میں ایک ساعت (لحظہ) ہے جس میں خون نہیں تھمتا۔"

یوم سہ شنبہ

منگل کا دن امراض کا دن ہے اسی دن اللہ تعالیٰ نے امراض کو پیدا فرمایا جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے:

"خلق اللہ الامراض یوم الثلاثاء و فیہ انزل ابلیس الی الارض و فیہ خلق اللہ جھنم و فیہ سلط اللہ ملک الموت علیٰ ارواح بنی آدم و فیہ قتل قابیل ھابیل و فیہ توفی موسیٰ و ھارون و فیہ ابتلی ایوب۔ اللہ تعالیٰ نے منگل کے دن مرضوں کو پیدا فرمایا اور منگل کے روز ابلیس زمین پر اتارا گیا اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا فرمایا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بنی آدم پر مسلط کیا اور منگل کے دن قابیل نے حضرت ہابیل کو قتل کیا اور اسی دن سیدنا حضرت موسیٰ و سیدنا حضرت ہارون علیہما السلام نے وفات پائی اور اسی دن سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام مرض میں مبتلاء ہوئے۔"

[فیض القدیر شرح جامع صغیر جلد ۱ رص ۴۷]

ابن جریر فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر نے فرمایا ہے کہ ہمارے علم میں ہے کہ تین شخصوں نے منگل کے دن سینگی لگوائی اور مر گئے مگر اس ساعت کو پوشیدہ رکھا گیا ہے تا کہ لوگ سینگی لگوانے سے سارا دن پرہیز کریں تا کہ مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ [فیض القدیر، جلد ۲ رص ۵۴۹]

سہ شنبہ کے اہم واقعات

منگل کے دن سات آدمیوں کو قتل کیا گیا (۱) جرجیس علیہ السلام (۲) حضرت یحییٰ علیہ السلام (۳) حضرت زکریا علیہ السلام (۴) فرعون کے جادوگر (۵) حضرت آسیہ فرعون کی بیوی (۶) بنی اسرائیل کی گائے (۷) حضرت ہابیل۔

حضرت جرجیس علیہ السلام کے قتل کا بیان

حضرت جرجیس علیہ السلام دردپانہ بادشاہ جو بت پرست تھا کے زمانہ میں گزرے ہیں، اس بادشاہ نے ایک دن ایک تخت قائم کیا اور اس پر بتوں کو رکھا اور ان کو جواہرات اور موتیوں سے آراستہ کیا، کستوری اور کافور سے خوشبودار کیا، تخت کے سامنے آگ جلائی جو شخص اس کے بت کو سجدہ کرتا تھا، اس کو چھوڑ دیتا تھا اور جو سجدہ کرنے سے انکار کرتا اسے آگ میں پھینک دیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت جرجیس علیہ السلام کو اس بادشاہ کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا، آپ نے بادشاہ کو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف دعوت دی اور فرمایا بادشاہ تو کیوں ایسے بتوں کی پرستش کرتا ہے جو نہ کوئی بات سن سکتے ہیں اور نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی مصیبت کو دفع کر سکتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا کہ جب سے میں نے بتوں کی عبادت شروع کی ہے تو

*مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

مال و دولت اور دیگر نعمتوں سے مالا مال ہو گیا ہوں مگر تیرے رب کی عبادت سے مجھے کوئی نعمت نہیں ملی ہے، حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اور جلد زائل ہو جاتی ہیں اور جنت کی نعمتیں دائمی ہیں اور اس مسئلہ پر کافی بحث و مباحثہ ہوتا رہا، آخر کار بادشاہ نے حضرت جرجیس علیہ السلام کے قتل کا حکم دے دیا اور حکم دیا سرسوں اور سرکہ کھولایا جائے پھر اس کو جرجیس علیہ السلام کے بدن پر انڈیل دیا جائے اور لوہے کی قینچیوں سے ان کے بدن کے گوشت ایسے کھینچ لو کہ سوائے ہڈیوں کے کچھ نہ رہے، چنانچہ ظالموں نے یہ سب کچھ کیا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوبارہ آپ کو بہتر صورت میں زندہ فرما دیا تو آپ نے بلند آواز سے بادشاہ کو فرمایا: اے کافر! لا الہ الا اللہ پڑھ، بادشاہ غصہ میں آیا اس نے حکم دیا کہ لوہے کی چھ کیلیں لاؤ، وہ لائی گئیں تو آپ کے ہاتھوں میں دو کیل، دو پاؤں میں، ایک سر میں اور ایک جگر پر ٹھوک دیا، فوراً اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے یہ ساری کیلیں آپ کے اعضا سے نکال دیں اور آپ نے زندہ کھڑے ہو کر فرمایا: اے کافر! لا الہ الا اللہ پڑھ، پھر بادشاہ نے ایک دیگ منگائی اور اس کے نیچے آگ جلوائی اور حضرت جرجیس علیہ السلام کو دیگ میں ڈال دیا گیا تا کہ آپ کباب ہو کر مر جائیں، مگر قادر مطلق نے دیگ کے ساتھ ایک ٹھنڈا چشمہ جاری فرما دیا جس کی وجہ سے آپ کے کسی بال کو بھی تکلیف نہ پہنچی، اس کے بعد بھی ظالم نے آپ کو طرح طرح کے عذاب دیئے بعض نے ستر کی تعداد بتائی ہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت جرجیس علیہ السلام کو ظالم حکمراں نے ایک سو قسم کے عذاب میں مبتلا کیا مگر قدرت الٰہی سے آپ محفوظ رہے۔

آخر کار ظالم حکمراں تنگ آکر کہنے لگا جرجیس اگر ایک بات میری مان لو تو میں تیرے ہر حکم کی اطاعت کروں گا، صرف اتنی بات ہے کہ آپ میرے بت کے سامنے صرف ایک مرتبہ جھک جاؤ تو میں تمہاری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں، حضرت جرجیس علیہ السلام خاموش ہو گئے، کافر نے سمجھا شاید میری بات قبول کر لی گئی، ظالم بادشاہ نے کہا جرجیس میں نے تمہیں بے شمار تکلیفیں دی اور طرح طرح کے عذاب دیئے آج میرے ساتھ محل میں چلو تا کہ رات آرام سے بسر کرو، آپ شاہی محل میں تشریف لے گئے مگر ساری رات نماز اور تلاوت زبور میں مشغول رہے، بادشاہ کی عورت آپ کی قرأت سن کر بہت متاثر ہوئی اور رونے لگ گئی آخر کار مسلمان ہو گئی، جب حضرت جرجیس علیہ السلام شاہی محل سے رخصت ہونے لگے تو بادشاہ نے آپ کے سجدۂ بت کی پھر دعوت دی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی تو ظالم نے ایک بڑھیا جس کا بچہ گونگا بہرہ تھا کے گھر میں بند کرا دیا اور انہوں نے کھانا پینا بھی بند کر دیا بڑھیا کے گھر میں بیری کا ایک خشک درخت تھا جو آپ کی دعا کی برکت سے سرسبز ہو گیا اور اس میں عمدہ پھل لگ گیا جب بڑھیا نے بیری کو دیکھا تو ایمان لے آئی اور حضرت جرجیس علیہ السلام سے اپنے بیمار بچے کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی، آپ نے دعا کی بچہ صحت مند ہو گیا، آپ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ بت خانہ میں جاؤ اور ان بتوں کو کہو کہ تمہیں حضرت جرجیس علیہ السلام بلاتے ہیں، نوجوان بت خانہ میں گیا جہاں ستر بت رکھے ہوئے تھے اور ان کو حضرت جرجیس علیہ السلام کا پیغام دیا، اب کیا تھا کہ قدرت الٰہیہ سے تمام بت دوڑتے ہوئے آپ کے قدموں حاضر ہو گئے، آپ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا، جس سے زمین پھٹ گئی اور وہ سارے بت زمین کے اندر دھنس گئے۔

جب بادشاہ کی بیگم نے یہ معجزہ دیکھا تو اس نے محل چھوڑ کر بلند آواز سے کہا "یا اھل البلدۃ ارحموا انفسکم واسلموا اے شہر کے باشندوں اپنے آپ پر رحم کرو اور اسلام قبول کرلو۔" بادشاہ نے اپنی عورت سے کہا کہ میں ستر سال سے یہ معجزات دیکھ رہا ہوں مگر اسلام قبول نہیں کیا، تو نے صرف ایک معجزہ دیکھ کر اسلام قبول کر لیا، بیوی نے کہا اسلام نہ لانا تیری بدبختی ہے اور میرا اسلام لانا میرے لیے سعادت مندی ہے، ظالم بادشاہ نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کو قتل کر دیا، پھر جرجیس علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی، الٰہی میں ستر سال سے کفار نابکار کی طرف سے مصائب جھیل رہا ہوں، اب طاقت جواب دے گئی ہے، لہٰذا

مجھے اب شہادت نصیب فرما اور ان ظالموں پر سخت عذاب نازل فرما، آپ کی دعا قبول ہوئی، ظالموں نے تلوار کھینچ لی اور آپ کو شہید کر دیا پھر آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی، جس نے ان سب ظالموں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا، یہ سارا واقعہ منگل کے دن پیش آیا۔ [کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۶۸۔۶۹]

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کا بیان

منگل کے دن حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو ظالم حکمران نے قتل کیا تھا جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا، اس کی ایک بیوی تھی جس کی ایک لڑکی دوسرے شوہر سے تھی، یہ چاہتی تھی کہ اپنی لڑکی کا نکاح اپنے شوہر سے کرا دے تا کہ وہ کسی اور کے ساتھ شادی نہ کر لے، اس نے ایک دعوت کی جس میں سیدنا حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدعو کیا گیا، عورت نے آپ سے اجازت مانگی کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے شوہر سے کر دوں، آپ نے صاف فرما دیا کہ یہ بات دین اسلام میں حرام ہے، اتنا فرما کر آپ وہاں سے چلے آئے بادشاہ کی بیوی آپ پر ناراض ہوگئی اور آپ کے قتل کی تدبیریں سوچنے لگی، ایک دن اس نے اپنے شوہر کو شراب پلائی اور اپنی لڑکی کو آراستہ و پیراستہ کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگی کہ یحییٰ علیہ السلام انکار کرتے ہیں کہ اس لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا جائے، بادشاہ نے اسی وقت یحییٰ علیہ السلام کو بلایا اور اپنی بیوی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا یہ صاف حرام ہے، یہ نکاح نہیں ہوسکتا، بادشاہ نشہ میں چور تھا، فوراً حکم دیا کہ یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دو، چنانچہ آپ کو بکری کی طرح ذبح کر دیا گیا، یہ منظر دیکھ کر آسمان کے فرشتے بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے لگے: الٰہی ان لوگوں نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو کس جرم و گناہ میں قتل کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیدنا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے نہ تو کوئی جرم کیا ہے اور نہ اس کا کبھی ارادہ کیا ہے لیکن وہ مجھ سے محبت کرتا تھا اور میں اس سے محبت کرتو ہوں اور محبت میں قتل ہونا لازمی بات ہے۔

[کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۶۹]

محبت کے تعلق سے حکایت

حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک گاؤں سے گزر رہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اصحاب طریقت کے چالیس نوجوان بھوک اور پیاس کی شدت سے انتقال کر گئے ہیں، حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی: الٰہی تو اپنے دوستوں کو قتل کرتا ہے اور کب تک اپنے دوستوں کی خونریزی کرتا رہے گا، غیب سے آواز آئی اے ابو یزید! میں خونریزی تو کرتا ہوں مگر اس کی دیت بھی ادا کرتا ہوں پوچھا ان کی دیت کیا ہے؟ تو ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ مخلوق کے مقتول کی دیت دینا رہوتے ہیں اور حق کے مقتول کی دیت رویت غفار ہوتی ہے۔

[ایضاً، ص ۷۰]

جب حضرت حسین حلاج رحمۃ اللہ علیہ کو پندرہ دن تک نظر بند کر دیا گیا تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے اور پوچھا اے حسین! محبت کیا ہے؟ فرمایا محبت کا سوال آج نہ کرو اور کل اس کے متعلق پوچھنا، جب کل کا دن آگیا تو سپاہیوں نے ان کو جیل کی کوٹھری سے نکالا اور ان کو سولی پر چڑھا دیا تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کے آگے سے گزرے تو انہوں نے پکار کر کہا: اے شبلی! محبت کا ابتدائی دور جلنا ہے اور آخری دور قتل ہونا ہے۔ [ایضاً، ص ۷۰]

حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کے قتل کا بیان

منگل کے روز ہی حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کے قتل کا سانحہ پیش آیا جبکہ یہودی بے بہود سے بھاگ کر آرہے تھے اور وہ آپ کے پیچھے دوڑے چلے آرہے تھے جب وہ آپ کے قریب پہنچ گئے تو آپ کو ایک درخت نظر آیا تو آپ نے درخت سے فرمایا مجھے پناہ دو، درخت پھٹ گیا اور آپ اس میں داخل ہو گئے جب یہود وہاں پہنچے تو آپ کو نہ پایا اس وقت شیطان دشمن انسان نے انہیں بتایا کہ اس درخت میں چھپ گئے ہیں ایک کلہاڑی لا کر درخت کو دو ٹکڑے کر دو وہ خود بخود مر جائیں گے، یہودیوں نے شیطان کے کہنے کے مطابق درخت چیرنا شروع کیا اور جب تیشہ (کلہاڑی) آپ کے سر مبارک پر پہنچی تو آپ چلائے اور آہ کا.

کلمہ منہ سے نکلا اس وقت آسمان کے فرشتوں میں ایک زلزلہ واقع ہوگیا، حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے اے زکریا! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تو نے دوبارہ آہ کی تو تیرا نام انبیائے کرام کے دفتر سے خارج کردیا جائے گا۔

[کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۷۱]

ایک دفع حضرت یحییٰ بن معاذ ازلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک رات اپنے پروردگار سے مناجات کررہے تھے، عرض کرتے ہیں الٰہی! اگر میں تیری تلاش کرتا ہوں تو تو مجھے مشقت میں ڈال دیتا ہے اور اگر تجھ سے بھاگتا ہوں تو جلا دیتا ہے اگر تجھ سے محبت کرتا ہوں تو قتل کردیتا ہے پس تجھ سے بھاگنے کی گنجائش نہیں ہے۔ [ایضاً، ص ۷۱]

فرعون کے جادوگروں کے قتل کا بیان

منگل کے روز فرعون کے جادوگروں کو جو ایمان لا چکے تھے قتل کردیا گیا جبکہ اسکندریہ کے میدان میں فرعون کے جادوگروں اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مابین مقابلہ ہوا جادوگروں نے بڑے بڑے رسے اور شہپر ڈالے تو وہ اژدہے نظر آنے لگے اور میدان ان سے بھرا معلوم ہونے لگا مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو ایک عظیم الشان اژدہا بن گیا اور وہ جادوگروں کے سحرکاریوں کو ایک ایک کرکے نگل گیا اور تمام رسے اور لٹھے جو انہوں نے جمع کئے تھے جو تین سو اونٹ کا بوجھ تھا سب کا خاتمہ کردیا، جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دست مبارک میں لیا تو پھر عصا ہوگیا اور جسم اور وزن اپنے حال پر رہا یہ دیکھ کر جادوگروں نے پہچان لیا کہ عصائے موسیٰ جادو نہیں ہے اور قدرت بشری ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتی، ضرور یہ امر سماوی ہے یہ سمجھ کر وہ ایمان لائے اور سجدے میں گر گئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"والقی السحرۃ سٰجدین قالوا اٰمنا برب العالمین رب موسیٰ و ھارون۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے بولے ہم ایمان لائے جہان کے رب پر جو رب ہے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا۔" [پ ۹، سورۃ الاعراف]

یہ دیکھ کر فرعون بڑا غضب ناک ہوا اور کہنے لگا یہ تمہاری سب کی سازش ہے میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دوں گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قال فرعون اٰمنتم بہ قبل ان اٰذن لکم ان ھذا لمکر مکرتموہ فی المدینۃ لیخرجوا منھا اھلھا فسوف تعلمون لا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لا صلبنکم اجمعین۔ فرعون بولا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں یہ تو بڑا دجل (فریب) ہے جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان لوگے قسم ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹوں گا اور پھر تم سب کو سولی دوں گا۔" [پ ۹ ر سورۃ الاعراف]

فرعون کی اس گفتگو پر جادوگروں نے کہا کہ تو ہمیں موت کی دھمکی دیتا ہے تو ہمیں موت کا کیا غم ہے کیونکہ مرکر ہمیں اپنے رب کی لقا اور اس کی رحمت نصیب ہوگی اور جب سب کو اسی کی طرف رجوع کرنا ہے تو وہ خود ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ فرمادے گا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"قالوا انا الی ربنا منقلبون وما تنقم منا الا ان اٰمنا باٰیٰت ربنا لما جاء تنا ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمون۔ بولے ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں اور تجھے ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان دنیا سے اٹھا۔" [پ ۹ ر سورۃ الاعراف]

حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور پرنور، سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج آسمانوں کی سیر فرمائی تو فرماتے ہیں کہ میں جنت میں درختوں پر سبز رنگ کے پرندے ملاحظہ فرمائے، میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ ان حضرات کی روحیں ہیں جن کو فرعون نے سولی پر چڑھا کر موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

[کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۷۱]

حضرت آسیہ کے قتل کا بیان

حضرت آسیہ فرعون کی بیوی کو منگل کے دن قتل کیا گیا تھا جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو مغلوب کیا تو حضرت آسیہ بیگم آپ پر ایمان لے آئیں۔ فرعون کو جب خبر ہوئی تو ظالم بے رحم نے ان پر سخت عذاب کئے یہاں تک کہ ان کے سینے پر بھاری چکی رکھ دی اور دھوپ میں ڈال دیا، جب فرعونی ان کے پاس سے ہٹتے تو فرشتے ان پر سایہ کرتے اللہ کریم نے ان کا جو مکان جنت میں ہے، ان پر ظاہر فرمایا اور اس کی مسرت میں فرعون کی سختی کی شدت ان پر سہل ہوگئی، آخرکار حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا مانگی کہ مجھے ظالموں سے نجات دے، دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمائی اور ابن کیسان نے کہا کہ وہ زندہ اٹھا کر جنت میں داخل کی گئیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

"وضرب اللہ مثل اللذین امنو اامرأۃ فرعون اذقالت رب ابن لی عندك بیتا فی الجنة ونجنی من فرعون وعمله ونجنی من القوم الظالمین۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے، فرعون کی بیوی جب اس نے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔" [پ ۲۸ رسورۂ تحریم]

بنی اسرائیل کی گائے کے ذبح ہونے کا بیان

بنی اسرائیل کی گائے کے ذبح ہونے کا واقعہ بھی منگل کے دن ہی پیش آیا اس کا سبب یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک مالدار تھا، اس کے چچازاد بھائی نے وراثت کی لالچ میں اس کو قتل کر کے دوسری بستی کے دروازے پر ڈال دیا اور صبح کو خود اس کے خون کا مدعی بن بیٹھا، وہاں کے لوگوں نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں اللہ تبارک حقیقت حال ظاہر فرمائے، اس پر حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا کوئی حصہ مقتول کے ماریں وہ زندہ ہو کر اپنا قاتل خود بتادے گا، ارشاد ربانی ہے:

"واذقال موسیٰ لقومه ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔" [پ ۱ رسورۂ بقرہ]

جب بنی اسرائیل نے گائے کے ذبح کا حکم سنا تو انہیں تعجب ہوا، کیونکہ مقتول کا حال معلوم ہونے اور گائے کے ذبح میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی تو کہنے لگے۔ قرآن شریف بیان کرتا ہے:

"قالوا اتتخذنا ھزوا قال اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین۔ بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں، فرمایا خدا کی پناہ میں جاہلوں سے ہوں۔" [پ ۱، سورۂ بقرہ]

یعنی حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا جواب جو سوال سے ربط نہ رکھے جاہلوں کا کام ہے یا یہ مطلب ہے کہ محاکمہ کے موقع پر استہزاء جاہلوں کا کام ہے، انبیاء کی شان اس سے برتر ہے، القصہ بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ گائے کا ذبح کرنا ضروری ہے تو انہوں نے آپ سے اس کے اوصاف دریافت کئے، حدیث پاک میں ہے کہ اگر بنی اسرائیل بحث نہ نکالتے تو جو گائے ذبح کر دیتے کافی ہوتی، خداوندے قدوس ارشاد فرماتا ہے:

"قالوا ادع لنا ربك یبین لنا ما ھی، قال انه یقول انھا بقرۃ لا فارض ولا بکر۔ عوان بین ذالك فافعلوا ما تؤمرون۔ قالوا ادع لنا ربك یبین لنا مالونھا قال انه یقول انھا بقرۃ صفراء فاقع لونھا تسر الناظرین۔ قالو ادع لنا ربك یبین لنا ما ھی ان البقر تشا به علینا وانا ان شاء اللہ لمھتدون۔ قال انه یقول انھا بقرۃ لا ذلول تثیرا لارض ولا تسقی الحرث مسلمة لاشیة فیھا قالوا الٰئن جئت بالحق، فذبحوھا وما کادوا یفعلون۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے کہ گائے کیسی ہو، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے، بولے کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں بتادے اس کا رنگ کیا

ہے؟ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت ڈہڈہاتی، دیکھنے والوں کو خوشی دیں، بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کردے کہ وہ گائے کیسی ہے بیشک گائیوں میں ہمیں شبہ پڑ گیا اور اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم راہ پا جائیں، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے، بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں، بولے اب آپ ٹھیک بتالائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔'' [پ ا، سورۂ بقرہ]

جب بنی اسرائیل کو تشفی ہوئی اور پوری شان وصفت معلوم ہوئی تو انہوں نے گائے کی تلاش شروع کی، ان اطراف میں ایسی صرف ایک گائے تھی اس کا حال یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص صالح اور نیکوکار تھا ان کا ایک چھوٹی عمر کا بچہ تھا اور ان کے پاس سوائے ایک گائے کے بچہ کے کچھ نہ تھا، انہوں نے اس کی گردن پر مہر لگا کر اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑ دیا اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا یااللہ! میں اس بچھیا کو اپنے اس فرزند کے لئے تیرے پاس ودیعت (امانت) رکھتا ہوں جب میرا یہ فرزند بڑا ہو یہ اس کے کام آئے ان کا تو انتقال ہو گیا، بچھیا جنگل میں بحفظ الٰہی پرورش پاتی رہی، یہ لڑکا بڑا ہوا اور بفضلہ تعالیٰ صالح اور متقی ہوا اور ماں کا فرمانبردار تھا ایک روز اس کی والدہ نے کہا: اے نور نظر تیرے باپ نے تیرے لئے فلاں جنگل میں ایک بچھیا چھوڑ دی ہے، وہ اب جوان ہو گئی ہو گی اس کو جنگل سے لا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ وہ تجھے عطا فرمائے۔ لڑکے نے گائے کو جنگل میں دیکھا اور والدین کی بتائی ہوئی علامتیں اس میں پائیں اور اس کو اللہ کی قسم دے کر بلایا، وہ حاضر ہوئی، جوان اس کو والدہ کی خدمت میں لایا، والدہ نے بازار میں لے جا کر تین دینار میں فروخت کرنے کا حکم دیا اور یہ شرط کی کہ سودا ہونے پر پھر اس کی اجازت حاصل کی جائے، اس زمانہ میں گائے کی قیمت اس اطراف میں تین دینار ہی تھی، جوان جب اس گائے کو بازار میں لایا تو ایک فرشتہ خریدار کی صورت میں آیا اور اس نے گائے کی قیمت چھ دینار لگائی مگر اس شرط پر کہ جوان والدہ کی اجازت کا پابند نہ ہو جوان نے یہ منظور نہ کیا اور والدہ سے تمام قصہ بیان کیا اس کی والدہ چھ دینار قیمت منظور کرنے کی تو اجازت دیدی مگر بیع میں پھر اپنی مرضی دریافت کرنے کی شرط کی جوان پھر بازار آیا اس مرتبہ فرشتہ بارہ دینار قیمت لگائی اور کہا کہ والدہ کی اجازت پر موقوف نہ رکھو جوان نے یہ نہ مانا اور والدہ کو اطلاع دی، وہ صاحب فراست سمجھ گئی کہ یہ خریدار نہیں کوئی فرشتہ ہے جو آزمائش کے لئے آیا ہے، بیٹے سے کہا کہ اب کی مرتبہ اس خریدار سے یہ کہنا کہ آپ مجھے بس گائے کے فروخت کرنے کا حکم دیتے ہیں یا نہیں؟ لڑکے نے یہی کہا، فرشتہ نے جواب دیا کہ ابھی اس کو روکے رکھو جب بنی اسرائیل خریدنے آئے تو اس کی قیمت یہ مقرر کرنا کہ اس کی کھال میں سونا بھر دیا جائے، جوان گائے کو گھر لایا اور جب بنی اسرائیل جستجو کرتے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے تو وہی قیمت طے کی اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ضمانت پر وہ گائے بنی اسرائیل کے سپرد کی جنہوں نے منگل کے دن گائے کو ذبح کیا۔ [تفسیر خزائن العرفان]

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ والدین کی اطاعت وفرماں برداری سے انسان کو دارین کی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں اور یہ بھی پتہ چلا کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کو اللہ رب العزت کے سپرد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بہت عمدہ پرورش فرماتا ہے، اس کے تعلق سے ایک حکایت ملاحظہ کیجئے۔

حکایت: ایک شخص حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا اور بچہ اپنے والد کے ساتھ کامل مشابہت رکھتا تھا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب فرماتے ہوئے کہا میں کسی بچہ کو اپنے والد کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ اس شخص نے کہا امیر المؤمنین میرے اس بچے کی عجیب شان ہے یہ نو ماہ قبر میں رہا ہے پھر قدرت الٰہی سے باہر آیا۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص یہ تو کیا کہ رہا ہے، وہ شخص بولا میں نے ایک دفع سفر کا ارادہ کیا اس وقت یہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا، میں نے دو رکعت نماز نفل پڑھی اور ہاتھ

اٹھا کر دعا مانگی: الٰہی میں اپنے اس بچہ کو جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہے تیرے سپرد کرتا ہوں، جب میں سفر سے واپس آؤں تو اسے مجھے صحیح سلامت واپس کر دینا، میں تو سفر پر روانہ ہو گیا اور مجھے وہاں نو ماہ کا عرصہ لگ گیا، جب واپس آیا تو دیکھا کہ میری بیوی فوت ہو چکی ہے، میں اس کی زیارت کے لیے اس کی قبر پر گیا اور وہاں بہت رویا اچانک قبر سے آواز آتی ہوئی سنائی دی، میں بڑا حیران ہوا، آخر کار قبر کو کھودا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی کا تمام بدن سڑ گل گیا ہے، صرف اس کے پستان سلامت ہیں جن سے بچہ دودھ پی رہا ہے، میں بچہ اٹھایا اور کہا الٰہی تیرا بڑا احسان ہے کہ تو نے میرا بچہ مجھے واپس دے دیا، اگر تو میری بیوی بھی لوٹا دے تو تیرا بڑا احسان ہوگا، اتنے میں ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تو نے صرف بچہ ہی اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا تھا، وہ تجھے صحیح وسالم واپس کر دیا ہے، اگر تو بچہ اور بیوی دونوں کو سپرد کرتا تو بیوی کو صحیح وسلامت اللہ تعالیٰ واپس کر دیتا۔

[کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۴۷]

حضرت ہابیل کے قتل کا بیان

قابیل نے اپنے بھائی حضرت ہابیل کو منگل کے دن قتل کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حوا کے حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے، ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا اور جبکہ آدمی صرف حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں منحصر تھے تو مناکحت کی اور کوئی سبیل ہی نہ تھی، اسی دستور کے مطابق حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیوذا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا، قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیمہ بہت زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلب گار ہوا، حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے، اس لیے وہ تیری بہن ہے اس کے ساتھ تمہارا نکاح حلال نہیں، قابیل کہنے لگا یہ تو آپ کی رائے ہے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں، آپ نے فرمایا تو تم دونوں قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی قبول ہو جائے، وہی اقلیمہ کا حقدار ہے، اس زمانے میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اتر کر اسے کھا لیا کرتی تھی، قابیل نے ایک انبار گندم اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی، آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کے گیہوں کو چھوڑ گئی، اس پر قابیل کے دل میں بہت بغض وحسد پیدا ہو گیا، اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

"واتل علیھم نبأ ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاٰخر" اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی۔" [پ ۶، سورۂ مائدہ]

جب آدم علیہ السلام حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے از راہ حسد ہابیل سے کہا میں تجھ کو قتل کر دوں گا، ہابیل نے کہا کیوں؟ قابیل نے کہا اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی ہے اور میری نہیں اور تو اقلیمہ کا مستحق ٹھہرا، اس میں میری ذلت ہے، ہابیل نے کہا قربانی کا مقبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے، تو اگر متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا دخل ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قال لا قتلنك قال انما يتقبل الله من المتقين لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف الله رب العالمین۔ انی ارید ان تبوء باثمی واثمك فتکون من اصحب النار، وذالك جزاء الظالمین۔ بولا قسم ہے میں تجھے قتل کروں گا، کہا اللہ تعالیٰ اس سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بیشک اگر تو اپنا ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے، تو میں اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں، میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پر پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ [پ ۶ ر سورۂ مائدہ]

بھائی کی نصیحت پر بھی قابیل نے کوئی عمل نہ کیا وہ حضرت ہابیل کے قتل کے درپہ ہو گیا، ایک دن وہ ہابیل کی طلب میں نکلا

تو اس کو اپنی بکریوں کے پاس سوتے ہوئے پایا، ایک پتھر اٹھا یا اور سر پر مار کر ہابیل کو قتل کر دیا، وہ دن بھی منگل ہی کا دن تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"فطوعت له نفسه قتل اخيه فقتله فاصبح من الخسرين۔

تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا، تو رہ گیا نقصان میں۔ [پ۶ر سورۂ مائدہ]

اب قابیل بڑا متحیر ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے، کیوں کہ اس وقت تک کوئی مرا نہیں تھا، مروی ہے کہ دو کوے آپس میں لڑے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا، زندہ کوے نے اپنی منقار (چونچ) اور پنجوں سے زمین کرید کر گڈھا کیا، اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا، یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کو دفن کرنا چاہئے، چنانچہ اس نے زمین کھود کر لاش کو دفن کر دیا۔ [تفسیر مدارک وغیرہ]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فبعث الله غرابا يبحث في الارض ليريه كيف يوارى سوءة اخيه. قال يويلتا اعجزت ان اكون مثل هذا الغراب فاوارى سوءة اخى فاصبح من الندمين ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا، زمین کریدتا تا کہ اسے دکھائے، کیونکہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے، بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔ [پ۶ر سورۂ مائدہ]

سہ شنبہ کے معمولات

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی آدمی منگل کے دن آفتاب بلند ہونے کے بعد دس رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور ایک دفعہ آیۃ الکرسی اور تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو ستر دن تک اس آدمی کے نامۂ اعمال میں اس کا گناہ درج نہیں ہوگا اور اگر ستر دن کے اندر مر جائے تو اس کو شہید کا رتبہ عطا کیا جائے گا اور اس کے ستر برس کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔ [غنیۃ الطالبین، ج۲ر ص ۱۴۰]

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو منگل کی رات میں بارہ رکعت نماز نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور اذا جاء نصر اللہ پانچ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک ایسا محل تیار فرماتا ہے جس کی لمبائی چوڑائی میں دنیا کے سات مثلیں سما جائیں۔ [غنیۃ الطالبین ج۲ر ص ۱۴۳]

غزالیٔ دوراں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب احیاء العلوم میں رقمطراز ہیں:

"جو شخص منگل کی رات دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ، قل ھو اللہ، پندرہ مرتبہ، آیۃ الکرسی اور پندرہ مرتبہ استغفار پڑھے تو اسے بہت ثواب ملے گا۔"

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص منگل کی رات دو رکعت نماز نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف ایک مرتبہ اور انا انزلنٰہ اور قل ھو اللہ احد، ۷۷ر بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرما دے گا اور قیامت کے دن جنت میں داخل فرمائے گا۔ [احیاء العلوم، ج۱، ص ۲۰۴]

منگل کے دن کپڑے کاٹنے کا بیان

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کپڑے قطع کرنے میں بھی احتیاط لازم ہے منگل کے دن کپڑا قطع کرنا مبارک ہے اور اگر منگل کو کپڑا قطع کرے گا تو ڈوب جائے گا، یا جل جائے گا یا کوئی چور چرا لے جائے گا اور وہ شخص اس کپڑے کی وجہ سے رنج و غم میں مبتلا ہوگا۔ [علم الیقین، ص ۴۸،۴۷]

منگل کے دن ناخن کاٹنے کا بیان

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص منگل کے روز ناخن کاٹے گا تو صحت دور ہوگی اور مرض اس کے اندر پیدا ہوگا۔ [ایضاً، ص ۴۶]

اس سے معلوم ہوا کہ منگل کے دن ناخن اور کپڑا کاٹنا صحت کے کئے مضر ہے، دعا ہے کہ رب قدیر ہم سب اہل سنن کو مذکورہ معمولات و مشمولات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ■■■

فقہیات

(دوسری اور آخری قسط)

مائیکروفونک نماز!
فقہائے قدیم وجدید کی نظر میں

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

(۳) یہ کہ اس میں سنت کا ترک ہے یعنی سنت یہ ہے کہ نماز میں مکبر کھڑے کیے جائیں اور لاؤڈ اسپیکر میں اس کو بند کر کے آلہ استعمال کرتا ہے اور جو شیٔ رافع سنت ہو بدعت سیئہ ہے''۔

[فتاویٰ نعیمیہ، ص ۱۸۵، بحوالہ فتاویٰ برکات مصطفیٰ، ص ۲۳۸، انجمن برکات مصطفیٰ، ممبئی]

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی وقارالدین قادری رضوی قدس سرہٗ (م ۱۴۱۳ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک مائک کی آواز نئی آواز ہے اور ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی آوازیں بھی نئی ہوتی ہیں لہذا ان سے آیت سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا اور ان سے نشر ہونے والی اذان کا جواب بھی دینا ضروری نہیں ہے اور مائک پر نماز بھی جائز نہیں ہے''۔ (وقارالفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۱۳، بزم وقارالدین، کراچی، ۱۹۹۸ء)

بانی اشرفیہ جلالۃ العلم، حافظ ملت حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدس سرہٗ (م ۱۳۹۶ھ) ایک فتویٰ تحریر فرماتے ہیں اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں: ''احتیاط اسی میں ہے کہ نماز میں ہرگز لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کیا جائے''۔

(فتاویٰ برکات مصطفیٰ، ص ۲۴۳، انجمن برکات مصطفیٰ، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

مذکورہ فتوی پر بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی، حضرت علامہ مفتی حافظ عبدالرؤف بلیاوی، پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہم الرحمہ کی تصدیقات موجود ہیں۔

دوسری جگہ یوں ہے: ''مجھے اس کی تحقیق نہیں احتیاط احتراز میں ہے''۔

(مقدمہ فتاویٰ شارح بخاری، ج ۱، ص ۳۳، دائرۃ البرکات گھوسی، مئو، ۲۰۱۱ء)

مزید فرماتے ہیں: ''حدیث شریف میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسی چیز کو چھوڑ دو جس میں شک وشبہہ ہو اور اسے اختیار کرو جس میں کوئی شبہہ نہیں لہٰذا میری رائے میں یہی صورت زیادہ مناسب ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال ہی نہ کیا جائے کہ نماز میں کسی قسم کا جھگڑا اور شبہہ ہو''۔

(مقدمہ فتاویٰ شارح بخاری، ج ۱، ص ۳۳، دائرۃ البرکات گھوسی، مئو، ۲۰۱۱ء)

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی قدس سرہٗ (۱۴۲۲ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''نماز پنج وقتہ ہو یا جمعہ، تراویح اور عیدین وغیرہ کسی میں بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں''۔

(فتاویٰ برکاتیہ، ص ۲۸۴، شبیر برادرز، لاہور، ۱۴۱۹ھ)

ایسی صورت میں مسجد کے اراکین کو چاہیے کہ وہ نماز کے لیے اسپیکر لگوا کر ایک بری بدعت ایجاد کر کے، مکبرین کی سنت کو ختم کر کے اپنی اور دوسروں کی نمازیں برباد کرنے کا سامان تیار نہ کریں بلکہ اپنی اور دوسرے مسلمان بھائیوں کی نمازوں کی حفاظت کریں اگر تمام مقتدیوں تک امام کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس کے لیے مکبرین کا تقرر کریں کیوں کہ ضرورت کی صورت میں ایسا کرنا بھی سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ (۱)

میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔ (کنزالایمان)

عوام کا یہ کہنا کہ ۹۸ رفیصد نماز لاؤڈ اسپیکر پر ہو رہی ہے۔ ۲ رفیصد بغیر لاؤڈ اسپیکر یہ کوئی دلیل شرعی نہیں اس کو دلیل شرعی سمجھنا یہ جہالت ونادانی بلکہ فتنہ وفساد پھیلانے والی بات ہے ان لوگوں کو یہ اچھی طرح جاننا چاہیے کہ فتنہ وفساد کو قتل سے زیادہ

* مقالہ نگار دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی اور ناظم اعلیٰ ہیں۔

سخت تر بتایا گیا ہے، قوم بزرگوں کے طریقے پر نماز ادا کر رہی ہے ان کو ان کے اسی شرعی حال پر رہنے دیجیے کسی ڈجیٹل فساد کو ان کی نمازوں میں مت داخل کیجیے ورنہ خوب اچھی طرح جان لیجیے :اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۔ (القرآن، ہود ۱۱، آیت ۸:)

بیشک تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

اگر فیصد سے احکام شرع ثابت ہونے لگیں تو معاذ اللہ! اسلام کی صورت ہی مسخ ہو کر رہ جائے گی، اسلام کے احکام فیصد سے ثابت نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس کے ثبوت کے لیے دلیل شرعی کی ضرورت ہوتی ہے اور نماز بھی اسلام کا ایک اہم رکن ہے اس کا حکم بھی فیصد سے ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ شریعت مطہرہ کے حکم ہی سے ثابت ہوگا۔

ہمارے اسلاف واکابرین جس طرح نماز ادا کرتے تھے اس طرح نماز ادا کرنا چاہیے، عوام کو جس بات کا علم نہ ہو اس معاملے میں ان کو نہیں پڑنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا۔ (القرآن، بنی اسرآئیل، ۱۷، آیت ۳۶)

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔ (کنز الایمان)

جن لوگوں نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے متعلق یہ کہا "کہ بریلی شریف سے ناجائز اور باقی جگہ سے جائز ہی کا فتویٰ ہے" وہ لوگ بھی جھوٹے ہیں اور جھوٹ بول کر مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والے ہیں میں نے پیچھے جن علما و مفتیان کرام کی عبارات نقل کی ہیں کیا وہ سب بریلی شریف کے ہیں؟

اب یہاں پر ان اکابر علمائے کرام کی ایک فہرست پیش کرتا ہوں جن کو آج کے زمانے کے تمام سنی علما کسی نہ کسی طرح مانتے ہیں یا بالواسطہ و بلاواسطہ ان کے شاگردوں کی صف میں آتے ہیں وہ سب کے سب بریلی شریف کے بھی نہیں ہیں ان کے ناموں کو ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں:

- ☆ تاج دار اہل سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ
- ☆ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہٗ
- ☆ صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ
- ☆ ملک العلما حضرت علامہ مفتی ظفر الدین بہاری قدس سرہ
- ☆ استاذ العلما حضرت علامہ مفتی وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی قدس سرہ
- ☆ رئیس المفکرین، محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد صاحب کچھوچھوی قدس سرہ
- ☆ فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی حسنین رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ
- ☆ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مفتی حشمت علی خاں لکھنوی ثم پیلی بھیتی قدس سرہ
- ☆ شہزادۂ صاحب عرس قاسمی، تاج العلما حضرت علامہ سید محمد میاں قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ
- ☆ برہان ملت حضرت علامہ مفتی برہان الحق قادری قدس سرہ
- ☆ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں قادری قدس سرہٗ
- ☆ علامہ محدث احسان علی مظفر پوری قدس سرہ شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف
- ☆ حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین کانپوری قدس سرہ
- ☆ اجمل العلما حضرت علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی قدس سرہ
- ☆ مفتی اعظم دہلی حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ صاحب قدس سرہ
- ☆ محبوب العلما حضرت علامہ مفتی محبوب علی خاں قادری قدس سرہٗ
- ☆ امام اہل سنت، محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری قدس سرہٗ
- ☆ مفتی پاکستان استاذ العلما علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی قدس سرہٗ
- ☆ حضرت علامہ محمد خلیل کاظمی محدث امروہوی قدس سرہ
- ☆ مجاہد اہل سنت حضرت علامہ عبد الحامد قادری بدایونی قدس سرہٗ
- ☆ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد صاحب قدس سرہٗ پاکستان

- ☆ حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی قدس سرہٗ
- ☆ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہٗ
- ☆ حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی قادری رضوی بریلوی قدس سرہٗ
- ☆ مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی حبیب الرحمن قادری قدس سرہٗ
- ☆ صدر العلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہٗ
- ☆ یادگار سلف حضرت علامہ ضیاء الدین پیلی بھیتی قدس سرہٗ
- ☆ سید العلما حضرت علامہ شاہ سید آل مصطفیٰ مارہروی قدس سرہٗ
- ☆ حضرت علامہ مفتی ابوالطاہر محمد طیب صاحب داناپوری قدس سرہٗ
- ☆ مصنف قانون شریعت، شمس العلما حضرت علامہ مفتی شمس الدین جونپوری قدس سرہٗ
- ☆ حضرت علامہ مفتی قاضی فضل کریم صاحب مظفر پوری قدس سرہٗ
- ☆ حضرت علامہ مفتی محمد رضوان الرحمن فاروقی صاحب قدس سرہ، اندور
- ☆ حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب قدس سرہٗ
- ☆ تلمیذ حضور حجۃ الاسلام شیخ القرآن حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی قدس سرہٗ پاکستان
- ☆ پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہٗ
- ☆ حضرت علامہ مفتی ثناء اللہ اعظمی قدس سرہٗ
- ☆ حضرت علامہ مفتی محمد باقر علی خاں قدس سرہٗ بنارس
- ☆ خلیفۂ حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں قادری قدس سرہٗ پاکستان
- ☆ بانی اشرفیہ جلالۃ العلم، حافظ ملت حضرت علامہ مفتی محمد عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہٗ
- ☆ بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی مبارک پوری قدس سرہٗ

اکابر علما و مفتیان کرام میں سے صرف بعض حضرات کے اسمائے مبارکہ ذکر کیے گیے ہیں جو مسجد میں نماز کے لیے لاؤڈ اسپیکر کو شریعت مطہرہ کے خلاف بتاتے تھے اور اسی پر فتاوی صادر فرمائے۔

شہزادۂ سید العلما حضرت علامہ سید آل رسول حسنین میاں قادری معروف بہ ''نظمی میاں'' مارہروی قدس سرہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے رد میں لکھی ہوئی کتاب میں ''انتساب'' کی سرخی کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: ''اپنے والد ماجد حضور سید العلما مولانا مولوی مفتی حکیم الحاج آلِ مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ کے نام جنھوں نے اپنی حیات ظاہری میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے خلاف جہاد کیا اور وصال شریف کے تیسرے دن میرے خواب میں آ کر حکم دیا کہ لاؤڈ اسپیکر کے خلاف اس تحریک کو جاری رکھوں''۔ (قرآنی نماز بمقابلہ مائیکروفونی نماز،ص:۱)

اگر کوئی اور زیادہ تفصیل و تحقیق چاہتا ہو تو وہ مندرجہ ذیل لاؤڈ اسپیکر کے رد پر لکھی ہوئی کتابوں کو ملاحظہ فرمائے:

۱۔☆صیانۃ الصلاۃ عن حیل البدعات

برہان ملت، عبد الباقی محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی جبل پوری قدس سرہٗ مفتی اعظم مدھیہ پردیش

۲۔☆القول الأزہر فی عدم اقتداء لاؤڈ اسپیکر۔

مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی ثم پیلی بھیتی قدس سرہ

۳۔☆قصد السبیل

حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی قادری چشتی دہلوی قدس سرہٗ

۴۔☆القول الأنور لعدم جواز الصلاۃ باقتداء لاؤڈ اسپیکر۔

مجاہد سنیت حضرت علامہ مفتی محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی قدس سرہٗ۔

۵۔☆التفصیل الأنور فی حکم لاؤڈ اسپیکر۔

حافظ محمد عمران قادری رضوی مصطفوی پیلی بھیتی قدس سرہ

۶۔☆حکم مکبر الصوت

عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری قدس سرہٗ صدر المدرسین، شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

۷۔☆افادات بدرملت
شیخ الاتقیا، بدر العلما حضرت علامہ مفتی بدر الدین قادری قدس سرہٗ۔

۸۔☆قرآنی نماز بمقابلہ مائیکروفونی نماز
شہزادۂ سید العلما حضرت علامہ سید آل رسول حسنین میاں قادری معروف بہ ''نظمی میاں'' مارہروی قدس سرہٗ

۹۔☆لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا مسئلہ مع تحقیقات اکابر اہل سنت
حضرت علامہ مفتی محمد حسن علی رضوی میلسی

۱۰۔☆القول الاشرف لعدم الاقتداء بلاؤڈ اسپیکر
مفتی محمد اشرف رضا صدیقی قادری مصباحی قاضی شریعت ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی

''تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ'' ۱۰/ کتابوں کے نام جن میں لاؤڈ اسپیکر کے متعلق تفصیلی کلام کیا گیا ہے اور ان میں سے کسی بھی کتاب کے مصنف بریلی شریف کے نہیں ہیں۔

لاؤڈ اسپیکر کے جواز کے معاملہ میں بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین مونگیری قدس سرہٗ کے کسی جواز کے فتوے سے استدلال درست نہیں کیوں کہ انہوں نے اپنے جواز کے فتوی سے رجوع فرما لیا تھا جس کی تفصیل یوں ہے :

''بحر العلوم مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری نے ایک عرصۂ دراز تک بریلی شریف میں مسند تدریس و افتا کو زینت بخشی اور پھر آخری ایام میں ہجرت کر کے پاکستان چلے گیے اور وہاں فیصل آباد میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

آپ نے لاؤڈ اسپیکر کے مسئلہ میں حضور مفتی اعظم ہند کے فتویٰ سے اختلاف کیا اور جواز کا فتوی صادر کر دیا، مگر ہندوستان کے دورے پر جب تشریف لائے تو انہوں نے مفتی مطیع الرحمن مضطر پورنوی کو گواہ بنا کر علی الاعلان اپنے فتوے سے رجوع کا اعلان کیا اور مفتی اعظم ہند کے فتوی کی تائید و تصدیق کی، آپ کے قابل فخر شاگرد علامہ مفتی جہانگیر خاں صاحب رضوی نے بھی لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر جواز کا فتوی دیا تھا مگر حال ہی میں انہوں نے اپنے فتویٰ سے رجوع کیا اور اپنا اعلان شائع فرمایا جس کو ناظرین کے لیے پیش کیا جا رہا ہے :

''لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے عدم جواز کے سلسلہ میں جماہیر مفتیان کرام و مشائخ اہل سنت کا اتفاق ہے صرف مفتی سید افضل حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا تھا، میں بھی مفتی اعظم ہند قدس سرہ وغیرہ جماہیر مفتیان اہل سنت کے فتوی سے اتفاق کرتا ہوں اور اب تک جو میرا جواز کا فتوی تھا اس سے رجوع کرتا ہوں اور میں اعلان کرتا ہوں کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

أمر بکتبہ: محمد احمد المعروف جہانگیر خاں غفرلہ

یہ تحریر میرے سامنے لکھی گئی ہے اور اس پر حضرت علامہ مفتی جہانگیر خاں صاحب نے میرے روبرو دستخط فرمائے۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری غفرلہ

میں بھی اس تحریر و دستخط کا چشم دید گواہ ہوں۔ صغیر احمد جوکھن پوری، ۳۰/ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ''

(فتاوی برکات مصطفیٰ، ص ۲۶۶: ، انجمن برکات مصطفیٰ، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

مفتی نظام الدین رضوی جامعہ اشرفیہ نے جمہور علمائے اہل سنت اور مسلمہ اکابرین و اسلاف کرام کے خلاف نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے جواز کا حکم دیا ان کے اس حکم جواز کی اہمیت کیا ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی جو تا حیات جامعہ اشرفیہ کے دارالافتا کے صدر رہے ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے :

''مسئلہ لاؤڈ اسپیکر میں عزیز گرامی وقار علامہ مفتی نظام الدین صاحب اپنی رائے میں منفرد (اکیلے) ہیں، ادارہ (جامعہ اشرفیہ) کا کوئی فرد اس سے متفق نہیں انہوں نے جو کچھ کہا اس کی ذمہ داری تنہا ان کے سر ہے''۔

(فتاوی برکات مصطفیٰ، ص ۲۰۵: ، انجمن برکات مصطفیٰ، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

مفتی نظام الدین رضوی جامعہ اشرفیہ کو بھی اپنی تحقیق میں احتیاط نظر نہیں آتی بلکہ وہ بھی اسی میں احتیاط بتاتے ہیں کہ اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے انہوں نے جو خط شہزادۂ سید العلما حضرت علامہ سید آل رسول حسنین میاں قادری معروف بہ ''نظمی

میاں" مارہروی قدس سرہٗ کو لکھا ہے اس میں اس کا اعتراف بھی کیا ہے ملاحظہ فرمائیں: "بلاشبہ حضرت نے اپنی اس کتاب میں اپنے بہت سے اکابر اہل سنت بلکہ سرخیل فقہا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے موقف کی ترجمانی کی ہے اور دلائل کثیرہ سے اسے مبرہن فرمایا ہے اور وہی احتیاط کی راہ بھی ہے"۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: "حضرت (مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ) نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے عدم جواز (ناجائز ہونے) کے کثیر فتاوی صادر کئے البتہ راقم کا موقف اس باب میں وہ ہے جو حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔"

(مقدمہ فتاوی شارح بخاری، ج:۱، ص ۳۵، دائرۃ البرکات گھوسی، مئو، ۲۰۱۱ء)

اگر کچھ لوگ لاؤڈ اسپیکر کے جواز کے قائل ہوں بھی تب بھی بہت سی وجوہات کے سبب اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی جائے گی اس کو فقہ کے کچھ قواعد کلیہ کی روشنی میں سمجھیے: (۱) علما کی اکثریت عدم جواز کی قائل تو مغلوب (جواز کے قائلین) کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا بلکہ مغلوب مرجوح قرار پائے گا: "**لا عبرة في المغلوب بمقابلة الغالب**"۔

(شرح عقود رسم المفتی ۱۲۹)

غالب کے مقابل مغلوب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

"**المرجوح في مقابلة الراجح بمنزلة العدم**"۔

(شرح عقود رسم المفتی ۱۸۷)

راجح کے مقابل مرجوح عدم کے درجہ میں ہے۔

(۲) جمہور علمائے اہل سنت نے دلائل سے لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز کو ثابت کیا ہے اور اس کے ممنوع ہونے پر دلیلیں پیش کی ہیں اگرچہ بعض نے اس کے خلاف روش کو اختیار کیا ہے لیکن جب مقتضی و مانع میں تعارض ہو تو ایسی صورت میں غلبہ مانع کو ہی ہوتا ہے: "**اذا تعارض المانع و المقتضی فانه يقدم المانع**"۔ (الأشباه والنظائر ص:۳۱۸)

جب مقتضی اور مانع جمع ہو جائیں تو مانع مقدم ہوگا۔

لہٰذا اس قاعدے کے اعتبار سے بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال حالت نماز میں ناجائز و حرام ہی ثابت ہوتا ہے۔

(۳) "**اذا تعارضت مفسدة و مصلحة قدم دفع المفسدة**"۔ (الأشباہ والنظائر ص ۲۶۴:)

جب مفسد اور مصلحت میں تعارض ہو تو فساد کو زائل کیا جائے گا۔

"**درء المفاسد أولىٰ من جلب المصالح**"۔

(الأشباہ والنظائر، ص ۲۶۴:)

مفاسد کو دور کرنا منافع کے حصول سے بہتر ہے۔

یعنی جب مصلحت اور مفاسد میں تضاد واقع ہو تو مفاسد کو دور کیا جائے گا اگرچہ مصلحت کو ترک کرنا پڑے، چونکہ ماموارت و مصالح کی بہ نسبت شریعت مطہرہ کا حکم محرمات و مفاسد اور ممنوعات کو دور کرنے میں زیادہ سخت اور مؤکد ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"**اذا أمرتكم بشيءٍ فأتوا منه ما استطعتم و اذا نهيتكم عن شيءٍ فاجتنبوه**"۔ (السنن الکبری للبیہقی الجلد الرابع ص ۴۲۶:)

یعنی جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حتی المقدور اسے بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے مکمل طور پر بچو۔

اس قاعدے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حالت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے جواز کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ اس سے بچا ہی جائے گا۔

(۴) "**اذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام**"۔

(الأشباہ والنظائر ص ۳۰۱:)

جب حلال و حرام جمع ہوں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔

یہ قاعدہ اس حدیث سے ماخوذ ہے: "**دع ما يريبك الى ما لا يريبك**"۔ (سنن داری جلد دوم ص ۲۴۵:۲۴۶،)

جس میں تم کو شک ہو اس کو چھوڑ دو جس میں شک نہ ہو اسے کرو۔

یعنی جب کسی معاملہ میں حرمت و حلت دونوں قسم کی دلیلیں ہوں اور کوئی مرجح نہ ہو تو ایسی صورت میں حرمت کو غلبہ ہوگا اور لاؤڈ اسپیکر کے حرام ہونے پر بہت سے مرجح موجود ہیں لہٰذا اس میں بدرجۂ اتم حرمت کو غلبہ دے کر اس کے حرام ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

(۵)"ما أبیح بالضرورة یتقدر بقدرھا"۔

(الأشباہ والنظائر ص ۲۵۲:)

جو چیز کسی ضرورت کی وجہ سے جائز ہوتی ہے تو وہ بقدر ضرورت ہی جائز رہتی ہے۔

امام کے علاوہ مقتدی کو بلند آواز سے تکبیر کہنے کی اور مقتدیوں کو اس کی آواز پر رکوع وسجود کرنے کی اجازت ضرورت کے سبب ہے یعنی جب امام کی آواز تمام مقتدیوں کو نہ پہنچتی ہو تب ہے تو اس کا جواز بہ قدر ضرورت ہی ہوگا اور ضرورت مقتدی کے تکبیر کہنے سے پوری ہوسکتی ہے۔لہٰذا لاؤڈ اسپیکر کے لگانے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

(۶)"اذا اجتمع دلیلان أحد ھما یقتضی التحریم والأخر الاباحة قدم التحریم"۔ (الأشباہ والنظائر ص ۳۰۲:)

جب دو دلیلیں جمع ہوجائیں ان میں سے ایک حرمت دوسری اباحت کی مقتضی ہو تو دلیل حرمت کو مقدم کیا جائے گا۔

یہ قاعدہ اس اثر سے ماخوذ ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملک یمین کے ذریعہ جمع بین الاختین کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو ایک آیت نے حلال کیا ہے اور ایک آیت نے حرام کیا ہے تو اس میں حرمت ہم کو زیادہ پسند ہے۔اس قاعدے کی رو سے بھی حالت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز ہی کو غلبہ ہوگا۔

لہٰذا آپ حضرات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و دیگر اسلاف و اولیائے کرام اور علمائے ذوی الاحترام رحمہم اللہ کی طرح بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ہی نماز ادا کیجیے اور اس بدعت کو خود سے اور خود کو اس بدعت سے دور رکھیے، واللہ تعالیٰ اعلم ■■■

ص ۳۴ کا بقیہ......

ہے تو دوبارہ ہاتھ نہیں آتا،اس کی بربادی اسلام میں حرام ہے۔

(۴) **ایذائے مسلم**: اپریل فول میں ایک آدمی جھوٹ بول کر یا دھوکہ دے کر دوسرے کو ذہنی اور بسا اوقات جسمانی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے اور یہ اسلامی نقطۂ نظر سے حرام ہے،اس لیے جملہ مسلمانوں کو ہر حال میں "اپریل فول" جیسے فعل حرام سے بچنا لازم وضروری ہے،مولیٰ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو منہیات شرعیہ سے دور ونفور رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے،آمین۔ ■■■

ص ۳۲ کا بقیہ......

ہے کہ پھر اس کے سامنے موت وزیست کے درمیان کوئی خط امتیاز نہیں رہتا،راہِ حق میں اپنی جان کو قربان کردینا اس کے لیے بازیچۂ اطفال کے مترادف ہوجاتا ہے،ہاں ہاں اسے اپنے رسول کی محبت میں سرشار ہوکر سر کٹانے اور لہو سے وضو کرنے میں ایسی کیف پرور لذت ملتی ہے کہ جسے دنیا کی کوئی شئے فراہم نہیں کرسکتی وہ موت سے نہیں گھبراتا بلکہ موت اسے دیکھ کر کانپنے لگتی، وہ زخموں سے چور ہوکر آہیں نہیں بھرتا بلکہ توحید ورسالت کے نعرے لگاتا ہے،وہ مظالم کے شعلوں میں جلتا نہیں بلکہ ظالم کو جلا کر خاکستر کردیتا ہے،تپتی ریت پر تڑپتا نہیں بلکہ ریت کو اس کے لیے تڑپنے پر مجبور کردیتا ہے،وہ تلوار کے وار سے بھاگتا نہیں بلکہ جوشِ ایمانی کے ذریعہ تلوار کے وار کو چشم زدن میں بیکار کردیتا ہے،وہ تیروں کی بوچھار سے خوف زدہ نہیں ہوتا بلکہ ظالموں کو خوف زدہ ہونے پر مجبور کردیتا ہے،وہ نیزوں کی سنسناہٹ سے ڈرتا نہیں بلکہ مدّمقابل کو ہراساں و پریشان کردیتا ہے،وہ ظالم کو کاٹ کر غازی بنتا ہے اور ظالم سے کٹ کر شہید! گویا اس کے لیے صرف زندگی،زندگی نہیں بلکہ راہِ حق میں جو موت آتی ہے وہ اسے رشکِ زندگی سمجھتا ہے۔

یہ ایسا دیوانہ ہوتا ہے جو اپنے محبوبِ رسول کے ناموس کے تحفظ و بقا کے لیے ہر لمحہ سر بہ کفن رہتا ہے اور رسول کی آن کے لیے وہ جان دے کر برملا یوں کہتا ہے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پھر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ اپنی تلوار زمین پر پھینکتا ہے اور دیوانہ وار محسنِ انسانیت ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر، کفر وشرک کی گردن مروڑ کر غلامیٔ رسول کے کیف و مستی کے اتھاہ ساگر میں ڈوب جاتا ہے۔ ■■■

سیرتِ رسول

از: علامہ سید اولادِ رسول قدسی*

انوکھی تمنا

رات کی شہزادی اپنی کالی کالی زلفوں کو چاروں طرف بکھیر چکی تھی۔ زمین کا ذرہ ذرہ گھٹاٹوپ تاریکیوں کے حصار میں گھرا ہوا تھا۔ دور دور تک کہیں چرند و پرند کا سایہ بھی منڈلاتا ہوا نظر نہیں آرہا تھا۔ پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں صبح کی کرنوں کا شدت سے انتظار کر رہے تھے چرندے اپنے مالکوں کی پھٹکار سے تنگ آکر بہم آرام کرنے کی کوشش کر رہے تھے، انسان دن بھر کی فکرِ معاش سے نجات حاصل کر کے سکون کی نیند سو رہا تھا اور عرب کے تمام ریگ زار آفتاب کی آتش فشانیوں پر سرد آہیں بھر رہے تھے گویا چاروں طرف سناٹوں کا سخت ترین پہرہ بٹھا ہوا تھا۔

مگر بدر کی تپتی ہوئی زمین اگرچہ آفتاب کی تپش سے نجات پا چکی تھی لیکن کل کی ہونے والی خوں آشام جنگ کے بارے میں سوچ کر اس کا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا اور اس کا پورا خطّہ خیموں سے ایسے بھرا ہوا تھا جیسے کسی پہاڑ پر جگہ جگہ چٹانوں کی غیر مرتب قطار لگی ہوئی ہوں۔ اُدھر ابو جہل اپنی فوجوں کے سامنے جنگی ہدایتوں کے ساتھ ساتھ شاندار کامیابی کی ڈینگیں مار رہا تھا اور اس کی فوج خوش فہمیوں کے خطرناک جال میں پھنس کر بڑی لاپرواہی سے خرّاٹے لے رہی تھی۔ ادھر سرورِ کائنات ﷺ کی زبانِ اقدس سے فتح مبین کی عظیم بشارت سن کر آپ کے جاں نثار سپاہیوں کے دلوں میں جذبات وایثار کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔ رات کی طوالت اژدہا کی طرح انہیں ڈس رہی تھی اور ہر فرد بڑی بے چینی سے اس انتظار میں تھا کہ جلد صبح کا سپیدہ نمودار ہوتا کہ ہم دشمنانِ دین کے سامنے ہمت وجواں مردی کا مظاہرہ کر کے ان کے کبر ونخوت کا خاتمہ کر سکیں۔ اور یہ ثابت کر دیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کی معیت میں قلت میں بھی کثرت کے جلوے موجزن رہتے ہیں۔

رات کے اخیر حصّے میں سرکار دو عالم ﷺ کا ایک فدائی اپنے خیمے میں بیٹھ کر بارگاہِ خداوندی میں بڑی گریہ وزاری اور انہماک واستغراق کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھائے دعا کر رہا ہے۔

الٰہ العالمین! تو عالم الغیب وشہادہ ہے تو جانتا ہے کل کفر واسلام کی ایک فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ ہزار سے زائد دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں ہم صرف تین سو تیرہ ہیں۔ ان کے نزدیک نہ گھوڑوں کی کمی ہے، نہ اونٹوں کی، نہ تلواروں کی قلت ہے اور نہ تیروں کی غرض یہ کہ ان کا ہر فرد قیمتی سے قیمتی جنگی ہتھیاروں سے لیس ہے۔ ان کا سینہ کبر ونخوت سے اکڑا ہوا ہے۔ وہ اس خیال سے کل میدانِ جنگ میں اُتر رہے ہیں کہ ہم بے سروسامان نہتے مسلمانوں کو چند لمحوں میں شکست فاش دے کر رہتی دنیا تک اسلام کے لیے ایک عظیم چیلنج ثابت کریں۔ ابو جہل، ولید، عتبہ وشیبہ جیسے سرخیلانِ عرب یہ یقین دہانی کرتے ہوئے کفارِ مکہ کو ورغلا کر میدانِ بدر میں لائے ہیں کہ ہمیں اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے مسلمانوں کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہی دم لینا ہے۔ میرے مولا! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے پاس نہ اسلحہ جات کی فراوانی ہے اور نہ جنگی سواروں کی کثرت۔ ہم ناموسِ توحید کے تحفظ کے لیے کفر کے بالمقابل تہی دست میدان میں اتر پڑے ہیں لیکن اس بات پر ہمارا ایمان وایقان ہے کہ تیری نصرت ومدد بڑی سے بڑی طاقتوں کو چشم زدن میں پامال وتاراج کر دیتی ہے۔ انھوں نے مادی ہتھیاروں پر بھروسہ کیا ہے اور ہم نے فقط تیری ذات پر۔ ہمارا یہی توکل ہمارے لیے مادی اسلحوں سے بڑھ کر کہیں زیادہ قوی اور طاقتور ہے اور یہی ہماری فتح وظفر کا باعث و

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معتبر نقاد وادیب ہیں۔

ضامن ہے۔

بارِالٰہ! میرے دل میں یہ آرزو مچل رہی ہے کہ کل میدانِ بدر میں میرے مقابلہ میں ایک نہایت قوی ہیکل، جنگ جو بہادر سپاہی آئے۔ میرے اس کے درمیان گھمسان کی جنگ چھڑے۔ اس کی تلوار نیام سے باہر ہوکر میرے سر پر چمکنے لگے اور میری تلوار بھی اس کے سر پر لہرانے لگے۔ ایک دوسرے پر نیزوں کی بوچھار ہو، تیر سنسنائیں وہ مجھ پر وار کرے اور میں اس پر وار کروں۔ یہاں تک کہ لوگ ہمارے اس تاریخ ساز مقابلے کو دیکھ کر حیرت واستعجاب کے بحرِ عمیق میں غرق ہوجائیں۔

بالآخر میری تمنا یہ ہے کہ میں اس پر ایک ایسا وار کروں کہ وہ اس وار کی تاب نہ لاکر واصلِ جہنم ہوجائے۔ جوں ہی مذکورہ صحابی کی دعا ختم ہوئی۔ ایک اور صحابی بارگاہِ خداوندِ قدوس میں دست بدعا ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں پروردگار! ابھی ابھی میرے بھائی نے تیرے حضور اپنی فتح یابی اور غازی لقبی کی حسین ترین دعا کی ہے یہ بندۂ ناچیز بھی تیری بارگاہ سے اپنے کاسۂ تہی دست میں کچھ نوازش وکرم کی بھیک مانگ رہا ہے اور اپنی دیرینہ سرفروشی کی تمنا پیش کررہا ہے۔ بارالٰہ! میری تاریک تمناؤں کو اجابت کے نور سے منور ومجلّٰی فرمادے۔

عین میرے بھائی کی طرح میری بھی آرزو یہی ہے کہ کل میدانِ کارزار میں میرے مقابل ایک نہایت جنگ جو، ظالم و سفاک سپاہی آئے اور ہم دونوں کے مابین ایک پر دہشت و ہیبت ناک جنگ ہو۔ میں اس پر حملہ آور ہوں اور وہ مجھ پر شدید سے شدید تر حملہ کرے مگر میری تمنا یہ نہیں ہے کہ میں اسے فنافی النار اور موت کے گھاٹ اتار کر غازی کے لقب سے ملقب ہوکر جاہ وحشمت اور دلیری وبہادری کا شہ سوار بن جاؤں بلکہ میری قلبی دعا یہ ہے کہ دورانِ جنگ وہ مجھ پر ایک کاری ضرب لگائے کہ میں اس ضرب کی تاب نہ لاکر بدر کی تپتی ہوئی ریت میں گر کر بے ہوش ہوجاؤں۔ نہ صرف یہ کہ وہ میرے سر کو تن سے جدا کرے بلکہ میری ناک، کان اور زبان کو کاٹ کر جسم سے منفک کردے اور اس حال میں کل روزِ قیامت تیری بارگاہ میں میری پیشی ہو اور تو مجھ سے پوچھے کہ اے میرے حبیب ﷺ کے جاں نثار! میں نے تجھے خوبصورت ناک وکان عطا کیے انہیں کہاں چھوڑ آئے؟ میں نے تجھے حلاوت آگیں زبان دی تھی وہ کہاں گئی؟ تو میں سرخمیدہ دست بستہ عرض کروں کہ میرے خالق ومعبود! یہ تیرا بے پایاں کرم تھا کہ تو نے مجھے متناسب الاعضاء پیدا فرمایا تھا، میں تیری ان نوازشات کا شکر کیسے بجالاؤں۔ تیری بارگاہ میں ناچیز کی زندگی کا سارا اثاثہ نثار ہو میں نے تیرے عطا کردہ ناک، کان اور زبان کو تیری مقدس راہ میں اور تیرے حبیب کی رضاجوئی کی خاطر خوشی خوشی بدر کے میدان میں کٹوادیئے ہیں۔

دیوانے کے لبہائے نازک سے عجیب وغریب دعائیہ سرفروشانہ کلمات کیا نکل رہے تھے دنیا کا ذرہ ذرہ اس کے کلمات سُن کر حیرت واستعجاب کا پیکر بنتا جارہا تھا۔ اس کی انوکھی تمنا کو سن کر فرشتے بھی حسرتوں کی دل آویز تصویر بنتے جارہے تھے۔ فرش سے عرش تک ایک عجیب رقت انگیزی کا سماں بندھ چکا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد جوں ہی شبِ دیجور نے اپنے رخ سے سیاہ نقاب اٹھایا صبح اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں او رعنائیوں کے ساتھ عالم کے اطراف واکناف میں بکھرنے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ آفتاب عالم تاب نے اپنی ضیا بار کرنوں سے دنیا کے چہرے پر تازہ نور بھر دیا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف مخلوقِ خداوندی کسبِ معاش اور فکرِ زیست میں سرگرداں نظر آنے لگی۔ لیکن بدر کا بے آب وگیاہ چٹیل میدان جہاں خال خال کسی قافلہ کا گزر ہوجایا کرتا تھا مگر آج پورے میدان میں دو متضاد صفیں آراستہ وپیراستہ نظر آرہی تھیں۔ میمنہ، میسرہ، صاعقہ اور قلب سے مرتب دو فوجی دستے جوں ہی صف آرا ہوئے۔ تلواروں کے چلنے کی بھیانک آواز فضا میں گونج اٹھی۔ تیروں کی بوچھار اور نیزوں کی سنسناہٹ سے ریگ زارِ بدر کا سینہ کانپ اٹھا۔ ہر فریق ایک دوسرے کو تہِ تیغ کرنے کی سعیٔ پیہم کررہا تھا۔ ابوجہل کے بزدل ونامراد سپاہی مسلمانوں کو خون آلود کر کے بے حس وحرکت تڑپتا دیکھنے کی آرزوؤں میں مچل رہے تھے۔ مگر مشیت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ تمام بوجہلیوں کی

آنکھیں یہ دیکھ کر تیرہ و تاریک ہو رہی تھیں کہ مسلمان جنگ جو، جوان سپاہی تو درکنار مدینے کے کم سن بچے اور ضعیف العمر دین کے سپاہی اپنی ہمت و جواں مردی کے بے مثل جوہر دکھا رہے تھے۔ جس طرف یہ گھس جاتے صفوں کی صفیں الٹ دیتے، کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ اس بات سے نادان کفارِ مکّہ بالکلیہ نابلد و ناآشنا تھے کہ فتح یابی کی ضامن مادی قوتیں نہیں ہوتیں بلکہ روح کی بالیدگی اور ایمانی جوش و خروش ہوا کرتے ہیں۔ یہ وہ روشن حقیقت ہے جسے مدینے کے ایک کسان صحابی کے دو نوعمر شہزادوں (حضرت معاذ و معوذ) نے ابو جہل جیسے متکبر بہادر کو موت کے گھاٹ اتار کر مہر نیم روز کی طرح سچ کر دکھایا۔ امیر حمزہ اور شیرِ خدا سورمائے عرب کفار کو چشم زدن میں تہِ تیغ کرتے جا رہے تھے۔ کفارِ مکّہ کا ذہن یکسر ماؤف ہوتا جا رہا تھا کہ آخر یہ بر عکس نتائج کیسے رونما ہوتے جا رہے ہیں۔

اثنائے جنگ وہ صحابی جنھوں نے فتح یابی اور غازی لقبی کی کل رات دعا مانگی تھی ان کی مڈبھیڑ ایک نہایت قوی ہیکل سپاہی سے ہو جاتی ہے۔ دونوں ہی اپنی جواں مردی و پامردی کے نمونے پیش کر رہے تھے معاً صحابیٔ رسول اس نابکار ظالم کے سر پر ایسا وار کرتے ہیں کہ فوراً اس کا سر قلم ہو جاتا ہے اور آپ کے چہرے پر مسکراہٹوں کی کلیاں بکھرنے لگتی ہیں۔ آپ خدا کی بارگاہ میں سرِ نیاز خم کر کے تشکر بجا لاتے ہیں اے اللہ! تو ہم نہتّے مسلمانوں پر کس قدر رحیم و کریم ہے کہ کل ہی میں نے دعا مانگی تھی اور صبح ہوتے ہی میری دعا کو اجابت کی خوشبوؤں سے معطر فرما دیا۔ فوراً آپ کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور آپ کی نگاہیں میدان کے وسط میں مرکوز ہو جاتی ہیں جہاں موت و زیست کا ایک دل دوز تصادم رواں دواں تھا۔ ٹھیک اس وقت انہیں خیال آیا کہ ارے! کل میرے بھائی نے تو ایک عجیب و غریب تمنا کی تھی ذرا چل کر دیکھیں تو سہی کہ اس بھائی کا کیا حال ہے؟ آگے بڑھے تو دیکھا صحابیٔ رسول ایک انتہائی ظالم و سفاک ابو جہلی کے ساتھ بری طرح بر سرِ پیکار ہیں۔ آپ صفوں کو چیرتے ہوئے بے تحاشہ دوڑے اور جب اس صحابیٔ رسول کے قریب ہوئے تو یہ دیکھ کر آپ کے ہوش اڑنے لگے کہ وہ متعدد زخموں سے چور ہو چکے ہیں اور ان کی سانسیں جواب دے رہی ہیں۔ یکا یک آپ نے کیا دیکھا کہ وہ سفاک کافر آگے بڑھا اور صحابیٔ رسول کی ناک، کان اور زبان کاٹ کر پھینک دیا۔ جوں ہی کٹی ہوئی زبان زمین پر گری فوراً کٹی ہوئی زبان بہ بانگِ دہل بولنے لگی فزت برب الکعبہ فزت برب الکعبہ یعنی رَبِّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا، ربِّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ جب یہ آواز لات و عزیٰ کے پرستار کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ چونک اٹھا اور بغور بار بار فزت برب الکعبہ کو سننے کی اپنے اندر تاب فراہم کر رہا تھا اور یہ سوچتا جا رہا تھا بھلا یہ کیسی آواز ہے؟ کہیں زبان کٹ کر بھی بولا کرتی ہے؟ کیا کوئی مقتول قتل کے بعد بھی اپنی فتح و ظفر کا اعلان کرتا ہے۔ ناگہاں اس کی نگاہیں اپنی خوں آشام تلوار پر مرکوز ہو جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دنیا اس انسان کو فاتح و جواں مرد کے نام سے یاد کرتی ہے جس کی تلوار خون سے رنگی ہوتی ہے دنیا اسے کامیاب و کامران قرار دیتی ہے۔ جو کسی انسان کے جسم کو زخم آلود کر کے تڑپتا سسکتا چھوڑ دے، دنیا اسے جنگجو کا خطاب دیتی ہے۔ جو کسی کے سر کو تن سے جدا کر کے بے یار و مددگار چھوڑ دے، مگر یہ کیسے مذہب کا ماننے والا ہے، اسے کیسی مئے توحید پلائی گئی ہے کہ یہ کٹنے اور مرنے کے بعد بھی اپنی شاندار فتح یابی کے انمٹ نقوش دنیا کے ماتھے پہ ثبت کر کے جا رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اس کافر کے دل میں چھپا ہوا کفر متزلزل ہو جاتا ہے، اس کا شرک خزاں گزیدہ پتوں کی طرح جھڑنے لگتا ہے، اس کے نفاق کا سینہ چھلنی ہو جاتا ہے، اس کے فتح و کامرانی کا نشہ ہرن ہو جاتا ہے، اس کا ضمیر اسے جھنجوڑتا ہے کہ ارے او نابکار! سوچ کیا رہا ہے اب بھی تیرے اندر نفاست و پاکیزگی اور حقیقت و بالیدگی کی شمعیں فروزاں نہیں ہوتیں۔ جا فوراً اس محسنِ انسانیت کی بارگاہ میں جا اور ان کے قدموں کی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا لے۔ یہی وہ ہستی ہے کہ جس کے قدموں سے لپٹنے کے بعد انسان کے اندر حقانیت کا ایسا نشہ چڑھ جاتا بقیہ ص ۲۹ پر

٭ مضمون نگار ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل پاکستان کے بانی ہیں۔

تحقیقات

از: مفتی عبد المالک مصباحی*

اپریل فول کیا ہے؟

آج مسلمانوں میں غیروں کی نقالی کے سبب جہاں بہت سی برائیاں اور خرابیاں داخل ہوگئی ہیں، انہی میں سے ایک قبیح اور خطرناک بیماری ''اپریل فول'' بھی ہے، جو بہت سی خرابیوں اور حرام امور پر مشتمل ہے، مگر مغرب کی اندھی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو بالخصوص اس طرح سے مدہوش کر دیا ہے کہ نہ اسے حلال وحرام کی تمیز ہے اور نہ ہی اپنے باپ دادا کی تاریخ کا علم، یہی وجہ ہے کہ یہ ''اپریل فول'' میں بھی پیش پیش نظر آتے ہیں اور ''ویلن ٹائی ڈے'' میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں، ''ہولی'' میں بھی بڑھ چڑھ کر مستی کرتے ہیں اور ''کرسمس'' منانے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے ہیں، نوجوانو! ذرا قریب آؤ، اپنے کردار کا جائزہ لو اور اپنی تاریخ کا مطالعہ کرو۔

اپنی تاریخ کو جو قوم بھلا دیتی ہے
صفحہ دہر سے وہ خود کو مٹا دیتی ہے

اپریل فول کا مطلب

اپریل فول کا مطلب ہے دوسروں کے ساتھ عملی مذاق کرنا، اس مذاق کی نہ کوئی حد ہے نہ کوئی سیما، کوئی بھی کسی طرح کا مذاق کسی سے بھی کرسکتا ہے، اس کے لئے سال میں ایک تاریخ ''یکم اپریل'' First April مقرر کی گئی ہے، اپریل لاطینی زبان کے لفظ Aprilis یا Aprire سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے پھولوں کا کھلنا کونپلیں پھوٹنا۔

اپریل فول کی تاریخ

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ''اپریل فول'' April Fool منانے کے تعلق سے اہل علم کے درمیان متعدد روایتیں ملتی ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی تک سال کا آغاز اپریل سے ہوا کرتا تھا، نئے سال کی آمد کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کو Gift دیا کرتے تھے، جیسا کہ آج کل ''یکم جنوری'' First January کو ہوتا ہے، مگر فرانس کے بادشاہ نے جب کلینڈر کی تبدیلی کا حکم دیتے ہوئے یہ کہا کہ اب سال کی شروعات بجائے اپریل کے جنوری سے ہوا کرے گی اور اس پر عمل بھی شروع کرا دیا، مگر ان دنوں چونکہ آج کی طرح سے میڈیا سروسیز کا انتظام نہیں تھا اس لیے دور دراز کے لوگوں کو اس حکم نامہ کی اطلاع نہیں مل پائی اس لئے بہت سے علاقوں میں اسی پرانی تاریخ ہی میں تحائف کا تبادلہ ہوا اور جن لوگوں نے پہلے ہی نئے سال کی تقریب منالی تھی ان کا مذاق اڑایا اور ''اپریل فول'' کے نام سے ان پر طنز کرتے رہے، آہستہ آہستہ یہ روایت عام ہوئی یہاں تک کہ پورے یورپ میں یہ دن بطور تہوار کے منایا جانے لگا۔

اس تعلق سے ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قدیم رومی قوم موسم بہار کی آمد پر شراب کے دیوتا ''وینس'' کی پوجا کرتے اور شراب کے نشہ میں مست ہو کر طرح طرح کی نازیبا حرکتیں کیا کرتے تھے، جس میں جھوٹ کا کثرت سے استعمال ہوتا رفتہ رفتہ جھوٹ کی کثرت ''اپریل فول'' کا ایک اہم حصہ بن گیا، اس تعلق سے ایک اور نہایت تکلیف دہ اور اذیت آمیز تاریخ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جسے سننے کے بعد رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور غیرت ایمانی رکھنے والا دل لرزہ براندام ہو جاتا ہے، اسپین روئے زمین کا وہ خطہ ہے جہاں اسلام کے بطل جلیل حضرت طارق بن زیاد نے ساحل سمندر پر اتر کر یہ کہتے ہوئے اپنی کشتیوں کو نذر آتش کر دیا تھا کہ

ہر ملک ملک ماست   کہ ملک خدا ماست

یا تو اس ملک پر اسلامی پرچم لہرائیں گے یا اپنی جانوں کا

نذرانہ پیش کر دیں گے، مگر کسی بھی حال میں واپس نہیں جائیں گے، بالآخران جانبازوں کا جذبۂ سرفروشی کارگر ثابت ہوا اور اسپین کی سرزمین پر ہلالی پرچم لہرانے لگا، یہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک بڑی شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ حکمرانی کا فریضہ انجام دیا، اسی سرزمین پر مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا ترانہ گنگنانے والی ''جامع قرطبہ'' قائم ہوئی جو صرف ایک عظیم الشان مسجد ہی نہیں بلکہ اس وقت پوری دنیا میں ایک عظیم الشان یونیورسیٹی کی حیثیت رکھتی تھی، مگر صدیوں بعد یہاں کے مسلمان جب عملی کوتاہی اور آپسی رسہ کشی کے شکار ہوئے تو عیسائیوں کو موقع ملا اور انھوں نے شہر پر چڑھائی کر کے مملکت کی اینٹ سے اینٹ بجادی، مسلمانوں کے خون سے اسپین کی گلیوں میں نالے بہنے لگے، سڑکوں اور شاہراہوں پر خون کی اتنی بہتات تھی کہ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹانگیں تک ڈوب گئیں، انسانی خون کی اتنی ارزانی ہوئی کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، کشت و خون کی ہولی کا سلسلہ کئی ہفتوں تک جاری رہا، بادشاہ فریڈنینڈ کو اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو اس نے اسپین کو مسلمانوں کے وجود سے خالی کرانے کے لئے یہ کہا کہ ''ملک میں جو بھی مسلمان کہیں بچے کھچے اور چھپے ہوئے ہیں انھیں بحفاظت تمام ''اسلامی ملک'' میں بھیج دیا جائے گا، اس لیے فلاں تاریخ کو فلاں میدان میں سارے مسلمان جمع ہوجائیں'' یہ اعلان سن کر جہاں کہیں بھی مسلمان ڈرے سہمے چھپے تھے وہ سارے نکل آئے کہ ہم اپنی جان بچا کر کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں گے، عیسائی بادشاہ نے ساحل سمندر پر کشتیوں کا انتظام کیا تھا، مسلمان اپنی جان کی حفاظت دیکھتے ہوئے مستقبل کے منصوبے بناتے ہوئے سمندر میں چلے جارہے تھے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت بادشاہ کے کارندوں نے کشتی میں جگہ جگہ سوراخ کر کے خود باہر نکل آئے اور مسلمانوں کے ڈوبنے کا نظارہ کرنے لگے، تھوڑی دیر بعد کشتی پانی سے بھر گئی اور مسلمانوں کی بھاری تعداد سمندر کی لہروں میں ہمیشہ ہمیش کے لیے خاموش ہوگئی، یہ یکم اپریل First April کی تاریخ تھی، مغربی دنیا اسی تاریخ کو یاد کر کے اپنے اوپر فخر اور مسلمانوں کی موت پر گھی کے چراغ جلاتی ہے۔

اپریل فول کی شرعی حیثیت

مغربی اقوام کا یہ جشن مسرت اسلامی نقطۂ نظر سے کئی خرابیوں اور برائیوں پر مشتمل ہے، اس لیے یہ سراسر حرام ہے۔

(۱) **جھوٹ کی کثرت:** اپریل فول میں جھوٹ کثرت سے بولا جاتا ہے اور جھوٹ کے تعلق سے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: لعنة الله على الكاذبين۔ یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

جھوٹوں کی برائی بیان کرتے ہوئے آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ۸ رقسم کے لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے برے ہوں گے: (۱) جھوٹ بولنے والے (۲) تکبر کرنے والے (۳) وہ لوگ جو اپنے سینوں میں اپنے بھائیوں سے بغض چھپا کر رکھتے ہیں اور جب وہ ان کے پاس آتے ہیں تو ان سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں (۴) وہ لوگ کہ جب انہیں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تو ٹال مٹول کرتے ہیں اور جب شیطانی کاموں کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس میں جلدی کرتے ہیں (۵) وہ لوگ جو کسی دنیوی خواہش کی تکمیل پر قدرت پاتے ہیں تو قسمیں اٹھا کر اسے جائز سمجھنے لگتے ہیں اگرچہ وہ ان کے لئے جائز نہ ہو (۶) چغلی کھانے والے (۷) دوستوں میں جدائی ڈالنے والے اور (۸) نیک لوگوں کے لیے گناہ میں مبتلا ہونے کی تمنا کرنے والے، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل ناپسند کرتا ہے۔ [المعجم الکبیر، جلد ۱۶ رص ۳۹]

(۲) **دھوکہ اور فریب:** اپریل فول کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب دے کر خوش ہوتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کسی مسلمان کے ساتھ بد دیانتی کی یا اسے نقصان پہنچایا یا دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ [جامع الاحادیث للسیوطی، جلد ۵ رص ۱۹۰]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مکر وفریب جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ [شعب الایمان، جلد ۴ رص ۳۲۷]

(۳) **وقت کی بربادی:** وقت دنیا کی بیش قیمت چیزوں میں سے ایک اور نہایت اہم ہے، یہ جب نکل جاتا

بقیہ ص ۲۹ ر پر

از: مشتاق احمد اویسی امجدی*

سیدنا امام جعفر صادق اور ان کی نیاز پاک

تحقیقات

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ کا اسم گرامی جعفر، کنیت ابوعبداللہ اور لقب صادق ہے، آپ بلند پایہ محدث اور وقت کے امام تھے، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام سفیان بن عیینہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے بڑے بڑے اکابرین ملت اور اساطین امت آپ کے شاگرد گزرے ہیں، آپ انتہائی عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے، حضرت امام مالک کا بیان ہے کہ میں ایک زمانے تک آپ کی بارگاہ میں آتا جاتا رہا مگر میں نے ہمیشہ آپ کو تین عبادتوں میں سے ایک میں مصروف پایا، یا تو آپ نماز پڑھتے ہوئے ملتے یا تلاوت میں مشغول ہوتے یا روزہ دار ہوتے۔ اور دعا کی مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ جب کبھی آپ کو کسی چیز کی حاجت ہوتی بارگاہ خداوندی میں ہاتھوں کو بلند کرتے اور اپنی حاجت پیش کرتے ابھی آپ کے ہاتھ نیچے نہ آتے کہ وہ چیز آپ کے پہلو میں ہوا کرتی۔ [اولیائے رجال الحدیث، ص ۸۳-۸۴]

آپ کثیر الکرامات بھی تھے، میں ان میں سے دو کرامتیں یہاں درج کر رہا ہوں:

(۱) ایک حاجی صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی، میں حج کو جا رہا ہوں، یہ دس ہزار درہم رکھیے اور میرے لیے ایک مکان خرید لیجیے تاکہ میں حج سے فراغت کے بعد اس میں قیام کروں، امام صاحب نے ساری رقم راہ خدا میں صرف فرما دی، جب حاجی صاحب حج سے لوٹے اور حاضر خدمت ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاجی صاحب! میں نے آپ کے لیے ایک مکان خریدا ہے جو ایک سمت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس سے ملتا ہے، دوسری سمت سے مولائے کائنات، شیر خدا، علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے شبستان معلّٰی سے ملتا ہے، تیسری طرف سے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدس قصر سے اور چوتھی جانب سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے محل انور سے، یہ لو اس کا بیع نامہ، حاجی صاحب نے بیع نامہ کا کاغذ لیا اور گھر چلے گئے اور اہل خانہ کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد میری قبر میں یہ کاغذ رکھ دینا، جب حاجی صاحب کا وصال ہوا، حسب وصیت کاغذ قبر میں رکھ دیا گیا، دوسرے دن ہی بیع نامہ کا کاغذ قبر کے اوپر رکھا ہوا ملا اس کی پشت پر لکھا ہوا تھا: امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔" [شواہد النبوۃ، ص ۱۹۱]

(۲) ایک شخص نے مکہ شریف میں ایک چادر خریدی اور ارادہ کیا کہ اسے باحتیاط رکھوں گا تاکہ میرے مرنے کے بعد کفن میں کام آئے، جب عرفہ سے مزدلفہ پہنچا تو چادر کھو گئی، بہت افسوس ہوا، صبح مزدلفہ سے منیٰ آیا اور مسجد خیف میں اقامت کی، یکا یک ایک شخص آیا اور کہنے لگا: تمہیں امام جعفر صادق [رضی اللہ عنہ] طلب فرماتے ہیں، وہ وہاں پہنچا سلام عرض کر کے بیٹھ گیا، تو امام صاحب نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک چادر دوں کہ بعد موت وہ کفن میں کام آئے، عرض کی: ہاں، اے امام! میری چادر کھو گئی ہے، آپ نے خادم کو حکم فرمایا، اس نے چادر حاضر کی بعینہ وہی چادر تھی جو کھو گئی تھی، فرمایا: یہ لو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ [شواہد النبوۃ، ص ۱۹۰]

آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۵/ رجب المرجب اور ایک روایت کے مطابق ۲۲/ رجب ۱۴۸ھ کو وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

[اولیائے رجال الحدیث، ص ۸۵]

* مضمون نگار امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک، مہاراشٹر کے استاذ ہیں۔

کونڈے کی نیاز

ہمارے دیار میں ماہ رجب المرجب کی ۲۲ رویں تاریخ کو نئے کونڈے (مٹی کے برتن) میں حلوہ پوری یا کھیر پوری پر امام جعفر صادق کی نیاز دلاتے ہیں جو شرعا جائز ہے، اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کے ناجائز ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو وہ امر جائز ہوتا ہے "لان الاصل فی الاشیاء الاباحة" اور کونڈوں کے ناجائز ہونے کی شرعی دلیل نہیں پائی جاتی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے، نیز اس کی اصل ایصال ثواب ہے جس کا ثبوت متعدد احادیث میں مصرح ہے: **عن سعد بن عبادہ قال: یارسول اللہ! ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل؟ قال 'الماء' فحفر بئرا و قال: ھذہ لام سعدٍ، رواہ ابو داؤد، والنسائی۔** یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ [ﷺ]! سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے تو ان کے لئے کون سا صدقہ بہتر ہے؟ سرکار نے فرمایا 'پانی' تو حضرت سعد [رضی اللہ عنہ] نے کنواں کھودا اور فرمایا: یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔

[مشکوۃ المصابیح، ص ۱۶۹]

مسلم شریف میں حضرت عائشہ سے مروی ہے: **عن عائشة ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال: یا رسول اللہ! ان امی افتلتت نفسھا ولم توص واظنھا لو تکلمت تصدقت افلھا اجر ان تصدقت عنھا؟ قال: نعم۔** یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ [ﷺ]! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میں گمان کرتا ہوں، اگر وہ کلام کرتی تو صدقہ کرنے کی وصیت کرتی تو کیا اس کے لئے اجر ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ سرکار نے فرمایا "نعم" "ہاں"۔

مذکورہ حدیث کے تحت امام نووی فرماتے ہیں: **وفی ھذہ الحدیث ان الصدقة عن المیت تنفع المیت و یصل ثوابھا و ھو کذالک باجماع العلماء** یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو میت کو اس کا فائدہ اور ثواب پہنچتا ہے، اسی پر علما کا اتفاق ہے۔ [مسلم شریف، ج ۱، ص ۳۲۴]

اس مسئلہ کا تفصیلی بیان عمدۃ المحققین ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین بہاری رضوی کے رسالہ مبارکہ "**نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب**" مشمولہ فتاویٰ ملک العلماء میں ہے:

۲۲ رویں رجب کے کونڈے ہوں یا ایصال ثواب کا کوئی اور طریقہ، اس کے جائز ہونے کے لیے شریعت مطہرہ نے نہ تو کسی تاریخ کو لازمی قرار دیا ہے اور نہ اس کے لیے مخصوص ذائقہ والی کوئی مخصوص مقدار کا کھانا شرط کیا ہے، بلکہ شرعاً ایصال ثواب ہر حلال کھانے پر ہر وقت درست ہے، اسی طرح شریعت نے یہ بھی ضروری نہیں کیا ہے کہ شیرینی کسی خاص قسم کے برتنوں میں رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھا جائے بلکہ تمام جائز برتنوں میں اسے رکھا جا سکتا ہے، یونہی شریعت نے یہ بھی لازم نہیں کیا کہ اس کو صرف مخصوص لوگ مخصوص جگہ پر بیٹھ کر کھائیں بلکہ شرکا محفل اور غیر شرکا تمام مسلمان کو شرعا اس کے کھانے کی اجازت ہے، نیز شرعا یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ فاتحہ طلوع آفتاب سے پہلے ہو بلکہ تمام اوقات میں جائز ہے، البتہ ہم نے اس عمل خیر میں کچھ ایسے رسم و رواج اپنا لیے ہیں کہ جن کی ناشائستگی شمس و امس کی طرح عیاں ہے، جن سے تمام مسلمانوں کا بچنا لازم و ضروری ہے مثلاً:

(۱) مٹی کے برتن (کونڈے) ہی میں نیاز دلانا، اس کے علاوہ گھر کے دیگر برتنوں میں نہ دلانا، جبکہ گھر کے دیگر برتنوں میں بھی ہو سکتی ہے، اگر یہ خیال ہو کہ گھر کے برتن اس قابل نہیں کہ اس میں نیاز دلائی جائے، جب تو یہ خود غلط ہے کیونکہ ہر مسلمان اپنے برتن پاک وصاف رکھتا ہے، ہاں اگر یہ مقصود ہو کہ یہ کونڈے بعد فاتحہ گھر کے کام آ جائیں گے یا خانۂ خدا میں رکھ دیں گے تاکہ مصلّیوں کے کام آئیں، جب تو یہ نیت محمود و مستحسن ہے اور کچھ لوگ تو نہ اپنے گھر میں رکھتے ہیں اور نہ ہی خانۂ خدا میں بلکہ انہیں دریا برد کر دیتے ہیں کیونکہ وہ یہ گمان

کرتے ہیں کہ بعد فاتحہ یہ کونڈے اتنے متبرک ہو گئے کہ اب یہ استعمال کے قابل نہ رہے، ایسا خیال تو سخت جہالت اور انہیں دریا میں ڈال دینا مال کی اضاعت ہے جو ناجائز وحرام ہے۔

(۲) جہاں نیاز دلائی جائے اسے وہیں کھانا وہاں سے ہٹنے نہ دینا، یہ انتہائی لغو و بے بنیاد حرکت ہے، حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: اسی طرح ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصال ثواب کے لیے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر اس میں بھی اسی جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی کر رکھی ہے یہ بے جا پابندی ہے۔ [بہار شریعت مخرجہ، ج ۳، ص ۶۴۳]

(۳) جو کچھ بچ جائے اسے اگلے دن کے لیے نہ رکھنا بلکہ اسے یونہی دفن کر دینا، یہ تو سراسر ظلم اور اسراف وفضول خرچی ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: **كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔** [سورۂ اعراف، آیت ۳۱]

کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ [کنز الایمان]

(۴) خواتین اسلام کا ایام مخصوصہ میں نیاز پکانے اور اس میں سے کھانے سے گریز کرنا اور یہ گمان کرنا کہ اس حالت میں وہ نیاز نہیں پکا سکتیں، یہ ایک جاہلانہ رسم اور ہندوانہ خیال ہے، اسلام ہرگز ان باتوں کا حکم نہیں دیتا ہے، شرعی مسئلہ یہ ہے کہ حیض ونفاس والی عورت ایسی حالت میں اپنے ہاتھ خوب پاک وصاف اور تازہ وضو کر کے نیاز پکا سکتی ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ عورت کا حیض اس کے ہاتھ میں نہیں ہوتا ہے چنانچہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں: **اَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ اُنَاوِلَهُ الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ اِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ: تَنَاوَلِيْهَا فَاِنَّ الْحَيْضَةَ لَيْسَتْ فِيْ يَدِكِ۔** یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلیٰ اٹھا دینا، میں نے عرض کی، میں حائضہ ہوں، اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں اور جملہ مومنین کو فیضان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مالا مال فرمائے، کثرت سے صدقات وخیرات کی توفیق عطا فرمائے اور ہر غلط رسم ورواج اور منکرات وخرافات سے محفوظ فرمائے، **اللّٰھم احینا علی السنة والجماعة فتوفنا علیھا، وارزقنا شفاعة حبیبک النبی الکریم، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیه وعلیٰ اٰله واصحابه افضل الصلاة والتسلیم۔** ■■■

ص ۵٦ / کا بقیہ ....

ہمیشہ اعدائے دین پر منصور رکھے۔'' [ایضاً، ص ۳۵۹]

بارگاہ اعلیٰ حضرت سے تمغۂ خطاب

سیدنا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے دوسرے محبین کے ساتھ ساتھ اپنے اس چہیتے خلیفہ کے لئے بھی القابات تحریر فرمائیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت محدث سورتی کے لئے ''الاسد الاسد الاسد الاشد'' حضرت قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی عظیم آبادی کے لئے ''ندوہ شکن ندوی فگن'' حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کے لئے ''شیر بیشۂ اہلسنت'' حضرت حاجی محمد لعل قادری برکاتی رضوی مدراسی کلکتوی کے لئے ''حامیٔ سنت ماحی بدعت'' اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی کے لئے ''تاج الفحول'' کا خطاب تجویز فرمایا۔'' [فتاویٰ رضویہ ششم، ص ۳٦٦]

سفر آخرت

آپ کا وصال مبارک ۱۵ / ذیقعدۃ الحرام ۱۳۳۹ھ / ۲۱ جولائی ۱۹۲۱ء کو کلکتہ میں ہوا، آپ کے وصال ملال پر مرشد برحق مجدد اعظم حضرت محدث بریلوی غم سے نڈھال ہو گئے اور فرمانے لگے آج میرا ایک بازو مجھ سے الگ ہو گیا، جنازہ کی نماز میں علما، مشائخ، مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور اہل عقیدت نے غمناک آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ ■■■

ازـ: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

بقلم خود

بقلم خود امیر القلم، بزبان خویش مناظر اہل سنت اور بدہان خود مفکر اسلام جیسے القابات پر ایک تجزیاتی تحریر

آج زمانہ جس ڈگر پر چل رہا ہے، لوگ جس حال و ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں، اس حال و ماحول میں ''ریا'' نے جیسے ڈیرہ جما لیا ہے۔ جس ڈگر پر نظر ڈالیے دِکھا دِکھا اور سر اُٹھا اُٹھا کر اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ خلوت نے جلوت کا روپ دھار لیا ہے۔ نہاں، عیاں کی خلعتِ فاخرہ پر فخر کر رہی ہے۔ جو دل کی بات تھی وہ زبان پر آگئی ہے۔ جو نہ کہنے کی چیز تھی، بلا تامّل کہی جا رہی ہے۔ اور جس کے نہ لکھنے ہی میں عافیت تھی، بے دھڑک لکھی جا رہی ہے۔ ایسی بے نیازی، بے پروائی، بے فکری کی کیفیت ہے کہ کمیت نے جیسے گوشۂ عافیت ڈھونڈ لی ہے۔ اگر یہ جسارت صرف جہالت کے آنگن میں ہوتی تو تاویل پر تاویل کی جاتی، مگر اسے کیا کہیے کہ علم کی گود بھی اس غفلت سے محفوظ نہیں ہے۔ اور علم وہ بھی علمِ دین جو اصل علم، روحِ علم، ماخذ علم اور منبع علم ہے۔ کروڑوں درود نازل ہوں کعبہ کے بدر الدجیٰ پر اور لاکھوں سلام برسیں طیبہ کے شمس الضحیٰ پر جنھوں نے اس علم کی عصمت و اہمیت لوگوں کے دلوں میں جا گزیں کرنے اور نا قدروں کی نا قدری کے صدمے سے بچانے کے لیے صدیوں پہلے تنبیہ کر دیا تھا کہ ''نا اہل کو علم (قرآن و حدیث) سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیر کے گلے میں سونے اور موتی کا ہار پہنانا۔'' [مفہوم حدیث، مشکوۃ]

پتہ چلا کہ یہ علم اہل کے لیے ہے، نا اہل کے لیے نہیں ہے۔ یہ بلا لحاظِ تعلیم کا نتیجہ ہے کہ علم کچھ لوگوں کے ہاتھوں سرِ بازار رُسوا ہو رہا ہے اور جس طرح ہر کسی کو تعلیم دینے کی اجازت نہیں ہے، ویسے ہی ہر کسی سے تعلیم لینے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''یہ علم (یعنی قرآن و حدیث کی تعلیم) دین ہے، لہٰذا تم دیکھ لو کہ کس سے دین حاصل کر رہے ہو۔'' [مسلم]

لہٰذا دینی رُموز و اسرار ہر کسی کو بتانے، یا دینی علوم و افکار ہر کسی سے سیکھنے کی چھوٹ نہیں ہے، پہلے غور کرو کہ وہ خود کیسا ہے، اگر شاگرد ہے تو اہل ہے کہ نہیں اور اگر استاذ ہے تو اخلاص عقیدہ و عمل سے اس کا دامن مزین ہے کہ نہیں۔ پہلے پرکھو، جانچو، پھر قریب کرو، قریب ہونے کا موقع دو، اگر معیار درست ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کنارہ کش ہو جاؤ، جب تک اس توازن کا پاس و لحاظ تھا، علم سمتوں میں پھولتا پھلتا اور جہتوں میں پھیلتا تھا۔ مذہبی فضا معتدل تھی۔ سماجی آب و ہوا خوش گوار تھی، توازن کیا بگڑا ہر طرف اُتھل پتھل نظر آنے لگی۔ توازن کیا بگڑا معاشرتی ہوش کے قفس کی تیلیاں بکھر گئیں۔ عملی جسم کے اخلاص کی روح کیا نکلی، فکرِ آخرت اور خوف باز پرس سے آدمی بے نیاز ہو گیا۔ سادگی و بے نفسی کا جنازہ نکل گیا۔ رضا و رجا کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں، مکر و فریب کے تعفّن سے گرد و پیش بو جھل ہو گیا۔ حالاں کہ کوئی بھی عمل چھوٹا ہو یا بڑا، ایک مسلمان کا اس کے پیچھے یہ جذبۂ خیر کار فرما ہوتا ہے کہ روزِ جزا اس کا صلہ ملے گا۔

تاہم اس حقیقت کو کبھی فکر و نظر سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہیے کہ عملِ خیر اگر دشوار تر ہے تو اس کی حفاظت دشوار ترین۔ بہت سی چیزیں ہیں جو اعمالِ خیر کے لیے زہر قاتل ہیں۔ ان میں رِیا و سمعہ کی تو بطور خاص قرآن و حدیث میں مذمّت کی گئی اور اس سے ہر حال میں بچے رہنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اخلاص و بے نفسی کو اپنانے اور رِیا و دکھاوا سے دور رہنے کی ہدایت پر ہدایت دی گئی ہے۔ فقہائے کرام فقہ میں اخلاص کی خوبیوں اور رِیا کی خامیوں سے دامن اوراق گلزار کرتے

* مقالہ نگار پٹنہ جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف و معتبر اہل قلم ہیں۔

رہے ہے، تو صوفیاے کرام مجلسِ شبانہ و یومیہ میں سینۂ اشخاص لالہ زار بناتے رہے ہے۔ کسی بھی کام کو صرف اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوش نودی کے لیے کرنا اخلاص ہے، تو اس میں کسی بھی طرح کی نمود و نمائش کی آلائش "رِیا" اللہ جل جلالہ اور نبی اکرم ﷺ کے نزدیک صرف اور صرف اخلاص کی قدر و قیمت اور پوچھ تاچھ ہے۔ قربانی جیسے فدایانہ عمل کے لیے فرمایا گیا:

"لَنْ یَّنَالَ اللہ لحومھا وَلَا دِمَاءُھا وَلٰکِن ینالہ التقوىٰ منکم۔ ہرگز ہرگز خدا کے دربار میں نہ قربانی کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، ہاں تمھاری پرہیز گاری وہ انمول نیکو کاری ہے جو دربارِ باری میں باریاب ہوجاتی ہے۔"

اخلاصِ عمل کی دولتِ بے بہا سے مالا مال رہنے کے لیے دوسری جگہ فرمایا گیا: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اے محبوب! آپ فرما دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو سارے جہان کا رب ہے۔

یہ تھی اخلاصِ فکر و عمل کے بارے میں صرف دو آیت، جس میں واشگاف لفظوں میں فرما دیا گیا کہ جو کچھ ہو صرف میرے لیے ہو۔ جو کچھ کرو صرف میری رضا کے لیے کرو۔ خیالِ غیر کا شائبہ تک نہ آنے پائے۔ نام و نمود کی بو تک بھی نہ لگنے پائے۔ اور اگر ادنیٰ سی بھی نام و نمود کی ملاوٹ ہوگئی تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

میں تمھارے بارے میں جس چیز سے بہت ڈرتا ہوں، وہ شرکِ اصغر ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا چیز ہے؟ فرمایا: رِیا، یعنی دکھاوے کے لیے کام کرنا۔ [احمد]

دوسری حدیث میں ہے: جو شخص لوگوں میں اپنے عمل کا چرچا کرے گا، خدائے تعالیٰ اس کی ریا کاری کو لوگوں میں مشہور کردے گا اور اس کو ذلیل و رُسوا کردے گا۔ [بیہقی]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمل کی فکر نہ کرو، اس کی قبولیت کی فکر کرو، کیوں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اخلص العمل یجزیك منه القلیل۔ اپنے عمل کو خالص کرو، تھوڑا بھی کافی ہوگا۔ [احیاء العلوم]

عمل کو اگر خالص نہ کیا جائے تو بڑے بڑے علما کا علم بھی کام نہیں آتا، دولت دھری کی دھری رہ جاتی ہے اور نتیجہ انتہائی بھیانک نکلتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن پہلے تین قسم (عالم، سخی، شہید) کے لوگوں سے سوال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا تجھے جو علم حاصل ہوا، اُس کے سلسلے میں تو نے کیا کِیا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رات کی ساعتوں اور دن کے اوقات میں اس کے لیے کمر بستہ رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے، بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص عالم ہے۔ تو یاد رکھ! ہم نے اپنے بندوں سے تجھے عالم کہلوا دیا۔ یہاں تیرے لیے کوئی جزا نہیں ہے۔ پھر سخی اور شہید کا بھی یہی حشر ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ان پر آگ بھڑکائی جائے گی۔ [ترمذی]

جو لوگ آج اپنے لیے متعینہ پسندیدہ لقب استعمال کرتے، لکھتے یا بولتے ہیں بقلم خود ماہر رضویات، امیر القلم لکھتے نہیں جھجکتے، بزبانِ خویش مناظر اہلِ سنّت، محقق عصر بولتے نہیں شرماتے یا ان کے سوا اور بھی کوئی صاحب اپنے لیے کوئی لقب لکھتے یا بولتے یا پسند کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئے۔ کل قیامت کے دن باز پرس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو تم چاہتے تھے وہ ہم نے اپنے بندوں سے تم کو کہلوا دیا۔ یہاں تمھارے لیے کوئی جزا نہیں ہے۔ تو پھر انجام سوچیے کتنا خطرناک ہے۔ [الامان والحفیظ]

اللّٰھم ربنا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ یعنی رِیا، دکھاوا و نمائش اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے اعمال کے لیے ایسے برقِ حاطف ہیں کہ آن کی آن میں پورا خرمنِ عمل جل کر راکھ کا ڈھیر ہوجاتا ہے۔ اعلیٰ

حضرت امام اہلِ سنّت محدثِ بریلوی کے والد گرامی، مفسّر قرآن حضرت علامہ نقی علی خاں علیہما الرحمۃ والرضوان ''احسن الوعاء لآداب الدعاء'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے، میزبان نے خادم سے کہا، ان برتنوں میں کھانا لاؤ جو دوسری مرتبہ کے سفرِ حج میں لایا ہوں، حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے فرمایا: نادان! تو نے ایک ہی جملے میں اپنے ''حج ضائع کر دیے'' صرف دو حج کا اشارۃً اظہار کرنے پر۔''

حضرت سفیان ثوری جیسے جلیل القدر محدث کا یہ فرمانا کہ ''ایک ہی جملے میں دو حج ضائع کر دیے'' موجودہ نمائش و زیبائش کے مناظر میں کس قدر عبرت انگیز اور سبق آموز ہے اشارے کی زبان میں کہی گئی دکھاوے کی ایک بولی جب دو حج برباد کر سکتی ہے تو سینۂ قرطاس پر چمکتا ہوا لقب (ماہر رضویات امیر القلم) کیا کیا قیامت ڈھا سکتا ہے اور کتنے ذخیرۂ عمل کو تباہ کر سکتا ہے۔ چراغِ بصیرت اگر گل نہیں ہوا ہے تو سنبھل جانے کے لیے ہدایت کی یہ کرن کافی ہے ؏

شاید کہ اُتر جائے دل میں میری بات

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں:

''جس دن بندوں کے اعمال کا بدلہ دیا جائے، ریا کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دکھاوے کے لیے کام کرتے تھے جا کر دیکھو کہ وہاں تمہارے لیے کوئی بدلہ اور خیر ہے۔'' [بیہقی]

دنیاوی چند دنوں کی واہ واہی لوٹنے کے لیے جن لوگوں نے نام و نمود کو فطرتِ ثانیہ بنا لیا ہے کل روزِ جزا معلوم ہوگا کہ کس سے کٹے اور کس سے جڑے، کیا کھویا اور کیا پایا۔ اسلام نے دل کے تزکیہ پر جو زور دیا ہے اور ہر کام میں اخلاص کا دامن تھامے رہنے کی جو ہدایت کی ہے وجہ یہی ہے کہ ریا دل کی بیماری ہے، اس سے روح گندی اور ضمیر اندھا ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے ظاہر کو درست کرنے میں بڑا اہتمام کرتا ہے، تو سمجھ لو کہ اس کا باطن خراب ہے۔'' [رسالہ قشیریہ]

بقلم خود اپنے لیے کوئی لقب لکھنا، یا بزبانِ خود بولنا احساسِ برتری کا اعلامیہ ہے، اس سے نخوت کا خمار ٹپکتا ہے، غرور کی بو آتی ہے، ریا کا دھواں اُٹھتا ہے، یہ چیزیں ترقیِ درجات کی راہ کا سنگِ گراں ہیں، عظمت و رفعت کی روشنی تو تواضع کے بلند مینار سے پھوٹتی ہے، اس لیے عرض ہے کہ ؎

چھوڑ کر اپنی تعلی، کر تواضع اختیار
رتبۂ مینارِ مسجد پست ہے محراب سے

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللہ۔ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔ پتہ چلا بندی و سرفرازی عاجزی و انکساری میں ہے۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں: ''وہ ساعت جس میں انسان اپنے آپ کو ذلیل خیال کرے ستّر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔'' [احیاء العلوم]

قرآن و حدیث اور اقوالِ عرفاء کی انہی تعلیمات اور روشن ہدایات کے برکات و اثرات تھے کہ ہمارے اسلاف کرام کی زندگی اخلاصِ عمل کے نور سے شرابور رہا کرتی تھیں، وہ حضرات عبادات کا ذخیرہ جمع بھی کرتے اور اس کے بچانے کی فکر میں بھی رہتے تھے، راتیں بھیگتیں تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتیں، وہ عبادت کر کر کے روتے تھے اور رو رو کر عبادت کرتے تھے، آج سرمایۂ عبادت سے دامن سونا ہے، مگر ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اور اگر کشکولِ حیات میں کچھ خزف ریزوں کا احساس ہو گیا تو چرچا کیا جاتا ہے۔ پہلے دریافت احوال پر بھی اپنی خلوت کے حال کو چھپانے کی کوشش ہوتی تھی۔ آج اپنا علمی رعب بٹھانے، شخصی دبدبہ جتانے کے لیے بزبانِ خود اپنی ستائش کی جاتی ہے۔ پہلے اگر کسی کے بارے میں لوگوں کو یہ خوش گمانی ہوتی کہ فلاں رات رات بھر جاگ کر خدا کی عبادت کرتا ہے، مگر ان کے معاملات میں کچھ کمی ہوتی تو خیالِ احباب معلوم ہو جانے کے بعد وہی کرنے کی ٹھان لیتے جیسا لوگوں کا گمان ہوتا۔ اگر کوئی حافظ نہیں ہے مگر لوگ اپنی

خوش فہمی سے حافظ لکھ دیتے تو حافظ بن کر خوش فہمی کو حق فہمی کے قالب میں ڈھال دیا جاتا۔ مثلاً امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہر رات تین سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کہیں جارہے تھے کہ راستے میں ایک شخص نے دوسرے سے کہا، یہ وہ امام ہیں جو ہر رات پانچ سو رکعت نفل نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا تو اسی وقت یہ نیت کرلی کہ آج سے پانچ سو رکعت ہی نفل نماز پڑھا کروں گا تاکہ اس شخص کا گمان درست ہوجائے۔ ایک دن آپ کے شاگردوں نے آپ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ امام صاحب رات بھر عبادت کرتے رہتے ہیں۔ سیدنا امام اعظم نے فرمایا: ان شاء اللہ! آج سے ایسا ہی کروں گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ والا شان ہے۔ يحبُّونَ اَنْ يُّحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔ چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو، یعنی جو بندے اس چیز کی تعریف کو پسند کرتے ہیں جو اُن میں نہیں ہے، پس وہ ہرگز عذاب سے نہ چھوٹیں گے۔ لہٰذا آئندہ میں ساری رات عبادت میں گذاروں گا، تاکہ اس فرمان کی زد میں نہ آجاؤں۔ اس کے بعد آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

اب آئیے امام اعظم کے مظہر اتم، مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کا حال دیکھیے۔۔۔ کسی صاحب نے آپ کے القاب کے ساتھ 'حافظ' بھی لکھ دیا، اس وقت تک آپ حافظ نہیں تھے۔ شیر بیشۂ اہلِ سنّت حضرت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ اس عریضہ کو سن کر اعلیٰ حضرت کی چشمانِ مبارک میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے حق میں قرآنِ عظیم فرماتا ہے: يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا۔ یعنی جب ان لوگوں کی تعریف میں ایسی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں جو اُن کے اندر نہیں تو وہ لوگ ایسی تعریف کو پسند کرتے ہیں۔ خشیتِ ربانی کا جلوہ دیکھیے کہ یہ واقعہ ۲۹ / شعبان کا ہے اور آپ رمضان المبارک کی ۲۷/ویں تک پورا قرآن حفظ کرکے حافظِ قرآن بن گئے ؏

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کے سوا مشکل ہے

سیدنا امام اعظم اور حضور مجددِ اعظم رضی اللہ عنہما کا حال تو یہ ہے کہ اپنے حق میں گمان کیے القاب و اوصاف کے جب تک حامل نہیں بن گئے چین نہیں آیا۔ قرآنِ مجید کی محولہ بالا آیت خوفِ الٰہی کا طوفان جگاتی رہی اور جب خیالِ احباب کے بالکلیہ امین بن گئے تو وجودِ مسعود مسرت فراواں سے گلنار ہوگیا۔ یہ ہے صدق وصفا کے حاملین کا پاکیزہ کردار کہ قدم قدم سنبھال کر رکھ رہے ہیں۔ آخرت کی پرسش ہر وقت پیش نظر ہے اور یہ ہیں آج کے ان بے ریا حضرات کے بارِیا سپوت جو اصلی متبع ہونے کا دَم بھرتے ہیں اور اپنے نام کے ساتھ بقلم خود اور بزبانِ خویش اپنے لیے القاب لکھ کر یا بول کر عاقبت نااندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں اور گمان کے سمندر میں القاب کا کنکر پھینک کر اُٹھنے والی لہروں سے بدگمانیوں کو جنم دے رہے ہیں۔

یاالٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والوں کے لیے اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے، جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں، اسی طرح اور کوئی ناموزوں صفت اپنے لیے پسند کرتے ہیں، انھیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔'' [خزائن العرفان، ص ۱۲]

دراصل شیطان نہیں چاہتا کہ کوئی بندۂ مومن خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو، یا کسی کا عمل خدا کے دربار میں محبوب ہو۔ علم وعمل کی چنگاری دیکھتے ہی اس کی بے قراری شروع ہوجاتی ہے۔ اب وہ اپنے محبوب حربے شروع کردیتا ہے۔ کرتا یہ ہے کہ اس کے دل میں احساس کی برتری و بڑائی ڈال دیتا ہے اور اس کے چھوٹے کام کو بڑا، جھوٹے کو سچا، بُرے کام کو بھلا بنا کر پیش کرتا رہتا ہے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اچھے اچھے اس میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ [اِلّا ماشاء اللہ]

قرآن شریف میں ہے: وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ۔
اور جب کہ شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے کام بھلے کر دِکھائے۔ [انفال،۴۸]

بقلم خود یا بزبانِ خویش اپنے لیے القاب لکھنے یا بولنے والوں کو چاہیے کہ اس آیت کریمہ کی میزان پر اپنے افکار واعمال کو تولیں۔ ان کی یہ پسند کہیں شیطانی کمند تو نہیں ہے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے : ''آدمی کو اپنا ہر کام جب اچھا لگنے لگے تو فوراً اپنی اصلاح کرنی چاہیے، اس لیے کہ شیطان اس حربے سے بھی انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔''
درحقیقت کارزارِ حیات کی یہ وہ پُرخار وادی ہے جہاں سے دامن بچا کر نکلنا ہر انسان کے لیے آسان نہیں ہے۔ ہاں! جس کے ہاتھ میں کسی مضبوط نسبت والے ولی کا دامن ہو، اور خود اس کی بھی نسبت اس ولی سے مضبوط ہو، وہی محفوظ رہ سکتا ہے۔ اگر کسی پیر سے کڑی بھی ملی تھی، مگر پھر بھی فریب کھا گیا تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں — یا تو جسے مرشد بنایا تھا، اس کی اپنی نسبت مضبوط نہیں تھی، یا خود اس جناب کی اپنے مرشد سے نسبت مضبوط نہیں تھی۔ اب تو اپنے اپنے محاسبے کی چیز ہے کہ کمی کہاں پر ہے؟ پانی کہاں اس سے آرہا ہے؟ خزف کو صدف کیوں کہہ رہا ہے؟ سراب کو حباب کیسے سمجھ رہا ہے؟

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید پر یہ جنون سوار ہو گیا کہ میں اب بالکل کامل ہو گیا ہوں۔ چنانچہ وہ گوشہ نشین ہو گیا، اس کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ ہر رات بزعم خود فرشتوں کو دیکھنے لگا۔ وہ فرشتے اس کے لیے اونٹ حاضر کر کے کہتے کہ چلو ہم تمہیں جنت میں لے چلتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس اونٹ پر سوار ہو کر ایک سبز وشاداب مقام پر جاتا، جہاں وہ بہت سے حسین وجمیل آدمیوں کو دیکھتا، نہایت نفیس وعمدہ کھانے اور صاف شفاف نہریں پاتا۔ اس کی یہ حالت یہاں تک ہوئی کہ وہ لوگوں سے کہنے لگا کہ میں ایسا ہوں کہ ہر روز بہشت میں جاتا ہوں۔ اس کی یہ خبر جب اس کے پیر ومرشد حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو پہنچی، تو آپ اس کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کو دیکھا کہ نہایت ٹھاٹ باٹ سے بیٹھا ہوا ہے۔ آپ کے دریافت کرنے پر اس نے تمام حال ظاہر کیا۔ اس کے حالات سن کر آپ کو بے حد افسوس وصدمہ ہوا۔ فرمایا کہ آج رات جب تم وہاں جانا تو لاحول شریف ضرور پڑھنا۔ وہ حسب معمول رات کو خواب کی حالت میں شیطان کی جنت میں پہنچا تو مرشد گرامی کے حکم کے مطابق لاحول شریف پڑھنے لگا۔ لاحول شریف کا پڑھنا تھا کہ سب چیخ مار مار کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ اب وہ کیا دیکھتا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہے اور مُردوں کی ہڈیاں اس کے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ اس کو دیکھ کر وہ بہت چونکا اور گھبرایا۔ اب اس کی آنکھ کھلی، فریب خوردگی کا احساس ہوا۔ علی الصبح حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نادانی پر شرمندہ ہوا، معافی مانگی اور توبہ کیا۔ [تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ]

آج کے فریب خوردہ ماحول کو پھر جنیدی نظر کی ضرورت ہے۔ حضرت نے ایک ہی نظر میں شیطان کی چال کو بھانپ لیا اور فریب کا جتنا بڑا جال شیطان نے ڈال دیا تھا، اس سے نکلنے کا اتنا ہی آسان نسخہ استعمال کیا۔ اپنے مرید کو ہلاک ہونے سے بچالیا۔ آج جن لوگوں پر اپنی برتری، تعلّی اور کچھ ہو چکنے کا بھوت سوار ہو گیا ہے، انھیں پہلی فرصت میں اگر پیر زندہ ہوں تو ان سے رجوع کرنا چاہیے اور اگر وفات پا چکے ہوں تو تصورِ شیخ میں ڈوب کر التجا واستغاثہ پیش کرنا چاہیے اور فوری طور پر جنیدی نسخہ لاحول شریف کا وِرد کر دینا چاہیے۔ لاحول شریف کی برکت سے جب غفلت کا پردہ ہٹے گا تو انھیں اپنی حیثیت عرفی کا پتہ چلے گا۔ عاقبت نااندیشانہ فکر کا خمار جب اُترے گا تو اپنے کیے، سوچے اور کہے کا احساس ہوگا اور جب احساس بیدار ہوگا تو خود ہی خیر کا ذخیرہ برباد ہونے سے بچانے کی فکر کرے گا۔ یاد رکھیے یہ سوچ نہایت خطرناک ہے کہ میں ''کچھ ہو گیا ہوں''۔ ''کچھ'' پر تو اتنا بڑا وبال ہے کہ ''سب کچھ'' پر پانی پھرنے لگتا ہے، تو اگر کوئی شخص ''کچھ'' سے ''کچھ اوپر'' اُٹھ کر اپنے کو ماہر سمجھنے اور صرف ''ماہر'' نہیں بقلم خود ''ماہر رضویات''، ''امیر القلم'' لکھنے لگے، وہ کتنے بڑے دھوکے اور شیطانی فریب میں ہے ؎

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

ماہر ہر کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔ ''ماہر'' وہ ہوتا ہے کہ جس علم میں اسے مہارت کا دعویٰ ہے، اس کے کم سے کم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانتا ہو۔ اور جو زیادہ سے زیادہ کے بارے میں کم سے کم جانتا ہو، اسے تو ماہر کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔ ''رضویات'' تو ایک سمندر ہے، اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات و تالیفات، تشریحات و تعلیلات، مکتوبات و ملفوظات، نثریات و منظومات تمام کے مجموعہ کا نام ہے۔ (اور اگر رضا اور متعلقاتِ رضا پر لکھی گئیں کتابیں بھی شامل کرلی جائیں تو اس کا دائرہ اور وسیع ہوجائے گا) اب تک اس کی قطعی حد بندی نہیں ہو پارہی ہے کہ اعلیٰ حضرت کتنے علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے۔ پہلے پہل کہا گیا کہ پچاس علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے۔ کام کی رفتار آگے بڑھی تو پچھتر علوم وفنون کی نشان دہی کی گئی۔ مزید تلاش وتحقیق ہوئی تو یہ تعداد ۱۱۴؍ تک پہنچ گئی۔ جدید اسکالرز نے جدید انداز میں چھان بین کی تو ان کی تحقیق انیق سے یہ تعداد ۳۰۵؍ تک چلی گئی ہے۔ [معارفِ رضا، ص ۲۴]

زمانہ جوں جوں آگے بڑھ رہا ہے اور جیسے جیسے علوم کی روشنی سے آنکھیں چکاچوند ہورہی ہیں علومِ رضا کا تازہ بہ تازہ، نو بہ نو آفتاب مطلع معلومات پر چمکتا جارہا ہے۔ اس طرح دن بہ دن علوم رضا کی تعداد میں خوشگوار اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ آئندہ دیکھیے یہ تعداد کہاں تک پہنچتی ہے۔ اب ایسے میں ماہر رضویات وہی ہوسکتا ہے جو رضویات کے خزانے میں مستور علوم وفنون کے تمام دُرِشہوار پر نظر ہی نہیں کامل گرفت رکھتا ہو۔ تعجب ہے کہ لوگ بقلم خود ماہر رضویات اور امیر القلم لکھ کر اپنی قلعی کھول رہے ہیں اور افسوس ہے کہ اپنے اخلاص کے افلاس کا بِن مانگے سب کو ثبوت فراہم کررہے ہیں۔ خدا کرے جہانِ رضویات میں ہر دن ایک ماہر رضویات پیدا ہوتا کہ ان کی مہارت کی لالہ کاری اور انتھک جدوجہد کی کوہ کنی سے علمی دنیا ششدر رہ جائے اور یہ حقیقت خود سر چڑھ کر بولنے لگ جائے کہ امام احمد رضا کا علمی قد اتنا بلند ہے کہ دو تین صدیوں میں ایسی کوئی قد آور شخصیت نہیں۔ ان کا کوئی مماثل و ہمسر نہیں اور سب مل کر یہ گنگنانے لگیں کہ ؎

ہر علم و فن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دِیے ہیں

مگر یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ القابات وخطابات خود سے نہیں متعین کیے جاتے اور بقلم خود نہیں لکھے جاتے۔ یہ ایثار و اخلاص کی برسات میں خدمات کی کثرت دیکھ کر اکابرین یا معاصرین کی طرف سے ازخود ملتے ہیں۔ اس کے لیے تحریک نہیں چلانی پڑتی، احتجاج نہیں کرنا پڑتا، دھونس نہیں جمایا جاتا، جلوس نہیں نکالے جاتے، خاکے نہیں تقسیم کرنے پڑتے، مخلصانہ خدمات کی یہ پُراثر تاثیرات ہوتی ہیں کہ فکر وخیال کے آفاق پر بڑھ کر خود ڈیرہ ڈال لیتی ہیں۔ بزمِ دین و دانش میں بڑھ کر جام و مینا سنبھال لیتی اور صاحبِ کام کے نام کو ازکراں تا بہ کراں اُچھال دیتی ہیں۔ اس میں حیثیت منوانی نہیں پڑتی خود مان لی جاتی ہے۔ سید الشہداء، امام اعظم، محبوبِ سبحانی، غریب نواز، مخدوم بہار، محبوبِ الٰہی، دبیر الملک، شمس العلماء، شیخ الاسلام، اعلیٰ حضرت، حکیم الامت، ملک العلماء، صدر الشریعہ، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، امینِ شریعت، تاج الشریعہ وغیرہ وغیرہ اس کی منہ بولتی مثالیں ہیں۔ کچھ حضرات کے القاب وآداب تو اتنے زبان زدِ خاص و عام ہوجاتے ہیں کہ بجائے خود علم بن جاتے ہیں، مگر وہ خود اپنے لیے اس لقب کا استعمال نہ بقلم خود کرتے ہیں اور نہ بزبانِ خویش، دور کیوں جائیے ماضی قریب کی وہ عبقری ونقرئی شخصیت جس پر اس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں اور اُس کوٹھی کا دھان اِس کوٹھی میں کرکے لوگ پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کرکے ڈاکٹر کیا بن رہے ہیں کہ آپے سے باہر ہوجارہے ہیں، یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی، کوئی بتلائے انھوں نے بقلم خود کبھی اپنے کو اعلیٰ حضرت لکھا ہو۔ حضور مفتی اعظم جن کی فتویٰ کی قطعیت و جامعیت ربع مسکون میں مسلّم ہے، نے کبھی اپنے آپ کو مفتی اعظم لکھا ہو، یا حضور ملک

العلماء جن کی علمی وسعت وجلالت دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے انھیں ملک العلماء کہا، پھر یہی لقب پورے دیار و امصار میں مشہور ہو گیا، نے کبھی اپنے نام کے ساتھ ملک العلماء لکھا ہو۔ باوجود یہ کہ حضرات علوم و افکار کے بحر ذخار تھے۔ ان کے فتاویٰ دیکھ کر لوگ فقہی پیاس بجھاتے اور ان کی کتابیں پڑھ کر صحیح معنیٰ میں لوگ عالم بنتے ہیں مگر یہ سب حضرات ہمیشہ اپنے نام کا سابقہ ”فقیر“ رکھتے۔ فقیر احمد رضا، فقیر مصطفیٰ رضا، فقیر ظفر الدین۔ یہ کہاں کی دانائی ہے کہ شہنشاہ حضرات تو اپنے کو فقیر لکھیں اور فقیر لوگ اپنے کو ”امیر“ لکھیں، خدا نہ کرے کہیں اپنے اسلاف سے کاندھا ملانے کی خواہش تو پرورش نہیں پا رہی ہے ع

برین عقل و دانش بباید گریست

آج تو بقلم خود مفتی، بزبانِ خویش قاضی، بقلم خود مناظر اہلِ سنت، بزبانِ خویش محسن ملت، بقلم خود ماہر رضویات، امیر القلم، بزبانِ خویش خطیب الہند، مفکرِ اسلام، بقلم خود نازشِ صحافت، بزبانِ خویش علامہ و مولانا کی ایسی ہوڑ مچی ہوئی ہے کہ القاب کی پیشانی عرقِ انفعال سے تربہ تر ہے۔ الفاظ اپنی گرتی ہوئی ساکھ پر ماتم کناں ہیں۔ جملے وضع الشئی علی غیر محلہ کا کریہہ منظر دیکھ کر مصروف فغاں ہیں۔ یاد رکھیے یہ کوئی جاہلوں کی ٹیم نہیں ہے، عرفِ عام میں پڑھے لکھے لوگوں کا جھرمٹ ہے۔ قرآنی تعلیمات اور حدیثی ارشادات کا کچھ نہ کچھ سبق جن کے پیش نظر ہے، جو اخلاصِ عمل پر دھواں دھار تقریریں کرتے اور ریا و دغا پر برق بار مضامین لکھتے ہیں، ان کے لیے اتنا اشارہ کافی ہے کہ ع

مجھے رہزنوں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

مکتب سے لے کر مدرسہ تک، انجمن سے لے کر ادارہ تک، تنظیم سے لے کر تحریک تک، مسجد سے لے کر خانقاہ تک، فاؤنڈیشن سے لے کر اکیڈمی تک غرض فرد سے لے کر جماعت تک ہر جگہ ”ہو“، ”ہا“ کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ عمل کا شور شرابہ اور کیے بے کیے کا ہنگامہ نظر آ رہا ہے، ذرّہ کو صحرا اور صحرا کو پہاڑ بنا کر پیش کرنے کی پیشگی جھنکار سمع خراش بنی ہوئی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہ سب بزرگانِ دین کی بزرگی کی آڑ میں ہو رہا ہے، بالخصوص اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے نام پر ہو رہا ہے۔ جن حضرات نے اپنی قوتِ فکر و عمل سے ریا کو بے ریائی کی خلعتِ فاخرہ عطا فرمائی، اخلاص و ایثار کو نئی زندگی بخشی ان کے نام اور کام پر طوفان مسابقت برپا ہے۔ وہ دیکھیے تبسم سے کوئی کچھ کہہ رہا ہے ۔

ہیں صفائے ظاہری کے ساز و ساماں خوب خوب
جس کا باطن صاف ہو وہ باصفا ملتا نہیں
ہے ریا کاروں کا شہرہ اور ریا کاری کی دھوم
بوریائے فقر بھی اب بے ریا ملتا نہیں

(حضور مفتی اعظم)

۲۴ رگھنٹے میں سے ۲۲ رگھنٹہ دینی خدمات میں گذارنے کے باوجود حضرت محدث بریلوی کی التجا ہے ع

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے

وجہ یہ ہے کہ پہلے علم انسان اور اس کی خودی کا محافظ ہوتا تھا، آج کا بے تربیت علم خود کسی محافظ کی بیساکھی کا محتاج نظر آ رہا ہے، اس لیے آج ایسے نصابِ تعلیم کی ضرورت ناگزیر ہو گئی ہے جس میں تصوف کا لازمی گوشہ ہو، تا کہ زندگی کے ہر موڑ پر تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب روشن مینار بن کر رہنمائی کرتا رہے، صاحبِ علم میں فروتنی و عاجزی کا جوہر درخشاں کرے، احساسِ برتری، خود بینی، خود رائی و خود پسندی کی نحوست سے محفوظ رکھے، ورنہ ماہر رضویات کے بعد ماہر نفسیات اور نامعلوم کن کن جزئیات و کلّیات کے ماہرین کا تانتا لگ جائے گا، یہ تصوف ہی ہے جو اِن باطل تصورات پر بند باندھ سکتا ہے، میرے کہنے کا خلاصہ یہ ہے کہ کام کیجیے، نام خود بخود ہو ہی جائے گا، نام کے لیے کام مت کیجیے، یہ دیکھیے اعلیٰ حضرت کتنی پیاری بات کہہ رہے ہیں ۔

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا
اے رضا ہر کام کا اِک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

(اعلیٰ حضرت) ■■■

(از: ڈاکٹر معین احمد خاں قادری*

برصغیر اور جدید مسلکی اختلافات! ایک جائزہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ وہ زمانہ آرہا ہے جب دنیا کی قومیں تم پر حملہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح پکارینگیں جس طرح کھانے والے پیالے پر گرتے ہیں، صحابہ کرام میں سے ایک نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس دنیا میں مسلمان کم ہوجائیں گے،، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہوگے لیکن تمہاری حالت ایسی ہوجائے گی جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس وخاشاک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھالے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔

[ابوداؤد، جلد ۴/ص نمبر ۱۱۱/حدیث نمبر ۴۲۹۷]

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مقدسہ کو مدّنظر رکھ کر اگر ہم اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ کے اوراق کو الٹ پلٹ کر دیکھیں تو فوراہی یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ اللہ کے اس دین حق کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہر دہر میں ناپاک سازشیں کی جاتی رہی ہیں، اسلام کے تناور درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے صدیوں پرائے باہم دست وگریباں دشمن، ایک دوسرے کے دوست بن کر کندھے سے کندھا ملا کر اسلام کے خلاف صف آرا ہوگئے، لیکن "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا،، (حق آیا باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا) قرآن مقدس کے اس فرمان عالیشان کے مطابق اسلام پہلے سے بھی زیادہ طاقتور بن کر ابھرا یعنی کہ ہر کربلا اس کے لئے ایک نئی زندگی ثابت ہوئی، لیکن گزشتہ کئی صدیوں سے عالم اسلام جس بے سروسامانی وکمپرسی کی زندگی گزار رہا ہے، وہ سبھی اہل علم ہی نہیں بلکہ عوام الناس کی بھی نظروں کے سامنے ہے مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک آج مسلمانان عالم کو اپنے ناپاک نرغے میں لینے کی کوششیں کی جارہی ہیں، آخر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار برس تک دنیا کی امامت کے فرائض انجام دینے والی قوم یکا یک پچھلی صف کے بے ہنگم مقتدیوں میں کیوں تبدیل ہو کر رہ گئی؟

عروج وزوال قوموں کی زندگی کے لئے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر تاریخ عالم کے دامن کو ذرا پھیلا کر دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ کس طرح ایک قوم ترقی کے منازل کو طے کرتی ہوئی بام عروج کو پہنچتی ہے اور پھر ایک وہی قوم اپنے لمحوں کی خطاؤں کی صدیوں تک سزا پاتے ہوئے زوال کے تاریک گڈھے میں جا گرتی ہے، عروج زوال کا یہی اصول دیگر قوموں کی طرح قوم مسلم پر بھی نافذ ہوا ہے، گر گر کے یہ قوم سنبھلی ہے اور سنبھل سنبھل کر یہ قوم گری ہے، لیکن تشویشناک اور قابل غور پہلو یہ ہے کہ ماضی کی تباہیاں اس کے لئے اتنی دیر ثابت نہیں ہوئیں، مثلاً ۱۲۵۸ء کو اسلامی تاریخ میں اس اعتبار سے بڑا ہی المناک تصور کیا جاتا ہے کہ اس سال چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خاں عباسی خلافت پر ایک خوفناک طوفان بن کر نازل ہوا، اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی لیکن وہی سال اس نامور فرزند اسلام کا سن پیدائش بھی ہے جس کے نام کی نسبت سے ترک حکومت دولت عثمانیہ کہلائی اور پھر اسی بہادر سلطان نے اور اس کے وارثان نے نہ صرف اپنا کھویا ہوا وقار واپس لیا بلکہ "ہلالی پرچم،، کو دجلہ وفرات کی وادیوں سے لے کر یوروپ کی "ڈینیوب" ندی کے پار اس کی وادیوں تک لہرا دیا۔

مطلب یہ کہ ماضی میں ناکامیوں وبے سروسامانیوں نے کبھی اس قوم کے حوصلے پست نہیں کئے بلکہ ہزیمتوں نے

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے شعبۂ عصریات سابق استاذ اور ایک مؤقر اہل قلم ہیں۔

کبھی اس قوم میں محمد بن قاسم جیسے مدبر فوجی جرنیل کو پیدا کیا، کبھی صلاح الدین ایوبی جیسے سلطان سے تاریخ کو روشناس کرایا اور کبھی عثمان خاں وارطغرل جیسے بہادر و جانباز سلطان پیدا کیے، اگر ایک طرف ان کی عظمت و رفعت کا سورج غروب ہوتا دکھائی دیتا ہے تو دوسری جانب ان کی عظمت وسربلندی کا ایک نیا سورج طلوع ہوتا بھی دکھائی دیا، آخر قوم مسلم کی اس بربادی کی وجہ کیا ہے؟ آج کے اس جدید دورِ جمہوریت میں تعداد کا وزن سب سے اہم وزن تصور کیا جاتا ہے لیکن قومِ مسلم کا تعداد کی بنیاد پر وزن کا خواب، خواب گم گشتہ سے زیادہ نہیں رہا اور دنیا کی یہ زندہ دل قوم کیوں گرد راہ بن کر رہ گئی؟ اس کا جواب اگر قرآن وحدیث میں تلاش کیا جائے تو فوراً ہی مل جاتا ہے جس کا خلاصہ ایک شاعر نے اپنے ایک شعر میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

لیکن دنیاوی پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو مملکت اسلامیہ کے باہمی اختلافات اور کسی بھی موقف پر متحد ہونے کا فقدان اس کی سب سے بڑی وجہ نظر آتے ہیں، اختلافات کی گہرائی میں جھانکا جائے تو بہت سی اور وجوہات کے ساتھ مسلکی اختلافات بھی اہم وجہ معلوم ہوتے ہیں، آیئے ہم مسلکی اختلافات خصوصاً برصغیر کے مسلکی اختلافات کے ایک پہلو کو دیکھتے ہیں۔

برصغیر کے مسلکی اختلافات کا جب ذکر آتا ہے تو بہت سے نام عوام الناس کے ذہنوں میں گردش کرنے لگتے ہیں، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آج ملکی اختلافات سے مسلم معاشرے کا ایک بڑا طبقہ جس میں خاص طور سے جدید تعلیم سے آراستہ طبقہ زیادہ شامل ہے، اتنا متنفر ہو چکا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اختلافات سے الگ رکھ کر صرف مسلمان کہلانے کی کوشش میں مصروف ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اپنی راہیں قرآن وحدیث، صحابہ کرام کی حیات طیبہ اور ائمہ کرام و مجتہدین عظام کے بتائے ہوئے زریں اصولوں سے طے کرتا لیکن خود طے کرنے کی کوشش میں گمراہی وضلالت کے گہرے غار میں گر کر صلح کلیت کے زندہ تابوت میں دفن ہو کر رہ گیا ہے، حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ طبقہ اپنے آپ کو ہر گروہ سے دور رکھنا چاہتا ہے لیکن اسے اس کی لاعلمی کہا جائے یا مخالفین کی شعوری و منظم سازش یا اس کی کھلی بد نصیبی کہ سب سے زیادہ دوری اگر بنائے رکھنا چاہتا ہے تو سرزمین بریلی کے اس عظیم مفکر و مصلح قوم وملت سے جسے وہ حامی بدعت سمجھ بیٹھا ہے۔

تو آیئے انتہائی سنجیدگی سے یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اختلافات کی یہ صدائے بازگشت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے در سے سنائی دیتی ہے یا پھر اس کی تخم ریزی بہت پہلے ہی کی جا چکی تھی، اس سلسلے میں ابوالکلام آزاد کی ایک تحریر دیکھتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' وجلاء العین لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل مچ گئی اور ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی، متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کیا، تمام علمائے دیوبند سے فتویٰ مرتب کرایا پھر حرمین سے فتویٰ منگایا، مولانا منورالدین کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتداً اسمٰعیل دہلوی اور ان کے رفیق شاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحئی کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد دہلی کا شہرۂ آفاق مناظرہ ترتیب دیا، جس میں ایک طرف اسمٰعیل دہلوی و مولانا عبدالحئی تھے تو دوسرے طرف مولانا منورالدین اور تمام علمائے دہلی۔''

[آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، بحوالہ مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی، ص ۵۶]

واضح رہے کہ مولانا منورالدین علیہ الرحمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے تلمیذ اور مولانا آزاد کے والد محترم مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ کے نانا ہیں، اس سلسلے میں اپنے آپ کو کسی حد تک مسلکی اختلافات سے بے نیاز رکھنے والے مولانا کوثر نیازی صاحب کی رائے بھی ملاحظہ کرتے چلیں:

نقدونظر

"کہا جاتا ہے کہ احمد رضا بہت متشدد تھے، انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علما واکابر کو کافر ٹھہرایا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہی بات تو انہیں دوسرے مکاتب، فکر کے مقابلے میں ممیز و مشخص کرتی ہے، بدقسمتی سے ہمارے یہاں اکثر لوگ انہیں "بریلوی" نام کے ایک فرقے کا بانی سمجھتے ہیں حالانکہ اپنے مسلک کے اعتبار سے وہ صرف حنفی اور سنی ہیں اور بس۔

اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابلِ اعتراض گردانا اور معاملہ چونکہ عظمت رسول کا تھا توہین رسول ﷺ کی بنیاد پر انہیں فتووں کا نشانا بنایا، دیکھا جائے تو یہی فتوے امام احمد رضا اور ان کے مکتبہ فکر کے جداگانا تشخص کا مدار ہیں جس تشدد کی دوہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور حیات کا عرفان ہے وہ فنافی الرسول تھے اس لیے ان کی غیرت عشق رسول احتمال کے درجے میں بھی توہین رسول ﷺ کا کوئی حتی سے حتی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی، دم آخر اپنے عقیدت مندوں اور وارثوں کو جو وصیت کی، وہ بھی یہی کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرہ بھی گستاخ دیکھو پھر وہ کیسا ہی بزرگ و معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکو۔" [وصایا شریف]

میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس کاندھلوی سے لیا ہے کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے مولوی صاحب (اور صاحب ان کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بخشش تو انہیں کے فتووں کے سبب ہو جائے گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا احمد رضا خاں تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ بڑے بڑے عالموں کو تم نے معاف نہیں کیا تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے تو ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا، جاؤ اس عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔"

حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدد قرار دیتے ہیں وہ بارگاہ رسالت میں ان کے ادب واحتیاط کی روش کا نتیجہ ہے۔"

شاعر نے شاعری نہیں کی بلکہ حقیقت کی ترجمانی کی ہے جب یہ کہا کہ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور میرا اپنا ایک شعر ہے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے
خطرہ ہے یہاں بہت سخت بے ادبی کا

ادب واحتیاط کی یہی روش امام رضا کی تحریر وتقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے یہی ان کا سوز نہاں ہے "ووجدك ضالا فهدى" کے ترجمے کو ہی دیکھ لیجئے، قرآن پاک شہادت دیتا ہے "ما ضل صاحبكم و ما غوى" (رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بہکے) 'ضل' ماضی کا صیغہ ہے، مطلب یہ کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے، عربی زبان ایک سمندر ہے، اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں اس کا کون سا مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔ (ووجدك ضالاً) کا ترجمہ (ما ضل) کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت رسول کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھئے کہ انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے؟ دیوبندیوں کے شیخ الهند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں "اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی" کہا جا سکتا ہے کہ محمود الحسن ادیب نہ تھے، ان سے چوک ہو گئی، آئیے دیوبندیوں کے ادیب وشاعر مصنف وصحافی عبدالماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ ہے "اور پایا بے خبر سو رستہ بتا دیا" مولانا دریابادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے، اس دور میں اردوئے معلیٰ لکھنے والے ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے ان کا ترجمہ یوں ہے "اور تمہیں ناواقف راہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" پیغمبر کی گمرہی اور پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں، انہیں نظر میں رکھئے اور پھر کنز الایمان میں امام

احمد رضا کے ترجمہ کو دیکھئے، امام احمد رضا نے کیا عشق افروز اور ادب آمیز ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتا پایا تو اپنی طرف راہ دی'' کیا ستم ظریفی ہے کہ فرقہ پرور لوگ رشدی کی ہفوات پر زبان کھولنے میں اس لئے تامل کریں کہ کہی آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگادیں جو عشق رسول ﷺ کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

کیا ستم ظریفی ہے کہ جو رد بدعات میں شمشیر برہنہ تھا، اسے خود حامی بدعات قرار دیا گیا، ان کی تحریرات وفتاویٰ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جتنی سخت مخالفت خلاف شرع امور کی انہوں نے کی شاید ہی کسی اور نے کی ہو، ان کے معاصر حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے مرشد کو سجدۂ تعظیمی کے نام سے ایک کتابچہ لکھا تو امام احمد رضا نے حرمت سجدۂ تعظیمی کے نام سے اس کا جواب لکھا، سو سے زائد آیات واحادیث سے اسے حرام قرار دیا، عام طور پر لوگ پیری مریدی کو اسلام کا لازمہ قرار دیتے ہیں مگر آپ نے اپنی کتاب **الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية** میں لکھا ہے کہ انجام کار دستگاری کے لئے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے۔

اسی طرح ہمارے یہاں قبروں پر چراغاں کیا جاتا ہے مگر امام احمد رضا قبروں پر چراغ جلانے کو بدعت قرار دیتے ہیں، صرف اس صورت میں اس کے جواز کے قائل ہیں کہ جب قبر راستے میں واقع ہو یا مسجد میں ہو اور اس کی روشنی سے مسافروں اور نمازیوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہو، مزار پر صرف ایک چادر چڑھانے کے جواز کے قائل ہیں، اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''جو دام اس میں صرف کریں، وہ ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں، قوالی کے متعلق آپ نے اپنے رسالہ مسائل سماع میں ان قوالیوں کو ناجائز قرار دیا ہے جن کو مزامیر کے ساتھ سنا جاتا ہے۔

[بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور پاکستان ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء]

مولانا نیازی کی رائے جذباتی تلاطم میں وقتی طور پر بہ جانے والے شخص کی رائے نہیں بلکہ ایک ایسے اسکالر کی ہے جو کسی بھی موقف پر اظہار خیال تبھی کرتا ہے جب اس کے متعلق تفصیلی معلومات رکھتا ہو، یقیناً ہم ان کی صاف گوئی اور اعتراف حقیقت کے جذبے کی قدر کرتے ہیں لیکن ان کی رائے کو من وعن اتارنے کے بعد صرف ایک پہلو پر ضرور بحث کرنا چاہیں گے، وہ یہ کہ جس مسئلے کو انہوں نے عظمت ورسالت کا ماننا ہے جب کہ توہین رسالت کا ماننے سے انکار کر دیا ہے تو آیئے دیکھتے ہیں معاملہ کیا ہے؟

حدیث پاک ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اے ابوبکر میری حقیقت میرے رب کے علاوہ کسی نے نہ جانی۔ (اس حدیث پاک کو حضرت احمد بن محمد خیر الفاری عباسی مدنی نے، الدولتہ المکیۃ کی تقریظ میں ص ۱۵۱ر پر نقل کیا ہے، اور آگے لکھتے ہیں کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی لئے کہا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے کہ تم لوگوں نے حضور اکرم کا صرف ظل وسایہ دیکھا، ابو الحسن شاذلی نے فرمایا اویس نے سچ کہا بے شک علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام تھا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفس مطہر کو پایا اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے قلب منور کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے عقل کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم کی روح مقدس کو پایا اور حضور کی پوری حقیقت ایک پوشیدہ راز اور ایک پوشیدہ خزانہ ہے جس کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔)

غالباً اسی حدیث پاک کو مدنظر رکھتے ہوئے ساتویں صدی ہجری کی مایہ ناز شخصیت شیخ مصلح الدین محمد سعدی شیرازی علیہ الرحمہ بارگاہ رسالت میں یوں خراج عقیدت پیش کیا جائے۔ؔ

بلغ العلی بکمالہ　　　کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع اخصالہ　　　صلو علیہ وآلہ

نویں صدی ہجری جس کو مشہور شاعر ادیب ودانشور عارف اللہ ابو عبد الرحمٰن مولانا نور الدین محمد جامی علیہ الرحمہ کی صدی کہا جاتا ہے، فرماتے ہیں:

یا صاحب الجمال ویا سیدالبشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقه
بعداز خدابزرگ توئی قصه مختصر

دور جدید کے عظیم مفکر شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال بارگاہ رسالت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وہ دانائے سبل ،ختم رسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا عروج وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسں وہی طٰہ

امام احمد رضا بریلوی نے اس حدیث پاک کی تشریح کچھ یوں کی ہے:

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
انساں نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

دوسری جانب وہ تحریریں جو نیازی صاحب کے نزدیک صرف خلاف احتیاط تحریریں ہیں، ملاحظہ کیجئے اور خود فیصلہ کیجئے:

(۱) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ صاحب کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ [تقویۃ الایمان، اسماعیل دہلوی]

(۲) ابلیس کا علم تو نص سے ثابت ہے سرکار دو عالم کا علم کونسی نص سے ثابت ہے اور کہاں نص قطعی ہے۔ [براہین قاطعہ، رشید احمد گنگوہی]

(۳) اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں آنحضرت ہی کی کیا تخصیص ایسا علم تو عمر زید مجنون صبی وجمیع بہائم کو بھی حاصل ہے۔

[حفظ الایمان، اشرف علی تھانوی]

کسی بھی مفکر کو اچھی طرح پڑھے بغیر اس کے متعلق کوئی رائے دے دینا ایسی تاریخی غلطی تصور کی جاتی ہے جو اس کو بے اعتبار قرار دیتی ہے، امام احمد رضا بریلوی ایک ایسے مظلوم مفکر ہیں جو اس طرح کی سازشوں کا بہت زیادہ شکار ہوئے ہیں، امام احمد رضا کی تصنیفات کا جائزہ لینے کے بعد یہ انکشاف ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑے حامی سنت اور ماحی بدعت تھے، بعض مغربی مورخین نے بھی ان کی تصانیف کا مطالعہ کئے بغیر ہی ان سے منسوب مکتبہ فکر پر ناقدانہ تبصرے کر دیئے ہیں، ڈبلو. سی. اسمتھ نے لکھ دیا کہ بریلوی مکتبہ فکر ایک زوال پذیر جماعت کی معاشرتی اور مذہبی رسوم کی نمائندگی کرتا ہے۔ [ماڈرن اسلام اِن انڈیا۔ D.C. Smith لاہور ۱۹۶۹ء ص ۳۶۲ ماخوذ از اہل سنت کی آواز مجلہ اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۲۵۷]

باربرا میٹکاف کی نگاہ ناقدانہ میں ”بریلوی علمائے اہل سنت والجماعت رسوم ورواج سے بوجھل مذہبی روایت اور قرون وسطیٰ کے پیروں اور ان کے مزارات سے وابستہ توسلی مذہبی قیادت کے پیرو ہیں۔“ [اسلامک روائیول ان برٹش انڈیا ۱۹۸۳ء نیوجرسی از: باربرا میٹکاف ماخوذ ایضاً ص ۲۵۷]

ان کا خیال ہے کہ بریلی علما نے اپنے رتبے اور علم شریعت کو خانقاہوں کے پیرؤوں کے توسل سے گہری وابستگی رکھنے والے توسل اور رسوم ورواج سے بوجھل اسلام کی توجیہ میں صرف کیا۔ [ایضاً ص ۲۵۷]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خانقاہی نظام کو امام احمد رضا کی نئی تحریک سے کافی تقویت ملی جس کا اعتراف ایک صوفی خانوادہ سے تعلق رکھنے والے فرد خواجہ حسن نظامی نے ان الفاظ میں کیا ہے: ”ان کے مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحریروں میں سختی ہے اور بہت جلد دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، مگر شاید ان لوگوں نے اسماعیل اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے، ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی اس کے مقابلے میں جہاں تک میرا خیال ہے، مولانا نے اب تک بہت کم لکھا ہے، جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے موصوف کو اپنا بہادر صف شکن سیف اللہ سمجھی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔ [ہجوم شمارہ (خصوصی) امام احمد رضا نمبر دسمبر ۱۹۸۸ء بحوالہ ہفت روزہ خطیب دہلی مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۵ء، ماخوذ ایضاً ص ۲۵۸]

امام احمد رضا بریلوی کی دینی تحریک کی نوعیت اصلاحی تھی، ان کے معترضین نے اس رخ سے ان کی تصنیفات کا جائزہ نہیں لیا بلکہ تعزیہ داری، مزارات پر عورتوں کی حاضری، مزامیر

تقدونظر

کے ساتھ قوالی کی بے اعتدالی، کردار واطوار میں حکم شرع کی خلاف ورزی کی مخالفت کی، کوئی ایسی بدعت قبیحہ ہے یا منکر ممنوعہ نہیں جس کی انہوں نے ادنیٰ حمایت کی ہو،لیکن ان تمام خرافات وبدعات کواس طرح پیش کیا گیا جیسے کہ وہ اس کے حامی ہوں، جبکہ جاہل عوام الناس کی شرعی احکامات کی خلاف ورزیوں کو امام احمدرضا کے مسلک کی پہچان بنا کران کے مخالفین نے پیش کیا۔

اخیر میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے ایک دردمندانہ اور مؤدبانہ اپیل کرنا چاہوں گاان تمامی حضرات سے جوعظمت اولیا کے عقیدے کے قائل ہیں کہ خدارا ہوش سے کام لیجئے،زمانے کے بدلے ہوئے مزاج کو سمجھئے،آج ہماری ہرشرعی غلطی ہمارے مسلک کی غلطی تصور کی جارہی ہے،ہمارے گناہوں کاالزام شعوری اورلاشعوری طور پرتعلیمات رضا کے سرمنڈھا جارہاہے،کہیں ایسا نہ ہو کہ امام احمدرضا ہمیں اپنے حاسدین میں شمار کرلیں اور بروز حشراپنے آقاسے اپنی مظلومی کی شکایت کریں جن کواپنی زندگی میں انہوں نے اپنا حفیظ ومغیث کہ کربات ختم کردی تھی۔ ؎

اک طرف اعدائے دیں اک حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑں درود
تم ہو حفیظ ومغیث کیا ہیں وہ دشمن خبیث
تم ہوتو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

امام النحوحضرت مفتی بلال احمدرضوی کاوصال پرملال

(پریس ریلیز) معروف ومشہورعالم دین،خلیفۂ سرکارمفتی اعظم ہند،تلمیذحضورملک العلماء،عظیم مفتی ومحدث،استاذ العلما، حضرت مفتی بلال احمدنوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پرمورخہ ۱۱ر فروری ۲۰۱۸ء بروزاتوارصبح ساڑھے دس بجے،جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ نیانگرمیراروڈممبئی میں،حضرت علامہ ڈاکٹرغلام جابرشمس مصباحی صاحب کی صدارت وقیادت میں ایک تعزیتی نشست منعقد کی گئی،سب سے پہلے جامعہ کے طلبہ واساتذہ نے قرآن خوانی کی،قاری نواب علی نوری صاحب کی تلاوت سے مجلس کا آغاز ہوا،طلبہ نے نعت ومنقبت کے نذرانے پیش کئے،بانی ادارہ واجدملت حضرت علامہ ومولانامحمداختر علی واجدالقادری صاحب نے اپنے ابتدائی بیان میں بتایا کہ حضرت مفتی بلال احمدنوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۸ء میں بنگواں بستی،ضلع پورنیہ، بہارمیں پیدا ہوئے ملک العلماحضرت علامہ سیدظفرالدین بہاری، بحرالعلوم حضرت سیدافضل حسین مونگری،حضرت علامہ سلیمان اشرفی بھاگلپوری، حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اجلہ علماوفقہاسے مختلف علوم وفنون حاصل کئے۔

۱۹۵۳ء میں دارالعلوم مظہراسلام سے فراغت حاصل کی اورملک کے کئی بڑے اداروں میں ہزاروں تشنگان علوم دینیہ کو سیراب فرمایا،آج ہم غمگین ہیں کہ اب وہ ہم میں نہیں رہے، حضرت علامہ ومولاناڈاکٹرغلام جابرشمس مصباحی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ حضرت کاشمارعصرحاضر کےعلمائے ربانین اورخاشعین میں ہوتاہے،وہ بدن سے دبلے مگرعلم میں بہت ہی بھاری بھرکم تھے،ان کے بحرعلم سے موجودہ دور کے اکابرعلماسیراب ہوئے ہیں،المختصریہ کہ وہ دورحاضر کے جہاں علم کے چمکتے آفتاب تھے، حضرت سے میرارابطہ بہت قریب کارہاہے،وہ سرکارمفتی اعظم ہندعلیہ الرحمہ کے منتخب تھےاورانہی کے اشارے پرفارغ ہونے کے بعد بریلی شریف ہی میں سب سے پہلے درس کا آغاز کیا، سرکارمفتی اعظم ہندسے وہ بہت محبت کرتے تھے،ان کے مرید وخلیفہ بھی تھے، وہ عالم باعمل تھے،وہ ہمارے بزرگ اور پیشوا تھے،ان کے وصال کی خبرسن کرمجھے بہت غم ہوا،مگرانااللہ واناالیہ راجعون پڑھ کراللہ کی بارگاہ میں دست بدعاہوں کہ مولیٰ کریم ان کے درجات بلندفرمائے اوران کافیضان جاری رکھے۔

اخیر میں جامعہ کے ناظم اعلیٰ حضرت علامہ ومولاناحکیم محمد نذیراحمدرضوی نے گلہائے صلاۃوسلام پیش کئے،بعدہ قائداجلاس حضرت علامہ ومولانامحمدمثنی اشرفی صاحب قبلہ کی دعاپرمجلس کااختتام ہوا،اس تعزیتی نشست میں حضرت علامہ ومولانامحمدافتخارعالم قمربھاگلپوری،حضرت مولاناعطاء الرحمٰن رضوی خطیب وامام فیضان غریب نوازمسجد،اسمیتاانیتا،حضرت حافظ بقیہ ص ۱۵ رپر

از: مولانا محمد شاہد القادری*

خلیفۂ اعلیٰ حضرت
علامہ محمد لعل خان مدراسی کلکتوی

حامی سنت، ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد لعل خان قادری برکاتی رضوی مدراسی کلکتوی علیہ الرحمہ مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے نامور اور چہیتے خلیفہ اور آپ کے دست راست تھے۔

ولادت و تعلیم و تربیت

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد لعل خاں قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ایک علمی اور متدین گھرانے میں ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں ہوئی، آپ کے والد گرامی جناب محمد قاسم خان صاحب کا شمار شہر مدراس میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص میں ہوتا تھا، آپ نے اپنے لخت جگر نور نظر کو بھی عصری علوم سے لیس کیا، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، علاقائی اسکول میں میٹرک کر کے مدراس یونیورسٹی سے گریجویشن کیا اور اعلیٰ نمبروں سے ممتاز قرار دیئے گئے، چونکہ گھرانہ مذہبی تھا اور اہل خانہ بزرگان دین سے لگاؤ رکھنے والے تھے اور والدہ ماجدہ سے بار ہا سرکار رسالت مآب ﷺ کا ذکر جمیل، خلفا راشدین اور صحابہ کرام کا تذکرۂ مبارکہ، سیدنا غوث اور سیدنا خواجہ پاک کی حیات طیبہ کے گوشے سنا کرتے تھے، اسی لیے بچپن سے دینی ذہن بنا ہوا تھا، جب آپ نے عملی دنیا میں قدم رکھا تو مزید دینی شعور میں بالیدگی پیدا ہوگئی، آپ فرماتے تھے کہ ’’ہمارے گھر پر ایام مقدسہ میں نورانی محفل سجا کرتی تھی، گھر پر قسم قسم کے پکوان تیار ہوتے تھے، پڑوسی اور احباب تشریف لاتے، ختم غوثیہ اور ختم خواجگان کے مبارک مواقع پر پر تکلف انواع و اقسام کے کھانے کا اہتمام والدین کرتے تھے، بالخصوص عید میلاد النبی ﷺ کے پر بہار موقع پر نئے نئے کپڑوں میں ملبوس ہوتے، گویا کہ پورا ماحول عید جیسا لگتا تھا، ہم عمر بچے قسم قسم کی مٹھائیاں کھا کر جھوما کرتے تھے۔‘‘

ترک ملازمت

اردو انگریزی تعلیم پانے کے بعد ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں اٹھارہ برس کی عمر میں فوج میں محرری کے عہدہ پر تعین ہو کر برما کی جنگ میں شریک ہوئے، دوران جنگ آپ کے دل میں اسلامیات اور کتب سیرت کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، تو اس سلسلہ میں شمس العلما حضرت علامہ غلام رسول مدراسی رحمۃ اللہ علیہ سے چند کتب منگوائی، علامہ موصوف نے آپ کی تسکین ذوق کے لئے ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء میں ’’اکسیر ہدایت، حکایات الصالحین اور کنز الدقائق‘‘ وغیرہ کتب روانہ کئے۔

’’اکسیر ہدایت‘‘ کے مطالعہ کے دوران رزق حلال کا بیان پڑھ کر دل ملازمت سے اچاٹ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جونہی پلٹن واپس ہندوستان پہنچے گی تو ملازمت کو خیر باد کہہ دوں گا، مگر والدہ صاحبہ کے ساتھ دیگر اہل خانہ رضامند نہ ہوئے، جب ۱۳۰۶ھ/۱۸۹۰ء میں پلٹن واپس مدراس سے سکندر آباد گئی، تو آپ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محی الدین ویلوری قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ’’یہ روزگار جو میں کرتا ہوں کیسا ہے؟‘‘ انہوں نے ارشاد فرمایا ’’حرام ہے‘‘ عرض کیا ’’میں اسے چھوڑ دوں‘‘ فرمایا ’’ہاں‘‘ آپ اس وقت کچھ مقروض تھے، اور صرف پچیس (۲۵/روپئے) روپیہ تنخواہ تھی، آپ نے کوشش کر کے چھ ماہ میں قرض ادا کر دیا اور ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ [تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص۳۱۷]

شہر کلکتہ آمد

ترک ملازمت کر کے ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں سفر حج بیت اللہ اور زیارت روضہ انور ﷺ کے بعد ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں

* مضمون نگار مجلس علمائے اسلام مغربی بنگال کے جنرل سکریٹری ہیں۔

واپس تشریف لا کر کلکتہ میں مقیم ہو گئے اور آپ نے تجارت شروع کی، زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں تجارت کا وسیع کاروبار تھا، آپ ایک عرب تاجر محمد یوسف صاحب کے شریک کار تھے، کلکتہ سے عرب ممالک میں چاول وغیرہ برآمد کرتے۔

[تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، ص ۳۱۷]

آپ کے نواسے جناب غلام سمنانی خاں (مقیم علی گڑھ) کی روایت ہے کہ ”میرے نانا جان کی زبان پر ہر وقت **یا صاحب الزمان ادرکنی** کا ورد رہتا تھا، اسی وجہ سے ان کے تجارتی جہاز جاتے ہوئے بموں کے دھماکوں سے محفوظ رہتے تھے، جب کہ دوسرے تاجروں کے جہاز بموں کی وجہ سے چکنا چور ہو جاتے تھے، یہ واقعہ عالمی جنگ کے زمانے کا ہے۔“

[ایضاً، ص ۳۲۰]

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی لکھتے ہیں ”اچانک کلکتہ سے تار آیا، جس میں ملک العلما کی طلبی تھی، تار بھیجنے والے الحاج محمد لعل خاں مدراسی تھے، الحاج مدراسی مولداً ویلور (مدراس) کے تھے، موطناً کلکتوی تھے، نہایت دیندار تجارت پیشہ تھے، ملکی و غیر ملکی سامان تجارت کی آمدات و برآمدات میں ان کے چار جہاز دریاؤں کی لہر پر رواں دواں رہا کرتے تھے، وہ امام احمد رضا کے محب تھے، مداح بھی، ممدوح بھی، خلیفہ بھی، سپہ سالار بھی، وہ باقاعدہ سند یافتہ عالم دین نہیں تھے، دست قدرت کے تربیت یافتہ تھے، امام احمد رضا کے صحبت یافتہ تھے۔“ [جہان ملک العلما، ص ۲۶۸]

حج و زیارت

۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں سفر حج بیت اللہ اور زیارت روضہ انور ﷺ سے مشرف ہوئے، دوران حج آپ بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید و مستفیض ہوتے رہے، خصوصاً حضرت علامہ سید شاہ معصوم بجنوری دہلوی عرف جوتے شاہ اور حضرت گوہر علی شاہ ٹونکی علیہما الرحمہ سے فیض حاصل کیا۔

[تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، ص ۳۱۷]

تعلیمی خدمات

آپ نے علوم نبویہ کی اشاعت اور فکر رضا کی تشہیر کے لیے ایک علمی قلعہ بنام ”مدرسہ عثمانیہ“ بیادگار مرشد سرکار غریب نواز حضرت سیدنا شاہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ ۱۳۳۴ھ میں مرشد برحق سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں کلکتہ کے زکریا اسٹریٹ میں قائم فرمایا، مغربی بنگال میں جماعت اہلسنت کا یہ پہلا مدرسہ تھا، یہ مدرسہ معیار تعلیم کی بنیاد پر عروج پر تھا، جس میں مقامی اور بیرونی طلبا قیام پذیر تھے، خورد و نوش کا معقول انتظام تھا، علامہ کلکتوی نے تعلیمی معیار کو مزید مستحکم کرنے کے لیے سیدنا اعلیٰ حضرت کے توسل سے خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ سید غیاث الدین رضوی سہسرامی علیہ الرحمہ کو بحیثیت صدر المدرسین مقرر کیا، اس مدرسہ میں مروجہ کتب کے علاوہ تصوف کی بھی کتابیں داخل نصاب تھیں، جن میں مکتوبات صدی کو اوّل درجہ حاصل تھا، حضرت علامہ کلکتوی کے بھتیجے مولانا عبد العزیز کلکتوی علیہ الرحمہ جو اس وقت مدرسہ عثمانیہ میں زیر تعلیم تھے، آپ نے فرمایا کہ ”اس وقت مدرسہ میں دور دراز کے طلبا زیر تعلیم تھے، حضرت علامہ غیاث الدین سہسرامی کی آمد سے مدرسہ کا تعلیمی غلغلہ بنگال کی سرحدوں کو پار کر گیا، مالدہ، مرشد آباد، دارجلنگ، دیناجپور، بردوان، سلہٹ، کھولنا، جہانگیر پور، اڑیسہ، بہار اور آسام کے طلبا علمی سیرابی کے لیے تشریف لاتے تھے، گویا کہ یہ مدرسہ اپنے زمانے کا بنگال میں اہلسنت کا علمی مرکز بن گیا تھا، حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے قدم ناز سے اس مدرسہ کو سرفراز فرمایا اور مجھ کمتر کو شرف بیعت کی دولت سے مالا مال فرمایا۔“

تنظیمی خدمات

مسلک اہلسنت اور پیغام رضا کی تبلیغ کے لیے حضرت علامہ محمد لعل خاں کلکتوی علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۴ھ میں سرزمین کلکتہ پر ”انجمن اصلاح عقائد“ کے نام سے ایک فعال تنظیم قائم کی، اس انجمن کے بینر تلے حضرت علامہ کلکتوی نے تبلیغی اور ملی کارنامے انجام دے کر اہلسنت و جماعت کو سربلندی عطا کی، ۱۳۳۴ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دیوبندی مولوی ولی اللہ (ماڑواری کل، ضلع شمالی ۲۴ پرگنہ، بنگال) نام کا اہلسنت کو مناظرہ کا

چیلنج دیا، جماعت اہلسنت کا ایک وفد حضرت علامہ کلکتوی کے پاس پہنچا، آپ نے اس وفد کو ہمت دلاتے مناظرہ کے چیلنج کو قبول کا حکم صادر فرمایا، آپ نے رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ میں مرشد برحق سیدنا امام احمد رضا کو ایک خط روانہ کیا اور پوری تفصیلات سے آگاہ فرمایا، سیدنا اعلیٰ حضرت نے حضرت ملک العلماء بہاری علیہ الرحمہ کو ۲۰/روپے کرایہ عنایت فرما کر شوال ۱۳۳۴ھ میں کلکتہ روانہ فرمایا، ادھر علامہ محمد لعل خان مدراسی کلکتوی نے تیاریاں شروع کر دیں، علما اہلسنت کی ایک میٹنگ ''انجمن اصلاح عقائد'' کے بینر تلے زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں طلب کی، مختلف ذمہ داریوں سے علما کرام کو آگاہ فرمایا اور جلی حرفوں کے ساتھ قدآدم مناظرے کا پوسٹر پورے شہر میں شائع کر کے دیوبندیوں کے کچھار میں ہلچل پیدا کر دیئے، وقت مقررہ سے دو دن قبل حضرت ملک العلما کلکتہ تشریف لائے، آپ نے اپنے رفیق محترم علامہ کلکتوی سے حالات کی آگاہی چاہی اور پوری تفصیلات سے واقف ہوئے، دیوبندی مولوی ولی اللہ کو جب حضرت ملک العلما بہاری قدس سرہ کی آمد کی خبر ملی تو وہ راتوں رات کلکتہ سے فرار ہو گیا، حضرت ملک العلما خود فرماتے ہیں ''سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا، اب کس میں مناظرے کی دم ہے، یہ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے'' اس مناظرے کی مفصل کیفیت جناب حاجی عبدالرحمٰن (ماڑواری کل، شمالی ۲۴/پرگنہ) نے ''گنجینۂ مناظرہ'' کے نام سے ۱۳۳۴ھ میں شائع کیا۔

تصنیفی خدمات

آپ نے فکر رضا کی ترسیل کے لیے تحریری خدمات بھی انجام دی ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

(۱) **سوانح ملک العلما:** ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب تحریر فرماتے ہیں ''دوسری تحریر ملک العلما کی مختصر سوانح ہے، تاریخی اعتبار سے یہ تحریر سب سے قدیم تھی جو حضرت ملک العلما پر پہلے پہل لکھی گئی ہے، جس کا زمانہ ۱۳۳۳ھ یا ۱۳۳۴ھ اور لکھنے والے حضرت الحاج مولانا محمد لعل خان مدراسی ثم کلکتوی ہیں، مولانا کلکتوی اعلی حضرت کے خلیفہ ہیں، ملک العلما کے محب و معاصر ہیں، تاریخ تحریر اور محرر ہر دو اعتبار سے یہ تحریر نہایت بہت اہم ہے۔''

(۲) **تاریخ وہابیہ:** بدنام زمانہ گستاخ رسول و اہل بیت محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کی مختصر تاریخ ہے، آپ نے اس کتاب کے ذریعہ وہابیوں کی حقیقت آئینہ کی طرح قوم کے سامنے رکھ دی ہے۔

(۳) **فتاویٰ بر عقائد وہابیہ و دیوبندیہ:** اس کتاب میں علامہ کلکتوی نے وہابی علماء اور دیوبندی علما کے عقائد فاسدہ کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں اکابر اہلسنت کے فتاویٰ کو شامل کر کے اس کتاب کی اہمیت کو مزید اجاگر فرمایا ہے، یہ کتاب ۱۳۳۵ھ میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔

(۴) **مخزن ہدایت:** اس کتاب میں آپ نے سنت رسول اور اسلامی اخلاق و آداب کا تذکرہ کیا ہے جو دراصل انجمن اصلاح عقائد کے بینر تلے اصلاح عقائد و اصلاح معاشرہ کی تحریک چلی تھی، اسی کا پیغام تھا۔

(۵) **خزانۂ کرامت:** ۱۳۲۴ھ میں پٹنہ سے طبع ہوئی۔

(۶) **یک گزو سہ فاتحہ یمناک۔**

اس کے علاوہ آپ نے بہت سے مضامین تحریر فرمائی ہے جو ''ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ'' ''ماہنامہ الرضا بریلی شریف'' و ''دبدبہ سکندری رام پور'' ''الفقیہ امرتسر'' کی زینت بنے ہیں۔

اشاعتی خدمات

حضرت علامہ محمد لعل خاں کلکتوی نے اپنی جیب خاص سے مرشد برحق سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اور علما اہل سنت کی پچاسوں سے زائد کتابیں اشاعت کر کے تقسیم کروائی ہے، ان میں چند کتابیں یہ ہیں:

(۱) **تدبیر فلاح ونجات:** علامہ کلکتوی نے مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے بارگاہ سیدنا اعلیٰ حضرت میں ایک استفتاء کیا، حضرت محدث بریلوی نے اپنے چہیتے کی دلجوئی اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے لیے ایک رسالہ ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' کے نام سے قلم زد کیا، جو ۱۹۱۲ء میں پہلی مرتبہ

آپ نے کلکتہ سے شائع کیا۔

(۲) مؤذن الاوقات: حضرت ملک العلما نے ۱۳۳۵ھ میں یہ رسالہ قلم فرمایا، ہندوستان کے لیے ۱۲؍درجہ عرض سے ۲۴؍ درجہ عرض تک، ۲۳؍رسالوں کو مرتب کی ضرورت تھی، دس شہروں کے اوقات صوم وصلوٰۃ مختلف احباب کی ضرورت و فرمائش پر ان رسالوں کو تیار کیا گیا، جس میں کلکتہ کا عرض ۲۲؍درجہ حسب فرمائش حضرت علامہ کلکتوی ایک رسالہ بنام ''مؤذن الاوقات'' معرض وجود میں آیا۔

(۳) جواہر البیان: یہ کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کا اردو ترجمہ ہے، حضرت علامہ کلکتوی علیہ الرحمہ کی فرمائش پر حضرت ملک العلما نے اردو میں ترجمہ کیا، علامہ کلکتوی نے ۱۳۲۳ھ میں اسے شائع کیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لٹریچر کی اشاعت میں حضرت حاجی (علامہ کلکتوی) صاحب کی خدمات بے مثال ہیں، حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی تفسیر ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' کی اشاعت میں بھی معاونت فرمائی۔ [تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۳۲۰]

علامہ کلکتوی نے باقاعدہ علما اہل سنت کی کتابوں کی اشاعت کے لیے زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں ایک مطبع بنام ''مطبع اہلسنت وجماعت'' قائم فرمایا تھا۔

ردتحریک ندوۃ العلما

مجلس علمائے اہلسنت کلکتہ کی دعوت پر ۱۷؍شعبان المعظم ؍یکم دسمبر ۱۹۰۱ء اکابرین علمائے اہلسنت کا قافلہ کلکتہ پہنچا، مجلس علمائے اہلسنت کلکتہ نے ہندوستان کے مختلف بلاد وامصار سے علما اہلسنت کو اظہار حق کے لئے مدعو کیا تھا، کیونکہ انہیں ایام میں ندوۃ العلما کا جلسہ کلکتہ میں ہونے والا تھا، علمائے اہلسنت جو ندوۃ العلما کے ابتدائی اجلاسوں میں شرکت کے بعد ارباب ندوہ میں غیر مقلدین، شیعہ، نیچری، دیوبندی، صلح کلیوں کی شمولیت پر احتجاجاً ندوہ سے علیحدہ ہو گئے تھے، ہمیشہ ندوہ کے مفسدات سے عوام اہلسنت کو آگاہ کرتے رہے، اور اس ضمن میں سفر بھی اختیار کرتے رہے، اجلاس پٹنہ کے موقع پر علمائے اہلسنت نے ایک مرتبہ پھر ارباب ندوہ کو مناظرہ کی دعوت دی، لیکن ندوی حضرات نے کوئی جواب نہیں دیا، چنانچہ طے کیا گیا کہ اس دعوت کی کلکتہ کے اجلاس کے موقع پر تجدید کی جائے، اس سلسلے حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا کے خلیفہ حضرت علامہ الحاج محمد لعل خاں قادری رضوی مدراسی نے جو کلکتہ میں مقیم تھے بڑا اہم کردار ادا کیا اور اس اجلاس ندوہ سے قبل دعوت مناظرہ کو بصورت اشتہار شائع کرا کے نہ صرف تقسیم کیا بلکہ اخبارات میں بھی شائع کیا، جس کے جواب میں مولوی نظام الدین ندوی نے مناظرہ کی دعوت قبول کرتے ہوئے منصفین کے دو بنچوں کے قیام کی ضرورت پر زور دیا، چنانچہ علمائے اہلسنت کلکتہ نے آٹھ حکم مقرر کئے جن میں استاذ زمن علامہ احمد حسن کانپوری، علامہ شاہ عبد الوہاب لکھنوی، استاذ العلما علامہ ہدایت اللہ جونپوری، علامہ محمد امین احمد فردوسی سجادہ نشیں مخدوم بہار، مولانا شاہ بدر الدین پھلواری، مولانا عادل کانپوری ودیگر علما شامل تھے۔

متکلمین ومناظرین میں حافظ بخاری علامہ شاہ عبد الصمد سہسوانی ثم پھپھوندوی، امام المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی، عید الاسلام علامہ عبد السلام جبلپوری، مجاہد سنیت مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی اور مولانا حکیم مؤمن سجاد کانپوری شریک تھے، مناظرہ کی یہ دعوت ۱۶؍اگست ۱۹۰۱ء کے اخبار نصرت الاسلام کلکتہ میں شائع کی گئی، چنانچہ ارباب ندوہ کلکتہ پہنچے، اجلاس اختتام پذیر ہوا، مگر مناظرہ کی یہ دعوت جسے ابتداً قبول کرلیا گیا تھا، بعد میں خاموشی کے ساتھ رد کردی گئی، جو علمائے اہلسنت کے لئے کلکتہ میں ایک بڑی کامیابی تھی مجلس اہلسنت کلکتہ کی دعوت پر جو علمائے اہلسنت کلکتہ پہنچے، ان میں مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی، مولانا عادل کانپوری، مولانا شاہ عبد الصمد سہسوانی، قاضی عبد الوحید عظیم آبادی، مولانا عبد السلام جبلپوری اور دیگر علما اہلسنت شامل تھے، اس موقع پر علما اہلسنت کے ایک وفد نے جس میں امام احمد رضا فاضل بریلوی، اور حضرت محدث سورتی شریک تھے، علامہ خیر الدین کلکتوی دہلوی

علیہ الرحمہ (پدر بزرگوار ابوالکلام آزاد) سے بھی ملاقات کی تھی، کلکتہ میں علماے اہلسنّت نے کئی روز قیام کیا اور عوام کو برابر مفاسد ندوہ سے آگاہ کراتے رہے۔ [تذکرہ محدث سورتی، ص ۱۷۱ تا ۱۷۳]

کلکتہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی قیادت میں تحریک ندوہ کو جس قدر ناکامی ملی، چشم دید گواہ شہزادۂ استاذ زمن، خلیفہ و تلمیذ و داماد محدث بریلوی، حکیم الاسلام حضرت علامہ حسنین رضا خاں نوری رضوی بریلوی علیہ الرحمہ کی زبانی سماعت فرمائیں:

"ندوہ والے ان (بریلی شریف میں ذلت کے بعد) پسپائی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ جان چھوٹی لاکھوں پائے، کلکتہ پہنچ کر اپنی تحریک میں جان ڈالیں گے، تیسرے اجلاس کے لیے کلکتہ پہنچ گئے، بہت سے دیوبندی مولویوں کو بھی اکٹھا کرلیا اور ندوہ تحریک کے لیے ان کی بڑی تعداد کلکتہ میں جمع ہوگئی، امام بریلوی قدس سرہ جو ان کے حیلوں سے اچھی طرح واقف تھے، تحفظ دین وملت کی خاطر ان حالات میں کب ان کا پیچھا چھوڑنے والے تھے، آپ اپنی جماعت کے ساتھ کلکتہ پہنچ گئے اور پوری قوت کے ساتھ ندوہ والوں کو تنبیہ کی کہ ندوہ کی تحریک نے اسلام میں جو ترمیم و تنسیخ کی ہے اس پر ایک بار گفتگو ہوجائے اور فرقہ پرستی کی لعنت سے مسلمانوں کو بچایا جائے، اس قسم کی نئی جماعت بنا کر مسلمانوں میں پھوٹ نہ ڈالی جائے، ساتھ ہی کلکتہ میں اہلسنت کے جلسے زور شور سے ہونے لگے، اصحاب ندوہ یہاں بھی ٹال مٹول کی پالیسی پر چلتے رہے اور آخر یہ تجویز پاس کرنے پر مجبور ہوگئے کہ ندوۃ العلما کا پروگرام عامۃ المسلمین کے سامنے رکھ کر جب تک استصواب نہ کرلیں گے ہم دوسری طرف متوجہ نہیں ہوں گے، اس جواب نے کلکتہ کے مسلمانوں کو ندوۃ العلما سے متنفر کردیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ندوہ کی اس تحریک کا سارا زور ختم ہوگیا۔" [ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، مارچ ۱۹۷۳ء]

۱۳۲۱ھ میں علماء ندوہ کا جلسہ مدراس میں منعقد ہوا، علامہ مدراسی بغرض تبلیغ کلکتہ سے یہاں تشریف لائے اور حضرت علامہ عبدالمجید ویلوری علیہ الرحمہ سے ساتھ مل کر بذریعہ تبلیغ ولٹریچر رد ندوہ میں بھرپور کام کیا، جس میں اہلسنت کو کامیابی ملی اور ندوی اپنے مذموم عزائم میں ناکام ہوئے، اس عظیم الشان کامیابی پر سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو مبارکباد دی، ذیل میں سیدی اعلیٰ حضرت کا گرامی نامہ نقل کیا جاتا ہے:

بملاحظہ حامئ سنت ماحی بدعت جناب منشی محمد لعل خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد اللہ، اللہ عزوجل نے مدراس میں ندوہ مخذولہ پر آپ کو فتح بخشی، الحمد اللہ، اللہ تعالیٰ نے علما دین کی طرف راجع کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں میں بے شمار نعمتیں اور اجر عطا فرمائے اور آپ جیسے عالی ہمت، خادم سنت، ہادم بدعت اہلسنت میں پیدا فرمائے، آمین، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین آمین۔

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ اور مولانا قاضی عبدالوحید صاحب اور مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی کی شان کا ایک ایک سنی بھی ہر شہر میں پیدا ہوجائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اہل سنت کا طوطی بول جائے۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

بیعت وخلافت

حضرت علامہ شاہ محمد لعل خاں قادری رضوی برکاتی مدراسی کلکتوی علیہ الرحمہ مدراس کے مشہور ومعروف بزرگ مرشد برحق حضرت علامہ شاہ محی الدین قادری ویلوری قدس سرہ کے دست حق پرست پر مرید ہوئے، آپ کی دینی، ملی مسلکی، تصنیفی، تحریکی، تعلیمی اور اشاعتی خدمات نے چودھویں صدی کے مجدد برحق سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے دل کو اس قدر سرور بخشا کہ بارگاہ مجدد اعظم سے اجازت و خلافت کی عظیم دولت سے سرفراز کئے گئے اور آپ کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ شعر تحریر فرمایا کہ۔

جوہر منشی لعل پہ ہیرا کھا مرنے کو منگاتے یہ ہیں

(الاستمداد)

سیدنا اعلیٰ حضرت نے ایک مرتبہ اپنے پچاس خلفا کی ایک فہرست جاری کی تو اس میں ۴۲ رواں نمبر پر تحریر فرمایا ''جناب حاجی مولوی منشی محمد لعل خان صاحب ملقب از جانب اعلیٰ حضرت بلقب حامی سنت ماحی بدعت ۲۲ رزکریا اسٹریٹ کلکتہ، ناصر ملت، ماحی بدعت، مجاز طریقت۔''

حضرت علامہ محمد لعل خاں مدراسی کلکتوی علیہ الرحمہ کی خلافت کا روح پرور منظر ملاحظہ کریں:

''عرس سراپا قدس زبدۃ الواصلین، قدوۃ السالکین حضور پر نور آقائے نعمت، دریائے رحمت، اعلیٰ حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی قادری برکاتی قدس سرہ السرمدی، مرشد برحق واصل الی الحق مجدد مأۃ ماضیہ۔ مؤید ملت طاہرہ، اعلیٰ حضرت مولانا مولوی مفتی احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی **متع اللہ المسلمین بطول بقائہ** بمقام بریلی شریف محلہ سوداگران ۱۶، ۱۷، ۱۸، ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۳ھ سہ شنبہ، چہار شنبہ، پنجشنبہ کو نہایت آب و تاب سے منعقد ہوا، یہ عرس بحمدہ جمیع ممنوعات شرعیہ سے پاک وصاف ہوتا ہے، ہر روز صبح کو ختم قرآن شریف ومجلس میلاد شریف اور علمائے کرام کے بیانات ہوئے، جب ۱۸ رذی الحجہ کو خود حضور پر نور اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے حسب معمول فضائل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومناقب سیدنا غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرمائے، حاضرین پر نہایت رقت ووجد طاری تھی، ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، بعض حاضرین کو غش بھی آگیا، جن حضرات کو اعلیٰ حضرت قبلہ کے بیانات سننے کا اتفاق ہوا ہے، وہ بیان کے اثر سے خوب واقف ہیں، مگر اس مرتبہ کا بیان خصوصیت کے ساتھ بہت زیادہ پر اثر تھا،، بیان کی نفاست، مضمون کی ندرت کا کیا کہنا، ۱۸ رذی الحجۃ کی صبح کو بعد مجلس قل شریف کے حامی سنت، ماحی بدعت، حاجی منشی محمد لعل خان صاحب رضوی مدراسی نزیل کلکتہ کو تاج خلافت رضویہ سے سرفراز فرمایا اور سند خلافت عربی کو پڑھ کر حاضرین کی خواہش پر اس کا ترجمہ بھی بیان فرمایا، حاجی صاحب موصوف بفضلہ تعالیٰ نہایت پر جوش، مفتی، مقیمۂ سنی، حامی سنت، عدو بدعت، جان و مال سے تائید دین متین میں ہمیشہ ساعی رہتے ہیں، جس کے سبب وہ تاج فخر و شرف کے نہایت اہل تھے۔''

[حجۃ الاسلام نمبر، ص ۱۰۴، ۱۰۳، رضا بک ریو، پٹنہ، ۲۰۱۷ء]

بارگاہ رضا میں پذیرائی

آپ سیدی اعلیٰ حضرت کے شیدائی تھے، امام عشق و محبت بھی آپ سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے، ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۲ء میں بریلی شریف حاضر ہو کر مرشد اجازت حضرت محدث بریلوی کی زیارت سے مشرف ہوئے، سیدی اعلیٰ حضرت آپ کے کارنامے سے بہت خوش ہوتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا:

''میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ (علامہ کلکتوی اور مولانا قاضی عبد الوحید صاحب اور (حجۃ العصر) مولانا وصی احمد محدث سورتی کی شان کا ایک ایک سنی ہر شہر میں ہو جائے تو ان شاء اللہ اہل سنت کا طوطی بول جائے۔'' [مکاتیب رضا دوم، ص ۲۳۰]

حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ اپنے شاگرد رشید حضرت ملک العلما مفتی ظفر الدین رضوی بہاری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں ''کلکتہ میں بھی ایک سنی عالم کی بہت ضرورت ہے، حاجی (علامہ کلکتوی) صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں، سنیوں کی عام حالت یہ ہی ہو رہی ہے، جس کے پاس مال ہے انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے، افلاس کا مرض ہے، ورنہ کلکتہ میں دین کے لئے دو ہزار ماہوار بھی کوئی چیز نہیں، افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں۔'' [ایضاً ص ۳۵۸]

آپ کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''آپ (حضرت ملک العلما) اور مولانا حامی سنت ماحی بدعت حاجی محمد لعل خاں سلکما جو کچھ خدمت دین کررہے ہیں، مولیٰ عزوجل برحمہ قبول فرمائے اور دو جہاں میں اس پر اجر جزیل عطا فرمائے اور

بقیہ ص ۱۲ ر پر

از: مولانا محمد قمر الزماں مصباحی*

ملک العلما اور اصلاح معاشرہ

بہار کی زمین نہایت زرخیز واقع ہوئی ہے جہاں کی مٹی سے صاحب فضل وکمال، جامع شریعت وطریقت، ارباب فکرو بصیرت اور دانائے راز شخصیں پیدا ہوئیں، جنہوں نے علمی، ادبی، مذہبی، فقہی، روحانی اور سماجی ہر شعبے میں کارہائے نمایاں انجام دیں انہیں میں ایک معتبر اور روشن نام ملک العلما حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری قدس سرہ کا ہے، ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ر اکتوبر ۱۸۸۵ء کو رسول پور میجرہ موجودہ ضلع نالندہ میں پیدا ہوئے۔

والد گرامی حضرت سید عبد الرزاق اشرفی علیہ الرحمہ نے اپنے مرشد پاک حضرت سید شاہ چاند بیتھوی رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۰۷ھ میں بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کروائی، اپنی ننہال بین میں مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، ۱۹۰۲ء میں مدرسہ حنفیہ پٹنہ آگئے اور مشکوۃ اور جلالین تک کی کتابیں پڑھیں وہاں سے کانپور، کانپور سے پیلی بھیت دار الحدیث میں حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ سے درس حدیث لیا، ۱۳۲۱ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ ہی کو کاوشوں سے ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا جس کے سبب سے پہلے طالب علم آپ ہوئے، تقریباً ۴ر سال تک دار العلوم میں مختلف اساتذہ فن سے اکتساب فیض کرتے رہے اور بخاری شریف کا خصوصی درس امام احمد رضا قادری سے لیا، ۱۳۲۵ھ ماہ شعبان المعظم میں خانقاہ ردولی کے صاحب سجادہ حضرت شاہ التفات احمد قدس سرہ کے مبارک ہاتھوں آپ کے سر پر فضیلت کی دستار سجائی گئی، اسی موقع سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلسلہ عالیہ کی اجازت وخلافت، ملک العلما و فاضل بہاری کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور اسی سال ماہ شوال میں اپنے مادر علمی سے تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا، ۱۹۱۲ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تفسیر وحدیث کے استاد مقرر ہوئے، ۱۹۱۵ء میں خانقاہ کبیریہ سہسرام میں منصب صدارت کو زینت بخشی، ۱۹۲۰ء میں دوبارہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ آگئے، ۱۹۵۰ء میں پرنسپل کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے اور ۱۹۵۱ء سے جامعہ لطیفیہ کٹیہار میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔

اس طرح آپ کا تدریسی تصنیفی اور قلمی سفر ۱۹۰۷ء سے شروع ہو کر ۱۹۶۲ء ختم ہوتا ہے گویا آپ کی دینی مذہبی اور تبلیغی خدمات کا دائرہ نصف صدی سے زائد پر محیط ہے تصنیف وتالیف کا ذوق اٹھارہ سال کی عمر سے ہی آپ کے اندر جاگ چکا تھا اور سونے پر سوہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فکر وقلم کی حسین چھاؤنی مل گئی پھر تو کُندن بننا ہی تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیان وزبان، لب ولہجہ، تحریر وتقریر اور تصنیف وتالیف سے رنگ رضا صاف طور پر نمایاں ہے تصنیفی دنیا میں آپ کی تحریر کے وقار ومعیار کا ہر ایک کو اعتراف ہے سوانحی خاکہ ہو یا فقہ وافتاء، فکرو اعتقاد کی بحث ہو یا اصلاح عمل کی، ہر جگہ علمی صداقت، قلمی گہرائی اور دلائل کی فراوانی ہر سطر سے جھانکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے نیز بے تکلفی اور سادگی وبرجستگی کا عنصر بھی گہرا نظر آتا ہے، جب باطل عقیدے کے رد پر قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قلم کی سیاہی کے ہر قطرے سے حضرت عمر کا جلال برس رہا ہے اور جب سماج اور معاشرے کے سدھار کی بات کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سنجیدہ لب ولہجہ کے زیریں لہروں سے کوئی زندہ دل انسان مسکرا رہا ہے حرف حرف سے اصلاح کے نور کی بارش ہو رہی ہے ہمدردی کے پھول جھڑ رہے ہیں اور محبتوں کی کلیاں تبسم ریز ہوں

* مضمون نگار الجامعۃ الرضویہ، مغل پورہ پٹنہ کے پرنسپل ہیں۔

اور ایک اچھے مصلح کی یہی سچی پہچان ہے کبھی وعظ و نصیحت کی شکل میں قوم کے اندر حسن و عمل کی جوت جگائی، کبھی درس قرآن کی محفل سجا کر ان کی طہارت باطنی کا سامان فراہم کیا اور کبھی قلمی جہاد کر کے معاشرے میں پھیلی برائیوں کا خاتمہ کیا۔

ظفر الدین الجید، شکست سفاہت اور گنجینۂ مناظرہ ان تینوں کتابوں کا تعلق اصلاح فکر و اعتقاد سے ہے، ۱۹۴۷ء میں جب ملک کی آزادی کا آفتاب طلوع ہوا وہیں اگتے سورج کے بدن سے ہجرت کی سیاہ رات بھی نمودار ہوئی، پورے ملک میں ظلم و ستم کی کالی کالی بدلیاں چھا گئیں، محافظ ڈاکو بن گئے، لاشیں خاک و خون میں تڑپنے لگیں آخر کار لوگ اپنا وطن چھوڑ کر پاکستان جانے لگے ایسے روح فرساں اور خوفناک حالات میں ترک وطن کرنے والوں کے خلاف، ''سد الفرار'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اپنا ملک چھوڑ کر پاکستان جانے والوں سے کہا کہ یہ ہجرت نہیں اصل میں فرار ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں اور ایک دردمند دل کی پکار کو آپ بھی محسوس کریں:

''آپ خوف و ہراس سے بھاگ کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیر رہے ہیں، اپنی قوم کو ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار کر رہے ہیں، مسلمانوں کو جو قلت میں ہیں ان کو اقلیت در اقلیت میں مبتلا کر رہے ہیں، کیا آپ کی غیرت اس کی متقاضی ہے کہ آپ کے آباء واجداد نے تو دار الکفر میں آ کر اسلام کا چراغ روشن کر کے خدا کے یہاں سرخ روئی حاصل کی تھی اور آپ اپنے اس فعل سے دار الاسلام سے اسلام کا چراغ بجھا کر اس کو دار الکفر بنا رہے ہیں، کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مساجد جہاں آپ اور کے آباء واجداد اپنی پیشانیاں گھسا کرتے ہیں ان کو ویران چھوڑ کر جائیں، کیا آپ کی غیرت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ بزرگوں کے مزارات جن پر صندل لگا کر اپنی سعادت اور قلب و ایمان کی ٹھنڈک محسوس کرتے رہے ہے بھاگ کر ان کو کفار و مشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لئے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور انہیں ناپاک کریں۔'' [تذکرۂ ملک العلما، ص ۲۹]

آج سے پچاس سال پہلے گاؤں دیہات میں علما کی کمی کی وجہ سے کم خواندہ حضرات میلاد پاک کی محفل میں بلائے جاتے جو موضوع اور غیر مستند روایات پڑھتے جس سے محفل کا اصل عرفان رخصت ہو جاتا انہیں حالات کے تناظر میں حضرت شاہ ارزاں علیہ الرحمہ کے صاحب سجادہ سید شاہ حامد حسین قدس سرہ کی فرمائش پر مستند اور معتبر روایت سے آراستہ ''میلاد رضوی'' کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی جس نے معاشرہ کی اصلاح میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا، پورے پٹنہ شہر میں ''درس قرآن'' کی شروعات آپ ہی نے کی، جس کا مقصد لوگوں کو قرآن و سنت سے قریب کرنا، ان کے اندر ایمانی حرارت پیدا کرنا اور غیر شرعی حرکات سے مسلمانوں کو باز رکھنا اس اصلاحی اقدام میں بہت زبردست کامیابی ملی اور عوام الناس سے لیکر عصری علوم سے آراستہ طبقہ بھی آپ کے اصلاحی بیانات کو سن کر اسلام سے قریب ہوتا چلا گیا۔

آج کل تعزیہ داری میں جن خرافات کا مظاہرہ ہوتا ہے شریعت مطہرہ ان خرافات کی قطعی اجازت نہیں دیتی ہے جب آپ سے تعزیہ بنانے، مرثیہ پڑھنے، تعزیہ کے سامنے فاتحہ دینے کے بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرماتے ہیں:

''تعزیہ داری قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے ہاں روضۂ اقدس حضور سید الشہداء کے صحیح نقشے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں، ذکر شہادت شریف نظم ہو یا نثر میں جب کہ روایت صحیح مقبولہ سے ہو اور منکرات شرعیہ مثل کلمات توہین انبیا و مرسلین و ملائکہ مقربین و اہل بیت طاہرین و صلحائے مکرمین وغیرہ محرکات سے بالکل خالی ہو، بلا شبہ جائز و مستحسن و موجب ثواب و نزول رحمت و باب ہے اور اگر تعزیہ میں پری یا براق وغیرہ کی تصویریں ہو تو حرام و گناہ ہے یہ مرثیہ کہ رائج ہیں مطلقاً حرام ہیں اور ان کا پڑھنا سننا اور سینہ کوبی و ماتم و نوحہ سب حرام ہیں، حدیث میں ہے: نهى رسول الله ﷺ عن المراثي۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا مرثیوں سے۔'' [فتاویٰ ملک العلماص ۶۳، ۶۴]

طوالت کے خوف سے انہیں چند باتوں پر بقیہ ص ۱۵/ پر

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

अब हिन्दी में भी

हिन्दी पढ़ने वालों के लिये एक अहम खुशख़बरी

हुज़ूर ताजुश्शरिया की सरपरस्ती में मरकज़े अहले सुन्नत बरेली शरीफ़ से शाय होने वाला

माहनामा

सुन्नी दुनिया

जनवरी-2018 से हिन्दी में भी शाय हो रहा है।

हिन्दी पढ़ने वाले अपने दोस्त व अहबाब को इसका मेम्बर बनने के लिये हमारे एकॉन्ट में मेम्बर शिप की सालाना रक़म जमा कर के अपना मुकम्मल नाम व पता और रक़म की डिटेल 9411090486 पर WhatsApp कर दें या हमारे पते पर मनिऑर्डर भी कर सकते हैं, रक़म मिलते ही आपके पते पर रिसाला जारी कर दिया जायेगा।

सालाना 250/- सादा डाक से

सालाना 500/- रजिस्टर्ड डाक से

Account Details :
ASJAD RAZA KHAN
SBI A/C No. 10592358910
IFSC Code SBIN0000597

Mahnama Sunni Duniya, 82 Saudagaran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif, U.P, Pin - 243003

Cont: +91 9411090486,7055078619,9719918868

اہل سنت کی فلاح و بہبود کے لئے اور انکے ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ جماعت رضائے مصطفےٰ کے 100 سال پورے ہو رہے ہیں اس موقع پر جماعت رضائے مصطفےٰ کا

جشن صدسالہ

عظیم الشان پیمانے پر منایا جائے گا

احباب اہل سنت سے پرخلوص اپیل کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کے ممبر بنیں اور ملک کے ہر گوشے میں اسکی شاخیں قائم کر کے اس جشن صدسالہ کا حصہ بنیں۔

राब्ते के पते

Head Office:

JAMAT RAZA-E-MUSTAFA

Behind Dargah Alahazrat Saudagaran, Bareilly Shreeef (U.P.) 243003

+91 7055078618 / 7055078619 / 7055078621 / 7055078622

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19

APRIL 2018
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोटः–

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ / مئی ۲۰۱۸ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAY 2018

- ہے کوئی رحمت و بخشش کا طلب گار؟
- یوم چہار شنبہ کے فضائل و معمولات
- شب برأت! بخشش و مغفرت کا ایک سنہرا موقع
- مفید المفتی معروف بہ فقہ اسلامی! ایک انکشاف
- علم الانساب اور سادات کرام
- غیر مقلدین تاریخ کے آئینے میں
- امام احمد رضا اور حسن اخلاق

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

www.muftiakhtarrazakhan.com

Tajushshariah Foundation, Karachi, Pakistan

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکزِ سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ / مئی ۲۰۱۸ء MAY 2018

جلد نمبر ۳ Vol. 3

شمارہ نمبر ۵ Issue 5

زیرِ سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مُدیرِ اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مُدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

معین اختر رضوی، کمپیوٹر سیکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کرسکتے ہیں:

9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سُنی دینا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر ”برائے سنی دنیا“ ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

سالانہ ۲۵۰/روپیے سادہ ڈاک سے

سالانہ ۵۰۰/روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے

فی شمارہ ۲۰ روپیے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰/روپیے

دیگر ممالک ۳۵/امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ دفتر ماہنامہ سنی دُنیا، ۸۲/سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون

E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com

nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
منظومات			
●	معراج کا دولہا	علامہ سید اولادرسول قدسی	۵
●	بے شرم حاکموں کی جبیں پر نہ بل پڑے	مولانا سلمان رضا فریدی	۵
مہمان اداریہ			
●	ہے کوئی رحمت وبخشش کا طلب گار؟	محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی	۶
اسلامیات			
●	یوم چہارشنبہ کے فضائل ومعمولات	مفتی صابر القادری فیضی	۹
●	شب برأت! بخشش ومغفرت کا ایک سنہرا موقع	غلام مصطفےٰ رضوی	۱۶
●	بخشش ومغفرت کی رات! شب برأت	حافظ ہاشم قادری صدیقی	۱۸
سیرت رسول			
●	گوہر آبدار	علامہ سید اولادرسول قدسی	۲۱
تحقیقات			
●	مفید المفتی معروف بہ فقہ اسلامی! ایک انکشاف	مفتی محمد راحت خاں قادری	۲۶
●	علم الانساب اور سادات کرام	ڈاکٹر مفتی ساحل شہسرامی	۳۰
تعزیرات قلم			
●	غیر مقلدین تاریخ کے آئینے میں	مفتی عبدالمالک مصباحی	۴۰
رضویات			
●	امام احمد رضا اور حسن اخلاق	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری	۴۶
سخن در سخن			
●	حرا کا چاند! ایک تعارف	مولانا ملک الظفر سہسرامی	۵۲
زبان خلق			
●	علم دوستی اور تبحر علمی کا ایک نادر نمونہ	مولانا منظر محسن	۵۸

ارشاد نبوی

ایک بار حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو اس کے لئے کچھ سامان تیار کرتے ہو؟ عرض کی ہاں یارسول اللہ! حضور نے فرمایا: پھر راہ قیامت کا سفر بے سروسامان کیسے ہوگا؟ اے ابوذر! کیا میں تجھے وہ بات نہ بتادوں جو اس دن تیرے کام آئے؟ عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ قربان ہوں، ارشاد فرمائیے، حضور نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن کی شدت وحرارت کے لئے ایک دن روزہ رکھ اور شب کی تاریکی میں قبر کی وحشت کے لئے دو رکعت نماز ادا کر اور بڑے امور کے لئے حج کر اور کسی مسکین کو کچھ صدقہ دے یا کوئی حق کہہ دے یا کسی بری بات سے سکوت کر۔ [احیاء العلوم، جلد اوّل، ص ۶۷۳]

منظومات

معراج کا دولھا

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی

کونین کا سلطان ہے معراج کا دولھا
اللہ کا مہمان ہے معراج کا دولھا

پلکوں کو بچھائے رہا جو بہر زیارت
اس عرش کا ارمان ہے معراج کا دولھا

سدرہ سے بھی آگے جو گیا چشم زدن میں
وہ صاحب قرآن ہے معراج کا دولھا

شاہد ہے راء الحق کا ہر اک حرف ضیابار
ہاں مظہر رحمان ہے معراج کا دولھا

دیدار خداوند جہاں سے ہوا سرشار
توحید کا عنوان ہے معراج کا دولھا

قدموں پہ ہوئیں جب کہ سبھی رفعتیں قرباں
وہ ''کن'' کا دل و جان ہے معراج کا دولھا

پروانہ لئے آیا وہ بخشش کا خدا سے
امت کا نگہبان ہے معراج کا دولھا

جب اس کی نظر سے نہ چھپا سب سے بڑا غیب
کس شئے سے پھر انجان ہے معراج کا دولھا

آیات اسے رب نے دکھائیں شب اسرا
سرمایۂ ایقان ہے معراج کا دولھا

سوغات نمازوں کی وہ لایا خدا سے
گنجینۂ فیضان ہے معراج کا دولھا

نبیوں نے کہا مرحبا محبوب خدا کو
اقدار کی پہچان ہے معراج کا دولھا

حوریں ہوں کہ غلمان ہوں سب نے دی سلامی
تکریم کا اعلان ہے معراج کا دولھا

ہر سو ہیں فرشتوں کی قطاروں کی ضیائیں
انوار کا سیلان ہے معراج کا دولھا

ہم کیوں نہ نثار اس پہ کریں قلب و جگر سب
نبیوں کا بھی ایمان ہے معراج کا دولھا

کی مسجد اقصیٰ میں رسولوں کی امامت
قدسی بڑا ذیشان ہے معراج کا دولھا

بے شرم حاکموں کی جبیں پر نہ بَل پڑے

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

''قندوز، افغانستان میں دستار بندی کے موقع پر امریکہ کی بمباری میں شہید ہونے والے ننھے حفاظ وقُرّا اور ان کے لواحقین کو درد وغم اور آنسوؤں سے بھرا ہوا نذرانۂ عقیدت''

پھولوں کا قتل دیکھ کے آنسو نکل پڑے
سینے میں رنج و درد کے چشمے اُبل پڑے

معصوموں کی پکار سے تھرائی کائنات
بے شرم حاکموں کی جبیں پر، نہ بَل پڑے

قرآں کے حافظوں پہ ہوا اِس طرح ستم
کوہ و دَمَن بھی دیکھ کے جس کو، دَہل پڑے

شعلوں نے آہ! پھولوں کو ایسے کیا تباہ
جیسے کہ آگ سے خس و خاشاک جَل پڑے

اِس سانحے سے غافل و بدمست جاگ جائیں
یا رب نگاہ قوم میں نور عمل پڑے

ہو جس کی تازگی سے دِل و جاں میں انقلاب
ملت کے گلستاں میں وہ پھول اور پھل پڑے

معصوموں کا لہو، اے خدا رائیگاں نہ جائے
اعدائے دیں کی جانوں پہ برق اَجل پڑے

اب ہم نکل کھڑے ہوں، نہ رکنے کے عزم سے
رستے میں چاہے دشت ہو، چاہے جَبَل پڑے

قندوز میں خدایا جو بچے ہوئے شہید
اُن سب کے والدین کے سینوں میں گل پڑے

ہر ایک کا ٹھکانہ بہشت بریں میں ہو
ان کی زمین پیاس پہ کوثر کا جَل پڑے

یہ شاعری نہیں ہے، یہ ملت کا درد ہے
ہر غم پہ اے فریدیؔ، قلم کیوں نہ چل پڑے

مہمان اداریہ



از: محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

ہے کوئی رحمت و بخشش کا طلب گار؟

شعبان المعظم اسلامی سال کا آٹھواں سعادت افزا مہینہ ہے جو اپنے دامن میں خیر و برکت، رحمت و مغفرت اور رزق و نعمت کا مژدہ لے کر جلوہ گر ہوتا ہے، اس ماہ مبارک میں مسلمانوں کے لئے خیر کثیر تقسیم ہوتی ہے، اسی مقدس مہینے میں تحویل قبلہ عمل میں آئی اور اسی ماہ مسعود میں سید الشہداحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی، غرض کہ اس ماہ مبارک کے دامن کرم میں سعادت و کرامت کا ایک سمندر موجیں لے رہا ہے، قرآن و حدیث میں اس مہینے کی بے شمار فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔

اللہ کے پیارے حبیب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شعبان، ماہ رجب اور ماہ رمضان کے درمیان ایک مہینہ ہے، لوگ اس کی عظمت سے غافل ہیں، اس میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں اٹھائے جائیں جب میں روزہ کی حالت میں ہوں۔ [ما ثبت من السنہ، ص ۱۴۱]

نبی ناز رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مہینوں میں شعبان کو زیادہ محبوب رکھتے تھے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رجب اللہ تعالیٰ کا، شعبان میرا اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ [ما ثبت من السنہ، صفحہ ۱۲۶]

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شعبان میں پانچ حرف ہیں (۱) شین (۲) عین (۳) باء (۴) الف (۵) نون، پس شین عبارت ہے ''شرف'' سے، عین عبارت ہے ''علو'' سے، باء عبارت ہے ''بر'' یعنی بھلائی سے، الف عبارت ہے ''الفت'' سے اور نون عبارت ہے ''نور'' سے، لہٰذا خداوند قدوس ماہ شعبان المعظم میں اپنے بندوں کو یہ پانچ چیزیں عطا فرماتا ہے۔ [غنیۃ الطالبین، ج ۱ ر ص ۱۸۸]

اللہ رب العزت نے بعض چیزوں کو بعض چیزوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے، جس طرح مدینہ منورہ کو تمام شہروں پر، وادیٔ مکہ کو تمام وادیوں پر، بئیر زمزم کو تمام کنوؤں پر، مسجد حرام کو تمام مساجد پر، سفر معراج کو تمام سفروں پر، مؤمن کو تمام انسانوں پر، ولی کو تمام مؤمنوں پر، صحابی کو تمام ولیوں پر، نبی کو تمام صحابہ پر، رسول کو تمام نبیوں پر اور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام رسولوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے، اسی طرح اللہ رب العزت نے بعض دنوں کو بعض پر فضیلت دی ہے، یوم جمعہ کو ہفتہ کے تمام ایام پر، ماہِ رمضان کو تمام مہینوں پر، لیلۃ القدر اور شب برأت کو دیگر تمام راتوں پر۔

اللہ جل شانہ نے جن عظمت و فضیلت والی راتوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے، ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرہویں رات بھی ہے جو ''شب برأت'' اور ''لیلۃ البرأۃ'' کے نام سے موسوم و مشہور ہے جو در اصل قدرت کی طرف سے ہم جیسے گنہگاروں، سیاہ کاروں کے لئے اپنی توبہ و استغفار کو شرف قبولیت سے ہمکنار کرنے کا ایک سنہرا موقع ہے۔

قطب عالم، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: اس رات میں اللہ کے نیک بندے آخرت کی ذلت و رسوائی سے دور کر دیئے جاتے ہیں اور بد بخت و خطا کار لوگ (جو اس رات میں بھی اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے دور رکھے جاتے ہیں۔ [غنیۃ الطالبین]

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو اس رات

میں قیام کیا کرو اور دن میں روزہ رکھا کرو، اس رات میں غروب آفتاب کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمانِ دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور اعلان فرماتا ہے کہ ہے کوئی مجھ سے گناہوں کی معافی مانگنے والا؟ جسے میں معاف کر دوں، ہے کوئی مجھ سے رزق طلب کرنے والا؟ جس کے رزق میں وسعت پیدا کر دوں، ہے کوئی مصائب وآلام میں مبتلا؟ جسے میں عافیت عطا کر دوں، ہے کوئی ایسا شخص؟ ہے کوئی ایسا شخص؟ ہے کوئی ویسا شخص (ساری رات اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرماتا رہتا ہے اور اپنی بخشش وعطا کی خزانے لٹاتا ہے) یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت اس مبارک ومسعود رات کی عظمت وفضیلت مسلمانوں کو اپنے اندر کثرت عبادت وریاضت کا ذوق وشوق پیدا کرنے کی ترغیب دیتی ہے، نہ جانے بخشش و رحمت اور امن وسلامتی سے مملو یہ رات پھر کبھی نصیب ہو یا نہ ہو، اس لئے شب برأت میں جبکہ رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہو، ہمیں اس موقع کو غنیمت تصور کرتے ہوئے صدق دل سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے، کیونکہ اور دنوں میں ہم اپنے اعمال صالح کے ذریعہ رب کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں لیکن اس بابرکت رات میں تو اللہ رب العزت خود مائل بکرم ہوتا ہے، بس اس سے لو لگانے کی دیر ہے، بخشش کا پروانہ تیار رکھا ہے۔

آج ہم ذلت ورسوائی اور خوف ودہشت کے سائے میں جی رہے ہیں، ہمارے خون کی کوئی قدر وقیمت نہیں رہی، شہری وملکی حقوق ہم سے چھینے جا رہے ہیں، ہماری عورتوں کی عصمتیں سر بازار پامال کی جا رہی ہیں، ہماری عبادت گاہیں، درس گاہیں اور خانقاہیں سب دہشت گردوں کے نشانے پر ہیں، ہم کیا کھائیں، کیا پکائیں، یہ فیصلہ بھی اب ہم خود نہیں کر سکتے، ہر شخص کو یہاں مذہبی آزادی حاصل ہے، لیکن ہم اس آزادی سے محروم کئے جا رہے ہیں، کاروبار اور تجارت کے راستے ہم پر بند کئے جا رہے ہیں، ہم اپنی صلاحیتوں کی فائلیں کہیں بھی جمع کریں، نام دیکھ کر ہی انھیں کوڑے دان میں ڈال دیا جاتا ہے، ہمیں اس طرح تقسیم کیا جا رہا ہے کہ ہم کسی بھی حال میں اپنی قوت کا مظاہرہ نہ کر سکیں، ہمارے مکانوں اور دکانوں میں ہمارے سامنے ہی آگ لگا دی جاتی ہے اور ہم محض تماشائی بنے دیکھتے رہ جاتے ہیں، جبکہ جہاں بانی وحکمرانی کی ہماری ایک طویل تاریخ رہی ہے، ہم نے اس ملک پر بھی ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے اور آج ہمیں حاشئے پر بھی برداشت نہیں کیا جا رہا ہے۔

ایسا کیوں؟ ایسا صرف اس لئے ہے کہ قرآن اور صاحب قرآن سے ہمارا رشتہ لگ بھگ ٹوٹ چکا ہے، قرآن حکیم آج بھی یہ اعلان کر رہا ہے ساری فیروزمندیاں، ساری سربلندیاں اور عظمتوں کے سارے بام ودر تمہارے لئے ہیں، شرط یہ ہے کہ تم مؤمن کامل بنا جاؤ۔

آیئے ذلت ورسوائی اور خوف ودہشت بھری اس زندگی سے نجات کے لئے ہم مؤمن کامل بن جائیں اور تمام مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں، اس رحیم وکریم کی بارگاہ میں اپنی خطاؤں پہ ندامت کے آنسو بہائیں خلوصِ دل سے توبہ واستغفار کریں اور اپنے رب سے یہ عہد کریں کہ ہم اسلامی اصولوں کو برتنے میں کبھی سستی نہیں کریں گے۔

شب برأت مناجات کی رات ہے، رب کی رحمتوں سے اپنے دامن مراد کو بھرنے کی رات ہے، اس لئے رات کا کوئی بھی لمحہ ضائع نہ ہونے پائے، ہمارا عہد اجتماعی عہد ہو تو زیادہ بہتر ہے کیوں کہ انفرادی عہد اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے، اگر ہمارے عہد میں صداقت ہوگی تو حالات ضرور بدلیں گے، ایک شاعر ہمیں یہی سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

شعبان المعظم ہمیں رمضان المبارک کے لئے بھی خود کو تیار کرنے کی دعوت دیتا ہے، یہ تیاری صرف اعمال کی حد تک نہ ہو بلکہ کردار بھی اسلامی اصولوں کا پابند ہو جائے، ہمیں اپنے ایمان و عمل اور کردار وگفتار میں چٹان جیسی مضبوطی لانی ہوگی۔

اس موقع پر کسی اہل قلم کے چند خوبصورت جملے ذہن وفکر کے پردے پر ابھر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

’’استغفار اور دیگر مسنون اذکار کے ساتھ دلوں کی زمین میں بوئی جانے والی فصل تیار کریں اور پھر اسے آنسوؤں کی نہروں سے سیراب کریں تاکہ رمضان المبارک میں معرفت ومحبت الٰہی کی کھیتی اچھی طرح نشوونما پا کر تیار ہو سکے، قیام اللیل اور روزوں کی کثرت ہی ہمارے دل کی زمین پر اُگی خودرَو جھاڑیوں کو (جو پورے سال دنیاوی معاملات میں غرق رہنے کی وجہ سے حسد، بغض، لالچ، نفرت، تکبر، خودغرضی، ناشکری اور بے صبری کی شکل میں موجود رہتی ہیں) اکھاڑ سکے گی اور ہمارے دل کے اندر ماہ رمضان کی برکتوں اور سعادتوں کو سمیٹنے کے لیے قبولیت اور انجذاب کا مادہ پیدا ہوگا، سو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ماہ شعبان المعظم، عظیم ماہ رمضان المبارک کا ابتدائیہ اور مقدمہ ہے، جس میں ہم خود کو بہتر طور پر آنے والے مقدس مہینے کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔‘‘

اس مبارک رات میں اللہ رحمٰن وغفار کی بخشش وعطا کا یہ عالم ہے کہ بے شمار لوگوں کی بخشش ومغفرت فرماتا ہے، چنانچہ نبی رحمت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بال کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ [ترمذی، صفحہ ۱۵۶]

اس دنیا میں کچھ ایسے بھی کم نصیب ہوتے ہیں جن کی بخشش، اس عام بخشش والی رات میں بھی نہیں ہوتی، چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماہ شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے، پس وہ شرک کرنے والے اور کینہ رکھنے والے کے سوا ہر ایک کی بخشش ومغفرت فرما دیتا ہے۔

کچھ روایتوں میں کافر ومشرک اور کینہ پرور کے علاوہ والدین کا نافرمان، شرابی، سودخور، تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا، قاتل، زانی، نجومی، عشار (ٹیکس وصول کرنے والا جو لوگوں پر ظلم کرتا ہو) میوزک، سارنگی، طبلہ اور ڈھول بجانے والا، ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا، جادوگر اور شرطہ، رشوت خور وظالم سپاہی جیسے لوگوں کا بھی ذکر ہے کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو بھی نظر رحمت نہیں فرماتا جب تک کہ یہ سبھی توبہ نہ کرلیں۔

حضرت عطا ابن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات آتی ہے تو ملک الموت کو ایک کتاب دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے جن کے نام اس کتاب میں ہیں ان کی روحیں قبض کرو، بندہ باغات لگا رہا ہوتا ہے، شادیاں کر رہا ہوتا ہے اور عمارتیں تعمیر کر رہا ہوتا ہے (لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا) کہ اس کا نام مرنے والوں میں لکھ دیا گیا ہوتا ہے۔ [ماثبت من السنہ]

اس لئے اے مسلمانو! غفلت کی دبیز چادر اتار پھینکو اور بارگاہ ایزدی میں اپنی جبین نیاز خم کردو کہ یہ رات ان راتوں میں شامل ہے جن میں اللہ کسی کی دعائیں رد نہیں فرماتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی، جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات اور دونوں عیدوں کی راتیں۔‘‘ [مصنف عبدالرزاق، جلد ۴، ص ۳۱۷]

شب برأت ایک نہایت ہی بابرکت رات ہے جو عظمت وفضیلت میں ہزار راتوں سے بھی افضل ہے، اس مبارک رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کا رزق متعین فرماتا ہے، اسی رات سال آئندہ پیدا ہونے والے اور مرنے والے لوگوں کی فہرست بارگاہ خداوندی میں پیش کی جاتی ہے اور اسی لیلۃ البرأۃ میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قسم ہے اس روشن کتاب کی، ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں، اس میں بانٹ دیا جاتا ہے، ہر حکمت والا کام، ہمارے حکم سے، بے شک ہم بھیجنے والے ہیں تمہارے رب کی طرف سے رحمت، بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔ [پ ۲۵، سورۂ دخان، آیت]

بقیہ ص ۳۹ پر

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

یوم چہار شنبہ کے فضائل و معمولات

چہار شنبہ یعنی بدھ کا دن (کفار کے لئے) منحوس ہے، حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا جابر اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے کہ بدھ کا دن منحوس ہے اور حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ماہ کا آخری بدھ دائمی منحوس ہے اور حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"**سئل رسول اللہ ﷺ عن یوم الأربعاء قال نحس قیل وکیف ذلک یا رسول اللہ ﷺ قال غرق اللہ تعالیٰ فیہ فرعون واھلک عادا وثمود۔** یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدھ کے دن کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا یہ دن منحوس ہے عرض کیا گیا یہ کس طرح یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس دن فرعون کو غرق کیا اور عاد و ثمود کو ہلاک کیا۔" [تفسیر مدارک، غنیۃ الطالبین ص ۷۳]

علمائے شرع متین فرماتے ہیں کہ بدھ کا دن منحوس ہے مگر کافروں کے لئے منحوس ہے اور مسلمانوں کے لئے مبارک دن ہے۔ [تفسیر صاوی ج ۴، ص ۱۲۵]

کیونکہ بدھ کے دن کو یوم نور فرمایا گیا ہے، واقعی مسلمانو ں کے لیے یوم نور ہے، اسی لیے بزرگان دین تدریس کی مجلس کا انعقاد بدھ کے دن فرماتے ہیں کیونکہ علم نور ہے تو اس کی ابتدا نور کے دن ہی مناسب ہے۔

چہار شنبہ کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بدھ کے روز ناخن کاٹے گا تو وسوسۂ شیطانی اس سے دور ہو جائیں گے اور امن و سلامتی حاصل ہوگی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے اور مونچھیں تراشے اور اچھی طرح غسل کر کے مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے جائے تو اس کے ساتھ ہزار فرشتے چلتے ہیں اور سب کے سب خدا سے اس کی شفاعت اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، اعمش نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ ایک بار جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے میں دیر کی پھر کچھ مدت کے بعد حاضر ہوئے، مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے خدا کے مقرب فرشتے اتنے عرصے تک تم کیوں نہیں آئے تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے ہم لوگ نہیں آسکتے جو کہ نہ ناخن کاٹتے ہیں نہ مونچھیں تراشتے ہیں اور نہ وضو کرنے میں اعضا اور جوڑوں کو اچھی طرح سے دھوتے ہیں اور نہ مسواک کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی "وما نتنزل الا بامر ربك۔ یعنی ہم اس وقت زمین پر اترتے ہیں جب ہمیں خداوند قدوس حکم دیتا ہے۔ [علم الیقین، ص ۴۸-۴۷]

ایک نیک عالم دین کا واقعہ

ایک نیک عالم بدھ کے روز ناخن تراشتا تھا اسے بتایا گیا کہ حدیث شریف میں بدھ کے دن ناخن تراشنا مکروہ فرمایا گیا ہے اس نے اس دن ناخن کاٹنا چھوڑ دیا پھر خیال آیا اور بدھ کے دن ناخن کاٹ لئے تو اسے برص کی بیماری لاحق ہوگئی، مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسے خواب میں زیارت نصیب ہوئی، آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو نے میری نہیں سنی تھی؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے نزدیک آپ سے حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی، آقا علیہ السلام نے فرمایا تیرا میری حدیث سننا ہی کافی تھا، پھر بطور شفقت اس کے بدن پر

*مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

دست مبارک پھیرا تو برص کی بیماری بالکلیہ زائل ہوگئی۔

[فیض القدیر، ج ۱، ص ۴۶]

بدھ کے دن سینگی لگوانا اور رگ کٹوانا اچھا نہیں ہے، اس سے برص کی بیماری لاحق ہونے کا خطرہ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ''**من احتجم یوم الاربعاء او یوم السبت فرأى فی جسده وضحا فلا یلومن الا نفسه**۔ یعنی جو شخص بدھ کے یا سنیچر کے روز سینگی لگوائے (اگر) اپنے جسم پر برص کو دیکھے تو اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔''

حکایت: دیلمی راوی ہیں کہ ابوجعفر نیشاپوری نے ایک روز کہا کہ حجامت والی حدیث صحیح نہیں تو انہوں نے بدھ کے دن رگ کٹوائی تو ان کو برص کی بیماری لاحق ہوگئی، فرماتے ہیں کہ میں ایک رات خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے اپنی بیماری کی شکایت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ میری حدیث کی اہانت نہ کیا کرو یعنی تم نے میری حدیث سن کر اس کی مخالفت کی جب ہی تو اس کی بیماری میں مبتلا ہوا ہے۔

[جامع الصغیر ج ۲، ص ۳۴]

چہار شنبہ کے دن کپڑا کاٹنے کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کپڑے کاٹنے میں بھی احتیاط ضروری ہے بدھ کے دن کپڑا کاٹنے میں برکت ہے اور اس کپڑے کے ساتھ عمر بھی بڑھتی ہے۔ [علم الیقین، ص ۴۸]

یوم چہار شنبہ کے اہم واقعات

خلاق کائنات نے بدھ کے دن سات کافروں کو سات چیزوں سے ہلاک فرمایا: (۱) عوج بن عنق کو ہدہد کے ساتھ (۲) قارون کو خسف کے ساتھ (۳) فرعون اور اس کے لشکر کو دریا کے ساتھ (۴) نمرود ملعون کو مچھر کے ساتھ (۵) قوم لوط کو سنگریزوں کے ساتھ (۶) شداد بن عاد کو حضرت جبریل علیہ السلام کی آواز کے ساتھ (۷) قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہلاک فرمایا۔ [کتاب السبعات، ص ۸۰]

عوج بن عنق کے قتل کا بیان

بیان کرتے ہیں کہ عوج بن عنق کی عمر چار ہزار پانچ سو سال کی تھی، قد بہت دراز تھا اتنا لمبا کہ طوفان نوح علیہ السلام کا پانی اس کے گھٹنوں سے اوپر نہیں بڑھا، بیان کیا جاتا ہے کہ پہاڑ پر بیٹھ کر اپنا ہاتھ سمندر کی طرف دراز کرتا اور مچھلیاں پکڑ لیتا اور ان کو دھوپ میں بھون کر کھاتا جب اہل شہر پر غضب ناک ہوتا تو ان پر پیشاب کر دیتا جس میں وہ ڈوب جاتے، جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کے ساتھ میدان تیہہ میں داخل ہوئے تو عوج نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے پاس آیا تو دیکھ کہ لشکر ایک مربع فرسنگ میں پھیلا ہوا ہے اس نے ایک پہاڑ کو اکھاڑ کر اپنے سر پر رکھا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر پھینک کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دے تو اللہ نے ہدہد کو الماس کے پتھ کے ساتھ بھیجا تو ہدہد نے اس پتھر کو اس پہاڑ پر رکھا جو عوج کے سر پر تھا خداوند قدوس کی قدرت سے الماس کی پتھر نے پہاڑ میں سوراخ کیا اور پھر اس کی گردن کو چیر دیا جس سے عوج ہلاک ہو گیا، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علی السلام کا قد مبارک چالیس گز تھا اور ان کا عصا مبارک بھی چالیس گز کا تھا آپ نے چالیس گز ہوا میں چھلانگ لگائی اور عوج کو عصا مارا تو عصا اس کے ٹخنے کو لگا مگر اس کی ضرب اتنی شدید تھی کہ عوج گر کر مر گیا، عوج کو اس کی بلند قامت اور بے پناہ طاقت موت سے نہ بچا سکی، کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

الموت باب و کل الناس داخله
یلیت شعری بعد الباب مالدار
الدار جنة خلدان عملت بها
یرضی الالٰه وان خالفت فالنار
هما محلان ما للناس غیرهما
فانظر لنفسک أی الدار تختار [ایضاً، ص ۸۱]

قارون کی ہلاکت کا بیان

قارون حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا یصھر کا

* مقالہ نگار دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی اور ناظم اعلیٰ ہیں۔

بیٹا تھا بہت ہی خوبصورت تھا اسی لئے اس کو منور کہتے تھے اور بنی اسرائیل میں توریت شریف کا سب سے عمدہ قاری تھا، ناداری کے زمانہ میں نہایت متواضع اور بااخلاق تھا، دولت ہاتھ آتے ہی اس کی حالت تبدیل ہوگئی اور سامی کی طرح منافق ہوگیا، قارون بھی بدھ کے روز ہلاک ہوا اس کی قدرے تفصیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانے کے بعد مذبح کی ریاست حضرت سیدنا ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سپرد فرمادی۔

بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کے پاس لاتے اور وہ مذبح میں رکھتے، آسمان سے آگ اتر کر اس کو کھالیتی، قارون کو حضرت سیدنا ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس منصب پر رشک ہوا اس نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی سرداری حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی، میں کچھ نہ رہا باوجودیکہ میں توریت کا بہترین قاری ہوں میں اس پر صبر نہیں کرسکتا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ یہ منصب حضرت ہارون کو میں نے نہیں دیا بلکہ خداوند قدوس نے دیا ہے قارون نے کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک کہ آپ اس کا ثبوت مجھے نہ دکھادیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤسائے بنی اسرائیل کو جمع کرکرے فرمایا کہ اپنی اپنی لاٹھیاں لے آؤ انہیں اپنے قبے میں جمع کیا، رات بھر بنی اسرائیل ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے، صبح کو حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز و شاداب ہوگیا اور اس میں سے پتے نکل آئے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے قارون! تو نے دیکھا، قارون نے کہا یہ تو آپ کے جادو سے کوئی تعجب نہیں، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ مدارات کرتے تھے اور وہ آپ کو ہر وقت ایذا دیتا تھا اور اس کی سرکشی اور تکبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عداوت دم بدم ترقی پر تھی، اس نے ایک مکان بنایا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نصب کئے گئے تھے، بنی اسرائیل صبح و شام اس کے پاس آتے کھانا کھاتے باتیں بناتے اسے ہنساتے اور جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون آپ کے پاس آیا تو اس نے آپ سے طے کیا کہ درہم و دینار اور مویشی وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا لیکن جب گھر جاکر حساب کیا تو اس کے مال میں سے اتنا بھی بہت زیادہ ہو رہا تھا اور اس کے نفس نے اتنی بھی ہمت نہ کی اور اس نے بنی اسرائیل کو جمع کرکے کہا کہ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہر بات میں اطاعت کی، اب وہ تمہارے مال لینا چاہتے ہیں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہیں آپ جو چاہیں حکم دیجئے کہنے لگا کہ فلانی بدچلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ کرکہ وہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائے ایسا ہوا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ قارون نے اس بدچلن عورت کو ہزار اشرفی روپیہ وعدہ کرکے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت لگانے پر طے کیا، دوسرے روز بنی اسرائیل کو جمع کرکے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کررہے ہیں کہ آپ وعظ و نصیحت فرمائیں، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور بنی اسرائیل میں کھڑے ہوکر آپ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور جو بہتان لگائے گا اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا تو اس کے اگر بیوی نہیں ہے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اگر بیوی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا، یہانتک کہ وہ مرجائے۔

قارون کہنے لگا کہ یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ آپ ہی ہوں، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں، کہنے لگا بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) آپ نے فلاں عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اسے بلاؤ، وہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے

اورتوریت شریف نازل فرمائی سچ کہہ دے، وہ عورت ڈر گئی اور اللہ کے نبی علیہ السلام پر بہتان لگا کر انہیں ایذا دینے کی جرأت اسے نہ ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا اس سے تو یہ کر نا بہتر ہے اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے اللہ عزوجل کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض میں میرے لئے بہت مال کثیر مقرر کیا ہے۔

تب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کے حضور روتے ہوئے سجدہ میں گرے اور یہ عرض کرنے لگے کہ یا رب! اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما، اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے، آپ اس کو جو چاہیں حکم دیں، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا: اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کی طرف بھیجا تھا جو قارون کا ساتھی ہو اس کے ساتھ اس کی جگہ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھ ہو جدا ہو جائے، سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے اور سوائے دو شخصوں کے کوئی اس کے ساتھ نہ رہا، پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے، قارون اور اس کے ساتھ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے پھر آپ یہی فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے اب وہ بہت منت وسماجت کرتے تھے اور قارون آپ کو اللہ کی قسمیں اور رشتہ وقرابت کے واسطہ دیتا تھا مگر آپ نے التفات نہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ دھنس گئے اور زمین برابر ہو گئی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قارون کے مکان اور اس کے خزائن و اموال کی وجہ سے اس کے لئے بددعا کی ہے، یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا مکان اور اس کے خزانے واموال سب زمین میں دھنس گئے۔ [تفسیر خزائن العرفان وغیرہ]

خداوند قدوس اسی قارون کے متعلق فرماتا ہے: فخسفنا به وبداره الارض فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله وما كان من المنتصرين۔ یعنی تو ہم نے اسے (قارون) اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔ [پ۲۰، سورۂ قصص]

فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت

فرعون اور اس کا لشکر بدھ کے دن ہلاک ہوئے تھے، جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعونیوں کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ گئے تو رات کے وقت بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے چلے گئے، صبح کے وقت جب فرعونیوں کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل مصر چھوڑ کر چلے گئے ہیں تو ظالم فرعون بڑا غضب ناک ہوا اور ایک لشکر ساتھ لے کر بنی اسرائیل کی تلاش میں نکلا آخر کار ایک مقام پر بنی اسرائیل کو پالیا، بنی اسرائیل فرعونی لشکر کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ دشمن ہم پر قابو پالیں گے، نہ ہم ان کے مقابلہ کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی بھاگنے کی جگہ ہے، کیونکہ آگے دریا ہے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو تسلی دی کہ کوئی فکر نہ کرو اللہ رب العزت کی طاقت ہمارے شامل حال ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر اپنا عصا مارا تو اس کی برکت سے بارہ خشک راستے بن گئے، بنی اسرائیل نے ان راستوں سے دریا کو سلامتی سے پار کیا، یہ دیکھ کر فرعونی سب کے سب دریا کے اندر آ گئے، تو دریا بحکم الٰہی مل گیا اور مثل سابق ہو گیا اور فرعون اپنی قوم کے ساتھ ڈوب گیا۔

خداوند قدوس قرآن مجید وفرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: فاتبعوهم مشرقين فلما تراء الجمعٰن قال اصحٰب موسىٰ انا لمدركون، قال كلا ان معي ربي سيهدين۔ فاوحينا الىٰ موسىٰ ان اضرب بعصاك البحر، فانفلق فكان كل فرق كالطود العظيم وازلفنا ثم الآخرين، وانجينا موسىٰ ومن معه اجمعين ثم اغرقنا الاخرين،

ان فی ذالك لاٰیۃ، وما كان اكثرهم مؤمنین ۔ یعنی تو فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا دن نکلے، پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا، موسیٰ والوں نے کہا ہم کو انہوں نے آلیا، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یوں نہیں بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے اب راہ دیتا ہے، تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار، تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو اور ہم نے بچالیا، موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے سب ساتھیوں کو، پھر دوسروں کو ڈبو دیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

نمرود کی ہلاکت کا بیان

نمرود بن کنعان کو مچھر سے اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن ہلاک کیا تھا، نمرود لعین وہ بادشاہ تھا کہ جس کی بادشاہی پوری روئے زمین پر تھی اور اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا، اس کی ہدایت کے لئے حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھیجے گئے مگر نمرود ملعون اپنی سرکشی پر اڑا رہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا اور اخر کار حکومت کے نشے میں اور اپنی فوج کی کثرت پر فخر کرتے ہوئے کہا، ابراہیم تو اپنی خدائی فوج لے آ اور میں اپنا لشکر لے آتا ہوں تاکہ لڑائی ہو اور تیرا خدا مجھ سے ملک اور سلطنت چھین لے۔

کہتے ہیں کہ لعین کے پاس سات لاکھ مسلح فوج تھی، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ نمرود نے اپنا لشکر میدان میں اتار دیا ہے اور تیرے لشکر کا انتظار کر رہا ہے، اللہ جل شانہ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کو قبول فرمایا اور مچھروں کا لشکر نمرودی لشکر پر ساحل سمندر سے بھیج دیا۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے کمزور ترین مخلوق مچھر ہے، دوسرے حیوان جب سیر ہوں تو موٹے ہوتے ہیں مگر مچھر جب سیر ہو جائے تو مر جاتا ہے، الغرض مچھر اس کی کثرت سے جمع ہو گئے کہ میدان جنگ اور اس کی فضا کو بھر دیا اور نمرودی لشکر کے گوشت کھا گئے اور خون پی گئے اور تھوڑے ہی وقفہ میں نمرودی فوج تباہی کے گڈھے میں گر کر تباہ ہو گئی اور لنگڑا مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا جو چالیس شبانہ روز اس کا دماغ کھاتا رہا آخر کار بدھ کے دن وہ جھوٹا خدا ہلاک ہو گیا۔ [کتاب السبعیات ص۸۶]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: وما یعلم جنود ربك الا هو ۔ یعنی اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ [پ۲۹، سورۂ مدثر]

قوم صالح کی ہلاکت کا بیان

اللہ رب العزت نے سیدنا حضرت صالح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو چہار شنبہ یعنی بدھ کے دن حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام کی چنگھارسے ہلاک فرمایا، حضرت سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبردار کیا کہ اس زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو ساری قوم کی ہلاکت کا سبب بنے گا تو قوم کے اشراف حضرات جمع ہوئے اور ان میں یہ طے پایا کہ لوگ اپنی عورتوں سے الگ رہیں اور جو عورت حاملہ ہے جو وہ لڑکا جنے تو اس کو قتل کردیں ایک مرد کی عورت نے بچہ جنا چونکہ اس شخص کا اس سے پہلے کوئی بچہ نہ تھا اس لئے اس نے اس کو قتل نہ کیا اس نومولود کا نام قدار رکھا گیا، جب قدار بڑا ہو گیا اور کوئی واقعہ رونما نہ ہوا تو لوگ اپنی اولاد کے قتل پر نادم ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کردیا جائے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: وکان فی المدینه تسعة رهط یفسدون فی الارض والایصلحون۔ یعنی اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور سنوار نہ چاہئے۔ [پ۱۹ ر سورۂ نمل]

ثمود کے شہر میں جس کا نام حجر تھا، ان کے شریف زادوں میں نو شخص تھے جن کا سردار قدار بن سالف تھا یہی لوگ ہیں جنہوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹنے میں سعی کی تھی، کہنے لگے کہ یہ نو آدمی کسی طرف سفر پر چلے جاتے ہیں اور پھر پوشیدہ طور پر آئیں گے کہ کسی کو پتہ نہ چلے اور صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کردیں گے پھر ان کے قرابت داروں کے سامنے قسم اٹھالیں گے کہ ناہم

نے اسے قتل کیا اور نا ہی اس کا علم ہے۔ قدار اس وقت پندرہ برس کا تھا یہ لوگ شراب پیتے تھے انہیں پیاس لگی مگر انہیں پینے کے لئے پانی نہ مل سکا کیوں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پینے کا دن تھا جو اپنی باری میں سارا پانی پی جاتی تھی، قدار اٹھا اور کہنے لگا کہ اس اونٹنی کی وجہ سے ہم پیاسے مر رہے ہیں لہٰذا میں اسے قتل کرتا ہوں دوسروں نے بھی اس کی تائید کی قدار نے تلوار لی اور چل کر پہاڑ کی وادی میں چھپ کر بیٹھ گیا وہ اونٹنی کے واپس آنے کا وقت تھا جب اونٹنی قدار کے قریب سے گزری تو قدار نے حملہ کر کے قتل کر دیا پھر اس کے بچے کے قتل کے درپے ہوا مگر بچہ اس پہاڑ کی طرف چلا گیا جس سے اس کی ماں پیدا ہوئی تھی قدرت الٰہی سے پہاڑ پھٹ گیا اور بچہ اس میں داخل ہو گیا، جب حضرت سیدنا صالح علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اونٹنی کو قتل کر دیا گیا ہے تو قوم بدشعار کو مخاطب کر کے فرمایا: تمتعوا فی دارکم ثلٰثة ایام ذٰلك وعد غیر مکذوب۔ یعنی اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔‘‘

[پ۱۲ رسورہ ہود]

چنانچہ چہارشنبہ کے دن ان کے چہرے زرد ہو گئے اور دوسرے دن جمعرات کو سرخ اور تیسرے روز یعنی جمعہ کو سیاہ اور شنبہ یعنی سنیچر کو عذاب نازل ہوا کہ حضرت سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نعرہ مارا مرجاؤ کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو، اس ہولناک آواز کی ہیبت سے ان کے دل پھٹ گئے اور وہ سب کے سب مر گئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

’’واخذالذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دارھم جٰثمین ، کأن لم یغنوا فیھا ألاان ثمود کفروا ربھم الابعدالثمود۔ یعنی اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے گویا یہاں بسے ہی نہ تھے سن لو بیشک ثمود اپنے رب سے منکر ہوئے ارے لعنت ہو ثمود پر۔ [پ۱۲ رسورۂ ہود]

اگر کوئی شخص سوال کرے کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی سے افضل تھے تو ناقہ کے قتل پر عذاب ان کے قاتلوں پر نازل ہوا، اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر عذاب نازل نہیں ہوا اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹنی، قوم صالح علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے فتنہ کا سبب بن گئی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: اناّ مرسل الناقة فتنة لھم فارتقبھم واصطبر۔ یعنی ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو لے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر۔ [پ۲۷ رسورۂ قمر]

یا اس لئے کہ جب حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو تمام مخلوقات سے عذاب اٹھا لیا گیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ یعنی اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کہ محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ [پ۹ رسورہ انفال]

اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اولاد ہیں اور سیدنا حضرت صالح علیہ السلام کے زمانہ میں عذاب کا دروازہ کھلا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔ یعنی بیشک مجھے تم پر بڑے عذاب کا ڈر ہے۔ [پ۸ رسورۂ اعراف]

اور محبوب خدا شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ رسالت میں رحمت کے دروازے کھلے تھے اور عذاب کے بند تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین۔ یعنی اور ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

[پ۱۷ رسورۂ انبیا]

شداد بن عاد کی ہلاکت کا بیان

چہارشنبہ کے دن شداد بن عاد ہلاک ہوا تھا جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے ایک کا نام شدید دوسرے کا نام شداد تھا، اس نے ایک آسمانی کتاب کا مطالعہ کیا اور اس میں جنت کی صفت اور تعریف پڑھی، کہنے لگا کہ میں اس جنت جیسی دنیا میں ایک جنت بنانا چاہتا ہوں اس کی سلطنت ساری روئے زمین پر دور و دراز تک پھیلی ہوئی تھی اپنے وزرا امراء اور سرداروں سے مشورہ کیا کہ چاہتا ہوں کہ ایک جنت بناؤں جیسے

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت اپنی کتاب میں بیان کی ہے، انہوں نے کہا آپ کو اختیار ہے ساری دنیا پر تمہاری حکمرانی ہے سارے خزانے تمہارے ملک میں ہیں، شداد تیار ہو گیا اور حکم دیا کہ مشرق ومغرب سے سونا چاندی ایک جگہ جمع کی جائے اور تین سو سال میں جنت میرے لئے تیار کی جائے چنانچہ بکثرت معمار جمع کئے گئے، ان میں سے تین سو کا انتخاب کیا گیا ہر ایک کے ماتحت ایک ایک ہزار کارکن مقرر کئے، انہوں نے دس سال دنیا میں چکر لگا کر ایک بہترین زمین تلاش کو جو سرسبز و شاداب تھی اور اس میں نہریں اور درخت بکثرت تھے پھر ایک مربع فرسخ میں جنت کی بنیاد رکھی اور ایک اینٹ سونے اور ایک چاندی سے جنت کے مکان کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا پھر اس میں نہریں اور چشمے جاری کئے اور ایسے درخت لگائے جن کی جڑیں چاندی کی اور شاخیں سونے کی تھیں اور اس میں مختلف محل یاقوت احمر سے تیار کئے ان میں موتی اور یاقوت آویزاں کئے اور ان کی نہروں میں جواہر اور موتی ڈالے گئے کشوری اور عنبر نہروں اور درختوں کے درمیان نچھاور کیا گیا، جب جنت کے محل پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے تو شداد کو خبر دی گئی کہ جنت کے محلات تیار ہو گئے ہیں، چنانچہ شداد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنت کے ملاحظہ کے لئے چل پڑا۔

اہل سیر حضرات لکھتے ہیں کہ اس جنت کی تیاری کے لئے شداد کے امیروں اور وزیروں نے اپنی رعایہ سے تمام سونا چاندی ظلما چھین لیا تھا اور کسی کے پاس ذرہ برابر سونا چاندی نہ رہنے دیا صرف ایک لڑکے کے گلے میں درہم کے مقدار چاندی رہ گئی تھی تو اس کو بھی معاف نہیں کیا، اس سے بھی وہ چاندی چھیننے لگے تو لڑکے نے پوچھا ایسا کیوں کر رہے ہو؟ کیا اتنی مقدار چاندی بھی کسی کے پاس نہیں رہنے دیتے انہوں نے کہا یہ بادشاہ کا حکم ہے اور انہوں نے وہ بھی لڑکے سے زبردستی لے لی مظلوم بچہ نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا الٰہی تو جانتا ہے یہ ظالم جو کچھ تیرے غلاموں اور باندیوں سے کر رہے ہیں ایسے غیاث المستغیثین ہماری فریاد کو پہنچ اس دعا پر فرشتوں نے آمین کہی مستجاب الدعوات نے دعا کو قبول کیا اسی وقت جبکہ ابھی بادشاہ اور اس کا لشکر جنت میں قدم نہ رکھنے پایا تھا کہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام آسمان سے ایک چنگھاڑ ماری تو سب وہیں مر گئے نہ بادشاہ رہا نہ وزراء نہ فقیر نہ غنی سب وہیں تباہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھل تحسّ منھم من احدا وتسمع لھم رکزا۔ یعنی اور ہم نے ان سے پہلے اتنی سنگتیں کھپائیں کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو۔ [پ۱۶ ر سورہ مریم]

دعا ہے کہ رب قدیر ہم اہل سنن کو چہار شنبہ کے مذکورہ معمولات وہدایات پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

■■■

ص ۲۵ رکا بقیہ

یہودی تم سے جدا ہو گئے تو کیا غم ہے تمہیں ایمان لانے کی پاداش میں اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کی دوستی اور محبت حاصل ہو گئی، کسی کہنے والے نے بڑی پیاری بات کہی ؎

کوئی ملے، ملے نہ ملے مصطفیٰ ملے
وہ شئے ملے کہ ملنے سے جس کے خدا ملے

■■■

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

شب برأت! بخشش و مغفرت کا سنہرا موقع

اللہ کریم کے ہر حکم میں حکمت ہی حکمت ہے، دنوں کا تعین، وقت کا تعین، زمانی و مکانی مناسبت، ان میں حکمت کے پہلو مستور ہیں، جنھیں عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے، مثلاً نعمت کے نزول کا دن قوم عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ''یوم عید'' ٹھہرا، فرعون نیل میں غرقاب ہوا اور قوم موسوی کے لیے یہ دن ''خوشی و نجات'' کا ہوا، یوں ہی حضرت ابراہیم سے نسبت رکھنے والے امور ''حج'' کا رکن قرار پائے، اور ان کی یاد ہر سال منائی جاتی ہے، لاکھوں افراد حج کر کے خاص دنوں کی یاد تازہ کرتے ہیں، یوں ہی ایک شب اللہ کریم نے ایسی دی جو بندوں کے لیے نعمت ہے اور وہ ''شب برأت'' ہے۔

انسان انسان ہے، اس سے نسیان وخطا کا ارتکاب عام سی بات ہے، انبیا موصوم ہیں اور ان کی ذات انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے، ان کی بعثت انسانیت کی ہدایت کے لیے ہوئی، انھوں نے اپنا پیغام پہنچایا، رب کی معرفت عطا کی، سب سے آخر میں خاتم الانبیا مالک و مختار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے، دین کو مکمل کیا، ہر ہر اصول دیئے، عبادت کے اصول، معیشت کے اصول، تجارت کے اصول، معاملت کے اصول، سیاست کے اصول، سماجی امور کے اصول، دیانت و انصاف کے اصول، انسانی فلاح و بہبود کے اصول، لیکن یہ ہوتا رہا کہ انسان غفلت کا شکار بنا اور کبھی گناہوں کی وادیوں میں جا پڑا، بے اصولی کا مرتکب ہوا، اسلام میں یہ تصور نہیں کہ گناہ ہو جائے تو توبہ کی کوئی گنجایش یا قبول کی گارنٹی نہ ہو، اس مقام پر ایام کے تعین کی حکمت سمجھ میں آتی ہے۔

شب برأت میں یہی حکمت ہے کہ یہ گناہوں کی معافی، نیکیوں کی داعی اور انعامات خداوندی کی گھڑی ہے، اس میں صدق دل سے کوئی بندہ تائب ہو جائے، رب سے توبہ کی عرض کرے تو دعا قبول ہو، اعمال مقبول ہوں، یہ امیدوں کی شب ہے، عافیتوں کی صبح ہے، رفعتوں کی نوید ہے، برکتوں کی ساعت سعید ہے، قبولیت کی تمہید ہے، پروانۂ نجات ہے، قندیل راہِ حق ہے، جنت کی بشارت ہے، اگر سچی توبہ کر لی جائے تو یہ شب سبب رضائے رب اکبر ہے، رضائے محبوب دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ رحمت ہی رحمت ہے، عافیت ہی عافیت ہے، برکت ہی برکت ہے، راحت ہی راحت ہے، شفقت ہی شفقت ہے، طمانیت ہی طمانیت ہے، عافیت ہی عافیت ہے، عفو و درگزر کی شاہ راہ ہے۔

راتیں تو حیات کے کوچے میں بہت آتی ہیں، لیکن شب برأت کی بات جدا ہے، یہ شبِ راحت ہے، شبِ عافیت ہے، شبِ مغفرت ہے، شبِ انعام و اکرام ہے، شبِ عرفان ہے، شب امید ہے، شب برکت ہے، شب تابندہ ہے، شب درخشاں ہے، شبِ تاب دار ہے، خزینۂ طرح دار ہے، نغمۂ نجات ہے، پروانۂ برأت ہے، کشتِ شاداب ہے، برکھۂ بہار زار ہے، نیکیوں کی بہار ہے، رحمت کردگار ہے، نگۂ محبوب کی عطائے خاص ہے، بخشش کی فصلِ بہار ہے، عبادتوں کی آبشار ہے، سفیدۂ سحر ہے، نوید امروز ہے، امر ربی کے مطابق ساعتِ سعید ہے، نبوی ارشاد کے مطابق لمحۂ آفریں ہے، اسوۂ صحابہ کے مطابق افعالِ صالحہ کی ترجمان ہے، معمولات اہلِ بیت کے مطابق شبِ تاباں ہے، اسلاف کے اعمال صالحہ کا نشاں ہے، عملِ نیک کا موسمِ بہاراں ہے، ایقاں کا شجر فروزاں ہے، نخلِ فکر کا اُجلا نشاں ہے، حسنات کا مہِ تاباں ہے، نفس بدکار کی بخشش کا ساماں ہے۔

* مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

نفس بدکار نے دل پر یہ قیامت توڑی
عمل نیک کیا بھی تو چھپانے نہ دیا

سرکار کی عنایتوں کے قرباں، ایسے اعمال کا درس عطا فرمایا، کہ جن کے انجام دے دینے سے گناہوں کے سب داغ دھل جاتے ہیں، نیکیاں دامن کو چمکا جاتی ہیں، ہمارے اعمال تو ایسے کہ جہنم کے حق دار لیکن ہم پر رحمت محبوبِ کردگار، حضرت نوری بریلوی کا یہ شعار حقیقت کا غماز ہے ؎

میرے اعمال کا بدلا تو جہنم ہی تھا
میں تو جاتا مجھے سرکار نے جانے نہ دیا

نفس بد کے ہم اسیر، اس پہ یہ طرہ کہ ہم ہی بے نظیر، کبر و نخوت کی تہیں چاک کرنی ہوگی، شبِ برأت تلافی اعمالِ بد کی شب ممتاز ہے، تو کیا ہم خود احتسابی کریں گے؟ اعمال کی تاریکی کی سیاہی کافور کریں گے، نفس بد کی اسیری سے نکلیں گے، فریاد ہے فریاد ہے ؎

اللہ اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے

آئیے! اپنی اصلاح کریں، رب کی بارگاہ میں جبیں خم کریں، دل کی دنیا کو روشن کریں، نصیبے کو بے دار کریں، اُن کا وسیلہ لیں جن کا کرم بے مثل، جن کی ذات بے مثال، جن کی سیرت بے داغ، جن کا سراپا بے غبار، جن کا سا حسن نہ دیکھا نہ سُنا، جن کی عطا کے دھارے چلتے ہیں، جن کی سخا کے تارے کھلتے ہیں، جن کا دریائے فیض ہر دم جاری رہتا ہے، جن کی بارگاہ سے کوئی خالی نہیں لوٹتا، جن کی شان کو رب نے بلند کر دیا اور جن کو بھیج کر اپنی نعمتوں کا اتمام کیا: وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ۔ [سورۃ الفتح ۲] اور آپ پر اپنی نعمتیں تمام کر دے، جن سے محبت ایمان کی دلیل، جن سے عشق کرنے والا مومن۔

وہ پیارے محبوب خود فرماتے ہیں: **لا یو من احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین** [بخاری] تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہ ہوگا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ، بال بچے (بلکہ اس کی جان) اور سارے جہاں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور نعمتوں کے قاسم ایسے کہ خود فرماتے ہیں: **انما انا قاسم و اللہ المعطی** اللہ دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں، انھیں کی بابرکت ذات سے محبت کی التجا بارگاہِ صمدیت میں کرلیں تا کہ ایمان کی فصل مہک اٹھے، عقیدے کی دنیا میں چاندنی پھیل جائے اور برأت و مغفرت کے موتی سر کے تاج بنیں ؎

یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفی کا ساتھ ہو

■■■

ص ۵۱ / کا بقیہ

کا غازہ بنا کر ہم بھی ظلمت کدۂ فکر و نظر کو درخشاں کرتے، کاش! ہم جہاں احترام سے ان کا نام لیتے ہیں، اکرام سے ان کے مشن اور ان کی رضا کو اپنانے کی کوشش کرتے۔ وہ کیا وجہ ہے کہ اہل جہاں کی زبان پر ان کا نام رس گھول رہا ہے اور محفل محفل ان کا تذکرہ خلوص کا پھول برسا رہا ہے۔ عقیدت مندوں کے دل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ؎

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کی آنکھیں ترستیاں ہیں

احترام و عقیدت کے ان تمام اہتمام کے باوجود ان کے تواضع کا عالم یہ تھا کہ اپنے سلسلۂ طریقت کے بزرگوں کا ذکر کرنے کے بعد اپنے لیے ان کے واسطے سے خدا سے یہ التجا کر رہے ہیں ؎

تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا
بندۂ ننگ خلقت پہ لاکھوں سلام

اپنے آپ کو ننگ خلقت کہنے کے لیے کتنی ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہے وہ اہل عرفان ہی جان سکتے ہیں، اپنے کام کی نسبت ان کی التجا کا یہ مخلصانہ مقام زمانہ ہمیشہ یاد رکھے گا بلکہ یاد رکھے ہوئے ہے۔

کام وہ لیجیے تجھ کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

■■■



بخشش و مغفرت کی رات شب برأت

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر نزول فضل رحمت فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔ [ابن ماجہ، حدیث ۱۳۸۵]

واضح ہو کہ بنی کلب عرب کا وہ قبیلہ تھا جس میں سب سے زیادہ تعداد میں بکریاں پالی جاتی تھیں۔

اعلان خداوندی

بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس میں قیام کرو (نوافل پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو بے شک اللہ تعالیٰ اس رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (یعنی رحمت کے لحاظ سے اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے) اور غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک فرماتا ہے: ہے کوئی بخشش چاہنے والا، جسے میں بخشش دوں؟ ہے کوئی طالبِ رزق؟ جسے میں روزی دوں، ہے کوئی مصیبت زدہ؟ جسے میں عافیت عطا کردوں، ہے کوئی فلاح حاجت وطلب والا؟ [ابن ماجہ]

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ روِ منزل ہی نہیں

اس حدیث پاک میں توبہ کا ذکر پہلے ہے قرآن میں بہت سی آیتیں توبہ کے بیان میں موجود ہیں۔

اہلِ ایمان وتقویٰ پر بھی توبہ واستغفار فرض ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: خبر دو میرے بندوں کو کہ بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔ [القرآن، سورہ حجر، آیت ۴۹، ۵۰]

ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جماعت صحابہ کے پاس سے گزرے جو آپس میں ہنس رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابیوں سے فرمایا تم کو ہنستا ہوا میں کیوں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ کرام اس عتابانہ کلام سے ڈر گئے، اسی وقت یہ آیتیں اتریں، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دارومدار خوف وامید پر ہے، اس کی رحمت سے امید یعنی توبہ ومعافی مانگنے پر بخشش کا یقین اور اس کے عذاب سے ڈر وخوف لازم ہے۔ [نورالعرفان صفحہ ۴۲۱]

توبہ میں تین چیزوں کا جمع ہونا ضروری ہے، ایک یہ کہ جو غلطی اور گناہ سرزد ہوجائے اس پر ندامت اور شرمندگی کا احساس کرے، دوسرے یہ کہ جو گناہ سرزد ہوا ہے اس کو فوراً چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا مکمل عزم وارادہ کرے، جب اس طرح توبہ کرلے تو توبہ کرنے والا شخص گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَن لَّا ذَنبَ لَهٗ۔ جس نے گناہ سے توبہ کرلیا وہ ایسا ہوگیا، جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ [ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۳۰۴]

مولائے رحیم کا کرم دیکھئے صرف یہ ہی نہیں کہ اس کی توبہ قبول فرمایا بلکہ وہ گناہ بھی معاف کردیا اور نامہ اعمال سے وہ گناہ مٹادیا، یہ اس کی رحمت ہی تو ہے، ہم سب کو خصوصیت کے ساتھ نوجوانوں کو غور کرنا ہے کہ اس ''شب برأت'' میں اپنے گناہوں سے توبہ کریں، اللہ کی بارگاہ میں مغفرت چاہیں، جب رحمت الٰہی خود بندوں کو بلا رہی ہے یہ اس کا کرم واحسان ہے۔

جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کی سنت ہے

صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ جب انسان گناہ گار ہوجائے، گناہ کا زہر چڑھ جائے تو فوراً توبہ واستغفار کا تریاق (زہر کی دوا جو فوراً اثر کرتی ہے) استعمال کرو، اس سے اسی وقت اس گناہ کا

*مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

زہر اتر جائے گا، حدیثوں میں جوانی کی توبہ اور گناہ سے فوراً توبہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار
در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

(یعنی جوانی میں توبہ کرو یہ پیغمبروں کا طریقہ ہے بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی متقی و پرہیز گار بن جاتا ہے)

اس لئے کہ اس وقت نہ منھ میں دانت رہے نہ پیٹ میں آنت رہیں، اب تو ظلم کرنے کی طاقت ہی نہیں، اس لئے اب پرہیز گار نہیں بنے گا تو اور کیا بنے گا۔ آدمی جوانی میں توبہ کرے جب کی قوت اور طاقت موجود ہے اور گناہوں کا تقاضہ بھی شدت سے پیدا ہو رہا ہے لیکن یہ سب ہوتے ہوئے اللہ کے خوف سے آدمی گناہوں سے بچ جائے یہ کمال ہے، توبہ کے لئے بوڑھے ہونے کی راہ دیکھنا یا متبرک دن وراتوں کا انتظار کرنا سستی اور کاہلی ہے، ہم اور خاص کر ہمارے نوجوانوں کی طبیعت میں سستی اور کاہلی آگئی ہے، ہم آج کے کام کل پر ٹالتے ہیں، ہم "پھر کبھی" کا شکار ہیں، ٹال مٹول، تاخیر، تساہلی، سست روی ہمارے دین و دنیا و مستقبل کے لئے انتہائی تباہ کن ہیں، یہ نشہ آور چیزوں سے زیادہ نقصاندہ ہیں۔

امام عبدالرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۱۱-۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب منہاج القاصدین میں توبہ کے باب میں ایک الگ باب قائم فرمایا ہے، باب تسویف (آئندہ کرلوں گا) کے بارے میں لکھا ہے: آئندہ پر ٹالنے والے بالعموم ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی جیسی دو چیزوں میں فرق کرجاتے ہیں، آئندہ پر ٹالنے والے کی مثال اس آدمی کی سی ہے جیسے ایک درخت، وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے، شدید مشقت سے اکھڑے گا تو وہ کہے کہ میں ایک سال بعد اس کو اکھاڑنے آؤں گا، وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا، مضبوط ہوتا جائے گا اور خود اس کی عمر گزرتی جائے گی، وہ کمزور ہوتا جائے گا، جب وہ طاقت ور ہونے کے باوجود درخت کی کمزوری کی حالت میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا تو جب وہ کمزور ہو جائے گا اور درخت زیادہ طاقتور تو پھر اس پر کیسے غالب آسکے گا۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ ٹال مٹول شیطان کا شعار ہے جس کو وہ مسلمانوں کے دلوں میں بٹھاتا ہے، امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمر کے سانسوں میں ہر سانس ایک نفیس جوہر ہے جس کا معاوضہ کوئی چیز نہیں ہوسکتی، مسلمانوں کو اپنی جان کی خاطر اپنی جان کو آخرت کی خاطر، دنیا کو بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پہلے زندگی کو کام میں لانا چاہئے، داناؤں کی رجسٹروں میں "کل" کا لفظ کہیں نہیں ملتا، البتہ بے وقوفوں کی جنتریوں میں یہ بکثرت مل سکتا ہے، کل کا لفظ ایسے لوگوں کے لئے ہے جو صبح سے شام تک خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں اور شام سے صبح تک خواب دیکھتے رہتے ہیں۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عقل مند وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کو اپنے تابع رکھے اور موت کے بعد کام آنے والے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے لگ جائے اور اللہ سے بھلائی کی امید رکھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یامت کا حساب ہونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور اعمال کا وزن ہونے سے پہلے ان کو تولو اور بڑی پیشی کے لئے تیاری کرو، سورۂ حاقہ میں ارشاد ربانی ہے کہ اس دن تم پیش کئے جاؤ گے، تم سے کوئی چیز مخفی نہ رہے گی۔

توبہ ایمان والوں کے لئے تحفہ ربانی ہے

مولائے رحیم کا ارشاد ہے: اور اللہ وہی ہے جو بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ [القرآن، سورۂ شوریٰ، آیت ۲۵]

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ توبہ سے گناہ کبیرہ بھی معاف ہوجاتے ہیں، توبہ واستغفار کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، احادیث میں بھی اس کا ذکر کثرت سے موجود ہے۔

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: یَا اَیُّھَا النَّاسُ

تُوبُوا اِلٰی رَبِّکُم فَاِنِّی اَستَغفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوبُ اِلَیہِ فِی الیَومِ اَکثَرَ مِن سَبعِینَ مَرَّۃً۔ یعنی لوگو بارگاہ الٰہی میں توبہ استغفار کیا کرو میں بھی اللہ کے حضور روزانہ ۷۰ ر بار سے زیادہ توبہ کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ﷺ نے فرمایا کہ جادوگر، کاہن سود خور اور بدکار یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں سے توبہ کئے بغیر ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں اور اس مبارک شب برأت کے فیضان سے مالا مال ہوں۔

محروم وکم نصیب لوگ

بلاشبہ شب برأت کو رحمت خداوندی وافر مقدار میں بندوں پر نازل ہوتی ہے اور گناہ گاروں کی بگڑی سنورتی ہے، لیکن چند ایسے افراد بھی ہیں جو بعض گناہوں کی وجہ سے اس رات کی برکات اور فضل خداوندی سے محروم رہ جاتے ہیں، رشوت لینے والا، ظالم سپاہی، کاہن، لوگوں سے مال لے کر امراء کو دینے والا، لہو ولعب کے لئے مزامیر رکھنے والا، مشرک، دنیاوی عداوت رکھنے والا، قطع رحمی کرنے والا، ازراہِ تکبر کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا، والدین کا نافرمان، دائمی شرابی، جادو کرنے والا، بلاوجہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ سلام وکلام نہ کرنے والا، زنا کار، جاندار کی تصویر بنانے والا، جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنے والا، بدعتی، جس کے دل میں صحابہ کرام کا بغض ہو۔ [مسند امام احمد شعب الایمان جلد ۳ /صفحہ ۳۸۳]

توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے

اللہ پاک ہمیشہ ہر قوم کے گناہ معاف کرنے والا ہے، کافروں کی توبہ کفر سے، مومنوں کی توبہ گناہوں سے، خیال رہے گناہوں سے انکار کرنا بے حیائی اور ڈھٹائی ہے، گناہ کا اقرار کرنا نادم ہونا اچھی بات ہے، یہ ٹھیک ہے کہ شب برأت اور دیگر مقدس ایام والی راتوں میں توبہ زیادہ قبول ہوتی ہے لیکن گناہ کرنے کے بعد توبہ کو ان مقدس دنوں اور راتوں کے لئے اٹھا رکھنا بدترین جرم وشقاوت ہے، کیا معلوم ایسے دن اور ایسی راتیں آنے سے قبل ہی موت آجائے اور گناہوں کا بوجھ لے کر خدا کے حضور پیش ہونا پڑے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

شب برأت اور دیگر مقدس راتوں کو عبادت کے لئے جاگنے والے حضرات نماز عشا اور نماز فجر باجماعت ادا کرنے کا خصوصی اہتمام کریں، اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھیں، قرآن کی تلاوت کریں، زیارت قبور کو جائیں، تمام مرحومین کو ایصال ثواب کریں، کثرت سے توبہ کریں، آتش بازی خرافات اور رات بھر گھوم پھر کر وقت برباد نہ کریں، مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں، سنجیدگی سے اس رات کی فضیلت و برکات کو دامن میں سمیٹیں، اپنے اور تمام عالم اسلام کی بھلائی کے لئے دعا کریں، اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ■■■

ص ۴۵ رکا بقیہ..

ناموسِ رسالت اور عظمتِ محبوب ﷺ تھی؛ اِس لیے امام اہلِ سنّت نے اِس کا حل یہ نکالا کہ دلوں میں محبت رسول ﷺ کی روح پھونک دی۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

محبت کی معراج عشق ہے، عشقِ رسول ﷺ وہ جذبہ صالح ہے جس سے ایک طرف ایمان کو تازگی ملتی ہے، دوسری طرف باطل قوتوں کے مقابل اسلامی شوکت کا پیغام مشتہر ہوتا ہے، اس لیے کہ عشقِ رسول کی بنیاد پر مسلمانوں نے دُنیا کے ہر خطے میں اسلام کی کامیاب اشاعت کی اور دلوں کی بزم میں خوش گوار انقلاب برپا کیا، مسلم معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے آپ کی اصلاحی خدمات خاصی اہمیت کی حامل ہیں، معاشرے کے ہر ایسے پہلو کی اصلاح کی جس کے ذریعے انسانیت بھلا پائے اور ایمان تازہ ہو، جہاں آپ نے عقیدے کی اصلاح کی اور صاف ستھرے مسائل لوگوں تک پہنچائے، وہیں اعمال کی اصلاح بھی کی، برائیوں کے خلاف فتاویٰ صادر کیے جن کی اسی زمانے میں اشاعت بھی ہوئی، امام اہلِ سنّت کے خلفا و شاگردوں نے بھی آپ کے مشن کو اکنافِ عالم میں پہنچایا۔ ■■■

سیرت رسول

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

گوہر آبدار

مدینہ میں چاروں طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ رہی ہے، تمام گلیاں دلہن کی طرح سجادی گئی ہیں، مدینہ کا ذرہ ذرہ آفتاب عالمتاب سے زیادہ روشن نظر آرہا ہے، ہر چہار جانب جوش وخروش کی کیفیات نظر آرہی ہیں، مدینے کا ہر فرد شوقِ انتظار میں اس طرح بے تاب و بے قرار نظر آرہا ہے کہ اس کے لیے ہر پل ایک صدی جیسا معلوم ہوتا ہے، الغرض مدینہ والوں کی امنگیں دیکھ کر ہر زبان برملا کہتی ہے کہ ایسا جوش مدینہ کی دھرتی پر اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، فدائیوں کی یہ کیفیت تھی کہ صبح سے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر روزانہ اس نوری پیکر کا انتظار کرتے کہ جس کی آمد کی خبر پورے مدینے میں ہواؤں کی طرح پھیلی ہوئی تھی، جب سورج گرم ہو جاتا، دھوپ کی حدّت بڑھ جاتی اور ان کی آنکھوں کے سامنے مایوسی کے تاریک بادل چھا جاتے تو وہ تھکے ہارے مسافروں کی طرح اپنے گھر واپس ہو جاتے، روزانہ ان کا یہی معمول تھا۔

مگر ایک دن اچانک دور سے ایک یہودی کی نگاہ سرکار پر مرکوز ہو جاتی ہے اور اسے سرکار کی آمد کا یقین ہو گیا تو اس نے فرطِ جذبات میں شیدائیوں کو آواز دی کہ وہ دیکھو! تمہارے مقصد ومقصود کی نوری شعاعیں پھوٹ رہی ہیں، اتنا سنتے ہی سارے مشتاقانِ دید جوق در جوق سرورِ عالم ﷺ کے استقبال اجلال کے لیے پروانہ وار چل پڑے اور مرحبا اھلاً و سھلاً کی فلک شگاف آواز فضا میں گونجنے لگی، ہر فرد خواہ جوان ہو کہ بوڑھا، عورت ہو کہ مرد، چھوٹا ہو کہ بڑا ایک زبان کہنے لگا: جاء رسول اللہ وجاء نبی اللہ۔

مدینہ والوں نے سرکار کو اپنی آنکھوں میں بٹھایا اور آپ کے قدموں میں اپنا من دھن تن سب قربان کر دیا، شاید ہی کوئی ایسا لمحہ ہو کہ سرکار کی بارگاہ میں جاں نثاروں کا اژدہام نہ رہا ہو، حتی کہ آپ کی زیارت سے شرف یاب ہونے کے لیے وہ یہودی و عیسائی بھی آیا کرتے تھے جو مسلمانوں کو پھوٹی آنکھ بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے لیکن تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ سرکار ہر ایک کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کا ایسا مظاہرہ فرماتے کہ نرا دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ دشمنانِ اسلام یہ سوچ کر آپ کی بارگاہ میں زیادہ دیر نہیں بیٹھتے تھے کہ مبادا آپ کی شیریں بیانی سن کر وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ ہو جائیں، لیکن پھر بھی وہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اپنے قلب مضطر کو امن وسکون فراہم کرتے۔

رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان نصیحتوں اور ہدایتوں کے انمول موتی لٹاتے گئے، لوگ آپ کے مواعظِ حسنہ سے سرشار ہونے کے لیے آپ کی جانب سبقت کرنے لگے، ان سبقت کرنے والوں میں عبداللہ بن سلام سرفہرست تھے، یہ وہی عبداللہ بن سلام ہیں کہ جن کا شمار احبارِ یہود میں ہوتا تھا، تمام یہودی آپ کی علمی تمکنت اور جاہ وجلال کے سامنے اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھتے تھے، ہمیشہ آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے، اپنے دینی مسائل کا حل آپ ہی سے نکالتے، آپ کا قول قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا تھا اور آپ سارے یہودیوں کے روحانی پیشوا مانے جاتے تھے۔

عبداللہ بن سلام پہلی بار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، جوں ہی سرکار کے روئے انور کی تابشیں دیکھیں تو بے ساختہ بول پڑے کہ یہ چہرہ کسی کذاب کا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس چہرے سے تو صدق وصفا کی ضیاپاشی ہو رہی ہے، سرکار کے رخِ زیبا کی کیا زیارت ہوئی عبداللہ بن سلام کے دل کی دنیا یکسر بدل گئی،

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معتبر نقد و ادیب ہیں۔

آپ کے اندر ایک عظیم لاہوتی انقلاب رونما ہو گیا، نہ چاہ کر بھی آپ بارگاہِ مصطفیٰ میں بیٹھ گئے، آپ کی نگاہیں یہ دیکھ کر خیرہ ہونے لگیں کہ پورا ماحول سرورِ کائنات کے نور سے تابندہ و درخشندہ نظر آرہا ہے اور آپ کو اس نورانیت کے سامنے چاند کی چاندنی اور ستاروں کی چمک ماند پڑتی محسوس ہونے لگی۔

جب سرکار نے اپنی حلاوت آگیں زبان سے وعظ ونصیحت کا آغاز فرمایا تو ایک ایک حرف آپ کے دل میں اترتا چلا گیا، وعظ کیا تھا شعور زندگی کا بیش بہا گنجینہ اور لازوال درسِ انسانیت کا بے مثال خزینہ تھا، سب سے پہلے سرکار نے ارشاد فرمایا: **افشوا السلام**۔ اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، یعنی جب اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو اس پر سلامتی کے پھول برساؤ، **حاشا وکلّا** اپنے سلام کو فقط اعزہ واقارب اور شناسائیوں کے ساتھ مختص نہ کرنا بلکہ کسی سے بھی ملاقات ہو خواہ وہ کسی خاندان کا ہو یا کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھتا ہو اسے سلام کرو کیوں کہ جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تو وہ بلاشبہ تمہارے سلام کا حق دار بن گیا، سرکار نے یہ بھی فرمایا کہ سلام اس قدر آہستہ سے نہ کہو کہ جسے سلام کہا جارہا ہو وہ سن بھی نہ سکے۔

جب عبد اللہ بن سلام نے مدینہ کی دھرتی پر سرورِ کائنات ﷺ کے پہلے وعظ کا پہلا جملہ سنا تو آپ کے قلب میں کیف و سرور اور عقیدت ومحبت کی شمعیں جل اٹھیں، آپ نے سرکار کے نوری کلمات کی جانب اپنی تمام تر توجہ مرکوز فرمادی۔

پھر سرکار نے فرمایا: **اطعموا الطعام**۔ یعنی اے لوگو! اگر اللہ نے تمھیں استعداد اور استطاعت بخشی ہے تو فقط خود کو آسودہ نہ کرو بلکہ فقرا ومساکین کے ساتھ بھی ہمدردی وغم خواری کا مظاہرہ کر کے اخوت وبھائی چارگی کی مثال قائم کرو، کبھی تم یہ گوارا نہ کرنا کہ تم سیری حاصل کرلو اور اپنے محتاج ونادار بھائی کو بھوک اور پیاس کی تیرہ وتار وادی میں تنہا بے یار مددگار بھٹکتا چھوڑ دو، جب سرکار کے مواعظِ حسنہ کا دوسرا جملہ عبد اللہ بن سلام کے کانوں سے ٹکرایا تو آپ کی جانب رغبت اور بڑھ گئی۔

پھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **وصلوا الارحام**۔ یعنی اپنے اعزہ واقارب سے غیروں جیسا سلوک نہ کرو بلکہ ان کے ساتھ صلۂ رحمی کرو اور ان کے مصائب وآلام میں برابر کے شریک ہو کر بلندیٔ انسانیت کی آخری حدوں کو چھولو، جب عبد اللہ بن سلام نے سرکار کی مقدس زبان سے صلۂ رحمی کی دعوتِ بلیغ سنی تو آپ سرکار پر وارفتہ ہونے لگے اور آپ کے اندر دیوانگی کا پر نور سماں چھانے لگا۔

پھر سرکار نے فرمایا: **صلوا باللیل والناس نائمون**۔ اے لوگو! رات کے اس حصے میں بارگاہِ خداوندی میں نیاز مندانہ سجدے گزارو کہ جب سارا عالم محوخواب ہو، تمہاری یہ عبادت خداوند قدوس کی رحمتیں اپنے دامن میں سمیٹ لے گی اور تم پر ربّ کونین کے لطف وکرم کی اس قدر موسلا دھار بارش ہوگی کہ تم دونوں جہاں میں کامیاب ہو جاؤ گے اور تمہارا ذوقِ عبادت حسن نمو سے سرشار ہو جائے گا، سرکار کی زبان فیض ترجمان سے آخری جملہ جوں ہی صادر ہوا عبد اللہ بن سلام کا مزاجِ یہودیت متزلزل ہو گیا اور دل تھا کہ سرکار کی جانب کھنچا چلا جارہا تھا مگر آپ نے تھوڑا سا ضبط وصبر سے کام لیا اور اپنے گھر واپس ہو گئے، جب گھر پہنچے تو رات کی شہزادی اپنی سیاہ زلفیں بکھیر چکی تھی، ہر طرف ایک سناٹے کا عالم طاری تھا، سارے لوگ اپنے اپنے بستر پر دراز ہو کر مزے کی نیند لے رہے تھے، عبد اللہ بن سلام نے بھی خود کو بستر کے حوالے کر دیا مگر بقول شاعر ؎

میں تو آنکھوں میں جگہ دینے کو حاضر تھا اسے
پر نیند ظالم سے یہ پوچھو کہ کبھی آئی بھی

آپ کی ہزار کوششوں کے باوجود نیند روٹھی ہی رہی، حال یہ تھا کہ رات بھی آپ کو طویل سے طویل تر محسوس ہونے لگی، ایک ایک لمحہ عرصہ کی دبیز چادر اوڑھے بے حرکت وساکت نظر آنے لگا، ایسا لگتا تھا کہ رات نے نہ ختم ہونے کا عہد وپیماں کر رکھا ہے، بار بار آپ کی نگاہوں کے سامنے سرکار کا پر نور چہرہ جلوہ طراز ہوتا اور شیریں کلامی کانوں سے آشنا ہونے لگتی تو آپ کو شوق زیارت مست وبے خود کر کے اضطرابی کیفیت سے دوچار کر دیتا، آپ صبح کی سپیدی کا شدت سے انتظار کر رہے تھے، جوں توں کر

کے رات گزاری اور انتظامِ فطرت کے مطابق صبح اُجالوں کا گراں مایہ تحفہ لے کر جلوہ بار ہوگئی۔

عبداللہ بن سلام دیوانہ وار سرکارِ ابد قرار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ آپ کے سامنے ایسے تین سوال رکھے جس کا جواب سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا تھا، دراصل عبداللہ بن سلام نے مزید اطمینان اور وجۂ بصیرت کے لیے سلسلۂ سوال شروع کیا ویسے تو آپ کو تصدیق بالجنان حاصل ہو چکی تھی لیکن اقرار باللسان کے لیے اثبات ایمانی کی راہیں ہموار کر رہے تھے۔

آپ نے سرکار سے پہلا سوال کیا حضور! یہ بتائیے کہ علاماتِ قیامت میں سے وہ کون سی علامت ہے جو اس خاکدانِ گیتی پر پہلے ظاہر ہوگی، سرکار نے فوراً جواب مرحمت فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی علامت یہ ہوگی کہ مشرق کی جانب سے ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو مغرب کی طرف اس طرح ہنکا کر لے جائے گی جس طرح چرواہا بکریوں کو ہنکا لیتا ہے۔

عبداللہ بن سلام نے دوسرا سوال کیا کہ روزِ محشر حساب و کتاب کے بعد جب جنتیوں کو جنت الفردوس میں داخل کیا جائے گا تو انہیں سب سے پہلے کونسا کھانا پیش کیا جائے گا، سرکار نے بلا تامل ارشاد فرمایا کہ جنتیوں کے لیے سب سے پہلا کھانا اس مچھلی کی کلیجی ہوگی جس کی پشت پر زمین قائم ہے اور وہ کھانا اس قدر لذیذ و مرغوب ہوگا کہ اس کی لذت سے جنتیوں کی زبان دنیا میں نا آشنا رہی ہوگی، اس سلسلے میں حدیثوں میں آیا ہے کہ اس دن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے زمین کو سفید روئی کی مانند کر دے گا۔

عبداللہ بن سلام نے تیسرا سوال کیا حضور! کیا سبب ہے کہ کوئی بچہ باپ کا شبیہ ہوتا ہے کوئی بچہ ماں کا، حضور ﷺ نے بلا تاخیر جواب فرمایا کہ والدین میں جس کا نطفہ رحم مادر میں پہلے یا زیادہ پڑتا ہے بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

جب عبداللہ بن سلام نے اپنے عجیب و غریب سوالوں کا نہایت صحیح و معقول جواب سرکار کی زبانِ مقدس سے سنا تو فرطِ جذبات میں فوراً سرکار کے قدم ناز پر اپنا سر رکھ دیا اور بے ساختہ پکار اٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بلا شبہ خدا ایک ہے اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا، سرکار! یہودی ایک ایسی قوم ہے جو مکاری و فریب کاری میں اپنا جواب نہیں رکھتی، کذب و بہتان اس کا اوڑھنا بچھونا بن کر رہ گیا ہے، وہ سب کے سب اس امر سے بالکلیہ آشنا ہیں کہ آپ کے اعلانِ نبوت سے سابق ادیان منسوخ ہو گئے اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں توریت میں جا بجا آپ کی صداقت و رسالت کا تذکرہ ہے نیز آپ پر ایمان لانے کی ہدایت، مگر وہ لوگ ان سب باتوں سے واقف ہونے کے باوجود آپ پر ایمان نہیں لاتے اور بغض و عناد کی بنیاد پر ہمیشہ دیدہ و دانستہ آپ کی تکذیب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور توریت کی ان عبارتوں کو مخفی رکھتے ہیں جو آپ کی تصدیق نبوت پر روشن دلیلیں ہیں جب انہیں معلوم ہوگا کہ میں نے مذہب یہودیت کو خیر آباد کہہ دیا ہے اور میں نے آپ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا ہے تو وہ لوگ لعن طعن پر اتر آئیں گے، پھبتیوں کی بارش کریں گے اور مجھ پر قسم قسم کے بہتان باندھیں گے، ہر چند کہ وہ لوگ مجھے علم و سیادت میں یکتائے روزگار، اپنا متفق علیہ سردار، اعلم بن اعلم اور افضل بن افضل تسلیم کرتے ہیں اور میرے قول کے سامنے بلا چوں و چراں اپنا سر خم کیے رہتے ہیں مگر تاہم وہ اپنی عادتِ قبیحہ اور فطرتِ رذیلہ کی بنیاد پر مجھے بے جا الزام و بہتان کا شکار بنائیں گے اس لیے میں آپ کی بارگاہ میں عریضہ پیش کر رہا ہوں کہ اس سے پہلے کہ میرا ایمان لانا ظاہر ہو آپ فلاں فلاں علمائے یہود کو اپنے پاس بلا کر امتحان لیجئے اور میرے سلسلے میں حالات دریافت فرمائیے تاکہ ان کے خیالات و نظریات کھل کر سامنے آسکیں، جب انہیں کی تلوار سے ان پر زد پڑے گی تو پھر ان کی ناپاک زبانیں ہمیشہ کے لیے گنگ ہو کر رہ جائیں گی۔

سرکار نے حضرت عبداللہ بن سلام سے فرمایا اے میرے جاں نثار صحابی! گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں ایسا کرو کہ تم اس پوشیدہ مقام میں ٹھہرے رہو میں ابھی علمائے یہود کو بلاتا ہوں،

چنانچہ سرکار ابد قرار کی دعوت پر علماء یہود کی ایک بڑی جماعت بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئی سرکار نے اپنی زبان بلاغت نظام سے ارشاد فرمایا کہ تم اس بات سے اچھی طرح واقف وآشنا ہو کہ خداوند قدوس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول برحق ہوں، حقِ تعالیٰ نے مجھے اس روئے زمین پر جملہ بنی نوع آدم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے، کیا تم نے یہ باتیں توریت میں نہیں پڑھی ہیں؟ مکار یہودیوں نے فوراً انکار کر دیا کہ نہیں ہم نے نہ آیتیں پڑھی ہیں اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ یہودیوں کی فریب کاری سرکار کو پہلے ہی سے معلوم تھی کہ سب کچھ جان کر محض اس لیے اخفائے حق کرتے ہیں کہ ان کی سرداری اور دنیاوی نام ونمود پر کوئی حرف نہ آسکے، خداوند قدوس نے انہیں یہودیوں کے حق میں ارشاد فرمایا: یعرفون کما یعرفون ابناءھم ۔ یعنی یہ لوگ نبی آخر الزماں کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی معرفت کو بیٹوں کی معرفت سے تشبیہ دی نہ کہ باپ سے، اگر اس تشبیہ کا بالغائر جائزہ لیا جائے تو اس کی چند اہم وجہیں سمجھ میں آتی ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کو بلادلیل صرف لوگوں سے سن کر جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے مگر باپ اپنے بیٹے کو مختلف دلائل سے جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے مثلاً اپنے نکاح سے، قرار حمل سے، ولادت سے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح یہود بھی حضور ﷺ کو محض سن کر نہیں بلکہ دلائل و براھین سے جانتے تھے کہ یہ اللہ کے رسول برحق ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ بیٹا دنیا میں آکر باپ کو پہچانتا ہے مگر اس کے برعکس باپ اپنے بیٹے کو اس کی ولادت سے قبل جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اسی طرح یہود حضور ﷺ کو قبل ولادت باسعادت بخوبی جانتے تھے کہ محمد بن عبد اللہ خداوندِ قدوس کے آخری رسول بنا کر مبعوث ہوں گے اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر یہود سرورِ کائنات ﷺ کی آمد کی دعائیں مانگتے اور نہ آپ کی آمد کا انتظار کرتے اور نہ آپ کی بعثت کے بعد مدینہ پاک میں گھر گھر جا کر آپ کی آمد کا مژدہ سناتے، تیسری وجہ یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً نہیں جان لیتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد جب اس کا شعور بیدار ہوتا ہے تو اپنی ماں اور دیگر اقارب سے سنتا ہے تو اسے اپنے باپ کا علم ہوتا ہے، مگر باپ کا معاملہ بیٹے سے بالکلیہ مختلف ہے کیوں کہ باپ اپنے بیٹے کو اول ہی جانتا ہے کیوں کہ وہ اپنے بیٹے کے جاننے کے سلسلے میں نہ بلندئ شعور کا محتاج ہے اور نہ کسی کے قول وقرار کا، اسی طرح بلاشبہ وتمثیل یہود تو یہود بلکہ سارا عالم حضور ﷺ کو عہدِ طفولیت ہی سے جانتا تھا کہ بلاشبہ یہ اللہ کے برگزیدہ رسول برحق ہیں، کیوں کہ دنیا نے پہاڑوں کو آپ کو سلام پیش کرتے دیکھا، حجر کو آپ کی آمد کی خوش خبری دیتے ہوئے دیکھا، درختوں کو آپ پر سایہ کے لیے جھکتے دیکھا، چاند کو آپ سے باتیں کرتے دیکھا، جانوروں کو آپ کی بارگاہ میں سجدے گزارتے دیکھا

بالائے سرش زہوشمندی	مے تافت ستارۂ بلندی

جب یہ آیت يَعْرِفُونَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ نازل ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی پیاری بات کہی، آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے بیٹوں سے کہیں زیادہ اس بات پر یقینِ کامل ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ اللہ کے رسول ہیں کیوں کہ بیٹے پر بیٹے ہونے کا شک تو ہوسکتا ہے لیکن رسولِ کونین کی رسالت پر شک تو شک اس کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا۔

پھر سرکار نے یہودیوں سے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ عبد اللہ بن سلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ سارے یہودیوں نے بیک زبان کہا ارے ان کا کیا پوچھنا وہ تو ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے فرزند ارجمند ہیں، ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے کے نورِ نظر اور ہم میں سب سے زیادہ فضیلت کے مالک اور ہم میں سب سے زیادہ باشعور و دانا اور ہم میں سب سے زیادہ فضیلت کے مالک کے چشم و چراغ ہیں، ہم میں سب سے زیادہ باشعور و دانا کے لختِ جگر ہیں بلکہ حد تو یہ ہے کہ ان کے سارے آبا واجداد ہمارے بزرگ وپیشوا رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم عبد اللہ بن سلام کی اس قدر

تعریف کر رہے ہو اور نہ صرف یہ کہ وہ تمہارے پیشوا اور تم میں زیادہ علم و فضل والے ہیں بلکہ ان کے سارے آبا و اجداد تم میں افضل و اعلم رہے تو پھر یہ بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو تمہارا رویہ کیا ہوگا؟ کیا تم اپنے سردار کے اتباع میں حق و صداقت کی ٹھنڈی چھاؤں میں آ کر حلقۂ بگوش اسلام ہو جاؤ گے؟ یہودیوں نے جواباً کہا کہ آپ یہ کیا انہونی سی بات بول رہے ہیں؟ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام اور اسلام کے مابین مکمل تضاد وتباین ہے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ عبداللہ یہودیت سے الگ ہو کر اسلام کے اسیر بن جائیں، خدا انہیں اسلام سے دور ونفور رکھے، جب سرکار نے بار بار مذکورہ سوال دہرایا تو یہودی بعینہ یہی جواب دیتے رہے تو آپ نے فرمایا اے ابن سلام! باہر آؤ، جوں ہی سرکار کی آواز پرنور حضرت عبداللہ بن سلام نے سنی آپ لبیک کہتے ہوئے اور کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے دیوانہ وار باہر نکل آئے اور پرجوش لہجے میں فرمایا اے گروہ یہود! عاقبت نا اندیش نہ بنو، اپنے دل میں خشیت الٰہی پیدا کرو، کچھ تو رب تعالیٰ کی قہاریت کا خوف کرو، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد بن عبداللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ ہی خاتم النبین ہیں، آج تمہارے لیے یہ سعادت مندی کا سنہرا موقع ہے للہ تم اس موقع کو ضائع نہ کرو، آؤ بانگِ دہل سرورِ کائنات ﷺ پر ایمان لا کر اسلام کی حقانیت کا اعلان کر دو، اسی میں تمہارے لیے خیر و نجات کا بے بہا خزانہ مضمر ہے۔

یہودیوں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہا اے عبداللہ بن سلام! اپنی زبان پر لگام لگاؤ، تم سراسر جھوٹ بولتے ہو کہ ہم جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور انہیں کے سر پر ختمِ نبوت کا تاج رکھا گیا ہے جب کہ حق تو یہ ہے ہم انہیں سرے سے پہچانتے ہی نہیں تو پھر ان پر ایمان لانے کا کیا سوال، جن یہودیوں نے تھوڑی دیر پہلے حضرت عبداللہ بن سلام کی تعریف و توصیف میں آسمان کے قلابے ملا دئے تھے وہی آپ کی تنقیص و تذلیل میں حد سے متجاوز ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

بلفظ دیگر جنھوں نے آپ کی ذات کو اوجِ ثریا سے بلند تر بتایا تھا انہیں لوگوں نے پل بھر میں آپ کو تحت الثرا پہ لا گرایا، جو عبداللہ بن سلام کو سیدنا ابن سیدنا، اعلمنا ابن اعلمنا اور افضلنا ابن افضلنا گردانتے تھے، وہی انہیں ارذلنا ابن ارذلنا، اجھلنا ابن اجھلنا کہنے لگے، یعنی عبداللہ بن سلام ہم میں بدترین اور بدترین کے بیٹے اور ہم میں جاہل ترین اور جاہل ترین کے بیٹے ہیں، العیاذ باللہ۔

سچ تو یہ ہے کہ یہودی حضرت عبداللہ بن سلام کی اہانت و تحقیر کی انتہائی منزل پہ اتر آئے، لیکن صحابۂ کرام نے آپ کی راہوں میں عقیدت کی پلکیں بچھا دیں، حضور ﷺ نے صحابیت کی عظیم قدر و منزلت سے سرفراز و بہرہ ور فرمایا اور خداوند عالم نے انہیں اپنی رحمتوں کی آغوش میں لے لیا، اسی طرح بحر اسلام کے ایک اور "**گوہرِ آبدار**" کی ضوفشانی و درخشانی سے پوری کائنات جگمگا اُٹھی۔

صرف یہی نہیں بلکہ آپ پر ربِّ کائنات کا ایسا فیضان ہوا کہ آپ کے حق میں آیتِ قرآنیہ کا نزول ہوا۔ چنانچہ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد جب آپ کی قوم بنی قریضہ اور بنی نضیر نے آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا یہاں تک کہ آپ سے ہر قسم کی رسم و راہ پر مکمل پابندی عائد کر دی تو آپ بتقاضائے فطرتِ بشری سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی قوم کی شکایت لے کر حاضر ہوئے اور قوم میں تنہا رہ جانے کے کرب کا اظہار کیا تو اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی دل جوئی کے لیے یہ آیتِ مقدسہ اتاری:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ یعنی تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ [پ۶، رکوع ۸]

ربِّ کائنات نے اپنی شانِ کریمی سے یوں دل جوئی فرمائی کہ عبداللہ بن سلام تمہارے اعزہ و اقارب بقیہ ص ۱۵ ر پر

از: مفتی محمد راحت خاں قادری*

مولوی عبدالاوّل جونپوری اور ان کی کتاب

''مفید المفتی معرف بہ فقہ اسلامی'' ایک نظر میں

تبصرات

رضا اکیڈمی ممبئی ہندوستان سے ایک کتاب بنام ''فقہ اسلامی''، جس میں مصنف کے نام کی جگہ پر ''حضرت مولانا عبد الاوّل جونپوری'' لکھا ہوا ہے، ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء میں بموقع ۹۳ ر سالہ عرس رضوی، نوری خصوصی طور پر شائع ہوئی، جب کہ اندرونی صفحہ پر ناشر کی جگہ ''فقیہ ملت اکیڈمی'' دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج، بستی لکھا ہوا ہے، اس سے میں یہی سمجھا ہوں کہ یہ کتاب پہلے ''فقیہ ملت اکیڈمی'' سے شائع ہوئی، اس کے بعد ''رضا اکیڈمی'' نے بھی اس کتاب کو علمائے اہل سنت کی کتابوں میں شامل کر کے اس کی خصوصی اشاعت کر دی ہوگی۔

مذکورہ کتاب کے مصنف کے عقائد و نظریات کیسے تھے؟ اس کے متعلق ہمارے علمائے اہل سنت (کثر اللہ تعالیٰ سوادہم) کی جانب سے کوئی حکم تو نہیں پڑھنے میں آیا، لیکن یہاں کچھ حقائق حوالوں کی روشنی میں درج کیے جاتے ہیں، جن سے مصنف مذکور کے بارے میں صحیح حالات معلومات حاصل کرنے میں مدد ضرور ملے گی۔

اولاً: مصنف مذکور کے باپ کا نام ''کرامت علی جونپوری'' ہے، مصنف مذکور نے اپنی تصنیف میں اپنے باپ کے حالات و واقعات کو یوں ذکر کیا ہے:

''حضرت مولانا (کرامت علی جون پوری) کے کچھ حالات اور مشہور واقعات جو بزرگوں کے سینوں میں مستور تھے، ان کو حضرت والد محترم مولانا حافظ عبد الاوّل صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف میں اور برادر مکرم مولانا حافظ ابو البشر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی بعض تحریروں میں محفوظ کر رکھا تھا۔''

[سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۴: مرتبہ مولانا عبد الباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم، جون پور، ۱۳۶۷ھ]

مذکورہ کتاب ''فقہ اسلامی'' میں کرامت علی جون پوری کا تعارف ان آداب و القاب کے ساتھ پیش کیا ہے:

''مولانا کرامت علی بن مولوی ابراہیم معروف بہ شیخ امام بخش بن شیخ جار اللہ بن شیخ گل محمد بن شیک محمد دائم صدیقی حنفی جون پوری فقیہ، جید، محدث، مفسر، صوفی، قاری، مجود، خوشنویس، مرشد کامل مکمل، ہادی، واعظ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، عالم ربانی، فاضل حقانی، صاحب طریقت، جامع حقیقت و شریعت مصنف کتب دینیہ تھے۔'' [فقہ اسلامی، ص ۱۴۴، رضا اکیڈمی ممبئی]

ثانیا: کرامت علی جونپوری، سید احمد رائے بریلوی کے مرید و خلیفہ تھے، مولوی رحمان علی نے ''تذکرۂ علمائے ہند'' میں یوں لکھا ہے:

''مولوی کرامت علی جونپوری صدیقی، شرع کے پابند، زاہد، واعظ، کثیر التصانیف والدرس، سید احمد رائے بریلوی کے مرید، مخلوق کے ارشاد و ہدایت میں بہت کوشش کرتے تھے۔''

[تذکرۂ علمائے ہند، از: مولوی رحمان علی، ص ۳۴۱، پاکستان ہسٹوریکل، کراچی، ۲۰۰۳ء]

''کرامت علی جونپوری'' کی تعریف میں مصنف مذکور کے بیٹے نے یوں لکھا:

''آپ (''سید احمد'' رائے بریلوی) کی پیدائش چودہ برس، سترہ دن کے بعد خدا نے آپ کے ایک بابرکت خلیفہ اور سچے نائب کو خدمت اسلام کے لیے پیدا کیا جن سے پیغمبروں اور نبیوں جیسا کام لیا، جن کی سعی اور جد و جہد نے علاوہ اضلاع ہند کے بنگال اور آسام کے وسیع خطہ کو گمراہی اور بے دینی سے بچا لیا، جن کا نام قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ کرامت علی جونپوری (کلمات ترحیم کو راقم نے ترک کر دیا) ہے۔''

* مقالہ نگار دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی اور ناظم اعلیٰ ہیں۔

[سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۲: ، مرتبہ مولانا عبد الباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم، جون پور، ۱۳۶۷ھ]

مذکورہ کتاب ''فقہ اسلامی'' میں یوں لکھا ہے:

''پھر بحکم اپنے مرشد برحق ''حضرت مولانا سید احمد مجدد (رائے) بریلوی کے آپ نے ہدایت کے لئے سفر بنگال اختیار فرمایا۔'' [فقہ اسلامی، ص ۱۴۵ : ، رضا اکیڈمی، ممبئی]

اس کے بعد ''رجب علی کا تذکرہ کیا جو کہ ''کرامت علی جون پوری کے بھائی اور ''سید احمد رائے بریلوی'' کا مرید و خلیفہ تھا، اس کے علاوہ دوسرے گھر والوں کا بھی ذکر کرکے ان تمام کے لیے کلمات ترحیم کا استعمال کیا ہے۔ [مفہوماً، فقہ اسلامی، ص ۱۴۷ / رضا اکیڈمی، ممبئی]

ثالثاً: کرامت علی جونپوری کا نظریہ اسمٰعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' کے بارے میں کیا تھا، اس کا اندازہ درج ذیل اقتباسات سے لگایا جا سکتا ہے:

''ایک اشتہار اس فقیر (کرامت علی جون پوری) نے مولانا محمد اسمٰعیل محدث (کلمات ترحیم کو راقم نے ترک کر دیا۔) کی تکفیر میں لکھا ہوا دیکھا تو اس اشتہار میں محدث مرحوم کی تکفیر کی وجہ لکھی تھی کہ ''تقویت الایمان'' کے الفاظ سے انبیا اور اولیا کی شان میں بے ادبی سمجھی جاتی ہے اور بے ادبی کا وہم پیدا ہوتا ہے، حق سبحانہ اس اشتہار کے لکھنے والوں کو دین کی سمجھ دے اور اس کا خاتمہ بخیر کرے یہ فتویٰ (جو کہ اشتہار میں تھا) اس نے اہل سنت کے مذہب کے خلاف لکھا، سو اس فقیر نے تقویۃ الایمان کو جو بغور دیکھا تو اس کا اصل مقصد سب اہل سنت کے مذہب کے موافق پایا اور عبادات اور الفاظ بھی اس کے بہت اچھے پائے گئے، بڑا افسوس ہے کہ بدعتیوں کی ساری بے سند اور بے دلیل رسموں اور شک و کفر کی چالوں کو دیکھ کے ان کو بدعتی اور مشرک اور کافر نہیں کہتے، باوجود یکہ وہ سب اس پر اڑ گئے اور اسرار اور ہٹ دھرم کرتے ہیں بلکہ اسی ہٹ نے اس کو اس اشتہار تک پہنچایا اور ایسی سندی کتاب کے مصنف ''شہید فی سبیل اللہ'' کو کافر کہتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔

[مکاشفات رحمت، از: کرامت علی، بحوالہ: سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۱۳۲ / ۱۳۳، مرتبہ مولانا عبد الباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم، جون پور، ۱۳۶۷ھ]

اسی میں ہے:

''دوسرا مفسدہ یہ ہے کہ اس ملک (ہند) کے کلمہ گو خواص و عوام عورت و مرد اس قدر شرک میں گرفتار تھے کہ جاہلیت کے زمانہ کے مشرکین مکہ اور مشرکین ہندوستان سے بھی اعتقاد اور ضد میں کچھ بڑھ گئے تھے، سو مومنوں کی حمایت کرنے اور مشرکوں سے شرک کی اعتقاد اور ان کی ضد کے توڑنے کے واسطے ''حضرت مولانا اسمٰعیل (کلمات ترحیم وغیرہ کو راقم نے ترک کر دیا۔) نے اپنے چچا اور استاد اور مرشد حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے عقیدے اور تصنیفات بموجب کتاب ''تقویۃ الایمان'' کو تصنیف کیا اور اس سے بڑی ہدایت ہوئی اور مشرکوں کی ضد بلکہ کمر ٹوٹ گئی، تب ان برے علما نے اس کتاب کے مصنف کے حق میں کفر کا فتویٰ لکھا اور فریب اور دھوکے کی راہ سے حاکموں کو اور سارے لوگوں کو وسواس دلایا کہ ''تقویۃ الایمان'' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار اور انبیا اور اولیا کے حق میں بے ادبی کے الفاظ لکھا ہے، یہاں تک کہ اس مضمون کو ہندی اور ترکی زبان میں چھپوا کے اشتہار دیا اور اس مفسدے اور افترا سے مفسد لوگ اور اکثر جاہل لوگ خراب ہوئے۔'' [مکاشفات رحمت، از: کرامت علی، بحوالہ: سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۱۳۳ / ۱۳۴: ، مرتبہ مولانا عبد الباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم، جون پور، ۱۳۶۷ھ]

ایک جگہ اور مولوی اسمٰعیل کی رسوائے زمانہ کتاب کے دفاع میں یوں لکھا ہے:

''ہاں تقویت الایمان جو اقسام شرک کی تردید میں لکھا ہے، بعض دنیا دار عالموں نے اس کے مضمون کو اپنی راہ رسم کے خلاف پا کر اس کا انکار کیا ہے اور بیہودہ اعتراضات لگا لگا کر تردید میں اس کے رسالے لکھے ہیں اور اس کے مصنف شہید (لیلائے نجد) پر بیہودہ تہمتیں لگا کر اشتہار کیا ہے لیکن بمضمون ''لکل فرعون موسیٰ''، یعنی ہر فرعون کے واسطے ایک موسیٰ ہے، علمائے دین دار نے بھی ان مخالفوں کے جواب میں بہت سے رسالے لکھے۔

[مقامع المبتدعین، از: کرامت علی، بحوالہ: سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۱۳۵: مرتبہ مولانا عبدالباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم ملا ٹولہ جون پور، ۱۳۶۷ھ]

ضمیمۂ تذکرہ کے عنوان میں بیان کیا ''موجودہ چودھویں صدی کے اوائل میں اکابر علما و مشاہیر فضلا نے انتقال فرمایا ہے، جن کے نام ابھی تک مرتب نہیں کیے گئے تبرکاً بلا کسی ترتیب کے بطور یادداشت چند نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔''

[فقہ اسلامی، ص ۱۴۸ / رضا اکیڈمی ممبئی]

اس کے تحت جن ناموں کو ذکر کیا ہے ان میں سے بعض کو مختصر تبصرہ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) مولانا حاجی مصلح الدین احمد جونپوری واعظ

یہ مصنف مذکور (عبدالاوّل) کے چچازاد ''رجب علی'' مرید وخلیفہ سید احمد رائے بریلوی کے مرید وخلیفہ کے بیٹے اور ''کرامت علی'' کے داماد اور خاص خلیفہ اور بڑے محبوب و پیارے تھے، ان کا تذکرہ اسی ''فقہ اسلامی کے ص ۱۴۷ / پر پڑھا جاسکتا ہے۔

(۲) مولانا فیض الحسن سہارنپوری، ادیب

یہ قاسم نانوتوی مصنف ''تحذیر الناس'' کے شاگردوں میں سے ہیں اور مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرست بھی رہے ہیں، اگر چہ ان کے عقائد ونظریات کے متعلق مجھے کچھ نہ مل سکا۔

(۳) شیخ نذیر حسین دہلوی محدث

یہ غیر مقلدین کے شیخ الکل ہیں ان کا شمار فرقہ اہل حدیث کے بانی ومؤسس میں ہوتا ہے، ان کے پیروکاروں کو وہابی، غیر مقلد، سلفی اور اہل حدیث کہا جاتا ہے۔

(۴) حافظ ابراہیم آروی واعظ

یہ بھی فاضل دارالعلوم دیوبند ہیں، غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی سے بھی تلمذ کیا اور اور غیر مقلدین ہی کے مذہب ومسلک کو اختیار کیا، ہندوستان کی تحریک مجاہدین نہایت اہم اور سرگرم رکن بھی رہے، قاضی شوکانی کی ''الدرر البھیہ'' کی اردو شرح بھی ''فقہ محمدی'' کے نام سے کی ہے۔

تتمۂ مفیدہ کے عنوان کے تحت یوں لکھا ہے:

''بعض موجودہ اکابر علما کے نام (جن سے راقم الحروف کی جسمانی ملاقات یا روحانی موانست و تعلق ہے اور جن کے وجود سے اس چودھویں صدی کو بہت بڑا فخر حاصل ہے) بطور یادداشت یہاں ثبت کیے جاتے ہیں، راقم الحروف کو جن سے محض روحی تعلق ہے، ان کے نام بعد حد فاصل کے علاحدہ مندرج ہیں۔''

[فقہ اسلامی، ص ۱۴۹ / رضا اکیڈمی ممبئی]

اس کے بعد ان اسما کو ذکر کیا جو مختصر تبصرہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مولانا شبلی نعمانی اعظم گڑھی، مؤرخ، ناظم ندوۃ العلما، ان کا نام ۲۰ / رویں نمبر پر ہے۔

(۲) حافظ ڈپٹی نظیر احمد، مترجم قرآن پاک، مؤلف کتب معتمدہ، ان کا نام ۴۵ / رویں نمبر پر ہے۔

(۳) مولانا حافظ اشرف علی تھانوی، فقیہ، مفسر، اصولی، مدرس اول مدرسہ کانپور، صوفی، یہ نام ۴۶ / رویں نمبر پر ہے۔

(۴) مولانا رشید احمد، محدث جید، فقیہ گنگوہی، صوفی، یہ نام ۴۷ / رویں نمبر پر ہے۔

(۵) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، ادیب، شارح کتب ادبیہ، یہ نام ۴۹ / رویں نمبر پر ہے۔

(۶) مولانا محمود حسن دیوبندی، معقولی، اصولی، فقیہ، محدث، مدرس اول مدرسۂ دیوبند، یہ نام ۵۰ / رویں نمبر پر ہے۔

(۷) عزیز الرحمن، مفتی مدرسہ دیوبند، فقیہ جید، یہ نام ۵۳ / رویں نمبر پر ہے۔

مذکورہ ناموں میں سے کچھ پر تو علمائے عرب وعجم نے ان کی عبارات کفریہ کی وجہ سے ان پر متفقہ طور پر حکم کفر صادر فرمایا اور باقی وہ ہیں کہ جن کا گمراہ بد دین اور دیوبندی ہونا واضح ہے۔

میرے پاس ''فقہ اسلامی'' مصنفہ ''عبدالاوّل'' جون پوری کے مندرجہ ذیل نسخے ہیں:

(۱) آسی پریس لکھنؤ، باہتمام: محمد عبدالولی بن الفاضل الآسی المدراسی، سن اشاعت ۱۳۲۶ھ

(۲) مکتبہ عثمانیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ، سن اشاعت ندارد۔

(۳) فقیہ ملت اکیڈمی، دارالعلوم امجدیہ ارشد العلوم، اوجھا گنج،

ضلع بستی، یوپی، سن اشاعت ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

(۴) رضا اکیڈمی، ممبئی، اشاعت خصوصی: بموقع ۹۳ رسالہ عرس رضوی نوری، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء

شبلی نعمانی سے لے کر عزیز الرحمٰن، دار العلوم دیوبند تک ساتوں نام مذکورہ آداب و القاب کے ساتھ پہلے اور دوسرے مطبوعہ نسخے میں درج ہیں جبکہ فقیہ ملت اکیڈمی اور امام احمد رضا اکیڈمی ان دونوں کی مطبوعہ کتابوں میں ان ناموں کو چھپانے کی کوشش ناکام کی گئی ہے "چور جاتا ہے نشان قدم چھوڑ جاتا ہے" کے تحت ان ناموں کو چھپانے کے باوجود ان سے پہلے جو ضمیمۂ تذکرہ پیش کیا، یہ اس میں چار نام ایسے ہیں جو غیر مقلد و دیوبندی ہیں، تتمۂ مفیدہ میں دو نام تو وہ ہیں کہ جن کو طواغیت اربعہ میں سے شمار کیا جاتا ہے، باقی کی بھی اعتقادی و ایمانی حیثیت محتاج بیان نہیں، اس کے علاوہ تتمۂ مفیدہ میں دو نام یہ ہیں:

(۱) مولانا حافظ ناظر حسن مدرس مدرسہ اوّل مدرسہ محمود یہ ریاست چھتاری: یہ دار العلوم دیوبند کے فاضل اور مدرسہ محمود یہ ریاست چھتاری کے مدرس اوّل ہیں اور یہ مدرسہ اپنی سنگ بنیاد کے روز سے ہی دیوبندیوں کا ہے۔

(۲) مولانا سید احمد حسن محدث امروہی، مدرس اوّل مدرسہ امروہہ: ان کا شمار بھی مصنف "تحذیر الناس" قاسم نانوتوی کے اہم خلفا اور شاگردوں میں ہوتا ہے، انہوں نے پہلے "مدرسہ عبد الرب" دہلی پھر مدرسہ شاہی مراد آباد دہلی میں بحیثیت صدر رہ کر پڑھایا، اس کے بعد امروہہ میں مدرسہ قائم کیا۔

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوا کہ مصنف مذکور لائق اعتبار نہیں اور نہ اس قابل کہ ان کی کتابوں کو "رضا اکیڈمی اور فقیہ ملت اکیڈمی" جیسے ادارے یا ان کے علاوہ کوئی دوسرا سنی ادارہ شائع کرے، یہ بات واضح ہے کہ ناشرین کو ان تمام باتوں کی جانکاری نہیں ہو سکی ہوگی اور اشاعت کے لیے ان کو وہ نسخہ ملا ہوگا کہ جن میں مذکورہ مشہور ساتوں ناموں کو مستور رکھا گیا ہوگا، اس وجہ سے اس کتاب کی اشاعت عمل میں آئی۔

اہل سنت و جماعت کے تمام اشاعتی اداروں سے التماس ہے کہ میری ان باتوں کو بے جا تنقید و اعتراضات کے طور پر نہ دیکھیں بلکہ حقائق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں اور جنھوں نے اس کتاب کو عام کیا، ہزاروں لوگ اس کو کسی سنی عالم کی کتاب سمجھ کر لے گئے، ان کو آگاہ کرنے کی کوئی مناسب تدبیر سوچیں اور اس کے جو نسخے باقی ہیں، ان کو ہرگز فروخت نہ کریں اور اگر فروخت کریں بھی تو خریدار پر صاف لفظوں میں واضح کر دیا جائے کہ اس کتاب کا مصنف غیر معتبر ہے، یہ وضاحت چاہے تحریری ہو یا زبانی لیکن تحریری طور پر اگر اس وضاحت کو شامل کیا جائے تو یہ زیادہ کارآمد ہوگا کیوں کہ زبانی کہا ہوا اسی تک پہنچے گا جس سے آپ کہیں گے اور تحریری طور پر درج کیا ہوا کتاب کے ساتھ باقی رہے گا جس کو ہر کتاب پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے اور آئندہ کسی بھی کتاب کو شائع کرنے سے قبل اس کے متعلق خوب تحقیق کر لیں، علمائے اہل سنت سے مشورہ کر لیں تا کہ غیر شرعی و غیر معتبر لٹریچر شائع کر کے آپ گناہ گار نہ ہوں، امید ہے کہ بہت جلد ناشرین اس پر توجہ فرمائیں گے۔

■■■

از: ڈاکٹر مفتی ساحل سہسرامی*

علم الانساب اور سادات کرام

قرابت داریوں کے روشن سلسلے کو نسبی سلسلہ کیا جاتا ہے، نسل ونسب کا یہ تسلسل ہر جاندار میں قدرت کی جانب سے ودیعت ہے، اس میں انسان کی کوئی تخصیص نہیں، لیکن لفظ نسب صرف انسانوں کے نسلی سلسلے کے لیے استعمال ہوتا ہے، ہم سب کے جد اعلیٰ سیدنا آدم صفی اللہ علیٰ نبیینا وعلیہ السلام ہیں۔

حدیث پاک میں تواضع کی تلقین کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: الناس بنو آدم وآدم من تراب۔ یعنی تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم خاک کی پیداوار ہیں۔ [ترمذی شریف، ۲/۱۵۹]

جب نسل آدم علیہ اسلام پھیلی تو آپسی شناخت برقرار رکھنے اور رابطے میں سہولت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف طبقات اور خاندان میں تقسیم فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے: یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا، ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم، ان اللہ علیم خبیر۔ یعنی اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حضرت حوا علیہا السلام) سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ [الحجرات ۱۳/ ترجمہ کنزالایمان]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا وکان ربك قدیرا۔ یعنی اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

[الفرقان ۵۴/ ترجمہ کنزالایمان]

نسل وخاندان کا یہ سلسلہ قیامت تک دراز رہے گا جن کے درمیان مومن اور کافر، نیک وبد، شریف وکمین، صالح اور طالح، نامور اور نکمے، بہادر اور بزدل، مالدار اور غریب، ذی علم اور بے علم، سلیم اور عیب دار افراد کا تسلسل قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے، اولاد آدم میں اوصاف حسنہ اور اعمال سیئہ رکھنے والے طبقات کی پیداوار جہاں تقدیر الٰہی کی دین ہے، وہیں حسنات کی تاثیر اور طہارت آبائی کا بھی دخل رہا ہے، کیونکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اور ہر خیر وشر پر رب تبارک تعالیٰ خود ان کے مرتکبین پر بھی اثر مرتب فرماتا ہے اور ان کی نسلوں میں بھی کچھ اثرات منتقل ہوتے ہیں، چند ارشادات رسول اس کی تائید میں حاضر کرتا ہوں۔

حدیث پاک میں ہے: الناس معادن کمعادن الذھب والفضة والعرق دساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یعنی جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں، یونہی آدمیوں کی ہیں اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور بری تربیت، بری رگ کی طرح ہے۔

[شعب الایمان، حدیث ۱۰۹۷۴/ دار الکتب العلمیة، بیروت، ۷/۴۵۵]

دوسرا ارشاد نبوت ہے: تزوجوا فی الحجز الصالح فان العرق دسّاس، رواہ ابن عدی والدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔ [کنزالعمال، حدیث ۴۴۵۵۹/ موستہ الرسالة، بیروت، ۱۶۰/۲۹۶]

آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں: ایاکم وخضراء الدمن المرأة الحسناء فی المنبت السوء۔ رواہ الرامھرمزی فی الامثال والدارقطنی فی

* مقالہ نگار ممبئی میں مقیم اہل سنت کے مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

تحقیقات

الافرادوالدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ یعنی گھورے کی ہریالی سے بچو(جواوپر سے دلکش نظر آتی ہے اور اندر کوڑا کرکٹ اور گندگی چھپی ہوتی ہے) نی بری نسل کی خوبصورت عورت نہ لاؤ۔

[کنزالعمال،حدیث ۴۴۵۸۷ :،موسسۃ الرسالۃ بیروت،۱۶۰/۳۰۰]

تفسیر ''الدرالمنثور''میں اس بابت کی خاص روایات مروی ہیں کہ آباواجداد کا صلاح وتقویٰ آنے والی نسلوں پر اثرانداز ہوتا ہے۔حضرت جابر ابن عبداللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں: ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ و ولدولدہ ویحفظ فی ذریتہ والدویرات حولہ فمایزالون فی سترمن اللہ وعافیۃ ۔رواہ ابن مردویۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہمامرفوعاوابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمامن قولہ وھذا الفظہ والمرفوع بمعناہ لابن المبارک وابن ابی شیبۃ عن محمدبن المکندر موقوفا۔یعنی بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی صلاح وتقویٰ سے اس کی اولاد دراولاد کونیکی کی راہ پر گامزن فرمادیتا ہے اوراس کی نسل اوراس کے ہمسایوں میں اس کی برکتیں عطا فرمادیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی پردہ پوشی اورفتنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

[فتاویٰ رضویہ/۲۴۱--الدرالمنثور،۴/۲۳۵]

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:ان اللہ یخلف العبدالمومن فی ولدہ ثمانین عاماً ۔رواہ احمدفی الزھد۔یعنی اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی اولادمیں اسی ۸۰/برس تک اس کے ایمان وتقویٰ کی برکتیں برقرار رکھتا ہے۔[فتاویٰ رضویہ ۲۳/۲۴۱۔الدرالمنثور،۴۰/۲۳۵]

نسب اورخاندان کی عالی مرتبتی ،انعامات الٰہیہ کی نسبت سے قائم ہوتی ہے،نبوت ، ولایت،علم وحکمت ، دین کی خدمت، تقویٰ اور باطنی طہارت، امارت، شجاعت، دولت کے حامل افرادجب دنیامیں تشریف لاتے ہیں توانہیں معاشرے میں ایک خاص امتیاز اوراعزازنصیب ہوتا ہے اورپھران کی نسبت سے ان کی نسلوں میں بھی یہ اعزازی شناخت رواں ہوجاتی ہے۔آپ ایک بارپھران مذکورہ بالااعزازی شناخت کے خدادادزوایوں پرنگاہ ڈال لیں تو یہ احساس ذہن ودماغ پر دستک دیتا نظر آئے گا کہ نبوت سے لے کر دولت اورامارت تک کی اعزازی نسبتیں خاص انعامات الٰہیہ ہیں۔

انعامات الٰہیہ کی نسبت سے سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جس پر انعام الٰہی ہوتا ہے،اس پراوروں کی نسبت سے ذمہ داری بھی بڑھا دی جاتی ہے، مشہور مقولہ ہے:حسنات الابرار سیئات المقربین۔اورخوداس انعام پانے والے اوراس کے منتسبین پراس نعمت کااحترام بھی لازم ہوتا ہے، ورنہ رحمت الٰہیہ رفتہ رفتہ اپنی بساط سمیٹ لیتی ہے اوراس معزز کوقدرت، ذلت کی پستی میں دھکیل دیتی ہے،اس کی واضح مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت یہودہے،قرآن حکیم میں اس طبقے پرحضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کے اعزازمیں انعامات الٰہیہ کاتسلسل رہالیکن جب یہ اعزاز یافتہ طبقہ،انعامات الٰہیہ کی مسلسل ناقدری کرتارہاتوان پردائمی ذلت وخواری مسلط کردی گئی،ضربت علیھم الذلۃ این ماثقفوا۔ ان پرجمادی گئی خواری جہاں ہوں۔ [آل عمران ۱۱۲]

حدیث پاک میں ہے:ان الزبانیۃ اسرع الی فسقۃ القراء منھم الی عبدۃ الاوثان۔بے شک جہنم میں زبانیہ نام کے عذاب دینے والے فرشتے ،مشرکین کے بجائے فاسق علما کی طرف زیادہ تیزی کے ساتھ لپکیں گے۔[کنزالعمال،حدیث ۲۹۰۰۵/موسسۃ الرسالۃ،بیروت،۱۰/۱۹۱]

اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نےعلم دین کی خدادادنعمت کی قدرنہیں کی، اس لیے ان پر دوہراعذاب مسلط ہوگا،یونہی جو اپنی نسبت نبوت کی قدرنہیں کرتااوراس مقدس رسول کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جاتا ہےتو قدرت اسے تباہ کردیتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کانافرمان بیٹا کنعان، یاسادات کرام کے طبقے میں رافضی اور بدمذہب ہوجانے والے افراد، جوخاندانی نسبت ولایت کی قدرنہیں کرتا ہے،اس پرقدرت،فسق وفجور مسلط

کردیتی ہے، اس کی بہتیری مثالیں مل جائیں گی، جو خاندانی علم وحکمت کے خداداد اعزاز کی قدر نہیں کرتا، اس سے یہ نعمت چھن جاتی ہے اور وہ جہل اور بے قدری کا شکار ہو جاتا ہے، یہی حال امارت، شجاعت اور دولت کا ہے کہ اگر اسے مرضی مولیٰ کے مطابق نہ برتا گیا اور ان نعمتوں کی قدر نہ کی گئی تو غربت وافلاس، دربدری، خوف اور بزدلی طاری کردی جاتی ہے، بہت سے شاہی خاندان کے افراد بہت کس مپرسی کے عالم میں زندگی گذار گئے۔

مختصر یہ کہ جنہیں عالی خاندان کی معزز نسبتیں حاصل ہیں، ان پر خود اس عالی نسبت کا احترام لازم ہے، کیونکہ یہ اوروں کی نسبت سے خاص اعزاز یافتہ ہیں، ان پر دوہری دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کے علاوہ جو دوسرے حضرات ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ ان انعامات الٰہیہ سے سرفراز افراد امت کا شایان شان اکرام فرمائیں اور دونوں جہان کی سعادتیں حاصل کریں، کیونکہ ان معزز افراد کا احترام دراصل نعمت الٰہیہ اور نسبت الٰہیہ کا احترام ہے جو ان حضرات کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت یافتہ حضرات کی صفوں میں شمار فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین علیہ و آلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

اس سلسلے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ ''اراءۃ الادب لفاضل النسب'' میں بڑی ہی فاضلانہ بحث فرمائی ہے، میں اس کے ضروری اور متعلقہ حصے کی تلخیص یہاں درج کرتا ہوں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

''تحقیق مقام ومقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدار نجات تقویٰ پر ہے علی تباین مراتبھا و ثمراتھا۔ نہ کہ محض نسب، ومایضاھیہ من الفضائل موھوباتھا ومکسوباتھا۔ لہٰذا محض تقویٰ بس ہے، اگرچہ شرف نسب وتکمیل علوم سمیہ نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا مُلّا صاحب کہلانا کافی نہیں، ان الزبانیۃ اسرع الی فسقۃ القراء منھم الی عبدۃ الاوثان۔

حدیث: من ابطاء بہ عملہ یسرع بہ نسبہ (جو عمل میں سست ہوگا، فضل نسب میں آگے نہ ہوگا) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل ومہجور وہباء منثور، یا شرافت وسیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع وباعث اعزاز، حاشا ایسا نہیں، بلکہ شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرق نسب کو معتبر اور سلسلۂ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک وانتساب ضرور آخرت میں بھی نفع دینے والا ہے، کتاب النکاح میں سارا باب کفائت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ ومزیت پر مبنی ہے۔''

قبیلہ قریش کی مختلف جہتوں سے احادیث مبارکہ، اقوال ائمہ کی روشنی میں فضائل پیش کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

''مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیت، تہذیب، مروت، سخاوت، شجاعت، سیر چشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاق حمیدہ موہوبہ مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں، ایک آدمی لاکھ برابر ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس شئی خیرا من الف مثلہ الا الانسا ن۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔ انسان کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے ہم جنس میں سے ہی ایک ہزار سے زیادہ بہتر ہو۔ [المعجم الکبیر، ۶/ ۲۳۸]

(یعنی انسانوں میں ایک انسان ایسا بھی ہوتا ہے جو ہزاروں انسان سے افضل ہوتا ہے، ایسی افضلیت کا تناسب کسی اور مخلوق میں نہیں پایا جاتا۔ ۱۲/ ساحل)

یونہی تفاوت اصناف واقوام کا منافی نہیں، قریش کی جرأت، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت اسلام وجاہلیت دونوں میں شہرۂ آفاق رہی ہے اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم، یونہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست ودنائت سے معروف تھے۔''

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیا ودین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک وسلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے، عجم میں جو شریف قومیں تھیں اور ہیں، خصوصاً اہل فارس ـــ

تو مصداق حدیث صحیح... علم اگر ثریا پر آویزاں ہوتا تو ایک مردِ فارسی وہاں سے لے آتا... سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصا اولاد کسریٰ کہ فارس کی اعلیٰ نسل شمار ہوتی ہے جو ہزار ہا سال صاحبِ تاج وتخت رہی اور ان کی مجوسیت، شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں، جیسے قریش کہ زمانۂ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلا شبہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے، انہیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں۔''

پھر حضور کی قرابت کی عظمتیں، اوصاف، دنیا اور آخرت میں اس نسبت رسالت کی افادیت پھر شہداء، صالحین سے نسبی اور غیر نسبی تعلق کی دنیا اور آخرت میں افادیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''جب عام صالحین کی صلاح، ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں، کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے، پھر اللہ اکبر! حضرات علیہ سادات کرام اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پرنور سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے۔''

پھر فضائل اہل بیت مصطفیٰ ومحبین اہل بیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

''ان نصوص جلیلہ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ حدیث مسلم: عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه: من ابطاء به عمله لم يسرع به نسبه [مسلم شریف، ۲/۳۴۵] جو عمل میں پیچھے ہو، اس کا نسب نفع بخش نہ ہوگا، میں نفع مطلق ہے، نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ! آیۃ کریمہ: الحقنا بهم ذريتهم۔ ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا، کے صریح معارض ہوگی۔ [طور ۲۱]

نہ آیۃ کریمہ: فاذا نفخ الصور فلا انساب بينهم يومئذ ولا يتساءلون [المومنون ۱۰۱] تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ کوئی ایک دوسرے کی بات پوچھے، کہ یہ ایک وقت کے لیے مخصوص ہے۔

جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرق احکام ونفع آخرت بلا شبہ ثابت تو امثال حدیث: الالا فضل لعربي على عجمي ولا لاحمر على اسود (نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی گورے کی کالے پر) [الترغیب والترہیب، ۳/۶۱۲]

وحدیث: انظر فانك لست بخير من احمر ولا اسود الا ان تفضله بتقوىٰ [ایضاً] (بے شک تم کالے اور گورے سے بہتر نہیں ہو ہاں تمہیں صرف تقویٰ سے فضلیت حاصل ہے) میں مثل آیہ کریمہ: ان اكرمكم عند الله اتقاكم [الحجرات ۱۳] (بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے) سلب فضل کلی ہے، نہ کہ سلب کلی فضل۔

بالجملہ تفاضل انساب بھی یقینا ثابت اور شرعا اس کا اعتبار بھی ثابت، اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر وضائع وبرباد جاننا سخت مردود وباطل، خصوصا اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب، بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل، اب یہ قول اشد غضب وہلاک دیوار سے ہائل اور اسی پر نظر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب، نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل''۔

پھر اس ذیل کی چند احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''ہاں نسب پر فخر جائز نہیں، نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا جائز نہیں، نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں، اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں، احادیث جو اس باب میں آئیں، انہیں معانی کی طرف ناظر ہیں۔ [فتاویٰ رضویہ/ ۲۰۵، ۲۵۵ ملخصاً]

نسب کی شرافت کے تحفظ کا اہتمام عرصۂ قدیم سے چلا آرہا

ہے، حضرت ہابیل کو جب قابیل نے قتل کیا تو قابیل کی نسل میں کمتری کا سلسلہ چل پڑا، اس کے خاندان میں سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز ہوا، قبطی، بنی اسرائیل سے کم تر تھے، پھر ان کی شاخوں میں بھی شرافت ودنائت کے یہ سلسلے دراز ہوئے، اس لیے پوری دنیا میں خاندان اور قبیلے کی حفاظت کا اہتمام تھا، عرب اس کا خاص اہتمام فرماتے، عربوں کے یہاں نسب دانوں کا ایک خاص طبقہ بھی تھا جسے نسّابین کہا جاتا تھا، ان میں مغفل، عمیرہ، ابن لسان، زید بن الکیس، نجار اور عبداللہ ممتاز نسّاب شمار ہوتے تھے، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے نسب داں تھے۔ حدیث پاک میں ہے: فان ابا بکر اعلم قریش بانسابھا وان لی فیھم نسبا [مسلم شریف، فضائل الصحابۃ] یقیناً ابو بکر، قریش کے سب سے بڑے نسب داں ہیں اور میرا نسب بھی قریش سے متعلق ہے۔

نسب کی حفاظت کی ترغیب خود اسلام نے بھی دی ہے، کفائت کا پورا باب اس حکم پر مبنی ہے، حضرات محدثین روایت حدیث کے سلسلے میں راوی کا نسب بھی دریافت فرماتے، اگر وہ مجہول النسب ہوتا تو اس کی روایت قبول نہ کرتے، حدیث پاک کا یہ ارشاد بھی نسب کے حفظ وتعلم کا رہنما ہے:

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: تعلموا من انسابکم ماتصلون بہ ارحامکم، فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثراۃ فی المال منساۃ فی الاثر۔ تمہیں اپنی قرابت داریوں کی واقفیت حاصل کرنی چاہئے کہ اس سے آپسی محبت اور مالی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔ [ترمذی شریف، کتاب البر والصلۃ، ۲/۱۹]

ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

تعلموا النسب ولا تکونوا کنبط السواد، اذا سئل احدھم عن اصلہ قال من قریۃ کذا [العقد الفرید، ۳/۳۷] اپنا نسب نامہ سیکھو اور عراق کے نبطیوں کی مانند مت ہو جاؤ کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم فلاں شہر کے ہیں۔ [تاریخ تمدن عرب، ص ۵۳]

اسی اہتمام، اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی اور محققین نے علم الانساب پر کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں، نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:

علم الانساب ھو علم یتعرف منہ انساب الناس وقواعدہ الکلیۃ الجزیئۃ والغرض منہ الاحتراز عن الخطاء فی نسب شخص۔ وھو علم عظیم النفع جلیل القدر اشار الکتاب العظیم فی: وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا، الیٰ تفھمہ وحث الرسول الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فی: تعلموا انسابکم تصلوا ارحامکم، علی تعلمہ۔ والعرب قد اعتنیٰ فی ضبط نسبہ الیٰ ان کثر اھل الاسلام واختلط انسابھم بالأعجام فتعذر ضبطہ بالآباء فانتسب کل مجھول النسب الی بلدہ او حرفتہ او نحو ذٰلک حتی غلب ھذا النوع۔ [ابجد العلوم، ۲/۳۵۷] علم الانساب کے ذریعہ لوگوں کے نسب کی معرفت ہوتی ہے اور اس کے کلی اور جزئی قواعد معلوم ہوتے ہیں، اس فن کی تدوین سے مقصود یہ ہے کہ کسی شخص کے نسب میں غلطی سے بچا جا سکے، اس علم کے بڑے جلیل الشان فائدے ہیں، خود قرآن حکیم نے آیت کریمہ: وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ میں اس فن کو سمجھنے کی دعوت دی ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس مبارک ارشاد: تعلموا انسابکم تصلوا ارحامکم [اپنے نسب کی واقفیت حاصل کرو، اس سے صلہ رحمی میں اضافہ ہوتا ہے] کے ذریعہ اس فن کو سیکھنے کی تلقین فرمائی ہے، عربوں نے اپنے نسب کے حفظ وضبط کا خوب اہتمام کیا، یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہوا اور عربوں کے نسب عجمیوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تو ان کے لیے اپنے آبائی سلاسل نسب کی حفاظت اور یادداشت دشوار ہو گئی تو اب ایسے مجہول النسب افراد خود کو اپنے وطن یا پیشے وغیرہ کی طرف منسوب کرنے لگے اور اب یہی طرز

شناخت رائج ہوگئی، ۱۲/ساحل۔

کنزالانساب کے مصنف لکھتے ہیں:

بدانکہ علم انساب عبارت است از شناختن اصول وفروع اہل اقالیم عموماً وتحقیق تشعب وتکثر سادات خصوصاً وعلمائے ایں فن انساب را دہ طبقہ نہادہ اند۔

اول جزم کہ آں قطع است یعنی نسبت بجائے رسد کہ از آنجا تجاوز متعذر بود، بسبب کثرت اختلاف در آباء و اسماء ایشاں و آں نسبت بحضرت رسالت اما بعدنان است یا بقحطان — چہ رسول فرمود: لانسب فوق قحطان۔

دوم جمہور یعنی اجتماع و کثرت یقال جمہرۃ الانساب ای مجموعہا — سیم شعب، چہارم قبیلہ وایں فروتر است از شعب، قال اللہ تعالیٰ: **وجعلنا کم شعوبا وقبائل**۔ پنجم عمارہ وجمع او عمار کنند، ششم بطن، ہفتم فخذ، ہشتم عشیرہ، وآں قومے را گویند کہ پدر چہارم ایشاں یکے باشد و اُسرہ نیز خوانند، نہم رہط، دہم فصیلہ، وآں اہل و خاصہ شخصے را گویند وجمع بر فصائل کنند — قال اللہ تعالیٰ: **و فصیلتہ التی تؤویہ** — مثلاً نسبت با رسول اللہ جزم بنوعدنان باشد و جمہور بنونزار و شعب بنی مضر وقبیلہ خندف، و عمارہ اولاد الیاس بن مضر و بطن بنی کنانہ و فخذ قریش و عشیرہ بنی قصی و رہط بنی عبد مناف و فصیلہ بنی ہاشم۔ [کنزالانساب، سید مرتضیٰ الملقب بہ علم الہدیٰ، ص ۳—۴— ناشر میرزا محمد ملک الکتاب]

علم الانساب، انسانوں کے بالائی اور زیریں نسبی سلسلے کی شناخت کو کہتے ہیں، اس فن میں سادات کرام کی نسبی شاخوں کا تعارف خصوصی طور سے پیش کیا جاتا ہے، اس فن کے علمانے انساب کے دس طبقات بیان کئے ہیں:

پہلا طبقہ جزم، جس کا مطلب قطع ہوتا ہے، یعنی سلسلۂ نسب اس حد تک بیان کر دیا جائے کہ اس کے بعد تحقیقی طور پر نسبی سلسلہ بیان کرنا ممکن نہ ہو، کیونکہ اس کے بعد آبائے کرام کے اسمائے گرامی اور تعداد میں کثیر اختلاف رہا ہے، جیسے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبائی سلسلہ عدنان یا قحطان تک قطعی طور سے پہنچتا ہے، حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: **لانسب فوق قحطان**۔ قحطان کے بعد نسب کا یقینی سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، پھر ظن وتخمین کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ: جمہور یعنی کثرت واجتماع، کہتے ہیں: جمہرۃ الانساب یعنی انساب کا مجموعہ۔ تیسرا طبقہ: شعب۔ چوتھا طبقہ: قبیلہ، یہ شعب سے کمتر ہے۔

ارشاد ربانی ہے: **وجعلنا کم شعوبا وقبائل** [الحجرات ۱۳] اور ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا۔

پانچواں طبقہ: عمارہ، جس کی جمع عمار آتی ہے۔

چھٹا طبقہ: بطن۔ ساتواں طبقہ: فخذ۔

آٹھواں طبقہ: عشیرہ، عشیرہ کا اطلاق اس خاندان پر ہوتا ہے جن کی چوتھی پشت کے جد ایک ہوں یعنی وہ آپس میں چوتھی پشت میں جا کر یک جدی ہو جائیں، اسے اُسرہ بھی کہتے ہیں۔

نواں طبقہ: رہط۔ دسواں طبقہ: فصیلہ، فصیلہ کسی خاص شخص کے اہل وعیال کو کہتے ہیں، اس کی جمع فصائل آتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **و فصیلتہ التی تؤویہ** [المعارج ۱۳] یعنی اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ان دس طبقات کو مثال کی روشنی میں یوں سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندانی نسب نامہ بنوعدنان تک جزم کہلائے گا، بنونزار، طبقۂ جمہور میں آتے ہیں، بنومضر، شعب ہیں، خندف، قبیلہ ہے، الیاس بن مضر کی اولاد، طبقۂ عمارہ ہے، بنوکنانہ، بطن ہیں، قریش، فخذ ہیں، بنوقصی، عشیرہ ہیں، بنوعبد مناف، رہط ہیں، بنوہاشم، فصیلہ ہیں، ۱۲/ساحل۔

اس فن کی باضابطہ تدوین امام النّسابین ہشام بن محمد بن سائب کلبی (م ۲۰۴ھ) نے کی اور اس فن میں پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں (۱) **المنزلۃ** (۲) **الجمہرۃ فی الانساب** (۳) **الوجیز** (۴) **الفرید** (۵) **الملوک**۔

پھر اس فن میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ چل پڑا اور کثیر کتابیں لکھی گئیں، ان کتب میں ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری کی "انساب الاشراف" [۲۰ جلدیں] عبدالملک ابن ہشام کی "انساب حمیر و ملوکہا" ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی نحوی

کی ''انساب الرشاطی'' اور ''انساب الشعراء'' سمعانی کی ''الانساب'' زبیر بن بکار قریشی کی ''انساب قریش'' محب الدین محمد بن محمود بن نجار بغدادی کی ''انساب المحدثین'' قاضی مہذب کی ''الانساب'' کافی شہرت رکھتی ہیں، ان میں بلاذری کی انساب الاشراف کو خصوصی اہمیت اور افادیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی اس موضوع پر کثیر کتابیں تصنیف ہوئیں ''اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں'' کے مصنف نے علم الانساب پر ۵۶ رکتابوں کے نام ذکر کئے ہیں، ان میں بعض شخصی نسب نامے ہیں بعض میں کسی خاص قبیلے کی خاندانی تفصیل ہے، ان میں عمومی سطح کی چند کتابیں یہ ہیں:

۱–مآثر السادات: قاضی ضیاالدین برنی، ۲–بحر الانساب: شیخ محمد بن جعفر حسین مکی، ۳–اشرف الانساب خلاصه بحر الانساب: مخدوم اشرف جہانگیری سمنانی، ۴–مجمع الانساب: محمد بن علی، ۵–منبع الانساب: شیخ سید معین الدین جھونسوی، ۶–نسب الانساب: شیخ ابراهیم کالپوی تصنیف ۱۰۰۴ھ، ۷–تذكرة الاسلاف وتبصرة الاخلاف: سید محمد علی شاد عظیم آبادی، ۸–کتاب فی الانساب: سید علی نجف علی نونہروی، ۹–کتاب فی الانساب: قاضی نجم الدین علی خاں کاکوروی، ۱۰–تذکرۃ الانساب، اردو: سید امام الدین احمد گلشن آبادی، ۱۱–تحقیق الانساب، فارسی۔

[اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، سید عبدالحئی رائے بریلوی، ص ۱۱۵، ۱۱۹]

حضرات اہل بیت کی سب سے روشن فضلیت یہ ہے کہ ان کی شان میں طہارت، تسلیم اور مودت کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں، سورۂ احزاب کی آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے: انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا [احزاب ۳۳] اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ [کنزالایمان]

یہ آیت کریمہ حضرات اہل بیت کی طہارت، عظمت، فضلیت کا سرچشمہ ہے، تفصیل کے لیے معتبر تفاسیر کی کتابیں ملاحظہ کیجئے۔

پارہائے صُحف، غنچہائے قُدس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیرالرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

آیت مباہلہ [آل عمران ۶۱] کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت علی مولائے کائنات، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر نجران کے نصرانیوں کے مقابلے میں مباہلہ کے لیے تشریف لائے تو اس وقت آپ نے فرمایا: اللّٰهم هٰؤلاء اهل بیتی [مسلم شریف] اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں لیکن ان کے پادریوں نے جب ان مقدس نفوس اور روشن چہروں کو دیکھا تو لرز گئے اور اپنے ساتھیوں کو مباہلہ کرنے سے سختی کے ساتھ روکا، روایت میں ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، نجران والوں پر عذاب قریب آہی چکا تھا، اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرندے تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ [خزائن العرفان]

اس سے جہاں حضرات اہل بیت کی عظمت اور مقبولیت بارگاہ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے، وہیں توسل کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ جس دعا پر حضرات اہل بیت آمین فرمادیں، وہ فوراً قبولیت سے سرفراز ہو جائے۔

آیت کریمہ: سلام علی ال یاسین [الصافات ۱۲۷] میں ایک تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے: نحن آل محمد الیاسین [تفسیر درمنثور] وہ

الیاسین ہم آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جس گھرانے پر عرش سے تسلیم نازل ہو، اس کی عظمت کا کوئی کیا انداز کرسکتا ہے؟ ہجرت کے بعد جب حضرات انصار مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حضور کی ظاہری بے سروسامانی اور مصارف کی کثرت ملاحظہ کرنے کے بعد بہت سا مال نذرِ بارگاہ کرنے کے لیے لائے تو حضور نے وہ مال لوٹا دئے اور پھر اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: قل لا أسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی [الشوریٰ ۲۳] تم فرماؤ میں اس (تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ [کنزالایمان]

حضرات صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ فرمایا: علی، فاطمہ، اور ان کے دونوں بیٹے [زرقانی علی المواہب ۷/۲۰] رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرات اہل بیت کی شان کرم وسخا کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: یوفون بالنذر و یخافون یوما کان شرہ مستطیرا. ویطعمون الطعام علیٰ حبه مسکینا ویتیما و اسیرا [الدہر۷:۸] اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ [کنزالایمان]

اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حضرت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی، حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے، ان حضرات نے اُن کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، نذر کی وفا کا وقت آیا، سب صاحبو نے روزے رکھے، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے، حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں اور صرف پانی سے افطار کرکے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ [خزائن العرفان، ص ۹۲۶]

احادیث مبارکہ تو اس باب میں اس کثرت سے وارد ہیں کہ صفحات کے صفحات لبریز ہوجائیں، حصول برکت کے لیے چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہوں:

☆ حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [واللفظ لابن الارقم] انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی، احدهما اعظم من الأخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی ولم یتفرقا حتی یردا علیّ الحوض، فانظروا کیف تخلفونی۔ بے شک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھاموگے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے، پہلا دوسرے سے بڑا ہے، ایک کتاب اللہ، ایک لمبی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور دوسری چیز میری عترت میرے اہل بیت اور یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں (قرآن حکیم اور اہل بیت) حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے، دیکھو کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا معاملہ رکھتے ہو۔ [مشکوۃ شریف، ص ۵۶۹]

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، کیونکہ وہ (تمہارا رب ہے اور) تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے۔ [مشکوۃ شریف، ص ۵۷۳]

☆ سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کل نسب وصهر ینقطع یوم القیمة الانسبی وصهری، رواہ ابن عساکر عن عبدالله بن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنهما۔ قیامت کے دن سارے دادیہالی اور نانہیالی رشتے ختم ہو جائیں گے، مگر میری قرابتیں باقی رہیں گی۔ [کنزالعمال، ۱۱/ ۴۰۹]

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا، اسے میرا رب عذاب نہ فرمائے گا۔ [المستدرک للحاکم، ۳/ ۱۵۰]

☆ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اول من یرد علیّ الحوض اھل بیتی ومن احبنی من امتی، رواہ الدیلمی عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم۔ سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔ [کنز العمال، حدیث ۳۴۱۷۸، ۱۲/ ۱۰۰]

☆ سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ وذریتھا علی النار ۔رواہ الحاکم والطبرانی وابویعلی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرمادیا۔ [ایضاً، حدیث ۳۴۲۲۰، ۱۲/ ۱۰۸]

☆ ابن عسا کرنے دوسری روایت یہ بھی درج کی ہے: انما سمیت فاطمۃ لأن اللہ فطمھا وذریتھا عن النار یوم القیمۃ۔ خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام فاطمہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرمادیا، رواہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [فیض القدیر، ۱/ ۱۶۸]

☆ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں۔ [کنز العمال، ۷/ ۱۱۱]

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت مسرور دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! آج ہم آپ کو بہت مسرور وخوش دیکھتے ہیں، رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کیسے مسرور نہ ہوں، جبکہ جبرئیل امین میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی ہے کہ بلاشبہ حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد اُن سے بھی افضل ہیں۔ [کنز العمال، ۷/ ۱۰۸]

دوسری روایت میں یہ بھی شامل ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ [مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۱]

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی عرش سے ندا دے گا کہ اے اہل محشر! اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کرلو تا کہ حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گزر جائیں، تب حضرت خاتون جنت ستر ہزار حوروں کے جلو میں پل صراط سے اس طرح گزر جائیں گی جیسے بجلی کوندگئی۔ [الصواعق المحرقۃ]

حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی قدس سرہ نے خوب فرمایا ؂

ہو بھی جائے گی، جب آئیں گی جناب سیدہ
بند چشم اہل محشر، واہ کیا توقیر ہے

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت اور اپنے نبی کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کی قرأت۔ [سراج منیر شرح جامع صغیر، ۱/ ۱۷]

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے تو وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو وہ منافق ہے یا ولد الحرام یا حیضی بچہ، رواہ البارودی وابن عدی والبیھقی فی الشعب وآخرون عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم۔ [الفردوس بماثور الخطاب، ۳/ ۶۲۶]

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ستۃ لعنتھم ،لعنھم اللہ،وکل نبی مجاب،الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمتسلط بالجبروت لیعز بذلک من اذل اللہ ویذل من اعزّ اللہ والمستحل لحرم اللہ والمستحل من عترتی ما حرم اللہ والتارک سنتی، رواہ الترمذی والحاکم عن ام المومنین والحاکم.

عن علی والطبرانی عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اولہ:سبعة لعنتهم وزادالمستاثر بالفیٔ و سندہ حسن۔ چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی، اللہ ان پر لعنت فرمائے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے ا:– کتاب اللہ میں بڑھانے والا، ۲– اور تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا، ۳– اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے اللہ نے ذلیل بنایا، اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا، اسے ذلیل کرے، ۴– اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا، ۵– اور میری عترت کی ایذا رسانی اور بے تعظیمی روا رکھنے والا، ۶– اور میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑنے والا۔ [فتاویٰ رضویہ/ ۲۵۳،۲۵۴]

گفتگو ذرا طویل ہوگئی لیکن ع

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

رب تبارک وتعالیٰ ہمیں حضرات اہل بیت کی تکریم اور خدمت کرنے والوں میں باقی رکھے اور حضرات سادات کرام کو اس نسبت مصطفیٰ کی پاس داری اور علم دین مصطفیٰ کے حصول کی توفیق عطا فرماتا رہے کہ یہ ان کے گھر کی دولت ہے اور یہ اس کے اوروں سے زیادہ مستحق ہیں، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کے ان اشعار پر یہ باب ختم کرتا ہوں ؎

یا رب بشفاعت محمد
یارب بجناب آل احمد
محشور بآل فاطمہ کن
مسرور بحسن خاتمہ کُن

[مثنوی معراج الکمال، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی]

ص ۸ رکا بقیہ........

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی، یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرمائیے، ارشاد ہوا کہ آئندہ سال میں جتنے بھی پیدا ہونے والے ہوتے ہیں وہ سب اس شب میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور جتنے لوگ آئندہ سال مرنے والے ہوتے ہیں وہ بھی اس رات میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں لوگوں کے (سال بھر کے) اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اس میں لوگوں کا مقررہ رزق اتارا جاتا ہے۔ [مشکوۃ، جلد ا رصفحہ ۲۷۷]

صاحب درمختار نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں، شب برأت اور رمضان کے عشرۂ اخیر کی راتوں میں اور ذی الحجہ کی اوّل دس راتوں میں جاگنا اور تنہا عبادت کرنا مستحب بتایا ہے، نیز حضرت علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں اس مبارک رات کے اعمال کی تفصیل اور اس کے ادا کرنے کی صورت نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں قیام کی صورت یہ ہے کہ کسی مخصوص تعداد کا التزام کئے بغیر تنہا تنہا نفل نمازیں پڑھی جائیں، قرآن کریم کی تلاوت کی جائے، حدیثیں پڑھی اور سنی جائیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی ثنا کی جائے، درود شریف کا ورد کیا جائے۔

ہمارے اسلاف سے شب برأت کی نفل نمازوں کی تعداد بھی منقول ہے، کسی روایت میں بارہ رکعات، کسی میں چار اور کسی اس سے زیادہ بھی مذکور ہے، اللہ جتنی بھی توفیق دے پڑھ سکتے ہیں۔

شب برأت کی فضلیت و برکت میں اتنی کثیر تعداد میں مروی احادیث بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس رات میں عبادت وریاضت کے ذریعہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ اپنے روحانی تعلق کو استوار کرے کیوں کہ اس رات میں رحمتِ الٰہی کا دریا اپنے پورے شباب پر ہوتا ہے اور مولائے رحیم وکریم اپنے گناہگار بندوں کی بخشش ومغفرت کے لیے چھوٹے سے چھوٹا بھی بہانہ تلاش کرتا ہے، لہٰذا اس رات میں نوافل پڑھنا، کثرت سے تلاوتِ قرآن، اوراد و اذکار، ندامت وشرمندگی اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنا مستحب ہے، یہ اعمال حسنہ احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہیں۔

مولائے کریم اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں شعبان المعظم اور شب برأت کے حقیقی فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے، ہمارے والدین کریمین اور جملہ مرحومین کی بخشش ومغفرت فرمائے، آمین۔ ■■■

تعمیراتِ قلم

از: مفتی عبدالمالک مصباحی*

غیر مقلدین تاریخ کے آئینے میں

شاہراہ اسلام میں سرنگ کھودنے والی ایک ایسی جماعت جس کی جرأت وبیباکی نے ہرایرے غیرے کی زبان کو دراز اور بے لگام بنادیا ہے، دل دہلادینے والے خیالات اور مزعومات سے پردہ اٹھانے والی چشم کشا تحریر کا دلجمعی سے مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان وعقیدہ کی فصیل کی حفاظت کے سامان فراہم کیجئے۔

پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

یہ فرقہ بھی دراصل وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے، جیسا کہ ابتدا میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، یہی لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے مشہور کرتے ہیں، حکیم نجم الغنی رامپوری اپنی کتاب ''مذاہب الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

''وہابیہ کی دو قسمیں ہیں، ان میں سے ایک تو وہ ہیں جنہوں نے اعلانیہ ہم سے جدائی اختیار کی اور اجماع امت سے علاحدہ ہوکر تقلید شخصی کا انکار کردیا ہے، ان سے ہم کو کچھ سروکار نہیں، مگر دوسری قسم کے وہابیہ ان کا فتنہ نہایت عظیم و ضرررساں ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور پکے حنفی ہیں اور تقلید امام کو تمام اصول وفروع میں واجب سمجھتے ہیں، مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدوں سے بالکل متفق ہیں۔'' [۱]

وہ وقت آ گیا ہے کہ ساحل کو چھوڑ کر
گہرے سمندروں میں اتر جانا چاہئے

غیر مقلدین کی ابتداء

اس جماعت کا تاریخی پس منظر اسی کے ایک نیازمند کی تحریر کے حوالے سے پیش ہے تاکہ اسے استنادی حیثیت حاصل رہے، مستند ہے میرا فرمایا ہوا، جناب مسعود عالم ندوی اپنی کتاب ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' میں لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں حضرت سید (احمد رائے بریلوی) صاحب کی دعوت وجہاد کے ساتھ اتباع سنت اور عمل بالحدیث کا چرچا بھی شروع ہوا، خود سید صاحب اور ان کے ماننے والے اہل صادق پور (پٹنہ) تو اپنے کو حنفی مع القول بالترجیح کہتے تھے مگر خود سید صاحب کی جماعت میں مولانا اسمٰعیل شہید (۱۲۴۶ھ) کے اثر سے خالص عاملین بالحدیث کا بھی ایک طبقہ پیدا ہوگیا تھا، شروع شروع میں یہ دونوں طبقے یعنی حنفی اور اہلحدیث ساتھ مل کر کام کرتے تھے، دونوں کا زور جہاد پر تھا اور ان فروعی مسئلوں میں روادار تھے، مگر آگے چل کر جب مجاہدین کی داروگیر شروع ہوئی اور آمین بالجہر کہنے والے پر وہابی کا شبہ کیا گیا اور وہابی کا معنیٰ سرکاری زبان میں باغی کے ہوگئے تو ہندوستان کی جماعت اہل حدیث موجودہ شکل میں ظاہر ہوئی اور ان کے سرکردہ مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۳۳۸ھ/۱۳۵۶ھ) نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا۔'' [۲]

مذکورہ بالا اقتباس سے سب سے پہلی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ غیر مقلدین یا جماعت اہلحدیث کے سربراہ مولوی اسمٰعیل دہلوی ہیں، ان سے پہلے اس قسم کی کوئی بات نہ تھی اور نہ ہی اس نام کی کوئی جماعت، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جماعت کی عمر ابھی دوسو سال بھی نہیں ہوئی ہے، جبکہ اسلام کا نیر تاباں آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے پوری دنیا کو بقعہ نور بنا چکا ہے، ساتھ ہی اس اقتباس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ اہلحدیث وہابی جماعت ہی کی ایک شاخ ہے، یہ اور بات ہے کہ اس وقت اس

* مضمون نگار دوماہی ضیائے مدینہ جمشید پور کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

نام سے کتراتے تھے کیونکہ ''وہابی'' کا معنیٰ برٹش گورنمنٹ کی ڈکشنری میں ''باغی'' تھا اور یہ لوگ اس بات کے لئے ہرگز تیار نہ تھے کہ ہم پر بغاوت کا ذرہ برابر بھی شبہ، مگر اب جبکہ یہ عارضی مانع ختم ہو چکا ہے اس لئے اب تو برملا اور فخریہ اس کا اعلان اور اعتراف کرتے ہیں، دیوبندی جماعت کے مشہور عالم مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

''فرقہ اہلحدیث کی عمر تخمیناً چالیس پچاس سال ہوگی، ہندوستان ہی میں اس مٹھی بھر فرقہ کا توارد ہوا اور یہاں ہی نشونما پایا۔'' ۳

مولوی صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

''قد نتبت فی ھٰذ الزمان فرقة ذات سمعة و ریاء تدعی لانفسها علم الحدیث و القرآن و العمل بهما علی العلات فی کل شان مع انها لیست فی شئی من اهل العلم و العمل و العرفان۔'' ۴

یعنی اس زمانے میں دکھاوے اور مکاری کا ایک فرقہ پید اہوا ہے، جو اپنے علاتی بھائی (احناف و مقلدین) کے مقابلے میں ہر مقام پر قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا دعویدار ہے حالانکہ علم و عمل اور معرفت میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں۔

مولوی محمد شاہ شاہجہانپوری رقمطراز ہیں:

''کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ پچھلے زمانے میں شاذ و نادر ہی اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں۔ مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔'' ۵

مولوی بشیر احمد دیوبندی لکھتے ہیں:

''سارے عالم میں غیر مقلدین کا فرقہ باقاعدہ جماعتی رنگ میں کبھی پہلے تھا اور نہ موجود ہے، صرف ایک ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے، لیکن ہندوستان میں انگریزی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام و نشان تک نہ تھا، ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور وجود انگریز کی نظر کرم اور چشم کرم کا رہین منت ہے۔'' ۶

یہ دوسروں کے زبانی اس فرقہ کے نو پید ہونے کی شہادت ملی ساتھ ہی خود انہیں نے بھی اس کے نوزائیدہ ہونیکا اعتراف ہے، جیسا کہ مشہور غیر مقلد پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

''امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی کہا جاتا ہے۔'' ۷

وھابی کے بجائے اھلحدیث کیوں؟

غیر مقلدین حضرات نے جب یہ دیکھا کہ سرکاری زبان میں وہابی باغی کا مترادف ہو گیا ہے تو انہیں سخت جھٹکا لگا اور یہ سوچ کر کہ کہیں گورنمنٹ کی نظر الطاف و عنایات جلال و عتاب میں تبدیل ہو جائے، اس لئے ایک منظم پلان کے تحت سرکار برطانیہ کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا جس میں یہ درخواست کی گئی کہ ہمیں ''وہابی'' کے بجائے اہلحدیث کے نام سے پکارا جائے، پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں:

''انھوں نے (محمد حسین بٹالوی) اور ارکان اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹنٹ گورنر پنجاب کے ذریعے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کردی، اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے، گورنر پنجاب وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی وہاں سے حسب ضابطہ تائید آگئی کہ ''وہابی'' کے بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کیا جائے۔'' ۸

اس طرح سے یہ لوگ اپنے آپ کو وہابی چھوڑ کر اہلحدیث کہنے اور لکھنے لگے۔ مگر بھلا اس شعر کی حقانیت کس طرح پامال کی جا سکتی ہے۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

مقصد جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے، صرف نام تبدیل ہوا ہے اور بس!

غیر مقلدین کے عقائد ونظریات

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اصل ماٰخذ قرآن وحدیث ہیں، صرف انہیں دونوں سے مسائل کا استخراج اور استنباط ہوسکتا ہے، ان کے علاوہ قیاس اور اجماع تو یہ کوئی چیز نہیں، یہ لوگ تقلید کو شخصیت پرستی اور فرقہ بندی گردانتے ہیں اور لوگوں میں بڑے زورشور سے ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں کہ یہ جو اختلافات اور لڑائی جھگڑے ہورہے ہیں اس کی اصل وجہ یہی تقلید شخصی ہے لوگ الگ الگ اماموں کی پیروی کرتے ہیں اور جن کی پیروی کرتا ہے وہ انہیں کی مدح وستائش میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگتا ہے، بقیہ دیگر ائمہ کرام کی شان میں اہانت آمیز کلمات استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا جس کی وجہ سے مدمقابل چراغ پا ہوجاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ نفرت کی چنگاری شعلہ جوالہ کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور نتیجہ قتل وخوں ریزی تک پہنچ جاتا ہے۔

مگر یہ سراسر مغالطہ اور لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا حربہ ہے، جس سے ہر ذی شعور اور بالغ نظر انسان باخبر ہے، کیونکہ کوئی بھی سمجھدار اور مسائل شرعیہ سے واقف انسان کسی امام کی شان میں گستاخی کے کلمات نکالنا تو دور کی بات ہے ایسا سوچ بھی نہیں سکتا، اس کے برخلاف خود علماء غیر مقلدین ائمہ کرام کی شان اقدس میں نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں، اس کی تفصیل بعد میں پیش کی جائے گی۔

مقلدین علمائے کرام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تقلید شخصی واجب ہے اس کے بغیر صراط مستقیم پر گامزن رہنا نہ صرف دشوار ہے بلکہ باعث خطرۂ ایمان ہے، خصوصاً اس دور میں جبکہ دینی علوم کا فقدان اور اس سے بے رغبتی بالکل ظاہر وباہر ہے، تفصیل سے بچتے ہوئے یہاں پر صرف چند عقائد مختصراً پیش کئے جاتے ہیں۔

غیر مقلدین کے مخصوص عقائد

غیر مقلدین کے مخصوص عقائد ونظریات ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں:

(۱) خدائے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ ۹

(۲) انبیائے کرام سے بھول چوک دینی احکام میں مقرر (ثابت) ہے۔ ۱۰

(۳) غیر مقلدین مسئلہ رجعت کے قائل ہیں یعنی حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں سب مردے جوان کی محبت میں مرے قبور سے قبل قیامت زندہ ہوکر ان سے مستفید ہوں گے۔ ۱۱

(۴) حضرت ابوبکر صدیق حضرت فاطمہ کے ساتھ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی کے ساتھ کینہ رکھتے تھے۔ ۱۲

(۵) سوائے حدیث متواتر کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ثابت نہیں۔ ۱۳

کیا یہ کھلے بندوں کثیر در کثیر معجزات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہیں؟ اس جماعت کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ اسلام کا تصور کچھ اس انداز سے پیش کرتی ہے مغربی تعلیم یافتہ ذہن جس کا متمنی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے، ہر دور اور ہر زمانے کی ضرورت کی تکمیل کا سامان اس میں موجود ہے، ہر زمانہ میں اس کے زریں اصول پر عمل کیا جاسکتا ہے، اسلام ہمیشہ ترقی یافتہ رہا ہے اور اپنے ماننے والوں کو ترقی ہی کی دعوت دیتا رہا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس جذبہ ترقی اور ذوق آرائش جمال میں اسلام کے مستحکم اور مبینہ دستور کو زیر قدم روندڈالا جائے اصول اسلام کی دھجیاں بکھیر کر خود کو ترقی یافتہ اور روشن خیال ظاہر کرنا خام خیالی کے علاوہ اور کچھ نہیں، جبکہ غیر مقلدین حضرات اسی کو اسلام کی اصل خدمت سمجھ رہے ہیں۔

غیر مقلدیت کا فائدہ

مشہور اہلحدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے تجربہ کی روشنی میں جو کچھ فرماتے ہیں اسے ملاحظہ کیجئے اور اس بھیانک فتنہ کی ہولناکی کا رخ متعین کیجئے، وہ لکھتے ہیں:

’’پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود

ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے، مگر اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے حامی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں، اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔'' ۱۴؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

غیر مقلدیت اشرف علی تھانوی کی نظر میں

دیوبندی جماعت کے مشہور عالم مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

''مولانا اشرف علی تھانوی محمد حسین بٹالوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ مولانا موصوف غیر مقلد تھے مگر منصف مزاج تھے، حضرت تھانوی نے فرمایا میں خود ان کے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچیس سال کے تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے۔'' ۱۵؎

اور لکھتے ہیں کہ حضر تھانوی نے ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدی بے عقلی کی دلیل ہے، بے دینی کی نہیں، ہاں جو ائمہ مجتہدین پر تبرا کرے تو بے دینی ہے۔'' ۱۶؎

مولانا اشرف علی تھانوی نے کہا کہ ایسے اکثر غیر مقلدین ہیں، حدیث کا تو نام ہی نام ہے محض قیاسات ہی قیاسات ہیں، اپنے ہی مقلد ہیں، حدیث کی تو ہوا بھی نہیں لگی اور ایک چیز کا تو ان میں نام و نشان ہی نہیں وہ ادب ہے نہایت بے ادب اور گستاخ ہوتے ہیں جو جس کو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں بڑے جری ہیں اس باب میں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنیوالا بڑے خطرے میں ہوتا ہے سوئے خاتمہ کا۔ ۱۷؎

تھانوی صاحب نے اور کیا کہا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخص (رخصتوں پر عمل کرنا ہے) جس کا نتیجہ اکثر بد دینی ہے۔ ۱۸؎

تھانوی صاحب نے اور کہا کہ غیر مقلد ہونا آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا جسے چاہا بدعت کہہ دیا جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں مقلد ایسا نہیں کر سکتا اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ بعضے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا اس کھیت میں منہ مارا نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے۔ ۱۹؎

تھانوی صاحب اور کہتے ہیں کہ اکثر محب دنیا ہیں بزرگوں سے بدگمانی اس قدر بڑھی ہوتی ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں اور اس سے آگے یہ ہے کہ بدزبانی تک پہنچے ہوئے ہیں ادب اور تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئے ہاں بعضے محتاط بھی ہیں وقلیل منہم (اور وہ بہت تھوڑے ہیں)۔ ۲۰؎

تھانوی صاحب اور کہتے ہیں کہ بعضے غیر مقلدوں میں تشدد بہت ہوتا ہے اور طبیعت میں شر ہوتا ہے اور مجھے تو الا ماشاء اللہ ان کی نیت پر بھی شبہ ہے سنت سمجھ کر شاید ہی کوئی عمل کرتے ہوں مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے۔ ۲۱؎

تھانوی صاحب مزید کہتے ہیں کہ آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوظن (بدگمانی) کا خاص مرض ہے، کسی کے ساتھ حسن ظن نہیں رکھتے، بڑے ہی جری ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہے کہہ ڈالتے ہیں، ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرتے ہیں۔'' ۲۲؎

غیر مقلدیت مفتی دیوبند کی نظر میں

دارالعلوم دیوبند کے مفتی جناب مہدی حسن شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

''کچھ تجربہ اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ انسان غیر مقلد ہو کر بد مذہب بدزبان بے باک بہت ہو جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے عادات و اطوار سے کوسوں دور ہو جاتا ہے الا ماشاء اللہ نہ مسلمانوں کو گالیاں دینے سے باک ہوتا ہے نہ صحابی کو فاسق کہنے سے ننگ معلوم ہوتا ہے نہ حدیث کے خلاف سے شرم معلوم ہوتی ہے نہ قرآن کی مخالفت کرنے سے۔'' ۲۳؎

غیر مقلدیت امام احمد رضا کی نظر میں

مصلح امت، مجدد ملت اعلیٰ حضرت مفتی الشاہ امام احمد رضا

خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

''یامعشر المسلمین! یہ فرقہ غیر مقلدین کہ ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں، ائمہ ہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمان کو کافر ومشرک بتائیں، قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر بے گناہ مچل کر حرام خدا کو حلال کردیں حلال خدا کو حرام کہیں۔'' ۲۴

مزید آگے لکھتے ہیں:

''جس نے تجربہ کیا ہے اس سے پوچھئے کہ دنیا درکنار خاص امور دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر ومعتمدین میں شنیع بے باکیاں، عظیم سفاکیاں پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق کو بھی اس کی ہوا لگے۔ کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے مہری فتویٰ دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی، کیا نہ جانا کہ ان کے رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی، کیا نہ سنا کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجہ کے حق میں مباح کیا اور اس آفت کے فتویٰ سے استاذ صاحب نے اپنی مہر کا نکاح کردیا پھر امام العصر کا اجرت لے کر مسائل لکھنا ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعاعلیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتویٰ ہونا کیسی اعلیٰ درجہ کی دیانت ہے؟'' ۲۵

کچھ اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ! جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر وشرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک ہر عصر کے علماء اور گیارہ سو برس کے عامہ مومنین معاذ اللہ سب کفار ومشرکین ہوئے، نہ سہی اتنا تو اجلیٰ بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار ہے، صدہا برس سے لاکھوں اولیاء علماء محدثین فقہاء عامہء اہل سنت واصحاب حق وہدیٰ تقلید ائمہ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں، جسے دیکھو کوئی حنفی کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی، یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت ان چار مذاہب میں منحصر ہوگیا، جیسا کہ اس کی نقل سید احمد مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین ومستندین طائفہ سے ہیں تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

اھل السنة قد افترقت بعد القرون الثلٰثة او الاربعة علیٰ اربعة مذاھب و لم یبق فی الفروع سوی ھٰذا المذاھب الاربعة۔ ترجمہ: اہل سنت تین چار قرنوں کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہوگئے اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

طبقات حنفیہ وطبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علماء دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذاہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمہ ہدیٰ واکابرین محبوبان خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کئے گئے اور ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے، یہ سب معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں چناں ہوئے۔'' ۲۶

علمائے کرام کے اقوال کی روشنی میں فرقہ غیر مقلدین یا جماعت اہلحدیث کی اصلیت وحقیقت کو جان لیجئے اور پھر اپنے لئے راہ نجات تلاش کیجئے اور دیکھئے کہ آیا اس کے دامن میں ہمیں ابدی راحت وآرام اور دائمی اطمینان وسکون نصیب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ چلتے چلتے چند اور مسائل ملاحظہ کرلیجئے اور علمائے غیر مقلدین کی تن آسانی اور نفس پروری پر سر دھنئے:

(۱) ایک بار گی تین طلاق دینے سے صرف ایک ہی واقع ہوگی، دوبارہ رجوع کرسکتا ہے۔ (۲) وتر صرف ایک رکعت ہے۔ (۳) سفر میں چند نمازیں ایک ساتھ جائز ہیں۔ (۴) تراویح صرف آٹھ رکعت ہے۔ (۵) دو مٹکا پانی کبھی گندا نہیں ہوتا، چاہے اس میں کتنی ہی نجاست پڑ جائے۔ (۶) عورتوں کے زیور پر زکوۃ نہیں۔ (۷) منی پاک ہے، شراب پاک ہے، مردہ جانور پاک ہے۔ (۸) دودھ کی کڑاہی میں اگر بچہ کا پیشاب گر جائے تو دودھ پاک ہے۔ (۹) خنزیر کے پیشاب کے سوا باقی سب جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ (۱۰) کافر کا ذبیحہ حلال ہے۔ (۱۱) ناٹک کا بطور عبرت دیکھنا جائز ہے۔ (۱۲) حائضہ عورت کو قرآن پڑھنا

جائز ہے۔(۱۳) وطی فی الدبر کی حرمت ظنی ہے۔(۱۴) کچھوا، کیکڑا اور گھونگا حلال ہے۔

یہ اور اس قسم کے اور بھی بہت سارے مسائل ''فقہ الفقیہ'' میں غیر مقلدوں کی مستند کتابوں کے حوالے سے منقول ہیں۔ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ان حقائق کی موجودگی میں یہ جماعت کہاں تک اسلامی روح کے قریب ہے، اس کا فیصلہ آپ پر ہے۔ ع

ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھا دیتے ہیں

مأخذومراجع:

(۱) مذاہب الاسلام، از نجم الغنی، ص ۶۲۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور (۲) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، از: مسعود عالم ندوی، ص ۲۱/۲۰/ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی (۳) جلد التہدید علی ظہر عدم التقلید، از: شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۳/ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، دہلی (۴) الحطہ، از: نواب صدیق حسن خان، ص ۱۵۲ مطبوعہ لاہور (۵) اہلحدیث اور انگریز، از: بشیر احمد، ص ۱۶/۱۵، ابوحنیفہ اکیڈمی، پاکستان (۶) اہلحدیث اور انگریز، از: شیر احمد ص ۱۶، ابوحنیفہ اکیڈمی، پاکستان (۷) شمع توحید، ثناء اللہ پانی پتی، ص ۴۰/ کتبہ ثنائیہ، سرگودھا، پاکستان (۸) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، از: محمد شفیع، پاکستان (۹) صیانۃ الایمان، از: مشہود الحق، ص ۵/ مرآدباد (۱۰) ردتقلید بکتاب المجید ص ۱۲ (۱۱) دراسات اللبیب، از: محمد معین، ص ۲۱۹/ لاہور (۱۲) اعتصام السنہ۔ از: عبداللہ محمدی، ص ۶۹، کانپور (۱۳) دلیل محکم از: نذیر حسین دہلوی (۱۴) اشاعۃ السنہ جلد ۱ ص ۴ مطبوعہ ۱۸۸۸ء (۱۵) مجالس حکیم الامت، ص ۲۴۲ (۱۶) ایضاً ص ۲۳۴ (۱۷) افاضات یومیہ جلد ۴ ص ۲۴ (۱۸) افاضات یومیہ جلد ۴ ص ۲۶۹ (۱۹) افاضات یومیہ جلد ۴ ص ۲۹۴ (۲۰) ایضاً جلد ۱ ص ۳۲۲ (۲۱) ایضاً جلد ۱ ص ۳۰۹ (۲۲) ایضاً جلد ۲ ص ۳۲۲ (۲۳) قطع الوتین جلد ۱ ص ۲۱ (۲۴) النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۳۰۰ (۲۵) النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۳۱۵۔

■■■

اسلاف سے وابستگی کے تقاضے

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری

قارئین کرام! اِس وقت ساری دُنیا میں امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت کی یاد منائی جا رہی ہے، آپ کے عُرس کی نسبت سے ساری دُنیا کے خوش عقیدہ مسلمان آپ کی خدمات کو یاد کرتے ہیں، دینی مجالس منعقد کرتے ہیں، عشقِ رسول کی محفلیں سجاتے ہیں، محبت رسول ﷺ کے نغمے گنگناتے ہیں، اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، امام اہلِ سنّت سے نسبت و وابستگی پر اظہارِ مسرت کرتے ہیں۔

ایک سوال ہے کہ آخر امام اہلِ سنّت سے عقیدتوں کا رشتہ اِس قدر گہرا کیوں ہے؟ یہ فطری بات ہے کہ جس کی یاد منائی جاتی ہے اُس سے تعلق کی کوئی ٹھوس وجہ ضرور ہوا کرتی ہے، آپ سے تعلق کے نمایاں اسباب تین ہیں (۱) تجدیدی خدمات (۲) فروغ عشقِ رسول ﷺ (۳) معاشرتی اصلاح کے لیے کوششیں۔

امام اہلِ سنّت نے ایسے حالات میں جب کہ عقائد کی خرابی عام تھی، دین کے چہرے کو بدلنے کی مسلسل کوششیں ہو رہی تھیں، ناموسِ رسالت ﷺ میں بے ادبی کی فضا تیار تھی، انگریز اور مشرکین کی ریشہ دوانیاں شباب پر تھیں۔ ہر گستاخ کی مکمل پشت پناہی باطل قوتیں کر رہی تھیں، بیک وقت کئی گستاخ فرقے تمام وسائل سے لیس ہو کر میدانِ عمل میں تھے، بنام مسلم جو فتنے سرگرم تھے ان سے مسلم معاشرہ تباہ و برباد ہو رہا تھا، ایمان کی دولت چھینی اور لوٹی جا رہی تھی مسئلہ یہ تھا کہ یہ سب کام وہ کر رہے تھے جو نبی کریم ﷺ پر ایمان کے دعویدار تھے، کلمہ پڑھتے تھے، نماز روزہ کرتے تھے لیکن رسول پاک ﷺ کی عظمتوں کا انکار کر کے انگریز کی پالیسیوں کو کامیاب بنانے میں لگے تھے۔ مشرکین کی ریشہ دوانیاں الگ جاری تھیں۔ اسلامی شعائر اور حدود پر مسلسل حملے کیے جا رہے تھے، ایسے ناموافق حالات میں امام اہلِ سنّت نے دین کی اعتقادی سرحدوں کی حفاظت کی، فتنوں کو دور کیا، سازشوں کو بے نقاب کیا، پیہم جد و جہد سے دین کا صاف ستھرا اور پاکیزہ چہرہ عطا کیا، اپنے تجدیدی کارہائے نمایاں کے ذریعہ اسلاف سے پہنچنے والے دین کو تحفظ فراہم کیا، اس طرح کی دین کی پہچان بن گئے، خوش عقیدگی کی علامت بن گئے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا احترام اور رسول پاک ﷺ کی عظمتوں کی شمع فروزاں کر دی، جس کی روشنی ایسی پھیلی کہ آج ہر زباں پکار رہی ہے۔ ؎

ڈال دی قلب میں عظمتِ مصطفی
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

چوں کہ تمام تر اندرونی و بیرونی سازشوں کا نشانہ بقیہ ص ۲۰/ پر

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

امام احمد رضا اور حسن اخلاق

فیاضِ ازل کی اپنے دین سے محبت بھی کیسی مثالی، البیلی اور نرالی ہے کہ جب جب دین کو جیسی جیسی ضرورتیں پڑتی رہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی شاہکار قدرت سے ویسا ہی انتظام فرماتا رہا، جب کبھی اسلام کی رگوں میں تازہ خون دوڑانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو جانباز شہدائے محبت کے ذریعہ اور اگر شریعت کی زلفِ پیچاں سنوارنے کی ضرورت پڑی تو نکتہ شناس، نکتہ رس، نکتہ آفریں فقہائے اسلام کے ذریعہ اور اگر زنگ آلود کردار و عمل، اخلاق وسیرت کو صیقل کرنے کی حاجت ہوئی تو برگزیدہ نفس صوفیا کو بھیج کر وہ انتظام فرماتا رہا کہ دین تازہ دم ہو کر تازگی نو بکھیرنے لگتا، یہ وہ نظامِ فطرت ہے جو چل رہا ہے اور چلتا ہی رہے گا، امام احمد رضا چونکہ انہی فقہا وصوفیا کی مستحکم جماعت کے اپنے دور میں تکملہ وتتمہ تھے اس لیے سرِ دست مجھے ان کی حیات و خدمات کے مہکتے گلشن کے گلِ اخلاق کی خوشبو سے اپنے قارئین کی مشامِ جاں کو معطّر کرنا مقصود ہے، اس لیے آئیے دیکھیں کہ ان کے علم کا چار دانگِ عالم میں جتنا شہرہ ہے، ان کے عشق ووفا کا بزمِ محبت میں جتنا تذکرہ ہے، ان کے اخلاقِ حسنہ کا پایہ کتنا بلند ہے، مگر پہلے ان کی حیات کے خاکہ میں علمی تاریخی رنگ ونور بھر لیں تاکہ آنے والی ہر بات سماعت کے واسطے سے بصیرت کی انجمن میں جگمگاتی رہے۔

آپ اپنے شہر بریلی کے آبائی مکان میں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ، ۱۴ جون ۱۸۵۶ء روز شنبہ، بوقت ظہر رونق آرائے بزمِ ہستی ہوئے، چار برس کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کیا، چھ سال کی عمر میں ربیع الاوّل کے جلسے میں بہت بڑے مجمع سے خطاب کیا، اس طرح اپنی بے نظیر ذکاوت اور محیر العقول ذہانت کے بل بوتے تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں تمام ترمروجہ علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۲۸۲ھ میں فارغ التحصیل ہو گئے، (عامہ کتب) آپ نے جن علوم وفنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعہ سے کی ان کی تعداد بقول انہی کے ۵۹؍ رہے، ان ۵۹؍ علوم میں سے ۲۱؍ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ علوم میں نے اپنے والد ماجد سے حاصل کیا، پھر دس علوم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا، پر نقاد علمائے کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے، پھر ۲۸؍ علوم سے متعلق لکھتے ہیں کہ محض رب تعالیٰ کے الہامی فیض سے حاصل کیا ہے۔ [امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ، بحوالہ الاجازات المتینہ]

یہ ٹوٹل ۵۹؍ علوم وفنون ہوتے ہیں، پھر یہ کہ یہ اصل علوم ہیں، ان علوم وفنون سے جو نئی نئی شاخیں پھوٹی ہیں اور اربابِ فکر و نظر نے تحقیق وتنقید کی چھلنی میں ان تمام کو جب چھانا ہے تو اب تک کی جدید تحقیق وتفحص کے مطابق علوم وفنون کی تعداد ۳۰۵؍ تک جا پہنچی ہے اور یہ کوئی حسنِ عقیدت یا مبالغہ آرائی نہیں بلکہ ثبوت کے لیے ہر علم وفن میں ان کی تصانیف موجود ہیں اور تعجب ہے کہ ان کی ہزار کے قریب کتابوں میں سے تقریباً ۵۰؍ کتاب کا تعلق جدید علوم سائنس سے ہے، جبکہ ان علوم کی تحصیل کے لیے کبھی کسی کالج یا یونیورسٹی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا، چند اسباق کے چند بیرونی اساتذہ کو چھوڑ کر جو کچھ پڑھا، باضابطہ طور پر اپنے گھر پر پڑھا، ایک طرف کثرتِ علوم وفنون اور دوسری طرف ان کے کُل اساتذہ جن کی تعداد صرف آٹھ ہے کو دیکھیے تو برجستہ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مظہری کا یہ جملہ دہلیز ذہن پر دستک دینے لگتا ہے کہ ان کی کارگہہ فکر میں انجم ڈھلتے تھے، جو شخصیت علوم و معارف کی ایسی جامع ہو کہ ان کے کثرتِ علوم وفنون کا دور دور تک کوئی جواب نہ ہو، دینی درسگاہ سے لے کر عصری دانش گاہ

* مقالہ نگار پٹنہ جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف ومعتبر اہل قلم ہیں۔

تک جن کی دھومیں مچی ہوں آئیے دیکھیں کہ ان کی اخلاقی خو، بو کیا تھی، ان کی سیرت کا گلدان کتنا معطر اور ان کے کردار کا آسمان کیسا منور تھا، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ وہ علم میں جتنے بلند تھے عمل میں اس سے کہیں زیادہ بلند تھے، ان کے علم کے قالب پر عمل کی سیمیں قبا ایسی راس آتی تھی کہ علم اور عمل کو اگر باہم گلوگیر دیکھا ہو تو ان کی کتابِ زندگی کا کوئی ورق الٹیے، اخلاق وایثار کی تابانی سے ہر ورق فروزاں اور درخشاں نظر آئے گا، مثلاً:

(۱) آج کل پیری مریدی کا بڑا زور وشور ہے، جدھر دیکھئے جنگل میں منگل کا سماں نظر آتا ہے۔ ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی کا تصور افقِ خیال پر محوِ خرام ناز ہوجاتا ہے، شریعت نے شرائط کی زنجیر میں اس شغل کو جتنا جکڑا تھا، یارانِ میکدہ نے تیلیاں بکھیر کر آزادی اختیار کرلی، دکانیں سجی ہیں، ایجنسیاں کام کررہی ہیں، رجھانے، لبھانے کی وہ وہ توبہ شکن ادائیں اپنائی جارہی ہیں کہ سنگ دل بھی موم بن کر پگھل جائے، کہاں کی نماز اور کہاں کا روزہ، حلال وحرام کی کوئی فکر وتمیز نہیں ہے، بیچارہ اباحت اور اساءت کس گنتی میں ہے، پیر صاحبان کے نزدیک مرید سے خدمت لینا ہی اصل تصوف اور روحِ معرفت بن کر رہ گیا ہے مگر اعلیٰ حضرت ایسے پیر نہ تھے، وہ پہلے عالمِ باعمل تھے بعد میں صوفی باصفا، ان کی ہر حرکت وسکون پر شریعت وطریقت کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے، اس لیے ان کا ہر کام شریعت کی روشنی اور طریقت کی چاندنی میں ظہور پذیر ہوتا تھا، اسی لیے وہ خدمت لینا کم اور خدمت کرنا زیادہ اپنا شیوہ رکھتے تھے اور اس پر وہ سفر وحضر ہر جگہ عامل رہے، ۱۳۲۳ھ میں فریضۂ حج سے فارغ ہوکر مدینہ طیّبہ کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا جب حجاج اونٹ، خچر وغیرہ پر سفر کیا کرتے تھے، کاریں وغیرہ اس وقت وہاں نہیں چلتی تھیں، بارہ، چودہ روز کا راستہ تھا، جب قافلہ ایک منزل پر جا کر ٹھہرا، ظہر کی نماز کا وقت ہوا، پانی کی تلاش ہوئی، اعلیٰ حضرت بھی پانی کی تلاش میں ایک سمت چل دیئے، آگے چل کر ایک کنواں جو بہت گہرا تھا، ڈول میں رسّی باندھ کر بدقت تمام پانی نکالا، لوگ استنجے کے لیے اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے، جب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت کنویں سے پانی بھر بھر کر تمام برتنوں کو بھر چکے ہیں، پیر کے لیے پانی بھرنا یہ تو سننے میں آتا ہے، مگر مرید کے لیے پانی بھرنا یہ اعلیٰ حضرت کا اخلاق ہے، اعلیٰ حضرت کی یہ رواداری اور مرید نوازی دورِ حاضر کے پیرانِ عظام کے لیے نمونہ بھی ہے، درسِ عبرت ہے، اعلیٰ حضرت کی نظر میں آقائے کائنات ﷺ کی پوری مبارک زندگی تھی خصوصاً یہ اخلاقی پہلو کہ صحابۂ کرام کے مکرر اصرار کے باوجود حضور اپنا کام خود کرنے کو ترجیح دیتے تھے، اعلیٰ حضرت حضور کی اس سنّت پر پوری زندگی گامزن رہے۔

(۲) آج دسترخان پر چاہے جتنا عمدہ کھانا چن دیا جائے، کھانے میں نقص نکالنا، عیب جوئی کرنا لوگوں کی عام عادت بن چکی ہے، ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا کہ ہماری اس حرکتِ مکروہی کا صاحبِ خانہ کے دل پر کیا اثر پڑے گا، یہ تو عجیب بات ہوگئی، کھانا بھی کھلاؤ اور تنقید کے نشتر سے گھائل ہونے کے لیے تیار بھی رہو، مگر اللہ کے کچھ ایسے حساس دل بندے بھی ہوئے ہیں جو خود آزردہ ہولیتے تھے مگر اپنے احباب واقربا کو آزردہ کرنے سے امکانی حد تک پرہیز کرتے تھے، خود مشقت اٹھالیتے مگر اعزا کا مشقت میں پڑنا انہیں گوارہ نہیں تھا، اعلیٰ حضرت ایک دسترخوان پر حاضر ہیں، انواع واقسام کے کھانے چن دیئے گئے ہیں، اعلیٰ حضرت کے ساتھ مدعو مہمانوں کا جم غفیر ہے، دسترخوان پر موجود ککڑی کے بارے میں آپ نے صاحبِ خانہ سے اجازت مانگی، اجازت ملنے پر ککڑی کی ایک قاش اٹھا کر کھایا، پھر یکے بعد دیگرے قاش اٹھاتے رہے اور کھاتے رہے، یہاں تک کہ پوری ککڑی ختم ہوگئی، یہ ایک اچنبھے میں ڈال دینے والی بات تھی جو آج دسترخوان پر آپ سے ظاہر ہوئی۔ کھانے کے بعد کسی نے آخر پوچھ ہی لیا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے جو ککڑی کی پہلی قاش منہ میں رکھا تو وہ نہایت کڑوی تھی، پھر جو بھی اٹھاتا گیا سب کو کڑوی ہی کڑوی پایا، میں نے یہ سوچ کر سب ککڑی کھالی کہ حاضرین میں سے اگر کسی نے ایک پیس بھی کھائی تو وہ کڑوی اتنی ہے کہ کھانے والا ضرور تھو تھو کرے گا اور اس سے میرے میزبان کو شرمندگی ہوگی، میں نے اپنے میزبان کی عزت کو اپنی عزت سمجھا اور سب ککڑی

خود ہی کھا کر اپنے میزبان کو ذلّت سے بچالیا۔

(۳) غلطی کس سے نہیں ہوتی، معصوم صرف نبی و رسول اور فرشتے ہیں، تاہم غلطی ہو جانے پر غلطی کے احساس کا بیدار ہو جانا یہ کمالِ عبدیت اور جمالِ انسانیت ہے، خدانخواستہ یہ احساس اگر بجھ گیا تو پھر آدمی کہیں کا نہیں رہتا لاش کا روپ دھار لیتا ہے، یہ احساسِ ندامت ہی ہے جو انسان کو معافی تلافی کرنے، آنسو بہانے، توبہ اور دعا کرنے، رب کی روٹھی رحمت کو منانے پر ابھارتا اور اکساتا ہے، اب دیکھا یہ جا رہا ہے کہ غیر اختیاری یا اضطراری طور پر کسی سے کوئی غلطی ہو گئی، مثلاً مغلوب الغضب ہو کر کسی کو طمانچہ رسید کر دیا اور طمانچہ رسید کرنے والا علم و عمر و مرتبہ میں بہت بڑا ہے تو پھر بیچارے چھوٹے کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی، چھوٹا اپنے چھوٹے پن کی وجہ سے مرعوب ہو کر کچھ نہ بولے، کچھ نہ کہے تو بھی بڑے کو خیال نہیں ہوتا کہ انجانے میں ہی سہی ہم لغزش کا شکار ہوئے ہیں، لہٰذا چھوٹے سے کم سے کم معذرت ہی کر لیں، یہ اب کے بڑے ہیں، پہلے کے بڑے ایسے ہوتے تھے کہ ہر دم انہیں احتسابِ عمل کا خیال رہتا تھا، وہ کسرِ نفسی کے اسیر اور بلندئ کردار میں بے نظیر ہوتے تھے، اس لیے اپنے سے بہت چھوٹے سے بھی معافی مانگنے میں انہیں کوئی عار نہیں ہوتا تھا، وہ معمولی بھول چوک پر بھی تڑپ تڑپ اٹھتے تھے، جب تک اس کا تدارک نہ ہو جائے انہیں چین نہیں آتا تھا، رمضان شریف کا مہینہ ہے، اعلیٰ حضرت معتکف ہیں، چونکہ پان کھانے کے عادی تھے اس لیے بعد افطار پان ضرور کھاتے تھے، ایک دن اتفاق سے شام کو پان نہیں آیا، سخت ناگواری ہوئی، مغرب سے تقریباً دو گھنٹہ بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا، اعلیٰ حضرت نے اسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ اتنی دیر میں پان لایا، بعدہ سحر کے وقت سحری کھا کر مسجد کے دروازے پر تشریف لائے، اس وقت دو شخص مسجد میں موجود تھے، ان سے فرمایا آپ صاحبان میرے کام میں مخل نہ ہوں، بعدہ اس بچے کو بلوایا جو پان دیر سے لایا تھا اور جسے تھپڑ مار دیا تھا، بچہ آ گیا تو فرمایا کہ شام کو میں نے غلطی کی جو تم کو چپت مار دی، قصور دیر سے بھیجنے والے کا تھا، لہٰذا تم میرے سر پر چپت مارو اور ٹوپی اتار کر اصرار فرمانے لگے، وہ بچہ حیران ہو کر کانپنے لگا، اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی حضور میں نے معاف کیا، فرمایا تم نابالغ ہو تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں، تم چپت مارو مگر وہ نہ مار سکا، تب اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے، وہ پیسے دکھا کر فرمایا: میں تم کو یہ دوں گا، تم چپت مارو مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا میں نے معاف کیا، آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر مبارک پر لگائیں اور پھر اسے پیسے دے کر رخصت کیا۔

(۴) اسلام میں اصلاحِ مفاسد کے اسلوب میں بڑی شائستگی اور رونق ادب و تہذیب ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ سامنے والے کی دل آزاری بھی نہ ہو اور وہ شریعت و سنّت کا پیکر بھی بن جائے، ورنہ اگر تقاضائے اخلاق و انسانیت سے دور رہ کر اصلاح کی کوشش کی گئی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اکڑ جائے اور اس طرح مزید گناہوں کے دلدل میں پھنس جائے اور اگر خامی کسی ایسے آدمی کے اندر ہے جو حسب و نسب یا علم و فضل میں بڑا ہے تب تو ولولۂ اصلاح میں اور فکر و غور کی ضرورت ہے، ورنہ نتیجہ معکوس بھی ہو سکتا ہے، یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ مصلح صاحب خود بے ادبی کا شکار ہو کر رب کے فضل سے محروم ہو جائیں، یہ جاننے کے باوجود کہ آقائے کائنات ﷺ نے مرد کے لیے سونا حرام کر دیا ہے، سونے کی انگوٹھی پہننا عام فیشن بن چکا ہے، لوگ دھڑلّے سے پہنتے ہیں، اب تو بغیر سونے کی انگوٹھی اور چین کے نکاح کا منعقد ہونا مشکل ہو گیا ہے، جیسے یہ نکاح کے رکن رکین میں شامل ہو اور اگر سونے کی انگوٹھی کوئی سیّد صاحب پہنے ہوں تو کیا کیا جائے، ایک طرف شریعت مصطفیٰ کا قانون ہے، دوسری طرف نسبت مصطفیٰ کا احترام، اس تناظر میں اعلیٰ حضرت کے حسنِ اصلاح کا حسین منظر دیکھیے، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک سیّد صاحب حاضر ہوئے، انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، یہاں معاملہ سیّد صاحب کا تھا اور اعلیٰ حضرت ساداتِ کرام کا بیحد احترام کرتے تھے، دیکھیے کس طرح حکم، ادب کے سانچے میں ڈھلتا ہے، آپ نے فرمایا سرکارِ عالی وقار اگر یہ انگوٹھی آپ مجھے عنایت فرما دیں تو عین نوازش ہوگی،

اعلیٰ حضرت کے سوال پر جھٹ خوشی خوشی سیّد صاحب نے وہ انگوٹھی اعلیٰ حضرت کی خدمت میں نذر کردی، بعد میں اعلیٰ حضرت نے اس انگوٹھی کے وزن سے کچھ زیادہ وزن کے سونے کا زیور بنوا کر ان سیّد صاحب کی زوجۂ محترمہ کے لیے بھجوا دیا اور ساتھ ہی تحریری طور پر شریعت کا یہ حکم بھی پہنچا دیا کہ ''سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے حرام ہے، سونے کے زیورات کی صرف عورت حقدار ہے۔''

(۵) آئیے لگے ہاتھ ایک اور سیّد صاحب کے اصلاحِ عمل کا واقعہ اور اعلیٰ حضرت کے اخلاقِ فاضلہ، معیارِ ادب کا ایک اور مشاہدہ کرلیجیے، اگر یہ واقعہ دیکھ کر، پڑھ کر یا سن کر آپ کے جذبۂ رواداری، قدرشناسی اور ادب آموزی کے گلشن میں بہاروں کی بارات اتر پڑے، تکریم وتہذیب کے خمار سے آپ کا دل سرشار ہوجائے اور آنکھیں فرطِ مسرت میں شبنمی قطرے نثار کرنے لگیں تو خاموش مت رہیے، اعلیٰ حضرت کی روح کو عقیدت کا خراج ضرور پیش کیجیے، ایک بار ایک بہت بڑا افسر جو داڑھی منڈا اور انگریزی لباس میں ملبوس تھا اعلیٰ حضرت کی زیارت کے لیے حاضر ہوا، آپ کے برادر زادے حضرت علامہ حسنین رضا خان صاحب نے اس کا تعارف کرانا شروع کیا کہ یہ کوتوال صاحب ہیں، ان کا یہ نام ہے، مگر اعلیٰ حضرت اپنے تحریری کام میں مشغول رہے، خاص توجہ نہ فرمائی، تو حسنین میاں نے کہا حضور! یہ سیّد صاحب بھی ہیں، اب اعلیٰ حضرت نے جب لفظ ''سیّد صاحب'' سنا تو چونک پڑے اور فوراً متوجہ ہوگئے۔ اور نہایت ہی ادب کے ساتھ کچھ اس طرح گفتگو شروع فرمائی: سرکار! آپ کے محکمۂ پولیس میں آپ کے اوپر بھی ضرور کچھ افسران ہوں گے، تو یہ ارشاد فرمائیے کہ ان افسران کی طرف سے جب کوئی ڈاکیہ آپ کو ان کا کوئی پیغام پہنچاتا ہے تو آپ اسے قبول فرماتے ہیں یا نہیں۔ اس نے عرض کیا عالی جاہ! کیوں نہیں، بڑے افسر جو ہوئے، ان کی حکم عدولی ہم کرہی نہیں سکتے، اعلیٰ حضرت نے پھر نہایت ہی عاجزی اور نرمی کے ساتھ اور نہایت ہی دلنشین پیرائے میں ارشاد فرمایا: سرکار! آپ کے نانا جان ﷺ جو کہ تمام نبیوں کے بھی افسر ہیں، ان کے دربار گہربار کے ایک انتہائی ادنیٰ ڈاکیہ کی حیثیت سے میں تمام کائنات کے افسر اور اللہ عزوجل کی تمام مخلوق کے سرور ﷺ کا پیغام آپ کی خدمت میں پہنچانے کی جسارت کررہا ہوں، حضور والا! آپ کے نانا جان ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ ''مونچھیں پست کرو، داڑھی بڑھاؤ اور آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔'' اعلیٰ حضرت پیغامِ رسالت کی گہرباری کرتے رہے اور اس کی آنکھیں ٹپاٹپ آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتی رہیں، اس واقعہ کے چند ماہ بعد وہی پولیس افسر پھر جب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس کا پورا نقشہ بدلا ہوا تھا، قلب میں عشق مصطفیٰ کا گداز گھر چکا تھا، قالب پر شریعت کا نقش چڑھ چکا تھا اور چہرہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی سنّت کے انوار سے جگمگ جگمگ کررہا تھا۔

(۶) سینۂ زمین پر یہ مدارسِ اسلامیہ ہی ہیں جو دین حق کے ستون اور تعلیماتِ نبوی کے روشن مینار ہیں، مدرسہ کو چونکہ رسولِ پاک ﷺ کا کاشانہ ہونے کا شرف حاصل ہے بایں وجہ ان میں زیرِ تعلیم طلبا مہمانانِ رسولِ گرامی وقار کہے جاتے ہیں۔ اس نسبت مصطفوی کی بنیاد پر ان کا کیسا اکرام ہونا چاہیے اور ہو کیا رہا ہے کون نہیں جانتا، ان طلبا کے ساتھ لوگ کیسا سلوک کرتے ہیں اور انہیں جیسی نظر سے دیکھتے ہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اکثر مدارس میں ان کا مصرف قرآن خوانی میں جانا اور پیسے بٹور کر لانا رہ گیا ہے۔ جب دیکھیے کچھ طلبا آپ کو ہاتھ میں قرآنِ مجید کا بکس سنبھالے، قرآن خوانی کے لیے جاتے ضرور نظر آئیں گے، یہ مہمانانِ رسول کی ناقدری، ان کے ساتھ ظلم اور ان کا جوہرِ حیات گم کردینے والی بات ہے۔ کچھ مدرسے تو قرآن خوانی ہی کے فیض سے چلتے ہیں، سوچیے ایسے مدارس سے علم کا فروغ کیسے ہوگا، وہاں کی درسگاہ سے مدرسین عالی جاہ کیسے جلوہ آرا ہوں گے، ناظمین وارکین مدرسہ کو ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت بھی ایک بہت بڑے مدرسہ دارالعلوم منظر اسلام کے منتظم تھے مگر طلبا کے ساتھ ان کا رویہ، حسنِ سلوک اور اخلاقی معاملہ دیکھیے، اعلیٰ حضرت کے سب سے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء

حضرت مولانا سیّد محمد ظفر الدین بہاری خود اپنا تجربہ اور مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ جو طلبا رمضان شریف میں بھی بریلی شریف میں قیام کرتے تھے، اعلیٰ حضرت عید کے دن انہیں اپنے بچوں اور عزیزوں کی طرح عیدی دیتے اور پسندیدہ جوڑا سے نوازتے تھے اور ہمیشہ ان کی دل جوئی، دل بستگی فرماتے رہتے تھے، نیز ان کی ضرورت کا خاص خیال رکھتے تھے، بلکہ ان کی پسند کو ترجیح دیتے تھے، جب اعلیٰ حضرت کے پوتے مولانا ابراہیم رضا خاں کی ولادت ہوئی تو نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان، بلکہ جمیع متوسلین کو ازحد خوشی ہوئی، اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے دار العلوم منظر اسلام (۱۳۲۲ھ) کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی، بنگالی طلبا سے دریافت فرمایا آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مچھلی بھات، چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقے پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسبِ خواہش دعوت ہوئی، بہاری طلبا سے دریافت فرمایا آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے، توان لوگوں نے کہا بریانی، زردہ، کباب اور میٹھا ٹکڑا۔ بہاری طلباء کے لیے ویسا ہی پُرتکلف کھانا تیار کیا گیا، پنجابی اور ولایتی طلبا کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب مجرب گوش اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں، غرض ان لوگوں کے لیے اسی طور پر اس کا انتظام ہوا، مزید اس وقت خاص عزیزوں، مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا۔

(۷) دعوت کرنا اور دعوت میں جانا دونوں پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنّت ہے، مگر دعوت کے بھی کچھ اصول و اسلوب اور سلیقہ و آداب ہیں، اب کہاں وہ اصول و اسلوب اب تو صرف دعوت ہے، نہ اِدھر اخلاص کی رنگینی ہے نہ اُدھر محبت کی چاشنی۔ سوئے اتفاق سے اب تو امیر و غریب کی تفریق درمیان میں حائل ہو گئی ہے، دعوت اگر امراء کی طرف سے ہے تو فراخ دلی سے قبول کی جاتی ہے اور اگر کسی غریب کی ہے تو یا تو خوبصورت بہانے سے ردّ کر دی جاتی ہے، یا بادلِ نخواستہ قبول بھی کر لی گئی تو نہ جانے کے، نہ جانے کتنے حیلے تلاش کیے جاتے ہیں، تاہم یہ تفریق ہمارے اسلاف میں نہ تھی، وہ بڑے دریا دل اور کشادہ ظرف حضرات تھے، ان کے پیار کا ابرِ باراں جس طرح امیر کے محل پر برستا تھا اسی طرح غریب کی جھونپڑی اور فقیر کی کٹیا پر بھی، بلکہ وہ ایسے فیض رساں، کرم گستر اور خلوص بخش حضرات تھے کہ غریب و محتاج اشخاص اس یقین کے ساتھ اپنے مرکزِ عقیدت کی دعوت کرتے کہ ان حضرات کے مبارک قدم کی برکت سے ہماری محتاجی و پریشانی دور ہو جائے گی، خوش حالی اور خوش آلی کے دن آئیں گے، ہمارے گھر میں بھی خوشیوں کی خوشبو پھیلے گی۔ اللہ تعالیٰ بھی ان کی نیک نیتی اور پاکیزہ خیالی کی لاج رکھتا تھا اور واقعی ہوتا بھی ویسا ہی تھا، غریب کو جو میسّر ہوتا خوشی خوشی دسترخوان پر حاضر کر دیتا اور مہمانانِ گرامی قدر بھی خوب جی بھر کر، سیر ہو کر کھانا تناول فرماتے اور بعد اکل و شرب دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے میزبان کے لیے دعا کرتے، صمیمِ قلب سے نکلی ہوئی دعا بابِ اجابت کو کھٹکھٹاتی اور ادھر غریب کے وارے نیارے ہو جاتے، بدحالی جاتی خوش حالی آتی، غریبی جاتی امیری آتی، گھر کا پورا ماحول چند ساعتوں میں بدل جاتا۔

ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلّفانہ انداز میں، سادگی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میری والدہ نے تمہاری دعوت کی ہے، کل صبح کو بلایا ہے، اعلیٰ حضرت نے ان سے دریافت فرمایا، مجھے دعوت میں کیا کھلائیے گا، صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھا پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں، کہنے لگا دیکھیے نا یہ دال لایا ہوں، اعلیٰ حضرت نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا، اچھا میں اور یہ حاجی کفایت اللہ صاحب کل دس بجے دن حاضر ہوں گے اور حاجی صاحب سے فرمایا مکان کا پتہ دریافت کر لیجیے، صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے، دوسرے دن وقت متعین پر اعلیٰ حضرت عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلیے۔ جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے۔ اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہی بھاگتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے ارے امی مولوی

صاحب آگئے، مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ میں ایک چھپر پڑا تھا، وہاں کھڑے ہوکر اعلیٰ حضرت انتظار فرمانے لگے، کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے لاکر رکھ دی اور کہنے لگے کو کھالو، اعلیٰ حضرت نے فرمایا بہت اچھا کھاتا ہوں، ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آئیے، ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا حضور یہ مکان نقارچی کا ہے، اعلیٰ حضرت یہ سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور طنزاً فرمایا، ابھی کیوں کہا کھانے کھانے کے بعد کہا ہوتا، اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آگئے، اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا آپ کے والد صاحب کہاں ہیں اور کیا کام کرتے ہیں، دروازے کے پردے میں سے صاحبزادہ کی والدہ نے عرض کیا حضور میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، وہ کسی زمانے میں نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد توبہ کرلی تھی، اب صرف یہ لڑکا ہے جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے، حضور نے الحمدللہ کہا اور دعائے خیر و برکت فرمائی، دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کرتا رہا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوجی کا بسکٹ استعمال میں ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی اور اس پر ماش کی دال کس طرح تناول فرمائیں گے، مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہوکر کھایا، حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا، اعلیٰ حضرت بھی برابر تناول فرماتے رہے، وہاں سے واپسی میں حاجی صاحب سے اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا، اگر ایسی خلوص کی دعوت ہو تو میں روز قبول کرلوں۔

یہ ہے خورداں نوازی اور یہ ہے غریب کی دل جوئی اور خوش خلقی کا وہ اعلیٰ نمونہ جسے آئیڈیل بنا کر کردارِ معاشرہ کی زلف برہم کو سنوارا جاسکتا ہے، ان کے آثار و مروت کے جواہر پاروں اور خلوص و وفا کے رنگ برنگ پھولوں سے ان کی کتابِ سیرت کا ہر ورق گلنار بنا ہوا ہے، ان کی داد و دہش اور فیاضی و نوازش کا عالم یہ تھا کہ کاشانۂ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ لوٹا، اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی اور ناداروں کے لیے باضابطہ مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی نہیں تھی بلکہ بیرونِ ملک بذریعہ منی آرڈر روپیہ روانہ فرمایا کرتے تھے، کچھ طلبا جو باہر علم دین حاصل کررہے تھے ان کی بھی کفالت آپ فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ مدینہ طیّبہ کے بعض حضرات کے نام ۵۰ ر روپیہ مہینہ پابندی سے بھیجا کرتے تھے، ایک بار مدینہ طیّبہ روپیہ روانہ کرنا تھا مگر اتفاق سے اس وقت ہاتھ خالی تھا، روپیہ بھیجنے میں تاخیر پر جو آپ کو قلق ہوا تھا اس کی تفصیل کے لیے حیاتِ اعلیٰ حضرت، اوّل ص ۵۲ ر کا مطالعہ کیجیے، آنکھیں کھل جائیں گی، دل ٹھنڈا ہوجائے گا، اس طرح کے درجنوں نہیں سینکڑوں واقعات سینۂ کتب کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

آج کے شوریدہ اور پراگندہ ماحول میں ان سب کی رونمائی کی ضرورت ہے، یہ سب واقعات ایسے ہیں جن میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کے لعل و گہر ہیں، انسانیت و شرافت کے شمس و قمر ہیں۔ دلداری و دلسوزی کے عمدہ نمونے ہیں۔ بداخلاقی کی بنجر زمین پر خوش اخلاقی کے بیلا و گلاب کھلا دینے والے جوہر ہیں، ان کی اس نفیس اور عزیز ولذیذ خوبیوں کی واحد وجہ یہ تھی کہ ان کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوا کرتے تھے۔ وہ مرنجاں مرنج قسم کے صوفی در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندان عشق کا مرقع عارف کامل تھے۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔

حدیث شریف مَن اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبغَضَ لِلّٰہِ، وَ اَعطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَد استَکمَلَ الایمان (جس نے کسی سے محبت کی تو اللہ کے لیے، دشمنی کی تو اللہ کے لیے، کسی کو دیا تو اللہ کے لیے اور کسی کو منع کردیا تو اللہ کے لیے تو یقینا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا) کے کامل مصداق تھے۔

کاش اپنے اسلاف کی سیرت و حیات کے گلشن سے کچھ بھی گل چینی کرکے ہم بھی محبت و وفا کا وہی مظاہرہ کرتے، کاش ان کے نقشِ قدم کی دھول کو اپنے چہرۂ حیات بقیہ ص ۱۷ ر پر

حرا کا چاند! ایک تعارف

مبصر	:	مولانا ملک الظفر سہسرامی دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام (بہار)
نام کتاب	:	حرا کا چاند
شاعر	:	مولانا عبدالرزاق راہی ضیائی
ضخامت	:	صفحات
ہدیہ	:	۷۰/روپے
ناشر	:	ضیاء پبلی کیشنز، دارالعلوم ضیاء الحبیب، مرولیا، پرولیا، مغربی بنگال
ملنے کے پتے	:	نشاط بکڈپو، بمقابل فائر اسٹیشن، آسنسول و مدرسہ اہل سنت مخدوم العلوم شری پور بازار بردوان، بنگال۔

اسلامی نقطۂ نظر سے نفس شاعری قابل تحسین نہیں رہی بلکہ شعراء کی آزاد خیالی اور فکری بے راہ روی کے سبب اسلام کے نزدیک شاعری قابل مذمت ہی سمجھی گئی، چنانچہ جب شعراء کی مذمت میں آیت قرآنیہ کا نزول ہوا تو اسلام کے دامن سے وابستگان کی نیند حرام ہوگئی اور روتے روتے ان کا حال خراب ہوگیا، لیکن اسی اسلام نے جب شعر وسخن کا قبلہ درست کیا، آزاد خیالی اور فکری بے راہ روی کو پابند سلاسل کیا، بھٹکے ہوئے آہو کو حرم کا رستہ دکھا کر ان کے افکار وخیالات کی تطہیر فرمائی تو حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے دوسرے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے شعر وسخن سے بھی گلشن اسلام کی آبیاری اور حسن کاری کی قابل قدر زریں خدمات انجام دیں اور آج تک ان کی اتباع و پیروی میں شعراء حضرات فن شاعری کا استعمال حمد باری تعالیٰ، نعت پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں کرتے چلے آرہے ہیں، جس طرح دشمنان اسلام اور شاتمان رسول علیہ التحیۃ والثناء کی گوشمالی اور ان کی ہجو قرن اوّل کے پاک طینت اصحاب کی خصوصیت تھی آج بھی ان کی اقتدا و پیروی میں شعرائے اسلام اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

اس قبیل کے شعراء کو آقائے کائنات ﷺ نے اللھم ایدہ بروح القدس، جیسی پاکیزہ دعاؤں سے نواز کر دولت بے بہا عطا فرمادی، میرے خیال میں سرکار دوعالم ﷺ کی یہ مبارک دعا قیامت تک کے ان تمام مسلم شعرائے عظام کے حق میں ہے جنہوں نے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اقتدا و پیروی میں شعر وسخن کی بیاض روشن کی۔

نعتیہ شاعری ہر دور میں مسلمانوں کے بے قرار جذبوں کی تسکین کا سامان بنتی رہی اور اس گلستاں میں عقیدت ومحبت کے گل ولالہ کی کاشت ہر دور کے خوش بخت مسلمانوں کا ایمانی شیوہ رہا، سرکار دوعالم ﷺ کے جمال جہاں آراء کے ذکر جمیل سے اپنے فن کو جلا بخشی جاتی رہی، ان کے اوصاف حمیدہ کی بوقلمونیوں کا احاطہ شاعری میں کیا گیا لیکن حق یہ ہے کہ نعتیہ شاعری کا حق کسی سے ادا نہ ہوسکا اور نہ ادا ہوسکتا ہے، کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ کا بیان انسانی دسترس سے باہر ہے ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ان کی تعریف وستائش میں ہر بیان ناقص اور ادھورا محسوس ہوتا ہے، خدا کے بعد انہیں سب کچھ کہا جاسکتا ہے، خدا کے بعد انہیں سب کہو خدا نہ کہو، اصغر گونڈوی کی زبان میں کہا جائے تو ؎

اگر خموش رہوں میں، تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو ترا حسن ہوگیا محدود

اس بارگاہ ناز میں ہر بیان عجز بیان کا نمونہ بن کر سامنے آتا ہے جب ہی تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعتیہ شاعری کی شاہ راہ سے گزرتے ہوئے اپنی اسی بے بسی کا اظہار فرماتے ہیں۔ ؎

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

غالب جیسے استاذ اور قادر الکلام شاعر نے نعتیہ شاعری کے میدان میں قدم رکھے تو یہ بھاری پتھر ان سے نہ اٹھ سکا اور اپنے فکر وفن کی سلامتی اسی میں محسوس کی۔ ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کآں ذات پاک مرتبہ دان محمدیست

اوصاف محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کے بیان میں قادر الکلام شاعر نعت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اسی عجز بیان کو اپنی نعتیہ شاعری کا دیباچہ و اختتامیہ بناتے ہوئے گویا نظر آتے ہیں۔ ؎

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

عاجزی و درماندگی کے تمام تر اقرار و عتراف کے باوصف ہر دور میں مخلص ارباب فکر نے بے قرار جذبوں کی تسکین کے لیے نعت کی بیاض سجائی سنواری، حضرت راہی ضیائی بھی انہی مخلص ارباب فکر وخیال کی ایک کڑی ہیں جنہوں نے نام و نمود سے دور رہ کر ایوان نعت کو اپنے اشعار سے سجانے سنوارنے کی کوشش کی، آپ کا تعلق شعرائے کرام کی اس نسل سے ہے جو لفظوں کی شیشہ گری سے زیادہ معانی کے لعل و گہر تلاش کرنے میں رہتی ہے، زیر تبصرہ مجموعہ نعت ''حرا کا چاند'' موصوف کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے، جس میں ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۳ء تک تحریر کئے جانے والے نعتیہ کلام شامل کیے گئے ہیں، اس مجموعۂ کلام میں حضرت راہی ضیائی نے اپنا کوئی تعارف نامہ شامل کرنے سے قصداً گریز فرمایا ہے میرے خیال میں وہ اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ

میں غلام رسول اکرم ہوں
یہ تعارف بڑا تعارف ہے
[منیؔر قصوری]

یقیناً ان کا یہ مختصر لیکن باوزن مجموعۂ نعتیہ شاعری سرکار دوعالم ﷺ کی غلامی کا اظہار یہ بن کر سامنے آیا ہے اور ایک دیندار مسلمان کا اس سے بہتر کوئی دوسرا تعارف نہیں ہوسکتا۔

''حرا کا چاند'' عقیدت و نیازمندی کی بیاض ہے تو عقائد و نظریات کا غیر مبہم اشاریہ بھی، سرکار دوعالم ﷺ کی بوقلموں صفات کا عکس و آئینہ ہے تو وہیں اس میں عشق رسول کونین ﷺ کی بہار جاں فزا بھی عقائد باطلہ فاسدہ کے رد و تردید کی جولانیاں ہیں تو استدلال کا زور بیان بھی، فکر و نظر کی پاکیزگی ہے تو تخیلات کی بلندیاں بھی، سرکار دوعالم ﷺ کے بیان حسن و جمال پہ ہر صاحب فکر کا تخیل دست بستہ نظر آتا ہے کوئی قلم ایسا نہیں جو آپ کے بے کراں حسن و جمال کا عکس و آئینہ بنا سکے، کوئی بیاض ایسی تیار نہیں ہوئی جس میں آپ کے جمال جہاں آراء کا کماحقہ بیان آسکا ہو، سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے حسن و جمال کا خاکہ مرتب فرمایا تو یہی کہا۔ ؎

و اجمل منك لم ترقط عيني
و احسن منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

حضرت منیؔر قصوری نے آپ کی اتباع و پیروی فرمائی تو یہ قطعہ اردو داں طبقے کے سامنے بطور ترجمہ پیش فرمایا۔ ؎

حضور آپ سے بڑھ کر کوئی حسین و جمیل
نہ میری آنکھ نے دیکھا، نہ عورتوں نے جنا
حضور آپ تو ہر عیب سے مبرا ہیں
کہ جیسا آپ نے چاہا خدا نے خلق کیا

فکر وخیال کی تمام تر بوقلمونیوں کے باوصف نعت کے میدان میں عجز بیانی ہر بلند فکر وخیال شاعر کا اعتراف نامہ بنا۔ ؎

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھو جائیے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جائیے
قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پہ روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبی لکھوں

نعتیہ شاعری اگر جذبات و احساسات کی ترجمان رہی ہے تو وہیں عقائد و نظریات کا اظہاریہ و اشاریہ بھی، اگر دردِ دل کی تڑپ کا احساس اس میں نمایاں ہوتا ہے تو وہیں وہ امت شکستہ حال کا شہر آشوب بھی اور بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء میں استغاثہ اور فریاد بھی ہے، حضرت راہی ضیائی بھی اس چارہ ساز بے کساں، والی امت

کے حضور ااستغاثے کی زبان بن کر فریادی نظر آتے ہیں۔ ؎

ذلیل و خوار، پریشاں کی داستان سنیے
غموں کے مارے مسلماں کی داستاں سنیے
شکستہ حال یہ امت سلام کہتی ہے
حضور! میری عقیدت سلام کہتی ہے
خدا نے آپ کو بخشا ہے اختیار جہاں
مٹائیے مرے ماتھے سے کلفتوں کے نشاں
ہر ایک ساعت کلفت سلام کہتی ہے
حضور! میری عقیدت سلام کہتی ہے

لاریب دارین کی تمام بہاریں آقائے کونین ﷺ کے دم قدم سے ہیں، عزت وسرخ روئی کا دیباچہ ان کے مقدس قدموں سے لپٹ کر، خاک پائے ناز چوم کر تحریر ہوتا ہے، زندگی و بندگی کے تمام اوراق پر انہی کے نقش قدم سے روشنی وتابانی ہے، اجالوں کی تمام کرنیں انہی کے عارض منور سے خیرات لے کر طلوع ہو رہی ہیں، ان کے نقش قدم سے الگ ہٹ کر نہ زندگی، زندگی ہے اور نہ ہی بندگی، بندگی، یقیناً اس بابرکت ذات سے۔ ع

سب حروف روشن ہیں
سب ورق سنہرے ہیں
زیست کی کتابوں کے

یقیناً دین ودنیا کی تمام بہاریں آپ کی ذات اقدس کا صدقہ وخیرات ہیں، آپ کے نقش قدم پہ مرمٹنے والے دارین میں تاجدار بنے نظر آتے ہیں۔ ؎

اے زہے قسمت اگر دشت جہاں میں آپ کے
نقش پا پر چلتے، چلتے نقش پا ہو جائیے

یہی اظہار خیال حضرت راہی ضیائی کی شاعری کا بھی حصہ بنتا نظر آرہا ہے۔ ؎

شعور زندگی ٹھہرا، فراز بندگی ٹھہرا
وہ رستہ جو نبی کے پائے اطہر کے نشاں تک ہے
وہ راستہ جو ہے منسوب ان کے قدموں سے
وہی تو خلد کا رستہ دکھائی دیتا ہے

دکھلاتا ہے جو منزل مقصود کا رستہ
وہ سرور عالم کے کف پا کا نشاں ہے

نعتیہ شاعری ہر دور میں مسلمانوں کے بے قرار جذبوں کی تسکین کا سامان بنتی رہی اور اس گلستان عقیدت ومحبت میں گل و لالہ کی کاشت ہر دور کے خوش بخت مسلمانوں کا ایمانی شیوہ رہا، نعت پاک کی ابتدا کے سلسلے میں دانشوروں کے مختلف خیالات اور الگ الگ آراء ہیں، لیکن اعتراف حقیقت یہ ہے کہ اس کی جڑیں بہت گہری اور اس کی شاخیں بے پناہ پھلی ہوئی ہیں، پیش لفظ کے تحت ڈاکٹر سید محمد اکمل اجملی رقمطراز ہیں:

''نعت کی تاریخ عظیم ہی نہیں اس کی جڑیں کافی دور تک اپنا پھیلاؤ رکھتی ہیں، قرآن وحدیث کے مطابق جو نعت گوئی کے لیے اصل سرچشمہ اور آپس میں اجمال وتفصیل کی حیثیت رکھتے ہیں نعت کی ابتداء خدائے پاک کی خلقت اوّل سے ہوتی ہے، قرآن کریم کی قرآن کریم کی آیات ''لَآ اُقسِمُ بِھٰذَا البَلَدِ وَاَنتَ حِلٌّ بِھٰذَا البَلَدِ'' یا ''اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ'' یا ''یَآاَیُّھَا المُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیلَ اِلَّاقَلِیلاً'' یا ''یَآاَیُّھَا المُدَّثِّرُ، یونہی حروف مقطعات مثلاً طٰہٰ، یٰسٓ، المص، یہ سب نعت محمدی کی واضح وروشن دلیلیں اور تاریخ نعت کی اہم کڑیاں ہیں، یہ تو چند مثالیں ہیں جو میں نے دی ہیں ورنہ پورا قرآن کریم نعت محمدی سے پر ہے اور پھر پروردگار عالم جل جلالہ کے حکم سے نہ صرف اس کے مقدس فرشتوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو کر نور محمدی کو تعظیم دی اور عملی طور پر خود کو محمد عربی ﷺ کے مداحوں میں شریک وثابت کیا بلکہ خدائے پاک کی تمام مخلوقات میں ان کی صفات کے گن گائے اور ان کی خوبیوں کو بیان کیا، بالخصوص انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانے میں ان کے اوصاف وکمالات بیان کیے اور ان کی آمد کی پیشن گوئی فرمائی، ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام نے ان کے اوصاف بیان کیے اور انہیں اپنا وسیلہ بنایا، جناب شیث علیہ السلام نے انکا ذکر کیا، حضرت نوح .

علیہ السلام نے ان کی صفات گنائیں، سیدنا ادریس علیہ السلام نے ان کی تعریف کی، ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بعثت کے لیے دعا کی اور ان کے علم وحکمت کے گیت گائے اور حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اپنے کردار وعمل سے ان کے صبر واستقامت کو خراج پیش کیا۔

غرضیکہ رسول عربی کا نور پاک جس جس کی پیشانی میں چمکا ان سبھوں نے آپ کی انفرادیت اور کمال یکتائی کے گیت گائے، اس لیے کہ یہی نور پاک سب کی نجات کا باعث تھا، اسی نور کی بدولت سارے لوگ مامون ومحفوظ تھے۔

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرق نجینا

رفعت مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے تعلق سے بعض کج فہم حضرات کا یہ اعتراض ہے کہ ہم مداحان مصطفیٰ ﷺ نعت نگاری کے مرحلے سے گذرتے ہوئے مبالغے سے کام لیتے ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ گذرے ہیں کہ ثنائے مصطفیٰ ﷺ میں ہم غلو کی حد سے گذر جاتے ہیں، اولاً ایسا کوئی خوش عقیدہ شاعر پیش نہیں کیا جاسکتا جس نے عبد و معبود کا فرق ملحوظ نظر رکھے بغیر نعت گوئی کی ہو، دوم یہ کہ حد سے گذرنے کا دعویٰ اس وقت قابل قبول ہوگا جب مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حد مقرر کردی جائے، رفعت مصطفیٰ ﷺ کا پیمانہ مقرر کردیا جائے، ورفعنا لك ذكرك، اے محبوب ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند فرمایا۔''

میرے خیال میں آج تک ایسا کوئی پیمانہ مقرر نہیں ہوسکا جو مقام رفعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حد مقرر کرسکے یہاں تو بس اگر کوئی حد ہے تو یہی ہے۔ ع

خدا کے بعد انہیں سب کہو خدا نہ ہو

اور اسی اسلامی فکر کے زیر اثر شعرائے کرام بیاض نعت میں سرکار دوجہاں فخر موجودات، رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جمال جہاں آراء کی تصویر کشی ومنظر نگاری کرتے ہیں نیز ان کی بوقلموں صفات کے بیان سے نعتیہ شاعری کو تب وتاب دیتے نظر آتے ہیں۔ حضرت راہی ضیائی بھی اسی لئے میں لئے ملاتے ہوئے نعتیہ شاعری کا سفر تدریجاً طے کرتے نظر آتے ہیں، انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کو اپنے عقائد ونظریات کا ترجمان بنا کر پیش کیا ہے، سلف سے خلف تک جمہور مسلمین کا جن عقائد ونظریات پہ اتفاق تھا آج ان کے خلاف منصوبہ بند انداز میں محاذ آرائی کی جارہی ہے، اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان واسلام کو ہی قرآن مقدس نے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے معیار مقرر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا۔

جن عقائد ونظریات کے خلاف آج شرک وبدعت کے نعرے لگائے جارہے ہیں وہ قرن اول کے مقدس مسلمانوں کا نشان امتیاز رہا ہے۔ حضرت راہی ضیائی کا یہ مجموعۂ نعت ''حرا کا چاند'' بھی انہی اسلامی عقائد ونظریات کا ترجمان بن کر ابھرتا ہے، ان کے نعتیہ اشعار میں اگر تعلق باللہ کا اظہار ہے تو وہیں رسول کونین ﷺ سے رشتۂ غلامی مضبوط کرنے پہ بھی زور صرف کیا گیا ہے۔

سرزمین نجد سے اہانت رسول کی ایک مہم کا آغاز ہوتا ہے، ابن تیمیہ کے غیر اسلامی افکار ونظریات کے فروغ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے نام نہاد توحید خالص کا علم بلند کیا اور توحید کے پرستاروں کو ایک نئی راہ پہ لگادیا۔ نئے عقائد ونظریات کی داغ بیل ڈالی جس کا تانا بانا اسلام اور دین سے قطعی نہیں ملتا، رسول کونین ﷺ کی صفات عالیہ پر حملے کیے گئے، ان کے علم وفضل پہ نکتہ چینیاں کی گئیں، علم غیب عطائی کا نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ تمسخر واستہزاء کے انداز میں گفتگو کی گئی، اختیارات مصطفیٰ کا انکار کیا گیا، ان باطل افکار ونظریات کے رد وابطال میں علمائے اہل سنت ہمیشہ نثر ونظم کے ذریعے سرگرم عمل رہے۔

حضرت راہی ضیائی بھی انہی حق پسند، حق گو علما کے شانہ بشانہ نظر آتے ہیں اور اشعار میں انہوں نے ان باطل عقائد ونظریات کا سنجیدگی کے ساتھ بھرپور رد فرمایا ہے، آقائے کونین ﷺ سے بڑے بھائی کا رشتہ قائم کرنے کی ناپاک جسارت کرنے والے کور چشموں سے تخاطب فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

بعد میں کیجئے دعوی مثلیت
پہلے قوسین تک تو گذر جائیے

لاریب تمام رفعت افلاک جس کی گردراہ ہو، جو مقام ”قاب قوسین اوادنی“ سے گذر رہا ہو اس سے مثلیت اور ہمسری کا دعویٰ فکری ونظریاتی دیوالیہ پن کا ثبوت ہے، اس مقام پہ تو ایک مومن کامل کا عقیدہ حضرت راہی کی زبان میں یہی بول رہا ہے۔ ے

منزل قاب قوسین ان کو ملی
اپنے جیسا انہیں کس طرح ہم کہیں

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں، ایسے گستاخ اور دریدہ دہنوں کو مکمل استدلالی قوت کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ ے

اے کج نگاہ! دیکھ صداقت کی آنکھ سے
اعجاز واختیار جو شق القمر میں ہے

اس شعر میں ”صداقت کی آنکھ سے“ کا استعمال بھی بہت معنیٰ خیز محسوس ہوتا ہے، ایک مفہوم تو بالکل ظاہر ہے، لیکن دوسرا معنیٰ یہ بھی نکلتا ہے کہ معجزۂ شق القمر کو حضرت سیدنا صدیق اکبر و دیگر جاں نثار اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظر سے دیکھا جائے تو اس میں رسول اللہ ﷺ کا جو سراپا ابھرتا ہے وہ ایک مجبور کا نہیں بلکہ مختار کل کا۔ لیکن اختیار کی یہ تمام بہاریں دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ اسے نظر آئیں گی جسے صداقت کی نظر نصیب ہوئی ہے۔ منافقت کی نگاہ سے یہ تجلیات نہیں دیکھی جاسکتیں۔ ے

آنکھ والے تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر؟ کیا دیکھے

منکرین اختیار مصطفیٰ ﷺ کو مشاہدات کے اجالے میں اختیار مصطفیٰ کی بہاریں دکھاتے ہوئے حضرت راہی فرماتے ہیں:

اللہ رے مختار دوعالم کا تصرف
یارائے سخن پائے حجر دیکھ رہے ہیں

ادب واحترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کا درس تو ہمیں اصحاب کرام سے ملا قرآن مقدس کے روشن صفحات میں بارگاہ نبوی کے تعلق سے ادب واحترام کی شمع قدم بقدم تابناک نظر آتی ہے، حضرت راہی اس بارگاہ ناز میں پلکوں سے چلنا بھی بے ادبی تصور کرتے ہیں اور بے ادبوں کو ایمان کی مکمل حرارت کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ ے

جلیں تو جلتے رہیں دشمنان دین وخرد
جنہیں ہے پاس ادب وہ قیام کرتے ہیں

عقیدے کے اس شعر میں کس قدر برجستگی ہے، کیا حسین پیرایۂ بیان ہے ”جلیں تو جلتے رہیں“ اور پھر ”دشمنان دین وخرد“ کی ترکیب بھی بہت بلند اور معنیٰ خیز ہے یعنی آداب بارگاہ نبوی میں ادب واحترام کی تصویر بن جانے والے عقیدت مند مسلمانوں پر جو لوگ چیں بجبیں ہورہے ہیں وہ دشمنان دین ہی نہیں عقل و خرد سے بھی پیدل ہیں، ہر شاعر کی فکر اور اس کا تخیل رفعت وعظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے بیان میں عجز بیان کا شکار نظر آتا ہے اور مقام مصطفی کے بیان میں اپنی بلندی فکر اور پرواز تخیل کی بے بسی کا اسے قدم بقدم احساس ہوتا ہے، یہاں تو ہر بیان عجز بیان کا نمونہ بن جاتا ہے پرواز تخیل میں حضرت راہی ضیائی بھی اسی بے بسی اور عجز بیانی کا ظہار کرتے ہیں۔ ے

زمیں سے آسماں تک یا مکاں سے لامکاں تک ہے
خدا جانے مرے سرکار کی عظمت کہاں تک ہے

سرکار دوعالم کے حسن سراپا اور جمال جہاں آرا کے بیاں میں ہر عقیدت مندونیازمند نے نجوم وکہکشاں کی بارات سجائی ہے لیکن حضرت ام معبد نے رسول کونین ﷺ کے حسن وجمال کی جو تصویر کشی کی ہے اور جو خاکہ مرتب فرمایا ہے اس کے سامنے تو ہر بیان پھیکا پھیکا سا لگتا ہے، تاہم عقیدت مانتی کب ہے؟ حضرت راہی ضیائی نے بھی اس راہ میں عقیدت ونیازمندی کے چراغ جلائے ہیں اور اجمال میں آپ ﷺ کے بوقلموں حسن و جمال کی تصویر کشی خوبصورت انداز میں کر کے گذر جاتے ہیں۔ ے

جس پہ قربان ہے کائنات جمال
وہ حسیں داستاں یا نبی آپ ہیں

تیور بدلتے ہیں اور لب ولہجے کو نیا رنگ وآہنگ دیتے

ہیں تو پھر اس طرح کا مضمون نظم ہوتا ہے۔ ؎

تعالیٰ اللہ حسن پائے ناز احمد مرسل
کہ اس کی ضوفشانی منزل ہفت آسماں تک ہے

''چراغ حرا'' سرکار دوعالم ﷺ کے جمال جہاں آراء کا بیان بھی ہے اختیارات ومعجزات کا دیباچہ بھی اور شکست حال امت کا استغاثہ بھی۔ ؎

ہے روح پریشاں امت کی
ہر سمت گھٹا ہے ظلمت کی
اے نور خدا اے نورِ مبیں
اے عظمت کعبہ آجاؤ

شکستہ حال ہیں اب خیر امت کے لقب والے
خدا را کیجئے بندہ نوازی یارسول اللہ
نہ کردے مجھ کو خائف کفر کی یہ تیز وتند آندھی
اغثنی یارسول اللہ اغثنی یارسول اللہ

یوں تو سرکار دوعالم ﷺ کی محبت کے اسیر تمام مسلمان نظر آتے ہیں لیکن محبت کے اس دعوے پہ مالک کونین ﷺ نے اپنی مہر تصدیق ثبت فرمادی اور اسے اپنی غلامی میں قبول فرمالینے کے شرف سے نواز دیا تو یقیناً اس مومن کی غلامی کی معراج ہے اسی آرزو وتمنا کا اظہار حضرت راہی ضیائی بھی کرتے ہیں۔ ؎

کبھی راہی ضیائی کاش کہہ دیں سرورِ عالم
کہ ترے درد کا رشتہ ہمارے آستاں تک ہے

حضرت راہی ضیائی کی تڑپ، اضطراب اور بے چینی کا یہ تیور ملاحظہ کیجئے جس میں تمنا اور آرزوئیں مچل رہی ہیں۔ ؎

بس اک تبسم جاں بخش سے مرے آقا
نواز دیجئے راہی کو جانکنی کے قریب

یہ شعر بھی اضطراب کے اسی تیور میں ملاحظہ کیجئے۔ ؎

میں ڈوبتی سانسوں کو جاں بخش بنالوں گا
کونین کے آقا کا اے کاش نظارا ہو

''ڈوبتی سانسوں کو جاں بخش بنالینے'' میں جو خوبصورت استعارہ ہے حضرت راہی کی نعتیہ شاعری کا خاص تیور اور انوکھا انداز ہے، یقیناً یہ مجموعۂ نعت اس دور کی نعتیہ شاعری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کرنے کی اہلیت اپنے اندر رکھتی ہے، کہیں کہیں کاتب کا تصرف بے جا کھٹکتا ہے ایک مقام پہ ہے۔ ؎

ہم مانگ وہ لائیں گے انوار مدینے سے
یہ ربط مسلسل ہے ایمان وعقیدے کا

حضرت راہی ضیائی کی زبان وبیان کی لطافت اور لب ولہجے کی جو پاکیزگی ہے اس سے یہ شعر میل نہیں کھاتا، والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ کی روشنی میں حضرت راہی ضیائی کا تخیل اور ان کی فکر بہت عمدہ اور نفیس مضمون بندی کے مرحلے سے گذرتی ہے۔ ؎

ضیائے چہرۂ زیبا سے ہے جمال سحر
کمال شمع شبستاں ہے گیسوؤں کا اثر

لیکن اس بے پناہ بلند فکر کے حامل خوبصورت شعر میں چہرۂ زیبا کی ترکیب گراں ہو جارہی ہے جب کہ یہاں اس امر کی بخوبی گنجائش تھی کہ ؎

ضیائے روئے منور سے ہے جمال سحر
کمال شمع شبستاں ہے گیسوؤں کا اثر

''چراغ حرا'' یقیناً اپنے متن ومافیہ کے اعتبار سے نعتیہ شاعری کے گلشن میں ایک خوشگوار ہوا کا جھونکا محسوس ہوتا ہے، جس کے لمس سے ذہن وفکر اور قلب وروح میں ایک تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔

■■■

ص ۵۸ رکا بقیہ......................................

اسی طرح علامہ سرخسی نے کتاب الولاء، کتاب الجہاد والسیر اور کتاب الاقرار وغیرہ کے اختتام پر بھی ایسی عبارتیں درج کی ہیں جو اُن کی اس مشقت اور حد درجہ استقامت کا منھ بولتا ثبوت ہیں، یہ کتاب اس وقت سے لے کر آج تک علمائے کرام اور فقہائے عظام کے درمیان مستند ومعتبر کتاب ہے، اس کتاب کو فقہ حنفی کا مستند ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے، الٰہی! معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں بھی ان پاک باز علم دوستوں کا صدقہ عطا فرما، آمین۔

از: منظر محسن

زبان خلق

علم دوستی اور تبحر علمی کا ایک نادر نمونہ

۳۰؍جلدوں پر مشتمل ''المبسوط'' کی سرگزشت!
جو ایک کنوئیں کے اندر رہ کر املا کرائی گئی

تاجکستان میں ایک خوب صورت شہر اَوزَجَند کے نام سے ہے، یہ ماوراء النہر کے مردم خیز خطے فرغانہ کے صوبے میں واقع ہے، وہاں کے ایک ظالم حکمراں نے، ناجائز طریقے سے ایک باندی کے ساتھ شادی کرلی، شمس الائمہ محمد بن احمد ابوبکر سرخسی رحمہ اللہ سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے صاف فرمادیا: جس نے بھی ایسا کیا ہے اس کا نکاح نہیں ہوا، اس نے حرام کیا۔

اپنے خلاف فتویٰ سن کر وہ ظالم حکمراں چراغ پا ہو گیا اور آپ کو ایک بند کنویں میں قید کرنے کا حکم سنا دیا، چنانچہ آپ ایک تنگ کنویں کے اندر تقریباً دس سال تک قید رہے، جہاں چلنا پھرنا بھی ممکن نہیں تھا، آپ قید سے پہلے شہر کی ایک جامع مسجد میں درس دیا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ آپ کے شاگردوں کو اس واقعے سے بڑا صدمہ پہنچا ہوگا، انہوں نے اپنے استاد سے درخواست کی کہ ہم روزانہ اس کنویں کے منہ پر آجایا کریں گے، آپ ہمیں جو کچھ پڑھانا چاہیں پڑھادیا کریں، اس طرح قید و بند کی وحشت کسی حد تک کم محسوس ہوگی اور ہم آپ کے فیض سے محروم بھی نہیں ہوں گے۔

شمس الائمہ امام سرخسی علیہ الرحمہ کی خواہش تھی کہ امام حاکم کی کتاب ''الکافی'' کی شرح لکھیں، لہٰذا انہوں نے اسی کنویں سے اپنی عظیم کتاب ''المبسوط'' املا کرانی شروع کی، تاریخ کا یہ منفرد شاہکار اوزجند کے ایک گم نام کنویں نما قید خانے میں اس طرح وجود میں آیا کہ تیس ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کتاب کنویں سے بول بول کر، کنویں کے منہ پر بیٹھے شاگردوں کو لکھوائی گئی۔

امام سرخسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنویں سے جو املا کراتے تھے وہ خالص اپنی یاداشت کی بنیاد پر املا کراتے، کسی کتاب کی مدد انہیں حاصل نہ تھی، ان کے پاس کسی قسم کی کوئی ایسی سہولت نہیں تھی جس سے وہ اپنی اس عظیم کتاب کے سلسلے میں مدد لے سکیں، جن حضرات نے مبسوط سے استفادہ کیا ہے وہ اس کرامت کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس قدر تحقیقی کتاب جو بعد والوں کے لیے فقہ حنفی کا مستند ماخذ بن گئی، کس طرح پوری کتاب صرف حافظے سے لکھوائی گئی ہے، واقعی آپ کا حافظہ اور ضبط کمال کا تھا۔

ایک گڑھے میں بند ہونے کی حالت میں اس عظیم شخصیت پر کیا گزری ہوگی؟ اس کا اندازہ بھی ہمارے لیے مشکل ہے، خود انہوں نے ''مبسوط'' کی تالیف کے دوران مختلف ابواب کے آخر میں اپنی اس حالت کا بڑے پُردرد الفاظ میں ذکر فرمایا ہے، چنانچہ کتاب المناسک کے آخر میں فرماتے ہیں:

هَذَا آخِرُ شَرْحِ الْعِبَادَاتِ بِأَوْضَحِ الْمَعَانِي وَأَوْجَزِ الْعِبَارَاتِ أَمْلَاهُ الْمَحْبُوسُ عَنِ الْجُمَعِ وَالْجَمَاعَاتِ۔ یعنی یہ واضح ترین مضامین اور مختصر ترین عبارت میں عبادات کی شرح کا آخری حصہ ہے، جسے ایک ایسے شخص نے املا کرایا ہے جو اس طرح قید میں ہے کہ نہ جمعہ میں حاضر ہوسکتا ہے نہ جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ [المبسوط، ج ۳ر ص ۸۴۳]

پھر ساتویں جلد میں کتاب الطلاق کے ختم پر فرماتے ہیں:

ھذا آخر شرح کتاب الطلاق بالموثرۃ من المعانی الدقاق املاہ المحصور عن الانطلاق المبتلی بوحشۃ الفراق مصلیا علی صاحب البراق وآلہ و اصحابہ اھل الخیر والسباق صلاۃ تتضاعف وتدوم الی یوم التلاق کتبہ العبد البری من النفاق۔ یعنی یہ کتاب الطلاق کی شرح کا آخری حصہ ہے جس میں دقیق مضامین میں سے قابل ترجیح مسائل درج کیے گئے ہیں، اسے ایک ایسے شخص نے لکھوایا ہے جو اس طرح قید ہے کہ چل پھر نہیں سکتا اور عزیزوں، دوستوں سے جدائی کی وحشت میں مبتلا ہے، وہ صاحب براق اور آپ کے آل و اصحاب پر جو بھلائیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے، ایسا درود بھیجتا ہے جو قیامت کے دن تک دوگنا چوگنا رہے، اسے ایک ایسے بندہ نے لکھا ہے جو نفاق سے برأت کا اظہار کرتا ہے۔ [ج ۷ر ص ۱۰۷]

بقیہ ص ۵۷ ر پر

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
MAY 2018
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

माहनामा सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोटः–

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

شوال المکرم ۱۴۳۹ھ/جون ۲۰۱۸ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

JUNE 2018

- حبیبۃ الحبیب
- لہو پکارے گا آصفہ کا
- امام احمد رضا اور تصور تعلیم
- رضا شناسی اور علامہ کامل
- رسول پاک کی نسل پاک
- سیرت نگاری کا اک نیا جہاں
- تکبیر میں کب کھڑا ہونا چاہیے
- میک اِن انڈیا؟ یا ریپ اِن انڈیا
- آواز دو انصاف کو! انصاف کہاں ہے؟
- فلسفۂ نماز! قرآن و حدیث کی روشنی میں
- روزہ! طبی اور روحانی فوائد کا سرچشمہ
- واقعاتِ معراج اور ان سے منسوب روایات کی تحقیق

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیاد گار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

JUNE 2018 شوال المکرم ۱۴۳۹ھ / جون ۲۰۱۸ء

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ:
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر:
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ترئین کار:
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپیوٹر سیکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

Issue 6 شمارہ نمبر ۶

Vol. 3 جلد نمبر ۳

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

سالانہ ۲۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپیے	سالانہ ۵۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپیے		دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
منظومات			
●	آصفہ تیری صداؤں سے جگر چھلنی ہے	مولانا سلمان رضا فریدی	۵
●	رحمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام	علامہ سید اولادرسول قدسی	۵
اداریہ			
●	روزہ! طبی اور روحانی فوائد کا سرچشمہ	محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی	۶
اسلامیات			
●	تکبیر میں کب کھڑا ہونا چاہیئے	مولانا انیس عالم سیوانی	۹
●	فلسفۂ نماز! قرآن وحدیث کی روشنی میں	مفتی عبدالمالک مصباحی	۱۲
سیرت رسول			
●	حبیبۃ الحبیب	علامہ سید اولادرسول قدسی	۱۶
رضویات			
●	امام احمد رضا اور تصور تعلیم	غلام مصطفےٰ رضوی	۲۱
●	رضا شناسی اور علامہ کامل	محمد ملک الظفر سہسرامی	۲۷
فضائل			
●	رسول پاک کی نسل پاک	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری	۳۵
احوال وطن			
●	لہو پکارے گا آصفہ کا	غلام مصطفیٰ نعیمی	۳۹
●	آواز دو انصاف کو! انصاف کہاں ہے؟	حافظ محمد ہاشم قادری	۴۱
	میک اِن انڈیا؟ یا ریپ اِن انڈیا	زین شمسی	۴۲
تحقیقات			
●	واقعات معراج اور ان سے منسوب روایات کی تحقیق	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	۴۴
ادبیات			
●	سیرت نگاری کا اک نیا جہاں	محمد رحمت اللہ صدیقی	۴۸
●	اسلام اور اخلاق وآداب	ڈاکٹر معین احمد خاں قادری	۵۷

منظومات

آصفہ! تیری صداؤں سے جگر چھلنی ہے

ازـ: سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، بارہ بنکوی، مسقط عمان

خود نگہبانِ چمن، آج بنے ہیں صیاد
کون آخر، سنے پھولوں کی صدائے فریاد
آج ہر سمت ہے نفرت کا، تشدد کا حصار
صرف کہنے کو ہیں ارباب محبت آزاد
لُوٹنے والوں کے ہنگامے پہ ہیں سب کے کان
کوئی سنتا نہیں بلبل کے غموں کی روداد
آصفہ! تیری صداؤں سے جگر چھلنی ہے
آہ، ہم کر نہ سکے تیری کوئی بھی امداد
کب تلک خواب تغافل میں ہمارے قائد؟
اہلِ حق پر ہے سدا، کوئی نہ کوئی اُفتاد
آ گئے بچے بھی اب تیر ہوس کی زد میں
خوف کے سائے میں جیتے ہیں سب اہل اولاد
"آصفاؤں" کو دلانا ہے ہمیں گر انصاف
نبض ہستی میں کریں خونِ شجاعت آباد
رابطہ ٹوٹا ہے انسان کا انسانوں سے
اس لئے ہلنے لگی امن و اماں کی بنیاد
خود جب الجھا ہے سیاست میں، دماغِ منصف
کیوں نہ ہو چاروں طرف شورشِ ظلم و بیداد
آؤ ہم اہل وطن مل کے اندھیروں سے لڑیں
تاکہ ہر سمت ہو، الفت کا اجالا آباد
سیرت ایسی جو بزرگوں نے ہمیں بخشی ہے
راستہ وہ، کہ چلے جس پہ ہمارے اجداد
یعنی کردار و عمل اپنے سنواریں ہم لوگ
اپنے اسلاف کی تاریخ بھی رکھیں ہم یاد
ہوں فریدی! ترے افکار سے انساں بیدار
باغِ الفت بنے، جو خاک ہوئی ہے برباد

■■■

رحمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

ازـ: علامہ سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

رحمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
فرحتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
رب عالم کے دربار سے رزق کی
وسعتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
اِس کے آنے سے مسجد کی رونق بڑھی
زینتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
جس کو دیکھو وہ لگتا ہے آسودہ حال
برکتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
نفل پڑھ کے ثواب آپ لیں فرض کا
نعمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
فرض کا اجر ستّر گنا لیجئے
کثرتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
اس سے اچھا نہ موقع ملے گا کبھی
جنتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
قدر اس کی کریں جس قدر ہو سکے
رفعتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
اپنے دامن میں روحانی تسکین کی
دولتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
فضل رب سے عبادات کی بے بہا
قیمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
وقت افطار خالق کے فیضان کی
راحتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
مژدہ الصوم لی کا سناتا ہوا
حکمتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
صرف پانی سہی پھر بھی سحری کرو
رغبتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام
سخت گرمی کے موسم میں روزوں کی یہ
لذتیں لے کے آیا ہے ماہ صیام

ادارئیہ

(از: محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی)

روزہ! طبی اور روحانی فوائد کا سرچشمہ

طلوع صبح سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام روزہ ہے، روزہ رب کی رضا میں راضی رہنے کا ایک پاکیزہ عمل ہے، روزہ اپنے دامن میں جہاں بے پناہ دینی واخروی فوائد و برکات لئے ہوئے ہے، وہیں اس کے اندر جسمانی اور طبی فوائد کے کئی اسرار و رموز پنہاں ہے۔

قرآن حکیم میں روزے کی حکمت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۔ یعنی تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے اگر تم جانو۔ [البقرہ ۲:۱۸۴]

دراصل یہاں ''اگر تم جانو'' سے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم علم حیاتیات کو سمجھو تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم روزے رکھو، کیونکہ روزہ اپنے اندر بے شمار روحانی، نفسیاتی اور طبی فوائد رکھتا ہے۔

حکیم حاذق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کے طبی فوائد نہایت ہی جامع اور بلیغ انداز میں بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: صوموا تصحوا۔ یعنی روزے رکھو، تندرست ہوجاؤ گے۔'' [مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۳۴۴]

دوسری جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: لکل شئی زکوٰۃ وزکاۃ الجسد صوم۔ یعنی ہر شئے کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔'' [المعجم الکبیر، ۶/ ۲۳۸]

جس طرح زکوٰۃ مال کو پاک کر دیتی ہے، اسی طرح روزہ جسم کو تمام امراض سے پاک کر دیتا ہے۔

خالق کائنات نے تین طرح کی مخلوق پیدا کی ہے، نوری یعنی فرشتے، ناری یعنی جن اور خاکی یعنی انسان جس کے سر اشرف المخلوقات کا تاج زریں رکھا گیا، انسان روح اور جسم کے مجموعے کو کہا جاتا ہے، اس کا جسم مٹی سے بنایا گیا اور اس میں روح آسمان سے لاکر ڈالی گئی، جسم کی ضروریات کا سامان زمینی اشیا اناج، غلہ، پھل اور پھول سے کیا گیا، جبکہ روح کی غذا کا اہتمام آسمانوں سے ہوتا رہا، ہم سال کے گیارہ مہینے اپنی جسمانی ضرورتوں کو اس کائنات میں پیدا ہونے والی اشیا سے پورا کرتے ہیں اور اپنے جسم کو تندرست و توانا رکھتے ہیں، جبکہ روح کی غذائی ضرورت پوری کرنے کے لئے خالق کائنات نے ہمیں سال میں ایک مبارک مہینہ رمضان المبارک عطا فرمایا ہے۔

روحانی اور جسمانی طور پر صحت یاب رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان شریف کے روزے عطا فرمائے، یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی کریمانہ حکمت عملی شامل ہے، اعضاء رئیسہ خاص طور سے دل و دماغ اور جگر کو روزہ رکھنے سے تقویت ملتی ہے اور ان کے افعال میں درستگی پیدا ہوتی ہے، روزہ رکھنے سے اضافی چربی ختم ہوجاتی ہے، روزہ ذہنی تناؤ کو ختم کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے، وقت پر سحر اور افطار کر کے موٹاپا کے شکار لوگ اس سے نجات پا سکتے ہیں، وہ عورتیں جو موٹاپے کا شکار اور اولاد کی نعمت سے محروم ہیں، ان کے لئے روزہ نہایت ہی فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ جدید میڈیکل سائنس کا ماننا ہے کہ وزن کم ہونے کے بعد بے اولاد خواتین کے یہاں اولاد کی پیدائش کے امکانات زیادہ روشن ہوجاتے ہیں، جب ہم روزہ رکھتے ہیں تو ہمارے معدے کے فاسد مادے زائل ہوجاتے ہیں، روزے کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ منشیات، شراب اور تمباکو نوشی جیسی تباہ کن برائیوں کے عادی ہو چکے ہیں، وہ روزہ کی مدد سے ان برائیوں پر قابو پا سکتے ہیں، تجربات بتاتے ہیں کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے انسان کی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے، روزہ رکھنے کی وجہ سے ہمارا دل نظام ہضم میں اپنی توانائی صرف کرنے سے آزاد ہوجاتا ہے

اور وہ اس توانائی کو ''گلوبن'' پیدا کرنے پر صرف کرتا ہے، گلوبن ہمارے جسم کی حفاظت کرنے والے مدافعتی نظام کو تقویت پہنچاتا ہے، روزہ قوت مدافعت کے نظام کو بہتر بناتا ہے، روزہ رکھنے کی وجہ سے دماغی خلیات کو فاضل مادوں سے نجات مل جاتی ہے اور اسی طرح سے دماغی صلاحیتیوں کو جلا ملتی ہے۔

ویسے تو مسلمان اسلامی احکام کی روشنی میں حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے روزہ رکھتے ہیں تاہم روحانی تسکین کے ساتھ ساتھ روزہ جسمانی صحت پر بھی کئی مثبت اثرات مرتب کرتا ہے جسے دنیا بھر کے طبی ماہرین خصوصاً ڈاکٹر مائیکل، ڈاکٹر جوزف، ڈاکٹر سیموئیل الیگزینڈر، ڈاکٹر ایم کلائیو، ڈاکٹر سگمنڈ فرائیڈ، ڈاکٹر جیکب، ڈاکٹر ہنری ایڈورڈ، ڈاکٹر برام جے، ڈاکٹر ایمرسن، ڈاکٹر خان یمرٹ، ڈاکٹر ایڈورڈ نکلسن اور جدید سائنس نے ہزاروں کلینکل ٹرائلز کے بعد تسلیم کیا ہے۔

روزہ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ پروفیسر نیکولائی کے اس بیان سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ''صحت کی خاطر بھوک'' میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں ''ہر انسان، خاص طور پر بڑے شہروں میں رہنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ سال میں تین چار ہفتہ تک کھانا کھانے سے باز رہیں تا کہ وہ پوری زندگی صحت یاب رہیں۔''

اسلام نے روزہ کو مومن کے لیے شفا قرار دیا، جب سائنس نے اس کی حقیقت کی تحقیق کی تو چونک اٹھی اور یہ اقرار کیا کہ اسلام ایک کامل مذہب ہے، آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر مور پالڈ اپنا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسلامی علوم کا مطالعہ کیا اور جب روزے کے باب پر پہنچا تو میں چونک پڑا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اتنا عظیم فارمولا دیا ہے، اگر اسلام اپنے ماننے والوں کو کچھ اور نہ دے کر صرف روزے کا فارمولہ ہی دیا ہوتا تو اس سے بڑھ کر کسی اور نعمت کی ضرورت نہ تھی، میں نے سوچا کہ اس کو آزمانا چاہیے، پھر میں مسلمانوں کے طرز پر روزے رکھنا شروع کیے، چونکہ میں عرصہ دراز سے ورم معدہ میں مبتلا تھا، کچھ دنوں کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ اس میں کمی واقع ہوئی ہے، میں نے روزوں کی مشق جاری رکھی، کچھ عرصہ بعد ہی میں نے اپنے جسم کو نارمل پایا اور ایک ماہ بعد اپنے اندر انقلابی تبدیلی محسوس کی۔

ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق روزے کا حیران کن اثر خاص طور پر جگر پر مرتب ہوتا ہے، کیونکہ کھانا ہضم کرنے کے علاوہ جگر کے اور مزید ۱۵؍کام بھی ہوتے ہیں، یہ اس طرح تکان کا شکار ہوجاتا ہے، جیسے ایک چوکیدار ساری عمر کے لیے پہرے پر کھڑا ہو، روزہ کے ذریعہ جگر کو چار سے چھ گھنٹوں تک آرام مل جاتا ہے، یہ روزے کے بغیر قطعی ناممکن ہے، جگر پر روزے کے برکات کا مفید اثر پڑتا ہے، جیسے جگر کے انتہائی مشکل کاموں میں ایک کام اس توازن کو برقرار رکھنا ہے جو غیر ہضم شدہ خوراک اور تحلیل شدہ خوراک کے مابین ہوتا ہے، اسے یا تو ہر لقمے کو اسٹور میں رکھنا ہوتا ہے یا پھر خون کے ذریعہ اس کو ہضم ہوکر تحلیل ہوجانے کے عمل کی نگرانی کرنی پڑتی ہے، روزے کے ذریعہ جگر توانائی بخش کھانے کے اسٹور کرنے کے عمل سے بڑی حد تک آزاد ہوجاتا ہے اور اپنی توانائی Globulins پیدا کرنے پر صرف کرتا ہے جو جسم کے مدافعاتی نظام کی تقویت کا باعث ہے۔

ڈاکٹروں نے یہ تحقیق کی ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھنے سے بہت سی بیماریاں انسان کے جسم سے خود بخود دور ہوجاتی ہیں، روزوں کا جسمانی طور پر بھی فائدہ ہے اور روحانی طور پر بھی، اس دنیا میں بہت لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ جن کے گھر کا غسل خانہ کسی غریب آدمی کے گھر سے بھی زیادہ مہنگا اور بڑا ہوتا ہے، پورے سال وہ اپنی مرضی سے کھاتے پیتے ہیں اگر رمضان المبارک کے روزے نہ ہوتے تو ہوسکتا ہے کہ انہیں یہ پتہ ہی نہ چلتا کہ جو غریب آدمی اپنے گھر میں بچوں کے ساتھ بھوکا ہے، اس کے ساتھ کیا گزرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کرکے ہمارے اوپر احسان کیا، انسان جب سارا دن کچھ نہ کھائے، کچھ نہ پیئے تب خیال آتا ہے کہ جو بھوکا رہتا ہوگا، اس کا کیا حال ہوتا ہوگا؟

روسی ماہر الابدان پروفیسر وی این نکٹین نے لمبی عمر سے متعلق اپنی ایک اکسیر دوا کے انکشاف کے سلسلہ میں لندن میں

۲۲؍مارچ ۱۹۴۰ء کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اگر ذیل کے تین اصول زندگی اپنا لیے جائیں تو بدن کے زہریلے مواد خارج ہو کر بڑھاپا روک دیتے ہیں:

اوّل: خوب محنت کیا کرو، ایک ایسا پیشہ جو انسان کو مشغول رکھے جسم کے رگ وریشہ میں تروتازگی پیدا کرتا ہے، بشرطیکہ ایسا شغل ذہنی طور پر بھی قوت بخش ہو، اگر تمہیں اپنا کام پسند نہیں تو فوراً ترک کر دینا چاہیے۔ دوئم: کافی ورزش کیا کرو، بالخصوص زیادہ چلنا پھرنا چاہیے۔ سوئم: غذا جو تم پسند کرو کھایا کرو لیکن ہر مہینہ میں کم از کم فاقہ ضرور کیا کرو۔

ہر سلیم الفطرت آدمی اچھی اور بری چیز کو جانتا ہے لیکن بہت سے لوگوں کے ارادے کی کمزوری پر خطر لذت کوشی کا سبب بنتی ہے، خواہشات کا طوفان روکنے کے لئے ارادے کی پختگی بہت ضروری ہے، روزہ ارادے کی تقویت کے لئے بہترین عملی مشق ہے، آدمی کا دیر تک کھانے پینے سے رکا رہنا اسے محنت و مشقت برداشت کرنے کا عادی بناتا ہے، زندگی کوئی باغ جنت نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا میدان ہے جس میں مقاصد کی تکمیل کے لئے پیہم مقابلہ جاری رہتا ہے، اس میں رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں، اس میں عمل پیہم اور جہد مسلسل کی ضرورت پڑتی ہے، یہ چیز طاقت و ارادے کے بغیر ممکن نہیں، روزے میں قوت ارادی کا امتحان ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بھوک اور پیاس کی شدت سے خواہش اور عقل کے درمیان ایک معرکہ برپا ہو جاتا ہے جس سے قوت ارادی کو تقویت ملتی ہے۔

جرمنی عالم جیہمارڈٹ نے قوت ارادی پر ایک کتاب لکھی ہے، انہوں نے روزے کو قوت ارادی پیدا کرنے کے لئے ایک بنیادی عمل قرار دیا، اس کے ذریعہ ابھرنے والی خواہشات پر قابو حاصل ہوتا ہے، اس کی سالانہ تکرار ارادے کو کمزوری سے محفوظ کرتی ہے پختگی حاصل ہوتی ہے، انہوں نے ان لوگوں کی مثال دی جنہوں نے سگریٹ نوشی چھوڑی، سب سے پہلے انہیں پورے دن سگریٹ چھوڑنی پڑی، جس سے ان میں اسے چھوڑنے کا جذبہ پیدا ہوا، پھر انہوں نے ہمیشہ کے لئے بھی اسے چھوڑ دیا۔

روزہ اور موافقت ملائکہ

امام المحققین حضرت علامہ نقی علی خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک فائدۂ جلیلہ روزہ میں موافقت ملائکہ ہے کہ جس طرح فرشتے کھانے پینے سے پاک ہیں، اسی طرح روزہ دار بھی کھانا پینا ترک کرتا ہے بلکہ درحقیقت یہ بات اس سے زیادہ ہے کہ فرشتے اصل فطرت میں کھانے پینے سے مستغنی ہیں، نہ ان کو بھوک لگے نہ پیاس ستائے، بخلاف مسلمان کے، باوجود احتیاج صرف بتعمیل حکم پروردگار کھانا پینا ترک کرتا ہے، گویا مضمون انی اعلم مالا تعلمون اس عبادت سے آشکارا ہے کہ اگر تم اپنی تسبیح وتقدیس پر نظر رکھتے ہو یہ مشت خاک باجود ہزاروں موانع کے ہماری تسبیح وتقدیس بجالائیں گے، اگر تم اپنی عصمت وپاکی کو دستاویز فضیلت سمجھتے ہو، ان کی طہارت پر نظر کرو کہ باجود احتیاج کھانا پینا ترک کرتے ہیں اور ہماری راہ میں کیسی کیسی محنت ومشقت گوارہ کرتے ہیں، اگر فساق ان کی خونریزی کرتے ہیں عشاق ان کی آنکھوں سے خون دل ہمارے شوق میں جاری رکھتے ہیں۔ [جواہر البیان، ص ۶۸-۶۷]

نیز ایک دوسری جگہ یوں رقمطراز ہیں: اے عزیز! روزہ اصل اکثر اخلاق کا ہے، خوف پروردگار کا روزہ سے زیادہ ہوتا ہے، آدمی جب بھوک پیاس کی شدت پاتا ہے، سمجھتا ہے کہ ایک دن کی بھوک پیاس میں باجود اس کے کہ مکان سایہ دار اور ہوا سرد اور اسباب آرام موجود ہے، یہ حال ہو گیا، دوزخ کی بھوک پیاس اور قیامت میں قیامت کی تشنگی وگرسنگی باوجود ان مصائب کے کس سے اٹھائی جائے گی اور رحم ورقت وسخاوت زیادہ ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا حقائق وشواہد سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا کہ اسلامی تعلیمات واحکامات انسان کے لئے دنیوی اور اخروی دونوں اعتبار سے بے شمار فوائد وبرکات کا سرچشمہ ہیں، روزہ ہی کو دیکھ لیں یہ ایک طرف خوشنودئ مولیٰ کے حصول کا سبب ہے تو دوسری طرف انسانی جسم کو طبی فیضان سے ہمکنار کرتا ہے، مولائے کریم ہمیں رمضان المبارک اور روزے کے فوائد وبرکات سے مالا مال فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ■■■

اسلامیات

(از: مولانا انیس عالم سیوانی ٭

تکبیر میں کب کھڑا ہونا چاہیے

بہت افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں کو دین کی ابتدائی اور بنیادی باتیں نہیں معلوم ہوتیں وہ بھی دینی اور شرعی مسائل میں اپنا خیال ظاہر کرنے سے نہیں جھجھکتے، بلکہ بہت سے فتنہ پرور تو امام اور علما سے لڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جیسا کر رہے ہیں کرنے دیجئے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح اگر ہر آدمی مسجد میں اپنے اپنے طریقے پر عمل کرنے لگے تو پھر جماعت کا کیا مطلب رہ جائے گا۔

جماعت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی کامل پیروی کرے اور جو شخص امام کی پیروی نہیں کرتا اُسے مسجد میں آنے کا کیا حق ہے؟ وہ گویا مسجد کے نظام اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے کی غرض سے آرہا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرعی مسئلوں میں اپنی انانیت اور فرقہ بندی سے بچائے اور حق سننے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کلمہ پڑھنے والوں میں بہت سے اختلاف کچھ لوگوں نے پیدا کرادیئے ہیں، عقیدے میں اختلاف، مسائل میں اختلاف، نماز کے طریقوں میں اختلاف، حد تو یہ ہے کہ تکبیر میں کب کھڑے ہوں اس بات میں بھی لوگ جھگڑا کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض جاہل حق سے بیزار لوگ اپنے امام ہی سے لڑنے اور بحث کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں اس لئے خیال کیا گیا کہ اس طرح کے لوگوں کے فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اسے کتابوں کی روشنی میں تحریر کردیا جائے۔ جسے سنی، دیوبندی، غیر مقلد سبھی مانتے ہیں، پھر بھی ان سب کے باوجود اگر کوئی نہیں مانتا تو اُسے چاہئے کہ وہ جس مسلک اور عقیدہ کا ماننے والا ہے اسی مسجد میں جائے تاکہ عام مسجدیں اس طرح کے جھگڑوں سے محفوظ رہیں۔

بخاری شریف میں ہے ''اِذَااُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃُ '' جب اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہوجاؤ جب تک مجھے دیکھ نہ لو (کہ میں حجرے سے باہر آگیا) اور سکون کے ساتھ رہو۔ [بخاری شریف ج اوّل کتاب الاذان]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور حجرے ہی میں رہتے تھے، تکبیر ہوجاتی تھی اور لوگ کھڑے ہوجاتے تھے اس سے حضور نے منع فرمایا کہ چاہے تکبیر ہوجائے لیکن جب تک میں حجرے سے باہر نہ آجاؤں کھڑے نہ ہونا، اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَاجِیْ رَجُلاً فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَامَ الْقَوْمُ'' حضرت انس نے بیان فرمایا کہ نماز کی اقامت کہی جاچکی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے مسجد کے گوشے میں سرگوشی فرمارہے تھے، نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوئے جب لوگ سوگئے۔ [خاری ج اوّل، کتاب الاذان]

اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تکبیر کے شروع میں کھڑا ہونا صحیح نہیں اگر شروع تکبیر میں کھڑا ہونا ہوتا تو حضور مسجد کے کونے میں کسی سے باتیں نہیں کرتے بلکہ محراب میں آکر کھڑے ہوجاتے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں ''وَمِنَ الْاَدَبِ (اَلْقِیَامُ) اَیْ قِیَامُ الْقَوْمِ وَالْاِمَامُ اِنْ کَانَ حَاضِراً بِقُرْبِ الْمِحْرَابِ (حِیْنَ قِیْلَ) اَیْ وَقْتَ قَوْلِ الْمُقِیْمِ (حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ) لِاَنَّہٗ اَمَرَبِہٖ فَیُجَابُ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ حَاضِراً یَقُوْمُ کُلُّ صَفٍّ حِیْنَ یَنْتَھِیْ اِلَیْہِ الْاِمَامُ فِی الْاَظْھَرِ'' نماز کے مستحبات میں ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہوجائیں بہ شرطیکہ امام محراب کے قریب ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا

٭مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ کے ڈائریکٹر اور معروف اہل قلم ہیں۔

ہے اس لئے اس پر عمل کیا جائے اور اگر امام حاضر نہ ہو تو جس صف سے گذرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

[شرح صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج اوّل ص ۱۱۰۰ / علامہ غلام رسول سعیدی]

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تکبیر کے شروع میں کھڑا ہونا صحیح نہیں، ملک العلما علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری حدیث نقل فرماتے ہیں: جابر بن سمرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ "کَانَ مُؤَذِّنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤَذِّنُ ثُمَّ یَمْھَلُ فَلاَ یُقِیْمُ حَتّٰی اِذَا رَأَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ حِیْنَ یَرَاہ' ،رواہ الطبرانی فی الکبیر وعبدالرزاق فی مصنفہ"

[جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری ص ۳۰۳ / علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن آذان دیتے، پھر انتظار کرتے، اقامت نہیں کہتے یہاں تک کہ دیکھ لیتے، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجرے سے نکلتے، تب نماز کی اقامت کہتے، جس وقت وہ حضور کو دیکھ لیتے، اگر شروع تکبیر میں کھڑا ہونا کوئی شرعی مسئلہ ہوتا تو حضور پہلے ہی سے آکر کھڑے ہو جاتے لیکن آپ نے کبھی ایسا نہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ تم لوگ جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو، اس کا مطلب ہے کہ تکبیر پہلے ہو چکی تھی، شرح مؤطا امام محمد میں ہے "وَکَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ' یَقُوْلُ لا تقوموا لِلصَّلٰوۃِ حَتّٰی یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ"

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے نماز کے لئے نہ کھڑا ہوا کرو یہاں تک کہ مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہہ لے۔

[شرح مؤطا امام محمد ج اوّل ص ۱۱۹ / علامہ محمد علی، بحوالہ کشف الغمہ عن جمیع صفات المؤذن، ص ۸۱]

"کان انس یقوم اذا قال المؤذن قدقامت الصلوٰۃ"

حضرت انس اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا۔ [شرح مؤطا امام محمد ج اوّل ص ۱۱۹ / بحوالہ کشف الغمہ ص ۸۱]

نام نہاد فرقہ اہل حدیث یعنی جماعت غیر مقلدین کی مشہور کتاب عون المعبود میں لکھا ہے "و ذھب الاکثرون الیٰ انھم اذا کان الامام معھم فی المسجد لم یقوموا حتیٰ تفرغ الاقامۃ وعن انس انہ کان یقوم اذا قال المؤذن قدقامت الصلوٰۃ واما اذا لم یکن الامام فی المسجد فذھب الجمھور الیٰ انھم لایقومون حتی یروہ۔ [شرح مؤطا امام محمد ج اوّل ص ۱۲۱ / علامہ محمد علی علیہ الرحمہ بحوالہ عون المعبود ج ا رص ۲۱۲]

اکثر کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہی موجود ہو تو پھر نمازیوں کو اقامت سے فراغت پر کھڑا ہونا چاہئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوا کرتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہا کرتا تھا، اور اگر امام مسجد میں نہ موجود ہو تو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ نمازیوں کو امام کو دیکھے بغیر نہیں کھڑا ہونا چاہئے۔

اس موضوع پہ احادیث کی کتابوں میں دلائل کے انبار ہیں، عقل والوں کے لئے اتنا ہی بہت ہے آخری حوالہ فتاویٰ عالمگیری سے پیش کرتا ہوں جسے اہل سنت کے علاوہ دیوبندی علما بھی معتبر مانتے ہیں، اس لئے کہ یہ کتاب مسلک حنفی میں سند کے طور پر مقبول ہے "اِذَادَخَلَ الرَّجُلُ عِنْدَ الْاِقَامَۃِ یَکْرَہ لَہ' الْاِنْتِظَارُ قَائِمًاوَلٰکِنْ یَقْعُدُ ثُمَّ یَقُوْمُ اِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ قَوْلُہ' حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کَذَا فِی الْمُضْمَرَاتِ" جب آدمی تکبیر کے وقت مسجد میں داخل ہو تو اس کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، وہ بیٹھ جائے پھر اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے، ایسا ہی مضمرات میں ہے۔ [فتاویٰ عالمگیری ج اوّل ص ۵۷]

اگر امام و مقتدی مسجد میں ہوں تو بیٹھ کر تکبیر سننا چاہئے اور اگر امام باہر سے آرہا ہو اور تکبیر ہو رہی ہو تو جدھر سے امام گذرے اُدھر کی صف والوں کو کھڑا ہونا چاہئے اور قد قامت الصلوٰۃ تک سب کو کھڑا ہو جانا چاہئے۔

اس مسئلہ کے جواب میں فقیہ الاسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں، وقایہ میں ہے "امام اور نمازی حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوٰۃ کے الفاظ پر امام نماز شروع کردے۔

محیط و ہندیہ میں ہے ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک جب اقامت کہنے والا "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے، جامع المضمرات و عالمگیریہ

وردالمحتار میں ہے جب کوئی نمازی تکبیر کے وقت آئے تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے پھر جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہےتواس وقت کھڑا ہو۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج خامس ص ۲۸۰]

بعض لوگ یہ بہانہ بناتے ہیں کہ اگرشروع میں کھڑے نہیں ہوں گےتو صف کیسے سیدھی کریں گے؟اس کا جواب آج سے تقریباً ۱۳رسوسال پہلے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگر درشید سیدناامام محمد جوامام بخاری جیسے محدث جلیل کے پردادا استاذ ہیں انہوں نے اپنی کتاب مؤطا امام محمد میں اس مسئلہ کی تشریح فرما کرکھڑے ہونے کے لئے بہانہ بنانے والوں کی کمرتوڑدی۔

ملاحظہ ہو:قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حیّ علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوٰۃ فیصفوا ویسوُّوا الصفوف ویحاذو ابین المناکب فاذا اقام المؤذن الصلوٰۃ کبّر الامام وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔

[شرح مؤطاامام محمد ص ۱۱۶]

امام محمد نے فرمایا کہ مسجد میں موجود نمازیوں کو چاہئے کہ مؤذن جب حی علی الفلاح کہےتونماز کے لئے کھڑے ہوں،اورصفیں درست کریں ،اور کندھوں کو برابر کریں، پھر مؤذن جب قد قامت الصلوٰۃ کہےتوامام تکبیر کہے،یہی امام ابوحنفیہ کا قول ہے۔

مذکورہ دلائل وشواہد سے یہ بات روزِروشن کی طرح واضح ہوگئی کہ تکبیر میں شروع سے کھڑا ہونا فقہااور محدثین کے نزدیک غلط ہے بالخصوص کسی حنفی کو ہرگز ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ تکبیر میں شروع سے کھڑا ہو،اگر کوئی ایسا کرتا ہےتو یا تو وہ بالکل جاہل اور شریعت سے بےخبر ہےاور بتانے پر بھی نہیں مانتا تو بہت بڑا فسادی فتنہ پرور اور مسلمانوں میں جھگڑے کی بیج بونے والا ہے،متولّی مسجد اور محلّے کے ذمہ داروں پر فرض ہے کہ اُسے سمجھائیں پھر بھی نہ مانےتو اُسے زبردستی مسجد سے باہر کریں،نماز پڑھنےنہیں آتے بلکہ ماحول خراب کرنے آتے ہیں۔

■■■

ص ۵۲ رکابقیہ........................

اس کی ادائیگی میں روڑے ڈالتا ہے۔ہرطرح سے اس سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔مگر جن کے دل خوف الٰہی سے لبریز ہیں وہ شیطان کے ہروار کوناکام بنا کراللہ کےمحبوب بندوں میں اپنا نام لکھالیتے ہیں۔مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہرمسلمان کونماز کا عادی بنائے ۔اور اپنے احکام پر عمل کرنا آسان کردے۔منہیات سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ۔

■■■

ص ۳۸ رکابقیہ........................

شرمندہ ہوئے کبھی حضرت مخدوم کا مبارک پاؤں پکڑتے،کبھی میرے چچا کے قدموں پر گرتے اور بہت عذر و معذرت کرتے۔''سبحان اللہ!

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دسترخوان سے اگرحضور ہاتھ صاف کرلیں تواسے آگ نہ جلائےتو پھروہ سادات کرام جوجزو رسول ہیں،جن کی رگوں می سید کائنات کاخون دوڑرہاہے،آگ کی کیامجال کہ ان کابال بھی بیکا کرسکے۔

سادات کرام کے مدارج ومراتب میں قرآن وحدیث اوراقوالِ علماومشاہداتِ عرفا کی روشنی میں جوکچھ ہم نے بیان کیا ہے،اِن سے ان کے تفوق وبرتری کاخوب پتہ چلتا ہے۔بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان کا اکرام واحترام کرتے اور رضائے خداومصطفیٰ کے حق داربنتے ہیں۔الحمدللہ!ہم اپنی متاعِ حیات،متاعِ فکر،متاعِ لوح وقلم ان کے مبارک قدموں پر نچھاور کرتے ہیں،اس اُمید کے ساتھ کہ ع

شاہان چہ عجب گر ہنواز دگدا را

■■■

از: مفتی عبدالمالک مصباحی*

فلسفۂ نماز! قرآن وحدیث کی روشنی میں

انسان، جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے۔ جسم کی تقویت اور آرائش وزیبائش کے تو ہزاروں اسباب مہیا ہیں اور ہمہ وقت اس کا خیال ہے مگر جو اصلی چیز ہے یعنی روح اس کی صفائی اور تقویت کی کوئی پرواہ نہیں۔ جب کہ یہ انتہائی ضروری امر ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب اور وسائل ہیں جنہیں اپنا کر انسان اپنی روح کو مضبوط اور توانا بنا سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ روح غیر مرئی شئی ہے (ایسی چیز جو دیکھی نہ جا سکے) اس لئے اس کی غذا بھی ایسی چیز ہی ہونی چاہئے س کے اثرات غیر مرئی ہوں اور وہ ذکر الٰہی ہے۔ اور ذکر الٰہی کی کئی صورتیں ہیں مثلاً تسبیح، تلاوت، درود شریف کا ورد اور ذکر واذکار وغیرہ اور ان تمام کے مجموعہ کا نام نماز ہے اسی لئے اسے افضل العبادۃ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مخلوق کے خالق سے ملنے کا سب سے اہم اور آسان ذریعہ نماز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ بندہ جب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے تو اس وقت وہ اللہ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

[مسلم شریف]

اور اسی وجہ سے قرآن اور حدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں مختلف انداز میں سو سے زیادہ مقامات پر اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور احادیث تو بے شمار ہیں۔ چند آیات اور احادیث مبارکہ یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔

نماز کی اہمیت قرآن پاک کی روشنی میں

نماز کو اللہ عزوجل اپنا ذکر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

اقم الصّلوٰۃ لذکری۔ [طٰہٰ آیت ۱۴]

اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔

نماز کی فرضیت کا تذکرہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے۔

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔

[النساء آیت ۱۰۳]

بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

نماز برائیوں کو مٹا کر نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اقم الصلوٰۃ طرفی النھار و زلفاً من اللیل ان الحسنٰت یذھبن السئیات ذٰلک ذکریٰ للذٰکرین۔

[سورہ ہود پ ۱۲۔ آیت ۱۱۴]

اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں، بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ادائیگی ایمان کی علامت اور اسے چھوڑنا کفر کا شعار قرار دیا گیا ہے۔

اقیموا الصلوٰۃ و لا تکونوا من المشرکین۔

[سورہ روم پ ۲۱۔ آیت ۳۱]

اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو۔

مومن کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتا ہے: الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و ممّا رزقنٰھم ینفقون۔ [سورہ بقرہ پ ۱۔ آیت ۳]

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں، اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں ہماری راہ میں اٹھائیں۔

بے نمازیوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا وہ جب اس طرف

بڑھ رہے ہوں گے تو پوچھنے والا پوچھے گا۔کیوں؟ کس عمل کی بنیاد پر جہنم میں ڈالا جارہا ہے؟ تو بے نمازی کہیں گے۔

قالوا الم نک من المصلین۔ [سورہ مدثر پ۲۹۔آیت ۴۳]

وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔

بے نمازیوں کا جہنم میں کہاں ٹھکانہ ہوگا اس کی نشاندہی کرتے ہوئے باری تعالیٰ متنبہ کررہا ہے۔

فخلف من بعد ھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ و اتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا الا من تاب۔

[سورہ مریم پ۱۶۔آیت ۵۸]

تو ان کے ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنھوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔مگر وہ جو توبہ کرلیں۔

نمازمیں سستی کرنے والوں کا حال بیان کرتے ہو ہے اللہ تعالیٰ خبردار کررہا ہے۔

فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔

[سورہ ماعون پ۳۰۔آیت ۳۲]

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

ذکر الٰہی سے روکنے والی چیزوں کا تذکرہ نیز نہ ماننے کی صورت میں انجام سے باخبر کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم و لا اولادکم عن ذکر اللہ و من یفعل ذٰلک فاولٰئک ھم الخٰسرون۔

وقوموا للہ قانتین۔ [بقرہ پ۲۔آیت ۲۳۸]

اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

یاایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا و اعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون۔ [حج پ۱۷۔آیت ۷۷:]

اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلا تھم خاشعون۔

[مومنون پ۱۸۔آیت ۱۔۲]

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑ گڑاتے ہیں۔

احادیث مبارکہ

قال، سالت النبی ﷺ ای العمل احب الی اللہ تعالیٰ قال الصلوٰۃ علیٰ وقتھا،قال ثم ای قال بر الوالدین قال ثم ای قال الجھاد فی سبیل اللہ۔ [بخاری]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ اللہ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا بروقت نماز ادا کرنا،ابن مسعود نے کہا پھر؟ فرمایا والدین کی اطاعت کرنا،ابن مسعود بولے اس کے بعد کونسا؟ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

قال النبی ﷺ لکل شئی علم و علم الایمان الصلوٰۃ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی ایک نشانی ہے اور ایمان کی نشانی نماز ہے۔

الصلوٰۃ عماد الدین۔نماز دین کا ستون ہے۔

جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

فلسفہ نماز

نماز صرف لب ہلانے اور اٹھک بیٹھک کا نام نہیں بلکہ اس میں دینی، دنیاوی ،روحانی اور جسمانی ہر طرح کے فوائد پوشیدہ ہیں۔سردست چند پیش ہیں۔

ظاھری صفائی

ادائیگی نماز کے لئے سب سے پہلی شرط طہارت و پاکیزگی ہے۔اس کے بغیر بندہ نماز میں داخل ہی نہیں ہوسکتا۔ظاہری صفائی ستھرائی باطن کی صفائی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔صفائی اور ستھرائی سے جہاں انسان دیکھنے میں جاذب نظر لگتا ہے وہیں خود اس کی اپنی طبیعت پر مسرت اور نشاط آمیز رہا کرتی ہے جو دینی اور دنیاوی دونوں کاموں کے انجام دہی میں معاون ہوا کرتی ہے۔

باطنی صفائی

نماز باطن کو قوت وتوانائی عطاء کرنے کا سب سے اہم اور مضبوط ذریعہ ہے۔روحانی کمزوریوں نے آج دنیا میں نہ جانے کتنی بیماریوں کو جنم دے دیا ہے کہ ہر طرف ہاہا کار مچا ہوا

ہے۔اس پر قابو پانے کے لئے قرآن حکیم کا نسخہء بے خطا بیان کرتے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔ ترجمہ: خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ انہ سمع رسول اللّٰہ ﷺ یقول ارایتم لوان نھر ابباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ماتقول ذالک یبقی من درنہ قالوا لا یبقی من درنہ شیئاً قال فذالک مثل الصلوٰت الخمس یمحوا اللّٰہ بھا الخطایا۔ [بخاری و مسلم]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے دریافت فرمایا تم ایسے آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو جس کے گھر کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ آدمی ہر دن اس نہر میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو کیا اس آدمی کے بدن پر کسی طرح کی کوئی گندگی باقی رہے گی؟ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ایسے آدمی کے جسم پر کسی طرح کی گندگی باقی نہیں رہے گی۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا۔ یہی مثال پنجوقتہ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بندوں کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ [بخاری و مسلم]

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان احدکم اذا صلیٰ یناجی ربہ فلا یبزقن عن یمینہ ولٰکن تحت قدمہ الیسریٰ۔ [بخاری]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے اس وقت وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے داہنے طرف نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ موسم سرما میں مدینہ شریف سے باہر تشریف لے گئے پت جھڑ کا موسم تھا درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (انہیں ہلایا) پتے جھڑنے لگے آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا دیکھو جب کوئی مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

[مسند امام احمد]

جسمانی قوت

نماز پڑھنے سے انسان جسمانی طور پر صحت مند اور توانا رہتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس نے تو اس بات کو بہت واضح طور پر ثابت کردیا ہے کہ نماز میں جہاں روحانی فائدے ہیں وہیں جسمانی فائدے بھی بیشمار ہیں۔ نماز ایک ایسی ورزش ہے کہ جس سے انسان کے جسمانی اعضاء بہت متوازن رہتے ہیں۔ قوی اعضاء کے علاوہ نسوں پر بھی اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سائنس کی نظر میں ہلکی ورزش میں نماز کو بہت عمدہ طریقہ کار بتایا گیا ہے۔ روزانہ پانچ وقت اس ورزش کی وجہ سے انسان کے اندرونی اعضاء کھل کر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے حتیٰ کہ اس ورزش کا اثر آدمی کی بینائی پر بھی پڑتا ہے۔ تذکرۃ الواعظین میں لکھا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز پڑھنے سے دس فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بدن تمام بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

روحانی قوت

نماز سے انسان کی روحانیت میں بلند ہوتی ہے۔ نماز کی کثرت بندے کو قدسی صفات بنادیتی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے۔

جب بندہ نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کریں تو میں انہیں عطاء کرتا ہوں اور اگر کسی چیز سے پناہ

مانگیں تو میں ان کی حفاظت کرتا ہوں۔ [بخاری]

بندہ اپنی عبادات اور ریاضات سے جب یہ مقام حاصل کرلیتا ہے تو پھر دنیا کی تمام طاقتیں اس کے سامنے ہیچ ہوجاتی ہیں۔اب وہ دنیاوی اسباب اور وسائل سے بے نیاز اور مستغنی ہوجاتا ہے۔نماز اور دیگر عبادات کی کثرت جب بندے کے معمولات زندگی بن جاتے ہیں تو رحمت خداوندی پکار پکار کرکہتی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہ رو منزل ہی نہیں

تکرار عمل

نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اور وہ بھی روزانہ آخر اس تکرار کا فائدہ کیا ہے؟ اس تکرار کے فائدے کو آسانی سے سمجھنے کے لئے وہ حدیث پاک پیش نظر رکھنی پڑے گی جس میں فرمایا گیا ہے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہٗ، فان لم تکن تراہٗ فانہ یراک۔

[بخاری شریف کتاب الایمان حدیث ۴۷]

اللہ کی عبادت تم اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ قوت میسر نہ آئے تو یہ خیال تو ضرور جماؤ کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

تو نماز روزانہ اور بار بار پڑھانے کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح نقش کرجائے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔اور جب یہ بات منقش ہوجائے گی تو پھر بندہ گناہوں سے بچتا نظر آئے گا اور نماز کا یہی مطلوب بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔

[سورہ عنکبوت پ ۲۱ آیت ا]

بیشک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

بندہ جب نماز کا پابند ہوجاتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اللہ رب العزت مجھے دیکھ رہا ہے۔اب جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس سے پہلے وہ سوچتا ہے کہ آیا میرا یہ قدم اچھائی کی طرف اٹھ رہا ہے یا برائی کی طرف اگر اسے محسوس ہوجاتا ہے کہ میرا قدم نیکی کی بجائے برائی کی طرف بڑھ رہا ہے تو فوراً اپنے قدم پیچھے ہٹالیتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔اس طرح پنج وقتہ نماز کے خیال میں ڈوبے رہنے یا بلفظ دیگر نماز کا پابند ہوجانے سے انسان گناہوں سے بچنے لگتا ہے۔

نماز کا فائدہ

حضرت امام غزالی اپنی مشہور کتاب مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا بیان ہے اور حدیث پاک سے بھی ثابت ہے کہ جو نماز کی پابندی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پانچ چیزوں سے نوازتا ہے۔

(۱) اس سے تنگی ختم کردی جاتی ہے۔
(۲) اسے عذاب قبر نہیں ہوگا۔
(۳) نامہ اعمال اسے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
(۴) پل صراط سے وہ بجلی کی طرح گذرے گا۔
(۵) جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔

ترک نماز کا وبال

نماز کے مذکورہ فوائد کے ہوتے ہوئے اس سے پہلوتہی کرنا حتیٰ کہ چھوڑ دینا کتنا بڑا وبال ہوگا اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔چشم کشائی اور حصول عبرت کے لئے چند باتیں پیش ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کی وصیت فرمائی۔کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ چاہے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے۔یا جلادیا جائے یا پھانسی پر لٹکادیا جائے۔جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑو کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ دین سے نکل گیا۔

[طبرانی]

جو شخص نماز ادا نہیں کرتا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔

اور جس نے وضو صحیح نہیں کیا اس کی نماز صحیح نہیں۔ [بزاز]

جس کی ایک نماز فوت ہوگئی گویا اس کا گھرانا اور مال ہلاک ہوگیا۔ [بیہقی]

حاصل کلام یہ کہ نماز بہت ہی اہم عبادت ہے۔اس کا چھوڑنا دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ہر حال میں اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔شیطان ہمیشہ

بقیہ ص ۱۱؍پر

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

حبیبۃ الحبیب

سرورِ کائنات ﷺ کو اپنی ازواجِ مطہرات میں حضرت خدیجۃ الکبرٰی کے بعد سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے تھی۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ اسلام میں سب سے پہلی محبت جو پیدا ہوئی وہ حضور ﷺ کی محبت سیّدہ عائشہ سے ہے۔ دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا عائشہ۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت مذکورہ روایت کے معارض ہے کیوں کہ حضرت عائشہ سے جب پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں محبوب ترین کون تھا تو آپ نے فرمایا فاطمہ زہرا۔ ان دونوں روایتوں میں اگرچہ بظاہر تعارض ہے لیکن تطبیق بڑی آسانی سے دی جاسکتی ہے۔ یعنی ازواج میں حضرت عائشہ اور اولاد میں حضرت فاطمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی محبوبیت کی بنیاد پر حضرت مسروق (جو اکابر تابعین میں ہیں) جب بھی حضرت عائشہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو یوں فرماتے: **حدثتنی الصدیقة بنت الصدیق حبیبة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم** اور کبھی فرماتے: **حدثتنی حبیبة اللّٰہ امرأة من السماء۔**

سرکارِ دوعالم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ سے کس قدر محبت تھی اس روایت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سرکار نے سیدہ عائشہ سے فرمایا عائشہ! تم مجھ سے کب ناراض رہتی ہو اور کب خوش رہتی ہو، میں جان لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا وہ کیسے؟ تو سرکار نے فرمایا جب تم خوش رہتی ہو تو کہتی ہو: **لا و ربّ محمد** اور جب تم ناراض رہتی ہو تو کہتی ہو: **لا و ربّ ابراھیم**۔ اتنا سننے کے بعد حضرت عائشہ بے قرار ہوگئیں اور فرمانے لگیں: **ولکن لا اھجر الّا اسمک** یعنی میں نہیں چھوڑتی مگر صرف آپ کے نام کو۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے کہنے کا مطمحِ نظر یہ تھا کہ میری کیا بساط کہ میں آپ سے ناراض رہوں بلکہ میں تو ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتی ہوں کہ میرے سرتاج اللہ کے حبیب مجھ سے کبھی ناراض نہ ہوں۔ البتہ جب میں آپ کا نام چھوڑتی ہوں تو للہ یہ نہ سمجھنا کہ میں آپ سے معاذ اللہ بیزار ہوں۔ بلکہ آپ کی ذاتِ گرامی اور آپ کی مقدس یادیں ہمیشہ میرے دل کے نہاں خانے میں جلوہ فشاں رہتی ہیں۔ ہاں کبھی کبھی فقط آپ کا نام نہیں لیتی لیکن آپ کی روح پرور یادوں سے میں ایک لمحہ بھی الگ نہیں رہتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ خود فرماتی ہیں کہ سرکار کا یہ فعل دیگر ازواجِ مطہرات کے بالمقابل فقط میرے ساتھ مختص تھا کہ ہم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور اثنائے غسل سرکار مجھ سے سبقت فرماتے تو میں عرض کرتی حضور! کچھ پانی میرے لیے تو چھوڑ یئے۔ یہ روایت سرکار کے کمالِ الفت و محبت پر دلالت کرتی ہے۔

بلاشبہ حبیبۃ الحبیب کی حیاتِ طیبہ پوری دنیائے اسلام کے لیے ایک مینارۂ نور اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب آیئے ہم اسلام کی اس عظیم اور مقدس خاتون ام المومنین کی بے مثال زندگی کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ثانی اثنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کاشانۂ نور میں ہوئی۔ آپ کی تربیت گاہ اس قدر بلند و بالا تھی کہ جہاں آفتابِ نبوت کی نوری شعاعیں سب سے پہلے جلوہ افروز ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معتبر ناقد و ادیب ہیں۔

اپنے گھر میں چاروں طرف اسلام کی تابانیاں اور ضیا باریاں دیکھیں۔ ظاہر ہے کہ جس کی پیدائش و پرورش اس مقدس ہستی کے گھر میں ہوئی جسے دنیا افضل البشر بعد الانبیاء جیسے تقدس مآب لقب سے یاد کرتی ہے تو پھر اس جانِ اسلام عظیم خاتون کی شان وعظمت میں کچھ لکھنا آفتاب کے سامنے چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔

عہدِ طفولیت ہی سے آپ کے روئے انور سے زہد وورع، حزم وتقویٰ اور اعلیٰ فہم وفراست کی قندیلیں فروزاں رہتی تھیں۔ آپ کی ذکاوت وفطانت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سنِ طفولیت میں آپ ایک مرتبہ گڑیا کھیل رہی تھیں۔ گڑیوں میں ایک ایسا گھوڑا تھا جس کے دو بازو بنے ہوئے تھے۔ ناگہاں ادھر سے نبی کریم ﷺ کا گذر ہوا تو آپ نے اس بازو والے گھوڑے کو دیکھ کر فرمایا عائشہ! کیا گھوڑے کے بھی بازو ہوتے ہیں؟ تو اس پر حضرت عائشہ نے بڑی متانت وسنجیدگی سے برملا جواب دیا کیا سرکار نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے بازو تھے۔ اتنا سننا تھا کہ سرکار مسکرا پڑے یہاں تک کے آپ کے دندانِ مبارک کشادہ ہوگئے۔ حضرت عائشہ کی زیرکی، دانائی اور قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ بچپن ہی سے احکام مستنبط فرماتی تھیں اور تمام واقعات کو من عن محفوظ کرلیتی تھیں۔ آپ خود فرماتی ہیں کہ جب مکہ میں یہ آیت بل الساعۃ موعدھم الخ نازل ہوئی تو اس وقت میں کھیل میں مشغول تھی۔ ہجرت کے قت آپ نہایت قلیل عمر کی تھیں مگر اس کے باوجود ہجرت کے سارے واقعات آپ کو ازبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ آپ سے زیادہ کسی صحابی سے ہجرت سے متعلق تمام واقعات کما حقہ منقول نہیں ملتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی شادی چھ سال کی عمر میں حضور سرورِ کائنات ﷺ سے وقوع پذیر ہوئی اور ۳ھ میں مدینہ طیبہ میں آپ کا زفاف عمل میں آیا۔ یہ آپ کی مابہ الامتیاز خصوصیت تھی کہ آپ کے نکاح سے پہلے نبی کریم ﷺ نے آپ کو عالمِ رؤیا میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشمی پارچہ میں لپیٹ کر کوئی چیز سرکار کو پیش کر رہا ہے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اس میں کیا ہے تو فرشتے نے جواب دیا کہ اس میں آپ کی زوجہ کی تصویر ہے۔ جب آپ نے اس پارچے کو کھولا تو دیکھا وہ تصویر کسی اور کی نہیں بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ بخاری ومسلم سے مروی ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے سیدہ عائشہ سے فرمایا کہ میں نے تمھیں نکاح سے پہلے تین رات متواتر خواب میں دیکھا۔

عین الاصابہ میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ حضرت عائشہ صدیقہ کے مناقب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ بطور تحدیثِ نعمت فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے اندر ایسی نو خصوصیتیں ودیعت فرمائی ہیں جو کسی اور زوجۂ نبی میں نہیں پائی جاتیں۔ ایک یہ کہ فرشتے نے عالمِ رؤیا میں حضور ﷺ کو نکاح سے پہلے میری صورت دکھائی۔ دوسری یہ کہ جب میں چھ ۶ رسال کی تھی تو سرکار نے مجھے شرفِ زوجیت سے نوازا۔ تیسری یہ کہ نو ۹ رسال کی عمر میں کاشانۂ نبوت میں داخل ہوگئی۔ چوتھی یہ کہ آپ کی جملہ ازواجِ مطہرات کے مابین میں ہی باکرہ تھی۔ پانچویں یہ کہ جب سرکار میرے بستر پہ ہوتے تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا۔ چھٹی یہ کہ میں آپ کی محبوب ترین بیوی ہوں۔ ساتویں یہ کہ میری برأت میں خداوند قدوس نے قرآن پاک میں اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ آٹھویں یہ کہ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنے ماتھے کی آنکھ سے دیکھا ہے۔ نویں یہ کہ سرکار نے میری گود میں سر رکھ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ جنھوں نے نو ۹ سال کی مدت حضرت ثانی اثنین کی آغوشِ تربیت میں گذاری اور ۱۸ رسال حضور ﷺ کی صحبتِ بافیض سے سرفراز رہیں تو پھر ان کے فضائل و مناقب کا احاطہ کرنا کوئی آسان امر نہیں پھر یہ احادیث کی کتابوں میں آپ کے بے شمار اوصاف وکمالات ستاروں کی مانند تابندہ ودرخشندہ نظر آتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت سے متعلق ارشاد فرمایا: فضل عائشۃ

علی النساء لفضل الثرید علی سائر الطعام یعنی حضرت عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

دوسرے مقام پر سرکار حضرت عائشہ صدیقہ کے علم وفن کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **خذو اثلثی دینکم من ھٰذا الحمیرا**، یعنی تم اپنے دوتہائی دین کو اس حمیرا یعنی عائشہ سے حاصل کرو۔ سرورِ کائنات ﷺ کے اس ارشادِ گرامی پر اکابر صحابہ حتی کہ حضرت ابوبکر وعثمان جیسے مہتم بالشان خلفا نے بھی عمل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کے عہدِ خلافت تک حضرت عائشہ باقاعدہ منصب افتا پر فائز رہیں۔

چنانچہ حضرت قاسم جو اجلہ تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں: **کانت عائشۃ قد استقلت بالفتوی فی خلافۃ ابی بکر و عمر و عثمان و ھلم جرا الی ان مانت یرحمھا اللہ تعالی**۔ یعنی حضرت عائشہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ادوارِ خلافت سے تادمِ حیات مستقلاً منصبِ افتا پر فائز رہیں۔ اللہ ان پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔ اگر طوالت کا خوف دامن گیر نہ رہا تو ان شاء اللہ چند صفحوں کے بعد اس سلسلے میں کچھ تفصیل پیش کی جائے گی۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی مایۂ ناز تصنیف "عین الاصابۃ" میں باب فضل عائشہ کے ضمن میں رقم طراز ہیں، **عن عروۃ "قال مارأیت احدا اعلم بالحلال والحرام والشعر والطب من عائشۃ"**۔ یعنی حضرت عروہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے حلال وحرام اور شعر وطب میں حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو جاننے والا نہ دیکھا ایسے ہی حضرت مسروق سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: **"واللہ لقد رأیت الصحابۃ یسالون عائشۃ عن الفرائض"** یعنی بخدا میں نے صحابہ کو حضرت عائشہ سے مسائلِ فرائض پوچھتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت عطا فرماتے ہیں: **"کانت عائشۃ افقہ الناس و اعلم الناس و احسن الناس رایاً فی العامۃ"**۔ یعنی حضرت عائشہ لوگوں میں سب سے بڑی فقیہ، عالم اور رائے عامہ میں احسن تھیں۔ حضرت زہری فرماتے ہیں: **"لو جمع علم الناس کلھم ثم علم ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکانت عائشۃ اوسعھم علماً"**۔ یعنی اگر تمام لوگوں کے علم کو یکجا کیا جائے پھر ازواجِ نبی کے علم کو تو حضرت عائشہ کا علم سب سے زیادہ وسیع ہوگا۔ مذکورہ روایتوں سے یہ بات مترشح ہوگئی کہ حضرت عائشہ کا سینہ علم ومعرفت کا لازوال گنجینہ تھا جس کا اعتراف صحابۂ کرام نے بھی کیا ہے۔

یہ آپ کی خوش بختی تھی کہ آپ کا حجرۂ مبارکہ مسجدِ نبوی کے عین متصل تھا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ سرورِ کائنات ﷺ اپنے صحابہ کے مابین صحنِ مسجد میں جو کچھ بھی پند ونصیحت فرماتے آپ بغور سنتیں اور محفوظ فرمالیتیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ نبیٔ کریم ﷺ کی بارگاہ میں بلا جھجھک مسائل دریافت کرتیں اور جب تک کماحقہ تشفی نہ ہوجاتی خاموش نہ رہتیں۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں اس قسم کے بے شمار واقعات درخشاں نظر آتے ہیں جو آپ کی جستجوئے علم پر روشن دلیل ہیں۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شریعت نے فرائض سے متعلق عورت ومرد کے مابین کوئی امتیاز نہیں رکھا تو پھر عورتوں پر جہاد کیوں نہیں جب کہ قیاس یہ کہتا ہے کہ عورتوں پر بھی جہاد فرض ہونا چاہئے۔ آپ نے سرکار ابد قرار سے عرض کیا: حضور! کیا عورتوں پر جہاد فرض نہیں تو سرکار نے فرمایا نہیں بلکہ عورتوں کے لیے حج ہی جہاد ہے۔ آپ کی جستجوئے علم کا یہ عالم تھا کہ آپ مسائلِ شرعیہ کی عقدہ کشائی کو مقدم اور بہت ہی اہم سمجھتی تھیں خواہ کیسا ہی موقع رہا ہو مگر آپ سرکار کی بارگاہ میں بلا تامل مسائل پیش کر کے اپنے ذہن ودماغ کو سکون فراہم کرتی تھیں۔

سرکار نے ایلاء کے سلسلے میں ایک ماہ تک اپنی ازواجِ مطہرات کے قریب نہ جانے کا عہد فرمایا تھا۔ جب مہینہ اختتام کو پہنچا تو سوئے اتفاق کہ وہ مہینہ انتیس ۲۹ ؍دن کا تھا۔ تو سرکار سب سے پہلے حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے

توحضرت عائشہ نے فرمایا سرکار! آپ نے تو ایک ماہ تک کے لیے ایلاء فرمایا تھا مگر آج انتیسواں دن ہے سرکار تبسم ریز ہوئے اور فرمایا عائشہ! کیا مہینہ انتیس دن کا نہیں ہوتا۔ حالانکہ فطرتِ انسانی کا تقاضہ یہ تھا کہ اس انتہائی کیف وانبساط کے زریں موقع پر حضرت عائشہ کو یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا مگر آپ کی جستجوئے علم کا ذوقِ نمو تھا جو بغیر استفسار کیے سیراب نہیں ہوتا تھا۔

حضور ﷺ نے تہجد کی نماز سے فراغت حاصل کی اور وتر پڑھے بغیر استراحت فرمانے لگے تو حضرت عائشہ نے بصد عزو احترام عرض کیا سرکار! وتر پڑھے بغیر آپ آرام فرمانے لگے۔ سرورِ کائنات نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا عائشہ! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ نبی کی آنکھیں سوجاتی ہیں مگر دل جاگتا رہتا ہے، اسی طرح حضور ﷺ نے کسی موقع سے فرمایا: "من حوسب عذب" یعنی جس کا حساب کیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہوا۔ حضرت عائشہ نے فوراً فرمایا یارسول اللہ! آپ تو یہ ارشاد فرما رہے ہیں مگر حق تعالیٰ تو فرماتا ہے: "فسوف یحاسب حسابا یسیرا" جب حساب آسان ہوگا تو پھر عذاب کا نزول کیسے ہوسکتا ہے۔ سرکار نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ پیشی ہے حساب نہیں۔ ایسے ہی سرکار نے ایک بار فرمایا کہ کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا مگر خداوند قدوس کی رحمت سے۔ سیدہ عائشہ نے عرض کیا حضور! کیا آپ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی خداوند قدوس کی رحمت ہی سے جنت میں داخل ہوں گا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت میں چھپالیا ہے۔

حضرت عائشہ کا سرکار کی بارگاہ میں بلا جھجک مسائل کرید کرید کر پوچھنا اور مسائل کی تہہ تک پہنچ کر ہمیں باخبر کرنا بلا شبہ پوری ملتِ اسلامیہ پہ ایک احسانِ عظیم ہے جو ناقابلِ فراموش ہے ورنہ ہم بیشتر مسائل سے ناواقف اور سرکار کے ارشادات کے رموز واسرار سے ناآشنا رہ جاتے۔ حضرت عائشہ کے اندر خداوندِ قدوس نے اپنی عطائے خاص سے گوناگوں محیر العقول ایسی صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ آپ ہر میدان میں یکتائے روزگار نظر آتی تھی۔ یہ تو آپ نے سیدہ عائشہ کے علم وفن ملاحظہ فرمائے۔ آئیے کچھ اختصار کے ساتھ اُم المومنین کی شانِ سخاوت بھی دیکھیں۔

سیدہ عائشہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! بار بار دل میں یہ آرزو مچل رہی ہے کہ میں جنت میں بھی آپ کی رفاقت سے شرف یاب رہوں۔ لہٰذا آپ اپنی زبانِ اقدس سے فرمادیں تاکہ مجھے اطمینانِ قلبی حاصل ہوجائے، سرکار نے فرمایا اگر تم اس بلند مرتبہ تک پہنچنا چاہتی ہو تو میری ان دو باتوں پر عمل کرتی رہنا۔ ایک یہ کہ کل کے لیے کھانا بچا کر نہ رکھنا اور دوسری بات یہ کہ اس کپڑے کو بے کار اور ناقابلِ استعمال نہ سمجھنا جو پیوند کے قابل ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عائشہ سرکار کے ارشاداتِ مذکورہ پر تادم حیات کاربند رہیں۔ چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو اس وقت ستر ہزار درہم راہِ خدا میں صدقہ کرتے دیکھا جب کہ آپ کی مبارک قمیص میں جابجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو آپ نے فوراً پوری رقم غرباء میں تقسیم فرمادی حتی کہ افطار کے لیے بھی اس رقم سے کچھ بھی محفوظ نہیں رکھا حالانکہ اس دن آپ روزے سے تھیں۔ آپ کی کنیز نے عرض کیا اگر اس کثیر رقم سے ایک درہم بھی آپ روٹی کے لیے بچالی ہوتیں تو کیا ہی اچھا ہوا ہوتا۔ حضرت عائشہ نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ تم نے پہلے سے بتایا اور نہ مجھے یاد رہا۔ سیدہ عائشہ کا جذبۂ سخاوت تو دیکھیے کہ ایک طرف افطار کے لیے گھر میں کھانے کا سامان موجود نہیں ہے اور دوسری طرف آپ کے پاس ایک لاکھ درہم جیسی کثیر رقم ہے مگر آپ نے اپنی ذات کے لیے ایک درہم بھی نہیں رکھا بلکہ پوری رقم راہِ خدا میں تقسیم فرما کر اسلام کی تاریخ کے صفحات پر اپنی بے مثال سخاوت کا دائمی نقش چھوڑ دیا۔

حضرت عائشہ کے سینے میں ایک ایسا دل تھا جو کہ ہر دم خوفِ خدا سے لرزتا رہتا تھا۔ ہر چند کہ آپ سرورِ کائنات ﷺ کی محبوب ترین زوجہ تھیں اور انتہائی تقویٰ شعار اور زہد وورع کی شہسوار تھیں۔ یہی وہ وصف ہے جو خاصانِ خدا کے اندر بدرجۂ اتم ضوفشاں رہتا ہے۔ چنانچہ آپ نے وصال کے وقت

بطریقِ الحاح فرمایا۔کاش خداوندِ قدوس نے مجھے درخت بنادیا ہوتا اور میں کاٹ دی جاتی تا کہ مجھے کوئی یاد ہی نہیں کرتا۔ پھر کبھی فرماتیں کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔ یہ آپ کی دنیا سے سخت ترین بے زاری اور تنفر کی بین دلیل ہے۔

سرورِ کائنات ﷺ کے وصال پر ملال کے بعد سیدہ عائشہ نے چالیس سال عالم بیوگی میں گذارا مگر اس طویل عرصے میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ملتا جو آپ کی تبلیغ و اشاعت دین اور خدمتِ خلق سے خالی و عاری رہا ہو۔ یہ آپ کا معمول تھا کہ جب حج کا مہینہ آتا تو آپ حج کے لیے تشریف لے جاتیں اور ان ایام میں بھی تبلیغ و ترویج کے اہم فرائض بحسن و خوبی انجام دیتیں۔ ایک مرتبہ حج کے زمانے میں ایک ایسی عورت پر آپ کی نظر پڑی جس نے صلیب کے نقش و نگار سے مزین چادر پہن رکھی تھی۔ یہ دل سوز منظر دیکھ کر آپ پر جلال ہوگئیں اور فرمایا: للّٰہ یہ چادر اُتار پھینکو۔ تمہارا یہ فعل اسلام کے مقدس اصول سے سخت انحراف پر دال ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ تمھیں اس لباس میں دیکھتے تو انہیں بے حد ملال ہوتا۔ دراصل آپ کا یہ وصف خاص تھا کہ جب کسی کو غیر شرعی امور کا مرتکب دیکھتیں تو فوراً اسے متنبہ فرماتیں۔ بھلا کیوں نہ ہو آپ کی حیاتِ طیبہ تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر کی جیتی جاگتی تفسیر تھی اور آپ تا زندگی حضور ﷺ کی اس حدیث پر عمل پیرا رہیں۔

من رای احد منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ و ان لم یستطع فبلسانہٖ وان لم یستطع فبقلبہ ھٰذا اضعف الایمان۔ یعنی اگر تم سے کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اتنی استطاعت و طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اور اگر اتنی بھی قوت نہ ہو تو کم از کم دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

جہاں تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تعلق ہے احادیث و سیر کی کتابوں میں حضرت عائشہ سے متعلق بہت سارے واقعات ملتے ہیں کہ آپ نے کبھی بھی اخفائے حق نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ آپ لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتی رہیں اور برائیوں سے روکتی رہیں۔

حضرت عائشہ کی بارگاہ میں ایک لڑکی گھنگرو پہن کر آئی تو آپ نے بے ساختہ فرمایا، میرے پاس گھنگھرو پہن کر نہ آیا کرو۔ تمھیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد نہیں معلوم کہ سرکار نے فرمایا کہ جس گھر یا قافلہ میں گھنٹہ بجتا ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں ایک بہت ہی پرانی رسم نسلاً بعد نسل چلی آرہی تھی کہ جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کے سر کے نیچے استرا باندھ دیا جاتا تھا کیوں کہ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ استرا باندھ دینے کے بعد بچہ پر بھوت پریت کا برا اثر نہیں پڑتا۔ مدینہ میں عورتیں عام طور پر اپنے نوزائیدہ بچوں کو حضرت عائشہ کی بارگاہ میں بغرضِ تحنیک لاتی تھیں۔ چنانچہ ایک عورت اپنے بچہ کو آپ کی خدمت میں لائی تو اس کے سر کے نیچے بھی اُسترا بندھا ہوا تھا۔ تو فوراً فرمایا کہ تم نے یہ کیوں باندھ رکھا ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ اس کی وجہ سے بچہ بھوت پریت سے مامون محفوظ رہتا ہے۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا اسے اُتار پھینکو کیا۔ تمھیں نہیں معلوم کہ سرکار نے شگون سے منع فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے فضائل و مناقب اس قدر کثیر و قیع ہیں کہ اس کا بالکلیہ احاطہ کرنا ایک امرِ ناممکن ہے۔ اختصاراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی مقدس زندگی پوری دنیائے اسلام کے لیے ایک لازوال درسِ عظیم ہے اور آپ نے پریکٹیکل طور پر یہ ثابت کردکھایا کہ عورت پردہ میں رہ کر بھی علم و فن اور فضل و کمال کی متحمل ہوسکتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ تبلیغ و اشاعت اور خدمتِ خلق کی اہم ذمے داریاں نبھا سکتی ہے۔

■■■

ص ۳۴ رکا بقیہ ....

ارادت مند کا تقاضائے ارادت کہہ کر گزر جایا جائے، حقیقت کا یہ برملا اعتراف انصاف و دیانت کے تمام تر تقاضوں کے ساتھ پکار رہا ہے کہ پروپیگنڈوں کا سحر اور الزامات کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔''

■■■

امام احمد رضا اور تصور تعلیم

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی عالم وفقیہ، محدث ومفسر اور ادیب وشاعر تھے، علوم عقلیہ ونقلیہ پر کامل دسترس رکھتے تھے، جدید وقدیم علوم وفنون میں یگانۂ روزگار تھے اور ایک ماہر تعلیم بھی۔

آپ کی ولادت ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو شہر بریلی (یوپی) میں ایک معزز گھرانے میں ہوئی، والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اپنے عہد کے عظیم مفتی اور صف اول کے مصنف ومصلح تھے۔ فقاہت میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے، اپنے والد مولانا رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) کی طرح انگریزوں سے سخت نفرت رکھتے تھے، امام احمد رضا نے جملہ علوم وفنون کی تحصیل اپنے والد ماجد اور گھریلو اتالیق سے کی، بعض علما سے استفادہ فرمایا جن میں مولانا سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی (م ۱۹۰۶ء) اور مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۸۸۵ء) سرفہرست ہیں، بعض ابتدائی درس مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (م ۱۹۱۷ء) سے لیے بعد میں وہ خود امام احمد رضا سے استفادہ کرنے لگے۔

امام احمد رضا علوم وفنون کے بحر بیکراں تھے، اپنے ۵۴ر علوم کا تذکرہ خود فرمایا، اکیس علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے، وہ علوم جو اساتذہ سے نہیں پڑھے لیکن نقاد علمائے کرام سے اجازت حاصل فرمائی دس شمار ہوتے ہیں، وہ علوم جنہیں کتب بینی اور فکر ونظر کے استعمال سے حل فرمایا ان کی تعداد چودہ ہے، اسی طرح نو علوم اور شمار کرائے ہیں جن کی تعلیم بھی کسی استاذ سے نہیں لی، عصر جدید میں علم وفن کا شہرہ ہے لیکن خود نمائی وجاہ طلبی کا عنصر غالب آگیا ہے، فخر وغرور کا یہ عالم کہ ایک علم میں درک رکھنے والا دوسروں کو حقیر گمان کرتا ہے، گویا علم کا حصول بھی ''برتری'' کے جذبہ کے تحت کیا جارہا ہے، امام احمد رضا ۵۴ر علوم کے جاننے والے ہی نہیں بلکہ ان علوم کے ہر جزیے اور پہلو پر تعمق رکھتے تھے، اسے اللہ عزوجل کی عنایت سمجھتے تھے اور تشکر بجالاتے، ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ ان (علوم) میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر ہوں، میں تو اپنی انتہائی کوشش یہ سمجھتا ہوں کہ ان علموں سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے، اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ مزید برکت فرمائے، میں سمجھتا ہوں کہ ہر فن کے معمولی طالب علم کو مجھ پر غلبہ ہے لیکن مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے جسے چاہتا ہے گراتا ہے۔'' [۱]

دارالعلوم منظر اسلام کا قیام اور درس وتدریس

امام احمد رضا نے درسیات سے فراغت کے بعد ہی منصب افتا کو زینت بخشی، کچھ عرصہ طلبہ کو پڑھایا پھر تصنیف وتالیف اور کثرت کار کے سبب تدریس کا سلسلہ منقطع ہوگیا البتہ مخصوص شاگردوں کی تربیت کا سلسلہ جاری رہا، اس لحاظ سے آپ کے تلامذہ ہندو پاک، بنگلہ دیش، حجاز مقدس اور عرب وافریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں، ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں شہر بریلی میں آپ نے ''دارالعلوم منظر اسلام'' قائم فرمایا، فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں (م ۱۹۴۳ء) اس کے مہتمم اول مقرر ہوئے، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے تحریر کے ساتھ ساتھ کچھ عرصہ تدریس کو بھی ذریعۂ تعلیم وتبلیغ بنایا، وہ دارالعلوم منظر اسلام کے بانی تھے انہوں نے یہ دارالعلوم

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے ایک فعال رکن ہیں۔

اس وقت قائم کیا جب دشمن اسلام حاکموں نے سنی مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، ایک مثالی دینی مدرسے کے بانی کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اخلاص ہو، وہ فکر صحیح کا مالک ہو، تعلیم کے بارے میں اس کے نظریات واضح اور مفید ہوں، جب ہم امام احمد رضا کی حیات وتعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں ہم کو ان کے ہاں یہ ساری خوبیاں نظر آتی ہیں اور دل گواہی دیتا ہے کہ کسی بھی مثالی دینی ادارے کا بانی ہوتو ایسا ہو۔'' ۲؎

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے مطابق امام احمد رضا نے درسیات سے فراغت کے بعد گھر پر ہی چند سال طلبہ کو پڑھایا پھر کچھ عرصہ دار العلوم منظر اسلام میں بھی پڑھایا اور بعد میں گونا گوں علمی مصروفیات کی وجہ سے گھر پر صرف مخصوص طلبہ کو مخصوص علوم وفنون کا درس دیتے رہے۔

تصور نصاب

عظیم اللہ جندران، ایم اے اردو جامعہ پنجاب (لاہور) ایم، ایڈ اسلامیہ یونیورسٹی (بہاولپور) نے تعلیمی ادارے کے نصاب کی تشکیل کے حوالے سے امام احمد رضا کے تصور نصاب کے ضمن میں جو نتائج اخذ کیے ہیں اور خصوصیات بیان کی ہیں اس کے نکات کچھ اس طرح ہیں:

(۱) نصاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ نظریۂ حیات کے مطابق تیار کیا گیا ہو اس میں کوئی بھی ایسی چیز شامل نہ ہو جو نظریۂ حیات سے متصادم ہو۔

(۲) نصاب جامع ہو اور طلبہ کی نفسیاتی ضرورتوں کو پورا کرے۔

(۳) بے سود وقت کو ضائع کرنے والی تعلیم کسی کام کی نہیں، نصاب معاشرتی ضرورتوں کا آئینہ دار ہو۔

(۴) نصاب میں تربیتی عنصر بھی شامل ہو۔

(۵) نصاب عصری تقاضوں کے مطابق ہو لیکن دین متین کی بنیادوں پر استوار ہو۔

(۶) آپ کے مطابق مروجہ سائنسی نظریات کو اسلامی نظریات کی روشنی میں پرکھ کر ہی نصاب کا حصہ بنانا چاہیے۔

(۷) نصاب اطاعت وحب رسول ﷺ سے سرشار ہو۔

(۸) نصاب عملاً قابل قبول ہو، کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مفید تعلیم دی جائے۔

(۹) نصاب کی تیاری کے دوران مقصدیت بھی پیش نظر ہو اور وہ دین فہمی ہو۔

(۱۰) ہر وہ علم وفن جو دین سے برگشتہ وغافل کرے اس سے دین وایمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اسے شامل نصاب نہیں ہونا چاہیے۔

ریسرچ اسکالر عظیم اللہ جندران لکھتے ہیں کہ:

''امام احمد رضا خاں کا تصور نصاب جو ایک طرف تو آپ کی علمی قابلیت وصلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے تو دوسری طرف قومی تعلیمی پالیسی کے گراں قدر رہنما اصولوں سے بھی مزین ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ وسعت علمی کے تحت آپ کے تجویز کردہ نصابی ماڈلز کو بھی ٹیچرز ٹریننگ اسکولز، کالجز، یونی ورسٹیز کے کورسز میں شامل کیا جائے تاکہ اس عظیم اسلامی مفکر تعلیم کے علمی ورثہ سے استفادہ کرسکیں۔'' ۳؎

ابتدائی تعلیم کا نصاب تربیت

سلیم اللہ جندران ریسرچ اسکالر پنجاب یونیورسٹی (لاہور) فتاویٰ رضویہ جلد دہم کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا خاں ابتدائی تعلیم کا نصاب نہایت تصریح وو ضاحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں (۱) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر پورا کلمہ لاالہ الا اللہ سکھائے۔ (۲) جب تمیز آئے آداب سکھائے، کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔ (۳) قرآن مجید پڑھائے۔ (۴) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ (۵) عقائد اسلام وسنت سکھائے۔ (۶) حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے۔ (۷) حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیا وعلما کی محبت وعظمت کی تعلیم دے۔

(۸) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔ (۹) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز، روزہ کے مسائل سکھائے۔ (۱۰) توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدر ولسان وغیرہ خوبیوں کے فضائل بتائے۔ (۱۱) حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ برائیوں کے رذائل پڑھائے۔ (۱۲) زمانۂ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت پر نشاط باقی رہے۔ (۱۳) زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔''۴

چوں کہ نصاب تعلیم میں معلم (استاذ) کا کردار کلیدی ہوتا ہے اور ابتدائی درس کے اثرات مستقبل کے لئے معاون ہوتے ہیں اس لئے ابتدائی تعلیم میں تعمیر شخصیت کے پہلو کو کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا، طالب علم اور تربیت اولاد کے ضمن میں سلیم اللہ جندران تحریر فرماتے ہیں:

''مدرسہ میں استاذ کی شخصیت، گھر میں ماں باپ کی طرح بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ دار ہوتی ہے، امام احمد رضا خاں ۵ر تا ۶ر سال کی عمر کے بچوں کے اسکول مدرسہ/ ایجوکیشن کے آغاز پر والدین پر یہ ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ والد'' بچے کو نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ استاد کے سپرد کرے اور بیٹی کو نیک، پارسا عورت سے پڑھوائے'' اگر چہ آج کل کے حالات میں بچوں کے لئے نیک، متقی، صحیح العقیدہ اور عمر رسیدہ (کہنہ مشق/ تجربہ کار) استاد کا مل جانا نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے اور عام حالات میں نہایت کٹھن کام ہے، بچوں کی تعلیم کے ضمن میں والدین اگر اس قدر دلچسپی لیں تو ان کے بچوں کے یقینا بہتر شخصیت کی تعمیر ممکن ہے۔''۵

استاذ کا مقام اور ادب واحترام

جس طرح جسم انسانی میں قلب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اسی طرح پورے نظام تعلیم میں استاذ کی حیثیت ہوتی ہے، نصاب کتنا ہی عمدہ ہو لیکن اس کی تدریس بہتر نہ ہو تو نتائج منفی ظاہر ہوتے ہیں، استاذ کے بغیر تربیت کے مقاصد حاصل نہیں ہوتے، متعلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ استاذ کی عزت اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھے، اس کی عظمت کو مانے کہ بغیر اس کے تعلیم کا فیض حاصل نہیں ہوتا، امام احمد رضا نے استاذ کے وقار، ادب، احترام اور مقام کی وضاحت فرمائی ہے جسے نکات کی صورت میں تحریر کیا جاتا ہے:

''(۱) استاذ کا شاگرد پر ایک ساحق ہے برابر اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور اس کی بات کو رد نہ کرے۔ (۲) اپنے استاذ کے حقوق واجب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے۔ یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کرلینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ (۳) استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے۔ (۴) جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگر چہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے۔ (۵) اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کریگا تو اس نے اسلام کے رشتوں سے ایک رسی کھول دی۔ (۶) استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔ (۷) عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے ہرگز نہ مانے کہ **لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ** (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں) مگر اس نہ ماننے میں گستاخی وبے ادبی سے پیش نہ آئے **فان المنکر لایزال بمنکر** (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا)''۶

ضابطہ اخلاق اور تصور سزا

فی زمانہ مخرب اخلاق تعلیم و تعلّم کا دور دورہ ہے، ایسے میں اخلاق کے جوہر کا پایا جانا مشکل ہے، اسلام نے اخلاق کو تربیت میں بنیادی حیثیت دی ہے اور اسے علم کا لازمی حصہ بنادیا ہے، استاذ دورانِ درس متعلم کی اصلاح کے لئے اور اس کے تعلیمی ذوق کو بڑھانے کے لئے سزا دینے کا مجاز ہے لیکن اس کے لئے بھی ضابطہ اخلاق اور اصول مدِنظر رہے، سلیم اللہ جندران رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۱۰ھ) فتاویٰ رضویہ جلد دہم، باب دہم، علم التعلیم اور عالم و متعلم میں استاد کے لئے یہ ضابطۂ اخلاق دیتے ہیں ''(استاذ) پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے موقع پر چشم نمائی، تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ زیادہ فساد کا اندیشہ ہے، مارے تو منہ پر نہ مارے اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے'' امام احمد رضا خاں تدریس میں نرمی اور حکمت کے ذریعے ضبط قائم کرنے پر زور دیتے ہیں۔'' ۷

۱۹ر شوال المکرم ۱۳۱۵ھ کو مولانا خلیل احمد خاں پیشاوری نے فارسی میں ایک سوال بھیجا جس میں امام احمد رضا سے پوچھا کہ استاد اپنے شاگرد کو بدنی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب (بزبان فارسی) کے اردو ترجمے کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

''ضرورت پیش آنے پر بقدر حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لیے بلا تفریق اجرت و درم اجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے۔'' ۸

علوم عقلیہ و سائنس کی تحصیل:

اسلام کے نزدیک ان تمام علوم کا حاصل کرنا اور درس لینا جائز ہے جو حدود شرع میں ہوں اور مُضر نہ ہوں، ماہرین تعلیم نے تعلیمی نظریات کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) اشترا کی (۲) جمہوری (۳) اسلامی۔ اشترا کی نظام تعلیم مادیت پہ بحث کرتا ہے، اس میں مذہب کے لئے کوئی جگہ نہیں، جمہوری نظام تعلیم مملکت میں بسنے والے تمام مذاہب میں مساوات اور تہذیبی اشتراک کو مدنظر رکھ کر تشکیل پاتا ہے عموماً اس میں مذہبی تعلیم کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

لہٰذا ان دونوں نظام ہائے تعلیم میں مذہبی روح کا پاس و لحاظ نہیں، اسلامی نظام تعلیم میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کر لیا جاتا ہے، حتیٰ کہ گود سے گور تک تعلیم و تربیت کا اہتمام اسلام نے کر رکھا ہے، حیات کا کوئی گوشہ تشنہ اور محروم نہیں، اسلام! جہالت، جور و ستم، منافرت و عداوت جیسے غیر انسانی رویوں کا خاتمہ کر کے ایک ذمہ دار شہری تیار کرتا ہے۔

علم کے ساتھ اصول و قانون اور ضابطہ کا ہونا لازمی و ضروری ہے، علم کے دو رُخ ہیں، منفی و مثبت، قانون و ضابطہ راحت و طمانیت کو راہ دیتا ہے اس کی صورت مثبت پہلو کے قیام سے یقینی ہے مثلاً سائنس کو دیکھیں اسے انسانی زندگی کی بقا و آسائش کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور جوہری توانائی کو اسیر بنا کر آبادیوں میں منتشر کر کے حیات انسانی کے خاتمہ کے لئے بھی، اسلام ہر علم کے لئے قانون فراہم کرتا ہے اور سلامتی کے پیغام کو فائق رکھتا ہے، امام احمد رضا تمام علوم کو دین حق کے زاویے سے دیکھتے تھے، آپ کے نزدیک انہیں علوم کی تعلیم دی جائے جو دین و دنیا میں کام آئیں، غیر مفید اور غیر ضروری علوم کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

سائنس و فلسفہ جو اشترا کی و جمہوری نظام ہائے تعلیم کے زیر اثر پروان چڑھتے ہیں، عموماً اس میں مذہب کی رو رعایت نہیں ہوتی، ایسے ایسے نظریات پڑھائے جاتے ہیں جو مذہبی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتے اور فکری انتشار کو راہ دیتے ہیں، امام احمد رضا ایسے علم کو مُضر قرار دیتے ہیں اور اسے ''علم'' تسلیم نہیں کرتے، لکھتے ہیں:

''ہیہات ہیہات (افسوس افسوس) اسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ، اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان وتکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات و امور مخالف شرع تعلیم کئے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام وملوم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں۔''۹

برطانوی انگریز نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون (م ۱۹۹۸ء) نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا کی عالمی اہمیت'' میں یہ تاثر دیا ہے کہ:

''آپ کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریے، شریعت کے کسی جز یا اسلامی قانون سے گلوخلاصی کے لئے اس کی کوئی دلیل مانی جاسکتی ہے، اگرچہ وہ خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تھا آپ اسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے۔''۱۰

امام احمد رضا قرآن عظیم سے فیض پاتے احادیث نبوی سے اکتساب کرتے اور انہیں کی روشنی میں علوم کو جانچتے اور پرکھتے ،جس کو ان کے مطابق پاتے تسلیم کرتے اور جسے مخالف پاتے اس کی شدت سے مخالفت کرتے اس میں کسی طرح کی لچک کے قائل نہ تھے، آپ سائنس کو قرآن مقدس کی روشنی میں پرکھنے کے قائل تھے، اس لئے آپ سائنس کی تعلیم کی مشروط اجازت دیتے ہیں کہ ''سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیا سے زیادہ خالق اشیا کی معرفت ضروری ہے۔''۱۱

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''مطلقاً علوم عقلیہ کی تعلیم وتعلّم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح وتلویح جیسے کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ وسفاہت بعیدہ ہے۔''۱۲

امام احمد رضا ضروریات دین کا علم حاصل کر لینے کے بعد دیگر علوم کو حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان علوم کے حصول کو مباح قرار دیتے ہیں جن سے واجب شرعی میں خلل نہ آئے۔آپ لکھتے ہیں:

''ہاں جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغت پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرع نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔''۱۳

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

''اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی و ہندسہ وحساب وجبر ومقابلہ وجغرافیہ وامثال ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں کسی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔''۱۴

انگریزی زبان سیکھنا

امام احمد رضا کے مطابق کسی بھی زبان کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن مقصد دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ ہو اور عقائد محفوظ وسلامت رہیں، ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے ، انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے۔''۱۵

استعماری قوتوں نے مسلمانوں کے علم وفن سے رشتے کو کمزور کرنے کے لئے ایسے نصاب تشکیل دے لیے جن سے اسلامی سوچ وفکر میں واضح تبدیلی آئی۔عقائد میں انتشار برپا ہوا، آنربیل ایم نفنسٹن اور آنربیل ایف وارڈن نے ۱۸۲۳ء/ ۱۲۳۸ھ کو جو ایک متفقہ یادداشت (انگریز) گورنمنٹ کو پیش کی تھی اس سے بھی مغربی نظام تعلیم کے اجرا کے استعماری مقاصد عیاں ہوتے ہیں، اس یادداشت کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس نے نہ صرف ان کی علمی ترقی کی ہمت افزائی کے لئے تمام ذرائع کو ہٹایا ہے بلکہ حالت یہ ہے کہ قوم کے اصلی علوم بھی کم ہوجانے کا اندیشہ ہے

اس لزام کو دور کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہیے۔"۱۶؎

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے تعلیمی تصورات (جن کی بنیاد مضبوط و مستحکم اسلامی عقائد و تعلیمات پر ہے) کو مقصدیت سے جوڑ کر تعمیر شخصیت کا واضح اصول مقرر فرما دیا وہ یہ کہ علوم جدیدہ ہوں یا دیگر علوم و فنون وہ اسلامی فکر و خیال کو پروان چڑھاتے ہوں اور حق شناسی کا جوہر عطا کرتے ہوں ان کا حصول بلا شبہ کیا جانا چاہیے، آج ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کے پیش کردہ تجاویز و تعلیمی افکار کو فروغ دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے تعلیمی انحطاط و زوال کی تیرگی دور ہو اور سویرا نمودار ہو۔

مصادر و مراجع

(۱) احمد رضا خاں، امام، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مشمولہ رسائل رضویہ، مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی، ص ۱۶۳

(۲) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، دارالعلوم منظر اسلام، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۱ء، ص ۶۔۷

(۳) عظیم اللہ جندران، امام احمد رضا کا تصور نصاب، مشمولہ یادگار رضا ۲۰۰۴، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۱۰۶ تا ۱۲۸

(۴) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، نومبر ۲۰۰۵ء، ص ۴۱

(۵) معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء کراچی، مقالہ تعمیر شخصیت اور تربیت اولاد کا اسلامی نفسیاتی ماڈل، ص ۸۲۔۸۳

(۶) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پوربندر گجرات، ص ۶۳۷ تا ۶۳۹

(۷) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، نومبر ۲۰۰۰ء، ص ۴۳۔۴۴

(۸) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پوربندر گجرات، ص ۶۵۲

(۹) ایضاً، ص ۶۲۸۔۶۲۹

(۱۰) محمد ہارون، ڈاکٹر، امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں، ص ۸۔۹

(۱۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، دارالعلوم منظر اسلام، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۱ء، ص ۱۰

(۱۲) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد ۲۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا پوربندر گجرات، ص ۶۳۴

(۱۳) ایضاً، ص ۶۴۸

(۱۴) ایضاً، ص ۷۰۶

(۱۵) احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد ۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی، ص ۲۴

(۱۶) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، فروری ۲۰۰۱ء، ص ۴۰۔۴۱

■■■

ص ۴۱ کا بقیہ ....

کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ کیا ایڈس (Aids) خدائی عذاب نہیں ہے، آج ایڈس (Aids) نے دنیا میں بلکہ ہندوستان میں یہ مرض بہت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ محکمہ صحت کے وزیر کا ابھی حال ہی میں یہ بیان اخبار بینوں نے پڑھا ہوگا کہ اس مہلک بیماری نے ہلچل مچا رکھی ہے، نہایت تیزی کے ساتھ ہزاروں مریضوں کی جان لینا۔ کیا اس خدا بیزار اور مادر پدر آزاد تہذیب کے منہ پر یہ قدرت کا طمانچہ نہیں ہے؟... خواہشاتِ نفسانی وقارِ بشری کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر دیتی ہے، خواہشات کی اتباع کرنا شانِ بندگی کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے، سماج میں خواہشات و شہوات کی زیادتی سماج کیلئے رسوائی و ذلت کا سبب بنتی ہے جیسے دہلی میں دامنی نام کی لڑکی (ریپ کیس) کا شرمناک واقعہ ہوا اور پھر مسلسل حادثات ہوتے چلے آرہے ہیں۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ عورت کی آزادی کے نام پر بلا روک ٹوک دیر رات تک بوائے فرینڈ کے ساتھ گھومنا پھرنا، اس سے جنسی اختلاط پروان چڑھے گا تو انجام کار اِفعالِ شنیعہ (برے کام) کا ارتکاب ضرور ہوگا — اسی لئے محمد عربی ﷺ نے واضح قانون کا نفاذ فرماتے ہوئے خدائی حکم قرآن کا اعلان فرمایا: "زنا کے قریب نہ جاؤ یہ بڑی بری راہ ہے اور برا چلن ہے"۔ [سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 17]

زنا انتہائی برا فعل ہے صرف اس سے اجتناب اور پرہیز ضروری نہیں بلکہ اس کے داعی اور تقریب و تمہید بقیہ ص ۴۰ پر

از: مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی*

رضا شناسی اور علامہ کامل

حضرت علّامہ محمد میاں کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق صوبۂ بہار کے ایک مردم خیز خطے سہسرام سے تھا۔ سہسرام کے جس علمی ماحول میں آپ نے آنکھیں کھولیں اس میں علم و ادب، فکر و نظر اور شعر و سخن کے آبشار پھوٹ رہے تھے۔ یہ سرزمین شروع سے علم و ادب اور فکر و فن کے تاجوروں کا مسکن رہی۔ ہر دور میں علمائے کرام، فضلائے اسلام، شعرائے انام اور اولیائے عظام نے اس کی کلاہِ افتخار میں چار چاند لگائے۔ عقائد و نظریات کے اعتبار سے بھی یہ سرزمین اہل سنّت و جماعت جسے آج مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کیا جاتا ہے، کا عظیم مرکز تسلیم کی گئی۔ ابھی ماضیٔ قریب میں تو بھاگلپور و مضافات میں دیوبندی وہابی کے مقابلے میں سہرامی بولا جاتا تھا۔ یعنی دار العلوم خیریہ نظامیہ کی تبلیغی و دعوتی خدمات کے زیر اثر صحیح العقیدہ سنّی مسلمان کے لیے سہسرامی بولا جاتا۔ یوں کہا جائے کہ سہسرامی بریلوی کا ہم معنی تھا، خطیب مشرق حضرت علّامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ بھی علّامۂ اجل سہسرامی کے وصال پر لکھے اپنے مضمون میں اس کا اعتراف فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”مدرسہ خیریہ کو صوبۂ بہار میں وہی حیثیت حاصل تھی جو اس وقت مظہر اسلام اور منظرِ اسلام کو حاصل ہے۔ یعنی مدرسہ خیریہ نہ صرف یہ کہ سنّی ادارہ سمجھا جاتا بلکہ دوسروں کو سنّیت کی سند اور سرٹیفکیٹ دیتا تھا۔“

مدینۃ الاولیاء سہسرام کے ایک شہرہ آفاق عالمِ دین جن کی علمی سطوت کا خطبہ ایک زمانہ پڑھ رہا تھا جو حافظِ قرآن ہی نہیں بلکہ حافظِ حدیث بھی تھے۔ طوطی ہند، حافظ حدیث حضرت علّامہ الحاج الحافظ الحلیم الشاہ محمد قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ نے تو اعلیٰ حضرت کی محبت کو سنّیت کی علامت اور ان سے دشمنی کو وہابیت کی پہچان قرار دے دیا ہے۔ اس تعلق سے سوانح اعلیٰ حضرت کے مصنّف حضرت علامہ مفتی بدر الدین رضوی رحمۃ اللہ کے قلم سے نکلی ہوئی تاریخی حقیقت آپ بھی دیدۂ عبرت سے ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت مولانا قادر بخش صاحب سہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست مقرر تھے۔ ایک مرتبہ رجہت (صوبۂ بہار) کے سنّی مسلمانوں نے حضرت مولانا سہسرامی کو اپنے یہاں تقریر کے لیے بلایا۔ تقریر کے بعد کھانا کھانے کے لیے جب حضرت مولانا بیٹھے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت سنّی، وہابی کی کیا پہچان ہے؟ ایسی بات بتائیے کہ جس کے ذریعے ہم لوگ بھی سنّی اور وہابی کو پہچان سکیں، کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ مولانا سہسرامی نے فرمایا کہ ایسا آسان، عمدہ اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتاتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ لوگ جب کسی کے بارے میں معلوم کرنا چاہیں کہ سنّی ہے یا وہابی تو اس کے سامنے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجیے اور اس کے چہرے کو بغور دیکھیے اگر چہرے پر بشاشت اور خوشی کے آثار دکھائی پڑیں تو سمجھ لیجیے کہ سنّی ہے اور اگر چہرے پر پژمردگی اور کدورت دیکھیے تو سمجھ جائیے کہ وہابی ہے اور اگر وہابی نہیں جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔“ [سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۳: ۱۱۴]

سہسرام کی مشہور خانقاہ، خانقاہِ کبیریہ کے صاحبِ سجادہ کو جب مدرسہ کبیریہ کی مسندِ صدارت کے لیے ایک باصلاحیت ذی وقار سنّی عالمِ دین کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے مجددِ دین وملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی

*مضمون نگار الکوثر کے مدیر اعلیٰ اور ایک معتبر ناقد و ادیب ہیں

بارگاہ میں درخواست پیش فرمائی۔ چنانچہ آپ کی خواہش کی تکمیل میں سیّدی اعلیٰ حضرت نے اپنے عزیز شاگرد اور چہیتے مرید وخلیفہ کا انتخاب فرمایا۔ اس طرح ملک العلماء حضرت علّامہ سیّد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کبیریہ میں صدر مدرس کے منصب کو اپنی علمی شوکت سے چار چاند لگا دیے۔ ''فتاویٰ رضویہ'' میں بھی سہسرام کے علما کے ذریعے کیے گئے سوالات کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ سرزمین اعلیٰ حضرت کے علمی فیضان سے بالواسطہ فیضیاب ہوتی رہی۔

علّامہ کامل سہسرامی اسی مردم خیز خطے کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت علّامہ الحاج الشاہ محمد فرخند علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں علمِ ظاہر و باطن کا ایک خوبصورت سنگم تھے۔ آپ قطبِ وقت رئیس الاولیاء حضرت علّامہ الشاہ محمد عبد الکافی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذِ جلیل اور قابلِ فخر شاگرد تھے۔ آپ صوفی مشرب، سنّی صحیح العقیدہ، متصلّب فی الدین اور راسخ العلم اسلامی قائد ورہنما تھے آپ نے اپنے استاذ ذی وقار اور مرشد راہِ طریقت کے حکم پر علمِ تصوّف پر ''ارشادِ کافی'' کے نام سے ایک وقیع رسالہ بھی تصنیف فرمایا جس کے آخر میں برادرانِ طریقت کے لیے اپنے مرشدِ گرامی کا جو ہدایت نامہ نقل فرمایا وہ آپ کے تصلّب فی الدین اور بے لچک سنّیت کی واضح اور روشن دلیل ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں ''طالبِ صادق کو چاہیے کہ عقائد اہل سنّت و جماعت پر قائم رہے اور عقائدِ فرقۂ باطلہ مثل شیعہ و ہابی ونیچری وقادیانی وغیرہ سے احتراز رکھے۔''

حضرت علّامہ فرخند علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں مسلکی تشدد کا عنصر غالب تھا۔ حجاز پر سلطان ابن سعود کے قابض ہونے کے بعد آپ زیارت حرمین شریفین کے سفر پر تشریف لے گئے لیکن حکومت کی جانب سے دی جانے والی دعوت میں آپ نے شرکت فرمانے سے صرف اس لیے انکار کر دیا کہ آپ ان کے عقائد ونظریات کو خلافِ اسلام سمجھتے تھے اور انہیں کافر مرتد قرار دیتے تھے۔

حضرت علّامہ فرخند علی رحمۃ اللہ علیہ کے تصلّب فی الدین اور تکفیر وہابیہ کی شہادت اس زبان وقلم سے بھی ہوئی ہے جو آپ کے مرشدِ برحق کو صلح کلّی ثابت کرنے کے درپے ہے۔ جب کہ ''الصوارم الہندیہ'' میں، ''حسام الحرمین'' پر حضرت علّامہ عبد الکافی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید وتصدیق موجود ہے۔

علّامہ کامل سہسرامی کی تعلیم وتربیت جن اساتذۂ ذی وقار کی علمی بارگاہ میں ہوئی ان میں سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ مجددِ وقت اعلیٰ حضرت سیّدی امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شجرِ علمی سے اکتسابِ فیض کرنے والے تھے۔ یا پھر ان کے عقیدت مند ونیاز مند بالخصوص مفسرِ قرآن حضرت علّامہ ابراہیم رضا جیلانی میاں، سلطان الواعظین حضرت علّامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، جلالۃ العلم حافظِ ملّت حضرت علّامہ شاہ عبد الحفیظ مبارک پوری، شمس العلماء حضرت علّامہ مفتی محمد شمس الدین جونپوری، محدث سہسرامی حضرت علّامہ شاہ محمد ضیاء الحسن سہسرامی، نظام الملۃ والدین حضرت علّامہ مفتی محمد نظام الدین الٰہ آبادی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ظاہر ہے کہ ان حضرات کی بارگاہِ علمی سے خوشہ چینی کرتے ہوئے حضرت علّامہ کامل سہسرامی کے ذہن وفکر پر اعلیٰ حضرت سیّدی امام احمد رضا کی وجاہتِ علمی، جلالتِ فکری، تصلّب فی الدین، غیرتِ ایمانی اور دین پر تن من دھن سے جذبۂ جاں نثاری پیش کرنے کے جو نقوش ہیں ان کے گہرے اثرات قائم ہوگئے، چنانچہ حضرت علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ نے تاحیات اپنی زبان اور قلم سے مسلک اعلیٰ حضرت کی نقابت وترجمانی فرمائی، آپ کے والد ماجد کا قائم کردہ ادارہ ''دار العلوم خیریہ نظامیہ'' بھی انہی افکار ونظریات کی ترجمانی میں اپنا علمی سفر جاری رکھے ہوئے ہے، جن افکار ونظریات کے ترجمان حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت علّامہ شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت علّامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور حضرت علّامہ شاہ امام احمد رضا قادری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رہے۔

علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت انہی

اداروں میں ہوئی جو فکری اور نظریاتی اعتبار سے سیّدی اعلیٰ حضرت سے اتفاق رکھتے ہیں یا یوں کہا جائے کہ جو مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نقیب و ترجمان ہیں، چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی تحریر و تقریر میں سیّدی اعلیٰ حضرت سے والہانہ لگاؤ اور جذباتی تعلق کا اظہار ہوتا ہے، اپنے انہی اوصاف کی بنا پر وہ اکابر اور معاصرین میں ایک الگ شناخت و پہچان رکھتے تھے، اس تعلق سے علّامہ یٰسین اختر مصباحی رقمطراز ہیں، ''سنّیت کا خاصا درد رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے والہانہ وابستگی تھی۔ انہی اوصاف کی بنا پر اکابر اور معاصرین میں ان کی نمایاں شناخت تھی۔''

مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی ہی علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا نصب العین بن چکا تھا، وہ ایک شعلہ بار خطیب و مقرر تھے تو وہیں فکر و قلم کے تاجدار بھی اور انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کا استعمال انہی افکار و نظریات کی ترجمانی و نقابت میں فرمائی، جن کا سلسلہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے ہوتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے، انہوں نے سب کچھ قربان کیا لیکن مسلک کی آبرو اور اس کا وقار بحال رکھا، انہوں نے اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دی، اس تعلق سے خطیبِ مشرق حضرت علّامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر لائقِ ملاحظہ ہے:

''کامل نے خطابت کو بحیثیت فن نہیں استعمال کیا بطور عشق استعمال کیا۔ خطابت کے پس منظر میں مذہب اہلِ سنّت و مسلکِ اعلیٰ حضرت کی نمائندگی و ترجمانی کا انہیں بھرپور احساس تھا اور ان کی یہی ادا عوامی شہرت اور مقبولیت کا سبب بنتی رہی۔ کامل نے جیتے جی کبھی اپنے مسلک کا سودا نہیں کیا۔ انہوں نے سب کچھ گنوایا مگر مسلکِ اعلیٰ حضرت کی آبرو اور اس کا وقار بحال رکھا اور اس کے دامن پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ ان کی اسی ادا نے مجھے ان سے قریب سے قریب تر کر دیا۔''

حضرت علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد علمی و فکری صلاحیتوں کا استعمال بطور فن نہیں بطور عشق استعمال فرمایا۔ عمر کے آخری حصّے میں دل کے مریض ہو گئے تھے۔ معالجوں نے پرہیز کی سخت ہدایت کی بالخصوص خطابت سے مکمل کنارہ کش ہونے کی ہدایت کی لیکن ان کی تمام ہدایتوں کے جواب میں ان کا ایک ہی جملہ ہوتا تھا، ''خطابت میری روحانی غذا ہے اور میں اس سے کنارہ کش ہونا تو بہت دور کی بات ہے اس کا تصور و خیال بھی میرے لیے سوہانِ روح سے کم نہیں۔'' چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی نقابت و ترجمانی کرتے ہوئے مغربی بنگال کی راجدھانی کولکاتہ میں ''جمالِ طیبہ کانفرنس'' کے عظیم الشان اجلاس سے سنّی مسلمانوں سے خطاب فرما رہے تھے کہ دورۂ قلب کا عارضہ ہوا، جھٹکا زبردست تھا جس نے آپ کو مہلت نہ دی اور موت کو گلے لگا لیا۔

جان ہی دے دی جگرؔ نے آج پائے ناز پہ
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اعلیٰ حضرت کے لیے بے پناہ جذبۂ احترام و عقیدت تھا۔ ان سے حد درجہ والہانہ لگاؤ اور تعلقِ خاطر تھا۔ ایک مقام پر اعلیٰ حضرت کی بارگاہِ علمی میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ایک جلیل المرتبت عالم، ایک مایۂ ناز محدث، ایک شہرہ آفاق فقیہ، ایک فقید المثال ریاضی داں، علمِ ہیئت و توقیت کی آخری سند، زہد و اتقا کی ایک تصویر، عشقِ رسول علیہ التحیۃ والثناء اور حبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیکر اور آخری صدی کے مجدد تھے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد دین و ملّت حضرت علّامہ شاہ احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ۔

عالم ایسے کہ آپ کے آستانۂ علم و فضل پر عرب و عجم کی جبینِ عقیدت خم، محدث ایسے کہ وقت کے ممتاز علماء سندِ حدیث کے آرزومند، فقیہ ایسے کہ فقہی سوالوں کے اکثر جوابات ایک مکمل کتاب اور علم تحقیق کی ایک زندہ یادگار، ریاضی داں ایسے کہ وقت کے مسلّم ریاضی داں خوشہ چین اور

شاگرد اور ماہر ہیئت وتوقیت ایسے کہ اس وقت ملک میں اس فن پر جو شخصیتیں سند مانی جاتی ہیں وہ سب کی سب بالواسطہ اسی مرکزِ فیض کی رہینِ منت''۔

علّامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ علمی کا یوں خطبہ پڑھتے ہیں:

''عالم اپنی قوم کا ذہن، اس کی فکر، اس کی زبان اور ترجمان ہوتا ہے۔ پھر وہ عالم جس کی فکر ونظر کا محور قرآن و حدیثِ نبوی ہو وہ ترجمانِ علم وحکمت، نقیبِ حق وصداقت، مخدومِ قوم وملّت اور محسنِ انسانیت ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی عالمِ دین تھے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا بلکہ حقیقت کا اعتراف ہوگا۔ وہ بلاشبہ اس صدی کے مجدّد، فقید المثال عالم، متبحر حکیم، عبقری درویش، صاحب نظر مفسرِ قرآن، عظیم محدث، سحر طراز خطیب، بے باک مجاہد، بے نظیر حق گو، حیرت انگیز زودنویس صاحبِ قلم، قافیہ، ردیف کی حدوں میں ترجمۂ قرآنِ پاک کرنے والے نعت گو شاعر تھے اور ان تمام درجاتِ رفیع سے بھی بلند تر یہ کہ وہ عاشقِ رسول ﷺ اور جاں نثارِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ اولثناء تھے۔ جس فن کو چھوا اسے تحقیق کی نعمتوں سے مالا مال کردیا، جس موضوع پر قلم اٹھایا دلائل وشواہد کے انبار لگادیئے، فتویٰ نویسی کے لیے قلم اٹھا تو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وراثت کا حق ادا فرمادیا۔ تجدید و احیائے دین اور تحفظ ناموسِ رسالت کے میدان میں اترے تو سیّدنا عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا حق ادا کردیا۔''

احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا دینی فریضہ انجام دینے والوں کو زمانے نے کبھی معاف نہیں کیا۔ سیّدی اعلیٰ حضرت کے مخالفین کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ جماعتِ مجددین کی پوری تاریخ میں کسی کے مخالفین اتنے نہ ملیں گے جتنے اس صدی کے مخالفین نظر آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تحریک احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کو مخالفتوں کے طوفان سے گزرنا پڑا۔ حضرت کامل سہسرامی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''باطل افکار و نظریات کے ہجوم میں ایمان کی پختگی، عقیدے کی اصلاح اور اعلائے کلمۃ الحق کا اہم ترین فریضہ انجام دینے والوں کو زمانے نے کبھی معاف نہیں کیا۔ فریضۂ حق کی ادائیگی میں قدم قدم پر مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور داعیانِ حق عداوتوں کا سمندر پار کرکے ہی منزلِ صداقت پر پہنچتے ہیں۔ حق کے داعی، اسلام کے مبلغین اور دین کے مجدّدین کی پوری تاریخ اس المیے سے بھری پڑی ہے۔

ہوش وخرد، عدل وانصاف اور علم وتحقیق کے تمام تقاضے سامنے رکھ کر اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات دن کے اجالوں کی طرح روشن ہوجائے گی کہ موجودہ صدی میں دین وملّت کے مجدّد امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم و فضل، تفقہ فی الدین، مذہبی بصیرت، حق گوئی، بے باکی اور تجدیدی کارناموں کی وجہ سے اس بلند مقام پر ہیں جہاں پوری صدی میں آپ کا کوئی شریک وسہیم نظر نہیں آتا۔ لیکن وقت کا بدترین المیہ یہ ہے کہ جماعتِ مجددین کی پوری تاریخ میں کسی کے مخالفین اتنے نہیں ملتے جتنے اس صدی کے مجدد کے مخالفین نظر آتے ہیں۔ کم وبیش تین چوتھائی صدی سے پورے نظم وتسلسل کے ساتھ مخالفتوں کی تحریک چلائی جارہی ہے۔ جتنے منہ اتنے الزامات، جتنے قلم اتنے بہتان لگتے ہیں۔ امام احمد رضا کی مخالفت ہی دینداروں کا مقصدِ تبلیغ بن کر رہ گیا ہے۔ پھر اس میں بڑے چھوٹے، معروف وغیر معروف کی کوئی قید نہیں۔ جماعت مخالفین کی قدآور شخصیتوں سے لے کر جماعت کے بالشتیوں تک اس معاملے میں سب یکساں نظر آتے ہیں۔''

علم وفکر کی دنیا میں لاریب سیّد اعلیٰ حضرت کی علمی وفکری برتری کا سکّہ، سکّۂ رائج الوقت بن چکا ہے۔ فقہ وفتاوے کی دنیا

میں آپ اعتماد و اعتبار کا دستخط بن چکے ہیں، اس تعلق سے علاّمہ کامل سہسرامی رقم طراز ہیں:

''آج دیوبندی مکتبۂ فکر کی جانب سے عالمی کیلنڈر اور دائمی تقویم کی اشاعت کر کے مسجد مسجد آویزاں کیا جارہا ہے۔ ان کیلنڈروں کی پیشانی جہاں اپنے مرتبین کے نام سے بخط جلی داغدار ہے وہی اکثر و بیشتر تقویم کی عبارت کچھ اس طرح ہے۔'' یہ تقویم ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کی ''مؤذن الاوقات'' کے عین مطابق ہے اور یہ مولانا ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے ہی تلمیذ رشید ہیں۔ جہاں اغیار کی بھری بزم میں شاگرد کو بطور سند پیش کیا جارہا ہے وہاں استاذ کے جلالِ علم سے دلوں کا کیا حال ہوگا؟۔''

سیّدی اعلیٰ حضرت کے تفقہ فی الدین پر تبصرہ کرتے ہوئے علاّمہ کامل سہسرامی کا قلم یوں گلہائے عقیدت نچھاور کرتا ہے:

''فقہ حضرت کا پسندیدہ اور محبوب ترین فن تھا اور اس فن کے متعلق پورے یقین کے ساتھ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اس موجودہ صدی میں اعلیٰ حضرت کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ جس فتوے کا جواب تحریر فرمایا تحقیق کے دریا بہادئیے اور اکثر جواب تو مستقل کتاب بن گئے۔ ''فتاویٰ رضویہ'' جیسی مستند، جامع اور تحقیقی کتاب کی ایک جلد پورے دیوبند کے تفقہ پر بھاری ہے۔

''فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد کے مقابلے میں اگر پورے دیوبندی مکتبۂ فکر سے فقہ و فتاوے کی ایسی ایک بھی تحقیقی کتاب پیش کردی جائے تو میں اپنے تمام دعوؤں سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں۔ پھر ہزار ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی جس کتاب کی بارہ جلدیں ہوں اس کی نظیر تو صبحِ قیامت تک نہیں پیش کی جاسکتی۔''

سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ترجمۂ قرآن تحریر فرمایا اس کے علوئے مرتبت کی شہادت تو اغیار بھی دیتے ہیں۔ علاّمہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ترجمۂ قرآن کی انفرادیت اور اس کے درجۂ کمال پر اظہارِ خیال فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''قرآنِ حکیم کا جو ترجمہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے، حق یہ ہے کہ اس پائے کا سلیس، بامحاورہ اور ذمہ دار ترجمہ آج تک اردو زبان کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ رائج الوقت اردو کے ایک ایک ترجمے کو دیکھ لیا جائے زبان و محاورے کی بھرپور رعایت کے ساتھ سوزِ محبت اور گدازِ عشق میں ڈوبا ہوا اس درجہ محتاط ترجمہ کہیں نظر نہ آئے گا۔''

علاّمہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فضل و کمال اور ان کے تبحرِ علمی کے اقرار و اعتراف کو ایک عقیدت مند کی عقیدت مندی اور نیازمند کی نیازمندی کے پس منظر میں دیکھنے کے مخالف تھے۔ وہ اسے سیّد اعلیٰ حضرت کی وجاہتِ علمی اور سیادتِ فکری کا تاریخی اقرار نامہ قرار دیتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال کا یہ اعتراف میری عقیدت مندیوں کے پس منظر میں نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ثابتہ ہے جو تاریخ ہند کے انمٹ نقش و نگار ہیں۔ مؤرخ جب بیسویں صدی کے اصحابِ علم و فضل کی تاریخ مرتب کرے گا تو اعلیٰ حضرت کے فضل و کمالات کا اقرار و اعتراف یقیناً اس تاریخ کی پیشانی کا جھومر بنے گا۔''

حضرت علاّمہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۹۰ھ میں زیارتِ حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تھے تو اسی سال شاہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتیٔ اعظم ہند حضرت علاّمہ مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تیسری مرتبہ زیارتِ حرمین طیبین کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں علاّمہ کامل سہسرامی نے اعلیٰ حضرت کے تعلق سے عقیدت و نیازمندی کے جو گہرے نقوش دیکھے انہیں بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے خلفا اور مجاز حضرات کی خاصی تعداد آج بھی حجازِ مقدّس کی سرزمین پر موجود اور تعلیم و ارشاد، درس و تدریس کی خدمات میں مصروف ہے۔ ان مقتدر ہستیوں

میں بھی منفرد و ممتاز شخصیت ہے، تاج العارفین، امام العاشقین حضرت علّامہ الحاج الشاہ محمد ضیاء الدین مدنی قبلہ دامت برکاتھم القدسیہ کی۔ مدینہ طیبہ کی مقدس زیارت گاہوں کی طرح حضرت ممدوح کی ذات بھی ایک قابلِ زیارت ہستی ہے جہاں صبح سے لے کر آدھی رات تک زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے اور عظمت و احترام کا یہ عالم ہے کہ ساکنانِ مدینہ اور باشندگانِ دیارِ نبی اس عجمی النسل بزرگ کی دست بوسی کو اپنی عقیدت مندیوں کا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں۔ قارئین اندازہ فرما سکتے ہیں کہ جب شاگرد اور خلیفہ کا یہ عالم ہے تو پھر استاذ و مرشد کا کیا عالم ہوگا؟۔

''خاندانِ غوثیت کے چشم و چراغ، حضور سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد شیخ عبد المعبود جن کی عمر شریف اس وقت ایک سو پینسٹھ سال ہے۔ پیرانہ سالی، نقاہت اور کمزوری کے باوجود بلاناغہ ہر سال روضۂ سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ ۱۳۹۰ھ میں حضرت کا اکہتر واں حج تھا۔ کمزوری اور ناتوانائی کا یہ عالم ہے کہ۔

دو قدم بھی نہیں چلنے کی طاقت مجھ میں
عشق کھینچے لیے آیا ہے میں کیا آیا ہوں

اور اس ضعیف و کمزور لیکن مقدس شخصیت کے ساتھ عام عقیدت مندی اور شیفتگی کا عالم یہ ہے کہ زائرین کو نمبر میں کھڑے ہو کر حاضری کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات کئی کئی مرتبہ کی ناکامی کے بعد شرفِ ملاقات حاصل ہوتا ہے۔ ان دشواریوں کے باوجود حرمین شریفین کے علماء، مشائخ، اکابر اور سرمایہ دار زیارت کے لیے قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں اور قدم بوسی کے بعد دست بستہ درخواستِ دعا کر رہے ہیں۔ لیکن اسی محترم ہستی کے سامنے جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آگیا تو پھر دیکھنے والوں نے اسی وقت آنکھوں میں نمی کی صاف جھلک دیکھ لی۔ جیسے محبت کا کوئی چراغ جل گیا ہو، جیسے یادوں کا کوئی کارواں گزر گیا ہو، جیسے ذکرِ عہدِ رفتہ نے کوئی غم جگا دیا ہو، جیسے عقیدتوں کی موجِ تسنیم چھلک جانے کو مچل پڑی ہو۔''

حضرت شیخ عبد المعبود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عمر میں بڑے تھے، لیکن اس بڑائی کے باوصف وہ ان کی زیارت و ملاقات کے لئے تین مرتبہ تشریف لائے، ظاہر ہے کہ ان کی نیاز مندیوں و عقیدت مندیوں کی وجہ اعلیٰ حضرت کی وجاہت علمی اور سیادت فکری تھی، اس تعلق سے علامہ کامل سہسرامی رقم طراز ہیں:

''حضور مفتیٔ اعظم ہند ادام اللہ فیوضاتھم بھی ۱۳۹۰ھ میں زیارتِ حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ شیخ عبد المعبود اپنی بے پناہ عظمتوں کے باوجود حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی ملاقات کے لیے تین مرتبہ محض اس خیال سے تشریف لائے کہ یہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے صاحبزادے اور ان کے جانشین ہیں۔ وہ مولانا احمد رضا خاں جن سے اسّی (۸۰) سال قبل شیخ نے بریلی شریف میں ملاقات کی تھی اور ایک زمانہ دراز گزر جانے کے بعد بھی یادوں کا چراغ طاقِ دل میں اسی پاکیزگی کے ساتھ روشن و جلوہ گر تھا۔ قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد المعبود بغدادی کا حسنِ اخلاص جب اعلیٰ حضرت کے شاہزادے کے ساتھ اس انداز کا ہے تو خود اعلیٰ حضرت کے ساتھ ان کی عقیدتوں کا کیا حال ہوگا۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند کی شاہزادگی کا بانکپن وہیں دیکھنے کے لائق تھا جہاں غیر منقسم ہندوستانی زائرین کے دوش بدوش عرب کے عقیدت مندوں کی بھی اچھی خاصی بھیڑ نظر آتی ہے۔''

مخالفین نے اعلیٰ حضرت کے خلاف جس انداز میں محاذ آرائی کی اور مخالفتوں کا جو طوفان برپا کیا ہے، بہتان تراشیوں کے ذریعے حق کی آواز کو دبانا چاہا، نظم و ضبط کے ساتھ پروپیگنڈہ مہم چلائی، اس کے مقابلے میں امام کی ذات و شخصیت کے

اعتبار سے تحقیقی ، تنقیدی اور تعارفی لٹریچرس کے جو دفاعی کوشش کی گئی اس پر علّامہ کامل سہسرامی اظہارِ خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مخالفتوں کے ہجوم، چیخ و پکار کے ہنگاموں، بہتان تراشیوں کے شوروشغب میں کبھی کسی طرف سے مدہم آواز ابھری کہ امام احمد رضا علم وفضل کا پیکر تھے، ان کی شخصیت انقلاب آفریں تھی۔ وہ عہد ساز تھے، وہ انتہائی محتاط صاحبِ افتاء تھے۔لیکن شوروغل اور ہنگاموں کے ہجوم میں سنجیدہ حقائق پر کب توجہ دی گئی تھی کہ اس معاملے میں توجہ دی جاتی۔نتیجہ یہ ہوا کہ امام کی ذات پروپیگنڈوں کے انبار میں اس طرح دب گئی جس طرح گوہرِ شب تاب راہ کی دھول میں، جیسے نیرّتاباں بادلوں کی تہہ میں۔''

سیّدی اعلیٰ حضرت کے خلاف مخالفین نے جو طوفانِ بدتمیزی مچایا وہ تاریخ ہزیمت و شکست کی ناقابلِ شکست روایت ہے۔لیکن حامیانِ اعلیٰ حضرت اور خراجہ تاشانِ رضویت نے مخالفتوں کے جواب منصوبہ بند انداز میں کام نہیں کیا اس پر اپنے دردوکرب کا اظہار فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اغیار ومخالفین نے ان کے خلاف نظم وتسلسل کے ساتھ منصوبہ بند انداز میں پروپیگنڈے کی مہم چلائی، بہتان باندھے، الزام عائد کیے، گمراہ کن مضامین لکھے اور وہ سب کچھ کیا بلکہ اس سے بہت زیادہ جو ایک بدترین مخالف تیسری سطح پر پہنچ کر اپنے مخالف کے ساتھ کرتا ہے۔لیکن مخالفین ومعاندین کی اس مذموم ترین حرکت اور ظلم پر ہمیں نہ تعجب ہے، نہ حیرت، نہ گلہ نہ شکوہ ہے۔اس لیے کہ حق و صداقت کے مقابلے میں جب گمرہی وضلالت ناکام ہوتی ہے تو اس کی ناکامی خود ایسے اوچھے ہتھیار کے استعمال پر مجبور کرتی ہے اور شکست خوردہ گمرہی دیانت وشرافت کو روندتی ہوئی اپنے تحفظات کی خاطر وہاں پہنچ جاتی ہے جہاں اخلاق وشرافت کی پرچھائیں بھی نہیں پہنچ پاتی۔ جن باطل افکار، گندے خیالات، گمراہ کن نظریات کو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علم واستدلال سے ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ان افکار ونظریات کے حامی، داعی اور مبلغ اپنے نظریات کی تائیدوحمایت میں پروپیگنڈوں کی مہم نہ چلاتے تو اور کیا کرتے؟ معاندین نے جو کچھ کیا یا جو کچھ کررہے ہیں وہ شکست خوردگی کی تاریخ فطرت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حیرت وتعجب تو نیازمندوں اور عقیدت کیشوں کے جمود پر ہے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم جیسے نیازمندوں کی پوری جماعت ایک طرف غلط پروپیگنڈوں کا دندان شکن جواب دیتی اور دوسری طرف امام احمد رضا کے علمی تفوق، فقہی بصیرت، ان کے تدبر وسیاست، تجدیدی کارنامے، علوم و فنون پر بے مثال مہارت وغیرہ کا بھرپور اور مسلسل تعارف کراتے تو صورتِ حال یقیناً وہ نہیں ہوتی جس سے آج پوری جماعت دوچار ہے۔''

علّامہ کامل سہسرامی سیّدی اعلیٰ حضرت کے حددرجہ عقیدت مند و نیازمند تھے۔ان کی لافانی تحریر وتقریر میں سیّدی اعلیٰ حضرت سے حددرجہ شیفتگی وتعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ایک مقام پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت کا قلم حقائق ومعارف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔جس فن کی طرف رخ کیا اسے سیراب کردیا، جس موضوع پر چل پڑا اسے مالامال فرمادیا، شامی، عالمگیری، فتح القدیر، بحرالرائق، جوہرہ نیرہ، طحاوی، ہدایہ، کنزالدقائق، نورالانوار، نخبۃ الفکر، عینی، قسطلانی، زرقانی، تفسیر ابن کبیر، تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل اور اسی طرح درسِ نظامی اور اس سے متعلق بےشمار کتابوں پر امام اہل سنّت کے بنائے ہوئے نقش ونگار آج بھی ایوانِ علم وفضل کی زینتوں کو دوبالا کررہے ہیں، ان کے علاوہ ایک ہزار سے زائد کتب ورسائل مطبوع ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں، آج بھی جس کا جی چاہے آستانۂ رضویہ پر حاضر ہوکر تبرکاتِ رضا کی زیارت اور ان علمی نوادر سے استفادہ کرسکتا ہے۔''

علامہ کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے معاصرین میں علم و فکر کا نیر تاباں اور دانش و آگہی کا ماہِ درخشاں مانتے تھے، علامہ کامل سہسرامی کی نظر میں سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خداداد علمی وفکری صلاحیتوں کی بنیاد پر فلکِ علم وفن کے بدرِ کامل تھے، جس کی چاندنی میں علم وفکر کا ہر گوشہ منور و تاباں نظر آتا ہے ''الحسنات'' ڈائجسٹ کے ''شخصیات نمبر''، پر اعلیٰ حضرت کی ذات وشخصیت پر شامل مضمون پر فٹ نوٹ کے تحت وہ رقم طراز ہیں:

''زیر نظر مضمون ''مولوی احمد رضا خاں'' الحسنات ڈائجسٹ کے ''شخصیات نمبر'' سے ماخوذ ہے، رام پور سے شائع ہونے والا یہ ڈائجسٹ جماعتِ اسلامی کا نمائندہ اور ترجمان ہے اور اپنے ہر شمارے میں جماعتی نمائندگی کا حق ادا کرنا بنیادی پالیسی تصور کرتا ہے، اس پس منظر میں زیر نظر مضمون تعجب خیز بھی ہے اور حیرت انگیز بھی! یہ مضمون اگر کسی عقیدت کیش قلم کار کا رہینِ منت ہوتا تو چنداں قابلِ التفات نہ تھا، حیرت اس پر ہے کہ یہ اعترافِ حقیقت وہ قلم کار کر رہا ہے جو عقیدہ ومسلک کے اعتبار سے امام احمد رضا سے کسی طرح بھی قریب نہیں، بلکہ اختلاف کا اتنا بُعد ہے کہ اِس سرے سے اُس سرے کا دیکھنا آج کی فضا میں مشکل ہو گیا ہے پھر پروپیگنڈوں کی گرد، بہتان تراشیوں کی دھول، الزامات کے خس وخاشاک نے فضا کو اس درجہ غبار آلود اور ماحول کو ایسا غلیظ بنا دیا ہے کہ قریب کے چہروں کی اصل حقیقت نظر نہیں آتی، دور کا نظارۂ جمال کیا نظر آئے گا۔

تین چوتھائی صدی سے ہونے والی مخالفتوں کی منظم اور مسلسل تحریک نے ''الحسنات'' اور اس کے متعلقین کے ذہن وفکر کو بھی یقیناً بوجھل بنایا ہوگا اور ان کے افکار وخیالات بھی غلط پروپیگنڈوں سے ضرور متاثر ہوئے ہوں گے، ان حالات میں حقیقتوں کا برملا اعتراف اس بات کا غماز ہے کہ گوہر شب تاب پر پڑی ہوئی گرد کی دبیز تہہ ہلکی ہو رہی ہے، نیر تاباں پر ٹھہرا ہوا بادلوں کا قافلہ رخت سفر باندھ رہا ہے، حقائق اپنے اعتراف پر ضمیر کو بیدار کر رہے ہیں اور سچائی کا بے داغ چہرہ الزامات کی نقاب سے باہر آ رہا ہے۔

ان لوگوں سے نہیں جو اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند ہیں بلکہ ان حضرات سے میری گزارش ہے کہ جو غلط پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اور الزام تراشیوں کا فریب کھا کر وہاں پہنچ چکے ہیں جہاں امام کے طرف داروں کی آواز نہیں پہنچ پاتی وہ تعصب، تنگ نظری اور اتہامی ذہن سے بلند ہو کر انصاف و دیانت، عقل وخرد اور تحقیق و استدلال کے تمام لوازم کے ساتھ اس مضمون کا مطالعہ فرمائیں پھر اگر ممکن ہو تو امام احمد رضا کے معاصرین کی زندگی، ان کے علمی اور عملی کارناموں کا بے لاگ جائزہ لیں، اس تقابلی مطالعے کے بعد یقین ہے کہ انصاف و دیانت امام احمد رضا کی شخصیت کو منوا کر رہے گی اور غیر جانب دارانہ دل وزبان اس اقرار واعتراف پر مجبور ہوگا کہ اس صدی میں علم وفضل اور دین وشریعت کی امامت کا تاج صرف اور صرف اس مظلوم کے سر کے لیے جس کا نام احمد رضا ہے۔

مضمون کے خط کشیدہ جملے غور سے پڑھیے۔ علمائے حرمین شریفین کا مسائل میں رہنمائی طلب کرنا، تعظیم وتوقیر کی سوغات پیش کرنا، مجدد امّت کے لقب سے یاد کرنا، ایسا نہیں ہے جسے سرسری طور پر دیکھ کر نظر انداز کر دیا جائے، پھر امام کا محض یادداشت کے سہارے اہم علمی موضوع پر دادِ تحقیق دینا، دو دن میں کسی کتاب کی شرح لکھ دینا اور علم غیب جیسے مسئلہ پر محققانہ بحث فرمانا کسی ہما شما قسم کے مولوی کے بس کی بات نہیں، ساتھ ہی سیکڑوں اختلافات کے باوجود کسی صاحب علم کا یہ اعتراف کہ مولانا احمد رضا خاں پچاس علوم وفنون میں صاحبِ تصنیف ہیں، ان کے بے شمار تلامذہ میں بعض متبحر عالم ہیں، ترجمۂ قرآن میں بے حد محتاط ہیں وغیرہ وغیرہ یہ اعتراف ایسا نہیں کہ جسے بقیہ ص ۲۰ پر

فضائل

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

رسولِ پاک کی نسلِ پاک

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

شعوب وقبائل سے بھری اس دنیا میں سب سے اعلیٰ، سب سے اولیٰ، سب سے افضل، سب سے بالا نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان و خانوادہ ہے۔ قیامت تک کوئی بھی گھرانا اس کنبے کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ قرآن و حدیث میں ان کی بلندرتبی کی بہت آیتیں اور روایتیں موجود ہیں۔ اب جس کی عظمت وفضیلت، بڑائی و رفعت کا خطبہ قرآن مجید پڑھے، حدیث نفیس بیان کرے، اس کا جواب کہاں سے کوئی لاسکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ میں زمین کے مشرق ومغرب، نرم زمین اور پہاڑیوں میں پھرا، تو میں نے عرب سے افضل کوئی خاندان نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم فرمایا تو میں عرب میں پھرا۔ مجھے مضر سے افضل کوئی قبیلہ نہیں ملا۔ پھر مجھے حکم دیا تو میں مضر میں پھرا، تو میں کنانہ سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم فرمایا۔ میں کنانہ میں پھرا، تو میں نے قریش سے بہتر کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے حکم دیا۔ میں قریش میں پھرا تو میں نے بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے ان میں سے کسی کے منتخب کرنے کا حکم دیا تو میں نے آپ سے افضل کسی کو نہ پایا۔

[برکاتِ آلِ رسول، ص ۲۹]

کتنی عقیدت اندوز اور حقیقت افروز ترجمانی کی ہے، امام احمد رضا فرماتے ہیں:

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پائے کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا، تجھے یک نے یک بنایا

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ بیت کرام کی عظمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔** اے اہلِ بیت! یعنی اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے، اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔

اس آیت کریمہ میں اہلِ بیت سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسّرین وفقہا کا بہت بڑا گروہ مثلاً امام بغوی، خازن، حضرت ابوسعید خدری، رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت سے مراد اہلِ عبا ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

[ایضاً، ص ۳۲]

استاذ زمن حضرت حسن بریلوی فرماتے ہیں۔

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

اہلِ بیت کرام کے درجات و مراتب کا کیا کہنا ان کی سرفرازی کا عالم تو یہ ہے کہ ان کی محبت ہم پر واجب ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے: **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔**۔۔تم فرمادو کہ میں اس پر یعنی تبلیغ رسالت اور ارشاد و ہدایت پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔

* مقالہ نگار پٹنہ جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف ومعتبر اہل قلم ہیں۔

مگر قرابت کی محبت۔ یعنی میں تم سے قرابت کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔ قرابت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے رشتے دار مراد ہیں؟ تو علامہ جلال الدین سیوطی اور دیگر بہت سے مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے وہ کون سے رشتے دار ہیں، جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم۔

اسی اہمیت و انفرادیت کے پیش نظر حضرت شیخ سعدی اہلِ قرابت کے واسطے سے ایمان پر خاتمہ کی دعا مانگتے ہیں اور بڑے ناز سے کہتے ہیں۔

خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ برقول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من ودست ودامانِ آلِ رسول

[بوستان]

اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن اس حال میں کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے، ارشاد فرمایا کہ: **یاایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی۔** یعنی اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہوگے، گمراہ نہیں ہوگے۔ اور وہ چیز ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری چیز میری اولاد و ذرّیت میرے اہلِ بیت۔ [مشکوٰۃ شریف، ۵۶۹]

اس حدیث میں ایک چیز یہ بھی بڑے پتے کی ہے کہ آپ نے کتاب اللہ کے ساتھ صحابہ کا ذکر نہ فرمایا، بلکہ اپنی اہلِ بیت کا ذکر فرمایا۔ چوں کہ صحابہ کی جماعت کو ختم ہونا تھا۔ ایسے میں اگر قرآن کو صحابہ کے ساتھ جمع فرماتے تو صحابہ کے بعد قرآن کا کیا ہوتا۔ دوسری چیز یہ کہ قرآن کے ساتھ اپنی اہلِ بیت کا ذکر فرما کر ضمانت دے دی کہ جس طرح قیامت تک خدا کی کتاب باقی رہے گی، ایسے ہی میری اولاد بھی باقی رہے گی۔

طبرانی شریف میں ہے، سرورِ کون و مکاں صلی الہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ مجھے اپنی جان سے، میری اولاد (حسنین کریمین وغیرہ) کو اپنی اولاد سے، میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔

حضرابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ **الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجاو من تخلف عنھا ھلک۔** [مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۳]

یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ میرے اہلِ بیت تم لوگوں کے لیے نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہیں۔ جو شخص کشتی میں سوار ہوا، اُس نے نجات پائی، اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔** یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تو ان میں سے تم جس کی اقتدا کروگے، ہدایت پاجاؤگے۔ [مشکوٰۃ شریف، ۵۵۴]

ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھ کر حضرت علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے بڑا لطیف نکتہ اخذ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بحمدللہ تعالیٰ ہم اہلِ سنّت و جماعت محبتِ اہلِ بیت کی کشتی پر سوار ہیں اور ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہدایت یافتہ ہیں۔ لہٰذا ہم لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے اور جہنم کے عذاب س محفوظ رہیں گے۔ [مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج۵، ص ۶۰]

تبھی تو اعلیٰ حضرت مچل گئے اور یقین واطمینان کے نور میں شرابور ہوکر پکار اُٹھے۔

اہلِ سنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تفسیر کشاف کے حوالے سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز میں اپنے اہلِ بیت کی

عزت وشوکت بیان کی ہے۔ اس مبارک حدیث کا پہلا حصہ ہی من مات علی حبّ آل محمد مات شهیدا۔ جو اہلِ بیت کی محبت پر فوت ہوا، اُس نے شہادت کی موت پائی۔

اور فرمایا :الا و من مات علی حبّ آلِ محمد مات مغفور اله۔ آگاہ ہوجاؤ جو شخص اہلِ بیت کی محبت میں فوت ہوا، وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔ و من مات علی حبّ آل محمد مات تائبا۔ سن جو شخص اہلِ بیت کی محبت میں فوت ہوا، وہ تائب ہو کر فوت ہوا۔ اور فرمایا: الا و من مات علی حبّ آل محمد مات مو منا مستکمل الایمان۔ خبردار ہو کر سن لو، جو شخص اہلِ بیت کی محبت پر فوت ہوا، وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا۔ اور اسی حدیث کا آخری ٹکڑا ہے: و من مات علی حبّ آلِ محمد مات علی السنة والجماعة۔ خبردار ہو کر سن لو، جو شخص اہلِ بیت کی محبت پر فوت ہوا، وہ مسلکِ اہلِ سنت وجماعت پر فوت ہوا۔

[تفسیر کبیر، ج۷، ص ۳۹۰]

اسی لیے تو اعلیٰ حضرت اہلِ بیت کی محبت میں ڈوب کر گنگناتے ہیں ؎

حبِّ اہلِ بیت دے آلِ محمد کے لیے
کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرت آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے

اور اہلِ بیت کرام کی ایک بہت بڑی شان، امتیازیت و انفرادیت یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہونے کے باوجود رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد کہلاتے ہیں، اور صحیح نسب کے ساتھ آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

امام طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی ابن ابی طالب کی پشت میں رکھی۔ [اشرف المؤبد، ص ۴۸]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر ماں کی اولاد اپنے پدری رشتے داروں کی طرف منسوب ہوتی ہے، ماسوا اولادِ فاطمہ کے، کہ میں ان کا ولی ہوں، اور ان کا عصبہ ہوں۔

[برکاتِ آلِ رسول، ص ۱۱۰]

اسعاف الراغبین میں ہے کہ یہ خصوصیت حضرت فاطمہ زہرا رضی الہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے لیے ہے۔ دوسری صاحب زادیوں کی اولاد کے لیے نہیں۔ یعنی اگر ان کی اولاد زندہ رہتی تو ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور ﷺ ان کے باپ ہیں۔ اور وہ آپ کے بیٹے ہیں۔ جس طرح کہ یہ بات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے لیے کہی جاتی ہے۔

[مصدر سابق]

چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، نور کی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا نور ہیں، اور ان کے شہزادے حضرات حسنین کریمین نور ہیں۔ تو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں ؎

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تُو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

ساداتِ کرام اتنے عظیم المرتبت اور رفیع الشان ہیں کہ حضور سیدی ومرشدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان رقم طراز ہیں: ''سید سے جب تک کفر صادر نہ ہو واجب التعظیم ہے۔

[حجۃ واہرہ، ص ۱۱]

سادات کرام چوں کہ آلِ رسول ہیں، تو جس طرح میرے نبی زندہ، اسی طرح ان کی ہر نسبت زندہ ہے۔ آلِ رسول، سید حضرات دنیا میں چاہے جہاں کہیں ہوں ہر وقت یہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک توجہ کے زیر سایہ ہیں۔ ان کے ہر دُکھ اور سکھ کی حضور کو خبر ہے۔

سید عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سید شریف نے حضرت خطاب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بیان کیا کہ کاشف البحیر ہ نے ایک سید کو مارا۔ تو اسی رات خواب میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ اس سے اعراض فرما رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کیا گناہ ہے؟ فرمایا: تُو مجھے مارتا ہے، حالانکہ میں

قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ تو آقا نے فرمایا: تیری ضرب میری ہی کلائی پر پڑی ہے۔ پھر آپ نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی، جس پر ورم تھا، جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو۔ [برکاتِ آلِ رسول، ص ۲۶۷]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول و عمل سے احترامِ سادات کا جو تصور مردہ ہو گیا تھا، اسے پھر سے نئی زندگی عطا کی ہے۔ شہزادۂ سید العلماء شاہ آلِ رسول نظمی مارہروی نے بیان فرمایا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ خاص مقام پر آپ کے آرام کرنے کے لیے چار پائی بچھادی گئی۔ اعلیٰ حضرت تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد اپنے مرشدانِ عظام کی بارگاہوں میں حاضری کے لیے چلے گئے۔ اور جب واپس لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ اس چار پائی پر حضرت سید العلماء آلِ مصطفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عمر ابھی تقریباً تین سال کی تھی، خالی چار پائی دیکھ کر سو گئے۔ مجددِ اعظم امام احمد رضا نے جب انھیں سوتا پایا تو شہزادے کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ صاحبِ سجادہ حضرت سید مہدی حسن میاں رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو دیکھا کہ شہزادہ سو رہا ہے اور وقت کے مجدد ادب و احترام کا مجسمہ بن کر چار پائی کے قریب شہزادہ کے روبرو کھڑے ہیں۔ حضرت سید مہدی حسن میاں رضی اللہ عنہ نے شہزادے کو ڈانٹ کر جگانا چاہا، کہنے لگے کہ تم سو رہے ہو اور اعلیٰ حضرت کھڑے ہیں۔ حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ حضور! شہزادے کو سونے دیا جائے۔ اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اس ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے درجات بلند فرما رہا ہے۔ خود اعلیٰ حضرت کہتے ہیں:

اللہ رے اُن کے جسم منور کا معجزہ
وابستہ جو ہوا اسے پرنور کردیا

اس زمانے کا ایک بڑا حادثہ و سانحہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں جو چھوٹی ذات کے لوگ تھے، خاص کر شاہ برادری کے اشخاص وہ دھرلے سے اپنے نام کے ساتھ سید لکھنے لگے ہیں، شاید انہیں خبر نہیں ہے کہ اپنا نسب بدلنا اپنے آپ کو حرامی کہنا تو ہے ہی اس کے علاوہ یہ کتنا بڑا جرم اور کتنی بڑی محرومی ہے، حدیث کی تمام مشہور کتابوں سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل''۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ٦٦٧]

مجددِ وقت حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی نے اپنی کتاب ''سبع سنابل'' کے پہلے سنبلہ میں تحریر فرمایا ہے:

''شہنشاہ بابر کے زمانۂ حکومت میں چند مغل پیر دستگیر حضرت مخدوم صفی قدس سرہٗ کی ملاقات کے لیے حاضر آئے۔ سیادت کی صحت میں بات چھڑ گئی۔ مغل اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ ہندوستان میں کوئی سید نہیں۔ ہر چند کہ مخدوم نے انھیں بہت سمجھایا اور معقول کیا مگر وہ نہ مانے۔ اور بہت گفت و شنید کے بعد کہنے لگے کہ ہمارے ملک میں سادات ثابت النسب، پرہیز گار و عبادت گذار ہیں۔ ان کی سیادت کی صحت کی علامت یہ ہے کہ ان کے بال کو لوگ جلتی ہوئی آگ میں رکھتے ہیں، مگر نہیں جلتے۔ مخدوم نے جواب دیا، ہندوستان میں بھی ایسے ہی سید موجود ہیں۔ مغلوں کو بہت تعجب ہوا اور دل میں کہنے لگے کہ مخدوم شیخ نے شیخی سے یہ بات کہی ہے۔ پھر کہنے لگے ان میں سے ایک کو بلائیے۔ آپ نے مؤلف (میر عبدالواحد بلگرامی) کے چچا کو جن کا نام طاہر تھا اور جن کو لوگ طاہا کہتے تھے، بلایا۔ چوں کہ جسم مبارک طاہر تھا، لہٰذا آپ کا ایک مبارک بال لے کر دیر تک آگ میں رکھا۔ ذرّہ برابر بھی اسے آگ نہ لگی اور جب آگ سے نکالا، اسی طرح ٹھنڈا تھا۔ اسے گرمی نہ پہنچی تھی۔ تمام مغل پشیمان اور بقیہ ص ۱۱ پر

احوال وطن

لہو پکارے گا آصفہ کا

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

جموں کشمیر کے کٹھوا ضلع میں ایک آٹھ سال کی کمسن بچی آصفہ کے ساتھ ہونے والے گینگ ریپ اور بے رحمانہ قتل سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی ہے کہ آر ایس ایس اس ملک کے معاشرے میں فرقہ واریت اور مسلم دشمنی کا زہر گھولنے میں کامیاب ہوگئی ہے۔جبھی تو سانجی رام نامی سخت گیر ہندو محض اپنے گاؤں سے مسلم کنبوں کو بھگانے کے لئے اپنے 15 سالہ بھتیجے کے ساتھ مل مسلم لڑکی کے اغوا، زنا اور قتل کا گھنونا منصوبہ بناتا ہے اور انسانیت کو تار تار کرتے ہوئے اپنے مقدس مذہبی مقام مندر میں وہ اس کا بیٹا اور بھتیجہ اس پھول سی بچی کے جسم کو جنگلی درندے کی طرح نوچ ڈالتے ہیں۔

اس معاملہ میں پولیس کا اتنا بدنما چہرہ سامنے آیا ہے جس سے انسانیت شرمسار اور شرافت پانی پانی ہے۔جس پولیس کے کندھوں پر مظلوموں کی دادرسی اور حفاظت کی ذمہ داری ہے اسی محکمہ کے ایس پی او (S, P, O) دیپک کھجوریا نے اپنے دو پولیس والوں اور دوست کے ساتھ مل کر اس ننھی سی گڑیا کو نشہ آور دوائی کھلا کر ہوس کا ننگا ناچ کھیلا۔آہ!! جن کے ذمہ حفاظت ہے وہی عصمتوں کے لٹیرے نکلے. وہ پھول سی بچی روتی رہی مگر ان درندوں کو رحم نہ آیا۔ وہ گڑیا تِل تِل مرتی رہی مگر یہ ہوس کے بھیڑیے اس کے بدن کو نوچتے رہے۔

آر ایس ایس کا زہر

ایس آئی ٹی کی تفتیش کے بعد جب ان ملزمین کو نامزد کیا گیا تو آر ایس ایس کے لوگوں نے احتجاجی دھرنے شروع کر دئے اور ان لوگوں کو کیس سے ڈسچارج کرنے کا مطالبہ شروع کر دیا، حیرت کی بات ہے کہ کل تک زنا کے کیسیز پر بولنے والوں کی زبانیں آصفہ کے ساتھ ہوئے اس دردناک حادثہ پر اس لئے گنگ ہوگئیں کہ آصفہ مسلمان تھی، یعنی ان کی نگاہ میں ہندو لڑکی کی عزت ہی عزت مسلم لڑکی کی عزت محض ایک کھلونا، جس سے جب چاہا کھیلا اور جب چاہا پھینک دیا، ان زانی قاتلوں کی حمایت میں جموں وکشمیر بی جے پی کے دو وزیر کھل کر آئے اور ''ہندو ایکتا منچ'' بنا کر حکومت پر دباؤ بنانا شروع کیا، بعد میں ان کے ساتھ جموں بار ایسوسی ایشن کے صدر و دیگر وکلا بھی میدان میں اتر آئے اور آصفہ کا کیس لڑنے والی خاتون وکیل دیپکا راجاوت کو دھمکایا گیا اور کیس سے ہٹنے کے لئے پریشر بنایا گیا لیکن اس خاتون نے انصاف وہمت کا ثبوت دیتے ہوئے کیس چھوڑنے سے انکار کر دیا، جس دن ان زانیوں کے خلاف چارج شیٹ پیش ہونا تھی تو ان سخت گیر ہندو وکلا نے ایس آئی ٹی کو جج تک پہنچنے سے روکنے کی کوشش کی اور کافی ہنگامہ کیا، ماحول کو فرقہ وارانہ بنانے کے لئے جے شری رام اور بھارت ماتا کی جے جیسے نعرے لگا کر اس مسئلے کو غلط رخ دینے کو ہر ممکن کوشش کی۔

جموں کشمیر میں ناانصافی کا یہ سارا تماشا چلتا رہا لیکن آر ایس ایس غلام گودی میڈیا کانوں میں تیل ڈالے سوتا رہا، تین مہینے کے بعد جب ایس آئی ٹی نے اپنی تفتیش کی بنیاد پر ان سب لوگوں کے خلاف فرد جرم عائد کی تو سچی اور بے باک صحافت کی مثال بن چکے، معروف صحافی جناب رویش کمار نے NDTV پر آصفہ پر ہوئے ظلم کے خلاف پرائم ٹائم میں آواز اٹھائی، اس آواز کا اٹھنا تھا کہ آصفہ کا خون ناحق سر چڑھ کر بولنے لگا اور اس کے بعد ABP News کی اینکر رومانہ ایثار خان نے بھی زوردار طریقے سے اس ایشو کو اٹھایا اور بی جے پی کے زرخرید میڈیا کو عوام کے سامنے ننگا کر دیا، یہ معاملہ تب مزید سرخیوں جب 13 اپریل کو کانگریس صدر راہل گاندھی نے آدھی رات کو

*مضمون نگار ماہنامہ مدیر اعلی سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

آصفہ کی حمایت میں انڈیا گیٹ پر کینڈل مارچ کیا جس میں دہلی کے ہزاروں انسانیت نواز لوگوں نے شرکت کی۔آج سپریم کورٹ نے ازخود نوٹس لیتے ہوئے جموں بار ایسوسی ایشن اور دیگر افراد کو نوٹس جاری کئے اور آصفہ کے ساتھ ہوئی اس درندگی پر سخت برہمی کا اظہار کیا، اب امید ہو چلی ہے کہ آصفہ پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑنے والے یہ خونخوار درندے جلد عبرت ناک انجام تک پہنچیں گے۔

قابل افسوس بات

اس دلدوز واقعہ میں افسوس ناک بات یہ رہی کہ مسلم ملی تنظیمیں خاموش تماشائی بنی رہیں، یا تو انہیں بروقت اس حادثہ کی خبر نہیں ہوئی، اگر ایسا ہے تو اس رویے پر آنسو ہی بہایے جاسکتے ہیں کہ ہماری ملکی سطح کی تنظیموں کا نیٹ ورک کس قدر کمزور ہے کہ انہیں ملک میں ہونے والے ایسے معاملات کی خبر نہیں ہوتی، یا پھر ایسا ہے کہ ان کی نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ اہم کام رہے ہوں گے، کسی کو دیش بچاؤ کانفرنس کرنا ہے، کسی کو دعوتی دوروں پر جانا ہے، کسی کو حکومتی اجلاس میں شرکت کرنا ہے، کسی کو تصوف کا سبق پڑھانا ہے، کی کو حلقہ ارادت وسیع کرنا ہے، غرضیکہ سبھی اہم کاموں میں مصروف ہیں، لہذا جیسے ہی فرصت ملے گی یہ ہمدردان قوم, ملت کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

نوجوانوں سے اپیل

ملت کے غیور فرزندو! ظلم کے خلاف آواز اٹھانا سیکھو، اٹھو اور آصفہ جیسی سیکڑوں لڑکیوں کو انصاف دلانے کے لئے اپنے جمہوری حقوق کا استعمال کرو، سیر سپاٹا تو روز کرتے ہو کبھی مظلوموں کی دادرسی کے لئے احتجاج بھی کیا کرو، سوشل میڈیا کا مثبت اور اچھا استعمال کیا کرو، بروقت سچی خبروں کی ترسیل سے کئی ناانصافیوں کو روکا جاسکتا ہے، اس لئے کچھ وقت لوگوں کی خدمت کے لئے بھی نکالو۔

تجھی سے امید ہے, تیرا ہی یہ کام ہے
تو قوم کا جوان ہے، تو قوم کا جوان ہے

■■■

ص ۲۶ رکا بقیہ ....

کے کاموں سے بھی بچنا ضروری ہے کیونکہ شرافت ونجابت کا یہ تقاضہ ہے کی اس فعل سے نہیں بلکہ اس کے جتنے دواعی ہیں، اس سے اجتناب و احتراز کیا جائے۔اسی لئے اسلام نے ان تمام حرکات وسکنات کو جو بے حیائی، بے شرمی، بدکاری میں معمولی رول بھی ادا کرتے ہیں حرام قرار دیئے ہیں اور معاشرے کو ان سے پاک وصاف کرکے صالح معاشرہ بنانے کی ہر ممکن کوشش فرمائی۔انسانی جان کی اہمیت مذہب اسلام میں موجود ہے، اسلام میں انسانی جان کے قتل میں قصاص کی سزا مقرر ہے مگر ناموس یا عزت (بلات کاری) انسانی کو داغ دار کرنے کی سزا صرف اور صرف سنگساری کی موت ہے، اگر کسی کے ہاتھوں کوئی ہلاک ہو جائے اور مقتول کے ورثاء اگر رضا مند ہو جائیں تو جان کے بدلے مال فدیہ یعنی (دیت جرمانہ) لے کر قاتل کی جان بخشی کر سکتے ہیں بہ خلاف اس کے (بلات کار) زانی اور زانیہ کے سلسلے میں طرفین کی مصالحت کی بنیاد پر بھی اس جرم کی تلافی کا کوئی راستہ سرے سے ہے ہی نہیں۔معلوم ہوا اسلام ناموس وعصمت کو انسانی زندگی سے زیادہ اہمیت دیتا ہے اور زنا کے مجرم کو خدائی مجرم قرار دے کر موت کی سزا مقرر کرتا ہے اور حکم دیتا ہے :(ترجمہ ''کنزالایمان'') زنا کے قریب نہ جاؤ، یہ بڑی بری راہ ہے اور برا چلن ہے۔ [سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 17]

آج بھی وہ تمام برائیاں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جو ایام جاہلیت میں جاری تھیں لیکن فرق اتنا ہے کہ پہلے یہ تاریکی کے پردے میں کی جارہی تھیں، آج علم وفن، تہذیب وآزادی کے نام پر کی جارہی ہیں۔لہذا ضرورت ہے کہ محمد عربی ﷺ کی نافذ کردہ اصلاحات کو عام کیا جائے اس پر عمل کرنے کی ترغیب دلائی جائے اور معاشرہ کو صالح اور پاکیزہ ماحول عطا کیا جائے۔بیٹی 8 سال کی ہو یا 18 سال کی بیٹی ہندو ہو یا مسلمان، بیٹی کٹھوا کی ہو، یا اناؤ کی، ساسارام کی ہو یا، ایٹھی کی بلا تکاری کی سزا پھانسی پھانسی پھانسی ہونی چاہیے عورت کی آبرو جان سے زیادہ قیمتی ہے، پی ڈی ایف ہو یا بی جے پی دونوں مجرم ہیں، ہندوستان میں قانون، انصاف، جمہوریت انسانیت سب دم توڑ چکی ہے، اللہ تعالی ہمیں صالح معاشرہ قائم کرنے کی توفیق دے۔آمین ثم آمین۔

■■■

احوال وطن

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

آواز دو انصاف کو! انصاف کہاں ہے؟

ہمارا ملک ہندوستان جنت نشان کہلاتا ہے؟ (کبھی کہلاتا تھا اب نہیں) ہمارے ملک کا قومی ترانہ ہے ''سارے جہاں سے اچھا ہے ہندوستان ہمارا، ہم بل بلیں ہیں اسکی یہ گلستان ہمارا'' جو آزادی ہندوستان 15/ آگست و یوم جمہوریہ 26/ جنوری کو گایا جاتا ہے، جس گلستان میں اس کے بسنے والے محفوظ نہ ہوں، امن وچین سے نہ ہوں، جس کی بل بلیں، کوئیلیں محفوظ نہ ہوں، کوئل، بل بل کی عزت لوٹی جارہی ہو تار تار کی جا رہی ہو اس کی عزت وآبرو پر روز روز ڈاکہ ڈالکر شرم شار کرنے والی حرکتیں کی جارہی ہوں تو پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ، سارے جہاں سے اچھا ہے ہندوستان ہمارا؟ کھٹوا کا شرم ناک اور دلدوز واقعہ آٹھ سالہ معصوم بچی آصفہ کی عزت لٹی، جان بھی گۓ بلا تکاری تلک راج، سنجے رام، وشال جنگوتر، دیپک کھجوریا وغیرہ نے شرم حیا کے اور انسانیت کے سارے پیمانے ہی توڑ دیئے اس سے بڑھ کر شرم شار کرنے والی بات یہ ہوئی کی انصاف کی پناہ میں جانے پر انصاف کی حفاظت کرنے والے ہی انصاف کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی جسارت کی یہ انتہائی دیدہ دلیری اور فکر کی بات ہے اسی طرح اناؤ کی عورت کا کیس بھی شرمناک ہے عزت بھی گئی انصاف مانگنے والے بیچارہ باپ اپنی جان سے گیا اور بلاتکاری بی جے پی کا ایم ایل اے کلدیپ سنگر باہر گھومتا رہا بھلا ہو الہ باد کورٹ کا ایکشن لیا تو بلاتکاری اریسٹ ہوا ایس آئی ٹی ٹیم کو قانونی رکاوٹیں کھڑی کر کے، اسی طرح کھٹوا میں چارج شیٹ داخل کرنے میں رکاوٹ ڈالنا انتہائی شرمناک اور فکر کی بات ہے سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا لکھوں یہ ملک کہاں جارہا ہے سبھی کے لیے سوچنے فکر کرنے اور ملک کی بھلائی کے بارے میں کچھ نہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

کسی قوم کی تہذیب وتمدن اور ترقّی کا حال معلوم کرنا ہو تو دیکھو اس کے معاشرے میں عورت کا درجہ کیا ہے؟ بہترین طور قوم کو جانچنے پرکھنے کا معیار یہی ہے۔ جس زمانے میں اللہ کے رسول محمد رسول ﷺ اللہ کا پیغام پہنچاننے کیلئے مبعوث ہوئے عورت ساری دنیا میں محکوم تھی، وہ بہت سے قانونی حقوق سے محروم تھی، لڑکیوں کو زندہ دفن کردینے کے ساتھ زناکاری پر بے حیائی کے ساتھ عمل تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمات، تزکیہ اور وہدایات کے ذریعہ جو اللہ کی جانب سے آپ نے انسانیت کو پہنچائیں، ان عیوب ونقائص کا یکسر خاتمہ کر دیا۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عورت اور مرد مساوی سطح پر ہیں نیکوکاری کے معاملے میں بھی اور اس کی جزا اور انعام کے معاملہ میں بھی قرآن حکیم میں اسی پر بار بار زور دیا گیا۔ جو شخص کوئی نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطِ کہ صاحبِ ایمان ہو اس شخص کو (دنیا) میں اس کے اچھے کاموں کے عوض میں انکا اجر دیں گے۔

[القرآن سورہ نحل آیت نمبر 97]

خدبیزار ذہنیت کا محض ظاہری فوائد کو نظر رکھ کر کسی شئے کے اچھے برے ہونے کا فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی معنویت اور پوشیدہ نتیجہ خیزی کو بھی بہر حال ضرور مدنظر رکھنا چاہیے۔ اخباری رپوٹوں کے مطابق یوروپ میں بہت سے لوگ بن بیاہ رہتے ہیں تو ان کی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے کچھ ایسی عورتوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو انہی کی طرح محض نفسانی یا شہوانی تکمیلِ حاجات کی تجارت کرتی ہوں، لہٰذا عورتیں جو عصمت فروشی کا پیشہ اختیار کیے ہوئی، ہیں سیکس ورکرس کے زمرے میں داخلِ ہیں نعوذباللہ اب اندازہ لگائیں اُس معیار فکر کا جس نے انسانی نظام حیات بقیہ ص ۲۶/ پر

*مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

از: زین شمسی*

میک اِن انڈیا؟ یا ریپ اِن انڈیا

اپنی پانچ سالہ بیٹی کو گود میں بٹھا کر میں ''آصفہ'' کے ساتھ ہوئے وحشیانہ سلوک کی خبر سن رہا تھا۔ پہلی بات جو میرے دماغ میں آئی، وہ یہ تھی کہ میری بیٹی بھی تو اسی سماج کا حصہ ہے، اسی گلستاں کا پھول ہے، جہاں آج کل نفرتوں کا گہرا سایہ بچوں تک پہنچ چکا ہے۔ بیٹی کی طرف دیکھ کر کلیجہ پھٹنے لگا۔ جس ملک میں 8 سال کی بچی کے جسم کو نوچ نوچ کر کھانے والے درندے موجود ہیں، کیا وہ ملک بیٹیاں پیدا کرنے کے قابل ہے؟

گوتم نے گمبھیر بات کہی کہ ''بیٹی بچاؤ'' کا قول اب ''زانی بچاؤ'' کے فعل میں تبدیل ہو چکا ہے، لیڈروں نے پہلے کریمنل کا ساتھ لیا اور اب ریپسٹ کا ساتھ لے کر معصوم بچی کی مردہ لاش پر سیاست کر رہے ہیں، عصمت دری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں بھی ایسی وحشیانہ حرکتیں ہوتی ہیں، لیکن واردات کے دوران اور بعد میں پولیس، وکلا اور سیاسی بھیڑ نے جو کچھ کیا، وہ شرمناک ہی نہیں بلکہ بھارت جیسے ملک کے لئے خطرناک بھی ہے۔

اناؤ میں ریپ کرنے والا بی جے پی ایم ایل اے مسکرا کر کہہ رہا ہے کہ کوئی تین بچوں کی ماں کے ساتھ ریپ کر سکتا ہے۔ متاثرہ انصاف کے لیے یوگی جی کے گھر کے سامنے خودکشی کی کوشش کرنے کی کرتی ہے اور اسے انصاف کی جگہ اس کے باپ کی لاش تھما دی جاتی ہے۔

جموں میں بھگوان بھی شرمندہ ہے کہ اس کے مندر میں گھناؤنا کھیل کھیلا گیا۔ تمام مشینری زناکار کے ساتھ اٹھ کھڑی رہی۔ حتیٰ کہ مری ہوئی بچی کو پھینکنے سے پہلے ایک پولیس والا کہتا ہے کہ ''وہ ایک بار اور مزہ لینا چاہتا ہے''۔ یہ نفرت کی انتہا ہی نہیں ہے بلکہ انسانیت کی وہ نچلی سطح ہے کہ جس پر افسوس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ''آصفہ'' کے ساتھ ہونے والا ریپ محض ہوس پرستی تو قطعی نہیں ہے۔ 8 سال کی اس معصوم بچی کے ساتھ جو کچھ ہوا، اسے حیوانیت کہنا بھی حیوان کو ذلیل کرنے جیسا ہوگا۔ یہ ایک خاص کمیونٹی کے خلاف نفرت کا منتہائے عروج ہے۔

ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ ریپسٹ کی حمایت میں بھیڑ دکھائی دے رہی ہو۔ اناؤ میں ایس آئی ٹی کو روکنے کے لیے نفرت کے ٹھیکیداروں نے بھیڑ اکھٹی کی اور جموں میں ایف آئی آر درج کرانے پہنچی پولیس کو بھیڑ سے مزاحمت کرنے میں 6 گھنٹے لگے۔ آخر ہم کس دیش میں رہتے ہیں۔ یہ دیش کہاں جا رہا ہے، پہلے خواتین اور اب بچے۔ کل تک ہم خواتین تحفظ بل کے لیے لڑ رہے تھے، لیکن کیا اب اطفال سلامتی قانون کو ریویو کرنے پر بھی بحث چھیڑیں گے؟

صدیوں سے یہی ہوتا چلا آ رہا ہے۔ دہلی گینگ ریپ کے بعد جو ماحول بنا تھا، اس سے لگا تھا کہ شاید کچھ تبدیلی آئے گی لیکن یہ امید بے معنی ثابت ہوئی۔ بچے ہمیشہ سے سافٹ ٹارگیٹ رہے ہیں، لیکن اب جب خواتین نے بھی ظلم اور استحصال کے خلاف آواز اٹھا دی ہے، وہ اپنے حق کے لیے کھڑی ہونے لگی ہیں، تو بچوں پر آ گئے۔

اب کیا ہم بچوں کو بھی ان کے بچپن میں یہ سکھانے بیٹھیں گے کہ بیٹا تمہیں کوئی یہاں چھوئے، تو یہ پیپرا سپرے جو تمہارے بیگ میں رکھا ہے، اسے اس کی آنکھوں میں جھونک دینا؟ یا پھر ہم معصوم سی بچی کو یہ سکھائیں گے کہ 'گڈ ٹچ' کیا ہوتا ہے اور 'بیڈ ٹچ' کیا ہوتا ہے؟ اوف! آخر یہ کیسی خاموشی ہے؟ جب بھی ہم اس طرح کی زیادتیوں پر بات کرتے ہیں تو بات صرف اور صرف سیکس پر آ کر مرکوز جاتی ہے، لیکن سیکس کیا کسی

بچی کے جسم کو کچل دینے کا نام ہے؟ قصور دراصل ذہنیت میں ہے۔ سیکس کرنا، کاٹنا، نوچنا، کھسوٹنا ہوس کا نتیجہ ہوسکتا ہے، لیکن ''نربھیا'' کے پیٹ میں راڈ ڈالنا، گڑیا کے عضو خاص میں شیشی اور موم بتیاں ڈال دینا، آصفہ کے مردہ جسم کے ساتھ زنا کرنا یہ کیا ہے؟ میں اسے ہوس پرستی نہیں سمجھتا۔ دوسروں کو پریشان کرنے میں ملنے والی خوشی ہی اس کی وجہ ہے۔

عصمت دری روکنے کے لیے کوئی برقع پہنانے کا مشورہ دے گا، تو کوئی سلائی دار کپڑے پہنانے کا، لیکن اس معاشرے کی اصلاح کا طریقہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ سماج بنتا ہے کردار سے، سماجی طرز عمل سکھانے سے، اس ادب کو پڑھانے سے جو متاثرین کے ذہنی تناؤ کی عکاسی کرتا ہو۔ پریم چند، بھرت ہری اور اقبال کو پڑھنے والا شاید ہی کسی غریب یا دلت سے بدسلوکی کرسکتا ہے۔ لیکن یہاں تو ادب کیا تاریخ کو توڑنے مروڑنے والی سرکار بیٹھی ہے۔ کل ملا کر اس ملک میں سب نے اپنے بنیادی اقدار کو چھوڑ دیا ہے۔ خواہ لیڈران ہوں، خواہ انتظامی افسران ہوں، پولیس ہوں یا درندہ بن چکی بھیڑ ہو یا پھر اس ملک کے شہری اور جس ملک میں اقدار پر عمل نہ ہو، اس ملک میں بیٹی پیدا کرنا کوئی عقلمندی کا کام تو نہیں ہی کہا جاسکتا۔

پھانسی دینے سے کیا اس کا علاج ہوجائے گا؟ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ پہلے رام سنگھ کے لیے پھانسی مانگی، پھر گڑیا کے درندے کے لیے پھانسی کا مطالبہ کیا، اب آصفہ کے لیے بھی یہی کر رہے ہیں، لیکن کیا انہیں پھانسی دینے سے معاشرے کو صحیح سمت مل جائے گی؟ کیا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا؟ خوفزدہ ہوں اور کیوں نہ ہوں کہ آخر میں بھی تو بیٹی کا باپ ہوں اور روزانہ ایک بیٹی کو بے آبرو ہوتے ہوئے سنتا ہوں؟ خدا نہ کرے کل میری بیٹی بھی ان نیوز چینلوں کی ہیڈ لائنس بن جائے۔ کیسے بچاؤں اپنی بیٹی کو ایسی ہیڈ لائن بننے سے؟ سوچا تو یہی تھا کہ بیٹی تو مجھے بھی چاہیے، وہ بھی ایسی کہ 'جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن میں زینت'، لیکن آج جب چمن میں بیٹی آئی تو پورا چمنستان ہی خاروں میں لپٹا نظر آرہا ہے۔ کس کے بھروسے کوئی بیٹی کو جنم دے؟ گھر سے باہر نکلی 'نربھیا' کے ساتھ جب دہلی کی سڑکوں پر درندگی کا کھیل کھیلا گیا، تو سوچا کہ اپنی بیٹی کو گھر میں ہی محفوظ رکھ کر بڑا کرلوں گا، لیکن جب گاندھی نگر میں پانچ سال کی ''گڑیا'' کے ساتھ ہوئی درندگی کے بارے میں نیوز دیکھی، تو سب سے پہلے یہی خیال آیا کہ گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے میری بیٹی۔ آصفہ کے ساتھ ہوئی درندگی دیکھی تو خوف سے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ آپ ہی بتائیں کس طرح محفوظ رکھیں اپنی بیٹی کو؟ پولیس کے پاس جائیں؟ کیا اس کے ساتھ چوبیس گھنٹے دو باڈی گارڈ رکھیں؟ یہ ایک بڑا سوال ہے، جو ہر والدین کو کچوکے لگا رہا ہے۔

چلئے آپ کی بات یہ بھی مان لی کہ اسے کسی دوست کے گھر نہیں بھیجوں گا، اس کو اسکول — کالج خود لینے جاؤں گا، لیکن صرف اس خوف سے کہ کہیں میری بیٹی بھی ''آصفہ'' نہ بن جائے، میں اس کی آزادی ختم کردوں؟ اور اس کے ساتھ سائے کی طرح رہوں؟ یا پھر اس دنیا سے ایسے درندے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارنا شروع کردوں، یہ سب کوری باتیں ہیں، جیسے حکومت بیٹیوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتی، ویسے ہی ہم ماں باپ بھی آج لاچار ہیں اپنی بیٹیوں کی حفاظت کے تعلق سے۔

مجھے لگتا ہے کہ جرم میں تیزی تبھی آتی ہے، جب مجرموں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اسے سزا نہیں ہوگی اور اگر ہوگی بھی تو ابھی نہیں ہوگی۔ عدلیہ اور پولیس کا نظام ایسا ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ سب کچھ مینج ہو جائے گا۔ آج لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ایسے مجرموں کو سرعام پھانسی دی جائے تا کہ لوگوں کو جرم کرنے کی جرآت نہ ہو۔ اسلامی قانون بھی یہی کہتا ہے کہ ایسے مجرموں کو سنگسار کر دیا جائے۔ کیا یہ قانون نافذ کرنے کی ہمت ہمارا ملک دکھائے گا۔

دھوپ اب تو آن پہنچی جھاڑیوں کے اندر بھی
اب پناہ لینے کو تیرگی کدھر جائے

■■■

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری*

واقعات معراج اور ان سے منسوب روایات

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

اعلان نبوت کے بارہویں سال ماہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب سرکار دوعالم ﷺ کو سفر معراج کا اعزاز حاصل ہوا، بحکم الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ، ایک برق رفتار سواری ''براق'' لیے حاضر ہوئے، فرشتوں کی تسبیح و درود سے حرم مکہ معظّمہ گونج اُٹھا۔ ۱

خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمہ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے۔ ۲

حضور انور ﷺ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرماتے کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے، محبوب کریم ﷺ کو بیدار کرنے کے لیے حکم الٰہی ہوا، اے جبریل! ان کے قدموں کو چھوتا کہ تیرے نورانی لبوں اور کافوری آنکھوں کی ٹھنڈک سے ہمارے محبوب خود بخود بیدار ہوجائیں، چنانچہ اس طرح محبوب کریم ﷺ خواب ناز سے بیدار ہوئے، جبریل علیہ السلام نے وصال رب ذوالجلال کا مژدۂ جانفزا ان الفاظ سے سنایا:

یا رحمة للعالمین ان اللہ یقرء السلام و یقول زرنی وانی مشتاق الیک۔ یعنی اے رحمت عالمین! اللہ تعالیٰ آپکو سلام فرمارہاہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ تشریف لائیے! ہم آپکی ملاقات کے مشتاق ہیں۔'' ۳

تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش ''لن ترانی'' کہیں تقاضے وصال کے تھے ۴

حضور اکرم ﷺ اُٹھے، جبریل علیہ السلام کے ہمراہ حطیم کعبہ تک تشریف لائے، واقعہ شق صدر ہوا، قلب اطہر کو آب زم زم سے دھویا گیا، ستر ہزار فرشتوں کے نوارنی جھرمٹ میں جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو آب کوثر سے غسل دیا، جنتی لباس پہنا کر سر اقدس پر عمامہ شریف کا تاج رکھا، ایک نورانی چادر اوڑھائی اور جنتی دولہا بنایا گیا۔ ۵

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام ۶

سواری کے لیے ایک سفید رنگ کا براق پیش کیا گیا، اس کے دو بازو تھے اور پیشانی سرخ یاقوت کی بنی تھی، اس کی تیز رفتاری کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ منتہائے نظر پر اس کا قدم جاتا تھا۔ ۷

ستر ہزار نوارنی فرشتوں نے براق کے گرد حلقہ کیا، سرکار دوعالم ﷺ براق پر اس انداز سے سوار ہوئے کہ جبریل علیہ السلام نے رکاب تھامی اور گروہ ملائکہ سمیت بیت المقدس کو بصد عزت وتکریم روانہ ہوئے۔ ۸

باغ عالم میں بادِ بہاری چلی، سرورِ انبیا کی سواری چلی ہے
یہ سواری سوئے ذات باری چلی، ابر رحمت اُٹھا آج کی رات

دوران سفر، سرزمین مدینہ عالیہ، طورسینا، ولادت گاہِ عیسیٰ علیہ السلام ملاحظہ فرماتے قبلہ اوّل بیت المقدس پہنچے جہاں پہلے سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام موجود تھے، مسجد اقصیٰ پہنچنے پر آپ ﷺ نے تمام انبیائے علیہم السلام کی امامت فرمائی اور سب نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی، تکمیل نماز کے بعد انبیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، خطابات فرمائے، ان انبیا علیہم السلام نے اپنے اپنے خطاب میں حمد خداوندی کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے معجزات وکمالات کا اظہار بھی کیا اور سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ نے حمد وثنائے رب جلیل کے بعد فرمایا: ''تمام حسن وکمال اسی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے

*مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، نارتھ کراچی، پاکستان کے پرنسپل ہیں۔

مجھے رحمۃ للعالمین اور کائنات کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، مجھ پر قرآن مجید جو حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے، نازل فرمایا ،میری اُمت کو خیر اُمم کے خطاب سے نوازا، میرے سینے کو کشادہ فرمایا، میرے ذکر کو بلند فریا، میرا بوجھ ہلکا کر دیا، مجھے تمام مخلوق سے اوّل پیدا کیا اور تمام انبیا کے بعد آخری نبی بنا کر بھیجا۔''

اس پر آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا :

''بھذا افضلکم محمد ﷺ۔اے محمد ﷺ! اسی بنا پر حق تعالیٰ نے آپ کو سب سے افضل قرار دیا۔'' ۸

فرشتے خدم، رُسل حشم، تمام اُمم، غلام کرم
وجود وعدم حدوثِ قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لیے ۹

دائیں بائیں فرشتے ہی فرشتے تھے، سرکار دو عالم ﷺ براق پر سوار ہوئے آسمانوں پر پہنچے، ہر آسمان پر مختلف انبیائے کرام سے ملاقات فرمائی اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی ،حدیث شریف میں ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا: ''جب میں بیت المعمور (فرشتوں کا قبلہ) میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کرکے میرے انتظار میں کھڑے تھے وہاں بحکم الٰہی اذان ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے حبیب خدا! جس طرح آپ نے بیت المقدس میں انبیا کی امامت فرمائی، اسی طرح یہاں بھی ملائکہ کی امامت فرمائیں۔''

چنانچہ حضور ﷺ نے تمام ملائکہ کی امامت فرمائی اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی ۔ ۱۰

بغورِ صدا، سماں یہ بندھا، یہ سدرہ اُٹھا، وہ عرش جھکا
صفوف سما نے سجدہ کیا، ہوئی جو اذاں تمہارے لیے ۱۱

جب حضورا کرم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ (جو جبریل علیہ السلام کی پرواز کی آخری حد ہے) پہنچے تو جبریل علیہ السلام رُک گئے اور عرض کیا: ''اگر ایک بال کے برابر بھی آگے اُڑوں تو اللہ کی تجلیات سے جل کر را کھ ہو جاؤں۔'' ۱۲

اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا اگر تمہاری کوئی حاجت ہو تو بتاؤ، میں رب کریم کی بارگاہ میں پیش کر دوں گا؟ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری یہ آرزو ہے کہ جب روزِ محشر آپ کی اُمت پل صراط سے گزرے تو مجھے اجازت ہو کہ میں اپنے پر و بازو وہاں بچھادوں تا کہ آپ کی اُمت بآسانی گزر سکے۔ ۱۳

چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ اس مقام سے آگے خود ہی پرواز کناں ہوئے ، براق کے بعد رفرف پر سوار ہوکر مقامات عالیہ کی طرف گئے، آگے اللہ ہی جانے کہ کیا کیا مقامات و مدارج، کیسے کیسے عبور فرمائے ،الغرض حضورا کرم ﷺ عرش الٰہی کے قریب پہنچے، آپ کے قلب اقدس پر عظمت وجلال الٰہی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے کہ آواز آنے لگی: ''ادن یا خیر البریہ ادن یا احمد ادن یا محمد۔ نزدیک آئیے اے ساری مخلوق سے افضل ! نزدیک آئیے اے احمد! نزدیک آئیے اے محمد (ﷺ)! ؎

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور مجد (ﷺ)
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے ۱۴

حضورا کرم ﷺ نے فرمایا : ''پھر میرے رب نے مجھے اپنے سے اتنا قریب فرمایا اور میں اتنا نزدیک ہو گیا جیسا کہ خود اس نے فرمایا(ترجمہ آیت) ''پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا، یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، پس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف' جو وحی کی۔'' ۱۵

ان بلندیوں کے ادراک سے ہم انسانوں کی عقل عاجز ہے،ہم تو بس یہی فریاد کرتے ہیں کہ : ؎

نبی رحمت، شفیع اُمت، رَضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے ۱۶

محقق اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور سرورعالم ﷺ نے شب معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ لے لیا ہے کہ روز قیامت جب کہ سب لوگ اپنی

اپنی قبروں سے اُٹھیں گے، ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے، یہ مضمون صحیح ہے یا نہیں کیونکہ کتاب ''معارج النبوۃ'' سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں، ''کتاب معارج النبوۃ'' کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''روز قیامت ہر مسلمان کی قبر پر براق آنے والی روایت بے اصل ہے اور کتاب ''معارج النبوۃ'' کے مصنف سنی واعظ تھے (مگر) کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔''۱۷

کچھ نعت خواں حضرات نعتوں میں ایسے اشعار پڑھتے سنائے دیتے ہیں:

یا نبی دیکھا یہ رتبہ آپ کی نعلین کا
عرش نے چوما ہے تلوا آپ کی نعلین کا
اس سے آگے جائے تو جل جائیں پر جبریل کے
اس سے آگے جاتا دیکھا آپ کی نعلین کا۱۸

جبکہ کچھ شعلہ بیان واعظین اپنے خطاب میں بھی بڑے اطمینان سے یہ روایت بیان کرتے سنائی دیتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ شب معراج عرش الٰہی پر نعلین شریف سمیت تشریف لے گئے، جب محقق اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے یہ دریافت کیا گیا کہ شب معراج میں حضور اقدس ﷺ کا عرش الٰہی پر نعلین مبارک کے ساتھ تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔''۱۹

بعض نادان واعظین یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو خواب ہی میں دیدار الٰہی ہوا تھا، معراج میں نہیں اور یہ معراج بھی ایک خواب ہی ہے، جب فقیر نے لاہور کے ایک واعظ صاحب کو سمجھانا چاہا تو فرمایا کہ ہم نقشبندی مجددی ہیں، ہمارا یہی عقیدہ ہے! العیاذ باللہ، حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ پر ایسا بہتان! فقیر منہ تکتا رہ گیا کہ مجھ جیسے کے سامنے ایسی بات کررہے ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی پر ایک عظیم ۱۵ر جلدی انسائیکلوپیڈیا ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' مرتب کر چکا ہے، عام عوام کو کیا کچھ نہ فرماتے ہوں گے، فقیر نے موصوف کو حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کا یہ حوالہ پیش کیا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب شریف میں لکھتے ہیں کہ: ''شب معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رویت باری تعالیٰ اس دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس رات جب مکان و زمان کے دائرہ سے باہر ہوگئے اور تنگی مکان سے نکل گئے تو ازل و ابد کو آنِ واحد پایا اور ابتدا و انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا۔''۲۰

جب محقق اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور اقدس ﷺ نے خواب میں دیدار کیا تھا یا کہ ظاہری آنکھوں سے دیدار الٰہی کا شرف پایا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''حضور سرور عالم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے عرش، جنت اور لامکاں کی بلندیوں پر عروج کے علاوہ اپنے دیدار پُرانوار سے بھی نوازا جو آپ ہی کا حصہ ہے، اس موضوع پر اگر ائمہ متاخرین کے الگ الگ اقوال نقل کیے جائیں تو ایک طویل دفتر درکار ہے کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں، المختصر یہ کہ حضور سرور عالم ﷺ نے معراج کی شب بیداری کے عالم میں اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔''۲۱

شیخ الاسلام امام احمد رضا حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے عالم بیداری میں معراج اور دیدار الٰہی کے حوالے سے ایک تحقیقی رسالہ ''منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ'' تصنیف فرمایا ہے، جسے فقیر نے اس کی تسہیل اور ترتیب نو کر کے دو الگ الگ ناموں سے شائع کرائے تھے:

(۱)...رحمت عالم ﷺ اور عالم بیداری میں معراج

(۲)...رحمت عالم ﷺ اور دیدار الٰہی

یہ دونوں رسائل بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ نارتھ کراچی نے شائع کیے ہیں، فقیر نے جو حقائق پیش کیے، عامی واعظین اور خطبا انھیں خوب شورودلیری سے بیان کرتے نظر آتے ہیں، انہیں ان غلط روایات سے پرہیز کرنا چاہیے، حضور اکرم ﷺ کی شان بیان کرنے کے لیے پورا قرآن کریم بھرا پڑا ہے، غلط روایات کا سہارا لینا اپنے اور دوسروں کے ایمان کو خراب کرنا ہے، اگر آج سے قبل ایسی روایات بیان کی ہیں تو اس کے ازالہ کے لیے اب حق اور سچ کو عام کریں، مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو حق کی آگاہی اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حواشی:

۱...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ اوّل مطبوعہ لاہور، ص ۸۶:

۲...ایضاً

۳...مفتی حبیب احمد ہاشمی، مہمانِ عرش، ص ۵۹:

۴...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ اول مطبوعہ لاہور، ص ۸۶:

۵...مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی، مواعظ، جلد اول، ص ۲۶۲:

۶...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ دوم مطبوعہ لاہور، ص ۲۳:

۷...مفتی حبیب احمد ہاشمی، مہمانِ عرش، ص ۶۰:

۸...شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹۷:

۹...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ دوم مطبوعہ لاہور، ص ۴۲:

۱۰...ایضاً

۱۱...مفتی حبیب احمد ہاشمی، مہمانِ عرش، ص ۵۹:

۱۲...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ دوم مطبوعہ لاہور، ص ۴۲:

۱۳...شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹۹:

۱۴...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ اول مطبوعہ لاہور، ص ۸۶:

۱۵...شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، جلد اول، مطبوعہ لاہور، ص ۳۰۵:

۱۶...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، حصہ اول مطبوعہ لاہور، ص ۸۶:

۱۷...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، احکام شریعت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۳:

۱۸... https:// www.youtube.com/watch?v =ebmzg8m9kzc

۱۹...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، احکام شریعت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۴:

۲۰...شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، مکتوبات مجدد الف ثانی، مطبوعہ کوئٹہ، دفتر اول، مکتوب ۲۸۳:

۲۱...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء

■■■

ص ۵۶ / کا بقیہ ....

جس کی معرفت ہم تک پہنچا اور جس نے یہ ملت تیار کی بہ قول اقبال دین اللہ کی طرف سے آتا ہے اور ملّت پیغمبر بناتے ہیں۔ اس عالی شان پیغمبر کا مولد و مسکن، اس کی دعوت کے مراکز و منازل اور نزولِ وحی کے محور و مہبط کیوں نہ محفوظ کیے جائیں؟ اس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے انسانوں کی یادگاریں کیوں باقی نہ رہیں؟ یہ سب یادگاریں کیوں نہ باقی رہیں؟ یہ سب یادگاریں ان انسانوں کی ہیں جو تاریخ کے دھارے کو ابدالآباد تک موڑ کے زندۂ جاوید ہو گئے۔ جن کا نام اور کام صبحِ قیامت تک زندہ رہے گا۔ جن کے لیے تمام عزتیں ہیں جو حضور ﷺ کے اہل بیت، وجدان جنہیں عشق کی آنکھوں سے اب بھی چلتے پھرتے دیکھا جاتا ہے۔ ■■■

(از: علامہ محمد رحمت اللہ صدیقی*)

(قسطِ اوّل)

سیرت نگاری کا اک نیا جہاں

سید اولادِ رسول قدسی سے میری رفاقت کی عمر تیئیس سالوں پر محیط ہے۔ میں قدسی کا قاری بھی ہوں، سامع بھی ہوں اور مشیر بھی۔ انھیں میں نے بہت قریب سے دیکھا بھی ہے، پڑھا بھی ہے اور سنا بھی ہے۔ میں ان کا خلوت نشیں بھی رہا اور جلوت نشین بھی۔ انھیں میں نے شخص کی حیثیت سے بھی دیکھا ہے اور شخصیت کی حیثیت سے بھی۔ ان کی عالمانہ، فاضلانہ اور داعیانہ حیثیات بھی میری نگاہوں میں محفوظ ہیں۔ ان کی ذات میں بکثرت علوم وفنون ستاروں کی طرح دمک رہے ہیں۔ دین و ملت، مذہب ومسلک اور شعر وادب کا بڑے پیمانے پر فروغ ان کا محبوب مشغلہ ہے اور مذکورہ تمام شعبوں میں انھوں نے اپنے گہرے اور دیرپا نقوش چھوڑے ہیں۔ ان سے وابستہ فنون میں پیچیدگی ضرور ہے لیکن ژولیدگی نہیں ہے۔ ان کی شخصیت سے منسلک ہر فن تفہیمی اعتبار سے اپنے قاری سے ریاضت کا مطالبہ کرتا ہے۔ بغیر ریاضت کے ان کے فن کی داخلی تہوں تک رسائی بہت مشکل ہے۔ وہ اپنے کسی بھی فن میں مقلد نظر نہیں آتے۔ وہ اکثر نئی نئی راہوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ ناقدین زبان وادب نے ان کے ہر فن کو تقلیدی بتایا ہے۔ انہوں نے نثری ادب کو بھی فروغ بخشا ہے اور شعری ادب کو بھی اور ہر دو میدان میں انہوں نے اپنے جداگانہ وجود کو منوانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ لیکن شعری ادب پر ان کے نقوش بہت زیادہ گہرے ہیں۔ ان کے شعری ادب کو ناقدین ادب کی ایک بڑی جماعت نے تسلیم کیا ہے اور سند قبولیت سے بھی نوازا ہے۔ اب تک ایک درجن کے قریب ان کے نعتیہ وغزلیہ دواوین زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو چکے ہیں اور ایک درجن سے زائد نثری وشعری فن پارے منتظر اشاعت ہیں۔ کئی دینی و ادبی رسائل نے ان پر خصوصی گوشے بھی شائع کیے ہیں اور مزید رسائل گوشے کی اشاعت کے لیے کوشاں ہیں۔

سید اولادِ رسول قدسی کی شخصیت میں بڑی وسعت، گہرائی اور پھیلاؤ ہے۔ ان کے شعر وسخن کے کسی بھی گوشے پر گفتگو کے لیے عالمانہ، فاضلانہ اور ناقدانہ بصیرت کی ضرورت ہے۔ سطحی ذہن وفکر ان کی شاعری کے اسرار ورموز سے پورے طور پر لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ وہ لفظوں کے پیچ وخم میں اُلجھ کر رہ جائیں گے۔ ان کی نعتیہ شاعری کی تفہیم قدرے آسان ہے لیکن ان کی غزلیہ شاعری کا بیشتر حصہ پیچیدہ بیانی کے خول میں لپٹا ہوا ہے۔ اس وقت میرا مقصودِ گفتگو ان کی سہل نگاری ہے نہ پیچیدہ بیانی بلکہ زیر نظر کتاب ''سیرتِ سرورِ دوجہاں'' ہے۔ ''سیرتِ سرورِ دوجہاں'' سیرت نگاری کی تاریخ میں اک نیا جہان ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک آفاقی اور سمندر صفت عنوان ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدا ہو کر قانونِ الٰہی کے مطابق انسانی زندگی کی تعمیر وترتیب بہت مشکل ہے۔ خود قرآنِ حکیم نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو انسانوں کے لیے نمونہ بتایا ہے۔ دنیا کے کسی فرد کو چاہے وہ کسی مذہب وملت کا ماننے والا ہو، وہ اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہتر، کامل اور مکمل انسان آج تک روئے زمین پر کوئی پیدا ہو سکا ہے اور نہ قیامت کی صبح تک پیدا ہو سکے گا۔ آپ نبوت ورسالت کی ابتدا بھی ہیں اور انتہا بھی۔ آپ کی ذاتِ مقدس اوّل بھی ہے، آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔

وہی ہے اوّل، وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے، اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

*مضمون نگار مجلہ پیغام رضا ممبئی کے مدیر اعلیٰ اور ایک معتبر اسلامی اسکالر ہیں۔

ربِّ کائنات نے آپ کو ہر خوبی و کمال سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ آپ سے حسین و جمیل بچہ کسی ماں نے آج تک جنا ہی نہیں ہے۔ ربّ کائنات نے آپ کو ہر نقص وعیب سے پاک پیدا فرمایا ہے۔ آپ کی ذات پہ نقص کے تصور ہی سے ایمان کی سرسبز و شاداب فصل جلنے لگتی ہے۔ کسی شاعر نے آپ کے حسن و جمال اور آپ کی بے مثلیت کی یوں تصویر کشی کی ہے۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مثل پیدا نہ فرمایا اور میں یہی جانتا ہوں کہ آپ کا مثل کبھی پیدا نہ فرمائے گا۔ [حیات الحیوان، ج ۱، ص ۴۲]

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں آپ کے بے مثل حسن و جمال کا نقشہ اس انداز میں کھینچا ہے۔

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَکْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ سے زیادہ حسن و جمال والا میری آنکھوں نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ فضل و کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

اے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ ہر عیب و نقص سے پاک پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا آپ ایسے ہی پیدا کیے گئے جیسے حسین و جمیل پیدا ہونا چاہتے تھے۔

حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ بردہ شریف میں رقم طراز ہیں:

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں کہ اس معاملہ میں ان کا کوئی شریک ہی نہیں ہے۔ کیوں کہ ان میں جو حسن کا جوہر ہے وہ تقسیم کے قابل ہی نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے آپ کے حسنِ بے مثال کی اس انداز میں منظر کشی کی ہے۔

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا پہ شعراء کی منظوم نگارشات ملتی ہیں۔ صحت و ایمان وعقیدے کی روشنی میں اگر مدحت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے تو شاعر ثواب کا حقدار ہے۔ اس باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے جو پیش رفت کی ہے اردو زبان و ادب کی تاریخ میں اب تک اس کی دوسری نظیر سامنے نہیں آسکی ہے، اور آئندہ اس کی امید بھی نہیں ہے۔ تازگئ قلب و ذہن کے لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراپا کے حوالے سے کچھ اشعار ذیل میں پیش ہیں۔

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکۂ ابرِ رأفت پہ لاکھوں سلام

لَیْلَۃُ الْقَدْر میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

لختِ لختِ دلِ ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

چشمۂ مہر میں موجِ نورِ جلال
اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اُن کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ
ظلۂ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اشکباریِ مژگاں پہ برسے دُرود
سلکِ دُرِّ شفاعت پہ لاکھوں سلام

معنیِ قَدۡ رَأٰی مقصدِ مَا طَغٰی
نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دَم میں دَم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر دُرود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

اُن کے خد کی سہولت پہ بے حد دُرود
ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں دُرود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

شبنمِ باغِ حق یعنی رخ کا عرق
اس کی سچّی براقت پہ لاکھوں سلام

خط کی گردِ دہن وہ دلِ آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل مرہمِ ریشِ دل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

جس کے پانی سے شاداب جان وجناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد دُرود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں دُرود
اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

وہ دُعا جس کا جوبن بہارِ قبول
اس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس میں نہریں ہیں شیر وشکر کی رَواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

دوش بر دوش ہے جس سے شانِ شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسودِ کعبۂ جان و دل
یعنی مہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

روئے آئینۂ علم پشتِ حضور
پشتیِ قصرِ ملّت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موج بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین وایماں کے دونوں ستوں
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

رفعِ ذکرِ جلالت پہ اَرفع دُرود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

انبیا تہہ کریں زانو اُن کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

ساق اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دِل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے دُرود
یادگاریِ امّت پہ لاکھوں سلام

زرع شاداب و ہر ضرع پر شیر سے
برکاتِ رضاعت پہ لاکھوں سلام

بھائیوں کے لیے ترکِ پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نَصفت پہ لاکھوں سلام

مہدِ والا کی قسمت پہ صد ہا دُرود
بُرجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن!
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

اٹھتے بوٹوں کی نشو و نما پر دُرود
کھِلتے غنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام

فضلِ پیدائشی پر ہمیشہ دُرود
کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

اعتلائے جبلّت پہ عالی دُرود
اعتدالِ طویت پر لاکھوں سلام

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں دُرود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن و جمال، فضل و کمال اور بے مثل و بے مثال ہونے کے تعلق سے واقعات و روایات کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ اس حوالے سے بکثرت کتب و رسائل ملتے ہیں۔ یہاں مقصد چند مثالوں کا پیش کرنا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پر مصنفین نے جتنا اور جس قدر لکھا ہے اور آپ کی سیرت پہ دنیا کی مروّج زبانوں میں جس قدر کتابیں ملتی ہیں دنیا کے کسی بھی بڑے شخص پر ان کا چوتھائی بھی نہیں ملتا۔ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقبولیت، عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں آپ کی مدحت کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیرت نگاری کی بنیاد کب رکھی گئی؟ اس سلسلے میں اتنی بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ سیرت نگاری کی بنیاد عہدِ صحابہ میں نہیں پڑی تھی۔ صحابۂ کرام اپنے اپنے طور پر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی سے وابستہ واقعات، آپ کے محیر العقول فضائل و کمالات اور آپ کے معجزات و تصرفات کو اپنی محافل و مجالس میں بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن انھیں تحریر کی شکل نہیں دیتے تھے۔ سیرت نگاری کی باضابطہ بنیاد خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پڑی۔ عہدِ صحابہ میں احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلم بند کرنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ اس لیے کہ قرآن و احادیث میں خلط ملط ہونے کا خطرہ تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب احادیث

نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمع وترتیب کا عام چرچا ہوا تو دورِ تابعین میں محدثین کرام کے ساتھ سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مصنفین کی بھی ایک جماعت پیدا ہوگئی۔آپ کے دور میں سیرت نگاروں کا جو سلسلہ شروع ہوا تو اس میں رفتارِ زمانہ کے ساتھ اضافہ ہی ہوتا رہا۔اور آج عالم یہ ہے کہ سیرت نگاروں کی پورے اہتمام سے اگر فہرست تیار کی جائے تو کئی مجلدات تیار ہوجائیں۔ہم یہاں دورِ تابعین سے گیارھویں صدی تک کے چند مشاہیر سیرت نگار علماء و محققین اور محدثین کی ایک مختصر مگر جامع فہرست ذیل میں پیش کرتے ہیں:

(۱) عُروہ بن زُبیر تابعی (۹۲ھ)
(۲) عامر بن شراحیل امام شعبی (۱۰۴ھ)
(۳) ابان بن امیر المؤمنین عثمان (۱۰۵ھ)
(۴) وہب بن منبّہ یمنی (۱۱۴ھ)
(۵) عاصم بن عمر بن قتادہ (۱۲۱ھ)
(۶) شرحبیل بن سعد (۱۲۳ھ)
(۷) محمد بن شہاب زُہری (۱۲۴ھ)
(۸) اسماعیل بن عبدالرحمن سدی (۱۲۷ھ)
(۹) عبداللہ بن ابوبکر بن حزم (۱۳۵ھ)
(۱۰) موسیٰ بن عقبہ (۱۴۱ھ)
(۱۱) معمر بن راشد (۱۵۰ھ)
(۱۲) محمد بن اسحٰق (۱۵۰ھ)
(۱۳) زیاد بکائی (۱۸۳ھ)
(۱۴) محمد بن عمر واقدی (۲۰۷ھ)
(۱۵) محمد بن سعد (۲۳۰ھ)
(۱۶) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (۲۵۶ھ)
(۱۷) مسلم بن حجّاج قُشیری (۲۶۱ھ)
(۱۸) ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (۲۶۷ھ)
(۱۹) ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۷۵ھ)
(۲۰) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۷۹ھ)
(۲۱) ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی (۲۷۳ھ)
(۲۲) ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (۳۰۳ھ)
(۲۳) محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ)
(۲۴) حافظ عبدالغنی بن سعید امام النسب (۳۳۲ھ)
(۲۵) ابونعیم احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ)
(۲۶) شیخ الاسلام ابوعمر حافظ ابن عبدالبرّ (۴۶۳ھ)
(۲۷) ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ)
(۲۸) علامہ قاضی عیاض (۵۴۴ھ)
(۲۹) عبدالرحمن بن عبداللہ سُہیلی (۵۸۱ھ)
(۳۰) علامہ عبدالرحمن ابن الجوزی (۵۹۷ھ)
(۳۱) احمد بن محمد بن ابوبکر قسطلانی (۹۲۳ھ)
(۳۲) امام شرف الدین عبدالمومن دمیاطی (۷۰۵ھ)
(۳۳) امام ابن سید الناس بصری (۷۳۴ھ)
(۳۴) حافظ علاء الدین مغلطائی (۷۶۲ھ)
(۳۵) علامہ ابن حَجَر عسقلانی (۸۵۲ھ)
(۳۶) علامہ بدرالدین محمود عینی شارح بخاری (۸۵۵ھ)
(۳۷) ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد سمہودی (۹۱۱ھ)
(۳۸) محمد بن یوسف صالحی (۹۴۲ھ)
(۳۹) علی بن برہان الدین (۱۰۴۴ھ)
(۴۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)

[سیرت مصطفیٰ جانِ رحمت، ص ۵۸/۵۹/۶۰]

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مخلوقاتِ الٰہی میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور ربّ کائنات نے آپ کی محبت ہی کو مدارِ ایمان قرار دیا ہے۔آپ کی محبت کے بغیر کوئی شخص ایمان کی حلاوت سے آشنا نہیں ہوسکتا۔اس پہ قرآن و احادیث میں بے شمار شواہد موجود ہیں۔امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

انسان کو جس شئے سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے، جس کے دل میں ایمان کی شمع روشن ہوتی ہے، وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل کسی نہ کسی انداز میں ضرور کرتا ہے بلکہ کائنات کی ہر شئے آپ کا ذکر کرتی ہے، اس میں جاندار اور بے جان کی کوئی قید نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ کے ذاکرین اور عشاق کی کوئی حتمی فہرست سامنے نہیں آسکی ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

ان پر دُرود جن کو حجر تک کریں سلام
ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

جنّ و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالکِ جنّ و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انھیں کی جوت سے شمس وقمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام
تملیک انھیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

سب کروفر سلام کو حاضر ہیں السلام
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کروفر کی ہے

اہلِ نظر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہلِ نظر کی ہے

[اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حدائق بخشش، ج ا رص ۱۳۲]

یہ بھی حقیقت ہے کہ عشاقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صف میں شمولیت کے لیے ہر مومن صادق بے قرار رہتا ہے۔ سیرت نگاروں کی کثرت کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ تاریخ میں اس سیرت نگار کو بڑی عزت وشہرت ملی ہے، جس نے عشق ومحبت اور ادب واحترام کے سانچے میں ڈھل کر سیرت نگاری کی ہے۔ سیرت نگاری کے لیے جہاں علمِ نافع اور عملِ صالح کی ضرورت ہے وہیں عشق کا سرمایہ بھی لازمی ہے۔ علم، عمل اور عشق کے بغیر سیرت نگاری کا صحیح حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھی درست ہے کہ سیرت نگاری کا تعلق عقیدت سے کم عقیدے سے زیادہ ہے اس لیے کہ عقیدت کی دنیا میں بڑی وسعت ہے لیکن عقیدے میں کسی اضافی فکر وخیال کی اجازت نہیں ہوتی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ عشق رسالت مآب ﷺ سے خالی جن لوگوں نے سیرت نگاری کے میدان میں قدم رکھا ہے وہ خود بھی قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی پیچیدگی فکر وخیال کا سامان بن گئے ہیں تاریخ میں ایسے کئی ایک سیرت نگاروں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ سیرت نگاری عقیدے کی صحت کے ساتھ بے غبار عقیدت کا بھی تقاضا کرتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے بغیر انسان کو کبھی بھی سمت قبلہ نہیں مل سکے گا آقائے کریم ﷺ کی بعثت ہی انسانی ہدایات کے لئے ہوئی ہے اور ہادی کے بغیر مقصود تک پہنچنا امر محال ہے اسی لئے علماء سیرت مصطفیٰ ﷺ کے مطالعہ کی دعوت پر زور دیتے ہیں۔

سید اولادِ رسول قدسی سیرت نگاروں کی صف میں ابھی ابھی شامل ہوئے ہیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ ان کے توشۂ حیات میں علم، عمل اور عشق کی وافر دولت موجود ہے۔ انھیں یہ تینوں چیزیں وراثت میں ملی ہیں اور انہوں نے سیرت نگاری میں مذکورہ تینوں چیزوں کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ ان کا علم، عمل اور عشق غیر روایتی نہیں ہے۔ وہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں رہ کر بھی روایتوں سے اپنا رشتہ مضبوط کیے ہوئے ہیں بلکہ روایتوں کے احترام کے پرجوش داعی و مبلغ کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے وہ نعتیہ شہ پارے جو امریکہ کی آب وہوا میں تیار ہوئے ہیں اس سے بھی اس چیز کو بڑی تقویت ملتی ہے۔ ان کی روزمرہ کی زندگی میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ وہ ہر وقت عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارشِ رحمت میں بھیگتے رہتے ہیں۔ اسی پس منظر میں امریکہ کی سرزمین پر ان کی لکھی گئی نعتوں کے کچھ نمونے ذیل میں ملاحظہ کریں:

کھو گیا جب بھی ان کی یادوں میں
رحمتوں کو میری تلاش رہی

قدسی ملتا ہے کیفِ روحانی
جب بھی ہوتی ہے گفتگو ان کی
یوں تسلسل ہے ان کی یادوں کا
جیسے اشعار میں ردیف ملی
نور برساتی ہیں قلبِ صحن پر
ان کی مدحت میں یہ شب بیداریاں
ہم کو ہے محبوب قیدِ دینِ حق
ہیں عبث دنیا کی یہ آزادیاں
ان کی یادیں ہم سفر ہیں چپ رہو
انکے جلووں پر نظر ہے چپ رہو
رحمتوں کی گود میں ہے میرا سر
ان کی مدحت کا اثر ہے چپ رہو

سیداولادِرسول قدسی ۱۹۸۰ء سے نعت کی شکل میں سیرت نگاری کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے آرہے ہیں۔ اگر ان کی اب تک کی زندگی کا حساب لگایا جائے تو ان کی زندگی کا نصف سے زائد حصہ سیرت نگاری کے نور سے معمور ملے گا۔ ان کی نعتیہ شاعری میں زیادہ تر اشعار تلمیحاتی ملیں گے۔ ان میں وہی واقعات شعر کے قالب میں ڈھالے گئے ہیں جو منثور سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ ہیں۔ اگر ان اشعار کی تشریح و توضیح کردی جائے توسیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کئی ضخیم مجلدات تیار ہوجائیں۔ یہ کام زیادہ دقت طلب نہیں ہے۔ اس کے لیے وقت چاہیے۔ راقم الحروف نے اس کام کی ابتدا کی تھی چند اشعار کی تلمیحاتی تشریح قریب قریب دوسو صفحات پر پھیل گئی۔ کوشش تھی کہ کسی ایک شعری مجموعہ کی مکمل تشریح کردی جائے لیکن ہجوم کار نے سفر کے سلسلے کو روک دیا۔ کوئی بھی علمی کام قربانی چاہتا ہے اس میں خود قدسی صاحب کی خشک مزاجی سب سے بڑی رکاوٹ ہے، عملی تعاون ان کے مزاج کا حصہ نہیں ہے ان پہ ابتک جو بھی علمی کام ہوا ہے یک طرفہ محبت کا نتیجہ ہے۔ زیر نظر کتاب ''سیرتِ سرورِ دوجہاں'' میں بھی انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری سے کافی استفادہ کیا ہے۔ ''سیرتِ سرورِ دوجہاں'' سیرت نگاری کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ پابند نظم میں سیرت کے عنوان پر کتابیں ملتی ہیں۔ جیسے ابوالاثر حضرت حفیظ جالندھری کی ''شاہ نامہ اسلام'' لیکن پوری عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان وادب کی تاریخ میں آزاد نظم کے فارم میں سیرت پر کوئی کتاب نہیں ملتی۔ سیداولادِ رسول قدسی کا یہ ایسا تاریخی کارنامہ ہے جو سیرت نگاروں کی صف میں ان کے قد کو ہمیشہ بلند رکھے گا۔ اگر اس نوعیت کی کوئی دوسری کتاب آبھی جاتی ہے پھر بھی ان کی امتیازی حیثیت تقدم کے اعتبار سے محفوظ رہے گی۔

''سیرتِ سرورِ دوجہاں'' میں کئی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ان خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی کہ مطالعہ کے دوران قاری کسی مقام پر تشنگی کا شکار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے ذوقِ مطالعہ میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ کہیں کہیں واقعات اس انداز میں بیان کیے گئے ہیں کہ پلکیں بھیگ جاتی ہیں اور محسوس پیکر میں وہ سارے مناظر نگاہوں میں گھومنے لگتے ہیں اور قاری خود کو اسی مقام پر پاتا ہے جہاں یہ واقعات رونما ہوئے ہیں۔ کتاب نظم میں ہونے کے باوجود نثر میں معلوم ہوتی ہے۔ اکثر مقام پر پوری پوری تاریخ چند مصرعوں میں سمیٹ دی گئی۔ آغازِ کتاب میں جو اشعار لکھے گئے ہیں۔ اگر ان کو نثر میں بیان کیا جائے تو ان کی نثر کچھ اس طرح ہوگی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک پوری دنیا کے لیے چراغ ہدایت ہے اور ہر فرد بشر کے لیے درس عبرت اور ہدایت کا باعث ہے۔ آپ کی ذات پاک مخلوقاتِ الٰہی میں سب سے افضل واعلیٰ ہے اور آپ تمام انبیاء کرام ورسولانِ عظام کے سردار ہیں اور خدا کے بعد عظمت ورفعت میں سب سے بلند وبالا ہیں۔

اب ذیل میں سیرتِ سرورِ دوجہاں سے کچھ نمونے ملاحظہ کریں:

مثال اوّل

سیرتِ سرورِ دوجہاں۔
مشعلِ راہِ حق وصداقت ہے کونین کے واسطے۔

درسِ عبرت، ہدایت کا باعث ہے ہر اک بشر کے لئے۔
ہے یہ پاکیزہ سیرت اس انسان کی۔
ہے جو خیر البشر، سرورِ انبیاء۔
وجہِ تخلیقِ ہر دو جہاں۔
ہے جو بعد از خدا۔
سب سے اعلیٰ و اولیٰ۔
ہم آغاز کرتے ہیں یوں۔
باسعادت ولادت کے پر کیف ایام سے۔

مثال دوم

ہم کو اس واقعہ سے ملا درسِ عبرت۔
یہ لکھا ہے حضرت محدث (دہلوی) نے تفصیل سے۔
بولہب کا ہے یہ واقعہ۔
ضوفشاں اک سند۔
بزمِ میلادِ سرکار کے واسطے۔
ہیں وہ حضرات خوش بخت بے حد۔
جو محفل سجاتے ہیں آقا کی میلاد کی۔
خوب خوشیاں مناتے ہیں اور مال بھی۔
خرچ کرتے ہیں عشقِ نبی میں۔
یقیناً انہیں رب کی جانب سے بہتر ملے گی جزا۔

مثال سوم

سب سے پہلے مرے مصطفیٰ نے۔
پیا دودھ جن کا۔
وہ تھیں بخت ور ثوبیہ۔
بعد اس کے شہِ دوسرا۔
شیرِ مادر سے سیراب ہوتے رہے۔
پھر انہیں لے گئیں وہ حلیمہ۔
تعلق تھا جن کا بنی سعد سے۔
کتنی خوش بخت تھیں وہ۔
پلاتی رہیں دودھ سرکارِ کونین کو۔
ناز برداریاں وہ بصد شوق کرتی رہیں۔
اپنے سینے سے ہر وقت رکھتیں لگا کر۔
انہیں ایک پل بھی نہ کرتی تھیں اوجھل نظر سے۔
شب و روز رحمت خدا کی برستی تھی ان پر۔
وہ رہتی تھیں شاداں و فرحاں۔
مقدر کی ایسی بلندی پہ صبح و مسا۔

جس طرح نعت حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا، سننا اور پڑھنا عبادت ہے۔ اسی طرح سیرتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنا، بیان کرنا اور سماعت کرنا عبادت ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل کسی بھی انداز میں کیا جائے عبادت ہے۔ اس لیے سیرتِ پاک لکھنے، پڑھنے اور سماعت کرنے سے پہلے عبادت کے جو لوازمات ہیں ان کا اہتمام ہونا چاہیے۔ سیرت نگاروں کے حوالے سے تاریخ کی کتابوں میں یہ باتیں ملتی ہیں کہ جب وہ سیرتِ پاک لکھنے کا ارادہ کرتے تو پہلے وضو کرتے، خوشبو لگاتے اور پھر اس انداز میں بیٹھتے جیسے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہیں۔ بعض سیرت پاک کے قارئین اور سامعین کے تعلق سے بھی اس طرح کی روایتیں ملتی ہیں۔ سیرت کے باب میں انسان جتنا مؤدب ہوگا رحمتِ الٰہی سے اتنا ہی فیضیاب ہوگا۔ ربِ کائنات کو اپنے محبوب کا ذکر سب سے زیادہ پسند ہے۔ فرمانِ الٰہی: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ سے بھی اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ذکرِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے قرآن حکیم کی اور بھی آیات ہیں۔ قرآنِ حکیم میں مومنین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ادب و تعظیم کی یوں تاکید کی ہے کہ اے ایمان والو میرے محبوب کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال تباہ کر دیئے جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو سکے۔ اس لیے ذکرِ حبیب، سیرتِ پاک کے مطالعہ، سیرتِ پاک کی قرأت اور سیرتِ پاک کی سماعت ہر وقت قرآنی اُصولوں کو ذہن و فکر میں محفوظ رکھنا چاہیے۔ ذکرِ سیرت کے وقت انسان کو کتنا مؤدب ہونا چاہیے اس سلسلے میں حضرت ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ پُرسکون ہوکر نیازمندی و عاجزی کا اظہار کرے اور اپنے قلب میں آپ کی عظمت اور ہیبت وجلال کا ایسا تاثّر پیدا کرے جیسا کہ آپ کے روبرو حاضر ہونے کی صورت میں آپ کے جلال و ہیبت سے متاثّر ہوتا۔‘‘

[شفاء شریف، ج ۲، ص ۳۲]

اور حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ’’حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفاتِ اقدس کے بعد ہر اُمتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم و توقیر لازم ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔

چنانچہ خلیفۂ بغداد ابوجعفر منصور عباسی جب مسجد نبوی میں آکر زور زور سے بولنے لگا تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یہ کہہ کر ڈانٹ دیا کہ اے امیر المؤمنین! یہاں بلند آواز سے گفتگو نہ کیجیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے حبیب کے دربار کا یہ ادب سکھایا ہے کہ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ یعنی نبی کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔ وَاِنَّ حُرْمَتَهٗ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهٖ حَيًّا اور آپ کی وفاتِ اقدس کے بعد ہر اُمتی پر آپ کی اتنی ہی تعظیم واجب ہے جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سُن کر خلیفہ لرزہ براندام ہوکر نرم پڑ گیا۔

[شفاء شریف، ج ۲، ص ۳۲-۳۳]

ایک سوال جو میرے ذہن میں بہت زیادہ کھٹک رہا ہے۔ یہاں اس کا جواب ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ سوال یہ ہے کہ جناب شمیم طارق صاحب نے اپنے مضمون ’’منظوم سیرتِ سرورِ دوجہاں‘‘ میں جائے ولادتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکومت سعودیہ کے ذریعہ مکتبہ کی شکل دیئے جانے پر قدسی صاحب نے ہلاکت کی بددُعا کی ہے۔ قدسی صاحب کے اس عمل پر شمیم طارق صاحب نے ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ جائے ولادت کا شمار قرآنی آثار میں ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ حرمین شریفین میں جتنی تاریخی جگہیں ہیں وہ آثار ہی کی صف میں آتی ہیں۔ اور آثار کی حفاظت کی جاتی ہے۔ انھیں مٹایا نہیں جاتا۔

اگر جائے ولادت اپنی اصل شکل میں ہوتی تو ایسا نہیں ہے کہ پوری دنیا میں شرک پھیل جاتا۔ آثار و تبرکات کو مٹانا قرآن و احادیث کے مزاج کے خلاف ہے۔ اور مٹانے والوں کے لیے ہلاکت کی بددعا کرنا سنت انبیاء ہے اور سلف و خلف کا بھی طریقہ رہا ہے۔ قرآن و احادیث میں اس کے بکثرت شواہد موجود ہیں۔ اس عنوان پر باضابطہ کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

بعض جگہوں پر قدسی صاحب نے مسلکی رنگ و آہنگ میں گفتگو کی ہے یا ان کی گفتگو سے مسلکی رنگ کا اظہار ہوتا ہے۔ شمیم طارق صاحب نے اس پر بھی ناپسندیدگی ظاہر کی ہے۔ شمیم طارق صاحب کہنہ مشق صاحب قلم، شاعر، ادیب اور ناقد ہیں اور ان کے مطالعہ میں بھی بڑی وسعت ہے۔ یہ بات اہلِ علم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر صاحبِ زبان و قلم اپنی تالیفات و تصنیفات اور مقالات میں کسی نہ کسی طرح اور کہیں نہ کہیں اپنے مسلکی رنگ کا ضرور اظہار کرتا ہے۔ کتب سیرت و تاریخ میں بھی اسے بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ سیرت النبی، محسن انسانیت اور الرحیق المختوم وغیرہ میں سیرت نگاروں نے جگہ جگہ اپنی مسلکی فکر کو شامل کیا ہے۔ لہٰذا قدسی صاحب نے ایسا کرکے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ سیرت کا تعلق عقیدے سے بھی ہے اور عقیدت سے بھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان سے وابستہ ہر شئے سے کامل محبت کی جائے۔ حکومت سعودیہ آثار و تبرکات کے ساتھ جس طرح کا مذاق کرتے آرہی ہے اسے سمجھنے کے لیے شورش کاشمیری کا سفرنامۂ حجاز ’’شب جائے کہ من بودم‘‘ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ یہاں شب جائے کہ من بودم، سے چند مثالیں ملاحظہ کریں، شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

مثال اوّل:

آخر خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ بھی تو آثار ہیں؟ صفا و مروہ بھی تو شعائر اللہ ہیں؟ مزدلفہ کیوں جاتے ہیں؟ منیٰ کیوں پہنچتے ہیں؟ عرفات کیا ہے؟ جمرۃ العقبیٰ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ الاولیٰ کیا ہیں؟ آثار ہیں جو رسمیں وہاں ادا کی جاتی ہیں وہ مظاہر ہیں۔

انہیں عقیدے کی بنا پر محفوظ کیا گیا تو یہ عقیدہ بقیہ ص ۷۴ پر

از: ڈاکٹر معین احمد خاں قادری بریلوی*

اسلام اور اخلاق آداب

صنعتی انقلاب کے بعد مغربی ممالک اور آزادی کے بعد ہندستان نے مادی ترقیوں کے ہوشبار مناظر دیکھے یہ سچ ہے کہ آج کے اس دہر میں مادّی ترقی کے بغیر کسی بھی طرح کی ترقی نہیں کی جاسکتی ہے۔ محسن انسانیت رسول معظم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ آخیر زمانے میں دین کا کام بھی دام و درھم سے چلےگا لیکن آج اس دور جدید کے تعلق سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جہاں ایک طرف انسان نے دنیوی یا معاشی ترقی کی وہیں اخلاقی تنزلی کی طرف بھی رواں دواں ہوگیا۔ اکثر یہی دیکھنے کو ملتا ہے ھمارے ملک ہندستان کے تعلق سے بھی دانشوران قوم وملت بھی یہی کہتے ہیں کہ جہاں اس ملک نے مادّی ترقی کی نئی نئی تاریخیں رقم کیں وہیں اخلاقی تنزلی کی بھی نئی نئی سمتیں ایجاد کیں اور اگر قوم مسلم پر عمیق نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ دیگر ہموطن قوموں کی مادی ترقی میں مسلمان انسے کافی پیچھے نظر آتے ہیں لیکن اگر اخلاقی تنزلی پر نظر ڈالی جائے تو مسلم قوم دیگر قوموں سے بھی اس میدان میں آگے نظر آتی ہیں۔

آج اس قوم مسلم کی اخلاقی تنزلی پر اپنے ویگانے سبھی تبصرہ کرتے نظر آتے ہیں اس سے قطع نظر سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ یہ قوم جس میں اخلاق وآداب پر اتنی تفصیلی ابواب شامل ہیں کہ جن کی مثال دنیا کسی بھی قوم کے پاس نہیں ہے اس قوم کے پاس اخلاقیات پر محسن انسانیت کا دنیا کا سب سے پہلا ایک ایسا منشور ہے جس کی مثال دینے سے تاریخ قاصر ہے۔ خوش اخلاقی کے تعلق سے آیئے محسن انسانیت ﷺ کی حدیث ملاحظہ کرتے ہیں۔

سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں کو اپنے اموال سے خوش نہیں کر سکتے لیکن تمہاری خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی انہیں خوش کرسکتی ہے۔ [شعب الایمان جلد ۶ صفحہ ۲۵۳]

اور فرمایا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کے دن بندہ مومن کے میزان عمل میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی عمل نہیں ہوگا۔ [ترمزی جلد ۳ صفحہ ۴۰۳]

اور فرماتے ہیں آقا کریم ﷺ ایمان زیادہ کامل وہ مومنین ہیں جنکے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔ [ابوداؤد جلد ۴ صفحہ ۲۹۰]

ایک اور حدیث پاک ہے جس میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور قیامت کے دن مجھ سے قریب تر وہ ہونگے جنکے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔ [ترمزی جلد ۳ صفحہ ۴۰۹]

درج بالا چند احادیث پاک ہمیں بتاتی ہیں کہ اسلام میں خوش اخلاقی کی کتنی بڑی اہمیت ہے لیکن اگر ہم نبیٔ کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالیں تو یہ پتا چلتا ہے کہ آپ کا خلق عظیم کا رتبہ کتنا بلند والا ہے کہ آپکی پوری حیات طیبہ اسکا اچھا نمونہ ہے جن کی کوئی مثال کسی کے پاس ہے ہی نہیں محسن انسانیت ﷺ کے خلق عظیم کے تعلق سے ایک شاعر کا شعر میرے ذہن وفکر کی اسکرین پر آرہا ہے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہم تو ہم رو رو کے کہتا ہے دل اغیار کا
خلق اچھا تھا سید ابرار کا

لیکن پریشان کن بات یہ ہے کہ وہی قوم آج اخلاق اپستی کے اس دور سے گزر رہی ہے کہ دنیا کی دیگر قوم اس سے عبرت حاصل کر رہی ہیں وہی قوم مسلم جس کے بزرگوں کے اخلاق کریمانہ کی ضوفشانیاں ہر دور میں اپنے تو اپنے بے گانوں کے دل ودماغ کو حیران و بہبوت کررہی تھی آج وہی قوم اپنی اخلاق

*مضمون نگار ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن بریلی کے ایک اہم رکن ہیں۔

تنزلی کے سبب ارباب علم ودانش کے لئے ایک موضوع بحث بن چکی ہیں۔

آج ہماری قوم کی عدم برداشت اور تلخ کلامی پر بحث ہو رہی ہے مگر عجیب بات ہے کہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ بحث کرنے والے خود ایسے ترش جملوں کا استعمال کرنے لگتے ہیں فروری ۲۰۱۸ء کے سنی دنیا (ہندی) میں صفحہ ۴۴ پر معروف پاکستان عالم دین و ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل کے بانی مولانا پیر محمد ثاقب مصطفائی کا ایک مضمون محترم وسیم احمد رضوی صاحب کی ترتیب کے ساتھ شائع ہوا تھا اس میں فاضل مضمون کے چید جملے بڑے ہی کارآمد وہیں آئینہ دکھانے والے ہیں موصوف فرماتے ہیں ''ممبر ومحراب سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے ایسے تلخ جملوں کے تبادلے ہوتے ہیں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں یہ ممبر پر بیٹھنے والے شخص جو یہاں سے کہہ رہا ہے یہ دین ہی ہے؟ ہمارے یہاں اتھارٹی'' اللہ کے رسول ﷺ ہیں، اگر میں اپنے نفس کے شکنجے میں کسا ہوا ہوں اور اپنی انا کے پنجڑے سے اندر ہوں اور اس کو میں دین قرار دیتا ہوں تو یہ میں اپنے پر بھی زیادتی کررہا ہوں۔

سالار کارواں ہے میرا حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

تو ہمارے لئے حضور ﷺ سمندر ہیں اگر میں بھی کہیں اپنی گفتگو کو اس اندازے ترتیب کروں کہ اس معاشرے کے اندر بداخلاقی کی نمو ہے تو پھر مجھے بتائے گا کہ آپ خیر کہاں سے تلاش کریں گے۔'' (مسلانا ثاقب مصطفائی) شعر۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں شمشیریں

آج شاعر مشرق کا یہ پیغام جو دراصل محسن انسانیت ﷺ کی حیات طیبہ کو مدّنظر رکھ کر اس دور جدید میں بیحد کا آمد ہے شاید اس پیغام کو جو اسلام کا پیغام ہے امن کا پیغام ہے سلامتی کا شانتی کا پیغام ہے اور حقیقی معنوں میں محسن انسانیت ﷺ کا آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کی سرزمین کے دیا ہوا ہے وہ پیغام ہے کہ جب نہ ''ہیومن رائٹس'' کا کوئی جدید تصور تھا نہ عالمی ادارہ برائے امن نہ اقوام متحدہ جیسی کوئی تنظیم تھی مگر ہمارے اسلامی امن کے پیغام سے متاثر ہو کر اس دنیا کی قومیں اس پر عمل پیرا ہوکر (کسی حد تک) اپنے آم کو ترقی و کامیابی کی طرح لے جارہی ہے۔ اور ہم اور ہماری قوم اس فرمان نبی کو بھول کر تنزلی کی طرف گامزن ہیں۔ [الامان والحفیظ]

اس وقت معرے ذہن میں بچپن کے دوست وایک عزیز ڈاکٹر مبین رضا خاں (علیگ) کا ایک واقعہ جو انگلستان کے شہر میں انکے ساتھ ہوا تھا یاد آرہا ہے آپ بھی ملاحظہ کریں۔ ۲۰۰۷ء کی طعطیل کلاں میرے دوست جو ان دنوں کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدّہ (سعودی عرب) میں شعبہ انگریزی میں استاد تھے تین ماہ کے لئے ماڈرن انگلش لٹریچر کے ڈپلوما کورس کے لئے کیمبرج یونیورسٹی تشریف لے گئے تھے، اپنے تین ماہ کے قیام انگلش کے دوران ڈاکٹر صاحب انگتیزی ادب سے وابستہ کئی یادگار شاعروں وشمری یادگاروں کو دیکھنے انگلینڈ کے کئی علاقوں کے دوروں پر گئے تھے۔ سفر کے دوران کسی چھوٹے قصبہ سے واپسی پر رات ہوگئ جب بس اسٹنڈ پر آئے تو پتہ چلا کہ شہر کے لئے صرف ایک بس آئیگی اور اس میں اگر سیٹ خالی ہوگی تبھی جگہ ملیگی ورنہ رات کو اسی قصبہ میں رکنا ہوگا۔ مبین صاحب پریشان تھے اور اپنے رب سے دعا کر رہے تھے کہ بس میں سیٹ مل جائے کیونکہ میں رہائش و ہوٹل دونوں بیجد مہنگے ہیں۔ ان کے بس اسٹاپ پر آنے کے کچھ لمحات بعد ہی ایک انگریز جوڑا بھی آکر ٹھرا جوان سے کچھ سکنڈ یا کچھ قدم پیچھے ہی تھا۔ ٹوڑی دیر بعد بس آکر رکی اور کنڈکٹر نے آواز لگائی کہ صرف دو سیٹیں ہی خالی ہیں۔

■■■

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19

JUNE 2018
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

₹ 200/-

November - 2018

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا

بریلی شریف

صفر المظفر ۱۴۴۰ ہجری مطابق نومبر ۲۰۱۸ عیسوی

امام احمد رضا نمبر



چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری
ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

نومبر ۲۰۱۸ء | زیر سرپرستی: جماعت رضائے مصطفیٰ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ | صفر المظفر ۱۴۴۰ھ

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

SEPTEMBER & OCTOBER - 2018

Issue 11 شمارہ نمبر ۱۱

Vol. 3 جلد نمبر ۳

وارث علوم اعلیٰ حضرت، شمس حجۃ الاسلام، نائب مفتی اعظم، نور دیدۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ
حضور جانشین مفتی اعظم الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ العزیز

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کا

امام احمد رضا نمبر

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

کمپوزنگ و سیٹنگ
محمد عتیق احمد سمنی (شعبۂ نشر و اشاعت) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

اس شمارہ کی قیمت ۲۰۰ روپئے

سالانہ ۲۵۰ روپے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپے	سالانہ ۵۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا و بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے		دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں۔ آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ بلا تاخیر فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی
Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

ہم قدم، ہم قلم

باب اوّل: انتسابات و پیغامات

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	جانشین تاج الشریعہ کا پیغام! برادران اہل سنت کے نام	محمد عسجد رضا خاں قادری	۵
۲	شرف انتساب	محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی	۷

باب دوم: ابتدائیات

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۳	امام احمد رضا اور ان کے اصلاحی نقوش	محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی	۹

باب سوم: خصوصیات

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۴	امام احمد رضا! ایک تعارف	مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی	۲۴
۵	امام احمد رضا اور عالمی مسائل	مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی	۲۷
۶	امام احمد رضا کے علم و آگہی میں حروف تہجی۔ کے تمنائی تقاضے	پروفیسر ڈاکٹر عبد المالک	۳۸
۷	امام احمد رضا اور فیضانِ تصوّف	ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری	۵۴
۸	امام احمد رضا اور ان کا اخلاقی پیکر	مفتی محمد مجاہد حسین حبیبی	۷۴
۹	امام احمد رضا اور احترام سادات	مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی	۸۱
۱۰	امام احمد رضا اور ان کا مقام ولایت	مفتی ضیاء المصطفےٰ قادری	۸۴
۱۱	امام احمد رضا! القاب و آداب کے تناظر میں	مولانا محمد صابر رضا رہبرؔ مصباحی	۹۰
۱۲	امام احمد رضا اور داڑھی کی شرعی حد	مولانا سید اولاد رسول قدسی مصباحی	۱۰۰
۱۳	امام احمد رضا اور فروغ اہل سنت	ڈاکٹر شفیق اجمل قادری	۱۰۶

۱۴	امام احمد رضا اور ان کے معاشی نکات	علی اشرف چاپدانوی	۱۱۲
۱۵	امام احمد رضا اور ان کا طریقہ استدلال	مفتی محمد اختر حسین قادری	۱۲۱
۱۶	امام احمد رضا اور خواتین کے حقوق	مفتی عبد المالک مصباحی	۱۲۶
۱۷	امام احمد رضا اور ان کے خانوادہ کی اربعین نویسی	مفتی محمد سلیم بریلوی	۱۴۱
۱۸	امام احمد رضا اور ان کے تعلیمی افکار	غلام مصطفیٰ رضوی	۱۶۳
۱۹	امام احمد رضا! اکابرین کی نظر میں	مفتی محمد ارشد نعیمی قادری	۱۶۸
۲۰	امام احمد رضا! علم اوزان، اکیال اور مقادیر	مفتی محمد شمشاد حسین رضوی	۱۷۴
۲۱	امام احمد رضا اور ان کے تعلیمی نظریات! ایک تجزیاتی مطالعہ	عظیم اللہ جندران	۲۱۵
۲۲	امام احمد رضا! امام تصنیف وتالیف	مفتی محمد عاقل رضوی	۲۲۶
۲۳	امام احمد رضا اور جنوبی ہند میں ان پر تحقیقی مقالات	مولانا عرفان محی الدین قادری ربانی	۲۳۰

باب چہارم: شعریات

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۲۴	امام احمد رضا اور ان کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	۲۳۳
۲۵	امام احمد رضا اور ان کی میلاد نگاری	ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی	۲۳۷
۲۶	کلام رضا میں مناقب صحابۂ کرام اور امہات المومنین	ڈاکٹر عزیز احسن	۲۴۳
۲۷	کلام رضا! کچھ لسانی گوشے	ڈاکٹر احمد بدر	۲۵۷
۲۸	سلام رضا کے دو باغوں کی سیر	ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی	۲۶۴

باب پنجم: منظومات

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۲۹	اعلیٰ حضرت زندہ باد	مولانا سید اولاد رسول قدسیؔ	۲۷۰
۳۰	ترانۂ عرس رضوی	مولانا سلمان رضا فریدیؔ	۲۷۱
۳۱	صد سالہ امام احمد رضا	محبوب عالم گوہرؔ اسلام پوری	۲۷۲

باب اوّل

پیغامات وانتسابات

جانشین تاج الشریعہ کا پیغام! برادران اہل سنت کے نام

از: مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری
(سجادہ نشین خانقاہ حضور تاج الشریعہ)

یہ حقیقت ہے کہ "دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا" ہمارے پاس دینی روایات کا جو اثاثہ ہے کل کا کل اپنے اسلاف واکابر ہی سے روایتاً ودرایتاً ہمیں ملا ہے، ہم اس اثاثے کے وارث، امین اور محافظ بنائے گئے ہیں، جد کریم مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت اسی اسلامی اثاثے کی پاسداری، اس کے فروغ اور اس کی ترویج وتشہیر کے لئے ہوئی تھی، انھوں نے اسلاف واکابر کی امانتوں اور عشق حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرارتوں کو اس انداز میں دنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ ان کے عہد کے علماومشائخ اور اہل فقہ وفتاویٰ جھوم جھوم اٹھے، انھیں چودھویں صدی کا مجدد برحق، عاشق مصطفےٰ جان رحمت، ان کی ذات کو حق کی علامت اور ان کے افکار ونظریات کو مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے یاد کیا اور اس کی تبلیغ وترویج میں قائدانہ، سرفروشانہ اور عاشقانہ رول ادا کیا، ان کے عہد کے علماومشائخ کی بے پناہ قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج اکناف عالم میں مسلک اعلیٰ حضرت کی شعاعیں پھیلی ہوئی ہیں اور اس سے مومنین کے اذہان وقلوب روشن ومنور ہو رہے ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں زندگی گزارنے میں ہی دارین کی صلاح وفلاح ہے، ماضی قریب کے اسلاف واکابر نے اس پہ عمل کر کے اور کامیاب ہو کے دکھایا ہے، والد ماجد حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی اس کی زندہ مثال ہے، جن افراد، اداروں، تنظیموں اور خانقاہوں کے قول وعمل سے مسلک اعلیٰ حضرت کی شبیہ خراب ہو رہی تھی، ان سے انھوں نے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، والد ماجد کے نقوش قدم ہمارے لئے یقیناً لائق تقلید وعمل ہیں بالخصوص ان کے لئے جن کے ہاتھوں میں ان کا دامن ہے، جب تک ان کے نقوش حیات پہ مکمل عمل نہ ہوگا ان کی ارادت اور غلامی کا دعویٰ بے معنیٰ سمجھا جائے گا۔

آج مسلم معاشرہ جس بے راہ روی کا شکار ہے اس کے بنیادی اسباب یہی ہیں کہ ہم اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہو چکے ہیں، نہ ہمیں شرم نبی ہے نہ خوف خدا، برائیوں کی کوئی ایسی شکل نہیں جو ہمارے اندر موجود نہیں، پھر بھی ہم دنیا جہان کی نعمتوں کے طلب گار ہیں، ہمیں خود فریبی کے اس حصار سے باہر نکلنا ہوگا اور حقیقت کا سامنا کرتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت کو عملی طور پر اپنی زیست کا لازمی حصہ بنانا ہوگا تب تو ہم مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے میں حق بجانب ہیں، ورنہ ع

دعویٰ بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری

جد کریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کے وصال کو آج پورے ۱۰۰ ر سال ہو گئے، پوری دنیائے سنیت اس وقت جشن صد سالہ امام احمد رضا منا رہی ہے، امام اہل سنت کا جشن صد سالہ منانا ہمارے زندہ دل ہونے کی علامت ہے، ہمارے اس عمل سے اس بات کی توثیق وتائید ہوتی ہے کہ ہمارے دلوں میں ان کی عقیدت ومحبت کا چراغ روشن

ہے اور ہمیں ان کی تحریک عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہری وابستگی ہے، مولائے کریم اس وابستگی کو ہمیشہ سلامت رہے، امام اہل سنت کے افکار و نظریات کو بڑے پیمانے پر اجاگر کرنا حالات کا جبری تقاضہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہماری یہ تحریک اس وقت مؤثر ہوگی جب ہماری زندگی ہمارے قول و عمل اور ہماری طرز حیات سے ان کے مشن کا عملی اظہار ہو۔

والد ماجد حضور تاج الشریعہ ہر جہت سے امام اہل سنت کے وارث و امین تھے، ان کی زندگی میں امام اہل سنت کی طرز حیات کا خوبصورت عکس دور سے نظر آتا ہے، جب تک ہم اصول اسلام اور احکام اسلام پر کما حقہ عامل نہیں ہوں گے ہماری زندگی غیر مکمل رہے گی، اسلامی اقدار و روایات پر عمل کرنے میں دارین کی سعادتیں ہیں، حضور اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم، حضور مفسر اعظم اور حضور تاج الشریعہ کا ہم سے یہی مطالبہ ہے، جب تک ہم اپنے اسلاف و اکابر کی طرز حیات اور ان کے مطالبات پورا نہیں کرتے، مسلک اعلیٰ حضرت پہ عمل کا دعویٰ ناقص رہے گا۔

آیئے عرس صد سالہ کے اس مبارک و مسعود موقع پر ہم یہ عہد کریں کہ ہم اپنی پیشانی کو سجدوں کے نور سے منور و مجلّی کریں گے، روزے، زکاۃ، حج اور دیگر احکام شرعیہ کی پابندی کریں گے، ایک دوسرے سے بغض و حسد، جھوٹ، بدی، غیبت جیسی برائیوں سے دور و نفور رہیں گے، اپنی شادیوں کو فضول خرچی اور جہیز کی لعنت سے محفوظ رکھیں گے، سبھی سلاسل طریقت کے بزرگوں اور مشائخ کا ادب و احترام کریں گے، صلح کلیت کے زہر ہلاہل سے اپنے ایمان و اسلام کو محفوظ و مامون رکھیں گے، بدمذہبوں اور مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ فرقوں سے کسی بھی طرح کا میل جول، شادی بیاہ نہیں کریں گے، آپسی تنازعات کو باہم حل کرنے کی سعی بلیغ کریں گے اور حتی المقدور ملک و ملت کی فلاح و بہبود کی کوشش کریں گے۔

ماہنامہ سنی دنیا افکار اسلامی یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا ترجمان ہے، والد ماجد حضور تاج الشریعہ نے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اس کا اجرا فرمایا تھا اور جب سے یہ رسالہ جاری ہے اپنے مقصد سے کبھی عدول نہیں کیا، اس رسالہ کو فروغ دینا مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ دینا ہے، جو لوگ اس کے فروغ میں حصہ لیں گے یقیناً ان کے قلوب حضور تاج الشریعہ کے روحانی فیضان سے منور و مجلّی ہوں گے۔

زیر نظر شمارہ ''امام احمد رضا نمبر'' کی شکل میں آپ کے پیش نگاہ ہے، جد کریم امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں یہ ہمارا حقیر سا نذرانۂ عقیدت ہے، کوئی بھی نمبر محنت، مشقت اور وقت کا تقاضہ کرتا ہے، یہ نمبر بہت ہی تھوڑے وقت میں تیار ہوا ہے، چونکہ والد ماجد کے وصال کے صدمے سے ہم ابھی تک باہر نہیں نکل سکے ہیں، اس لئے یہ نمبر جس توجہ کا طالب تھا ہم وہ توجہ اسے نہیں دے سکے، پھر بھی مدیر رسالہ مولانا عبد الرحیم نشتر فاروقی اور ان کے رفقائے کار اس کے لئے قابل مبارکباد ہیں، مولائے کریم انھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور رسالہ کو ہر گھر کی زینت بنائے۔

امام اہل سنت کے اس جشن صد سالہ میں شرکت کی غرض سے آئے ہوئے زائرین اور دنیا کے دوسرے حصوں میں اپنے اپنے طور پر جشن منا رہے لوگوں کو ہم صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں، ہماری نیک خواہشات ان سب کے ساتھ ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو دارین کی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہ

شرف انتساب

ترتیب وتہذیب کی میں اپنی اس کاوش کو اپنے مرشد ومربی، استاذی وملاذی، افقہ الفقہا، تاج الشریعہ وبدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ العزیز کی نابغۂ روزگار ہستی سے منسوب کرتا ہوں

جن کی نگاہ کیمیا اثر نے مجھ جیسے بے بضاعت کو بھی قلم وقرطاس کا خادم بنا دیا

آج مجھ میں جو کچھ بھی لکھنے پڑھنے کا شعور ہے، سب مرے مرشد گرامی کا مجھ پر فیضان کرم ہے

گر قبول افتد زہے عز وشرف

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

باب دوم

ابتدائیات

امام احمد رضا اور ان کے اصلاحی نقوش

از: محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

سیدنا اعلیٰ حضرت، رفیع الدرجت، عظیم المرتبت، غریق رحمت، مجدد دین وملت علی الاطلاق، امام اہل سنت فی الآفاق، شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ علی الارضین، امام المفسرین، سید المحققین، علامہ ابن علامہ ابن علامہ، محقق بن محقق بن محقق، عارف بن عارف بن عارف، حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہمہ آیات آج دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

امام احمد رضا کی انفرادیت کے تعلق سے علامہ سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا کی شخصیت میں بیک وقت کئی سائنس داں گم تھے، ایک طرف ان میں ابن الہیثم جیسی فکری بصارت اور علمی روشنی تھی تو دوسری طرف جابر بن حیان جیسی صلاحیت، الخوارزمی اور یعقوب الکندی جیسی کہنہ مشقی تھی، تو دوسری طرف الطبری، رازی اور بوعلی سینا جیسی دانشمندی، فارابی، البیرونی، عمر بن خیام، امام غزالی اور ابن ارشد جیسی خداداد ذہانت تھی دوسری طرف امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے فیض سے فقیہانہ وسیع النظری اور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے روحانی وابستگی اور لگاؤ کے تحت عالی ظرف امام احمد رضا کا ہر رخ ایک مستقل علم وفن کا منبع تھا ان کی ذہانت میں کتنے ہی علم وعالم، گم تھے۔''

[معارف رضا جلد ششم صفحہ ۱۲۴]

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی رقم طراز ہیں:

''ایک آدمی اگر کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر کھڑا ہو اور وہ نیچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز بہت چھوٹی نظر آئے گی، خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بہت بڑی ہوں۔ اس لئے کہ وہ خود بہت بلندی پر کھڑا ہوتا ہے لیکن وہی شخص اگر اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا، اس کی بلندی کے سامنے اپنے آپ کو بہت پست اور اس کے حجم کے تناظر میں اپنی ذات کو رائی کے دانے برابر سمجھے گا۔ کچھ اسی طرح کی صورتِ حال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالم اسلام کی عبقری شخصیت اور برصغیر کی انتہائی عظیم المرتبت ہستی اعلیٰ حضرت فاضل فریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں کچھ کہنا اور ان پر کچھ لکھنا چاہتا ہو۔ اس دور کا کوئی بڑے سے بڑا عالم فاضل، مفتی، محدث، مفسر، متکلم، مصنف اور شاعر علوم وفنون کے کوہ ہمالیہ پر کیوں نہ کھڑا ہوا اور ہر ایک اس کے سامنے بونا اور ٹھگنا کیوں نہ نظر آرہا ہو مگر جب وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ جیسے علم وفضل اور تحقیق وتصنیف کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا مذکور وہ خود اپنے آپ کو کوتاہ قامت اور پست شخصیت نظر آنے لگتا ہے۔ ان پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطیب کی زبان لڑکھڑانے لگتی اور بڑے سے

بڑے ادیب کی نوک قلم سے الفاظ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں۔ نہ زبان کی باگ ہاتھ میں رہتی ہے نہ قلم کی رکاب پاؤں میں۔ یک رخا بھلا کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے فکر وخیال کے دائرے میں قابو رکھ سکتا ہے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے۔ جس طرح اسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیا رنگ نظر پڑتا ہے اعلیٰ حضرت کو آفتاب علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ اپنے اندر دل ونگاہ کی جاذبیت کا سامان لیے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں سن کر یا پڑھ کر زبان پر بے اختیار آجاتا ہے۔''

آپ چودھویں صدی ہجری کے یگانۂ روزگار اور علم وفضل کے وہ پیکر ہیں جس نے ملت اسلامیہ کے دور انحطاط وانتشار میں تقریباً ۵۵ رعلوم وفنون پر مشتمل ہزار سے زائد رشد وہدایت کے لعل وگوہر اور سیف وسنان کے ساتھ رزم گاہ حق وباطل میں مشرکین وکفار، مرتدین اشرار، گمراہان فجار سے برسرپیکار رہے اور اپنے جہاد بالقلم کے ذریعہ باطل قوتوں کی دھجیاں بکھیر کر ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کا فریضہ انجام دیا۔

آپ کے زرنگار قرطاس وقلم، تحقیقات نادرہ کی بوقلمونیوں اور تصنیفات وتالیفات کی مقناطیسی فصاحت وبلاغت میں ارباب فکر ونظر کا ایک عالم گم نظر آتا ہے، آپ علم وقلم کے دھنی اور فکر ونظر کے شہنشاہ تھے، آپ کا قلم جس موجوع پر بھی اٹھا رشد وہدایت کا ایک دفتر وجود میں آیا۔ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

آپ کے تجدیدی اور اصلاحی عمل کا مرکزی نقطۂ نظر اور بنیادی نصب العین عظمت ''وحدۃ الوجود'' اور تحفظ ناموس رسالت'' تھا بلاشبہ آپ ایک جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفکر، بلند پایہ مترجم، عظیم الشان محدث، سحر البیان خطیب، ماہر فن ادیب اور روشن ضمیر طبیب تھے، ان تمام تر درجات رفیعہ سے بالاتر ایک اور آپ کی حیثیت اور ایک اور منصب عظیمہ پر فائز تھے، وہ منصب تھا ''عاشق صادق'' رسول صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا! قسام ازل نے آپ کو سرچشمہ فیوض وبرکات اور عشق رسول سے اس قدر سرشار کر دیا تھا کہ آپ کی رگ وپے سے بھی عشق ومحبت کی خوشبو آتی تھی، عشق رسول کی سرمست مئے الفت کا خمار آپ کی نعتوں کے ہر ہر شعر میں جلوہ گر اور موجزن ہے۔

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

عقائد وافکار میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز متقدمین، صالحین اور اولیائے کاملین کے پیروکار تھے، انہوں نے مذہب وملت کے صحیح افکار ونظریات کو اپنے تجدیدی عمل سے نکھار کر مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا اور تجدید واحیاء کے اہم فرائض سرانجام دیئے، یہی وجہ ہے کہ علمائے عرب وعجم نے بیک زبان آپ کو ''مجدد مأۃ حاضرہ'' کہہ کر پکارا، چنانچہ حافظ کتب الحرم حضرت علامہ الشیخ سید اسمٰعیل خلیل مکی فرماتے ہیں ''لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقاً وصدقاً۔ یعنی اگر اعلیٰ حضرت کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ بات صحیح اور سچی ہوگی۔

چودھویں صدی ہجری میں ملت اسلامیہ کی اصلاح کے لئے جن علمی گوشوں اور شعبہ ہائے حیات میں قولاً وعملاً کام کی ضرورت تھی وہ تمام تقاضے امام احمد رضا نے پورے کئے، ایک ایک علم پر اور ایک ایک فن پر لکھا، بے شمار مردہ علوم کو کئی صدیوں

بعد زندہ کیا، بعض علوم وفنون خود ایجاد فرمائے، اسلامیان عالم نے آپ کی تحریرات کے آئینے میں اپنے تابناک ماضی کو جیتا جاگتا محسوس کیا۔

اندرونی و بیرونی فرقہ پرست تحریکوں، دور جدید کی گمراہیوں، معاشرے کو زہر آلود کرتی ہوئی برائیوں اور سماج میں جنم لینے والے غلط رسم ورواج کے خلاف آپ نے فقیہانہ مجددانہ شان سے جہاد بالقلم کیا اور ملحدانہ افکار ونظریات اور اسلام دشمن طاقتوں کی دھجیاں بکھیر دیں اور مسلمانوں کو گناہوں کے اس قعر عمیق میں گرنے سے بچالیا، آپ نے اپنی مسلسل جدو جہد سے اسلامی قوانین وضوابط اور شعائر مذہب وملت کی پاسبانی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا اور تجدید واصلاح کے سلسلہ میں آپ نے کسی کے منصب ومرتبہ کی قطعی پرواہ کئے بغیر حکم شرع نافذ کیا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتوؤں کی زد میں بڑے بڑے پیر مغاں بھی آئے لیکن نہ آپ نے ان کی جاہ حشمت کی پرواہ کی نہ ہی ان کے زہد وتقویٰ اور علم وفضل کے خول کی فکر کی بلکہ ایک مرد حق شناس کی طرح ان کا گریبان پکڑا اور حق سے متعارف کرایا جس کی وجہ سے آپ کو متشدد اور بے جا سخت گیر جیسے الزامات بھی سننا پڑے مگر آپ ایک صف شکن مرد مجاہد کی طرح آگے بڑھ کر دشمنان اسلام اور گستاخ ومعاند کو کیفر کردار تک پہنچاتے رہے۔

ملت اسلامیہ کے لئے انیسویں صدی اور بیسویں صدی عیسوی کا نصف اوّل جس قدر پر آشوب گزرا ہے، شاید ہی کوئی دور گزرا ہو، ایک سے بڑھ کر ایک فتنوں نے اس دور میں جنم لیا، ایسے پرفتن ماحول میں امام احمد رضا نے فتنوں کی بیخ کنی اور فساد امت کے ذمہ دار مفسدین کو بے نقاب کیا اور جس فقیہانہ بصیرت اور مدبرانہ فراست سے مذہب وملت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے، امام احمد رضا نے معاشرے میں پھیلی ہر برائی کے خلاف آواز بلند کی۔

امام احمد رضا خانقاہوں اور اعراس کو سلف صالحین کی اسی روش پر گامزن دیکھنا چاہتے تھے، سجادگان کو مشائخ کے اسی طریقہ پر عامل دیکھنا چاہتے تھے، وہ ان خرافاتوں کو جماعت صوفیا اور خانقاہوں کی مسحور کن روایت سے یکسر خارج کر دینا چاہتے تھے، اس کے لئے انھوں نے جملہ سلاسل طریقت سے صوفی کے لبادے میں چھپے بھیانک اور خونخوار بھیڑیوں کو نکال کر سر عام کھڑا کر دیا تا کہ ان کے حقیقی چہرے سے عوام الناس باخبر ہو سکیں اور ان گندم نما جو فروشوں سے اپنے دین وایمان اور شریعت وطریقت کو بچا سکیں۔

تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے نفس کے تزکیہ، اخلاق کی صفائی اور ظاہر وباطن کی معرفت حاصل ہوتی ہے تا کہ ہمیشہ کی سعادت حاصل ہو، نیز اس سے نفس کی اصلاح، معرفت ورضائے خداوندی کا حصول ہوتا ہے، تصوف ایک مقدس علم ہے جو سالک کو وصول الی اللہ جیسی عظیم نعمت سے نوازتا ہے، اس علم کے بنیادی اصول قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں مگر چند مفاد پرستوں نے اس میں غیر اسلامی اور غیر شرعی نظریات کی آمیزش کر دی، بعض علم وعمل سے نابلد اور شریعت سے ناواقف جاہل ومکار لوگوں نے عوام کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنے کے لئے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہم طریقت والے ہیں ہمیں شریعت کی کیا ضرورت؟

ایسے گمراہ اور گمراہ گر صوفیوں کو آئینہ دکھاتے ہوئے امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

''صوفی وہ ہے کہ اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں کو شریعت کے تابع کرے، بے اتباع شرع کسی خواہش پر نہ

لگے نہ کہ وہ ہوس اورنفسانی خواہشوں کی خاطر شرع سے دست بردار ہو اور اتباع شریعت سے آزاد، شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اور طریقت نظر، اور آنکھ پھوٹ کر نظر کا باقی رہنا غیر متصور، عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعت مطہرہ میں کب مقبول و معتبر، منزل تک پہنچنے کے بعد اگر اتباع شریعت سے بے پرواہی ہوتی اور احکام شرع کا اتباع لازم و ضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار ہوتا تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ احق ہوتے اور ترک بندگی اور اتباع شرع کے باب میں سب سے مقدم، نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ جس قدر قرب حق زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی ہیں۔"

[اعتقادالاحباب، ص ۲۷]

مکار صوفیوں کی حقیقت آشکار کرتے ہوئے ایک مقام پر حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

قول ۱۰: حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی: کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ: إن التكاليف كانت وسيلة إلى الوصول وقد وصلنا۔ یعنی احکام شریعت کی تکلیفیں تو وصول کا وسیلہ ہیں اور ہم واصل ہو چکے، اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟ فرمایا: صدقوا في الوصول ولكن إلى سقر والذي يسرق ويزني خير ممن يعتقد ذلك ولو أني بقيت ألف عام ما نقصت من أورادي شيئا إلا بعذر شرعي۔ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے لیکن کہاں؟ جہنم تک، چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں، میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض وواجبات تو بڑی چیزیں ہیں جو نوافل و مستحبات مقرر کر لئے ہیں بے عذر شرعی ان میں سے بھی کچھ کم نہ کروں۔" [مقال عرفا، مشمولہ فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۱، ص ۱۳۴]

بغیر علم تصوف کی راہ میں جادہ پیمائی کرنا اپنے آپ کو شدید ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں امام احمد رضا حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں جو انھوں نے حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بطور دعا ارشاد فرمایا:

"قول ۸: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پیر حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دعا دی: جعلك الله صاحب حديث صوفيا ولا جعلك صوفيا صاحب حديث۔ اللہ تمہیں حدیث داں کر کے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔

قول ۹: امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی اس دعائے حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح فرماتے ہیں: أشار إلى أن من حصل الحديث والعلم ثم تصوف أفلح ومن تصوف قبل العلم خاطر بنفسه۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث و علم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے

صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔" [مقال عرفا، مشمولہ فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۱ ص ۱۳۴]

خیر القرون کے بعد لوگوں کے اعتقاد و عمل میں بگاڑ اور بے اعتدالیاں پیدا ہوئیں، علم و عمل، تقویٰ وطہارت، خوف و خشیت الٰہی سے خالی افراد نے ازراہ فریب صوفیہ اور مشائخ کا لبادہ اوڑھ لیا اور سادہ لوح عوام کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرنے لگے، کچھ نام نہاد صوفیوں نے عورتوں کی طرح بال بڑھائے اور نصف درجن انگوٹھیاں پہن لیں، چنانچہ امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ بال بڑھانے والے مکار صوفیا حضرت شیخ گیسودراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زلف دراز کو اپنے لئے دلیل بناتے ہیں، آپ نے ایسے بدعات وخرافات کے دلدادہ صوفیوں کا رد بلیغ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جہالت ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے، اور تشبہ کے لئے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضروری نہیں، ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جارہی تھی، اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبہ کریں، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا، اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبہ کرنے والیاں ملعون ہیں، جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیزیں ہے اور یہ خاص جز و بدن، تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مباف ڈالنا اور اس سے سخت تر۔

حضرت سیدی محمد گیسودراز قدس سرہ نے تشبہ نہ کیا تھا، ایک گیسو محفوظ رکھا تھا اور اس کے لئے ایک وجہ خاص تھی کہ اکابر علما و اجلہ سادات سے تھے، جوانی کی عمر تھی، سادات کی طرح شانوں پر دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے، ایک بار سرراہ بیٹھے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی، انھوں نے اٹھ کر زانوے مبارک پر بوسہ دیا، حضرت خواجہ نے فرمایا: سید فروتر، سید اور نیچے بوسہ دو، انھوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا، فرمایا: سید فروتر، انھوں نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا، ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑ گیا، حضرت نے فرمایا: سید فروتر، انھوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا، گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت تشریف لے گئے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید، اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کو حکم فرمایا، انھوں نے پائے مبارک ہو بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا، گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا، یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔

یہ اعتراض حضرت سید گیسودراز نے سنا، فرمایا: لوگوں نہیں جانتے کہ میرے شیخ نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرمادیا، جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا، عالم ناسوت منکشف ہوگیا، جب

پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا، جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا، جب زمین پر بوسہ دیا لاہوت کا انکشاف ہوگیا، اس ایک گیسو کو کہ جلیل نعمت کا یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوایا، اسے تشبہ سے کیا علاقہ؟ عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا، نہ اتنا دراز اور اس کے محفوظ رکھنے میں یہ راز، اس کی سند ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف شریف فتح فرمایا، اذان ہوئی، بچوں نے اس کی نقل کی، ان میں ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، ان کی آواز بہت بلند تھی، حضور نے آپ کو بلایا اور سر پر دست مبارک رکھا اور ان کو مؤذن مقرر فرمایا، ماں نے برکت کے لئے پیشانی کے ان بالوں کو جن پر دست اقدس رکھا گیا تھا، محفوظ رکھا، جس وقت بال کھولے جاتے تو زمین پر آجاتے تھے، اسے تشبہ سے کچھ علاقہ نہیں، عورتیں فقط پیشانی کے بال نہیں بڑھاتیں اور ان کا محفوظ رکھنا اس کی برکت کے لئے تھا۔ [الملفوظ، حصہ دوم، ص ۱۰۴۔۱۰۵]

کچھ ڈھونگی صوفی عورتوں کے وضع قطع میں رہتے ہیں، طرح طرح کی گندی گالیوں، خلاف شرع افعال واقوال کا ارتکاب اور کہتے ہیں کہ ہم مجذوب ہیں جیسے حضرت موسیٰ سہاگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب ان کے لئے جائز ہے تو ہمارے لئے کیوں نہیں؟ امام احمد رضا حضرت موسیٰ سہاگ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایسے گمراہ گر صوفیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا، حضرت سیدی موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجاذیب سے تھے، احمد آباد میں مزار شریف ہے، میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں، زنانہ وضع رکھتے تھے، ایک بار قحط شدید پڑا، بادشاہ، قاضی واکابر جمع ہوکر حضرت کے پاس دعا کے لئے گئے، انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں، جب لوگوں کی التجاوزاری حد سے گزری، ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے، یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔

ایک دن جمعہ کے وقت بازار میں جارہے تھے، ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے، آئے، انھیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے، مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے، اس پر انکار ومقابلہ نہ کیا، چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہولئے، خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی، اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی، فرمایا: اللہ اکبر میرا خاوند حی لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کئے دیتے ہیں، اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔

اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں، کڑے، جوشن پہنتے ہیں، یہ گمراہی ہے، صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق۔'' [الملفوظ، حصہ دوم، ص۸۹]

امام احمد رضا کئی کئی انگوٹھیاں پہننے والے ڈھونگیوں کی قلعی کھولتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا

کئی نگ کی انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے ،کانسے ،پیتل ،لوہے ،تانبے کی مطلقاً ناجائز ہے ،گھڑی کی زنجیر سونے ،چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں منع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہے۔[احکام شریعت، حصہ دوم، ص ۳۰]

بعض جہلا اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لئے پیر اور صوفی بن گئے اور اپنے ارد گرد بے پردہ عورتوں کا ہجوم اکٹھا کرلیا، ان سے ہاتھ پاؤں دبوانا، خلوت میں ان سے راز و نیاز کی باتیں کرنا، ان کے سر اور جسم پر ہاتھ پھیرنا ان کا معمول بن گیا، ان کا یہ کہنا کہ پیر سے کیسا پردہ؟ اور سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانا کہ پیر صاحب جب یہاں نہیں دیکھیں گے تو وہاں کیسے پہچانیں گے؟

ایسے ہی بد خصال پیروں اور صوفیوں سے متعلق امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب خود بیٹھتے ہیں، توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں، اچھلتی کودتی ہیں اور ان کی آواز مکان سے دور سنائی دیتی ہے، ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟

امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

''پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو، یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف حیا ہے، ایسے پیر سے بیعت نہ چاہئے۔''[احکام شریعت، حصہ دوم، ص ۱۸۱]

کچھ جاہل و مکار صوفیوں کی پھیلائی گمراہیوں کے سبب لوگ مزارات اولیا کا طواف اور سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں، اس کے تعلق سے امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

''بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسۂ قبر میں علما کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، یہی ادب ہے پھر تقبیل (چومنا) کیوں کر متصور ہے؟''[فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰ ؍ ص ۷۷]

ایک دوسرے مقام پر مزامیر اور سجدۂ تحیت کے تعلق سے یوں ارشاد فرتے ہیں:

''مزامیر ناجائز ہیں اور سجدہ غیر خدا کو حرام قطعی ہے اور قرآن عظیم کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنا افتراء ہے، قرآن عظیم نے اگلی شریعت والوں کا واقعہ ذکر فرمایا ہے اور ان کی شریعت میں سجدۂ تحیت حلال تھا، ہماری شریعت نے حرام فرمادیا تو اب اس سے سند لانا ایسا ہے جیسے کوئی شراب کو حلال بتائے کہ اگلی شریعتوں میں جہاں تک نشہ نہ دے حلال تھی بلکہ شریعت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا، اب اس کی سند لاکر جو حلال بتائے کافر ہو جائے گا، ایسے پیر اور ایسے مریدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔''[فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰ ؍ ص ۸۹]

امام احمد رضا نے سجدۂ تحیت کی حرمت پر باقاعدہ ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ'' کے نام سے ایک تفصیلی رسالہ بھی تحریر فرمایا۔

بعض مفاد پرست طمع دنیا میں فرضی قبر یا مزار بنا کر فرضی صاحب مزار کی کرامتیں بیان کرتے ہیں، لوگوں سے ہار، پھول، چادر چڑھواتے ہیں اور عرس وفاتحہ کر کے عوام الناس کو ٹھگنے کا کام کرتے ہیں، ایسے عاقبت نااندیش لوگوں کے لئے امام احمد رضا فرماتے ہیں:

"قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جب کہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے۔۔۔۔۔اس جلسۂ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں، زید کے اس معاملہ سے جو لوگ خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد ومعان ہیں سب گنہگار وفاسق ہیں۔" [عرفان شریعت، حصہ دوم، ص ۲]

کچھ جعلی پیر اور صوفی اپنے مریدوں کو اپنی تصویر گھروں میں رکھنے اور اسے سامنے رکھ کر تصور شیخ کرنے کا حکم دیتے ہیں جبکہ شریعت مطہرہ میں جعلی پیروں کی تصویریں تو در اصلی اور سچے پیروں کی تصویریں بلکہ عام مسلمین کی بھی تصویریں کھینچا، کھنچوانا اور انھیں گھروں میں رکھنا رکھوانا سب حرام ہے، رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کسی بھی جاندار کی تصویر یا کتا موجود ہو، اس سلسلے میں امام احمد رضا یوں رقم طراز ہیں:

"اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یونہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھیں اور ان سے لذت عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔"

اس کے بعد کئی طرق سے بخاری ومسلم کی کئی احادیث پیش کر کے فرماتے ہیں:

"اور اس میں کسی معظم دینی کی تصویر ہونا نہ عذر ہو سکتا ہے نہ اس وبال عظیم سے بچا یا جا سکتا ہے بلکہ معظم دینی کی تصویر زیادہ موجب وبال ونکال ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے گی اور تصویر خاص بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے، ابھی حدیث سن چکے کہ وہ اولیا ہی کی تصویریں رکھتے تھے، جس پر ان کو بدترین خلق اللہ فرمایا، انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کون معظم دینی ہوگا اور نبی بھی کون حضرت شیخ الانبیاء خلیل کبریا سیدنا ابراہیم علی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام جہان سے افضل واعلیٰ ہیں، ان کی اور حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ وحضرت بتول مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں دیوار کعبہ پر کفار نے نقش کی تھیں جب مکہ معظمہ فتح ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق اعظم کو پہلے بھیج کر وہ سب محو کرا دیں، جب مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے، بعض کے نشان کچھ باقی پائے، پانی منگا کر بنفس نفیس انھیں دھویا اور بنانے والوں کو "قتل اللہ" فرمایا، اللہ انھیں قتل کرے۔" [فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰، ص ۴۷-۴۸]

آج کل بعض خانقاہوں میں اور مزارات پر آلات موسیقی کے ساتھ قوالیوں کا بھی عام رواج ہے حتی کے جاہل لوگ اس عمل کو بزرگوں کا پسندیدہ عمل تصور کرتے ہیں، امام احمد رضا نے ایسی قوالیوں کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ایسے اعراس

میں شرکت تک کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے جہاں مزامیر کے ساتھ قوالی کا بھی اہتمام ہو، اس مقام پر بھی مجددانہ شان سے مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے ''مسائل سماع'' تصنیف فرمائی۔

بعض جاہل پیر اور صوفی قوالی اور مزامیر کو جائز کہتے ہیں اور اعراس میں جاہل وفاسق قوالوں کو بلا کر وجد کے نام پر خوب ناچتے گاتے ہیں، ایسے پیروں کی بھی آپ نے خوب خبر لی ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والوں پر، بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں! بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا، اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جداء، اور سب حاضرین کے برابر علاحدہ، وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، ان کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انھیں سنایا، اگر وہ سامان نہ کرتا، یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لئے ان سب کا گناہ ان کے دونوں پر ہوا، پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا، وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیوں کر آتے بجاتے، لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔''

اس کے بعد اس کی حرمت پر احادیث کریمہ، آثار ائمہ اور اقوال اولیائے امہ نقل کر کے یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے، کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار کرتے، یہ ڈھٹائی اور بھی سخت کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں، اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلۂ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں، نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں، حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی ومولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم وعنا بہم فوائد الفوائد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام است۔''

پھر اکابرین سلسلۂ چشتیہ کے اقوال نقل کر کے اخیر میں فرماتے ہیں:

''مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت، للہ انصاف، کیسا خبط بے ربط ہے، اللہ اتباع شیطان سے بچائے اور ان سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے، آمین الٰہ الحق آمین بجاہہم عندک آمین۔'' [احکام شریعت، حصہ اوّل، ص ۶۱ تا ۶۵]

امام احمد رضا نے مکار اور جاہل پیروں، صوفیوں کے دجل وفریب سے مسلمانوں کو باخبر کیا اور یہ حقیقت واضح کی کہ شریعت کا دامن مضبوطی سے تھامے بغیر کوئی صوفی تو دور ایک سچا مسلمان بھی نہیں ہو سکتا، ایسا دعویٰ کرنے والا جھوٹا، فریبی اور ملحد و زندیق ہے جبکہ وہ اس خود فریبی میں مبتلا ہے کہ وہ اس منزل پر فائز ہو چکا ہے جہاں اس کے لئے تمام شرعی احکام ساقط ہو گئے ہیں، اب وہ جو چاہے کرے، تصوف ہی ہوگا اور اسی میں شمار ہوگا، وہ ناچے تو تصوف، گائے تو تصوف، سر عام شریعت کی دھجیاں

اڑائے تو تصوف، گویا کہ تصوف وہ نہیں جو صوفیائے صادقین کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے بلکہ تصوف وہ ہے جس کا صدور اس مکار نابنجار کے اقوال وافعال سے ہو۔

آج کل مغربی تہذیب وتمدن کے زہری چمک دمک کے طوفان میں مسلمان عورتیں بھی بہہ نکلی ہیں، بے پردہ و بے حجابانہ شارع عام پر گھومنا، نامحرموں کے ساتھ اخلاط وتخلیط میں رہنا، نامحرم پیروں کے سامنے محرموں کی طرح سامنے آنا جانا خدمت کرنا ان تمام تر بدعات کی، امام احمد رضا نے سختی سے مخالفت کی ہے اور عورتوں کے گھر سے نکلنے کے متعلق یہ رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام "مروج النجا لخروج النساء" ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء میت کے گھر مردوں، عورتوں کا جمع ہو کر کھانا پینا اور میت کے گھر والوں کو زیر بار کرنے کے عدم جواز پر فتوی دیتے ہوئے "جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت" ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء" کے نام سے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا۔

دور جدید میں تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ کہلانے والے مسلم گھرانوں میں جاندار کی تصویریں اور مجسمے لگانا تقریباً ضروریات سے تصور کیا جاتا ہے، امام احمد رضا نے اس کی شرعی گرفت فرمائی کہ جاندار کی تصویر حرام ہے، چنانچہ تصویر کے عدم جواز پر آپ نے "عطایا القدیر فی حکم التصویر" نامی رسالہ تحریر فرمایا۔

زیارت قبور کے لئے عورتوں کی حاضری قبرستان کی سخت ممانعت فرمائی اور یہ رسالہ "جمل النور فی نهی النساء عن زیارت القبور" ۱۳۳۹/ ۱۹۲۰ء تصنیف فرمائی۔

امام احمد رضا نے معاشرہ کی خلاف شرع عادات واطوار اور رسم ورواج پر گہری تنقید کی، آپ نے مزارات اولیا پر حصول خیر وبرکت کے لئے جانا جائز قرار دیتے ہیں جبکہ عورتوں کے مزارات پر جانے کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا کیسا ہے؟ بلکہ یہ پوچھو کہ جب وہ گھر سے نکلتی ہے اور جب تک واپس نہیں آتی اس وقت تک فرشتے اس پر کتنی لعنتیں کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں فاتحہ، سوم، چہلم، برسی وغیرہ کا عام رواج ہے حضور پر نور اعلیٰ حضرت نے اس کو جائز و مستحسن قرار دیا ساتھ ہی تعیین یوم کو بھی سہولت وآسانی کے غرض سے جائز فرمایا ہے لیکن غیر ضروری نوازمات اور متعین دنوں میں ہی زیادہ ثواب ملنے کے عقیدے کو ناجائز فرمایا اور "الحجة الفائحة لطیب التعین والفاتحة" ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء کے نام سے ایک جامع رسالہ تصنیف فرمایا۔

امام احمد رضا عام مسلمانوں کے فاتحہ، سوئم، چہلم، برسی کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن اس میں غیر ضروری لوازمات کو بے اصل قرار دیتے ہیں، وہ میت کے ایصال ثواب کے لئے غربا کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے سخت خلاف ہیں کہ برادری کے لوگوں کو بلا کر انہیں کھانا کھلانے کا اہتمام کیا جائے، وہ قبروں پر لوبان، اگربتی وغیرہ جلانے کو مال کا اسراف قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک قبروں پر پھول ڈالنا اور ایصال ثواب کرنا جائز ہے مگر ایک سے زائد کپڑے کی چادریں قبر پر ڈالنے سے منع کرتے ہیں اور چادر کے بدلے صاحب مزار کے نام کی خیرات کرنا اور فقرا کو کھانا کھلانا افضل قرار دیتے ہیں۔

شادیوں، شب برأت اور دوسری خوشی کے مواقع پر آتش بازی کا رواج کچھ مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا ہے لیکن امام

احمد رضا نے اس کو قطعاً حرام قرار دیا اور ایسی شادیوں میں شرکت کی ممانعت فرمائی ہے جہاں محرمات شرعیہ کا خطرہ ہو، اعلیٰ حضرت نے ایسے مواقع پر لوگوں کی ہدایت کے لئے ایک خاص رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا تاریخی نام "ھادی الناس فی رسوم العراس" ۱۳۱۲ھ / ۱۹۹۴ء۔

امام احمد رضا نے تبرکات مقدسہ، نعلین پاک، قبہ شریف، عصا مبارک، عمامہ شریف کے عکوس، ان کو گھروں میں رکھنا، ان کی زیارت کرنا باعث اجر و ثواب قرار دیا ہے اور اس کے متعلق ایک رسالہ "شفاء الواله فی صور الحبیب ومزاره ولغاله" ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء تصنیف فرمایا ہے، جس میں تبرکات کے تفصیلی مسائل وفضائل مرقوم ہیں۔

امام احمد رضا نے اپنے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بشری وانسانی اوصاف وکمالات کے ساتھ ساتھ معجزاتی ونورانی پہلوؤں کے بلند و بالا کمالات نبوت اور فضائل وشمائل کو احاطہ تحریر میں لاکر ملت اسلامیہ کی روحانی اقدار کو تنزلی کا شکار ہونے سے بچالیا، آپ نے اس پرفتن دور میں ملتِ اسلامیہ کے سفینے کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لئے جو کچھ ضروری تھا وہ سارے اقدامات کیے، چنانچہ مشہور وممتاز ادیب مولانا عبد الجبار رہبر اعظمی امام احمد رضا کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

"جب شاطرانِ مذہب نے قرآن کے تراجم میں کتر بیونت کر کے مسلمانوں کے عقائد پر حملہ کرنا چاہا تو اس قوم کو قرآن عظیم کا صحیح ترجمہ دیا، جب فریب کاروں نے اس کی تفسیر میں اپنی رائے شامل کر کے قوم کو گمراہ کرنا چاہا تو مسلمانوں کو ہوشیار رکھنے کے لئے "تمہید ایمان بآیات القرآن" دیا، جب اہل ضلالت نے ملت کو سنت کا نام لے کر احادیث کے غلط معانی ومطالب بتانے شروع کیے تو اس نے اہلِ ایمان کو سینکڑوں کتابیں دیں، جب اہل بدعت نے تقلید کے لباس میں غیر مقلدیت اور فقہ کے روپ میں حیلہ سازیوں اور گمراہیوں سے امت کے اعتقادات واعمال کو زخمی کرنا چاہا تو اس نے قوم کو وہ لازوال فتاویٰ دیئے جو اپنے دلائل وبراہین سے ہمیشہ تابندہ رہیں گے، دشمنانِ اسلام نے جب اس ذات قدوس اور بے عیب خدا پر کذب کے معنی درست کر کے اسلامی عقیدۂ توحید پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو اس کا قلم ان کے لئے شمشیر خارا شگاف بنا، جب شاتمانِ نبوت نے مسلمانوں کے عقائد نبوت کو مجروح کرنا چاہا تو اس کا قلم ان پر ذوالفقارِ حیدری بن کر ٹوٹا، جب دین ومذہب کے ڈاکوؤں نے مومنوں کے سینوں سے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھین لینے کا خواب دیکھا تو ان کے خوابوں کے قلعے کو تعبیر سے پہلے اس کی زبان، قلم اور عمل نے مسمار کر کے رکھ دیا، جب مکاروں نے پیری اور شیخی کے لبادے اوڑھ کر ملت کے دل کے فانوس میں بزرگانِ دین وعمائدین اسلام کی عقیدت کے جلتے چراغ کو بجھانے کے لئے ناپاک تمناؤں کے محلات تعمیر کئے تو اس نے سعی پیہم سے ان کو زمین بوس کر کے تہس نہس کر دیا، جب مولویت نما عیاروں نے آثار اسلام اور مقامات مقدسہ کی عزیمت وحرمت کو غلامان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دماغ سے نکال پھینکنے کی جرأت کی تو اس کی زبان پاک اور قلم بیباک نے ان کی چالاکیوں کے پردوں کو چاک کیا سنئے کہ یہ ایک

تاریخی حقیقت ہے، مسیح موعود کے نام کا فتنہ ہو یا مہدی معہود کے نام کا، شانِ نبوت کی توہین کا ہو یا فضائل رسالت کی تنقیص کا، نیچریت کا ہو یا دہریت کا، تقلیدی ہو یا غیر مقلدیت کا، تفضیلیت کا ہو یا رافضیت کا، خارجیت کا ہو یا بدعیت کا ان تمام فتنوں کے سینوں میں اس کا قلم اسلام وسنیت کی شمشیر وسناں بن کر اُتر گیا اور اس کی زبانِ حق ترجمان مسلمانوں کے لئے سپر بن گئی۔“ ؎

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے؟ کہ یہ وار وار سے پار ہے

[ماہنامہ قاری دہلی امام احمد رضا صفحہ ۲۷۰]

مسلمانوں کو احکام شرع کی بجا آوری کی تلقین وترغیب اور بے خوف وخطر احکام شرع بیان کرنے کے سبب مخالفین امام احمد رضا پر ایک عجیب وغریب الزام یہ لگاتے ہیں کہ انھوں نے ہر ایک کو فوراً کافر کہہ دیا، یہ الزام سراسر انصاف کو خون کرنے کے مترادف ہے، دنیا جانتی ہے کہ اشرفعلی تھانوی جیسے گستاخ پر بھی حکم کفر صادر کرنے سے پہلے تقریباً ۱۲ ارسالوں سے تک اس سے خط وکتابت فرماتے رہے، اگر وہ ہر ایک کو فوراً کافر کہنے کے عادی ہوتے تو مسلسل ۱۲ ارسالوں تک اشرفعلی تھانوی کی محررہ عبارتوں کے تعلق سے خط وکتابت کا سلسلہ کیوں جاری رکھتے ؟ ان کی یہ محتاط روش خود اعلان کرتی ہے کہ امام احمد رضا کسی پر حکم کفر لگانے میں قطعی جلد باز نہ تھے، ان پر یہ الزام مخالفین کا اختراع محض ہے۔

امام احمد رضا نے ہر مرحلہ میں ملت اسلامیہ کی کامل رہنمائی فرمائی اور جہاں جہاں بھی کفر وضلالت، گمراہی وبد مذہبی کی وبا پھیلی ہوئی نظر آئی، آپ نے فوراً اس کا شرعی آپریشن کیا اور ملت کو ایسی وباؤں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ومامون کر دیا، آپ نے کما حقہ تجدید واصلاح کا حق ادا کیا اور مستقبل میں آپ کی بے مثل وبے نظیر تصنیفات ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

یہ صدی امام احمد رضا بریلوی کی صدی ہے، پوری دنیا میں جشن صد سالہ امام احمد رضا منانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور مختلف انداز سے ان کی خراج عقیدت کا سلسلہ جاری ہے، یقیناً ان کی جناب ایسی ہے کہ ہم دلوں کا نذرانہ ہی نہیں بلکہ خون کا بھی نذرانہ پیش کریں تو کم ہے، چونکہ ملت اسلامیہ پہ ان کے بے شمار احسانات ہیں، خراج عقیدت کا ہر جائز طریقہ قابل تحسین ہے مگر سب سے بہتر اور عمدہ خراج عقیدت ان کے جلائے ہوئے عشق وعرفان کے چراغوں کی روشنی میں زندگی گزارنا ہے، ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نمائش زیادہ کرتے ہیں اور عمل کم، نمائش سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور شرعی وصولوں پہ عمل سے زندگی بنتی، سنورتی اور نکھرتی ہے۔

امام احمد رضا نے فلاح ونجات کے لئے جو چراغ روشن کئے ہیں ہم نے انھیں آپ کے سامنے رکھ دیا ہے، ان چراغوں سے اپنے دلوں کے آفاق کو روشن ومنور کرنا آپ کی ذمہ داری ہے، ہم مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگاتے ہیں، یہ نعرہ لگانا یقیناً اچھا کام ہے چونکہ یہ نعرہ ہماری علامت ہے، ہمارا نشان امتیاز ہے اور ہماری پہچان ہے، مگر ہم صرف نعروں ہی میں گم ہو کر رہ جائیں یہ اچھا نہیں ہے بلکہ ہماری نگاہوں سے اس پاکیزہ نعرے کے مطالبات اوجھل نہ ہونے پائیں، اس نعرے کے مطالبات کیا ہیں؟

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

دشمن احمد پہ شدت کیجئے　　ملحدوں سے کیا مروت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حضور　　اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی قدس سرہ العزیز ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے حوالے سے اپنی ایک تحریر میں ارشاد فرماتے ہیں:

''مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی اس زمانے کے مجدد برحق اور سلسلۂ برکات کے روحانی فرزند ہیں ان پر مرشد گرامی کی خاص نظر توجہ ہے، اللہ و رسول کی خاص عنایتوں سے وافر حصہ ان کو عطا ہوا ہے دور حاضر میں امام احمد رضا کا موقف ہی دین حق ہے اور اہلسنت کے تمام علمبرداروں کو اس جانب متوجہ ہونا چاہئے، ان کے مشن و موقف سے دامن بچانے والوں میں خواص ہوں کہ عوام ان پر خاندان برکات کا اعتبار نہیں حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی پیر و مرشد مولانا احمد رضا خان صاحب نے علم و عمل میں ان کی تقلید و اتباع کا فرمان جاری فرمایا ہے بلکہ حضور نے یہ بھی وصیت کی ہے کہ مولوی شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے موقف سے ہمیشہ اتفاق رکھا جائے۔ نیز مرشد گرامی قبلہ نے ان کی مریدی پر فخر فرمایا ہے۔ اور دنیا سے لے کر محشر تک خوشی کا اظہار فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ہر تقریر و تحریر لائق تقلید و عمل ہے، بلکہ ان کا وجود نسل در نسل خاندان برکات کے لئے لائق صد فخر و مباہات ہے۔ ہم بھی اپنے مریدین معتقدین اور ابناء خلفاء کو مولانا احمد رضا خان صاحب سے دلی محبت اور سچی عقیدت و احترام کی وصیت کرتے ہیں اور یہ تاکید کرتے ہیں کہ مرتے دم تک ان کے موقف کی تائید کرے اور ان کے ہر شرعی فیصلے سے اتفاق رکھے۔ ہمارے خاندان کا ایک بچہ بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام بے ادبی سے نہ لے، مسلک و مذہب اعلیٰ حضرت سے نا اتفاقی ظاہر کرنے والا میرے سلسلے کا مرید نہیں ہو سکتا، ہو بھی تو خارج از سلسلہ تصور کرنا چاہئے۔'' (ماہنامہ پاسبان اکتوبر الٰہ آباد، ۱۹۷۹ء)

کچھ امام احمد رضا نمبر کے بارے میں

سیدی مرشدی، استاذی و ملاذی حضور تاج الشریعہ کے وصال پر ملال کے بعد میری تو جیسے دنیا ہی اندھیر ہو گئی تھی، ذہن و دماغ بالکل معطل ہو کر رہ گئے، روزمرہ کے مشاغل اور معمولات زندگی سے بے رغبتی پیدا ہو گئی، عقل و شعور نے کام کرنا بند کر دیا، غم و اندوہ کی اس کربناک ساعت میں میرے لئے خود کو سنبھالنا ایک سخت ترین مرحلہ تھا، بہرحال جب رفتہ رفتہ غم و اندوہ کی اس طغیانی میں ٹھہراؤ آیا تو میں مرشد گرامی کی حیات و خدمات پر مشتمل ''نقوش تاج الشریعہ'' جیسے دستاویزی نمبر کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا اور بفضلہٖ تعالیٰ چند احباب کے ساتھ شب و روز کی کاوشوں کے طفیل وقت معینہ پر یہ معیاری نمبر منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس کے بعد ہفتوں قلم میں جنبش کی طاقت نہیں رہی اور اس کیفیت سے نہ صرف راقم ہی دو چار رہا بلکہ ہندو پاک کے تقریباً سبھی اہل علم و قلم کی بھی یہی کیفیت رہی، کیونکہ دانشوران قوم و ملت کا ہر ہر فرد بارگاہ تاج الشریعہ میں اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرنے میں مصروف عمل تھا اور ایک ایک اہل قلم کو کئی کئی مضامین و مقالات سپرد قرطاس کرنے پڑے تھے، ان

کیفیات کے سبب بیشتر اہل قلم ایک بار پھر ایک محدود مدت میں مزید کسی عنوان پر کچھ لکھنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

خود راقم کی بھی یہی حالت تھی، امام احمد رضا صدی سمینار گیا، امام احمد رضا صدی نمبر جمشید پور اور مرکز اہل سنت نمبر مسولی کے لئے منتخب عنوانات پر مقالے قلم بند کرنا مزید برآں تھا، بہر حال ہر کام کا ایک وقت متعین ہے اور جب کسی کام کا آجاتا ہے تو اس کے عمل پذیر ہونے کی صورتیں بھی خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں، جس طرح کسی کام کا وقت متعین ہوتا ہے اسی طرح اس کام کو انجام دینے والے افراد بھی متعین ہوتے ہیں، جب کام کا وقت آجاتا ہے تو حالات بھی سازگار ہو جاتے ہیں اور اسے انجام تک پہنچانے والے افراد بھی مسخر ہو جاتے ہیں، اس طرح وہ کام لاشعوری طور پر بھی پایہ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے اور جب اس کام کو دیکھتے ہیں تو خود بھی بحر استعجاب میں غوطہ زن ہو جاتے ہیں کہ ارے یہ کیسے ہو گیا کچھ ایسا ہی ہوا امام احمد رضا نمبر کے معاملے میں، چاہت تو تھی کہ صد سالہ عرس رضوی کے حسین موقع پر ادارہ سنی دنیا بھی امام اہل سنت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک معیاری نمبر شائع کرتا لیکن یہ عظیم کام اتنی قلیل مدت میں ہو بھی جائے گا، اس کی امید نہیں تھی، سچ فرمایا ہے امام احمد رضا نے۔ ؎

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

❖❖❖

باب سوم

خصوصیات

امام احمد رضا! ایک تعارف

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی
خادم فخراز ہر دارالافتاء والقضاء، باسپیٹ کرناٹکا

(۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جو ہندوستان کے مشہور بریلی شریف میں ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بوقت ظہر جلوہ بار ہوئے۔(۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کی آمد دنیا میں ایک عظیم دینی ضرورت تھی۔(۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جنہیں قدرت نے ایک خاص مقصد کے تحت مبعوث فرمایا تھا۔(۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کا مقدس وجود آیت من آیات اللہ اور معجزۃ من معجزۃ الرسول ﷺ تھا۔(۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جو حسب ونسب کے اعتبار سے بھی خاندانی شرف ووقار اور وجاہت دینی ودنیوی کا امتیاز بھی رکھتے تھے۔(۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کا نام والد بزرگوار نے محمد رکھا۔ دادا نے احمد رضا اور تاریخی اعتبار سے آپ نے المختار لکھا۔(۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ عبد المصطفیٰ کا اضافہ کیا اور اعلیٰ حضرت کے نام سے شہرت ملی۔(۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جنہوں نے برسوں بعد قرآنی آیت اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ سے اپنا سن ولادت ۱۲۷۲ھ نکالا۔(۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کا اعزازی نام ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں امام حرم جمال شافعی نے ضیاء الدین احمد رکھا۔(۱۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے صرف چار سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ قرآن پاک کا ناظرہ ختم کرلیا۔(۱۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے چھ سال کی کم سنی میں مجمع علماء میں میلاد النبی ﷺ کے عنوان پر شاندار تقریر وخطابت کی۔(۱۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے تقریبا آٹھ سال کے بچپنے میں ایک کتاب شرح ہدایۃ النحو لکھی۔(۱۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جو تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی بہت کم عمر ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں تمام علوم وفنون سے فراغت حاصل کی۔(۱۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے ایک ماہ کے اندر پورا قرآن مع مفاہیم حفظ کرلیا۔(۱۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے ۱۹۰۵ء میں مکہ معظمہ کے حرم میں صرف آٹھ گھنٹے کے اندر علم غیب مصطفیٰ ﷺ کے ثبوت میں ایک شاہکار کتاب الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ لکھ ڈالی۔(۱۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے امت کو ۱۹۱۱ء میں عشق وعرفان سے بھرپور قرآن پاک کا شاندار اور صحیح اردو ترجمہ کنز الایمان عطا کیا۔(۱۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے حسام الحرمین، لکھ کر اسلام وکفر کے درمیان خط امتیاز کھینچا۔(۱۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے ۱۲ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ فتاویٰ رضویہ عطا فرمایا۔(۱۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے تقریبا ۴۰۰/ علوم وفنون پر ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھیں۔(۲۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے جہاد بالقلم فرمایا اور ۱۳۲۲ھ میں ایک مرکزی ادارہ جامعہ منظر اسلام کی بنیاد رکھی۔

(۲۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے اپنی پوری زندگی کے حساب سے ہر پانچ گھنٹے میں ایک علمی وتحقیقی کتاب دی۔(۲۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے دینی ودنیوی علوم پر کامل مہارت حاصل کرلی تھی۔(۲۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے کئی زبان

پر عبور پایا تھا۔(۲۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی بسیار جہتی اور کثیر الحیثیات ذات ایک متحرک ادارہ اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ تھی ۔(۲۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی قد آور اور انقلاب آفریں عبقری شخصیت اور عہد ساز زندگی پر دنیا کی بڑی یونیورسٹیوں میں ریسرچ ہو رہی ہے۔(۲۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جو بے مثل ذہانت اور بے نظیر خداداد حافظے کے مالک تھے۔(۲۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جو عقل وعشق کے محتاط مقام رفیع پر فائز تھے۔(۲۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جو علم کے جبل شامخ اور عمل کے روشن مینار تھے۔(۲۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جو منقولات میں بحر ذخار تو معقولات میں دریائے ناپیدا کنار تھے۔(۳۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جو مفسر اعظم، محدث عالم اور فقیہ اسلام تھے۔(۳۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جو صرف امام المنطق والفلسفہ ہی نہیں بلکہ امیر ریاضی داں و عظیم سائنس داں بھی تھے۔(۳۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جو برجستہ تاریخی مادے نکالنے میں درک اور حکمت وطبابت میں کمال رکھتے تھے۔(۳۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جو عادات واطوار اور اخلاق وکردار میں بلند پایہ تھے۔ (۳۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جو ظاہر وباطن میں یکساں تھے۔(۳۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جو سواد اعظم کے رہبر ورہنما ہی نہیں بلکہ خود اپنے آپ میں سواد اعظم تھے۔(۳۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جو ما انا علیہ واصحابی کے مصداق اور صراط مستقیم تھے۔(۳۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جو علم وفضل کے آفتاب تو زہد وعمل اور تقوئی وورع کے بھی ماہتاب تھے۔(۳۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جو شریعت کی کسوٹی اور طریقت کے میزان تھے۔(۳۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جو وارث امام اعظم اور جانشین غوث اعظم تھے۔

(۴۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی مکمل تفسیر اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی اصلی تعبیر تھے۔

(۴۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جو احکام اسلام اور مسائل شرعیہ میں سید الحناطین تھے۔(۴۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جو اللہ کے ولی اور رسول کے عاشق ونائب تھے۔(۴۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جو احقاق حق میں صدیق اکبر کا پرتو اور ابطال باطل میں فاروق اعظم کا مظہر تھے۔(۴۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جو رحم وکرم میں ذوالنورین کی تصویر اور رعب ودبدبہ میں حیدری شمشیر تھے۔(۴۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جو اصحاب واہل بیت کے فدائی اور اولیا وغوث کے شیدائی تھے۔(۴۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جو سلطنت قرآن واحادیث میں وزیر المجتہدین اور دولت فقہ وہدایت میں امیر المومنین تھے،(۴۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جو اعلیٰ حضرت علی الاطلاق اور امام اہل سنت فی الآفاق تھے۔(۴۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جو ۱۲۹۴ھ میں مارہرہ شریف حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ سے مرید ہوئے۔(۴۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جو ۱۳/سلاسل طریقت کی خلافت واجازت کی سند رکھتے تھے۔(۵۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جو اپنے والدین کے لئے قابل فخر اور اساتذہ کے لئے قابل رشک تھے۔(۵۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جو اپنے پیر کے لئے سرمایۂ آخرت اور مرید کے لئے ذریعۂ نجات تھے۔(۵۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کو امام حرم شیخ محمد صالح نے راس المومنین فی زمانہ وامام المصنفین بحکم اقرانہ کا ٹائیٹل دیا۔(۵۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کو ملت نے شیخ الاسلام والمسلمین تسلیم کیا۔(۵۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کو قوم نے حجۃ اللہ فی الارضین کے لقب سے یاد کیا۔(۵۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کو امت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے نام سے جانا۔ (۵۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کو علماء عرب وعجم نے چودھویں صدی کے مجدد کے خطاب سے نوازا۔(۵۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کی مقدس پیشانی سے خدا کا نور ٹپکتا تھا۔(۵۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کی محترم ذات وصفات خود ایک کرامت تھی

۔(۵۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے انوار سے معمور و منور تھا۔(۶۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کا شام وسحر اور شب وروز کا ایک ایک لمحہ دینی مہمات میں مصروف رہا۔

(۶۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کا اہم مشغلہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رہا۔(۶۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کی اصلاح وتبلیغ اور رشد وہدایت نے نہ معلوم کتنے لوگوں کو کفر والحاد اور بے دینی وگمراہی سے بچالیا۔(۶۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کی حق گوئی وحق بینی اور حق نویسی نے بہت کج رووں کو صراط مستقیم پر گامزن کردیا۔(۶۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کا لیٹنا لفظ محمد کی شکل اختیار کر لیتا۔(۶۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جن پر الفضل ما شھدت بہ الاعداء کا جملہ پورا صادق آتا تھا۔(۶۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے عشق رسول کی شمع روشن کی اور ایمان وایقان کی روشنی بخشی۔(۶۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے سنتوں کو زندہ کیا اور بدعتوں کا قلع قمع کیا۔(۶۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے ہدایت وسنت کے مٹتے ہوئے نقوش کو اپنے تجدیدی کارناموں سے اجاگر کیا۔(۶۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے اپنی دینی وایمانی استطاعت سے لادینیت وبد مذہبیت کا سدباب کیا۔(۷۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے بارگاہ الٰہی کے دریدہ دہنوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔(۷۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے گستاخان رسول کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔(۷۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے عظمت توحید ورسالت کا درس دیا اور علماؤ اولیاء کے مقام ومراتب کو بتلایا۔(۷۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے حقوق اللہ وحقوق العباد کی پاسداری میں کبھی کوئی کوتاہی نہ کی۔(۷۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے اصلی ونقلی میں پہچان کرایا۔(۷۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی شاعری کلام الامام امام الکلام ہے۔(۷۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی نعت گوئی ومنقبت نگاری کا داعیہ جذبۂ شرعیہ ہے۔

(۷۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی شاعری میں ستائش کی تمنا نہیں مقصد عبادت ہے۔(۷۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی شاعری الشعراء یتبعھم الغاوون سے مستثنٰی ہے۔(۷۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی شاعری ان من الشعر الحکمۃ کا نمونہ ہے۔

(۸۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی شاعرانہ حیثیت الشعراء تلامیذ الرحمٰن کی ہے۔

(۸۱) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی حمد ونعت اور سلام ومنقبت کی گونج پوری دنیا میں سنائی دیتی ہے۔(۸۲) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کا وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ بروز جمعہ ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر حی علی الفلاح کی صدا کے ساتھ ہوا۔(۸۳) فاضل بریلوی وہ ہیں جس نے اپنا سن وصال وفات سے چند ماہ قبل خود ہی آیت کریمہ ویطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ واکواب سے استخراج کر لیا تھا۔(۸۴) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کی موت موت العالم موت العالم کی مصداق ہے۔(۸۵) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کے خلفاؤ تلامذہ نے پوری دنیا میں تبلیغ اسلام فرمائی۔(۸۶) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کا مزار پر انوار آج بھی بریلی شریف انڈیا میں مرجع خلائق ومطلع انوار ہے۔(۸۷) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کا خانوادہ آج بھی سرچشمۂ رشد وہدایت ہے۔

(۸۸) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کا فیضان تا قیامت جاری رہے گا۔(۸۹) فاضل بریلوی وہ ہیں جن کا نام، مذہب، صراط مستقیم اور فرقہ ناجیہ کی واضح علامت ہے۔(۹۰) فاضل بریلوی وہ ہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ڈالدی قلب میں عظمت مصطفٰے — سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

❖❖❖

امام احمد رضا اور عالمی مسائل

از : مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی
مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ولادت دس شوال ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء میں ہوئی اور ان کا وصال ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ۔ ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ ۲۰۲۰ء میں ان کے وصال کو سو سال پورے ہو جائیں گے ان کی ذات پورے عالم اسلام کے لیے خدائی امانت تھی انہوں نے خود کو پورے طور پر دینی قدروں کے فروغ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ پورے عالم اسلام میں عموماً اور برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً اسلاف کی امانتوں کے ساتھ تشدد کا سلسلہ جاری تھا آپ نے متشددین کے تعاقب کا تاحیات سلسلہ جاری رکھا اس سلسلے میں آپ کی تصانیف شاہد ہیں یہ تصانیف کثیر تعداد میں ہیں اور ٹھوس دلائل، روشن براہین اور تحقیقی اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔ انہوں نے قرآن واحادیث کی روشنی میں علوم وفنون کے میدان میں جو اضافات کیے ہیں اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ ان کی کتاب حیات کا یوں تو ہر باب روشن و منور ہے لیکن سارے ابواب کا جس باب کو پیش لفظ قرار دیا جا سکتا ہے وہ عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ان کی ذات مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے میں عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاوی دیکھنا چاہتی تھی۔ نفاذ عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ان کی کارگزاریاں تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت کبھی گرد آلود نہیں کر سکتی۔ ان کی دینی خدمات کے ہزاروں ابواب ہیں اور ہر باب عقل انسانی کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ ان کی تحریرات میں اسرار الٰہی کے سمندر پنہاں ہیں لیکن اب حال یہ ہے کہ ان کی تحریرات کے ظاہر کو سمجھنے والے کم یاب ہیں جب ظاہر کا یہ حال ہے تو باطن کے لیے کیا کہا جا سکتا ہے۔ پھر بھی بعض کوتاہ قدان کی تحقیقات کو تنقید کے دائرے میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کوتاہ قدوں کا یہ عمل سورج پہ تھوکنے کے مترادف ہے۔ اندھیرے اور اجالے میں ہمیشہ جنگ ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی لیکن اندھیرا اُجالے کو نگل جائے ایسا ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا شکست اندھیرے کا مقدر ہے۔ اُجالا پتھر دلوں میں بھی اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔

کائنات کے خمیرہ میں نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شامل ہے۔ جب کائنات میں کہیں تاریکی گہری ہوتی ہے تو اس تاریکی کو کچلنے کے لیے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی صدیق اکبر کی شکل میں کبھی فاروقِ اعظم کی شکل میں، کبھی عثمان غنی کی شکل میں، کبھی مولا کائنات کے شکل میں، کبھی امام حسن وحسین کی شکل میں، کبھی غوث اعظم کی شکل میں، کبھی خواجہ غریب نواز کی شکل میں، کبھی مجدد الف ثانی کی شکل میں اور کبھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے جو لوگ اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور تحقیقات اعلیٰ حضرت سے الجھنے کی کوشش کر رہے ہیں در حقیقت وہ شعوری یا لاشعوری طور پر نورِ

مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور نورِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الجھنے کا انجام ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی حیات کی بے شمار جہتیں ہیں اور ہر جہت کی حیثیت تقلیدی ہے۔ ان کی زندگی کی کوئی سانس ایسی نہیں ہے جو نظر انداز کی جاسکے۔ ان کی ہر بات سے علوم وفنون اور عشق وعرفان کے آبشار پھوٹتے ہیں، انہوں نے عشق وعرفان کے جو نقوش ابھارے ہیں وہ اتنے واضح اور پر روشن ہیں کے مٹانے والے خود مٹ گئے مٹا نہ سکے۔ ان کی ذات کو سمجھنے میں تھوڑی سی لغزش انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ بارگاہِ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ان کی مقبولیت کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب نسبت بھی ان سے الجھتا ہے تو وہ رحمت الٰہی اور کرم رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محروم کر دیا جاتا ہے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ان کی مقبولیت کا ایک ورق دیکھیے۔

ملک شام کے کسی بزرگ عالم دین کو کسی دینی مسئلے میں دشواری پیش آئی انہوں نے کتابوں سے رجوع کیا پھر بھی مسئلے کا حل ان پہ واضح نہ ہوسکا جب بہت زیادہ پریشان ہوئے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ چلتے ہیں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں استغاثہ پیش کریں گے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلے کا حل بتا دیں گے۔ پروگرام کے مطابق بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ استغاثہ پیش کیا۔ سرکار کے جلوؤں سے شاد کام ہوئے۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت شریعت کا قلمدان مولانا احمد رضا کے ذمہ ہے تم وہیں چلے جاؤ مسئلے کا حل مل جائے گا۔ فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق انہوں نے بریلی شریف کا سفر کیا جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے دربارِ دُربار میں حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا چھوٹے چھوٹے مسئلے کے لئے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پریشان کرتے ہیں اور انہیں مسئلے کا حل بتا دیا۔ (بروایت حضور امین شریعت رائے پور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی شخصیت صداقت کے متلاشیوں کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور ان کی یہ حیثیت زمانے کے قید سے آزاد ہے۔ مجدد دین اسلام اور مصلحین امت کی صف میں آپ کے امتیازات ہیں اور ایسے امتیازات ہیں جنہیں کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ قرآن واحادیث کی روشنی میں آپ نے جو اضافات کئے ہیں پوری اسلامی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے اضافات اکٹھا کئے جائیں تو مجلدات تیار ہوسکتی ہیں کام زیادہ مشکل نہیں ہے پھر بھی وقت طلب ہے۔ اور آج کا حال یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ذات میں الجھا ہوا ہے۔ اور اپنے وقت کی قیمت مانگتا ہے۔ جن کے سینوں میں ملی درد کا آتش فشاں سلگ رہا ہے ان کے پاس وسائل نہیں ہیں اور جن کے پاس وسائل ہیں ان کے سینوں میں درد نہیں ہے اس وقت جماعتی وقار واعتبار کو نام نہاد اپنے دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں اگر اسلامی سلطنت ہوتی تو ایسے افراد کے سر قلم کر دیئے جاتے۔ جمہوریت انہیں امان دے رہی ہے۔ آزادیٔ اظہار کا حال یہ ہے کہ بونا سے بونا شخص قانون کی زبان استعمال کر رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات مسلمانوں کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں نشان منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے امت مسلمہ کے لیے فلاح ونجات کی ہزاروں راہیں کشادہ کی ہیں ملی درد جب مجسم ہوتا ہے تو امام احمد رضا بنتا ہے انہیں براہِ راست بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہدایات ملتی تھیں۔ ان کے دینی، ملی اور علمی کارناموں کی تسہیل وتفصیل کے لیے صدیاں درکار ہیں اور یہ کام وہی لوگ صحیح انداز میں کرسکتے ہیں جن کے سینے تجربات،

مشاہدات اور مکاشفات کے نور سے منور ہوں جن کے پاس رسمی علم ہے وہ رسم تو ادا کر سکتے ہیں حق ادا نہیں کر سکتے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات آیاتِ الٰہی بھی تھی، معجزۂ رسالت پناہی بھی تھی اور اولیاء اللہ کی کرامت بھی تھی۔ انہوں نے تقدیس الوہیت کو بھی تحفظ دیا ہے، ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی تحفظ دیا ہے اور عظمت اولیاء اللہ کو بھی تحفظ دیا ہے۔ اگر ان کی ذات نہ ہوتی تو عالم اسلام میں عموماً اور ہندو پاک میں خصوصاً انبیاء واولیاء اللہ کے مزارات کے قبات کے نشانات تک مٹا دیئے جاتے انبیائے کرام، رسولانِ عظام اور اولیائے ذوی احترام ہی کی ذوات کثیر الصفات ایسی ہیں جن سے جذبۂ دین کا عطر کشید کیا جاتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نقوش قدم کی پیروی سے رضائے الٰہی کی راہیں کھلتی ہیں۔ محبوبانِ الٰہی سے جن کا رشتہ استوار نہ ہوگا۔ خیر وفلاح کا حصول ان کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ محبوبانِ الٰہی کی ذوات ہی چراغ ہدایت ہے اور چراغ ہی سے چراغ جلتے ہیں باطل قوتیں محبوبانِ الٰہی سے امت کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتی تھیں اعلیٰ حضرت نے ایسی ہر فرعونی طاقت کو دھول چاٹنے پر مجبور کیا ہے یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا کی باطل تحریکات اعلیٰ حضرت کے نام سے آج بھی خوف زدہ ہیں۔ خواب میں بھی اگر ان کی سماعت سے اعلیٰ حضرت کا نام ٹکراتا ہے تو وہ حواس باختہ ہو جاتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے ہر کام کا رشتہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جڑا ہوا ہے ان کی ذات عشق وعرفان کی اس منزل پہ تھی جہاں پہنچنے کی دھن میں عمریں ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ ان کی سانسوں سے اتباع شریعت کی خوشبو پھوٹتی تھی، اکثر لوگ سونے میں شریعت کا التزام نہیں کر پاتے احادیث میں سونے کے آداب بتائے گئے ہیں مگر جو لوگ عشق وعرفان کی اعلیٰ منزلوں پر فائز ہوتے ہیں وہ شریعت کے کسی بھی اصول کو برتنے میں غفلت کا شکار نہیں ہوتے۔ اعلیٰ حضرت کی ذات عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس قدر بھیگ چکی تھی بلکہ عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارش میں ان کی ذات ہر وقت نہائی رہتی تھی۔ ان کے عشق کا حال یہ تھا کہ جس پہ نظر توجہ ہو جاتی وہ بھی حرارت عشق میں تپنے لگتا۔ جن کے پاس رضویات کا گہرا مطالعہ ہے۔ وہ اس بات سے واقف ہوں گے کہ اعلیٰ حضرت جب سوتے تو لفظ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر تیار ہو جاتی یہ ان کی بارگاہ کے حاضر باشوں کا بیان ہے چونکہ اعلیٰ حضرت کو جس شریعت کی پاسداری سونپی گئی تھی۔ یا جس شریعت کے فروغ وتحفظ کے لیے انہیں بھیجا گیا تھا وہاں تصویر کشی سرے سے ناجائز وحرام ہے۔ اگر تصویر کسی کی اجازت ہوتی تو ان کے سونے کی حالت کو دنیا دیکھتی۔ اسلام کی جو ہمارے پاس پونجی ہے کل کا کل سماعی ملی ہے۔ اگر شریعت اسلامیہ میں تصویر کشی جائز ہوتی تو عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک کی ساری کیفیات، سارے واقعا اور سارے مناظر تصویروں کی شکل میں محفوظ ہوتے۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصویر کشی کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے اس لیے تصویر کشی قیامت تک ناجائز وحرام رہے گی۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تصویر ہی سے بت پرستی کا آغاز ہوا ہے۔ کعبہ کے اندر بھی بہت ساری تصویریں اہل مکہ نے بنا رکھی تھیں۔ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مٹانے کا حکم فرمایا پھر جو تصویریں اور اس کے نشانات رہ گئے سب کو اپنے ہاتھوں سے مٹا دیا۔ اب ایسی صورت میں اگر کوئی شخص تصویر کشی کے جواز پہ یقین رکھتا ہے یا اس کے جواز کا حکم دیتا ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ متعین کر لے۔ تصویر کشی کا مسئلہ ملکی نہیں بلکہ یہ پوری دنیا میں وبا کی طرح پھیل رہا ہے اور فقہ وفتاویٰ سے تعلق رکھنے والے بعض

حضرات اس کے جواز پر اصرار کر رہے ہیں۔

اسلام کی عمر چودہ سو سال سے زائد ہوگئی ہے، ہم چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو تصویر کشی کے جواز میں کسی عہد، کسی قرن اور کسی زمانے کے علماء امت کا کوئی فتویٰ، کوئی حکم اور کوئی فیصلہ نہیں ملتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ اسلامی آثار و روایات کی ایک مضبوط کڑی ہیں۔ انہوں نے علماء امت سے جو اسلامی اثاثہ پایا تھا اس کے وہ داعی اور ناشر تھے اس کی وضاحت آپ نے اپنے وصایا، شریف میں بھی کی ہے۔ ذیل میں اعلیٰ حضرت کا ارشاد ملاحظہ کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہٗ کے نور ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین روشن ہوئے، ان سے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روشن ہوئے۔ تابعین سے تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ روشن ہوئے، ان سے ائمہ دین روشن ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ (وصایا شریف)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے اسلام کے چہرے پہ کبھی کسی طرح کے گرد و غبار کو دیکھنا پسند نہیں کیا۔ اسلام کی جو صورت ابتدائے اسلام میں تھی یا جس اسلام کا ظہور مکہ میں ہوا، جس کا فروغ مدینے سے ہوا اور جس کی شادابی میں اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون جگر شامل ہے آپ اسی اسلام کو ہر گھر کی دہلیز پر مسکراتا، چمکتا اور دمکتا دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کے عہد میں اسلامی روایات، اسلامی آثار اور اسلامی تبرکات خطرات کی زد پہ تھے۔ آپ نے ان تمام تحریکات کا تعاقب کیا اور ان کا پوری جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا جو اسلامی آثار و تبرکات کے صاف و شفاف چہرے کو گرد آلود کرنے میں مصروف تھیں۔ اس حوالے سے آپ کی ایک ہزار سے زائد تالیفات و تصنیفات بطور شہادت موجود ہیں۔ آپ کی تالیفات و تصنیفات میں علوم و فنون، اسرار و رموز کی جو لہریں ملتی ہیں اور دلائل و براہین کی جو کثرت ملتی ہے اس کی نظر سے صدیوں کے تالیفاتی و تصنیفاتی اثاثہ خالی ہے نسل نو کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مطالعہ سے اس کا رشتہ بہت حد تک ٹوٹ چکا ہے۔ اور اگر مطالعہ ہوتا بھی ہے تو اسکا دائرہ درسیات تک محدود ہے۔ مطالعہ ہی سے ذہنوں کے آفاق روشن ہوتے ہیں، مطالعہ ہی سے فکر میں تازگی آتی ہے اور مطالعہ ہی سے شخصیات اور ان کے علمی فن پاروں کے اعتبار و احترام کا دل میں جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مچھلی کو پانی سے نکال دیجئے تو وہ تھوڑی دیر میں تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔ اور عالم کو کتابوں سے جدا کر دیجئے تو اس کے اندر سے اسلامی روح دھیرے دھیرے نکل جائے گی۔ جس عالم کے پاس کتابوں کا ذخیرہ نہیں اس کی مثال اس فوجی کی سی ہے جو بغیر سامانِ حرب کے محاذ جنگ پہ چلا جائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ عالم شریعت بھی تھے اور عامل شریعت بھی، عاشق رسالت بھی تھے اور ناشر عشق رسالت بھی۔ شجر شریعت کی ہر شاخ پہ ان کی گہری نظر تھی۔ دنیا اپنے علوم و فنون پہ ناز کرتی ہے مگر علوم و فنون کو ان پہ

ناز تھا۔ ان کی ذات کتنے علوم وفنون کی مالک تھی محققین نے اس کی تعداد بتائی ہے مگر ہر آنے والا وقت اس تعداد میں اضافہ کر دیتا ہے۔ محققین کا ہر دعویٰ رفتار زمانہ کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ ان کے سینے میں ملی درد کا آتش فشاں ہر وقت دہکتا رہتا تھا۔ ان کی ہر وقت یہی کوشش رہتی کہ مسلم معاشرہ اصول شریعت کا آئینہ دار بھی ہو اور پاسدار بھی۔ اصول شریعت سے بے توجہی مصائب کو دعوت دیتی ہے۔ مسلم معاشرے کے روبہ زوال ہونے کے بنیادی اسباب یہی ہیں کہ دلوں سے اقدار اسلامی کے احترام کا جذبہ رخصت ہو چکا ہے۔ عشق کی حرارت ختم ہو چکی ہے اور فکر فرداں سے مسلمان بے نیاز ہو چکا ہے۔ مسلمان سروں کو خدا کے حضور جھکانے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ وہ کسی غیر کے سامنے جھکنے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے۔ جو سر غیروں کے سامنے جھکتے ہیں رحمت الٰہی ان سے دور جاتی ہے۔ وہ ہر پیشانی پہ سجدوں کی چمک دیکھنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کے چہروں کو بے نور دیکھ کر ان کی پلکیں بھیگ جاتی تھیں مسلمانوں پر دنیا کے کسی گوشے میں کوئی افتاد آتی، کوئی انہیں حقوق سے محروم کرنا چاہتا اور انہیں کوئی اذیت ہوتی تو آپ بے قرار ہو جاتے۔ پھر آپ دفاعی کوششوں میں مصروف ہو جاتے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی بے سروسامانی کے مناظر تو آپ کی نگاہوں میں ٹی۔ وی کے اسکرین کی طرح گھومتے تھے۔ دوسرے ممالک کے حالات پہ بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ پورا عالم اسلام ہر وقت آپ کے پیش نگاہ ہوتا۔ آپ نے ملت کی ہر الجھی ہوئی گتھی کو سلجھائی ہے۔ آپ کے عہد میں کئی اہم مسائل ایسے تھے جن کی حیثیت عالمی تھی اور اہل علم سے وہ پل پل حل کا تقاضا کر رہے تھے اہل علم حل کی کوشش میں مصروف تھے مگر انہیں کامیابی نہیں مل رہی تھی۔ بعض نام نہاد مسند افتاء پر بیٹھ کر ملت کی الجھنوں میں اضافہ کر رہے تھے۔ جو مسائل عالمی نقطۂ نگاہ سے حل طلب تھے۔ ان میں منی آڈر کا مسئلہ، کرنسی نوٹ کے مسائل، سمت قبلہ کا مسئلہ، اذان ثانی کا مسئلہ۔ حقۃ المرجان کا مسئلہ۔ ولایت شرعی وعرفی کا مسئلہ، اذان قبر کا مسئلہ، ارکان وضو کا مسئلہ، فرض علمی واعتقادی کا مسئلہ، پانی کے اقسام کا مسئلہ، تیمم کا مسئلہ اس طرح کے اور بھی درجنوں مسائل تھے جو عالم اسلام کے مقتدر اہل فقہ وفتاویٰ کی توجہات چاہتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا فقہ وفتاویٰ کے باب میں کوئی مثیل نہ تھا۔ ہمارے دل میں ہر اہل و علم کا احترام ہے چاہے اس کا تعلق زمین کے جس حصہ سے ہو، جن کے فکر وعمل اور ایمان وعقیدے میں کجی ہوتی ہے، ان کے ہاں زمینی، گروہی اور برادرانہ تعصب ہوتا ہے۔ اور ان کا ہر فیصلہ زمینی تعصب کا شکار ہوتا ہے۔ اہل علم واہل فقہ وفتاویٰ کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ اعلیٰ حضرت کے عہد میں پورے عالم اسلام میں آپ سے بڑا کوئی صاحب فقہ وفتاویٰ نہ تھا ایک مؤقر علماء کی جماعت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے بعد آپ سے زیادہ ذہین اور صاحب بصیرت عالم پیدا نہیں ہوا۔ آپ کے فقہ وفتاویٰ کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علوم وفنون کی دنیا آپ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح تھی۔ ایک صاحب دل سے ان کے مریدوں نے سوال کیا کہ جب آپ امام احمد رضا سے ملے تو انہیں کیسا پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ انہیں دیکھنے کے بعد میں نے یہ محسوس کیا کہ ان کا پورا وجود غوثیت مآب کی محبت میں شرابور ہے۔ اور پردے کے پیچھے سے غوث اعظم بتاتے ہیں اور وہ لکھتے جاتے ہیں حضور محدث اعظم ہند نے بھی اسی سے ملتی جلتی باتیں کہی ہیں کہ اعلیٰ حضرت غوث اعظم کے ہاتھ میں ایسے تھے جیسے قلم در، دست کاتب۔ آپ کے حوالے سے علمائے عرب کے بھی خیالات کچھ ایسے ہی تھے۔ یعنی آپ کے زمانے میں عالم اسلام میں کوئی ایسی ذات اور شخصیت نہ تھی جس کے دل میں آپ کا حد درجہ احترام نہ ہو اور جو آپ کی دینی، ملی،

علمی اور فکری برتری کا معترف نہ ہو۔ پورے عالم اسلام کے ماہرین علوم وفنون کی جبین عقیدت آپ کے سامنے خم تھی، جبر مسائل کے حل کی تلاش میں علماء اور صاحبانِ فقہ وفتاویٰ تھک جاتے تب آپ سے رجوع ہوتے۔ آپ کے پاس ہر سوال کا تشفی بخش جواب تھا۔ کسی سائل نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد تشنگی کی شکایت نہیں کی۔ یہ تاریخی صداقت ہے۔ رب کائنات نے آپ کی ذات کے اندر کمالات کی کائنات رکھ دی تھی۔ آپ کی ذات ہر اعتبار سے آیاتِ الٰہی اور معجزۂ رسالت پناہی تھی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات وشخصیت پر ان کے پیر خانے کو بھی ناز تھا اور ان کا پیر خانہ بھی ان کی ذات کو امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نشانِ منزل اور حق کی علامت تصور کرتا تھا۔ اس حوالے سے حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی بریلوی اس زمانے کے مجدد برحق اور سلسلۂ برکات کے روحانی فرزند ہیں۔ ان پر مرشد گرامی کی خاص نظر توجہ ہے۔ اللہ ورسول کی خاص عنایتوں سے وافر حصہ ان کو عطا ہوا ہے۔ دورِ حاضر میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا موقف ہی دین حق ہے۔ اور اہلسنت کے تمام علمبرداروں کو اس جانب متوجہ ہونا چاہئے۔ ان کے مشن یا موقف سے دامن بچانے والوں میں خواص ہوں کہ عوام ان پر خاندانِ برکات کا اعتبار نہیں۔ حضور خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی پیرو مرشد مولانا احمد رضا خان صاحب نے علم وعمل میں ان کی تقلید واتباع کا فرمان جاری فرمایا ہے۔ بلکہ حضور نے یہ بھی وصیت کی ہے کہ مولوی شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے موقف سے ہمیشہ اتفاق رکھا جائے۔ نیز مرشد گرامی قبلہ نے ان کی مریدی پر فخر فرمایا ہے اور دنیا سے لے کر محشر تک خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ہر تقریر وتحریر لائق تقلید وعمل ہے۔ بلکہ ان کا وجود نسل در نسل خاندانِ برکات کے لیے لائق صد فخر ومباہات ہے۔ ہم بھی مریدین، معتقدین اور ابناء وخلفاء کو مولانا احمد رضا خاں صاحب سے دلی محبت اور سچی عقیدت واحترام کی وصیت کرتے ہیں اور یہ تاکید کرتے ہیں کہ مرتے دم تک ان کے موقف کی تائید کرے۔ اور ان کے ہر شرعی فیصلے سے اتفاق رکھے۔ ہمارے خاندان کا ایک بچہ بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام بے ادبی سے نہ لے۔ مذہب ومسلک اعلیٰ حضرت سے نااتفاقی ظاہر کرنے والا میرے سلسلے کا مرید نہیں ہو سکتا ہو بھی تو خارج از سلسلہ تصور کرنا چاہئے۔ (ماہنامہ پاسبان الہ آباد۔ ۱۹۸۹ء)

مذکورہ تحریر کے ہر حرف میں عبرت ونصیحت کی کائنات پنہاں ہے۔ اور سونے اور چاندی کے پانی سے تولنے کے لائق ہے۔ یہ تحریر ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت کو غیر ضروری اصطلاح تصور کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی شخصیت اور ان کی تحقیقات کو نشانہ بنانے سے باز نہیں آتے۔ اعلیٰ حضرت اور ان کی تحقیقات کی جو حیثیت کل تھی وہی حیثیت آج بھی ہے۔ بلکہ عصر حاضر میں اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ مذہب ومسلک سے بے توجہی کا رجحان تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ صلح کلیت ہر گھر کی دہلیز پہ دستک دے رہی ہے، بدعقیدوں سے رسم وراہ بنانے کی راہیں تلاش کی جارہی ہیں، نسل نو کی فکری آوارگی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ان میں اسلاف بے زاری کے جراثیم پروان چڑھ رہے ہیں۔ اہل شریعت وطریقت کے ارشادات وفرمودات کی عظمت ووقعت ان کے دلوں سے رخصت ہو رہی ہے۔ ایسے حالات میں اسلاف شناسی کے جذبے کو فروغ دینے کی شدید ضرورت ہے۔ اس لیے کہ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔ اعلیٰ حضرت کی دیگر خصوصیات میں

ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہر اس راہ کو روشن وکشادہ کر دیا ہے جس سے دین کا تصور مستحکم سے مستحکم تر ہو سکتا ہے۔ اسلاف نوازی کا جو شعور ان کی تحریرات و تقریرات میں ملتا ہے اس کی نظیر سے کئی صدیوں کے تحریری دفاتر خالی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے عہد میں کئی مسائل ایسے تھے جو عالمی اہمیت کے حامل تھے۔ اور عالم اسلام ان کا حل تلاش کرنے میں مصروف تھا۔ انہیں میں ایک اہم مسئلہ کرنسی نوٹ کا بھی تھا اس حوالے سے اہل فقہ وفتاویٰ سے سوالات ہو رہے تھے۔ ان سے رجوع کیا جا رہا تھا مگر ذہنوں کو جو مطمئن کر دے ایسا جواب سامنے نہیں آ رہا تھا یہی سوال مکہ مکرمہ کے ایک زبردست عالم دین حضرت علامہ مفتی جمال بن عبداللہ سے بھی ہوا تو انہوں نے سوال کا جواب نہ دے کر فرمایا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے یعنی آپ اطمینان رکھیں کوئی نہ کوئی مردِ حق آگاہ جلوہ افروز ہوگا اور اس مسئلے کا ایسا جواب دے گا جو سب کے لئے قابل قبول ہوگی بعض اہل فقہ وفتاویٰ نے جواب دینے کی کوشش بھی کی تو اس سے عوامی اضطراب میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ان کی خاموشی ہی خواص وعوام کے لیے بہتر تھی۔ کچھ افراد کو بے ضرورت بولنے اور لکھنے کی عادت ہوتی ہے اور کچھ لوگوں سے روپے دے کر اس لیے لکھوایا جاتا ہے تاکہ فتنوں میں اضافہ ہو۔ ایسے افراد کل بھی تھے اور آج بھی ہیں بلکہ آج ان کی تعداد زیادہ ہے۔ آج اس فہرست میں نام نہاد سنی بھی شامل ہو گئے ہیں۔

کرنسی نوٹ کا مسئلہ مسلسل بحث کی میز پہ تھا۔ چونکہ اس سے پوری دنیا کا رشتہ جڑا ہوا تھا۔ دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ تو کوئی پیچیدگی، کوئی الجھن اور کوئی دقت نہ تھی مگر قوم مسلم میں جو لوگ انتہائی حساس تھے، جو عامل شریعت تھے اور جن کا رشتہ مذہب ومسلک سے انتہائی مربوط تھا۔ انہیں قدم قدم پہ پریشانی ہو رہی تھی، ان کے دلوں پہ ہر وقت خوف وخشیت کا سایہ رہتا۔ انہیں یہ فکر ستاتی اور وہ یہ سوچتے رہتے کہ ایک روپیہ یا دس روپے کے ڈالر بشکل نوٹ دنیا کے ہر ملک میں چلتا ہے مگر مارکیٹ میں ہر ملک کی کرنسی کا ریٹ جدا جدا کیوں ہے؟ ہر ملک کا نوٹ کاغذ ہی کا ہے اور قریب قریب سب کا سائز بھی ایک ہی ہے مگر حیثیت سب کی ایک دوسرے سے جدا کیوں ہے۔ عصری تناظر میں دیکھئے بطور مثال ہم مارکیٹ میں ہندوستان کا ۳۷؍روپے لے کر جاتے ہیں تو ہمیں امریکہ کا ایک ڈالر ملتا ہے یا امریکہ کا ایک ڈالر ہم بیچتے ہیں تو ہمیں ہندوستان کے ۳۷ روپے ملتے ہیں اگر ہم ڈالر کے بجائے سعودی ریال خریدتے ہیں تو ہندوستان کا ۱۷ روپے دینے پر ایک ریال ملتا ہے۔ اب ہمیں ۳۷ روپے میں جو ایک ڈالر ملتا ہے یہ زائد رقم دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ یا ایک ڈالر دے کر ۳۷؍روپے مل رہے ہیں تو ۲۷؍روپے کی حیثیت کیا ہوگی؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی شان یہ ہے کہ مسائل ان کی دہلیز پہ آ کے اپنی پیچیدگی بھول جاتے تھے۔ دنیا کا کوئی بھی ایسا مسئلہ جس کا رشتہ دین وشریعت سے جڑا ہوتا چاہے اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی فن سے ہوتا آپ انتہائی اطمینان کے ساتھ دنیا کے سامنے اس کا حل پیش فرما دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ مسائل کے باب میں پوری دنیا کی نگاہ آپ کی طرف ہوتی۔ کسی بھی مسئلے کا جواب دینے کیلئے آپ کو کتابوں کی طرف رجوع ہونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ فقہ وفتاویٰ اور دین وشریعت سے متعلق اکثر کتابیں آپ کو ازبر تھیں یا بروقت آپ پہ رحمت الٰہی کی ایسی بارش ہوتی کہ عقدے خود بخود حل ہوتے چلے جاتے آپ کی کتاب حیات میں ایسے درجنوں نظائر موجود ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ ۱۳۲۴ھ میں حج وزیارت کا مقصد خیر لیے گھر سے روانہ ہوئے جب

آپ نے حرم مکہ میں قدم رکھا تو مکہ شریف اور دوسرے بلاد اسلامیہ کے علماء ومشائخ کی آپ سے بغرض ملاقات آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ کی یہ خصوصیت ہے اور آپ پر خاص فضل الٰہی تھا کہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے علماء ومشائخ اور اہل حاجت کی بھیڑ آپ کے پاس جمع ہوجاتی۔ حرم مکہ میں علماء سے ملاقات کا سلسلہ جاری تھا۔ علماء آپ کی بارگاہ میں اپنی مشکلات پیش کرتے اور آپ ان کی دینی، ملی اور علمی مشکلات دور فرماتے۔ علماء مکہ میں حضرت علامہ مفتی شیخ عبداللہ میرداد بن شیخ الخطباء شیخ احمد ابوالخیر بڑی علمی، فکری اور دینی وجاہت کے حامل تھے اور اعلیٰ حضرت سے آپ کو بڑی گہری وابستگی تھی۔ ایک روز آپ آپ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کرنسی نوٹ کے حوالے سے بارہ سوالات پیش کئے۔ چونکہ اس مسئلہ کا تعلق پوری دنیا سے تھا اور بڑا ہی اہم مسئلہ تھا اس کا سرسری جواب نہیں دیا جاسکتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کی جگہ اور کوئی مفتی ہوتا تو سفر کا عذر کرکے اپنا دامن بچالیتا۔ آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے سارے سوالات کو دیکھا اور قلم برداشتہ تحقیقی جواب لکھ کر سائل کے حوالے کردیا۔ آپ کے اس جواب کا تاریخی نام ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراہم'' رکھا جس کے اعداد (۱۳۲۴ھ) ہوتے ہیں اس جواب کو پڑھنے کے بعد علماء مکہ خوشی سے سرشار ہوگئے۔ اور آپ کی بارگاہ میں مبارکبادیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کتاب کے مباحث پہ اگر اجمالی گفتگو بھی ہوتی ہے تو یہ مقالہ کافی طویل ہوجائے گا۔ ہم یہاں سوالات اور انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے جوابات پیش کرتے ہیں۔ کتاب عربی میں لکھی گئی ہے اور اس کا اُردو ترجمہ بھی مارکیٹ میں دستیاب ہے تفصیل کے طالب اصل کتاب سے رجوع ہوسکتے ہیں ذیل میں استفتاء کا ترجمہ اور اس کا جواب ملاحظہ کریں۔

آپ کا کیا ارشاد ہے۔ آپ کا فضل ہمیشہ رہے، اس کاغذ کے بارے میں جس پر سکہ ہوتا ہے اور اسے نوٹ کہتے ہیں اور اس میں متعدد باتیں دریافت کرنی ہے۔

(۱) کیا وہ مال ہے یا دستاویز کی طرح کوئی سند؟

(۲) جب وہ بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گذر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

(۳) کیا اس سے مہر مقرر کرسکتے ہیں؟

(۴) اگر کوئی اسے محفوظ جگہ سے چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا یا نہیں؟

(۵) اگر اسے کوئی تلف کردے تو عوض میں اسے نوٹ ہی دینا ہوگا یا روپے؟

(۶) روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں کے عوض اس کی بیع جائز ہے؟

(۷) اگر مثلاً کسی کپڑے سے اسے بدلیں تو یہ بیع مطلق ہوگی یا مقایضہ؟ جس میں دونوں طرف متاع ہوتی ہے۔

(۸) کیا اس سے قرض دینا جائز ہوگا؟ تو ادا کرتے وقت نوٹ ہی دیا جائے گا یا روپے؟

(۹) کیا روپیوں کے عوض ایک وعدہ معینہ پر قرضوں، اس کا بیچنا جائز ہے؟

(۱۰) کیا اس میں بیع سلم جائز ہے؟ یوں کہ روپے پیشگی دیئے جائیں کہ مثلاً ایک مہینہ کے بعد اس قسم کا اور ایسا نوٹ لیا جائے گا۔

(۱۱) کیا یہ جائز ہے کہ جتنی رقم اس میں لکھی ہے اس سے زائد کو بیچا جائے مثلاً دس کا نوٹ بارہ یا بیس کو یا اسی طرح اس سے کم ہو؟

(۱۲) اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ بھی جائز ہے کہ جب زید عمرو سے دس روپے قرض لینا چاہے تو عمرو کہے روپے تو میرے پاس نہیں

ہیں ہاں دس کا نوٹ بارہ کو سال بھر کی قسط بندی تیرے ہاتھ بیچتا ہوں کہ تو ہر ایک مہینے روپیہ دیا کرے، کیا اس کو منع کیا جائے گا کہ یہ سود کا حیلہ ہے اور اگر منع نہ کیا جائے تو اس میں اور ربا (سود) میں کیا فرق ہے؟ کیا یہ حلال ہوا اور وہ حرام حالانکہ دونوں کا حال ایک ہے یعنی زیادتی کا حاصل ہونا؟

ہمیں جواب سے فائدہ بخشو قیامت کے دن تمہیں اجر ملے گا۔

جواب:۔(۱) نوٹ قیمتی مال ہے رسید نہیں۔

(۲) شرائط زکوٰۃ پائے جانے پر اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی اس لئے کہ وہ مال متقوم ہے۔

(۳) اسے مہر میں دینا درست ہے۔جبکہ عقد کے وقت اس کی قیمت سات مثقال چاندی ہو۔

(۴) اگر شرائط پائے جائیں تو واجب ہے۔

(۵) ہلاک کرنے کی صورت میں اس کے مثل کے ساتھ تاوان واجب ہوگا اور ہلاک کرنے والے کو درہموں کی صورت میں تاوان ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۶) جائز ہے جیسے عام شہروں میں لوگوں کے درمیان معمول ہے۔

(۷) یہ اصطلاحی ثمن ہے۔لہٰذا کپڑوں کے بدلے اسے لینا بیع مقایضہ نہیں بلکہ مطلق بیع ہوگی۔

(۸) بطور قرض دینا جائز ہے۔ادائیگی اس کے مثل سے ہوگی۔

(۹) جائز ہے بشرطیکہ مجلس میں نوٹ پر قبضہ کرے تا کہ دین کے بدلے دین نہ ہو۔

(۱۰) نوٹ میں بیع سلم جائز ہے۔

(۱۱) اس سے کم یا زیادہ کے ساتھ جس طرح دونوں فریق راضی ہوں سودا کرنا جائز ہے۔

(۱۲) جائز ہے اگر واقعی سودے کی نیت کرے قرض کی نہیں اگر قرض ہوگا تو حرام اور سود ہوگا۔

(امام احمد رضا کے تجدیدی کارنامے ص ۸۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ! پوری دنیا کی ضرورت تھے اور ان کی یہ حیثیت آج بھی محفوظ ہے ان کی کسی بھی حیثیت کو چیلنج کرنے والی اب تک کوئی طاقت سامنے نہیں آئی ہے۔اور آئندہ بھی ایسی کوئی امید نہیں۔مگر نظام قدرت سب سے بلند و بالا ہے۔جن لوگوں نے آپ کی کسی تحقیق کو نشانہ بنایا ہے اس کے پس پردہ جذبۂ شہرت کے سوا کچھ نہیں۔اس لئے کہ آج دنیا میں کوئی ایسا دماغ نہیں جو اعلیٰ حضرت کے ساتھ ایک قدم بھی چل سکے۔خود شناسی کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا۔ان کے ہاں علوم و فنون کی جو کثرت نظر آتی ہے اس کی مثال سے صدیاں خالی ہیں بلکہ آج ان کی تحقیقات کے متن کو سمجھنے والے افراد بھی بمشکل مل پائیں گے۔ان کا علمی قد ہمالیہ کی چوٹی سے بلند تر ہے ان کی سمت دیکھنے والوں کے سروں سے ٹوپیاں گر جاتی ہیں ان کی شخصیت کو معجزۂ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روپ ہی میں دیکھنا اور برتنا ہوگا۔کرنسی نوٹ کے تحقیقی جواب سے آج بھی دنیا حیرت کدہ بنی ہوئی ہے۔ہماری کمی یہ ہے کہ جس انداز میں ان کی شخصیت کا تعارف ہونا چاہیے ہم سے نہیں ہو پا رہا ہے۔ان کے بہت سارے علمی، فکری اور لسانی نوادرات آج بھی الماریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اور جو سامنے ہیں ان کی صحیح انداز میں اشاعت

نہیں ہو پارہی ہے۔اشاعت میں حالات کے تقاضے کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا۔ایسا ٹیم ورک ہی سے ہوسکتا ہے۔ہمارے ہاں ٹیم ورک کا بھی تصور نہیں ہے۔جو کام ہورہا ہے ذاتی اور انفرادی طور پر ہورہا ہے ہم سے تعاون اور اشتراک عمل کا جذبہ بھی رخصت ہورہا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات سے وابستہ ہر کام اشتراک عمل چاہتا ہے۔علمائے پاکستان اس حوالے سے لائق مبارکباد ہیں۔رضویات کے باب میں ان کا خلوص تقلیدی ہے۔رضویات پہ ان کی کوشش فوراً عالمی توجہ حاصل کرلیتی ہے۔رضویات کے باب میں بکھرے ہوئے ذہنوں کو بھی متحد کرنے کی شدید ضرورت ہے۔یہ کام سرمایہ چاہتا ہے۔اس حوالے سے بعض افراد نے کوشش کی تھی مگر انہیں کامیابی نہ مل سکی ان کی کوشش آج بھی جاری ہے۔جن لوگوں اور اداروں کے پاس وسائل ہیں وہ مرکز کے حصول کا جذبہ لیے پاگل ہورہے ہیں ایسا خواب نہیں دیکھنا چاہیے جس کی تعبیر نہ مل سکے۔کام ہی انسان کو عظمتوں کا مینار عطا کرتا ہے۔مرکز کے لیے اعلیٰ حضرت کی شخصیت چاہئے۔اعلیٰ حضرت کی فکر کی ترویج، تشہیر، تبلیغ اور تعلیم میں دارین کی سعادتیں پنہاں ہیں۔چونکہ ان کی ذات، ان کی فکر اور ان کا نظریہ بارگاہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مقبول ہے۔ان کے ہاں جو خلوص، للّٰہیت اور عشق کی بے تابی ہے۔اس عہد میں اس کا عکس بھی دور، دور تک نظر نہیں آتا۔ان کا کام مختلف جہتوں میں پھیلا ہوا ہے۔اور ہر جہت آفاقی حیثیت رکھتی ہے۔آج کا ذہن دو قدم بھی ان کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔آج کی انسانی دنیا ان کے افکار و نظریات کو اپنی زندگی کی ترجیحات میں شامل کرلے تو دنیا پہ غالب آنے سے ہمیں کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ان کے افکار و خیالات پہ یا مدینہ تہہ بتہہ جمی ہوئی ہے اور یا مدینہ ہی دین کی اساس ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ولادت انسانی فکر و خیال کو صحیح سمت قبلہ دینے ہی کے لئے ہوئی تھی۔آپ کی کتاب حیات کے ورق ورق سے اس کی بھرپور توثیق و تائید ہوتی ہے۔آپ نے نفس کے زیر اثر کبھی کوئی فیصلہ نہیں دیا۔آپ نے ہمیشہ شریعت کو پیش نگاہ رکھا۔آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو زندگی کے کس شعبے میں کٹھنائیوں کا سامنا ہے آپ ہر وقت اسی تاک میں ہوتے۔جہاں دقتیں نظر آتیں آپ اس کے دفاع میں مصروف ہوجاتے۔جہاں آپ کی نگاہ اسلامی معاشرے کی بہتر تعمیر پہ ہوتی۔وہیں بعض افراد ایسے بھی تھے جو شعوری یا لاشعوری طور پر ایسا کام کرجاتے جس سے اسلامی معاشرے کے اضطراب میں اضافہ ہوجاتا۔جب اضطراب میں شدت آجاتی تو علمی دنیا آپ سے رجوع ہوتی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ ملت کے طبیب حاذق تھے۔نبض پہ ہاتھ رکھتے ہی مرض ان کی پکڑ

میں آجاتا۔ اور آپ فوراً ہی اس کی دوا تیار فرما دیتے۔ آپ کی تجویز کردہ ہر دوا زود اثر ہوتی۔ آپ کی تشخیص وتجویز کردہ دوا کو دنیا کی کوئی طاقت نہ غلط ثابت کر پاتی نہ اس میں چیلنج کرنے کی صلاحیت تھی۔ آپ کے عہد میں بہت ساری تحریکات وبائی تھی وہ ملت کے جسم کے ہر حصے کو مفلوط کر دینا چاہتی تھیں۔ مگر نظام قدرت ہے کہ باطل جتنا مضبوط ہوتا ہے اس کی شہ رگ کو کاٹنے کے لئے رب اس سے کہیں زیادہ مضبوط قوت بھیجتا ہے۔ جب بھی دنیا میں کوئی فرعون پیدا ہوتا ہے اس کے غرور کا سر توڑنے کے لیے موسوی خصوصیات وصفات کی حامل شخصیت جلوہ افروز ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا شمار دنیا کی موسوی صفات کی حامل شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ کے عہد میں دنیا میں کوئی ایسی باطل قوت نظر نہیں آتی جس کی آپ نے اپنی زبان وقلم سے سرکوبی نہ کی ہو اور کوئی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ ایسا نہیں ملتا جس کا آپ نے سنجیدہ حل نہ پیش کیا ہو۔

دنیا میں فروغ انسانی کے ساتھ ہی ڈاک کا نظام شروع ہو گیا تھا۔ نقل مکانی انسان کی فطرت ہے۔ جدید زمین سے رشتہ قائم ہو جانے کے بعد قدیم زمین اس کا رشتہ ٹوٹتا نہیں ہے۔ خون میں کشش ہوتی ہے وہ کشش ایک کو دوسرے سے قریب رکھتی ہے۔ جس مٹی سے انسان کا قدیم رشتہ ہوتا ہے اس کی خوشبو بھی انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اپنی مٹی سے باخبر رہنے کی ایک موثر صورت ڈاک کا نظام ہے۔

ڈاک کا نظام پوری دنیا میں رائج ہے۔ اس ادارے سے بہت ساری انسانی ضرورتیں وابستہ ہیں۔ انسانی اور ملکی فلاح کے لیے گورنمنٹ کے جو ادارے کام کرتے ہیں ان میں ڈاک کا نظام قدرے اطمینان بخش ہے۔ اب اس کے متبادل کے طور پر کئی دوسرے ادارے بھی وجود میں آچکے ہیں پھر بھی نظام ڈاک کی معنویت، اہمیت اور انفرادیت برقرار ہے۔ اور دن بدن اس میں شفافیت آرہی ہے۔ ماضی میں صرف خط وکتابت کی ترسیل تک یہ ادارہ محدود تھا۔ رفتار زمانہ کے ساتھ اس میں ترقی ہوتی رہی۔ تو اس کے دائرہ خط وکتابت سے آگے بڑھا۔ اور منی آرڈر، بیمہ، پارسل اور دوسرے ساز وسامان کی ارسال وترسیل بھی اس کے دائرے میں آگئی۔ گورنمنٹ کی طرف سے سامان کی ارسال وترسیل کی اجرت متعین ہے۔ منی آرڈر، بیمہ اور پارسل کی بھی اجرت متعین ہے۔ منی آرڈر کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی دوسو روپے بھیجنا چاہتا ہے تو اسے دس روپے گورنمنٹ کو اضافی رقم دینی پڑے گی۔ شرعی نقطۂ نگاہ سے دس روپے اضافی رقم گورنمنٹ کو دینا درست ہے۔ یہ نظام جاری تھا اور ملک کا ہر شہری بوقت ضرورت نظام ڈاک سے استفادہ کر رہا ہے۔ اسی دوران مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب سے اضافی رقم کے بارے میں سوال ہوا انہوں نے بغیر سوچے سمجھے جواب دیا کہ گورنمنٹ جو اضافی رقم دیتی ہے وہ ربا (سود) ہے۔ یہ جواب انتہائی طفلانہ تھا ان کے اس جواب سے ہزاروں ہزار لوگ معصیت کا شکار ہو رہے تھے۔ ان کے اس جواب سے پورے ملک میں اضطراب پھیل گیا۔ جب اضطراب میں شدت آگئی تو علماء اور مفتیان کرام کی ایک جماعت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ سے رجوع ہوتی۔ آپ نے اس اضافی رقم کے جواز کا حکم صادر فرمایا۔ آپ کو جواب نے پوری دنیا کے مضطرب اذہان کو مطمئن کر دیا۔ ڈاک کا یہ مسئلہ ملکی تھی مگر اس کی حیثیت عالمی تھی۔ چونکہ پوری دنیا میں ڈاک کا نظام جاری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا فتویٰ کتابی شکل میں ''کتاب المنیٰ والدرر لمن عمد منی آرڈر'' شائع ہو چکا ہے اور فتاویٰ رضویہ میں بھی شامل ہے۔ مقالے کا بقیہ حصہ ''سنی دنیا'' کے آئندہ شمارے میں ملاحظہ کریں۔

❖❖❖

امام احمد رضا کے علم وآگہی میں حروف تہجی کے تمنائی تقاضے

از: ڈاکٹر عبد المالک

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو جے پی یونیورسٹی، چھپرہ، بہار

آخر زبان وادب کا تقاضہ کیا ہے کہ بنی آدم علم وآگہی کے صفحہ قرطاس پر حروف تہجی کی حقیقت کی تلاش وجستجو کرے اور ہر حروف کی علت اور اس کی ماہیئت سے آشنائی پیدا کرے یا اس کی خوبی ودانائی سے قربت حاصل کرے یا عہد آفریں کے آئینے میں دھندلے نقش کی کھوج کرے یا اس محور کے گرد چکر لگاتا رہے یا پھر فضائے بسیط کے آفاقی سچائیوں کا مراقبہ ومشاہدہ کرے یا پھر دیومالائی پربت کے رہسیہ میں دھیان وگیان کرے نہیں تو حروف تہجی کے قبیل کی بلندیوں سے جھانکے اور اس کی رفعتوں میں خود کو گم کردے، یہ عجیب علم انسانی کا حیرت انگیز نظریہ ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر ہری کیش سنگھ شیخ الجامعہ جے پرکاش یونیورسٹی چھپرہ نے حروف تہجی کے بارے میں مجھ سے سوال کیا؟ کیا کسی نے کچھ سمجھا! آخر یہ سب کچھ کیوں کر ہوا! کیا اس کی ضرورت تھی کہ اک خاص انداز میں موضوع کی طرف قدم بڑھائیں جہاں شرح وبسط کے آئینہ میں فکر وفن کے ہزاروں شعبے رونما ہیں بلکہ اس کی خوب روئی کی پاکیزگی اور اس کی صورت وسیرت کا کمال ہے کہ ننھا سا بچہ پہلی بار کتاب کی طرف دیکھتا ہے اور پڑھتا ہے تو اللہ کے نام سے شروع کرتا ہے، کیا انسان بھول گیا یا اسکی عقل کمزور تھی کہ مبتدی کی حالت میں اس کی حقیقی مایہ بس حروف تہجی تھی اور اس کے مبدائے فیض کا اثر ہے کہ آج فخر وناز کا سبب بنا! بلکہ نفی واثبات کی آماجگاہ میں پیکر انسانی کی رفعتوں کو دیکھے اور بے مثل عروج وارتقا کے پہلوؤں کو موضوع بنائے تاکہ حروف تہجی کے مکتب کی کرامت اور اس کی افادیت کو جانے حالانکہ زمین کائنات کا ہر آدمی اپنی عقل اور فکر وفن سے متاثر نظر آتا ہے یہاں تک کہ ابتدائے آفرینش سے علم وجہل کے درمیان عقل کی تابانی دیکھی گئی ہے جب کہ پہلی مرتبہ صحیفہ ابراہیم نے کلدانیوں کو سرزمین عراق میں علم کی شناخت پیدا کی تو آتش نمرود کی سرکشی نے خاکستر کرنے کی ٹھان لی تو حکم ربانی سے آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی لیکن مولائے کائنات نے اسی عراق میں حروف تہجی کی بنیاد اور حروف کی ذات وصفات کی ترویج وترقی کے لئے قاعدہ بغدادی کی ترتیب دی جسے ہم حروف اب تث کہتے ہیں ہر بولی بولنے والا بچہ یقیناً پڑھنے کے قابل ہوتا ہے اور حروف شناسی کی تعلیم حاصل کرتا ہے تو یقیناً حروف تہجی کی ساخت کے اسلوب سے علم رقم ہوتا ہے مگر چودہ حروف شمسی ہیں تو چودہ حروف قمری ہیں اور سات سات حروف آتشی، بادی، آبی اور خاکی ہیں اس میں کسی قسم کی کوئی ترمیم واضافہ کی ضرورت نہیں بس حقائق کے پردے میں اس کی ساخت اور تلفظ محفوظ ہیں۔ بس آسمان کائنات کی طرف نظر ڈالو گے تو ازلی نگارش کی ترویج کی تاریخ کائنات کے صفحہ پر یقیناً معلوم ہوگی۔

بہر کیف علامہ رضا علی خاں کے خانوادۂ رضویہ میں امام احمد رضا کی ولادت ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ محلہ جسولی میں ہو

ئی احمد رضا فاضل بریلوی احیائے ملت اسلام کے چشم و چراغ ہیں اور تاج الشریعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت ہیں بفضلہٖ تعالیٰ قفص عنصری سے بے نیاز ہیں جو مفتی اعظم ہند کے نواسہ ہیں خانوادۂ اہل نوریہ کے پروردہ اک علمی منارہ ہیں جب نانا جان نے علم ظاہری کی بنیاد قلب وجگر میں ڈالی تو ننھا چار سالہ بچہ کی بسم اللہ خوانی حروف تہجی سے ہوئی علم وادب کا تقاضہ ہے کہ جب پوری طرح حروف تہجی کی صورت وشکل کی پہچان محض کسب سے ہوگی یا ودیعت کی توفیق ہوگی تو علم کی آگہی ودانائی معلوم ہوگی یہ مکتب نشینی کی رسم پہلی مرتبہ نہیں تھی کہ حروف تہجی کی میٹھائی تقسیم نہ ہوتی غدر کے بعد اہل سنت والجماعت نے دیکھا تھا کہ بریلوی مکتبہ فکر کے جد امجد کی موجودگی میں مولانا مفتی نقی علی خاں کے بیٹے حضرت امام احمد رضا کی رسم بسم اللہ خوانی ہوئی تھی عمر محض چار سال کی تھی تو حروف تہجی کی ساخت کے اسرار واشارے کی فطری مبادیات نے مفرد ومرکب کی حرف تحلیل کی وضاحت طلب کی! تو مولوی اور سامعین حروف شناسی کے مکاشفاتی تنوعات کے دائرہ میں مبہوت ہوگئے بریلی مکتبہ فکر کی پہلی درسگاہ تھی کہ حروف تہجی کی بنیادی وصف کی تمہیدی امور کی طلب نے تنقیح کی نوعیت پیدا کردی تو معصوم بچہ نے حرف حقیقت کی شہادت بلا کسی مشارکت کے دیدی حسن تکلم کے جوہر پارے نے ازلی نگارش کی تکوینی تلفظ ظاہر کردی آخر کار بچے نے اپنی شہادت کی انگلی سے علم وآگہی کی جلا بخشی تو عرفائے محققین نے گذشتہ زمانے کی تاریخی روش کی طرف نگاہ ڈالی تو علم وآگہی کی تمام وسعتیں بے کراں جذبے سے آشنا ہوئیں اور اس کی مراجعت نے قرن اولیٰ کی طرف مدافعت بخشی ایام جہالت کے دن گزر چکے تھے علم وہدایت کے کھلے رمز وکنائے زمین کائنات میں پھیل چکے تھے لفظی کشمکش کے پہلوؤں میں بے کراں جذبات سے متاثر تھے مگر الفاظ اپنی نسل کی افزائش چاہتا تھا خواہ کسی زبان وادب کا حروف تہجی ہو اپنی سالمیت اور حقیقتوں کا آئینہ ہے تو بریلی کے مفتی علامہ رضا علی خاں نے بچہ کو گود میں لے لیا چونکہ حروف تہجی کے اک مرکب حرف نے مبادیات کے نظام کو وضع کیا تھا۔ بلکہ مرکب حرف ہونے کے باجود اس کے مفرد تلفظ ہیں گویا تلفظ کا جوہر لام الف پر مبنی ہے۔ مولائے کائنات نے اپنی جودت طبع سے اک حسین نیم ابجدی نوع کی ترکیب کی ہے۔ ادب عالیہ کا یہ اولین درس عمل ہے کہ حروف تہجی میں ایک حرف کا اضافہ کرکے بنیادی روش کو وضع کردیا تا کہ لڑکپن میں ذہن و مزاج قبول کرلے اور دو مفرد حروف تہجی کی تخریجی نوعیت کی عادت پڑ جائے یعنی دونوں حروف جدا جدا اپنی حقیقی شان میں ظاہر ہوں تا کہ حرف مرکب کی وضاحت کی تقدیس کی تفہیم آرائی ممکن ہو، اور اس کی ابتدائی تعلیم اک اک کرکے ظاہر ہوں۔ سوانح اعلیٰ حضرت کا متن ملاحظہ کیجئے:

''حضرت جد امجد نے جوش محبت میں آپ کو گلے لگالیا اور دل سے دعائیں دیں پھر فرمایا بیٹا! لام، اور الف کے درمیان صورۃً اور سیرۃً بڑا گہرا تعلق ہے۔ لکھنے میں دونوں کی صورت اور شکل ایک دوسرے کی طرح ہے دیکھو لا۔ لا۔ لا اور سیرۃً یوں تعلق ہے ''لام'' کا قالب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی ل ام کے بیچ میں الف اور الف کے بیچ میں لام ہے۔ (۱)

بہرکیف آغاز وانجام سے بے فکر علم وحلم کے چراغ جلتے ہیں تو جلنے دینا چاہیئے اور اس کی روشنی سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے غدر کے بعد بریلی شریف کے متبحر عالم دین، قاضی القضاۃ فی الہند نے لا کی صورت وسیرت بیان کی کہ لام والف کو یکجا کردیا جائے تو لا بن جاتا ہے مگر تلفظ کی حیثیت سے اس کی تجویدی تحدید بیان کی اور اس کی ظاہری شکل وصورت کی ترجمانی کی اور لا کی باطنی سیرت کی نفاست بیان کی گرچہ عام طور پر لا حرف نفی کی علامت ہے مگر حروف تہجی میں لام الف پڑھا جاتا ہے شکل لا کی ہوتی

ہے اوراس کی سیرت کی خوبی و بزرگی یہ ہے کہ لکھا جائے تو من وعن لکھاوٹ کا حرف پابند نہ ہو مگر پڑھا جائے تو انسان کی زبان کا تلفظ پابند ہو گویا ادب کا مزاج آزاد ہے۔ اجتہاد فی الحروف کی نوعیت کا تجزیہ کریں تو جن حروف سے لفظ کا دارومدار ہے فی الحقیقت اس کی آواز حروف کی علامت نہیں ہوتی گویا ادب کا تقاضہ ہے کہ لکھا جو کچھ جائے وہ پڑھا نہ جائے بلکہ یوں کہئے جو پڑھا جائے وہ لکھا نہ جائے اس کے باوجود اس دنیائے فانی میں ہر زبان کی حروف تہجی کی حکمرانی اب تک قائم ہے جب اسلام نے حروف تہجی کی سہ نکاتی پہلوؤں کو بنی نوع انسان کی زبان و بیان کے درس میں شامل کیا تو حروف تہجی کی جزوی تحقیقات کی الجھنوں سے ادیبوں نے بھی اپنا دامن بچایا چونکہ اس امر کا رواج نہ تھا۔ البتہ بنوسعد کی عربی زبان نہایت فصیح وبلیغ تھی بلکہ عربی زبان کی تقدیس حروف تہجی سے قائم تھی مگر یورپ کے اہل تحقیق نے یہ کہا کہ عرب نے حروف تہجی عبرانی سے لی ہیں گویا نبوت سے سیکڑوں سال قبل عرب میں حروف تہجی و حروف ابجد کا رواج عام تھا البتہ عرب میں اسلام نے حروف مقطعات سے متنبہ کیا تو عربیوں کے مزاج میں فرق آیا ابھی تک حروف تہجی کی بنیاد پر الفاظ کا دارومدار تھا اور کلمہ وکلام کرنا بالکل سہل سمجھا جاتا تھا لیکن قرآن نے واضح کردیا جن کا علم کسی مصلحت سے عام بندوں کو نہیں دیا گیا لیکن اللہ و رسول ہی جانتا ہے اس پر اکتفا کیا یہاں تک کہ کسی نے انکار نہیں کیا۔

بہرصورت بات نکلتی ہے تو نکلتی چلی جاتی ہے گر کلاسیکی عہد کے بے خود نوع کا اعتراف ممکن ہے تو حروف تہجی کی تحقیق کی جائے گی۔ چونکہ بزم کائنات کی رونق شوں شوں دیوہ پوہ کے نظریے سے ماخوذ ہے ورنہ نکتہ شناسوں کی نگاہ ناز کے حسین شوشے ادب میں نقطۂ موہوم کی طرح لازوال ہیں اور چپ چاپ پربت کی قاش پر اپنی حقیقت بیان کررہی ہیں۔ گویا سنگ ریزہ کے آنچل میں مدہوش پڑی اپنی نسل کی افزائش کی ترویج و ترقی کو دیکھ رہی ہیں سندھو گھاٹی کی تہذیب کی پردہ داری کی جھلک آج بھی نیم ابجدی حروف کے رگ وپے میں باقی ہیں بلکہ بنی نوع انسان کی کہانیاں ہزاروں، لاکھوں سال سے بے بس پڑی ہیں ٹھیک اسی طرح حروف تہجی کی صنعت وحکمت خاک نوع کی نمائندہ ہیں۔ اگر اس کی صنعت تصریف کو وضع کئے جائیں اور موقع ومحل کے اعتبار سے تصرف نہ کیا جائے تو غیر ذی زرع یا بے آب گیاہ پربت کی نشانیاں اپنی جگہ محفوظ ہیں۔ مسیح کے ہزاروں سال قبل زمین کائنات کے زمزمہ نوع نے کیا متنبہ نہیں کیا تھا کہ سنو! سامی زبان بھی جزیرہ نمائے عرب کے خطہ سے منسلک ہے۔ لیکن بحیرۂ اوقیانوس کے کنف میں جوان ہوئی ہے۔ حالانکہ سامی گروہ میں بابلی، سریانی، عبری یا عبرانی، حمیری یا جنوب کی عربی ارامی، فینقی، حبشی اور عربی زبانیں شامل ہیں۔ اسی طرح دیومالائی زبان کی تمہیدی علت کی تہدید پربت کی چوٹیوں سے ملتی ہے۔ لیکن ہندوستان کی قدیم کتابوں کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ آریا یا آری دونوں ایک قوم کا نام ہے۔ مگر ان کی جہاں پیدائش ہوئی مسلسل دو ہزار سال تک مقیم رہے اور اس کے بعد ہجرت کئے۔ یا ہمالہ یائی پربت کی دیوی کی بولی تھی بہرحال ادبیات ایران میں یوں مذکور ہے جو اپنی صداقت کی حسین اک نوعیت ہے۔ ڈاکٹر رضا زادہ شفق کی کتاب ''ادبیات ایران'' کی کھوج ملاحظہ کیجئے:

''غالباً ایران کا لفظ بھی جو اپنی قدیم شکل میں ایریانہ اور آریانہ یعنی آریاؤں کا مسکن تھا۔ اسی دور کی یادگار ہے لیکن بہت سے علما کے نزدیک ہندوارو پائی زبان کا اصلی وطن یورپ کا شمالی اور دریائے ڈینیوب کے آس پاس کا علاقہ ہے یہ قوم حضرت عیسٰی سے دو ہزار سال پہلے سے جنوب میں یعنی بحر سفید (ابیض) کے سواحل اور مشرق میں ایران اور ہندوستان میں ہجرت کرگئی اس لحاظ سے ہندوارو پائی زبانیں اسی قوم کی زبانیں ہیں اور آریائی زبانوں کا اطلاق بیشتر ایرانی اور ہندی گروہ کی زبانوں

پر ہوتا ہے۔" (۲)

ادبیات ایران کی توصیفی سند تو محض ایریانہ یا آریانہ مبسوط کی دلیل ہیں۔ گویا آریاؤں کا جائے مسکن ایران ہی تھا جہاں سے کوچ کر کے آئے۔ نیم ابجدی حروف کی تشکیلی نوعیت نے جو وضاحت کی ہے وہ ہند آریائی کی متحد الاصل نسل کی قربت کے ساتھ لفظی تناسب کی نسلی انزائش کی مبہم توقیر کی عظمت ہے۔ بلکہ زمین کائنات کے لاکھوں گوشے آج بھی زمانے کی تنگ داما نیوں کا ذکر کر رہی ہیں کہ بنجر زمیں کی حقیقت کچھ نامعلوم شئے کی امانت ہیں گویا زمین شور سنبل بر نیارد کی ضمانت ہیں۔ نیم ابجدی حروف کی تحقیقی کاوش نے سمجھا نہیں تو ممکن ہے ہاتھ سے لکھے ہوئے کتبے آنکھ سے دیکھ کے نہ پڑھی جائیں بلکہ محقق کی نظر میں بینا و نابینا ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں۔ مہنجو ڈارو رسم خط رکنواری تصور نگاری کا رسم خط ہے اور براہمی رسم خط نیم حروف ابجدی ہے، چنانچہ ادبیات ایران نے قدیم ایریانہ کی حروف تہجی کی توضیحی صورت کی تشکیلی نوعیت تو بیان کی ہے مگر فنیقی حروف تہجی کی سند اختیا کی ہے۔ حالانکہ بت اور بَت کے بنگڑی کی تحلیل صرفی کی روایت قائم کی ہے۔ ادبیات ایران کے انداز بیان کو دیکھئے □

"ابجدی الفاظ اصل میں فنیقی زبان سے آئے ہیں فنیقیوں نے ہر حرف کو ایک ایک چیز کے نام کی پہلی آواز کے برابر مقرر کیا اور اس اسم کو وہ حرف دے دیا اس طرح پہلے حرف کو الف قرار دیا جس کے معنی فنیقی زبان میں بھینس کے ہیں، اس کی پہلی آواز جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں (ا) تھی۔ دوسرا حرف انھوں نے (بت) قرار دیا جو عربی لفظ بیت کی اصل ہے اور گھر کے معنی دیتا ہے "الفابت" یا "الفباء کی اصطلاح ان ہی دو فنیقی لفظوں سے بنی ہے اسی طرح دوسرے حرف بھی اسی ترتیب سے بنا ئے گئے۔ یونانیوں نے فنیقیوں سے یہ حرف سیکھے اور فنیقیوں کی ترتیب کے مطابق ان کا نام الفابتا رکھا گیا۔ (۳)

بہر کیف متحد الاصل لفظی تناسب کی تحدیث نہ تھی بلکہ پہاڑی تخفگی کی حسین علامت تھی۔ فنیقی انتشاریت نے گوناگوں تر کیبیں نکالیں اور تحریف کی کئی صورتیں قابل مداومت سمجھی گئیں۔ مگر اصلی معانی میں تنوع یا وسعت نے خیر مقدم کیا۔ مگر ہند وارو پا ئی کی اصل مشترک اصولوں نے ریشے کی ترکیب کی مگر دیومالائی تحجر نے قابل قبول نہ سمجھا۔ تو کیا مفتیان شرع وعقائد کے نزدیک نقل کفر، کفر نہ باشد کے مصداق ہے جب اکبر نے چوتھے اتھرو وید کا فارسی میں ترجمہ کرانے کی کوشش کی تو ملا عبد القادر بدایونی کو حکم دیا کہ اس مقدس کتاب کا ترجمہ فارسی زبان میں کر دحالانکہ پنڈتوں کے یہاں دوسرے یجروید سے زیادہ چوتھے اتھرو وید کی اہمیت نہ تھی بہر حال بزم تیموریہ کی عبارت ملاحظہ کیجئے:

"اتھرو وید ۹۸۳ھ (۱۵۷۵ء) ہی میں اکبر نے چوتھے وید کو فارسی میں ترجمہ کرانے کی کوشش کی، ملا عبد القادر بدایونی کو حکم ملا کہ وہ اس کا ترجمہ کریں، ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے بعض احکام اسلام کے مطابق ہیں مثلاً اس کے احکام میں ایک حکم یہ ہے جب تک کہ ایسی عبارت جس میں "لام" بہت آتے ہیں جیسے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھی نہ جائے نجات نہیں ہوگی۔" (۴)

بہر کیف ملا عبد القادر کو اتھرو وید کی عبارت کی پیچیدگیاں سمجھ میں نہ آئیں۔ ہمارے صفحہ قرطاس پہ تحریر وتصویر قلم کی نگارش ہے جس سے ہم دیکھتے ہیں مگر سمجھ نہیں سکتے! کیا آج ترقی یافتہ دور میں قلم کی صریر محفوظ (ٹیپ) کی جاسکتی ہے۔ گر آواز سمجھ میں نہ آئی تو شرف ومنزلت کی قدر کی جائیگی یا پس پردہ جہالت کی توہین ہوگی جسکو ہم دیکھتے ہیں تو حروف تہجی کی صورت وشکل سمجھ میں آجاتی ہے۔ حروف تہجی جب انسانوں کی زباں زد ہوئی تو صفحہ قرطاس کی ضرورت نہیں بس زبان سے نکلے اور قلم کی آواز سے

فضائے بسیط پر منقش ہوتی چلی جائے اور سننے والے کان سے دیکھیں اور دل و دماغ سے قبول کرلیں۔ کیا ظاہری تنگ ودو کے پردہ راز کو فاش کردیا جائے۔ بہرکیف ملّا کی مدد کے لئے اک نومسلم برہمن شیخ لہاون عبارت کی تعبیر کے لئے مقرر ہوئے اس کے باوجود ملّا نے انکار کردیا تو اکبر نے فیضی کے حوالے کیا تو وہ بھی اس کام کو کر نہ سکا تو حاجی ابراہیم سرہندی کو دیا گیا مگر بخوبی ترجمہ نہ کرسکا۔ (بدایونی ج ۲ ص ۲۱۲)

بہرحال اتھر وید میں ''لَ'' سنسکرت کا شبد ہے اس کی توضیحی نوعیت بیان نہیں کی اور ''لَ'' کی وضاحت طلب امور کی جانب قدم نہ بڑھایا عربی وفارسی میں ''ل'' یعنی لام لکھی جاتی ہے جو سنسکرت میں عربی وفارسی کا نعم البدل ہے ممکن ہے کہ ''لَ'' کی صورت دائیں اور بائیں کی وجہ سے سمجھ میں نہ آئی ہو۔ قبل مسیح حروف تہجی کی مایا اپنی تقدیس کی صفت سے ممتاز تھی۔ اور لام کی ساخت بالکل تشدید کی طرح تھی فرق تھا تو محض حرف کا پہلا سرا بڑا اور دوسرا پہلے سے چھوٹا اور تیسرا دوسرے سے چھوٹا تھا جو خاکہ سے نمایاں ہے دیوناگری کی لَ کی طرح ٹھیک مخجی حروف تہجی میں لَ یعنی لام کی صورت وشکل تھی مگر اس کی ہیئت بالکل بدل گئی ہے جو شوشہ کا سرا اوپر تھا اس کو الٹا کردیا گیا ہے۔ عبارت کی سجاوٹ میں دائیں اور بائیں کا فساد مخجی قلم نگارش کی دین ہے محمد حسین آزاد نے سخندان فارس میں لکھا ہے کہ:

''جس زبان کو دیکھو۔ دوسری زبان کے بعض حروف تہجی تو اس میں نظر آتے ہیں، بعض نہیں، پھر یہ کہ جو حرف ایک زبان کے لئے خاص ہیں۔ اس حرف والا لفظ جب دوسری زبان میں جاتا ہے تو حرف مذکور کسی اور حرف سے بدل جاتا ہے۔ اوّل یہ سمجھو کہ حروف تہجی کیا ہیں؟ زبان ودہان کے اختلاف جنبش سے جو آوازوں میں فرق پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا نام حرف ہے، منہ، زبان اور گلے میں بال بال بھر فرق سے نیا حرف ہوجاتا ہے۔'' (۵)

سخندان فارس میں حروف تہجی کی حقیقی صورت وشکل کی وضاحت ہے۔ مثلاً حرف لَ یعنی لام کو ہی لے لیجئے۔ عربی وفارسی میں دہان کی حرکت اور تلفظ یکساں ہے مگر سنسکرت میں لَ کا تلفظ میں میم کی آواز ساقط ہے بلکہ اس کا وجود تلفظ کے تحت ممکن نہیں اور خالص لَ اپنے طاقتور زبر سے نمایاں ہے۔ محمد حسین آزاد نے لکھا کہ زبان ودہان کے اختلاف کے باعث حروف تہجی کی صورت میں تخفیف ہوئی۔ لَ کی تخفیفی صورت میں دقت ہوئی جب دائیں سے لکھے جانے والے نیم ابجدی حروف میں یکسانیت تھی مگر بائیں سے لکھے جانے کے بعد حروف تہجی کی صورت بالکل بدل گئی۔ بلکہ ایرانہ آہنگ طبع نے اس کی تدریجی صورت کی تفہیم آرائی میں تکلف نہیں برتا اور من وعن قبول کرلیا۔ کنعانی حروف تہجی کی صورت بالکل دائیں سے لکھی جاتی تھی بلکہ لَ یعنی لام کی مفاہمت کی تجدیدی نوعیت نے ایسی تحریک کی اتباع کی کہ مخجی قلم نے اس کی وضاحت طلب کی تو خودمختاری کی انتہا دیکھی گئی کہ قلم تے ایک بار اٹھایا اور دائیں کے بجائے بائیں سے ترتیب دے ڈالی بالکل اسی کی مشابہت تھی۔ لفظی تناسب کی تجدیدی تحریف محض صورت میں شامل تھی۔ اور تمام شکوک وشبہات کو یکسر کالعدم قرار دے دیا گیا۔ علوم وفنون کے تمام تنافر کے مجتہد کا خیال رکھا۔ اس کے ہجا نے تلفظ کی ثقالت سے متنبہ کیا تاکہ اس کی معنوی تفہیم کی تنقیص کی تحویل نہ قائم کی جائے۔

تفسیر ابن کثیر میں حروف مقطعات کا تذکرہ ہے یہ سب حروف ہجا ہیں عربی کے اعراب کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ہر حروف کے ساتھ تاکیدی تخریج بالسان لازم طے پائی ہے گویا حروف ہجا بالکل مخرج کے ساتھ وضع کئے جائیں جس سے حروف

تہجی کی حقیقی نوعیت کی وضاحت مکمل طور پر ہوتی ہے قاری کے ذہن ودماغ میں واضح طور پر حروف تہجی کے حروف ظاہر ہوتے ہیں اور سامعین بھی سنتے ہیں قرآن شریف میں کل ایک سو چودہ سورتوں کا بیان ہے مگر انتیس سورتوں میں حروف مقطعات بیان کئے گئے ہیں حروف مقطعات سورۃ کے شروع میں اللہ نے نازل کیا ہے، ملاحظہ کیجئے:

''مجاہد کہتے ہیں کہ سورتوں کے شروع میں جو یہ حروف ہیں مثلاً ق، ص، حم، طسم، الر وغیرہ یہ سب حروف ہجا ہیں بعض عربی داں کہتے ہیں ان میں چند ذکر کر کے باقی کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ میرا بیٹا اب ت ث لکھتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام اٹھائیس حروف لکھتا ہے لیکن ابتداء کے چند حروف کا ذکر کر دیئے باقی کو چھوڑ دیا۔''(۶)

بہرکیف تفسیر ابن کثیر میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ حروف تہجی کی تعداد محض اٹھائیس ہیں مگر چودہ حروف کا ذکر کیا گیا ہے اور چودہ حروف کا ذکر نہ کیا گیا۔ گویا چودہ حروف کچھ تو ایسے ہیں جن کا ذکر بار بار کیا گیا ہے۔ یعنی تکلفات کے تکملہ میں اس کی سطوت کی سعادت مندی تھی تو کیا ہم یہ سمجھیں کہ کچھ حروف ایسے ہیں جن کا ذکر مذکور میں نہیں کیا ان کی حیثیت سقوط کی منزل کی تھی کہ لیکن سنجیدگی ومتانت بہت بڑی چیز ہے۔ کیا جو حروف مقطعات میں لائے گئے ہیں وہ حقیقی ہیں اور جو نہ لائے گئے ہیں غیر حقیقی ہیں یا پھر مہموسہ ہیں یا مجہورہ ہیں لیکن حروف مقطعات میں مہموسہ ومجہورہ دونوں حروف تہجی لائے گئے ہیں اس کی کیا حکمت ہے مگر اس کی تصریف ہی اک حکمت ہے، بہر حال قرآنی سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات لائے گئے ہیں، تاکہ بنی نوع انسان کی فہم ابتدائی طور قابل گردانا جائے، جو بات بار بار قابل قبول سمجھی جائے وہ لائق تحسین ہے، اس طرح کل چودہ حروف لائے گئے ہیں، جسکی ترتیب نہ حروف تہجی کہ ہے اور نہ حروف ابجد کی ہے، البتہ اس کی ترتیب وتبویب محض سورۃ قرآن کے مطابق ہے اور مستحسن حکم باری تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا کیا ہے۔ عبدالرشید نعمانی کے امور طلب کا جائزہ لیجئے:

''سورتوں کے شروع میں اس طرح کے کل چودہ حرف آئے ہیں ا، ل، م، ص، ر، ک، ہ، ی، ع، ط، س، ح، ق، ن۔ ان سب کو اگر ملا لیا جائے تو یہ عبارت بنتی ہے نص حکیم قاطع لہ سر تعداد کے لحاظ سے یہ حرف چودہ ہیں اور جملہ حروف چونکہ اٹھائیس ہیں اس لئے یہ پورے آدھے ہوئے جو حرف بیان کئے گئے یہ ان حرف سے جو نہیں لائے گئے زیادہ فضیلت والے ہیں۔ اور یہ صنعت تصریف ہے ایک حکمت اس میں یہ بھی ہے کہ جتنی قسم کے حروف تھے اتنی قسمیں باعتبار اکثریت کے ان میں آگئیں یعنی مہموسہ، مجہورہ وغیرہ۔''(۷)

تفسیر ابن کثیر میں حروف مقطعات کی توجیہی صورت بیان کی گئی ہے۔ یعنی حروف تہجی کی حکمت اور اس کی تصریف بیان کی ہے۔ بلکہ یہ اک مژدہ بنی نوع انسان کے لئے ہے جو قابل تعریف ہے۔ کیوں کہ بار بار جس حرف کو پڑھا جائے گا اس کی گردان لازم قرار دی گئی ہے حسن اتفاق ہے کہ حروف تہجی کی تدوینی صورت وسیرت بالکل جدا ہے اور اس کی ترکیبی نوعیت بھی دل نشیں ہے۔ حالانکہ مقطعہ کی جمع مقطعات ہے مگر اس کی صفت مقطوع کا محل انتہا پر موقوف ہے۔ یوں تو کپڑے کے کاٹنے کو یا قافلہ سے بچھڑ جانے کو مقطوع کہتے ہیں۔ گویا کاٹ چھانٹ کے درست کر لیا گیا ہو اور بھولے پر ماتم نہ کی جائے یہاں تک کہ قاری کا مزاج آشنا ہو جائے تاکہ مزید مرہون منت قرار پائے حروف مقطعات میں اک حرف کو قرآن نے استعمال کیا، بعض جگہ دو حرف کا استعمال کیا ہے۔ کسی جگہ تین حرف بھی لایا گیا ہے اور کسی جگہ چار حرف کا استعمال کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر پانچ حرف

کا استعمال کیا گیا ہے۔لیکن تمام حروف کے مابین کوئی تفریق نہیں مگر اس کی علمی فہم اور نکتہ پر قربان جائے کہ قرأت بالکل الگ الگ حروف پر دال ومختص ہیں تفسیر ابن کثیر کی تفسیر کی شرح دیکھئے اور عبدالرشید نعمانی کی تلاش کا جائزہ لیجئے:

بعض جگہ تو صرف ایک ایک حرف آیا ہے جیسے ص، ن، ق، کہیں دو حرف آئے ہیں جیسے حٰم۔کہیں تین حروف آئے ہیں۔ جیسے الم۔کہیں چار حرف آئے ہیں۔جیسے المرٓ اور المٓص اور کہیں پانچ آئے ہیں جیسے کھٰیٰعص، حٰمٓعسق اس لئے کہ کلمات عرب کل کے کل اسی طرح پر ہیں یا تو ان میں ایک حرفی لفظ ہیں یا دو حرفی لفظ یا سہ حرفی یا چار حرفی یا پانچ حروف کے پانچ حروف سے زیادہ کے کلمات نہیں۔جب یہ بات ہے کہ یہ حروف قرآن شریف میں بطور معجزے کے آئے ہیں تو ضروری تھا کہ جن سورتوں کے شروع میں یہ حروف آئے ہیں وہاں ذکر بھی قرآن کریم کا ہو اور قرآن کی بزرگی و برائی کا بیان ہو چنانچہ ایسا ہی ہے کہ انتیس سورتوں میں یہ واقع ہوا ہے۔ ۸

عرب میں بنی نوع انسان کے علم کو اسلام نے معراج بخشا تو اہل تحقیق نے لغت پر اکتفا کیا اور مکہ و مدینہ میں القاموس کے نام پر کئی کتابیں لکھی گئیں جس پر جمہور نے اتفاق کیا اور اسلام میں اصطلاح کی حیثیت سے ایک خاص جماعت نے اتفاق کیا۔حالانکہ غیر ذی زرع مقام پر علوم وفنون کا چراغ روشن ہوا۔نسلی تفاخر کی بنیاد پر خالص عربی نے ایام جہالت میں ترویج کی شکل وصورت بیان کی ہے وہ مایہ الامتیاز شئے کی طرح ممتاز ہے۔درس کا نظریہ بھی اک مصدقہ آہنگ کی نمائش کرتا ہے۔تعلیمی معیار نے بلندی کی صفتیں اختیار کیں وہ قابل سند ہیں۔اول حروف تہجی اب تث ہے جو بالترتیب الف سے لیکر یائے مجہول تک ہے تو دوم حروف ابجد ہے جو حروف کے اعداد کے اعتبار سے عرب میں رائج تھا اور سوم حروف مقطعات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس اپنے محبوب کے سینۂ اقدس پر نازل کیا تاکہ بنی نوع انسان علم حاصل کرے اور حرف شناس ہو جائے اور اپنے سینہ میں محفوظ کر لے۔جب حروف تہجی کے مقاصد نے مبہم نظریے سے آگاہ کیا۔تو کفاران مکہ نے مفہوم کو بدل دیا۔بنی آدم نے پہلی مرتبہ سنا اور من وعن قبول کر لیا۔تلفظ کا انداز بالکل جدا جدا بتایا گیا۔لیکن ترجمان القرآن میں مولانا ابوالکلام آزاد سامی زبان کی تقدیس اور اس کی حقیقت کی دریافت کی ہے کہ لفظی تناسب کی ولادت پس پردہ وضع کیئے گئے ہیں۔ظاہر ہے کہ تجزیہ کی تحقیق اور اس کی بصیرت حروف واصوات کی ترکیب سے ممکن ہے۔ملاحظہ کیجئے:

چنانچہ سامی زبانوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف واصوات کی ایک خاص ترکیب ہے جو معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے۔اور عبرانی، سریانی، آرامی، کلدانی، حمیری، عربی وغیرہ تمام زبانوں میں اس کا یہ لغوی خاصہ پایا جاتا ہے یہ الف، لام اور ہ کا مادہ ہے اور مختلف شکلوں میں مشتق ہوا ہے کلدانی وسریانی کا ''الاھیا'' عبرانی ''الوہ'' اور عربی کا ''الہ'' اسی سے ہے اور بلا شبہ یہی ''الہ'' ہے جو حرف تعریف کے اضافے کے بعد ''اللہ'' ہو گیا ہے۔ ۹

بہر کیف حروف تہجی کی صورت وسیرت کی تشکیلی نوعیت نے حقیقی تمہید کی بلاغت پیش کی تو گم شدہ نوع نے ترمیم واضافہ کو فخر وناز کا سبب تصور کیا۔اور مادّہ کی تجویدی علوم سے محاسبہ کرنا بہتر سمجھا حالانکہ ہزاروں سال سے حروف تہجی کی تگ ودو نے مختلف ملکوں میں اپنا اثر ورسوخ قائم کر لی تھی جس کی اشاعت کی ترتیب وتبویب نے واضح تصور کو رونما کیا۔عربی رسم الخط کے حروف تہجی نے ظاہر کر دیا کہ حقیقت میں حروف مقطعات نے علم کی دانائی وبصیرت کی آگہی رقم کی ہے جو انسان کے شعور ارتقا سے ممکن

نہیں۔ پھر بھی عرب والوں کو شکوک وشبہات کی سرزنش کام نہ آئی۔ اہل عرب نے حروف مقطّعات پر کوئی تنقیح کی صورت قائم نہ کی بلکہ یہ کہہ دیا کہ متعین معنی کی تفہیم میں حقیقت کی بالادستی قائم ہے جب تصورات نہی کے نظریے نے علمی جسارت طلب کی تو عام لوگوں نے زجاج لغوی کے قول کو اختیار کر لیا۔ تفسیر ماجدی نے قول راجح کو تسلیم کیا اور حروف مقطّعات کو اللہ ورسول کے علم پر اکتفا۔ گویا تنوعات کے دائرہ میں یہ کہنا بہتر سمجھا چونکہ ہر حروف کی مفرد تخریج بالعمل لازم قرار پایا۔

الٓمٓ لفظ کے تینوں حروف پڑھنے میں پوری پوری آواز کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں جیسا کہ اوپر ترجمے میں اردو رسم الخط میں ظاہر بھی کر دیا گیا ہے اور یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں۔ زجاج لغوی نے یہی قول اختیار کیا کہ حروف مقطّعات میں سے ہر حرف کسی متعین معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ۱۰

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے حروف مقطعات کی پاکیزہ تقدیس پر اکتفا کیا۔ اور راجح اصولوں کو مدنظر رکھا اور نزول قرآن کے اقتضائے حال کے مطابق توضیح طلب حقیقت کی شہادت دی اور نہایت اختصار وجامعیت کے ساتھ قبول کیا اور کہا کہ اللہ ورسول ہی خوب جانتا ہے گویا قرآن نے بنی نوع انسان کو مخاطب کیا تو بین الاقوامی روابط کو مدنظر رکھا اس میں کسی قسم کی نہ قباحت تھی اور نہ کوئی کام کی حجت تھی البتہ اس کی وساطت کے مابین علت پروری کی دلیل کی ضرورت تھی لیکن عربیوں نے من وعن قبول کر لیا اور امر حقیقی پر اکتفا کرنا بہتر سمجھا۔ بلکہ حروف مقطعات کی ساخت بنی نوع انسان کے ایمان کے لئے کھلا کرشمہ ہے۔ امام احمد رضا نے سلف جمہور کے راجح اصول کو برحق تصور کیا۔

الٓمٓ سورتوں کے اول جو حروف مقطعہ آتے ہیں ان کی نسبت قول راجح یہی ہے کہ وہ اسرار الٰہی اور متشابہات سے ہیں انکی مراد اللہ اور رسول جانیں ہم اس کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ ۱۱

لیکن تفسیر ماجدی نے مشترکہ نظریے کو اک مخصوص آہنگ پر مختص قرار دیا اور ایام جہالت کے علل واسباب کو متنازع قرار دیا اور تجاہل عارفانہ نظریے کو کالعدم قرار دیا اور صاف کہہ دیا کہ عرب کے دستور خطابت میں شامل تھا کہ جب وہ افتتاح کلام کے لئے جب کوئی کلام لاتے تو اول اول حرف مفرد استعمال کرتے، گویا عرب کے لوگ حروف مقطّعات سے مانوس تھے اور طرز خطاب کے قبل ایک، یا دو حرف بھی افتتاح کلام میں لاتے، اگر ان کے نظریے کے خلاف ہوتا تو اعتراض ضرور کرتے، ماجد کا نظر یہ بالکل قیاس آرائی پر محمول ہے۔ اس نظریے کی کوئی بصیرت افروز باتیں قرن اولی کی روش میں نہیں ملتی، بلکہ وہ نظریۂ کلام سے واقف ہی نہ تھے۔ نزول قرآن کے افتتاح کلام حروف مقطعات کو سنتے ہی مبہوت ہو گئے۔ گویا اثبات ونفی کے مرحلے نے قیافہ شناسی کی مبہم صورت اخذ کی ہے۔ تفسیر ماجدی کے جذبۂ کلام کا پہلو بہ پہلو جائزہ لیجئے۔

خطبات عرب کے دستور کے مطابق یہ حروف محض افتتاح کلام کے لئے لائے گئے ہیں اور یہ بات اس لئے دل کو زیادہ لگتی ہے کہ عرب اگر اس طرز خطاب وخطابت سے آشنا و مانوس نہ ہوتے تو اس پر اعتراض ضرور ہی کرتے، اعتراض کے لئے تو مخالفین بہانے ہی ڈھونڈتے تھے لیکن اس قسم کا کوئی بھی اعتراض اہل زبان سے منقول نہیں۔ ۱۲

پروفیسر عبد القادر سروری نے حروف ابجدی کی ادبیات کی تحقیقات نے جزوی استنباط کے پہلو کو کسقدر نمایاں کیا ہے۔ کہ ہکوس تحریک کے پس منظر میں سامی حروف ہجا کی ترقی کی ترغیب ملی جس سے کئی ملکوں کے اختلافات یکسر بدل گئے گویا خالص

ابجدی حروف کی ایجاد نے رسمی مفاہمت کی تدوینی سعیات نے ہم آہنگی عطا کی۔ ہزاروں سال قبل مسیح کی صورت بالکل الگ تھی۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ خالص ابجدی حروف نے اپنے دور کے لئے ایک جامع پیمانہ متعین کیا اور شمالی سامی حروف تہجی نے بنی نوع انسان کے لئے اک مختص نظریے سے ہم آہنگ کیا تاکہ جذبۂ عناصر کے تمام رموز ونکات پھیر بدل سے حل کئے جائیں۔ گویا حروف کے تناسب کی دلیل نے حقیقی نوع کی طرف متوجہ کیا تو اکثر زبان کی قدریں بدلتی رہیں اور معمولی لکھاوٹ سے وجود میں آتی رہیں گویا صدیاں بیت گئیں اور دائیں و بائیں کی تقلید کی اور اپنی حرفی مطابقت کی علت سے کلمہ وکلام کے عناصر کو اک مستحکم رویہ سے ممتاز کیا گویا خالص حروف تہجی کی ایجاد نے جزوی طور پر حائل مراحل کو رونما کیا جس کی وجہ سے دنیا کی ہر زبان مستفید ہو رہی ہیں چنانچہ پروفیسر عبدالقادر سروری کی تحریر دیکھئے:

خالص ابجدی حروف کی ایجاد یک عہد آفریں کارنامہ تھا۔ اس سے پہلے جو کوششیں مصر، عراق، کریٹ، ایشیائے کوچک، وادی سندھ، چین اور وسطی امریکا میں ہوئی تھیں وہ عبوری مرحلے سے آگے نہیں بڑھ سکی تھیں۔ خالص ابجدی حروف ایجاد کرنے کا امتیاز فلسطین اور شام کے شامی باشندوں کے محفوظ تھا سارے پڑوسی ملکوں نے انھیں سے حروف لیے اور ہر ملک اور زبان کی ضرورتوں کے مطابق ان حروف میں ترمیم ہوتی رہی۔ ۱۳

عبدالقادر سروری نے زبان اور علم زبان میں واضح طور پر نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے کہ ابجدی ہجائی یا حروف تہجی رکن واری تحریری علامت ہیں جو حروف اپنی تحریر کے ارتقا کی معراج ہیں حالانکہ حقیقی ابجدی حروف کی ایجاد اک گم شدہ کڑی کی تعبیر ہے، شمالی سامی حروف کی اشاعت نے مختلف طرح کی گنجائشیں نکالیں لیکن انجذاب دانفکاک نے شق کے پہلو میں رمز کا کوئی نکتہ سنج وثوق قابل اعتماد گردانا نہیں گیا البتہ سخی قلم کے نظریے نے خاطر خواہ ممتاز کیا اس لئے کہ دائیں سے بائیں کی طرف لکھنا اور بائیں کی طرف سے دائیں کی طرف لکھا جانا سامی حروف سے ثابت ہے چونکہ ان کی شاخیں کنعانی کتبوں کی نمائندگی کرتی ہیں یا ابتدائیہ طور پر عبرانی یا فنیقی حروف کا ماخذی پہلو چھٹی صدی قبل مسیح تک ضامن ہیں اور عربیوں میں اس کا رائج ہونا ثابت ہے البتہ ہندوستان میں مقدس ویدوں کے منتروں نے جزوی عناصر کی طرف راغب کیا، مگر ان کے طرز عمل میں اتفاق نہ تھا چونکہ برہمی رسم خط قدیم ہندوستانی رسم خط کا ماخذ تھا موہنجوڈارو کی نیم تصویری علامتیں حروف کی شکل میں نشوونما ہوئیں مسیح کے دو ہزار برس قبل رسم خط کی شکل میں رگ وید کی تحریریں ملتی ہیں جو آریوں کی ابتدائی مرحلہ کی تحریریں ہیں اکثر اشلوکوں اور منتروں سے واضح ہوتا ہے کہ پروہتوں کے طرز عمل نے حروف شناسی کے خلاف عدم احتجاج اور جدوجہد کرتے رہے اور مذہبی رسوم کے منتروں کو پیدائشی پروہتوں تک محدود کیا بلکہ سینہ بہ سینہ محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ گویا علم سینہ کے قائل تھے، ان کا مقصد محض منتروں کو یاد کرنا تھا اور اک محدود دائرہ میں زندہ رکھنا تھا، اس لئے برہمی اصول نے اک آئین نافذ کیا، ملاحظہ کیجئے:

"پروہتی قانون کی یہ مشہور دفعہ تھی کہ اگر کوشودر ویدوں کے منتروں کو قصداً سن لے تو اس کے کان میں سیسا پگھلا کر ڈالا جائے اور اگر وہ انھیں پڑھے تو اس کی زبان کاٹ ڈالی جائے اور اگر انھیں ذہن میں محفوظ کرے تو اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں۔" ۱۴

عبدالقادر سروری کی تحقیقات نے اک جذبہ آہنگ کی توجیہ بیان کی ہے کہ بدھ متی تحریروں سے گیان ہوتا ہے جبکہ بر

ہمی رسم خط کا آغاز ہندوستان میں ہوا۔ چونکہ گوتم بدھ نے مسیح کے پانچ سو برس قبل لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ پروفیسر بیلی کا خیال ہے کہ لفظ لپی کا ماخذ فارسی تھی۔ گویا آریائی اور ڈراوڑ قوموں اور سامی وعرب قوموں کے درمیاں تجارتی تعلقات تھے۔ زبان اور علم زبان میں ڈاکٹر عبدالقادر سروری نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ڈاکٹر ڈرنگر نے اس کی نشاندہی کی ہے بلکہ واضح طور پر ان کی تحریر کا انداز ملاحظہ کیجئے:

''ہندوستان کا عظیم الشان، ماخذی رسم خط جو برہمی کہلاتا ہے، وہ اور دوسرے مشرقی رسم خط اسی ماخذ سے نشوونما پائے ہیں جس سے یونانی، لاطینی، رومی، عبرانی، عربی اور روسی حروف نکلتے ہیں۔'' ۱۵

پروفیسر عبدالقادر سروری نے اپنی کتاب زبان اور علم زبان میں نہایت واضح طور پر وضع کیا ہے کہ یہ ماخذی حروف حقیقت میں شمالی سامی حروف ہیں۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ کہ ان کی تعداد ۲۲ رتھی جو مشتق یونانیوں کے پہلے حروف تھے۔ جب مادّے کی قدریں تعیین ہوئیں تو سورس دونان نے لکھا کہ اس دور میں حروف تہجی دائیں سے بائیں کی جانب لکھے جاتے تھے اور ۲۲ رحروف بالکل بائیں حروف مصمتہ کے تھے ان کا دائیں سے بائیں کی جانب لکھنا بالکل دشوار تھا۔ جب مادّے مصمتہ پر مشتمل ہوئے تو انکی قدریں بدل گئیں اور دو فارق نظریے نے قطعی طور پر ثابت کر دیا اور ترتیب نظام نے ان کی تحریری نوعیت کو نمایاں کیا۔ گویا عبرانی حروف تہجی کی پاکیزہ نفاست کی تدوین عربی میں شمار ہونے لگی اور یہی حروف تہجی تغیر کے ساتھ لکھی جانے لگی اور یونانیوں نے بھی انہی حروف کو لے لیا اور نام الگ سے تجویز کیا۔ شمالی سامی حروف کو زبان اور علم زبان میں عبدالقادر سروری نے یہ لکھا ہے:

''شمالی سامی حروف کے نام بڑی حد تک عبرانی میں آج بھی محفوظ ہیں یہ نام حسب ذیل ہیں۔ الف (ا) بتھ (ب) جمل (ج) والتھ (د) ہے (ھ) واو (و) زین (ز) کھتھ (ح) ملتھ (ط) یود (ی) کف یا کاف (ک) لامد (ل) میم (م) نون (ن) سمکھ (س) عین (ع) پے یا فے (ف) صادے (ص) قوف (ق) رش (ر) شین (س) تاد (ت)۔'' ۱۶

البتہ لسانیات کے نظریے میں سامی شاخیں چار ہوئیں اور آرامی شاخیں پندرہ گروہوں میں تقسیم ہوئیں جو چھٹی صدی قبل مسیح سے رائج ہیں۔ قدیم عربی زبان جو حجاز میں بولی جاتی تھیں وہ خالص نہ تھیں بلکہ اکثر غیر ملکوں کے آمد و رفت کی وجہ سے مکہ کی زبان کی ہیئت کو گڈمڈ کر دیا تھا۔ مگر بادیہ نشینوں کی زبان بالکل خالص تھیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بادیہ نشینوں کے درمیان رہے اور انکی پرورش و پرداخت صحرا نشینوں میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت پاک کے بعد جو کچھ فرمایا وہ حدیث کی شکل میں آج بھی خالص عربی زبان میں موجود ہیں۔

دراصل مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علم ناسخ و منسوخ کے معلم ہیں علم قرآنی کے مفسر اعظم، فقہ و اجتہاد کے مبصر و معظم ہیں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا کے سرتاج ہیں۔ سرعت فہم، دقیقہ سنج اور نکتہ رس کے شناس ہیں۔ قضاۃ و فیصلہ کے منصف اعلیٰ ہیں احکام و روایات کے اولین مظہر و پاسباں ہیں، غزوۂ خیبر کی شان، حقائق و معارف کے علمبردار، شہنشاہ اقلیم سخن کے وارث ہیں۔ جب خلیفۃ المومنین والمسلمین سے نجومیوں، یہودیوں اور عیسائیوں نے تقرب حاصل کرنا چاہا تو قاعدہ بغدادی کی ترتیب نجف اشرف میں دی اور علم نحو وصرف کے لئے اک جامع قاعدہ مرتب کیا البتہ مفردوں کے درمیان ایک مرکب حرف لام الف کے نام کو

مخصوص کیا گویا حروف تہجی کے بحر میں مشکل کشا نے قلم اٹھایا تو نہایت صراحت کے ساتھ واضح کر دیا کہ معصوم بچہ جب سرنہاں کا اعتراف کرے تو واقعی ابتدائیہ حروف تہجی کا محافظ قرار پائے، ورنہ عربی کے حروف تہجی کے اٹھائیس حروف تھے اور اک حرف لام الف کا اضافہ کیا تو کل حروف کی تعداد انتیس ہو گئی۔

چنانچہ ابوالاسود دوئلی کو علم نحو کی تدوین کے لئے مامور کیا تا کہ حروف ہجا کی ابتدائیہ امور میں تنقیحات کا مسئلہ معتدل طور پر قابل قبول گردانا جائے۔ معین الدین نے اپنی کتاب خلفائے راشدین میں یہ لکھا ہے:

''علم نحو کی بنیاد خاص حضرت علی کے دست مبارک سے رکھی گئی ہے ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہو سکے چنانچہ ابوالاسود دوئلی کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا۔ اس طرح علم نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔'' ۱۷

قدما کی تاریخ کے مطابق عرب میں مختلف زبانیں رائج تھیں اور بعض قبیلے تمام زبانوں کی ترویج و ترقی میں کوشاں تھے، حجاز میں اسلام نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو سترہ زبانیں اس کے اطراف میں بولی جانے والی زبانیں زندہ تھیں۔ خاص طور پر ان کی وسعت و توع کی ترسیل عراق، شام، مصر، روم، فلسطین، بصرہ، لبنان، اور ہسپانیہ تک پھیلی ہوئی تھیں حالانکہ مصر میں قدیم زبان کی پاسداری کی جارہی تھی۔ حمیری، حبشی، عبرانی حروف تہجی نے اشتباہ پیدا کیا مگر سامی خاندان کے مادّوں اور قواعدی تشکیلوں کے نظام کی وجہ سے تغیرات کی صورتیں کم پیدا ہوئیں چنانچہ ہند یورپی خاندان نے مثبت رویہ اختیار کیا جو دنیا کی مختلف خطوں میں بولی جاتی تھیں مگر تحلیلی رجحان نے حروف تہجی کے نظریے کو ایک ہی ماخذ قرار دیا لیکن خلیفہ دوم خود سترہ زبان جانتے تھے انہوں نے اپنے دور میں شہر کوفہ کو نئے انداز سے بسایا اور باضابطہ طور پر پرامن شہر کا رتبہ دیا مگر ایسا نہیں ہوا۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے شاطرانہ انداز میں کوفی کتب خانہ کے اثاثہ کو لوٹ لیا اور کتب خانہ میں آگ لگا دی۔ چونکہ بصرہ، کوفہ اور نجف اشرف میں کلاسیکی پرم پرائیں زندہ تھیں اسی عراق میں نمرود، فرعون کی حکومتیں قائم تھیں حالانکہ دنیا کے اندر چند درسگاہیں تھیں اور قدیم درسگاہیں معتمد و معتبر تصور کی جاتی تھیں ان میں بہار کے نالندہ وشووودھیالیہ بھی قابل ذکر ہے جہاں دنیا کے لوگ علم کی پیاس بجھانے کے لئے آتے اور سیر ہوتے یہاں تک کہ تومند ہو کر اپنے اپنے ملک واپس ہو جاتے۔ مگر عراق میں قدیم زمانے کی تاریخ تدفین تھی۔ جس کی نظیر دو ہزار برس قبل مسیح کے بھی نہیں ملتی البتہ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی عراق کی اہمیت وافادیت قائم تھی جب خلیفۂ چہارم نے اپنی خلافت کو منتقل کر دیا اور اپنے جائے مسکن نجف اشرف قرار دیا تو اسلامی رجحان کا علم ظاہر و باطن کا مصدر عراق تصور کیا گیا چنانچہ زبان اور علم زبان کے مصنف عبدالقادر سروری نے یہ لکھا ہے:

''اسلام کے ابتدائی دور میں عراق کا بڑا اہم اسلامی مرکز کوفہ رہا عربی کے اکثر قواعد نویس اسی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے لیکن انھوں نے جہاں سند کی ضرورت ہو کوفے کے ادنیٰ طبقوں کی زبان کو پیش کیا آجکل عراق، شام، اور مصر عربی زبان و ادب کے بڑے اہم مرکز بنے ہوئے ہیں۔'' ۱۸

ملک حجاز میں عربی کی سات خاندانیں متواتر موجود تھیں اور سیکڑوں قبیلوں میں محفوظ تھیں۔ عرب کے تمام خطے میں اکثر و بیشتر بولی جانے والی زبان کسی نہ کسی تاریخی نوعیت سے منسلک تھیں۔ عرب کے قبائل بدو اور خانہ بدوش تھے۔ ان کی زندگی سیر و

فی الارض پر منحصر اور بسر ہورہی تھی۔ جبکہ دنیا کے ہر ملک کی زبان ملک حجاز میں بولی جاتی تھی۔ چونکہ اللہ کا گھر مکہ میں تھا جس کی پہلی بنیاد آدم نے رکھی تھی اور آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس قبل چند فرشتے مرکز الٰہی کے گرد چکر میں مصروف تھے جس کا نام بیت العتیق تھا، گویا اللہ کے گھر کا نام سب سے پرانہ عتیق تھا، اس کے علاوہ حمیری، سریانی، کلدانی، عبرانی (یونانی) خاص و عام میں بولی جاتی تھیں۔ ہر قبیلہ کے لوگ ہر زبان کی حروف تہجی سے واقف تھے۔

ایام جہالت میں عربی زبان وادب کا مذاق قابل قدر تھا مگر اک خاص صنف سخن کے ساتھ ابھر کر سامنے آیا اس دور میں بھی شعر وشاعری میں حروف تہجی کے برتنے کا طور وطریقہ تھا وہ احسن طریقہ پر مامور تھا۔ جس میں ہر حروف پر اک مبسوط انداز میں نظریہ وتجزیہ کیا جاتا تھا۔ معمولی وغیر معمولی حروف تہجی کے تلفظ کے وقوفات اور حرکات وسکنات پر نقص کا امکان بھی عمل میں آیا عرب وایران کے شعرا تفنن طبع کے تحت اپنا جوہر دیکھاتے اور برجستہ کلمہ کلام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ عرب میں مسیح سے قبل اس صنف سخن میں اوزان وبحور پر مرصع کلمہ وکلام کا نظریہ بھی ملتا ہے۔ اکثر بیشتر موقع پر فخر ومباہات یا تضحیک وطنزیات کے عالم میں اشعار کہا کرتے تھے۔ اسلام میں باضابطہ طور پر شعر وشاعری میں اس کا اک بلیغ اور احسن عمل کا رسم ورواج ابھر کر آیا۔ چنانچہ صحابہ کرام نے حمد ونعت کا درخشاں باب کا اضافہ کیا اور اعجاز عطا کیا۔ حالانکہ مرثیہ ومثنوی کا بھی عربوں میں عام شعور پایا جاتا تھا۔ اس دور میں قافیہ وردیف کا مہتم بالشان انداز بھی دستیاب ہے۔ بہر کیف شعر وشاعری میں ہر حروف تہجی کا نظریہ اس قدر استعمال عام ہوا کہ باضابطہ طور پر عروض وبلاغت کی کتابیں تدوین کی گئیں اور صنف سخن کو کمال حاصل ہوا عرب وایران میں عمل ورآمد کا نظریہ بھی شعر وشاعری کا مرہون منت ہے۔ اخلاق احمد دہلوی نے اپنی کتاب فن شاعری میں یہ لکھا ہے۔

"ہندی عروض جس سے مراد مقدس سنسکرت کا عروض ہے جسے چھند کہا جاتا ہے اور بعد ازاں پنگل کے نام مشہور ہوا۔ یہ بھی خلیل بن احمد سے صدیوں پہلے کا ہے البیرونی جو عربی، فارسی، عبرانی (یونانی) سریانی اور سنسکرت کا بڑا فاضل اور جوتشی گزرا ہے دسویں صدی عیسوی میں ہندوستان آیا اور سنسکرت وغیرہ تمام ہندی علوم سیکھے اور تمام ہندوستانی علوم وفنون پر نہایت مستند کتاب لکھی جس کا نام کتاب الہند ہے۔" ١٩

ایرانی ادبیات کی تشکیل نے واضح کر دیا کہ یونانی ماخذ کا معتبر مصنف ہرمیپوس قبل مسیح گزرا ہے اس نے قدیم ایران کے نہایت بلند پایہ ہخامنشی بادشاہ کا ذکر کیا ہے کہ اس کا میخی رسم خط تھا جو محض میخی خط سے وابستہ تھا اس خط کے حروف ابجد ٣٦ تھے لیکن اس کے ابجدی حروف کی علامتیں بڑی پیچیدہ تھیں مگر انسان کے ارتقا کی تاریخ کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ایرانی خط اسلوب کی بڑی کوشش یہ تھی کہ دائیں سے بائیں لکھی جانے والی تحریریں قابل سند سمجھی جاتی تھیں مگر بے جا تخلیقی مادوں نے بڑی قلت پیدا کر رکھی تھی۔ جس کے سبب خلط ملط حروف ابجدی کے حالات نے تحریری بحران پیدا کر رکھا تھا مگر ہندوستان میں فارسی کی نشوونما کو اہل ایران اپنی فارسی سے الگ ایک ہند اسکول یا "سبک ہندی" تسلیم کرتے ہیں۔ تو سبک ہندی کا تشفی بخش مطالعہ کئے بغیر کوئی نہج قائم نہیں کر سکتے مگر صرف دنحو کے ہندی سبک یا یوں سمجھو کے منفرد اسٹائل نے عظیم کارنامہ انجام دیا۔ خصوصی لب ولہجہ میں فارسی وسنسکرت کے لفظوں نے وسعت پیدا کر دیا اور نئے نئے آہنگ اور نئے نئے کلموں سے بے مثل ربط پیدا کیا جس سے زبان کی بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔

عربی حروف تہجی کے امتزاج نے توسیع تر امکانات پیدا کئے۔ حروف ابجدی کے مجموعہ سے استنباط پیدا کرنا یا عقلی و نقلی نیم حروف ابجدی کے جوہری رموز ونکات سے آشنا ہونا بالکل ناممکن ہے مگر محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب سخندان فارس میں لکھا ہے جو قرین قیاس بھی ہے۔ اس نظریے کے احتیاط نے مفروضہ آہنگ سے ممتاز کیا ہے۔ البتہ شکوک وشبہات کے مختلف باب کھل جاتے ہیں اور حروف کی جسامت یا حروف کی آواز یا پھر حروف کے مجموعے سے ممکن ہے کہ معنی مراد لیے جائیں جو محض مشکوکات کے نظریے سے دستیاب ہیں۔ ابتدائیہ دور میں عجز وانکسار کا جذبہ یقیناً باہم ربط کا متقاضی تھا لیکن ایسا نہ تھا کہ چرندو پرند، نبات و جمادات اور حیوانات کو دیکھ کر معلوم کرلیں کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ یا صرف دیکھ کر خود معنی سمجھ بیٹھیں۔ ایسا بالکل نہیں نہ تو چرندو پرند اپنی وضاحت کر سکتے ہیں اور نہ نباتات و جمادات سے تو ہم کا نظریہ اخذ کر سکتے ہیں۔ بہرکیف عرب کے ابتدائیہ دور میں محققوں نے اعراب کا جو نظریہ پیش کیا وہ قابل تحسین ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ابتدائیہ مرحلے میں الفاظ کے معنی خود بخود سمجھ میں آجاتے ہوں گے اور نظریے کا وثوق بھی قابل ذکر گردانا جاتا ہوگا۔ بہر حال محمد حسین آزاد اپنی تحقیقی کاوش سے سخندان فارس میں ممکنات الامر کے تحت لکھا ہے جو اعراب کے نفوذ واثر اور عمل سے ممکن ہے:

''زبان عرب کے ابتدائی محققوں میں عباد بن سلیمان ضمیری نے کہہ دیا کہ الفاظ اپنے حروف، اعراب اور آوازوں کے ذریعہ سے خود بخود اپنے معنی بتلاتے ہیں مگر یہ رائے عموماً درست نہیں اصفہانی نے شرح منہاج بیضاوی میں لکھا کہ جمہور اہل لغت اس پر اعتراض کرتے ہیں اگر یہی بات ہوتی تو ہر شخص ہر لفظ کے معنی سمجھتا بتانے اور لغت میں دیکھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔'' ۲۰

مگر بنی سعد کی عربی زبان نے نحو وصرف کی اہمت کو برقرار رکھا اس لئے عربی زبان کو اعراب والی زبان کہتے ہیں، گویا اعراب کے تغیرات کے قاعدے اور ضابطے موقع ومحل کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں اور معمولی تنوین کے تغیر سے معنی کے اندر فصاحت وبلاغت کا نظریہ اخذ کیا جاتا ہے۔ جب سامی زبان کی حروف تہجی کو عرب نے من وعن قبول کیا تو علم کے رموز وحقائق کی شناخت ہوئی۔ حالانکہ حروف تہجی کے مبداء کا عمل بالکل نہ تھا بہر حال قاعدہ بغدادی کے حروف مرکب ل (لام الف) نے مجددانہ پیکر تراشی کی تفہیم پیش کی گئی تو حروف تہجی کی تمرین تو قف نے استشہاد پیش کیا۔ تو بنی آدم نے اک عظیم عرصے کے بعد پہلی مرتبہ روہیل کھنڈ (بریلی) میں حروف تہجی کی تمہیدی تعیین کی توفیق بخشی اور دنیا ادب لام الف کے تزک واحتشام سے آشنا ہوئی۔

مگر ہندوی پیکر کی سہ لسانی تحریریں ایسی ہیں جو براہ راست دائیں سے بائیں کی جانب لکھی جاتی ہیں اور پوری دنیا میں عربی، فارسی اور اردو معتبر زبان تسلیم گئیں ہیں بہرکیف ہر زبان کی حروف تہجی اپنی مماثلت کی بنا پر ایک دوسرے سے الگ ہونے کے باوجود اپنی ساخت پر قائم ہیں۔ حروف تہجی کے قواعد واعداد اور مزید اس کی تعداد تو بالکل جدا ہیں مگر ہندیورپی کی مختلف زبانوں کا ایک ہی ماخذ ہے البتہ حالات نے ہمیشہ تنگ نظری کا ثبوت فراہم کیا۔ یہاں تک کہ صحرائے قراقرم کے اردو بالیغ کا قضیہ عمل میں آیا اور یکسر معدوم ہوگیا کیا خالص ابجدی حروف تہجی کی ایجاد نے قابل اعتماد گردانا نہیں بلکہ حالات کے اعتبار سے ترمیم واضافہ کو درست تصور کیا بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شمالی سامی حروف ہی اصل ماخذ ہے۔ بلکہ حروف تہجی نے عالم سکوت کا مظاہرہ کیا۔ گویا خاموشی بھی اک تحریک ہے یعنی لفظ ہی تلفظ کی شکل میں سیروفی الارض کا جوہری نظام پیش کرتا رہا اور اس کے مناسک

عمل میں کبھی بھی تغیر پیدا نہیں ہوا حالانکہ عربی حروف تہجی کی تعداد ۲۹ ہے جبکہ فارسی حروف تہجی کی تعداد ۳۳ ہے اور اردو حروف تہجی کی تعداد ۵۰ ہے۔ مگر دیوناگری ورن مالا کی تعداد اکیاون ہے سنتوں کی طرح گلے میں ڈالو اور دل میں اتارلو بڑے کام کی چیز ہے علم کی بنیادی عظمت اسی سے ممکن ہے۔ اردو حروف تہجی کا منبع اور ماخذ تو مختلف صوتی آہنگ سے مرتفع ہے۔ بہر کیف تقدس کے رمز ہائے نوع نے اک جاں آفریں آہنگ سے ممتاز کیا۔ جس کا دل سنسکرت، عربی، فارسی، ترکی کے حرفی اشاروں سے متلاطم ہیں۔ مولانا اخلاق دہلوی کا خیال دیکھئے:

''اردو آریائی زبان ہے۔ شورسینی پراکرت کی پر پوتی، مغربی ہندی کی پوتی، اور وتی بھاشا کی بیٹی ہے اور فارسی کے میل ملاپ سے بنی ہے جس کی تمام بنیادی چیزیں خالص ہندی ہیں۔'' ۲۱

اردو حروف تہجی کی تعداد پچاس ہے اور دیوناگری کا ورن مالا اکیاون ہے ہندوستانی رسم خط کے ارتقا کے آٹھ مرحلے ایسے ہیں جو قدامت پسند تجزیے فکر کے متلاشی ہیں پہلا مرحلہ سوہ گاؤرکی تانبے کی تختیوں پر کندہ تحریر ہے جو دائیں سے بائیں جانب لکھی ہوئی ہیں جو چوتھی صدی پیشتر مسیح کی شناخت کردہ ہیں دوسری شکل موریا عہد کی ہے جو اشوک کے کتبوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ جو تیسری صدی قبل مسیح کی ہیں جو کتبے دستیاب ہیں وہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقے میں کھروشٹھی میں تحریر کردہ ہیں۔ اسی طرح تیسری صورت ابتدائی کالنگا حروف سے جا ملتی ہیں اور چوتھا روپ آندھر رسم خط سے ہے جو ناگھاٹ کے کتبوں میں محفوظ ہیں۔ پانچویں صورت موریہ کتبوں میں موجود ہیں جو بہار کے مغربی علاقوں میں پتھروں اور چٹانوں پر کندہ وآویزاں ہیں۔ اور چھٹا روپ سنگا کہا جاتا ہے۔ بلکہ اسی دور میں سنسکرت کا احیا عمل میں آیا جو برہمنوں اور پروہتوں نے رسم خط کو قدامت پسند نظریے سے ممتاز کیا جو اپنی حقیقت میں ساتوں دور کہلاتا ہے۔ جسکی نشان متھرا کی خط تحریر سے وابستہ ہے اور آٹھواں روپ جنوبی ہند کے غیر سامی حروف کی اہمیت وافادیت ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ملک ہند میں سب سے زیادہ روز افزوں لکھی جانے والی تحریر ہے جو موجودہ نظام تحریر کی اتمام حجت ہے۔ یعنی دیوناگری رسم خط ہے جو کسی کی بدلی ہوئی صورت میں لکھی اور پڑھی جا تی ہیں گجراتی، بنگالی، اڑیا اور بہت ساری زبانیں ہیں۔ جس کی تشکیلی تحریر ادب میں رائج ہیں۔

بہر کیف ہندستانی رسم خط حقیقت میں برہمی سے مشتق ہے۔ لیکن عہد قدیم میں کھروشٹھی حروف کی آرامی حروف سے مشابہت تھی، حالانکہ بدھ متی کارناموں کو کھروشٹھی سے منسوب کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ ادب کا مزاج جب قابل قبول ہوتا ہے تو اس کی تاریخی نوعیت کی افادیت ممکن ہے حالانکہ اس کی تحقیقی استنباط کا ہونا یا تجزیے کے فکر کا ہونا بھی ممکن ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ صدیاں گزرتی رہیں اور بتدریج علم کی ترویج وترقی نے ظاہراً حروف تہجی کو قبول کرلیا تو حلقہ ادب میں امکانی ترقی ہونے لگی مگر دیومالائی تزک واحتشام نے علمی رموز ونکات کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

چونکہ ادب کا مزاج بدلتا رہا اور عہد بہ عہد شعور کا نظام لازوال بنتا چلا گیا جس کی وجہ سے آج بھی دیرینہ نشانیاں موجود ہیں۔ لیکن ہر حروف کی صورت بدلی ہوئی ہے بلکہ حقیقی صورت کی نمائندگی ہے۔ ممکن ہے کہ زمانے کے قدوقامت کے اندر تبدیلی واقع ہو اور پھر کچھ ہیر پھیر سے تخریج فی الحروف کا ابداع قائم ہوا! اور نئی تفہیم کی وساطت سے ادب کو فائدہ پہنچے، ہندوستان کی آزادی نے ادب کے رجحان کو اس قدر بلند کیا کہ ادب کے سرمایہ میں اضافہ کا سبب تصور کیا گیا۔ چنانچہ بہار کی زمین میں ایک نئی

طرز نگارش کے مصنف جناب سچتا نند کی طبع زاد ہے جو صرف طلباء و طالبات کے لئے ہے، جس میں تفصیل کے ساتھ حروف تہجی کے اصول مرتب ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

"اردو کے حروف ۵۰ ہوتے ہیں جن میں ۳۵ حروف مفرد ہوتے ہیں اور ۱۵ حروف مرکب ہوتے ہیں۔ ا ب پ ت ٹ ث ج ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ی۔ ۳۵۔ بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، ڑھ، کھ، گھ، لھ، مھ، نھ، وھ۔ ۱۵۔ خاص عربی کے حروف۔ ث، ح، ص، ض، ط، ظ، ع، ق۔ ۸۔ خاص فارسی کے حروف۔ پ، ژ، گ۔ ۴۔ خاص ہندی کے حروف۔ ٹ، ڈ، ڑ اور مزید حروف مرکب۔ ۱۸۔ مشترک حروف۔ بقیہ ۲۰ حروف عربی، فارسی اور ہندی تینوں زبانوں میں مشترک ہیں۔" ۲۲

حروف تہجی کی بنیادی نوع کی تلاش محض اردو رسم الخط سے ممکن ہے۔ جس کی حقیقت حروف مفرد و حروف مرکب ہیں ان تمام حرفوں کو سرگزشت الفاظ، پنجاب میں اردو، اور اردوے قدیم کے تجزیے اور نظریے سے اخذ کر سکتے ہیں۔ اردو حروف تہجی کی بنیاد محض سنسکرت، عربی، فارسی کی زبان ہی اصل ماخذ ہیں۔ دیو مالائی ورن مالا کے تقدس عمل نے اعجاز بخشا ہے تو ہند کو اردو زبان کی تعبیر سمجھ میں آئی ورنہ تجزیاتی جو فقرے منتخب کئے گئے ہیں وہ مفرد و مرکب حروف ہیں جو عربی و فارسی اور سنسکرت کے الفاظ ہیں۔ گویا سنسکرت زبان سے اہل یورپ واقف ہوئے تو لسانی مطالعے کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ اور زبان کی تاریخ کا علم ہوا۔ حالانکہ مشرق میں عیسائیوں کا ایک مرکز بنگال میں سرامپور تھا اس مشن نے ایسٹ انڈیا کمپنی کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا جہاں اردو، بنگالی، مرہٹی اور سنسکرت کی تعلیم کا آغاز ہوا مگر اس عرصہ میں جو انکشافات دریافت میں یورپ کو علمی سرمایہ حاصل ہوا وہ سنسکرت زبان کے علم نے ایک عظیم انقلاب پیدا کیا۔

چنانچہ سر ولیم جونز نے کلکتہ میں رائل ایشیا ٹک سوسائٹی قائم کیا اور دیوناگری کے ورن مالا سے زبان کی توسیع ہوئی گویا لاطینی و سنسکرت کے قواعدی رجحان نے قریبی مشابہتوں کو اجاگر کیا اور یہی "ہند آریائی" کے تصور نے نمایاں کیا۔ خالص طور پر ہم مطالعہ کرتے ہیں تو سامی زبان کی تعمیری بقا نے تمام زبانوں کی عظمت برقرار رکھی چنانچہ پروفیسر عبدالقادر سروری نے اپنی کتاب زبان اور علم زبان میں یہ لکھا ہے:

"سامی قوموں اور عربوں نے اپنے لسانی مطالعے کی عمارت بابلی روایات کی بنیادوں پر بنائی تھی۔ قرآن کے مطالعے کی ضرورت کے مدنظر لسانیاتی مطالعہ کی طرف عرب بہت عرصہ پہلے متوجہ ہو چکے تھے۔ اور ساتویں صدی میں ابوالاسود دویلی المتوفی ۶۸۸ء نے عربی قواعد کا حقیقی سنگ بنیاد رکھ دیا تھا بعد میں بصرہ اور کوفہ کے علما نے اس کام کو آگے بڑھایا۔" ۲۳

پروفیسر عبدالقادر سروری نے حروف تہجی کی جامعیت اور اس کی مدافعت کی توضیحی ترتیب کی خاصیت بیان کی ہے جس سے نئی زبانوں کا علم ہوتا ہے۔ اور اس جدو جہد نے اہل ہند کو ایک انعام کے طور پر اردو زبان کی تخریج ہوئی۔ جس میں علاقائی زبان کی توسط سے اردو زبان کی تعمیر ہوئی۔ جس میں تمام زبانوں کے حروف تہجی شامل ہیں۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ اردو حروف تہجی کی تعداد ستاون ہے بہر کیف ابتدائیہ طور پر اردو خالص ہند کی زبان ہے۔ البتہ فرید الدین شکر گنج سے لیکر آج تک مختلف ناموں سے متعارف ہوئی اور اب صرف اردو زبان ہے۔

ماخذ ومراجع

(۱) سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا از بدر الدین احمد۔ص ۸۹ر ۹۰

(۲) ادبیات ایران: ڈاکٹر رضا زادہ شفق ترجمہ سید مبارز الدین رفعت۔ص ۱۳

(۳) ادبیات ایران: ڈاکٹر رضا زادہ شفق ترجمہ سید مبارز الدین رفعت۔ص ۱۵

(۴) بزم تیموریہ مرتب سید صباح الدین عبد الرحمن ام،اے،ص ۱۰۸

(۵) سخندان فارس حصہ اول از محمد حسین آزاد اتر پردیش اکاڈمی لکھنو۔ص ۴۷۔۴۸

(۵) تفسیر ابن کثیر مئولف عبد الرشید نعمانی۔ص ۴۸

(۷) تفسیر ابن کثیر مئولف عبد الرشید نعمانی۔ص ۴۸

(۸) تفسیر ابن کثیر مئولف عبد الرشید نعمانی۔ص ۴۹

(۹) ترجمان القرآن، از مولانا ابو الکلام آزاد ج۔۱۔ص ۱۸

(۱۰) تفسیر ماجدی از عبد الماجد دریابادی۔ص ۴۵ر ۴۶

(۱۱) کنز الایمان ترجمہ احمد رضا خاں مع تفسیر سید محمد نعیم الدین۔ص ۴

(۱۲) تفسیر ماجدی از عبد الماجد دریابادی۔ص ۴۶

(۱۳) زبان اور علم زبان از پروفیسر عبد القادر سروری۔ص ۲۶۶

(۱۴) زبان اور علم زبان از پروفیسر عبد القادر سروری۔ص ۲۷۴

(۱۵) زبان اور علم زبان از پروفیسر عبد القادر سروری۔ص ۲۶۷

(۱۶) زبان اور علم زبان از پروفیسر عبد القادر سروری۔ص ۲۶۸

(۱۷) خلفائے راشدین از معین الدین، دار المصنفین اعظم گڑھ۔ص ۳۵۳

(۱۸) زبان اور علم زبان از پروفیسر عبد القادر سروری۔ص ۱۸۲

(۱۹) فن شاعری: از علامہ اخلاق دہلوی۔ص ۱۶

(۲۰) سخندان فارس از محمد حسین آزاد اتر پردیش اکاڈمی لکھنو۔ص ۱۲

(۲۱) فن شاعری از علامہ اخلاق دہلوی۔ص ۹

(۲۲) طرز نگارش: سچتا نند۔ص ۶

(۲۳) زبان اور علم زبان از پروفیسر عبد القادر سروری۔ص ۲۳۷۔۲۳۸

❖❖❖

امام احمد رضا اور فیضانِ تصوّف

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

صوفی باصفا امام احمد رضا اتنی خوبیوں کے جامع اور اتنے اوصاف کے حامل تھے کہ کوشش بسیار کے باوجود ان سب کا تعین بہت مشکل ہے اور کمال یہ کہ ہر خوبی ایسی درخشاں وتاباں کہ ان میں جس پر بھی نظر پڑ جائے تو دوسری طرف رخ کرنے کی نوبت نہیں آتی، بلکہ وہ خوبی دوسری خوبیوں کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت ہی نہیں دیتی۔ ان کے اوصاف میں ایک اہم وصف یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دور کے صوفی ہی نہیں صوفی گر ہیں۔ بہت سے حضرات صرف ان کی صحبت و رفاقت پاکر، ان کی مجلس کی نشست و برخاست کی برکت سے تصوف کے اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے۔ جس طرح وہ اپنی مجلس کے حاضر باشوں کو احکامِ شریعت سے آشنا کرتے رہتے تھے، اسی طرح وہ اپنی مجلس میں طریقت کی پیچیدہ گتھیاں بھی سلجھاتے، تصوف کی زلفِ پریشاں سنوارتے اور روحانی اقدار کے چہرے پر غازہ بھی ملتے رہتے۔ لیکن ان کے کارِ تجدید واحیاے دین کا رنگ ایسا چوکھا، نمایاں اور قوس قزحی تھا کہ دوسرے اوصاف کے رنگ اس میں چھپ کر رہ گئے۔ یا یہ کہہ لیجیے کہ نام ونمود اور زیبائش ونمائش کی آلائش کے پیش نظر اپنے قالب پر مجدّدی کی دبیز چادر تان کر خود ہی سارے اوصاف کو اس میں چھپا لیا تھا۔ تاہم ان کے اوصاف کی روشنی، ان کی خوبیوں کی خوشبو اور ان کے کمالات کی جلوہ ریزی کبھی بذریعہ قلم، کبھی بواسطہ گفتگو، کبھی بوسیلہ خطاب اور کبھی بغرض اصلاح وہدایت آشکارا ہو کر انجمن آرائی کرتی رہتی تھیں۔ امام ربانی، حضور مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مجدّد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"مجدّد وہ ہے کہ اس کے زمانے میں اُمتوں کو جتنے فیوض پہنچتے ہیں وہ اس کے واسطے سے پہنچتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت اقطاب اور اوتاد ہوں، ابدال ونجبا ہوں۔" (مکتوباتِ امام ربانی، فارسی، صفحہ ۱۵، جلد ثانی)

معلوم ہوا اپنے دور کے مجدّد کی طرف رجوع کیے بغیر کسی بڑائی وبزرگی، منصب ومرتبہ کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ مجدّد ہی فیض بخش عالم ہوتا ہے، سوچنے کی بات ہے بحیثیت مجدّد کیا عوام، کیا علما، کیا صوفیا کیا فضلا، جو سب کا مقتدا ہو وہ طریقت وتصوف میں کتنے اونچے مقام پر ہوگا؟ مگر اس کا جلوۂ تصوف آج بھی اتنا عام نہیں جتنا ہونا چاہیے۔ ضرورت ہے کہ ان کا وصفِ تصوف عالم آشکار ہوتا کہ اس رخِ روشن سے بھی لوگ اپنی حیات کا رخ متعین اور خیالات کا قبلہ درست کر سکیں۔

تصوف کیا ہے؟ تصوف کی حقیقت کیا ہے، صوفی کون ہے اور صوفیت کے ضوابط کیا ہیں؟ جو نظر آتا ہے وہی حقیقت ہے یا حقیقت بناوٹ میں گم ہے؟ صوفیا ہی کے آثار وآرا کی روشنی میں پہلے ان اُمور کی وضاحت ضروری ہے۔ سلطان المحققین حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں

"زمانے میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کی وجہ سے زمانے والوں کی آنکھوں میں صوفیوں کا بُرا حال دکھائی دیتا ہے، اُن

کی پاک دامنی پر دھبّے لگانے کا خاص سبب یہی ہے کہ خود صوفیوں نے اپنی روش بدل دی ہے اور خلافِ اصول عادتوں میں مبتلا ہو کر تصوف کو بدنام کر دیا ہے، ورنہ تصوف تو دین و ایمان کی جان ہے۔" (مکتوباتِ صدی، ص ۱۷۱)

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری فرماتے ہیں:

"صفائے باطن کے لیے کچھ اصول و فروع ہیں، ایک اصل تو یہ ہے کہ دل کو غیر سے خالی کرے۔ اور فروع یہ ہے کہ مکر و فریب سے بھرپور دنیا کو دل سے خالی کر دے۔" (کشف المحجوب، ص ۶۴)

اب تک یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ صوفی مشتق کس سے ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ صوفی کو صوفی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ صوف (پشمینہ) کے کپڑے پہنتے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں وہ اوّل صف میں ہوتے ہیں، اس لیے انہیں صوفی کہتے ہیں۔ ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ یہ اصحابِ صُفّہ کی نیابت کرتے ہیں۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ یہ نام 'صفا' سے ماخوذ ہے۔ آپ غور کریں تو ہر وجہ تسمیہ میں بکثرت لطائف موجود ہیں۔ خلاصے کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوں کہ صوفیائے کرام اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب و پاکیزہ بنا کر، طبعی آفتوں سے نفرت کرتے ہیں، اس بنا پر انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔ حضرت شیخ علی ہجویری اس امر کی نقاب کشائی یوں کرتے ہیں:

"جملہ مشائخِ طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ بندہ جب مقامات کی بندشوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور احوال کی کدورتوں سے خالی ہو کر، تغیر و تلون کے حدود سے نکل جاتا ہے، تو وہ تمام احوالِ محمودہ سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور تمام بشری کدورتوں سے نجات پا جاتا ہے، اس لیے اولیائے کاملین اور عرفائے محققین کا نام صوفی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں من صفا الحب فھو صاف و من صفا الحبیب فھو صوفی "جس کی محبت پاک و صاف ہے، وہ صافی ہے اور جو دوست میں مستغرق ہو کر اس کے غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے۔" (ایضاً، ص ۶۸)

تصوف کے ماننے والوں، اس کے آداب پر عمل کرنے والوں یعنی خود حضراتِ صوفیا نے صوفی کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک کو صوفی، دوسرے کو متصوف اور تیسرے کو مستصوف کہتے ہیں۔ (۱) صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر کے حق کے ساتھ مل جاتا ہے۔ (۲) متصوف، وہ ہے جو ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے اس مقام کو طلب کرے۔ (۳) مستصوف، وہ ہے جو دنیاوی عزت و منزلت کی خاطر خود کو ایسا بنا لے۔ گویا صوفی صاحبِ وصول ہے، متصوف صاحبِ اُصول اور مستصوف صاحبِ نقول و فضول۔

تصوف کا بانی کون ہے؟ اور صوفیِ اوّل کے لقب سے کون ملقب ہے؟ اس سلسلے میں سلطان المحققین، مخدوم جہاں، حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ، قرآن و حدیث کے اشارات و رموز کی روشنی میں اس راز کو یوں واشگاف فرماتے ہیں:

"اگر تصوف کی ابتدا پر غور کرو گے تو اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہی سے پاؤ گے۔ اس عالم میں پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ان کو حق تعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا، پھر اجتبا اور اصطفا کے مقام پر پہنچایا، خلافت عطا فرمائی، پھر صوفی بنایا۔...... وہ مرقع جو دریوزہ گری کے بعد پہنایا گیا تھا آپ اس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ آخر عمر میں وہ مرقع شیث

علیہ السلام کو آپ نے پہنا دیا اور خلافت بھی سپرد کردی۔ چنانچہ نسلاً بعد نسلٍ اسی طریقے پر عمل ہوتا رہا اور تصوف کی دولت ایک نبی سے دوسرے نبی کو یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی۔ صوفیِ صافی اوّل حضرت آدم علیہ السلام کی خلوت در انجمن کے لیے خانۂ کعبہ کی بنیاد پڑی، یعنی دنیا میں پہلی خانقاہ کعبۂ مکرم ہے۔...... حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے بیت المقدس کو خانقاہ بنایا۔ چنانچہ اور ملکوں میں بھی خانقاہیں بنائی گئیں، جن میں عبادتیں کی جاتیں اور اسرارِ الٰہی کا بیان ہوا کرتا۔ پھر جب دورِ مبارک حضرت سیدنا ونبینا، سلطان الاولیاوالانبیا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم آ پہنچا، ...... حضور نے اسی خانقاہِ کعبہ کا قصد فرمایا، علاوہ اس کے خود مسجدِ نبوی میں ایک گوشہ متعین کردیا۔ اصحاب میں وہ گروہ جو سالکانِ راہِ طریقت بعنوان خاص تھا اس سے وہیں راز کی باتیں ہوا کرتیں۔ اس جماعتِ خاص صوفیہ کے لوگ قریب قریب ستر ۷۰ اشخاص تھے۔ تصوف وطریقت جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی، اس کا تتمہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" (مکتوباتِ صدی، ص ۱۷۳ تا ۱۷۵ ملخصاً)

آج تو ایک طرح سے ہر بوالہوس نے تصوف پرستی شروع کردی ہے۔ جس کو دیکھیے وہی اپنے آپ کو صوفی کہتے اور کہلواتے نظر آتے ہیں۔ رازدارِ شریعت وطریقت حضرت مخدوم جہاں فرماتے ہیں:

"تم اس بات کا یقین کرلو کہ جو شخص طریقت کی راہ کا طلب گار ہو، اس کے پاس شریعت کی پونجی ہونا ضرور چاہیے، تاکہ قصبۂ شریعت سے شہرِ طریقت میں پہنچے، طریقت میں جہاں قدم درست ہوا، ملک حقیقت میں پہنچ جانا آسان ہے۔ جس بے علم نے شریعت ہی کو نہیں سمجھا ہے، وہ طریقت کو کیا پہچانے گا اور جب طریقت ہی سے شناسائی نہیں ہے تو حقیقت تک کیوں کر رسائی ہوسکتی ہے۔ اسی لیے بےعلم و معرفت اور ناواقفِ شریعت کو اس راہ میں چلنے کی اجازت نہیں۔ اگر اپنی خودرائی سے کوئی ایسا کرے گا تو بھٹک کر رہ جائے گا اور اسی چکّر میں اس کی جان بھی چلی جائے گی۔ بالکل ناممکن ہے کہ وہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکے۔ اگر بفرضِ محال کورانہ و جاہلانہ مجاہدہ وریاضت سے کچھ نظر آ گیا، تو اتنا غرور پیدا ہوگا، جہالت بڑھے گی اور حماقت تیز ہوگی کہ ایمان تک رخصت ہوجائے گا اور شیطان کے پھندے میں پھنسا رہے گا۔ تم اس بات کا یقینِ کامل کرلو کہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا، مااتخذ اللہ ولیاً جاہلاً، مشائخ کا قول ہے۔ اور قرآن شریف میں بھی اس طرف اشارہ ہے، ولم یکن لہ ولی من الذل، خداوند جل وعلا جاہل کو دوست بھی نہیں بناتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جہالت سے بڑھ کر کوئی چیز ذلیل نہیں، یہ ساری ذلتوں کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قدم رکھنا دل لگی نہیں ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ سالک کو جب بارہ چیزوں کا علم ہوتا ہے تو وہ اس راہ کے لائق سمجھا جاتا ہے۔ (۱) علمِ توحید (۲) علمِ رسالت (۳) علمِ معاملت (۴) علمِ معرفت (۵) علمِ حالت (۶) علمِ مکاشفت (۷) علمِ مشاہدت (۸) علمِ خطاب (۹) علمِ سماع (۱۰) علمِ وجد (۱۱) علمِ معرفتِ روح (۱۲) علمِ معرفتِ نفس۔ پھر ان علوم کے اصول وفروع کی واقفیت بھی ضروری ہے۔" (مکتوباتِ صدی ص ۱۷۶، ۱۷۷)

ظاہر جب علم ہی نہیں ہے تو وہ حلال وحرام کو کیسے جان پائے گا، اور جب تک جانے گا نہیں حلال کا التزام اور حرام سے اجتناب کیسے کر پائے گا۔ اور جب خود نہیں کر پائے گا تو اپنے مریدوں سے کیسے کرا پائے گا۔ اور جب تک یہ نہیں ہوگا تقویٰ کا تصور بھی نہیں ہو پائے گا۔ اس لیے کہ تقویٰ حلال پر چلنے اور حرام سے بچنے ہی کا نام ہے۔ اور جب تقویٰ نہیں تو ولایت نہیں۔

اسی لیے تمام صوفیاے کرام اور علماے اسلام نے علم پر زور دیا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا، مگر ہاں جسے ولی بنانا چاہتا ہے اسے جاہل نہیں چھوڑتا۔ علم چاہے کسبی ہو یا وہبی مگر ہو۔ علم نور ہے، جب یہ رہے گا تو حیات اور معاملاتِ حیات کا ہر گوشہ منور و تاباں رہے گا۔ اسی لیے شرائطِ مرشد کی تیسری شق ذکر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقایدِ اہلِ سُنّت سے پورا واقف، کفر و اسلام، ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو، ورنہ آج بدمذہب نہیں، کل ہو جائے گا۔'' (فتاوی افریقہ، امام احمد رضا)

جس خوش نصیب میں علم بھی ہو اور آدابِ شریعت کا لحاظ و خیال بھی اس کا قلب معرفتِ الٰہی کے انوار سے جگمگا اُٹھے گا۔ حضرت ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالہ مبارکہ ''قشیریہ'' میں ص ۳۰ پر سیدی ابوالعباس احمد، محمد القردمی معاصر سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

''من الزم نفسہ آداب الشریعۃ نوراللہ قلبہ بنور المعرفۃ ولا مقام اشرف من مقام متابعۃ الحبیب فی اوامرہ وافعالہ واخلاقہ'' جو اپنے اوپر آدابِ شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے روشن کر دے گا، اور کوئی مقام اس مقام سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، افعال، عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔'' (مقام عرفاء، ص ۲۰)

یہ تصور باطل ہے کہ علما اور صوفیا دو الگ اور بے تعلق جماعتیں ہیں۔ علماے ربانیین ہی صوفیاے کاملین ہیں۔ صوفیا اور علما میں کبھی بُعد نہیں رہا، خانقاہوں کی زینت سجادہ حضرات ہی اپنے وقتوں میں مدارس کے فخر المدرسین بھی تھے، دارالاشاعت کے عمدۃ المؤلفین بھی اور خانقاہ کے زبدۃ العارفین بھی۔ آج کلّیات و جامعات کی کثرت کے باوجود انسان کو انسان بننا میسر نہیں۔ یہ سب کچھ خانقاہی نظام سے نفرت کے باعث ہے۔ یہ درست سہی کہ خانقاہی نظام میں وہ پہلی سی بات نہ رہی، تاہم اس کے آثار تو موجود ہیں، اس کی اصلاح تو ممکن ہے۔ درس گاہ اور خانقاہ یک جسم و یک جان ہوتے ہیں تو علم کے فوارے اور عمل کے چشمے سے آبادی کی آبادی جل تھل ہو اُٹھتی ہے۔ اور علم و عمل کی سنگم شخصیت کی زبان سے نکلی ہوئی بولی بولی نہیں ہوتی، قند کی ڈلی ہوتی ہے۔

معین الملۃ الدین حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، برصغیر کے خوش عقیدہ مسلمان جن کی بارگاہ کو اپنی روحانی چھاؤنی اور آخری پناہ گاہ تصور کرتے ہیں، آپ نے صرف تین جملوں میں تصوف کے جلال و جمال کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ ان کی نظر میں سب سے بڑا صوفی، اللہ کا دوست یعنی ولی اللہ کون ہے؟ تو فرماتے ہیں:

''حضرت پیر و مرشد کا قول ہے کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوتی ہیں، وہ اللہ کا دوست ہوتا ہے، اوّل دریا جیسی سخاوت، دوم آفتاب جیسی شفقت سوم، زمین جیسی تواضع۔'' (ہندو پاک کے اولیا، ص ۴۹)

صاحبِ تذکرہ صوفیِ باصفا، عاشقِ مصطفیٰ امام احمد رضا چوں کہ قادری سلسلے کے صوفی و بزرگ ہیں اور قادری سلسلے کے بانی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جامِ محبت کے ایسے مست ہیں کہ ان کے افکار و خیالات کی جنت میں ہر سو غوثِ اعظم کے قدمِ مبارک کی ہلچل سنائی دیتی ہے، اُن کے تصورات و نظریات کے آفاق پر ہر دم غوثِ اعظم کی یادوں کا سورج ضوفشاں رہتا ہے۔ اس لیے آیئے دیکھیں کہ صوفی و تصوف کے حقایق پر غوثِ اعظم کے خیالات کیا ہیں، اور ان خیالات کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات، جذبات و ملکات کا مطالعہ کریں کہ انہوں نے کس کس طرح ان فرمودات کے لعل و گوہر سے اپنے خزینۂ

روحانیت کو سجایا ہے، اور دوسروں کے بھی بے نور دل ودماغ کو درخشاں کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ ولی جن کی حیات کا مقصودِ اصلی ہی خدا تک رسائی اور خدا کو پالینا ہوتا ہے، حضور غوث پاک نے اس راستے کے پیچ وخم، منزلِ مقصود اور عرفانِ الٰہی تک کے سنگ میل کی نشان دہی فرمادی ہے، ارشاد گرامی ہے:

''اقرب طرق الی اللّٰہ تعالیٰ لزوم قانون العبودیۃ الاستمساک بعروۃ الشریعۃ، اللہ عزوجل کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ قانونِ بندگی کولازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔'' (مقال عرفاء، ص۱۶، بحوالہ بہجۃ الاسرار ص۵۰)

ولی کی پہچان کچھ لوگوں نے کرامت ٹھہرالی ہے۔ اُن کی نظرِ تلاش اس تگ ودو میں ہوتی ہے کہ خارق عادت، افعال کا صدور، محیر العقل کارنامے کا ظہور ہو، اگر اتفاق سے ایسا ہوگیا تو ان کی جبینِ عقیدت جھک جاتی ہے ورنہ ولی ماننے میں ہی انہیں تامّل ہوتا ہے۔ ولی کی سب سے بڑی پہچان شریعت پر استقامت ہے۔ دیکھیے کتنے واضح لفظوں میں حضور غوث پاک فرماتے ہیں:

''کرامۃ الولی استقامتہ فعلہ علیٰ قانون قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر پورا اُترے۔'' (مقال عرفاء، ص۳۹، بحوالہ بہجۃ الاسرار ص۱۵)

تصوف، حقیقتِ تصوف اور لوازمِ تصوف کے حوالے سے جتنے جواہر پارے اب تک آپ کی بزم نظر سے گذرے ہیں ان تمام کو صرف دو جملوں میں اگر دیکھنا چاہیں تو حضور غوثِ پاک کا فرمان ایک بار پھر دیکھ لیجیے۔ جس نے بھی، جو کچھ بھی کہا ہے اس کی روح آپ کے ارشاد گرامی میں موجود ہے۔ امام احمد رضا نے ارشادِ غوثِ اعظم کو تاحین حیات حرزِ جاں بنائے رکھا۔ زندگی و بندگی کے ہر مرحلے میں اس کو پیش نظر رکھا۔ نسبتِ قادریت کی برکت نے امام احمد رضا بریلوی کو زمین سے اٹھایا اور قطبیت کے آسمان پر پہنچا دیا۔ امام احمد رضا کی اس روحانی بلندی کو دیکھ کر بڑے بڑے محوِ حیرت واستعجاب ہیں مگر اس میں حیرت کی چنداں کوئی بات نہیں ہے۔ فطرت جس غنچے کی شگفتگی چاہتی ہے، اس پر شبنم کے چھینٹے دے دیتی ہے، اس کی حنابندی خود کرتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کو خاندان ملا، اس خاندان کی گود میں تصوف کا سورج اُگتا اور ڈوبتا تھا۔ جو اساتذہ واکابر ملے وہ طریقت کے آسمان کے نجم وقمر تھے اور حسنِ اتفاق سے جو پیر ملے روحانی دنیا کی شہنشاہی انہیں نصیب تھی۔ ان سب نے مل کر اُن کے بچپن کو شریعت کا رنگ، اُن کے شباب کو طریقت کا آہنگ اور ان کی ضعیفی کو حقیقت کے کیف سے ایسا سرشار کردیا کہ معرفت ان پر ناز کرنے لگی۔

(۱) مثلاً آپ کے دادا قطبِ دوراں حضرت مولانا شاہ رضا علی خان صاحب نے شہر ٹونک میں مولانا خلیل الرحمن سے علوم دینیہ حاصل کرکے بائیس سال کی عمر میں سند حاصل فرمائی، آپ کے علم کا شہرہ ہندستان میں دور تک پھیلا۔ آپ سلوک وتصوف میں کامل درک رکھتے تھے۔ پُراثر تقریر فرماتے تھے۔ زہد وقناعت، فقر واستغنا، حلم وتواضع آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ اپنے وقت کے قطب تھے، بے شمار کرامتیں آپ سے ظہور میں آئیں۔

(۲) آپ کے والد عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم نقی علی خان صاحب نے اپنے والد ماجد قدس سرہ سے علوم ظاہرہ و باطنہ حاصل فرمایا۔ علوم ظاہری میں تو آپ کی نظیر نہیں تھی اور علوم باطنہ کا یہ عالم کہ دولتِ کشف سے آپ مالا مال تھے۔ جو فرمادیا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ ایک مرتبہ بریلی میں قحط پڑا، مسلمانوں نے حاضرِ خدمت ہوکر عرض کی، آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ چلو۔

ایک جم غفیر آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ پانی برسنا شروع ہوگیا اور اتنا برسا کہ گھٹنوں گھٹنوں پانی میں لوگ اپنے گھر آئے۔ (تجلیاتِ امام احمد رضا، ص ۳۰)

(۳) آپ کے اساتذہ میں نور العارفین حضرت سید ابوالحسین احمد نوری بھی ہیں، جو آپ کے روحانی مربّی ہیں۔ آپ کو گیارہ سال کی عمر میں آپ کے جدّ اکرم و شیخ طریقت خاتم الاکابر حضور سیّد آلِ رسول مارہروی نے مجاہدات و سلوک اور خاص ادعیہ خاندانی، مثلاً حزب البحر، چہل اسم، حرز یمانی وغیرہم کی دعوت باقاعدہ آپ سے ادا کرائیں۔ آپ کی ریاضت کو دیکھ کر آپ کی جدہ ماجدہ گھبرا جاتیں اور روکنا چاہتیں، تو آپ کے جدّ امجد ارشاد فرماتے کہ رہنے دو، ان کو عیش و آرام سے کیا کام، یہ کچھ اور ہی ہیں، اور ان کو کچھ اور ہی ہونا ہے۔ یہ اقطاب سبعہ میں سے ایک قطب ہیں جن کی بشارت شاہ بوعلی قلندر پانی پتی نے دی ہے۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۳۸۱)

(۴) آپ کے اکابر میں ایک اہم نام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی کا ہے۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ میں اعلیٰ حضرت، حافظ بخاری محدّث سورتی کی رفاقت میں آپ سے ملنے گئے۔ ادھر گنج مرادآباد میں بغیر کسی ظاہری اطلاع کے شاہ صاحب نے مریدوں سے فرمایا کہ آج ایک شیر حق آرہا ہے، چلو اس کا استقبال کیا جائے۔ چنانچہ قصبے سے باہر تشریف لاکر استقبال فرمایا، اپنے مخصوص حجرے میں مہمان ٹھہرایا۔ عصر کے بعد اعلیٰ حضرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "مجھے آپ میں نور ہی نور نظر آتا ہے" نیز فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ مَیں اپنی ٹوپی آپ کو اڑھادوں، اور آپ کی ٹوپی خود اوڑھ لوں۔ یہ فرماکر اپنی ٹوپی اعلیٰ حضرت کو اڑھادی اور اعلیٰ حضرت کی ٹوپی خود اوڑھ لی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت کی عمر صرف بائیس سال کی تھی اور حضرت شاہ کی ۸۴ سال کی۔

(۵) آپ کے پیر و مرشد خاتم الاکابر حضرت مخدوم الشاہ سیّد آلِ رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم و تربیت والد ماجد کی آغوشِ شفقت میں ہوئی۔ ۱۲۲۶ھ میں حضرت شیخ العالم عبدالحق ردولوی المتوفی ۸۳۷ھ کے عرس مبارک کے موقع پر علما و مشائخ کی موجودگی میں دستارِ فضیلت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اسی سال حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے درسِ حدیث میں شریک ہوئے۔ صحاح ستہ کا دورہ کرنے کے بعد سلاسلِ حدیث و طریقت کی سندیں مرحمت فرمائیں۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے بحرِ ناپیدا کنار تھے۔ آپ کے مکاشفہ میں عجیب شان تھی، اپنے اسلاف کی زندہ و تابندہ یادگار تھے۔ آپ کے مرید و خلیفۂ خاص امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت نے فارسی میں آپ کے فضائل پر ۱۴۲ اشعار قلم بند فرمائے، جس کا مطلع ہے:

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آلِ رسول　　　خوشا سرے کہ کنندش فدائے آلِ رسول

(ایضاً، ص ۳۰۷)

سلوک و تصوف کا جو ہر بھرا ماحول آپ کو ملا تھا اور طریقت و معرفت کی جن نورانی کڑیوں سے آپ وابستہ تھے، اس کا اثر و فیض آپ کو پہنچنا ہی تھا، اسی لیے کیا بچپن اور کیا جوانی، حیات کے جس باب کو دیکھیے تابناک نظر آتا ہے۔ صرف بچپن کے حالات اگر یکجا کیے جائیں تو کمالات دیکھ کر آپ بھی کہیں گے کہ یا تو یہ مکتب کی کرامت ہے یا صاحب نظر کا فیضانِ نظر۔ ہم صرف اشارہ کرکے آگے بڑھتے ہیں، مثلاً (۱) بسم اللہ خوانی کے وقت ساڑھے تین سال کی عمر میں "لا" پر اعتراض کرنا کہ الف

بھی پڑھ لیا اور لام بھی، پھر دوبار کا بشکل مرکب ''لا'' کیوں؟(۲) ناظرہ قرآن پڑھتے وقت کسی آیت میں استاذ کا زبر بتانا، آپ کا غیر اختیاری طور پر زیر پڑھنا، اور دوسرے نسخۂ قرآن سے مطابقت پر آپ کی تائید کا ملنا۔(۳) استاذ کے جواب ''جیتے رہو'' پر اعلیٰ حضرت کا یہ کہنا کہ یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا، وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔(۴) چھ سال کی عمر میں جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مجمع عام میں دو گھنٹہ تقریر کرنا۔(۵) ۸ برس کی عمر میں عربی گرامر کی کتاب کا عربی زبان میں حاشیہ لکھ دینا۔(۶) استاذ سے سبق پڑھنے کے بعد ایک دو مرتبہ دیکھ لینے پر پورا سبق ازبر ہو جانا اور استاذ کو سنا دینا۔(۷) کسی بھی کتاب کی ابتدائی چند بحث پڑھ لینے کے بعد بقیہ پوری کتاب کا خود ہی حل کر لینا۔(۸) تیرہ سال، دس ماہ، پانچ دن کی عمر میں تمام علوم مروجہ عقلیہ ونقلیہ، عالیہ وآلیہ، جدیدہ وقدیمہ سے فارغ ہو جانا۔(۹) جس دن فارغ ہوئے اسی دن رضاعت کے مسئلہ کا جواب لکھنا اور والد صاحب کا خوش ہو کر فتویٰ نویسی کا پورا کام آپ کو سونپ دینا، وغیرہ وغیرہ۔

آپ کی ایامِ طفلی سے عنفوانِ شباب تک کے یہ چند واقعات ہیں، جو ہمیشہ ذکر کیے جائیں گے اور جب بھی ذکر کیے جائیں۔ گے، تو شیخ سعدی کا یہ شعر یاد آئے گا کہ

بالائے سرش ز ہوش مندی می تافت ستارۂ بلندی

چودہ سال کی چھوٹی سی عمر میں فراغت کے بعد کارِ افتا کی ذمہ داری سنبھالتے ہی جب آپ نے گرد و پیش کو شریعت کی میزان اور طریقت کی ترازو پر تولا تو حالاتِ حاضرہ کے ہر شعبے کو کہیں کمی اور کہیں زیادتی کا شکار پایا۔ اگر شریعت میں بدعت کی آمیزش کی وجہ سے چہرۂ شریعت دھندلا نظر آ رہا تھا، تو طریقت میں جہالت کی آلائش کے سبب روحِ طریقت مجروح نظر آ رہی تھی۔ ستم بالائے ستم لوگوں نے اپنے مفاد کی خاطر شریعت وطریقت دونوں کو دو خانوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایسے میں اسلام بچانے کی فکر ہی بہت بدیہی بات ہے۔ چہ جائیکہ کارزارِ عمل میں سرگرم عمل ہونا۔ حق کو باطل سے، نور کو ظلمت سے، چھانٹ چھانٹ کر الگ کرنا، خالص شریعت اور شفاف طریقت سے دنیا کو آشنا کرنا، یہ معاملہ جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا مگر اصلاحِ فکر و عمل اور فلاحِ جسد و روح کے لیے ایک ماہر سرجن کی طرح آپ کو جو کرنا تھا، کسی کی چیخ و پکار کی پرواہ کیے بغیر وہ سب کچھ کر دیا جس کے بغیر نہ شریعت کا کوئی وقار تھا اور نہ طریقت کا کوئی اعتبار، زمانہ دیکھتا رہ گیا اور فتح ونصرت نے بڑھ کر جھنڈا گاڑ دیا۔ یہ وہ عظیم مجاہدہ ہے جس کو ہر مجاہدہ رشک کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں:

''مجاہدہ کے لیے اسی برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے، اور صدقِ نیت کے ساتھ مشغولِ مجاہدہ ہو تو امدادِ الٰہی خود کارفرما ہوتی ہے۔ عرض کیا گیا، یہ تو اگر اسی کا ہو رہے تو ہو سکتا ہے۔ دنیوی ذرائع معاش اور دینی خدمات سب چھوڑنا پڑیں گی۔ فرمایا، اس کے لیے یہی علامات مجاہدات ہیں، بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی، ان کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا، آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا، جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کُتّے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے، کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مانیں نہ مانیں ان کا کام۔ فرمایا کہ بھونکے جاؤ، بس اس قدر نسبت کافی ہے، لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر

قربان، جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں، اور اس میں کیا ریاضت تھوڑی ہے؟ جو شخص عزلت نشین ہو گیا، نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے، نہ اس کی آنکھوں کو نہ اس کے کانوں کو، اس سے کہیے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے، اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑی ہے۔'' (الملفوظ، ج ۳، ص ۳۸)

اعلیٰ حضرت کے اس بیان پر علامہ محمد احمد مصباحی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب آپ امام احمد رضا کے شب و روز کا جائزہ لیں اور دیکھیں، انہوں نے کتنا عظیم مجاہدہ کیا ہے، پوری زندگی خدمتِ دین اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں کو ہوشیار کرنے اور رہزنانِ دین کی گالیاں سننے میں بسر کی ہے اور یہ سلسلہ بعد وصال بھی جاری ہے، ایک طرف ان کی تصانیف سے حفاظت دین و مسلمین ہوتی جا رہی ہے، تو دوسری طرف، مخالفین کی جانب سے گالیوں کا بھی تانتا بندھا ہوا ہے۔ یہی وہ عظیم مجاہدہ تھا کہ ان کے مرشد طریقت نے کسی اور ریاضت کی ضرورت نہ سمجھی، بلکہ بیعت کے ساتھ، خلافت و اجازت کا تمغۂ امتیاز بھی بخش دیا، اور اس اعزاز سے بھی سرفراز کر دیا کہ ''روزِ قیامت اگر احکم الحاکمین نے فرمایا، کہ آلِ رسول، تم میرے لیے کیا لائے ہو؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔'' (امام احمد رضا اور تصوف، ص ۴۸)

حضرت خاتم الاکابر نے ۲۲ سالہ نوجوان میں وہ کون سی خوبی دیکھ لی کہ اپناز اوِ آخرت اپنے اس مرید کو بنا لیا۔ پوچھنے پر آپ نے جواب دیا تھا کہ اور لوگ میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں، انہیں بذریعہ ریاضت صاف کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ صاف ستھرا دل لے کر آئے، صرف نسبت کی ضرورت تھی وہ مَیں نے پوری کر دی، دل کا صاف و شفاف ہونا یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ گناہ چھوٹا ہو چاہے بڑا، ہر گناہ سے دل پر داغ پڑتا ہے، مگر جس ۲۲ رسالہ پاک دامن نوجوان کا دل اتنا مصفّٰی ہو کہ خاتم الاکابر جیسی عبقری شخصیت اس کی گواہی دے، بلکہ اس پر ناز کرے، وہ احکامِ شریعت کے عامل اور آدابِ طریقت کے حامل کے سوا دوسرا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ وہ تو وہ خوش نصیب انسان ہے قرآن نے جس کے لیے دارین کی فلاح کی ضمانت دی ہے، قد افلح من تزکیٰ 'تحقیق کہ وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے دل کو پاک کر لیا'۔ اور یہ چیز تقویٰ کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور تقویٰ ولایت کی شرائط میں ایک اہم شرط ہے، اور جب شرط ولایت پائی گئی تو ولایت حاصل ہو گئی۔ اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ دل کی صفائی کی بات کہہ کر حضرت خاتم الاکابر نے ۲۲ رسال کی عمر میں آپ کے ولی ہونے کی بشارت دی ہے۔ ولایت کیا ہے؟ اللہ کی پسندیدگی کی سند ہے۔ اور اللہ کو وہ بندہ بہت پسند ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی بات بتائے۔ قرآن نے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو خیر اُمت کی دلیل بنایا ہے۔ جو بھی اس عمل خیر سے گذرے گا۔ خیر کی سعادت کا تاج اس کے سر رہے گا۔ علامہ ابن جوزی، ''صفت الصفوۃ'' میں حضرت سفیان بن عینیہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''ارفع الناس منزلۃ من کان بین اللہ و بین عبادہ وھم الانبیاء والعلماء، لوگوں میں سب سے بلند رتبہ وہ حضرات ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں۔ یہ انبیاء اور علماء ہیں۔'' (صفۃ الصفوۃ، ج ۲، ص ۱۳۱)

ایک صحرا نشین، خلوت گزیں صرف اپنے کا نارِ جہنم سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے۔ اور ایک مخلص و بے ریا صاحب ہمت و مجاہدہ عالمِ ربانی ایک جہان کو عذابِ آخرت سے بچانے کی سعی کرتا ہے، یقیناً یہ اس سے افضل و اعلیٰ ہے۔ یہ مجاہدہ و ریاضت، یہ اصلاح و ہدایت، یہ جہدِ مسلسل و مشقت، یہ خدمتِ دین و ملت، یہ جذبۂ فروغِ شریعت و طریقت ہی رضائے مصطفیٰ اور وصلِ مولیٰ کے

لیے کافی ووافی ہے۔ اس پر مستزاد، حضرت پیرومرشد کی تعلیم وتربیت نے سونے پہ سہاگہ کا کام کیا۔ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں:
"جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرفِ بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم وتربیت حضور پُرنور مرشدِ برحق سے حاصل کی۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا۔ تو قبلِ وصال مجھے حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری، اپنے ابن الابن، ولی عہد وسجادہ نشیں کے سپرد فرمایا۔" (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۴۴۔ ۴۵)

اور اعلیٰ حضرت نے بھی ب آں علم وفضل ہمیشہ اپنے آپ کو حضرت نوری میاں کے جاروب کشوں میں شمار کیا۔ اور ادب وتواضع کا وہ مظاہرہ کیا کہ ابرِ کرم برستا رہا اور اعلیٰ حضرت نہال ہوتے رہے۔ حضرت نوری میاں کی شان میں اعلیٰ حضرت قصیدہ لکھتے اور بزبانِ خود پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔ ذرا ان کی کیفیت ومستی کا یہ عالم دیکھیے ؎

برتر قیاس سے ہے مقامِ ابوالحسین　　　سدرہ سے پوچھو رفعتِ بامِ ابوالحسین

حاضرین پر وجد طاری ہے، طویل منقبت کے بعد مقطع پیش کرتے ہیں ؎

یاں طالعِ رضاؔ تیری اللہ رے یاوری　　　اے بندۂ جدودِ کرامِ ابوالحسین

وہ دیکھیے محفلِ نور آراستہ ہے۔ حضرت رضاؔ، نوری میاں کے روبرو دوزانو بیٹھے ہیں۔ اعلیٰ حضرت تازہ مدحیہ قصیدہ لائے ہیں، وہ نذر کررہے ہیں۔ قصیدے کا نام ہے "مشرقستانِ قدس" مقطع پر پہنچ کر عرض کرتے ہیں ؎

اتنا کہہ دے رضاؔ ہمارا ہے　　　پار بیڑا ہے احمد نوری

اسی مقطع کی تکرار کررہے ہیں اور بڑے نیاز سے عرض کررہے ہیں۔ "اتنا کہہ دے رضا ہمارا ہے، اتنا کہہ دے رضا ہمارا ہے"، "اتنا کہہ دے رضا ہمارا ہے" اعلیٰ حضرت نے حضور نوری میاں کی آنکھوں میں کچھ دیکھ لیا، چہرے کو پڑھ لیا اور "نیاز" نے اچانک "ناز" کا رنگ لے لیا۔ اعلیٰ حضرت نے دوسرا مقطع نذر کیا ؎

اے رضاؔ کیوں ملول ہوتے ہو　　　ہاں تمہارا ہے احمد نوری

اب اسی مصرع کی تکرار ہے "ہاں تمہارا ہے احمد نوری، ہاں تمہارا ہے احمد نوری، ہاں تمہارا ہے احمد نوری"۔ حضرت نوری میاں کو اعلیٰ حضرت کی یہ ادا کچھ ایسی بھائی کہ آپ نے اپنا عمامہ مبارک سر سے اُتارا اور اعلیٰ حضرت کے سر پر باندھ دیا۔ گویا سند مل گئی کہ "ہاں تمہارا ہے احمد نوری"۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا، حضور یہ عمامہ نہیں بلکہ میرے سر کا تاج ہے۔ یہ سُن کر مولانا عبدالمقتدر صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ "تاج الفخر" ہے۔ دیکھا گیا تو اس لفظ سے اس واقعہ کی سند برآمد ہوتی ہے "تاج الفخر" (۱۳۱۵)۔

پھر حضرت نوری میاں نے اس تحریر پرتنویر سے مفتخر فرمایا، "چشم وچراغِ خاندانِ برکاتیہ مارہرہ، مولانا احمد رضا خاں، دام عمرھم وعلمہم" یہ خطاب میں نے آپ کو بایماءِ غیبی پہنچادیا۔ بطوع ورغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا۔ اور میں نے بطیب خاطر، بلا جبر واکراہ، برغبت قلب یہ خطاب آپ کو ہبہ کیا اور بخش دیا۔ یہی خط اس کی سند میں باضابطہ رہے۔ فقط ابوالحسین نوری، مارہرہ۔ (جامِ نور، جنوری ۲۰۰۸ء، ص ۵)

بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا نے وہ منازلِ سلوک اور مراحلِ طریقت بھی طے فرمائے جو بے توجہ مرشدِ کامل

طے نہیں ہوتے۔ خود اپنی طبعی کوشش، فطری خواہش، اکابر و اساتذہ کی نوازش اور اس پر مرشدِ برحق کی روحانی آرائش نے امام احمد رضا کے طبقاتِ حیات کو ایسا روشن و منور اور معتبر و معطر کر دیا کہ دوسروں کو بھی انھیں نقوش و خطوط پر چلانا ان کا مرکزی نکتہ اور نصب العین بن گیا۔ مشائخ و عرفا کا اس پر اجماع ہے کہ ''شریعت کا چھوڑ آنے والا طریقت کی ہوا بھی نہیں پا سکتا۔'' امام احمد رضا اپنی تصنیف ''مقال عرفا'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ □

''شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لحہ مرتے دم تک ہے۔ اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت، اے عزیز! شریعت عمارت ہے، اس کا اعتقاد بنیاد، اور عمل چنائی، پھر اعمالِ ظاہرہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے ہیں۔ اور تعمیر اوپر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے۔ دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی۔ احمق وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں یہ ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اونچے گذر گئے۔ ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت۔ نیو دیوار سے جدا کر لی، اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن عظیم نے فرمایا، فانھار بہ فی نار جھنم اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اسی لیے اولیاے کرام فرماتے ہیں، صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ اسی لیے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد' ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ بے علم مجاہدے والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے۔ منھ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے۔ حضور غوث پاک 'فتوح الغیب' میں ارشاد فرماتے ہیں ''جس حقیقت کی گواہی شریعت نہ دے وہ زندقہ ہے۔'' اور امام غزالی 'احیاء العلوم' میں فرماتے ہیں ''جس حقیقت کو شریعت باطل بتائے وہ حقیقت نہیں بلکہ کفر ہے۔'' امام الطریقت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''صوفی اسے کہتے ہیں، جو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں سنّتِ نبویہ لیے ہو۔'' اب بھی جو شخص یہ کہے کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے، اولیاے کرام، صوفیاے عظام کے ارشاد کے بموجب وہ مردود ہے۔''

جسمِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا نام شریعت ہے، قلبِ پاک کے احوال کا نام طریقت ہے، سرِ پاک کے احوال کا نام حقیقت ہے۔ اور روحِ پاک کے حالات کا نام معرفت ہے۔ غرض کہ ذاتِ پاکِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان چاروں کا مرکز ہے۔''

یہ تھا امام احمد رضا کے قلم سے نکلا ہوا شریعت و طریقت کا وہ مغز کہ یہ جہاں کہیں بھی ہوں گے شریعت کی توانائی بھی وہیں رہے گی اور طریقت کی تازگی بھی۔ امام احمد رضا نے اپنے زورِ قلم اور طبعِ رسا سے اس طرح انہیں اوراق پر سجادیا ہے کہ جو ان سے قریب ہوتا ہے یا ان کو اپنے سے قریب کر لیتا ہے وہ بھی چہک اُٹھتا ہے۔ روحانیت کا تمام حسن، طریقت کی تمام جمالیاتی قدریں اس میں سمٹ آتی ہیں۔ ایسی علم ریز اور عمل خیز بحث وہی کر سکتا ہے جو خود شریعت کا جامع اور طریقت کا ماہر ہو۔ جس کے قلب پر شریعت کا نقش و نگار اور قلب پر طریقت کا باغ و بہار جلوہ بار ہو، جو نکتہ رس عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ باریک بین صوفیِ کامل بھی ہو۔ علم اور عمل جب گلے ملے ہیں، شریعت و طریقت جب ہم آہنگ ہوئے ہیں تب امام احمد رضا صوفیِ باصفا ہوئے ہیں۔

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان کی یہ خوبیاں اضافی ہیں۔نہیں بلکہ بچپن ہی سے وہ ان اوصاف سے متصف تھے۔ان کے بچپنے کے واقعات بولتے ہیں کہ وہ شروع ہی سے صوفی تھے۔اسی لیے اُن کی سیرت میں صرف علم کا دعویٰ نہیں،عمل کی دلیل بھی ہے۔نماز اور روزہ، احکام شرع میں دو ایسے احکام ہیں کہ جو ان کا مکمل پابند ہوتا ہے وہ دوسرے احکام میں بھی ذرّہ برابر کوتاہی نہیں کرتا۔اختصار کے پیش نظر ہم روزہ ونماز کا صرف ایک ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں،جس سے اندازہ ہوگا کہ وہ تقویٰ ہی نہیں ورع کی منزلِ بلند پر فائز تھے۔اور ان اولیاء الا المحقون کے مطابق متقی کامل اور ولی عارف تھے۔امام احمد رضا کی زندگی کا آخری رمضان ۱۳۳۹ھ میں تھا،اس وقت ایک تو بریلی میں سخت گرمی تھی،دوسرے عمر مبارک کا آخری حصہ اور ضعف ومرض کی شدت،شریعت اجازت دیتی ہے کہ شیخ فانی روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ دے۔اور ناتواں مریض کو اجازت دیتی ہے کہ قضا کرے۔لیکن امام احمد رضا کا فتویٰ اپنے لیے کچھ اور ہی تھا۔جو درحقیقت فتویٰ نہیں تقویٰ تھا۔انہوں نے فرمایا،بریلی میں شدتِ گرما کے سبب میرے لیے روزہ رکھنا ممکن نہیں۔لیکن پہاڑ پر ٹھنڈک ہوتی ہے۔یہاں سے نینی تال قریب ہے۔بھوالی پہاڑ پر روزہ رکھا جاسکتا ہے۔میں وہاں جانے پر قادر ہوں۔لہٰذا میرے اوپر وہاں جاکر روزہ رکھنا فرض ہے۔چنانچہ رمضان وہیں گذارے اور پورے روزے رکھے۔۲۵رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو وصال ہوتا ہے۔مرض مہینوں سے تھا اور ایسا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں۔شریعت اجازت دیتی ہے کہ ایسا مریض گھر میں تنہا نماز پڑھ لے۔مگر امام احمد رضا جماعت کی پابندی کرتے۔چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد تک پہنچاتے،جب تک اس طرح حاضری کی قدرت تھی،جماعت میں شریک ہوتے رہے۔علامہ محمد احمد مصباحی نے اپنے استاذ محترم حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے حوالے سے جمل النوری نہی النساء عن زیارۃ القبور کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

''ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا،جماعت کا وقت ہوگیا۔طبیعت پریشان،ناچار خود ہی کسی طرح گھسٹتے ہوئے حاضر ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی۔آج صحت وطاقت اور تمام تر سہولت کے باوجود ترکِ نماز اور ترکِ جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درسِ عبرت ہے۔'' (امام احمد رضا اور تصوف،ص۵۶)

یہ انداز واداء،یہ روشِ حیات،یہ جذبۂ عبودیت وہ استقامت علی الشریعۃ ہے جسے غوث اعظم نے کرامت کہا ہے۔اور یہی وہ کرامت ہے جس کے بارے میں سید المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی نے فرمایا کہ''اس میں استدراج اور مکر کا دخل نہیں،یہ اصل کرامت معنوی ہے۔'' لیکن ان کی حیات میں بہت سی کرامات حسّی بھی موجود ہیں جو (۱) ''امام احمد رضا اور تصوّف'' کے'کرامات' والے حصّے میں (۲) ''تجلیاتِ امام احمد رضا'' میں (۳) ''سیرتِ اعلیٰ حضرت مع کرامات'' میں (۴) ''صوفیِ باصفا امام احمد رضا'' میں (۵) خصوصیت کے ساتھ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔امام احمد رضا کی کرامتوں میں یہ بھی عظیم اور نمایاں کرامت ہے کہ ان کے خلفا،تلامذہ اور مریدین اصحابِ کرامت ہوئے ہیں۔مثلاً:

(۱) ملک العلماء حضرت مولانا سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ الباری،عرصے سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہوگئے تھے۔لیکن ان کی عبادت وریاضت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی۔نہ اُن کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق آیا۔زندگی کے آخری دن تک وہ علمی ودینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔شب دوشنبہ ۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ/ ۱۸رنومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ،اللہ کرتے،انہوں نے اپنی جان،جانِ آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہلِ

خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔ (مقدمہ الجامع الرضوی، ص ۱۰)

(۲) صدر الشریعہ حضرت علامہ محمد امجد علی اعظمی، مصنف بہارِ شریعت، علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد برسات کی وجہ سے مزار شریف کا ایک حصہ کھل گیا، پورا باغ خوشبو سے معطر ہو گیا۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ یہ خوشبو نہ پہلے ہم نے کسی چیز میں پائی، نہ بعد میں اس کی نظیر نظر آئی۔ اعلیٰ حضرت کے خلف اصغر حضور مفتیِ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ ملفوظات کے دیباچے میں فرماتے ہیں "صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی۔ اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون جنہیں سید العلما کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ جنہیں تاج العرفا کہیں تو بجا، جنہیں مجدد وقت اور امامِ اولیا کے تعبیر کریں تو صحیح، جنہیں حرمین طیبین کے علمائے کرام نے مدائح جلیلہ سے سراہا۔ انہ السد ی الفرد الامام کہا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ انہیں اپنا شیخ طریقت بنایا، ان سے سندیں لیں، اجازتیں لیں۔ انہیں اپنا استاذ بنایا، پھر ایسے کی صحبت، کیسی بابرکت صحبت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ صحبت کی برکت نے انسان کر دیا۔ میری جان، ان پاک قدموں پر قربان، جب سے یہ قدم پکڑے، آنکھیں کھلیں، اچھے بُرے کی تمیز ہوئی، اپنا نفع و زیاں سوجھا، منہیات سے تابمقدور احتراز کیا۔ اور اوامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا۔ (الملفوظ، ج ۱، ص ۴) یہ اعتراف استفاضہ کافی ووافی ہے۔

(۳) اب آپ کو خود حضور مفتیِ اعظم ہند کی زندگی پر نظر ڈالیں۔ شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی زندگی، طریقت کی میزان پر تلی ہوئی زندگی اور کشف و کرامات سے بھری ہوئی زندگی، اس زندگی کے جلوے اب بھی بہت سی نگاہوں میں محفوظ ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں حضرت خواجہ غریب نواز کے بعد پورے برصغیر میں سب سے زیادہ جس بزرگ کی کرامتیں زبان زد خواص و عوام ہیں اور عمومی مجالس سے مخصوص محافل تک سُنی اور سُنائی جاتی ہیں وہ حضور مفتیِ اعظم ہند کی کرامتیں ہیں۔ مفتیِ اعظم ہند کون ہیں؟ اعلیٰ حضرت کے دسترخوانِ تصوف کے ریزہ چیں، اعلیٰ حضرت کے مے کدے کی معرفت کے بادہ خوار۔ ظاہر ہے کہ جب زندگی کا یہ عالم ہے تو، زندگی ساز کا عالم کیا ہوگا۔ امام احمد رضا کے دورِ حیات میں طریقت ظلم و جہالت کے پنجے میں سسک رہی تھی، ایک تو انگریزوں کا ساختہ و پرداختہ گروہ تھا جو تصوّف کے وجود پر ہی سوالیہ نشان لگا رہا تھا، دوسری ٹولی نام نہاد صوفیوں کی تھی، جو اپنی ناروا حرکتوں سے تصوف کی مٹی پلید کر رہی تھی، اور اپنی اس حرکتِ مکروہی پر وہ اتنے جری تھے کہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھے۔ امام احمد رضا نے تصوف کی یہ حالت زار دیکھی تو بحیثیت صوفی آپ تڑپ اُٹھے، اور تصوّف کے دفاع میں اپنی علمی و عملی فوج میدان میں اُتار دی۔ پھر کیا تھا کتابوں کا عسکری دستہ، رسائل کی وہ کمک بھیجی کہ خانقاہ سے لے کر درگاہ تک رضا کے نام کی دھوم مچ گئی۔ درگاہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا کے سجادہ نشین حضرت خواجہ حسن نظامی کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ ☐

"بریلی کے مولانا احمد رضا خان صاحب جن کو اُن کے معتقد مجدّد مأۃ حاضرہ کہتے ہیں، درحقیقت طبقۂ صوفیا کرام میں باعتبار علمی حیثیت کے منصبِ مجدد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھی ہیں جو سالہا سال سے فرقۂ وہابیہ کے زیر تحریر و تقریر تھیں، اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی وشافی نہیں دیئے گئے تھے۔...... جماعتِ صوفیا علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر صف شکن سیف اللہ سمجھتی ہے، اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔" (ہفت روزہ خطیب، دہلی۔ ۲۲ر مارچ ۱۹۱۵ء)

آپ نے خانقاہوں اور صاحبِ خانقاہ کے تقدس کی خاطر پوری زندگی جہاد بالقلم فرما کر خانقاہی نظام کو درست کرنے کا اصول ضابطۂ حیات عطا فرمایا، اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ آج پھر بیشتر خانقاہیں، ہوا، ہوس، ہاؤ ہو میں مبتلا اپنے محسن کے لائحہ عمل سے جداگانہ ہے، ورنہ آج اگر پوری خانقاہیں امامِ اہلِ سنّت کو اپنا قاید اور محسن مان کر آپ کے بتائے اصول پر گامزن ہو جائیں تو آج بھی خانقاہیں رشد و ہدایت کا سرچشمہ بن سکتی ہیں۔ تصوف کا اصلی رمز آپ کی ذات سے فروغ پایا۔ اور آج اگر خانقاہیں محفوظ ہیں، مقابر ڈھائے نہیں گئے، آثارِ مقدسہ کی عظمت برقرار ہے تو یہ صدقہ ہے مجدد اعظم قدس سرہٗ کا۔ اس لیے کسی خانقاہ یا صاحبِ خانقاہ کو چھیڑے بغیر آپ ہی کی ذات پر ہر باطل اور بدمذہب حملہ کر رہے ہیں۔ طریقت وتصوّف کے باب میں امام احمد رضا کی یہ بھی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ مروّجہ سلاسل کی اجازت وخلافت آپ کو حاصل تھی۔ آپ کی بارگاہ کے عقیدت کیش نے جن سلاسل سے اجازت وخلافت طلب کی ہے، آپ نے انہیں اسی سلسلے کی اجازت وخلافت سے نوازا ہے۔ چار مشہور سلسلے قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ہوں یا دیگر سلاسل، آپ بھی سلاسل کے امین وفیض بخش تھے۔ کچھ برسوں پہلے ادارہ قاری، دہلی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ہاتھ کا قلمی خلافت نامہ شائع کیا تھا۔ حضرت محدّث بریلوی نے یہ چشتیہ سلسلہ کا خلافت نامہ، حضرت علامہ سید غلام علی بن حضرت مولانا سید نور محمد معینی قدس سرہٗ کو عطا فرمایا تھا۔ یہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دستاویزی سند سے خانقاہِ رضویہ اور اجمیر مقدس کے روحانی وعرفانی تعلقات کی بھرپور نشان دہی ہوئی ہے۔ امام احمد رضا نے فنِ تصوّف کو بھی اپنی شاہکار تصانیف سے گلزار بنا دیا ہے اور خانقاہی ودرگاہی نظام وادب پر بھی اپنے افکار کے جوہر دکھائے ہیں۔ درج ذیل کتابوں سے ان امور پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً

(۱) کشف حقائق واسرارِ دقائق (۲) الیاقوتۃ الواسطہ فی قلب عقد الرابطہ (۳) انھار الانوار من یم صلوۃ الاسرار (۴) ازھار الانوار من صباء صلوۃ الاسرار (۵) مقال عرفاء۔ ان کے علاوہ دیگر تصانیف میں بھی مضامینِ تصوف جابجا موجود ہیں۔ مثلاً

(۱) الملفوظ، جس کے جامع ومرتب حضور مفتی اعظم ہند ہیں مگر یہ آپ ہی کی مجلسی ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اس میں مسائلِ تصوف کے نہاں سے نہاں اور عیاں سے عیاں گوشے پر اپنے خصوصی انداز میں لفظوں کے گوہر لٹائے ہیں۔ (۲) الدولۃ المکیہ، جو علمِ غیبِ مصطفیٰ پر آپ کی تاریخی تصنیف ہے۔ اس میں وحدتِ وجود وشہود ومعبود سے متعلق رقم طراز ہیں:

”حقیقی وجود صرف اللہ کے لیے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا، سب سے سچی بات جو عرب نے کہی وہ لبید شاعر کا قول ہے، الاکل شیٔ ما خلا اللہ باطل، ہمارے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی، عوام کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور خواص کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں، اور اخص الخواص کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مشہود نہیں، اور جو مقام نہایت تک پہنچ گئے، ان کے نزدیک یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی موجود نہیں، اور سب حق ہے، مدارِ ایمان اوّل پر ہے، مدارِ اصلاح دوم پر ہے، کمالِ سلوک سوم پر، وصول الی اللہ کا مدار چہارم پر، اللہ تعالیٰ ہمیں ان چاروں معانی سے حظ کامل عطا فرمائے، اپنے احسان وکرم سے۔ آمین۔ (الدولۃ المکیہ، ص ۳۲۴)

(۳) فتاویٰ افریقہ، اس میں آپ نے فلاح ظاہر، فلاح باطن، وقوع، امید، احسان، شیخ اتصال، شیخ ایصال، بیعتِ برکت، بیعتِ ارادت، شرائطِ مرشد وغیرہ پر جو نفیس ولذیذ بحث فرمائی ہے، اس کے بارے میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ آپ ہی کا حق و

حصّہ ہے۔ مرشد کی بحث میں فرماتے ہیں: کلام اللہ وکلام الرسول، وکلامِ ائمہ شریعت وطریقت وکلامِ علمائے دین، اہل رشد و ہدایت ہے۔ اسی سلسلۂ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علما، علما کا رہنما کلامِ ائمہ، ائمہ کا مرشد کلامِ رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔ فلاح ظاہر ہو خواہ فلاح باطن، اسے اس مرشد سے چارہ نہیں، جو اس سے جدا ہے، بلاشبہہ کافر ہے یا گمراہ، اور اس کی عبادت برباد و تباہ۔ امام احمد رضا کی یہ وہ چند تصانیف، اور تصانیف میں جلوہ ریز علمی شہ پارے ہیں، جس نے تصوف کو نئی شان وشوکت عطا کی، اس کو اس کی رفعتِ گمشدہ، وعظمتِ برگشتہ سے آشنا کیا۔ نہ صرف مقام متعین کیا بلکہ مقام پر متمکن کیا، ورنہ کچھ ایسی چیزیں داخلِ تصوف ہو گئی تھیں، یا کر دی گئی تھیں جن کی وجہ سے پورا سرمایۂ تصوف تنقید وتضحیک کا ہدف بن کر رہ گیا تھا۔ امام احمد رضا کی ہمتِ مومنانہ، جرأتِ رندانہ، شفقتِ عارفانہ اور جسارتِ عاشقانہ نے ہر ملاوٹ سے تصوف کو پاک کر دیا۔ امام احمد رضا کے اس غیر معمولی جذبۂ تحفظِ تصوف کو سراہتے ہوئے اس کے ثمرات ونتائج پر ڈاکٹر وحید کوثر یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

”امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف اور اس کے مسائل پر جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، وہ نہ صرف تصوف کے دقیق مسائل کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں واضح کرتی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ، یہ کتابیں ان لوگوں کے لیے بھی قابلِ مطالعہ ہیں جو تصوف کے متعلق صحیح معلومات نہیں رکھتے، اور ان کے لیے بھی، جو تصوف کو قرآن وحدیث سے بالکل جدا سمجھتے ہیں۔
آپ کی ان تصانیف سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ تصوف سے متعلق پھیلے ہوئے غلط خیالات کو روکا جا سکا، تو دوسری طرف بھگتی تحریک کے راستے سے، ہندو فلسفے کے اثرات جو اسلامی تصوف پر نمایاں ہو رہے تھے، ان پر بند باندھا جا سکا۔ اس وقت خانقاہی نظام کے بعض جہلا نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ بھی اسلامی تصوف کا جزو ہیں، حالانکہ بعض مسلمان صوفیوں نے معرفت کی باتیں عوام کو سمجھانے کے لیے روزمرہ کی تشبیہوں اور عام زندگی سے متعلق واقعات کا سہارا لیا تھا، اس لیے کہ عرفانِ الٰہی کو سمجھنا ہندستان کے نومسلم طبقے کے لیے مشکل تھا۔ ان مسلمان صوفیوں کی روایت ذرا آگے بڑھی تو گمرہی پھیلنے لگی۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف کے ذریعہ اس گمرہی کا سدّ باب فرمایا۔ آپ کی تصانیف سے صوفی کے صحیح مفہوم اور اس کے پہچان کی کسوٹی ہاتھ آ سکی۔“ (قلمی نسخہ، صوفیِ باصفا، امام احمد رضا، ص ۲۸، ۲۹)

ہر مرید اپنے پیر پر اعتمادِ کلّی رکھے یہ کمالِ عقیدت ہے، اور پیر اپنے مرید پر اعتماد رکھے یہ معراجِ کمال ہے۔ حضور خاتم الاکابر کو اپنے مریدِ باوفا امام احمد رضا کے علمی تبحر اور فکری رسوخ پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنے ولی عہد حضرت نوری میاں سے فرمایا، دیکھو! ہماری اور ہمارے خاندان کے اکابر کی جو کتابیں شائع ہوں، مولانا عبد القادر بدایونی اور مولانا احمد رضا کو دکھائی جائیں۔ یہ جیسے اصلاح کریں، قبول کی جائیں، پھر اشاعت ہو، ایک طرف یہ تواضع کی انتہا ہے تو دوسری طرف چاہتوں کا نقطۂ عروج کہ پیر اپنے مرید سے اپنی اور خاندان کی کتابوں پر اصلاح چاہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہاں تو ؂

تو من شدی، من تو شدم، تو تن شدی، من جاں شدم
تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

کا حسین منظر نظر آ رہا ہے، روزِ اوّل ہی مرشد گرامی نے توجۂ شیخی ڈال کر، اپنے رنگ میں ایسا رنگ دیا کہ جب حجرۂ

بیعت سے باہر آئے تو پہچان مشکل تھی کہ ان میں پیر کون ہے؟ اور مرید کون؟ صرف داڑھی کی سفیدی اور سیاہی سے دونوں میں امتیاز کیا جاسکا۔ وہ کیسا صاحبِ تصرف پیر ہوگا جو ایک ہی نظر میں قلبِ ماہیت کردے، اور ایک جست میں وہاں پہنچادے جہاں پہنچنے کے لیے برسوں کی ریاضت درکار ہوتی ہے۔ مگر یہ ماہرہ مقدسہ کی شان ہے۔ ہر دور میں اس خانقاہ کے افق سے ولایت کا نیّرِ درخشاں طلوع ہوا ہے۔ آج بھی جہاں کا ذرّہ مہتاب بن کر اُبھرتا اور آفتاب بن کر چمکتا ہے۔ جو اَبر وہاں سے اُٹھتا ہے وہ کشت زارِ انسانیت پر ٹوٹ ٹوٹ کر برستا ہے۔ آخر وہ کون سا جوہر اس صدف میں پنہاں ہے کہ وہاں کا فیض یافتہ اقران وافاضل پر فائق وممتاز ہوجاتا ہے۔ طریقت کے جس ہیرے نے امام احمد رضا کی قدر وقیمت روحانی دنیا میں اتنی بڑھادی کہ موجودہ تمام خانقاہوں کی بھی وہ آبرو بن گئے، سلوک کا نشانِ عظمت اور تصوف کا طرۂ امتیاز بن گئے۔ ہم نے جو تجسس وتفحص سے پایا ہے وہ صرف دو چیزیں ہیں، ایک ''ادب'' اور دوسری ''تواضع''۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۳۷۴) یہ دونوں وہاں ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ روح میں اتار دی جاتی اور اگر ضرورتِ مجاہدہ نہیں تو نظر کے پیمانے سے پلادی جاتی۔ یہ وہ نشہ تھا کہ تُرشی کی کیا مجال جو اُتار دے۔ ان دو جوہروں سے لیس اور فیضِ قادری سے فیض یاب ہوکر جب مراحلِ دنیا میں قدم رکھتا تھا تو جہاں وہ بیٹھ جاتا چراغِ ہدایت جل اُٹھتا تھا، جدھر نکل جاتا سربلندی وسرفرازی کا کارواں اُتر پڑتا تھا۔ امام احمد رضا کی عالمی شہرت اور آفاقی مقبولیت اسی گوہرِ مقصود کی محسوس برکتیں ہیں، ادب وتواضع نے انہیں اتنا بلند کردیا کہ بلندیاں ان کا منھ تکتی رہ گئیں، عظمتیں فرشِ راہ بنتی اور رفعتیں تحت قدم بچھتی چلی گئیں اور وہ ہرایں وآں سے بلاخوف وخطر گذر گئے۔ یہ تو بلاوجہ لوگوں نے مشہور کردیا ہے کہ وہ بڑے سخت مزاج اور متشدد تھے، تھے، مگر کب؟ رزمِ حق وباطل کے وقت، ورنہ حلقۂ یاراں میں وہ ریشم سے زیادہ نرم تھے۔ ادب جس کی فطرت میں اور تواضع جس کی طبیعت میں داخل وشامل ہو وہ تُند خو کیسے ہوسکتا ہے۔ چند واقعات، ناگہانی حالات، عینی مشاہدات حاضر ہیں، آپ خود فیصلہ کیجیے کہ وہ کیا ہیں؟ انسان! یا فرشتہ؟

کسی زندگی معلوم کرنے کے لیے اس کے پڑوسیوں کا بیان خاص طور سے قابلِ غور ہوتا ہے، پڑوسیوں سے کچھ نہ کچھ نزاع ہو ہی جاتی ہے، اس لیے بعض ایسے بھی ملتے ہیں کہ اپنے دنیوی نقصان کے باعث اپنے نیک پڑوسیوں کی بھی بے جا شکایت کرتے ہیں۔ مگر امام احمد رضا کے پڑوسی بھی اُن کے معترف نظر آتے ہیں:

(۱) محمد شاہ خان ایک معزز زمیندار اور اعلیٰ حضرت کے پڑوسی تھے۔ عمر اعلیٰ حضرت سے زیادہ تھی۔ سید ایوب علی صاحب اور سید قناعت علی صاحب نے ایک دن دیکھا کہ یہ اپنی زمینداری وسن رسیدگی کے باوجود بڑے ادب سے آستانۂ رضویہ کی جاروب کشی کررہے ہیں۔ سید قناعت علی صاحب کو گوارا نہ ہوا، آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے جھاڑو لینا چاہی مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے، صاحبزادے یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانۂ عالیہ کی جاروب کشی کروں۔ عمر میں، مَیں حضور سے بڑا ہوں، ان کا بچپن دیکھا اور جوانی دیکھا، اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں، ہر حالت میں یکتائے زمانہ پایا، تب ہاتھ میں ہاتھ دیا، بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہوجاتا ہے، انہیں بچپن سے یکتائے روزگار دیکھ رہا ہوں۔

(۲) ایک صاحب داخلِ سلسلہ ہوکر کسی وظیفہ کے خواہش مند ہوئے۔ ان کی داڑھی حدِ شرع سے کم تھی۔ فرمایا، جب داڑھی شرع کے مطابق ہوجائے گی، وظیفہ بتادیا جائے گا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر درخواست کی۔ فرمایا، کسی التماس کی ضرورت نہیں۔

جب داڑھی شرع کے مطابق ہو جائے گی خود وظیفہ بتا دیا جائے گا۔ نفل پر واجب مقدم ہے۔

(۳) کسی عالم نے بہ نیت اعتکاف مسجد میں قیام کیا۔ اور پان وغیرہ بھی کھایا، اُگال دان بھی رکھا۔ بعض لوگ جو ان کی نیتِ اعتکاف سے باخبر نہ تھے، معترض ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے پاس سوال آیا۔ اعتراض کرنے والوں کو حکم مسئلہ اور مرتبۂ عالم بتاتے ہوئے تنبیہ کی۔ آخر میں یہ بھی لکھا، ''علما کو چاہیے کہ اگر چہ خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں، عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں۔ کہ اس میں دو فتنے ہیں۔ جو معتقد نہیں، ان کا معترض ہونا، غیبت کی بلا میں پڑنا، عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا۔ عالم فرقۂ ملامتیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اس کا فائدہ ہو۔ مسندِ ہدایت پر ہے۔ عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں ان کا نفع ہے۔ احیاناً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتا دے۔

(۴) غربا کی دل جوئی کا بڑا خیال تھا۔ مخلص غربا کی دعوت نہ رد کرتے، نہ بعد میں کوئی حرفِ شکایت زبان پر لاتے بلکہ خدام کو حیرت ہوتی کہ کھانا کیسے تناول فرمایا؟ تو ارشاد ہوتا، ایسی خلوص کی دعوت ہو تو میں روزانہ قبول کرنے کو تیار ہوں۔

(۵) خدمتِ دینی پر اپنوں کی مدح اور غیروں کی قدح، انسان کو عُجب و کبر، یا نفسانی غصہ، انتقام میں مبتلا کر دیا کرتے ہیں۔ مگر امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں ''بخدا میں نہ اُن اکابر علما و اولیا کی مدح پر اتراتا ہوں، نہ ان دشمنانِ خدا اور رسول کی گالیوں سے غصہ میں آتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز کو اس قابل بنایا کہ اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ناموس کی حفاظت میں گالیاں سنے۔ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے ہیں، اتنی دیر تو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں۔

(۶) مولانا سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان قادری جو ابتدائً اعلیٰ حضرت کے مخالف تھے، انہوں نے یہ تحریری بیان دیا کہ ''اعلیٰ حضرت اخلاقِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے تمام و کمال، فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں، وہ کم ہیں۔''

(۷) علمائے اسلام کی توقیر و تعظیم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیتے۔ علامہ شامی اور محقق علی الاطلاق جیسے اکابر کی باتوں پر کلام کرتے ہیں مگر ادب اور تواضع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ جبکہ آج اکابر پر اس طرح حرف گیری کی جاتی ہے کہ وہ طفلِ مکتب معلوم ہوں۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہیں امام احمد رضا کے علوم کا بیجا سواں حصہ بھی نصیب نہیں۔ ایک جگہ ردالمحتار میں علامہ شامی نے فرمایا، اس اعتراض کا حل ہماری سمجھ میں نہ آیا۔ اعلیٰ حضرت نے جدالممتار میں اس پر لکھا۔ ''ظهر لنا ببركة خدمة كلماتكم'' آپ کے کلمات پر کام کرنے کی برکت سے ہمیں سمجھ میں آ گیا۔

(۸) ایک بار پیلی بھیت آتے وقت ٹرین میں تاخیر تھی، تو اسٹیشن پر آرام کرسی بیٹھنے کو دی گئی۔ فرمایا، یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے۔ تشریف رکھا مگر پشت نہ لگائی اور وظائف میں مشغول رہے۔

(۹) رمضان میں بعد افطار صرف پان کھا لیتے اور سحری کے وقت ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرینی تناول فرماتے۔ زمانۂ اعتکاف میں ایک دن ملازم بچہ، دو گھنٹے کی تاخیر سے پان لے کر آیا۔ حضرت نے اس کو ایک چپت مار کر فرمایا، اتنی دیر میں لایا۔ اس ایک چپت مارنے پر انہیں رات بھر فکر رہی۔ آخر سحر کے وقت اسے بلوایا۔ اور فرمایا کہ ''رات جو تاخیر ہوئی اس میں تمہارا

قصور نہ تھا، بھیجنے والے کی کوتاہی تھی۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ تمہیں چپت ماری۔ اب تم میرے سر پر چپت مارو۔ ٹوپی اُتار کر اصرار فرماتے رہے۔ بچہ دم بخود کانپنے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور میں نے معاف کیا۔ فرمایا، تم نابالغ ہو۔ تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں، چپت مارو۔ پھر اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے اور فرمایا، یہ پیسے تم کو دوں گا، چپت مارو۔ آخر خود اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر پر لگائیں۔ اور پھر اسے پیسے دے کر رخصت کیا۔

(۱۰) وقتِ وصال سے کچھ ایام پہلے کا چشم دید واقعہ مولانا جعفر شاہ پھلواروی لکھتے ہیں کہ نمازِ جمعہ کے بعد اپنے ضعف و مرض کی حالت میں، درد و اثر بھری آواز میں چند وداعی کلمات کچھ اس طرح کہے، ''میری طرف سے تمام اہلِ سنّت مسلمانوں کو سلام پہنچادو۔ اور میں نے کسی کا قصور کیا ہے تو میں اس سے بڑی عاجزی سے، اس کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے خدا کے لیے معاف کردو یا مجھ سے کوئی بدلہ لے لو۔''
(امام احمد رضا اور تصوف، ص ۵۹ تا ۶۲، ملخصا)

ادب و تواضع جو اسلام کا خاص عنوان اور تصوف کی جان ہے، کاش ہمارے علما و صوفیا، درس گاہیں اور خانقاہیں پھر ان جوہروں سے آباد ہو جائیں۔ صرف ان دو چیزوں کے اُٹھ جانے سے ؎ رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی، کا سماں نظر آنے لگا ہے۔ خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن کی کیفیت پیدا ہو چلی ہے۔ درسگاہ سے تجلّیات اور خانقاہ سے تاثیرات رخصت ہوگئی ہیں۔ محبت، مروّت، وفا، شفقت ماضی کی روایات کے کھنڈرات میں جیسے گم ہیں۔ جہاں پیار کا ساگر چھلکتا تھا، وہاں ایک بوند کو لوگ ترس رہے ہیں۔ یہ ادب و تواضع ہی تھا جس نے تازندگی امام احمد رضا کو اخلاص پرست، اخلاق دوست اور انسانیت نواز رکھا، اور اولیاے کرام کی بارگاہ کا ایسا والہ و شیدا بنادیا کہ خاصانِ خدا پر کہیں سے بھی، کسی نے بھی، کوئی بھی جسارت کی تو فوراً دفاع فرمایا۔

ایک طرف شانِ اولیاے کرام کو مصنوعی تصوف کی دہلیز پر بھینٹ چڑھنے سے بچایا تو دوسری طرف جرح و قدح کی صلیب پر صوفیاے اسلام کو مصلوب ہونے سے محفوظ رکھا۔ ؎ بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

یہ سرکار غوث اعظم کے ایک ارشاد کا ترجمہ ہے۔ بعض حضرات کو اس پر اعتراض ہوا۔ اسی طرح ؎ حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو، میں لفظ شہنشاہ پر ایک صاحب کو ممانعت کا خدشہ ہوا۔ دونوں کا مفصل جواب ایک رسالے میں جمع فرمادیا۔ 'فقہ شہنشاہ وان القلوب بیدالمحبوب بعطاء اللہ' رسالہ کا نام ہے۔ اعتراض کے جواب میں دلائل کی موسلادھار بارش اور بارگاہِ محبوبانِ خدا سے پیہم نوازش کا منظر دیکھنا ہو تو ایک بار وہ رسالہ ضرور پڑھیے۔ حضرت مخدوم جہاں، تاجدارِ بہار شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، فردوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کسی نے اعتراض کیا۔ اس کے جواب میں مکمل ایک رسالہ 'حجب العوار عن مخدوم بہار' تصنیف فرمایا۔ سارے اعتراض کی اس طرح قلعی کھول دی کہ معترض کو نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا وظیفہ یاد دلادیا۔ اور حضور مخدوم بہار کی عظمت اپنی اصل شان دوقار کے ساتھ ضیابار ہوگئی۔ کتاب کا ایک نسخہ لے کر بہار شریف تشریف لائے، اور بصد عقیدت آستانۂ عرش نشان پر پیش فرمایا۔ بزرگانِ دین کی بارگاہ سے بےلوث عقیدت کا یہ صلہ آپ کو ملا کہ ان خاصانِ خدا نے بھی اپنی توجہ باطنی اور مرحمت خصوصی سے آپ کو خوب خوب نوازا۔ یہ الطاف خسروانہ نہیں تو اور کیا ہے کہ مزار کسی بھی بزرگ کا ہو، معمولاتِ اہلِ سنّت بجالائیے تو لوگ کہتے ہیں، بریلوی ہے۔ اولیاے کرام کے کرم کی فصل ایسی لہلہائی خصوصاً تاج دارِ بغداد،

قطب ربانی، حضور غوث اعظم جیلانی نے وہ توجہ فرمائی کہ اپنا نائب بنالیا۔ قطب الارشاد کے منصب پر فائز کردیا۔ مخدوم الملت حضور محدّث اعظم ہند رضی اللہ عنہ رقم طراز ہیں:

''حضور شیخ المشائخ شاہ سید علی حسین اشرفی میاں، قدس سرہٗ العزیز وضو فرمارہے تھے، کہ یکبارگی رونے لگے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے؟ مَیں آگے بڑھا، تو فرمایا، بیٹا! مَیں فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا، تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا، حضرات والد صاحب کی زبان پر بے ساختہ تاریخ وصال جاری ہوگئی، 'رحمۃ اللّٰہ علیہ'۔'' (قاری کا امام احمد رضا نمبر، ص ۲۵۹)

اس واقعہ سے محقق ہوگیا کہ منزلِ ولایت میں اعلیٰ حضرت مرتبۂ قطب الارشاد پر فائز ہیں۔ بہت سے واقعات اس سلسلے میں موجود ہیں کہ اربابِ باطن کو سرکارِ غوثیت سے یہی بتایا گیا کہ ہمارا نائب بریلی میں احمد رضا ہے۔ مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے ؎

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکنافِ عالم میں امامِ اہلِ سُنّت نائب غوث الوریٰ تم ہو

قطب کون ہوتا ہے، اس کے فرائض کیا ہوتے ہیں، اس کا دائرۂ کار و اختیار کیا ہوتا ہے، نائب غوث اعظم ہونا کتنا عظیم منصب ہے؟ ان سب پر سلطان التارکین حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ ''لطائف اشرفیہ'' میں یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''حق تعالیٰ نے بعض اولیا کو اپنی بارگاہِ عالی کا نائب بنایا ہے۔ اور انہیں اہلِ عالم کے اُمور کی اصلاح، و بنی آدم کے حاجات کی تدبیر و تکمیل کا کام سونپا ہے۔ یہ حضرات امور کی انجام دہی میں باہم ایک دوسرے کے محتاج اور ایک دوسرے کے تعاون سے کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ البتہ قطب تمام اہلِ عالم میں سے وہ ذاتِ واحد ہے، ہر وقت زمانے میں جس پر اللہ کی نظر رہتی ہے۔ اور وہ اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔ وہ قطبیت کبریٰ جو قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے، پر فائز ہوتا ہے۔ اور یہ باطنی نبوت ہے۔ پس وہ یعنی قطب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکملیت کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے آپ کے باطن پر، اور آپ کا وارث ہوتا ہے۔

جب تک یہ ولایت میں قطب نہ ہوں، برکات و حسنات کا ظہور اور دنیاوی معاملات کی درستگی ممکن نہ ہوگی۔ واصلین بارگاہِ الٰہیہ جو اہل اللہ ہیں، دو قسم پر ہیں۔ ان میں سے ایک قسم وہ ہے، جنہیں دنیا کی محبت سے کوئی تعلق نہیں۔ احوالِ شریعت پر سلامتی کے ساتھ چلتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو طالبانِ دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے، اور آخرت کو مؤمنوں پر ایثار کردیا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے مشاہدے میں مستغرق رہتے ہیں۔ انہیں کے لیے قطبیت کے مراتب ہیں۔ دنیا کا حل و عقد، انہیں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ وہی دعوت الی اللہ کے اہل ہوتے ہیں۔ جب دین کے معاملے میں کوئی خرابی دیکھتے ہیں، اسے دور کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ قطب الاقطاب تمام عالم میں ایک شخص ہوتا ہے، چند ہم معنی الفاظ اس متبرک نام کے لیے بولے جاتے ہیں، غوث اعظم، قطب الدائرہ، انسانِ کامل، قطب الاقطاب، قطب الاعلیٰ، مظہر کلی، جہانگیر۔ کوئی اُمت چار سو ابدالوں سے خالی نہیں رہتی۔ ان چار سو میں سے چالیس اوتاد ہیں۔ ان چالیس میں سے چار نقبا ہیں۔ ان چار میں سے

ایک قطب ہے۔ اور کافروں کی سلامتی مؤمنوں کی برکت سے۔ اوتاد کی سلامتی نقبا کی برکت سے اور نقبا کی سلامتی قطب کی برکت سے۔" (لطائف اشرفی، ملخصاً، ص ۵۶ تا ۸۴)

حضور مخدوم سمنانی کے اس گلریز، فکر خیز اور معلومات انگیز بیان سے اتنا ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ قطب، نائبِ غوث اعظم ہوتا ہے۔ اس کے فرائض واختیارات اتنے وسیع اور وقیع ہوتے ہیں کہ زمانے کی طناب اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ملکی وملی انتظام کی باگ ڈور ان کے قبضے میں رہتی ہے۔ حالات میں انقلاب ان کے اشارے اور ایما سے آتا ہے۔ بحیثیت قطب اعلیٰ حضرت جب نائبِ غوث اعظم ہیں تو ان تصرفات واختیارات کی روشنی میں اُن کی حیات اور کارناموں کو دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔ ان کی زندگی کا مطالعہ صرف مولانا یا امام کی حیثیت سے نہیں بلکہ صوفی باصفا، نائب غوث الوریٰ کی حیثیت سے ہونا چاہیے۔ تبھی جا کر ان کی قرار واقعی عظمت کا اعتراف ہوگا۔ ان کے اختیارات وتصرفات سے کما حقہٗ آگہی مل سکے گی۔

اسی طریقے سے ان کی ذات کا عرفان اور صفات سے انصاف ہو پائے گا۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جو جس کا نائب ونمائندہ ہوتا ہے، وہ ہر لحہ اس کی فکر ونظر میں ہوتا ہے۔ نائب کی تعریف سے اصل کو خوشی ہوتی ہے اور اس کی دل آزاری سے اصل کو بے زاری۔ تو ظاہر ہے، بحیثیت نائب غوث اعظم اعلیٰ حضرت کی تعریف وتحسین سے غوث اعظم یقیناً خوش ہوں گے اور اُن کی توہین یا تضحیک سے بلاشبہہ غوث اعظم ناراض۔ اب اگر کسی کو یہ دیکھنا ہو کہ غوث اعظم اس سے خوش ہیں یا ناراض، تو وہ اپنا محاسبہ کرے کہ اعلیٰ حضرت اس سے راضی ہیں یا ناراض۔ راضی کرنے کے جو اسباب ہیں ان کو نظر میں رکھے، عمل میں لائے۔ اور ناراض کرنے کے جو وجوہات ہیں ان سے حتی المقدور دور رہے، گریز کرے۔ ورنہ ؎

خدا پناہ میں رکھے جلالِ مومن سے — نگاہ بدلی کہ عالم میں انقلاب ہوا

اسی لیے اعلیٰ حضرت کے ہم عصر تمام علما ومشائخ اپنی آسمان چھوتی عزت وشہرت کے باوصف اعلیٰ حضرت کے مدّاح ہی نظر آتے ہیں۔ شمع رضا کے گرد ہالہ وپروانہ بننے ہی میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی فرماتے ہیں ؎

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہلِ طریقت یاں — وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو

امام احمد رضا نے فنافی الغوث ہو کر خود کو فنافی الرسول کر لیا تھا۔ اکثر مشائخ کی رائے ہے کہ جب کوئی خوش نصیب عاشق فنافی الرسول کا عظیم منصب پالیتا ہے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ ہر وقت اس کے سامنے رہتا ہے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت ہر وقت سرشارِ ذکر مصطفیٰ رہتے۔ اپنی ہر ادا کو ادائے رسول کے مطابق ڈھالنے میں لگے رہتے۔ اطاعتِ رسول کی انہوں نے ایسی مثال قائم کی ہے جو رہتی دنیا تک باعثِ صدر شک وتقلید رہے گی۔ شریعت کی پابندی نے طریقت کے دَر وا کر دیے۔ طریقت نے حقیقت کی منزل آئینہ کر دی۔ حقیقت نے جلوۂ محبوب میں گم کر کے معرفت کی لذت سے آشنا کر دیا۔

کہتے ہیں کہ وہ جس راہ سے گزر جاتا ہے اس راہ کے درودیوار ذاکر ہو جاتے ہیں۔ وہ صوفیِ باصفا امام احمد رضا، جس نے اپنا انوکھا بچپن، نرالی جوانی اور انمول بڑھاپا، جس شہر میں گزارا ہو، اور تقریباً ۶۵ سال جس سرزمین کو اپنی فکر نو بہار اور علم شاہ کار سے سینچا ہو، جہاں ملک العلما جیسے نابغہ فاضل، صدر الشریعہ جیسے عظیم فقیہہ اور صدر الافاضل جیسے عہد ساز مدبّر ڈھلتے ہوں۔ جہاں

علما، عرفا اور صوفیا کی بارات پر بارات اُترتی ہو، اہلِ دل کے جمگھٹے لگے رہتے ہوں۔ اس شہرِ محبت کی عظمت کو سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ عالمِ اسلام کے سُنّی مسلمانوں کا مرکزِ عقیدت ہے۔ کسی بھی عوامی جلسے میں آپ پکاریئے ''ہمارا مرکز'' ہر چہار جانب سے یہی جواب آئے گا ''بریلی شریف''۔ بریلی کے جن ذرّوں کو امام احمد رضا نے اپنے تلوا کا جلوہ بخش دیا تھا وہ آج بھی شمس و قمر سے آنکھ مچولی کر رہے ہیں۔

جن ذرّوں نے بوسے تیرے قدموں کے لیے تھے
ان ذرّوں کو سورج کی کرن چوم رہی ہے

❖❖❖

امام احمد رضا اور ان کا اخلاقی پیکر

از : مفتی محمد مجاہد حسین حبیبی
سکریٹری: آل انڈیا تبلیغ سیرت، کلکتہ۔ مغربی بنگال

شیخ الاسلام والمسلمین، عاشقِ محبوبِ رب العالمین، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت، امام احمد رضا خاں عبد المصطفیٰ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات بلاشبہہ اسلامیانِ عالم کے لیے عظیم نعمتِ خداوندی ہے۔ خلاقِ عالم نے آپ کے سر مجددیت کا سہرا باندھ کر خلق کی رشد و ہدایت کا بار گراں سپرد فرمایا۔ دیکھنے میں تو آپ ایک فرد تھے لیکن اپنی ذات میں انجمن تھے، درجنوں علوم و فنون کے حامل اور ان میں منفرد تھے، جس زاویے اور جس جہت سے دیکھا جائے، آپ اپنی مثال آپ تھے، آپ کی زندگی کا مرکز و محور سرکار رسالت مآب ﷺ کی محبت ہے، جس پر آپ کی جملہ تصانیف و کتب شاہد عدل ہیں۔

ایک طرف جہاں آپ کا نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" اس کا جیتا جاگتا نمونہ ہے، وہیں دوسری طرف آپ کا ترجمۂ قرآن کنز الایمان شانِ الوہیت اور سرکار رسالت مآب ﷺ کی حرمت و عظمت کا محافظ و پاسبان ہے۔ فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتب بھی اپنی نظیر آپ ہیں، دانش ورانِ قوم اور اہلِ علم حضرات نے آپ کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پچھلی کئی صدیوں میں آپ جیسا نابغۂ روزگار پیدا نہیں ہوا، اس حقیقت کا اعتراف جہاں اپنوں کو ہے، وہیں اغیار نے بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے، گویا آپ کی غیر معمولی ذہانت و فطانت اور استحضارِ علم مسلّمات میں سے ہے، فضل و کمال کے ایسے بلند مقام پہ فائز ہونے کے باوجود آپ حد درجہ خوش اخلاق اور منکسر المزاج تھے، عاجزی و فروتنی آپ کے رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی، غربا پروری محتاجوں اور ضرورت مندوں کی امداد کا جذبۂ صادق آپ کے انگ انگ میں بسا تھا۔ کسر نفسی کا یہ عالم کہ حجام تک کو بھائی کہہ کر مخاطب فرماتے، غرضیکہ ان کی ہر ہر ادا آقائے کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ کی سچی تصویر تھی۔ آیئے اسی پاکیزہ ہستی کے اخلاق حسنہ میں سے چند درخشاں پہلوؤں کا جائزہ لیں اور ان پہلوؤں کی ضیا بار کرنوں سے اپنی تاریک زندگی کو منور کریں۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

احترام سادات:

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد امجاد یعنی ساداتِ کرام کا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حد درجہ اکرام و احترام فرماتے تھے۔ ذیل کے واقعات سے ان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے

ہیں: ''ایک نو عمر لڑکا اُمورِ خانہ داری میں امداد کے لیے اعلیٰ حضرت کے گھر ملازم ہو گیا، کچھ دنوں بعد اعلیٰ حضرت کو معلوم ہوا کہ نیا ملازم تو سیّد زادہ ہے، آپ نے تمام اہلِ خانہ کو تاکید کی کہ خبردار! اس سیّد لڑکے سے کوئی کام مطلقاً نہ لیا جائے، کیونکہ یہ مخدوم زادہ ہیں، بلکہ ان کی خاطر تواضع میں کسی طرح کی کمی نہ آئے، ان کی حسب منشا ہر چیز خدمت میں پیش کرتے رہنا، غرضیکہ صاحب زادے کو پورا پورا آرام پہنچایا جائے، تنخواہ جو مقرر کی ہے وہ حسبِ وعدہ دیتے رہنا لیکن تنخواہ سمجھ کر نہیں بلکہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت، قدیم، از: ملک العلما ظفر الدین بہاری، ص: ۲۰۱)

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ ہدیۂ قارئین ہے۔ پڑھیے اور سیّدوں کے تعلق سے اعلیٰ حضرت کے والہانہ لگاؤ کا اندازہ لگایئے۔

''کسی روز ایک سیّد صاحب نے زنان خانے کے دروازے پر آ کر آواز دی ''دلواؤ سیّد کو'' اعلیٰ حضرت نے اپنی آمدنی سے اخراجاتِ اُمورِ دینیہ کے لیے دو سو روپے ماہ وار مقرر فرمائے تھے، اس ماہ کی رقم اسی روز آپ کو ملی تھی، سیّد صاحب کی آواز سنتے ہی فوراً وہ روپوں والا آفس بکس لے کر دوڑے اور سیّد صاحب کے سامنے پیش کر کے فرمایا: حضور یہ نذرانہ حاضر ہے، سیّد صاحب کافی دیر تک اس رقم کو دیکھتے رہے، پھر ایک چونّی اُٹھا کر فرمایا: ''بس لے جایئے'' اعلیٰ حضرت نے خادم سے فرمایا۔ جب ان سیّد صاحب کو دیکھو تو فوراً ایک چونّی ان کی نذر کر دینا تا کہ انھیں سوال کرنے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔''
(مجدّدِ اسلام، از: مولانا محمد صابر نسیم بستوی، ص ۱۶۲)

مندرجہ بالا دونوں واقعات سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ سادات کی تعظیم و تکریم میں آپ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ نشست و برخاست بلکہ ہر معاملے میں سادات کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ علامہ ظفر الدین بہاری تحریر فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے یہاں دستور تھا کہ میلاد شریف کے موقع پر سیّد حضرات کو آپ کے حکم سے دوگنا حصّہ ملا کرتا تھا۔ ایک دفعہ سیّد محمود جان صاحب کو تقسیم کرنے والے کی غلطی سے اکہرا حصّہ ملا۔ اعلیٰ حضرت کو معلوم ہوا تو فوراً تقسیم کرنے والے کو بلوایا اور اس سے ایک خوان شیرینی کا بھروا کر منگوایا۔ پھر معذرت چاہتے ہوئے سیّد صاحب موصوف کی نذر کیا اور تقسیم کرنے والے کو ہدایت کی کہ آئندہ ایسی غلطی کا اعادہ نہ ہو، کیونکہ ہمارا کیا ہے، سب کچھ ان حضرات کے ہی عالی گھرانے کی بھیک ہے۔''
(حیاتِ اعلیٰ حضرت، قدیم، از: ملک العلما ظفر الدین بہاری، ص: ۲۰۳)

ایک دفعہ نمازِ جمعہ کے بعد ایک طالب علم نے ایک سیّد صاحب کو نام لے کر پکارا ''قناعت علی، قناعت علی''، اعلیٰ حضرت نے پکارنے والے طالب علم کو بلایا اور فرمایا:

''عزیزم سیّد صاحب کو اس طرح پکارتے ہو، سادات کی تعظیم کا آئندہ خیال رکھیے اور جس عالی گھرانے کے یہ افراد ہیں اس کی عظمت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیے، اس کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سادات کا اس درجہ احترام ملحوظ رکھنا چاہیے کہ قاضی اگر کسی سیّد پر حد لگائے تو یہ خیال تک نہ کرے کہ میں اسے سزا دے رہا ہوں بلکہ یوں تصور کرے کہ شہزادے کے پیروں میں کیچڑ بھر گئی ہے، اسے دھو رہا ہوں۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت، قدیم، از: ملک العلما ظفر الدین بہاری، ص: ۲۰۴)

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تو ہی عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

والدہ کا احترام:

مذہب اسلام نے والدین کو جن اعزازات سے نوازا ہے اس سے بھلا کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے والدین کو راضی کر لیا، اس نے اللہ کو راضی کر لیا۔ بایں وجہ سرکارِ اعلیٰ حضرت ہمیشہ والدین کی تکریم فرماتے رہے، والد صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد ہر کام سے پہلے والدہ سے اجازت لیتے:

''حضرت شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ جب مولانا (اعلیٰ حضرت) کے والد ماجد نقی علی خان صاحب (المتوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) کا انتقال ہوا۔ اعلیٰ حضرت اپنے حصۂ جائداد کے خود مالک تھے مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا، وہ پوری مالکہ اور متصرفہ تھیں، جس طرح چاہتیں صرف کرتیں، جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت بتاتے، وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت (قدیم)، از: ملک العلما ظفر الدین بہاری، ص: ۴۲)

احترامِ والدہ کا ایک اور بے مثال واقعہ پیش خدمت ہے۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں تحریر فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام کو گھر کے دالان میں پڑھانے بیٹھے، وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے۔ پچھلا سبق جو سنا، تو وہ یاد نہ تھا، اس پر اُن کو سزا دی، اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں، انھیں کسی طرح اس کی خبر ہو گئی، وہ حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں، غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دو ہنٹر مارا اور فرمایا، تم میرے حامد کو مارتے ہو، اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ اماں اور ماریئے۔ جب تک آپ کا غصہ فرو نہ ہو، یہ کہنے کے بعد انھوں نے ایک دو ہنٹر مارا، اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے، یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں، اس وقت تو جو غصہ ہونا تھا ہو گیا، مگر اس واقعہ کا ذکر جب کرتیں تو آب دیدہ ہو کر فرماتیں کہ دو ہنٹر مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع و فرماں بردار بیٹے کو جس نے خود کو پٹنے کے لیے پیش کر دیا، دوسرا ہنٹر کیسے مارا۔'' (سیرتِ اعلیٰ حضرت مع کرامات، از: مولانا حسنین رضا خان، ص: ۹۱)

غریبوں کی امداد و اعانت:

اعلیٰ حضرت کی زندگی غربا پروری اور اُن کی امداد و اعانت سے عبارت تھی۔ آپ بلاتردد اہلِ ضرورت کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ اپنی نجی ضرورت کی چیزیں بھی ضرورت مندوں کو دینے سے گریز نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں چند واقعات ہدیۂ قارئین ہیں، پڑھیے اور سبق حاصل کیجیے:

''جناب ذکاء اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا، بعد نمازِ مغرب اعلیٰ حضرت حسبِ معمول پھاٹک میں تشریف لا کر سب لوگوں کو رخصت کر رہے تھے، خادم کو دیکھ کر فرمایا: آپ کے پاس رزائی نہیں ہے؟ میں خاموش ہو رہا، اس وقت اعلیٰ حضرت جو رزائی اوڑھے ہوئے تھے، وہ خادم کو دے کر فرمایا کہ اسے اوڑھ لیجیے، خادم نے بصد ادب و احترام قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور فرمانِ مبارک کی تعمیل کرتے ہوئے وہ رزائی اوڑھ لی۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت، قدیم، از: ملک العلما ظفر الدین بہاری، ص ۵۰)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے، جو مذکورہ بالا واقعہ کے بعد ور پیش ہوا:

''اس واقعہ کے دو تین دن بعد اعلیٰ حضرت کے لیے ایک نئی رزائی تیار ہو کر آ گئی۔ اسے اوڑھتے ہوئے ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ ایک رات مسجد میں کوئی مسافر آیا، جس نے اعلیٰ حضرت سے گزارش کی کہ میرے پاس اوڑھنے کے لیے کچھ نہیں ہے، آپ نے وہ نئی رزائی اس مسافر کو عطا فرما دی۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت (قدیم)، از: ملک العلما ظفر الدین بہاری، ص: ۵۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سخاوت اور غربا پروری کی گرد و نواح میں بڑی دھوم تھی۔ اس سلسلے میں علامہ بدرالدین احمد قادری رقم فرماتے ہیں:

''کاشانۂ اقدس سے کوئی سائل خالی واپس نہ ہوتا، بیوگان کی امداد اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کے لیے آپ کی جانب سے ماہ وار رقمیں مقرر تھیں اور یہ امداد صرف مقامی لوگوں کے لیے ہی نہ تھی، بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر امدادی رقم روانہ فرمایا کرتے تھے۔'' (سوانح اعلیٰ حضرت، از: علامہ بدرالدین احمد قادری، ص: ۹۰)

بیرونِ ملک کے لوگوں کی امداد کے سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ پیش خدمت ہے:

''ایک دفعہ مدینہ طیبہ سے ایک شخص نے پچاس روپے طلب کیے، لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت اعلیٰ حضرت کے پاس ایک روپیہ بھی نہیں تھا، اعلیٰ حضرت نے بارگاہِ رسالت میں التجا کی کہ حضور، مَیں نے کچھ بندگانِ خدا کے مہینے (ماہوار وظیفے) آپ کی عنایت کے بھروسے پر اپنے ذمے مقرر کر لیے ہیں، اگر کل پچاس روپے کا منی آرڈر کر دیا گیا تو بروقت ہوائی ڈاک سے پہنچے گا، یہ رات آپ نے بڑی بے چینی سے گزاری، علی الصبح ایک سیٹھ صاحب حاضر بارگاہ ہوئے اور مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ذریعہ مبلغ اکاون روپے بطور نذرانہ عقیدت حاضر خدمت کیے، جب مولوی صاحب موصوف نے اکاون روپے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جا کر پیش کیے تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا، ارشاد ہوا، یہ یقیناً سرکاری عطیہ ہے، اس لیے کہ اکاون روپے کے کوئی معنیٰ نہیں سوائے اس کے کہ پچاس روپے بھیجنے کے لیے فیس منی آرڈر بھی تو چاہیے، چنانچہ اسی وقت منی آرڈر کا فارم بھرا گیا اور ڈاک خانہ کھلتے ہی منی آرڈر روانہ کر دیا گیا۔'' (حیاتِ اعلیٰ حضرت (قدیم)، از: ملک العلما ظفر الدین بہاری، ص: ۵۲)

اللہ اللہ! غربا و مساکین کی امداد و اعانت کے ایسے واقعات و معاملات کم ہی دیکھنے کو ملیں گے۔ مگر اعلیٰ حضرت نے زندگی بھر محتاجوں کی دادرسی فرمائی اور ایسے ایسے ذرائع اختیار کیے جو عام لوگوں کے ذہن سے بالاتر ہیں۔

خیر یہ تو آپ کی حیاتِ طیبہ کے معمولات ہیں، وصال فرمانے سے پہلے آپ نے جو وصیت نامہ تحریر کروایا، اس میں بھی غریبوں کی امداد و اعانت اور دادرسی کا خاص حکم فرمایا ہے۔ افرادِ خانہ سے آپ نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد میرے ایصالِ ثواب کے لیے بطور خاص غریبوں کی امداد کرنا اور اُن کی خاطر مدارات کرنا۔

وصیت نامہ کے الفاظ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب کی زبانی کچھ اس طرح ہیں:

''فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقرا کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ جھڑک کر، غرض کوئی بات خلافِ سنّت نہ ہو، اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیا میں سے کچھ بھیج دیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا شامی کباب پراٹھے اور بالائی، فیرینی

اُرد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا کرو جیسے مناسب جانو، مگر بطیب خاطر، میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔" (وصایا شریف، ص:۱۱)

غریبوں کی دل جوئی:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں کا اعزاز فرمایا کرتے تھے اور اُن کی دل جوئی کا خاص خیال فرماتے تھے، سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی سُنّتِ مبارکہ وعادتِ کریمہ کا عکس سیّدی اعلیٰ حضرت میں نظر آتا تھا، آپ غریبوں کی امداد و اعانت فرماتے اور انھیں خاص اہمیت دیتے تھے، اگر کوئی غریب عدم استطاعت کے باوجود آپ کی دعوت کرتا تو آپ محض اُن کی دل جوئی کے لیے دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں دو واقعات ہدیۂ قارئین ہیں:

"ایک صاحب تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت اور اُن کے بعض ساتھیوں کی دعوت کر کے چلے گئے، دوسرے دن گاڑی آ گئی، اعلیٰ حضرت کے ساتھ اس روز مولانا ظفر الدین صاحب بھی تھے، مکان پہ گاڑی پہنچی تو میزبان بھی منتظر ملے، گاڑی سے اُتارا اور اپنے مکان میں چارپائی پر لے جا کر بٹھا دیا، ہاتھ دُھلانے کے بعد ڈھلیاں میں روٹیاں اور رکابیوں میں گائے کے گوشت کا قیمہ رکھ دیا، کھانا شروع ہوا، مولانا ظفر الدین صاحب کو خیال آیا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ تو گائے کا گوشت نہیں کھاتے، ان کے لیے سخت مضر ہے، اگر گوشت شوربے کا پکاتے تو اعلیٰ حضرت شوربہ کھالیتے، اور قیمہ میں بلا گوشت کھائے چارہ ہی نہیں۔ (مولانا) اسی خیال میں اُلجھے ہوئے تھے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے از خود فرمایا کہ مولانا ایک دعا حدیث شریف میں وارد ہے کہ مسلمان اگر پڑھ کر جو کچھ کھائے وہ کھانا ہرگز ضرر نہ دے گا۔ وہ دعا یہ ہے: بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ مولانا سمجھ گئے کہ میرے دل کے خطرے کا جواب دے دیا ہے اور اس دعا کی بھی تعلیم فرمائی ہے۔" (سیرتِ اعلیٰ حضرت مع کرامات، از: مولانا حسنین رضا خان، ص:۹۲)

اسی قسم کا ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ محض دل جوئی کے لیے غریبوں کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے اور ان کے یہاں خلافِ معمول وطبیعت غذا کھانے سے بھی گریز نہیں کیا کرتے تھے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک کمسن بچے نے خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کل آپ کی میرے گھر دعوت ہے، والدہ نے آپ کو کھانے پہ بلایا ہے، اعلیٰ حضرت نے بچّے کی دعوت قبول فرمائی اور حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا: وہ اچھی طرح بچّے کے گھر کا پتہ دریافت کرلیں تاکہ وقتِ مقررہ پر آسانی سے گھر پہنچا جاسکے۔ اس کے بعد معاملہ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب کی زبانی کچھ یوں ہے:

"(اعلیٰ حضرت) جس وقت ان کے مکان پہ پہنچے تو صاحب زادے اپنے دروازے پر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے اندر کو بھاگے، ارے مولوی صاحب آ گئے۔ ان کے دروازے پر ایک چھپّر پڑا تھا، جس کے سایے میں اعلیٰ حضرت اور حاجی کفایت اللہ صاحب کچھ دیر منتظر کھڑے رہے، اس کے بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ایک دلیا میں باجرہ کی گرم گرم روٹیاں آئیں، مٹّی کی رکابی میں ماش کی دال آئی جس میں مرچوں کے ٹکڑے ٹوٹے ہوئے پڑے تھے، یہ رکھ کر صاحب زادے نے کھانے کو کہا۔ فرمایا: ہاتھ دھونے کے لیے پانی تو لائیے، وہ پانی لینے مکان میں گئے، حاجی صاحب نے یہ عرض کیا: یہ مکان تو نقارچی کا ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان سے کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا: ابھی سے

کیوں کہہ دیا، کھانے کے بعد کہتے، اتنے میں صاحب زادے پانی لے کر آ گئے۔ آپ نے ان سے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ کے والد کہاں ہیں اور کیا کام کرتے ہیں؟ پردے کی آڑ سے ان کی ماں نے عرض کیا کہ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔ وہ پہلے نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد انھوں نے توبہ کر لی تھی اور اب تو کمانے والا صرف یہ لڑکا ہے۔ جو راجوں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا اور ان لوگوں کے لیے دعاء خیر و برکت فرمائی۔''

(سیرتِ اعلیٰ حضرت مع کرامات، از: مولانا حسنین رضا خان، ص:۹۱)

دورِ حاضر کے علما و مشائخ خاص طور پر ان واقعات سے عبرت حاصل کریں، جو دولت مندوں کے یہاں تو خوب دعوت کھاتے ہیں لیکن اگر کوئی غریب انھیں اپنے گھر دعوت دے تو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

دنیا سے بے رغبتی:

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں مال کو فتنہ قرار دیا ہے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی محبت کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا ہے۔ بایں سبب سرکارِ اعلیٰ حضرت مال و دولت اور دنیاوی جاہ و اقتدار سے کوسوں دور رہتے تھے، نہ تو از خود آپ نے ان چیزوں کی طلب فرمائی اور نہ ہی کسی دوسرے کے دینے سے آپ نے لینا گوارہ فرمایا۔

حضرت سیف الاسلام مولانا منور حسین جنھوں نے کئی سال بریلی شریف میں گزارا ہے اور حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی صحبت بھی پائی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''مَیں نے سوداگری محلے کے کئی بزرگوں سے سنا کہ نظام حیدرآباد، دکن نے کئی بار لکھا کہ حضور کبھی میرے یہاں تشریف لا کر ممنون فرمائیں یا مجھے ہی نیاز کا موقع عنایت فرمائیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا عنایت فرمایا ہوا وقت اُسی کی اطاعت کے لیے ہے، مَیں آپ کی آؤ بھگت کا وقت کہاں سے لاؤں۔'' (تصویت الایمان، از: مولانا منور حسین، ص:۶۹)

یہ امر واقعی ہے کہ جس ذات نے خداوند قدوس کی خوش نودی اور دین متین کی خدمت کو اپنا مطمحِ نظر بنا لیا ہو اُسے کسی والیِ ریاست کی بارگاہ میں حاضری کی کیا حاجت۔ خیر یہ تو اعلیٰ حضرت کا عمل ہے، آپ کے خلفِ اکبر کا عمل ملاحظہ ہو، سیف اللہ مولانا منور تحریر کرتے ہیں:

''حضرت مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ جن سے مجھے چند دن فیض حاصل کرنے کا موقع ملا، بڑے حسین و جمیل، بڑے عالم اور بے انتہا خوش اخلاق تھے، ان کی خدمت میں بھی نظام حیدرآباد نے دارالافتا کی نظامت کی درخواست کی اور اس سلسلے میں کافی دولت کا لالچ دلایا، تو آپ نے فرمایا کہ مَیں جس دروازۂ کریم کا فقیر ہوں، میرے لیے وہی کافی ہے۔''

(تصویت الایمان، از: مولانا منور حسین، ص:۶۹)

مذکورہ بالا دونوں واقعات سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ اور آپ کے اہلِ خانہ، دنیاوی جاہ و حشمت اور مال و زر کے حصول سے کوسوں دور تھے۔ اس سلسلے میں مزید دو واقعات ہدیۂ قارئین ہیں:

''ایک مرتبہ نواب رام پور نینی تال جا رہے تھے۔ اسپیشل بریلی شریف پہنچے تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست مدارالمہام کی معرفت بطور نذر راسٹیشن سے حضور کی خدمت میں بھیجے اور والیِ ریاست کی

جانب سے مستدعی ہوتے ہیں کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ حضور کو مدارالمہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدارالمہام صاحب سے فرمایا کہ میاں کو میرا اسلام عرض کیجیے گا اور یہ کہیے گا، یہ اُلٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیے نہ کہ میاں، مجھے نذر دیں، یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں، واپس لے جایئے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والیِ ریاست کو بلاسکوں اور نہ مَیں والیانِ ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جاسکوں۔"

(حیاتِ اعلیٰ حضرت (قدیم)، از: علامہ ظفرالدین بہاری، ص: ۱۹۲)

اسی قسم کا ایک واقعہ نواب حامد علی خاں صاحب کا بھی جو افادہ کے لیے ہدیۂ قارئین ہے:

"نواب حامد علی خاں صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ کئی بار انھوں نے اعلیٰ حضرت کو لکھا کہ حضور رام پور تشریف لائیں تو مَیں بہت ہی خوش ہوں گا۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو مجھی کو زیارت کا موقع دیجیے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ چونکہ آپ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مخالف شیعوں کے طرف دار اور ان کی تعزیہ داری اور ماتم وغیرہ کی بدعادات میں معاون ہیں، لہٰذا مَیں نہ آپ کو دیکھنا جائز سمجھتا ہوں، نہ اپنی صورت دکھانا ہی پسند کرتا ہوں۔" (تصویت الایمان، از مولانا منور حسین، ص ۰ ۷)

مذکورہ بالا واقعے سے ہمارے علما اور مشائخ کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اور صاحبانِ ثروت و امارت کی دعوت قبول کرتے ہوئے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کہیں یہ اللہ اور اس کے رسول یا صحابہ اور بزرگانِ دین کا گستاخ تو نہیں۔

اخوت اسلامی اور مساوات کی پاس داری:

اعلیٰ حضرت شریعت و سنّت کے سچے ترجمان تھے۔ آپ فرمانِ قرآن اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کے سبب تمام مسلمانوں کو بھائی کی حیثیت سے دیکھا کرتے تھے، ہر ایک کے ساتھ اخوت و محبت کا معاملہ فرماتے۔ اس سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ ہدیۂ قارئین ہے:

"ایک صاحب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلّے کا ایک بے چارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چار پائی پر، جو صحن کے کنارے پر پڑی ہوئی تھی، جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحبِ خانہ نے نہایت کڑے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اُٹھ کر چلا گیا۔ حضور کو صاحبِ خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں، کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے، حضور نے اپنی چار پائی پہ جگہ دی، وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام، حضور کا خط بنانے کے لیے آئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ آپ نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش! کھڑے کیوں ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر تو ان صاحب کے غصّے کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے اور فوراً اُٹھ کر چلے گئے، پھر کبھی نہ آئے، خلافِ معمول جب عرصہ گزر گیا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خود ہی فرمایا: مَیں بھی ایسے متکبر اور مغرور شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔" (حیاتِ اعلیٰ حضرت، قدیم، از: ملک العلما مولانا ظفرالدین بہاری، ص: ۴۰)

❖❖❖

امام احمد رضا اور احترام سادات

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی
چیف ایڈیٹر ماہنامہ سواد اعظم دہلی

فضا میں گھلی ہوئی خوشبو سے بام و در مہک رہے تھے، چہار جانب نور کی چھٹکی سے سارا سماں روشن و منور تھا، رنگ و نور کی جھما جھم برسات سے ہر انسان شرابور تھا، مسرت و شادمانی کے دھنک رنگوں سے ہر چہرہ گلنار بنا ہوا تھا، فضا میں بلند ہونے والی آوازوں سے ہوائیں بھی مخمور و مدمست ہو رہی تھیں، پورا ماحول نور و عرفان کی کی لطیف کرنوں کا گہوارہ بنا ہوا تھا...ذکر خدا و رسول کی دل نواز صدائیں عاشقوں کے کانوں میں رس گھول رہی تھیں...یہ نظارہ ایک انوکھی محفل میلاد کا تھا...اور یہ مبارک محفل اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے در دولت پر منعقد ہوئی تھی...اس محفل کا انتظار ساکنانِ شہر بڑی شدت سے کیا کرتے تھے...اُمرا ہوں یا غربا، عوام ہوں یا خواص، مالک ہو یا مزدور ہر شخص اس دن کے انتظار میں محو انتظار رہتا تھا...کہ کب ماہ ربیع النور آئے اور امام عشق و محبت کے آستانہ پر سجنے والی ''میلاد مصطفےٰ'' میں شرکت کی سعادت میسر آئے...جیسے ہی محفل سجتی دیوانوں کا ہجوم مانند پروانہ امنڈ پڑتا...حالت یہ ہوتی کہ مکان میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی...کانوں میں عشق رسالت مآب کی صدائیں رس گھولتیں اور آنکھیں امام عشق کے دیدار شربت سے شادکام ہوتیں...کیا نظارہ ہوتا تھا کہ عشق اور امام عشق کا حسین سنگم ہوتا تھا... ؎

پھوٹی پڑتی ہیں نہاں خانہ دل میں
میٹھی میٹھی، مدھم سی، سریلی لہریں

آج ایک بار پھر یہ محفل سجی ہوئی ہے...ذکر خدا اور نعت مصطفےٰ کے نغموں سے ہوا بھی مشکبار ہو رہی ہے...سرور وجذب کی کیفیت میں سرشاری کے ساتھ محفل میلاد اپنے اختتام کو پہنچتی ہے...اور شرکائے محفل میں تقسیم شیرنی کا مرحلہ شروع ہوتا ہے...ذکر رسالت کی حلاوت سے روحیں سرشار ہو چکی تھیں...اور اب امام عشق و محبت کے خلوص و محبت سے لبریز شیرنی سے لطف اندوزی کا حسین موقع نصیب ہو رہا تھا...ایسے حسین مواقع آسانی سے کہاں میسر ہوتے ہیں جہاں قلب و روح کے ساتھ زبان بھی لطف و کرامت کی بارش میں شرابور ہو جائے... ؎

سرشار ہو ذہن و دل، مہک اٹھیں روحیں
ایسے کھانے کہاں روز ملا کرتے ہیں

شیرنی کے روپ میں در امام کی سوغات تقسیم ہوتی رہی...دیوانے ادب و نیاز مندی کے ساتھ سوغات حاصل کر رہے

تھے۔۔۔اثنائے تقسیم جب خادم نے ایک شخص کو، دوسروں کی طرح نیاز پیش کی۔۔تو لینے والے نے ادب کے ساتھ تبرک تو لے لیا مگر چہرے پر افسردگی وملال کی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں۔۔۔گلاب کی طرح گلنار چہرہ اچانک سے مرجھا سا گیا۔۔۔چاند جیسا رخ اچانک جیسے گہنا گیا۔۔۔ایسا لگا کہ بھری بہار میں بادِ خزاں چل گئی۔۔۔بھاری دل، نم آنکھیں اور بوجھل قدموں کے ساتھ امام عشق ومحبت کی بارگاہ میں حاضری دی۔۔۔اور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں اس طرح گویا ہوئے:

حضور! بارگاہ اعلیٰ حضرت میں ''سادات کرام کی قدرو وقعت کے تفرد کی مثالیں زمانے میں دی جاتی ہیں۔لیکن آج خادم نے اس سیدزادے کو عام لوگوں کی طرح اکہرا حصہ دے کر اس تفرد کو ختم کر دیا۔''

سیدزادے کی زبان سے نکلنے والے یہ الفاظ محفل میں گونجے اور ایک سکوت سا چھا گیا۔۔۔امام ماہی بے آب کی طرح مچل اٹھے۔۔۔بڑی لجاجت کے ساتھ سیدزادے سے فرماتے ہیں۔۔۔سیدزادے دل کو چھوٹا نہ کریں۔۔۔یہ سبھی کچھ آپ کا ہی ہے۔۔۔فوراً ہی خادم کی طلبی ہوئی۔۔۔رخِ امام کی سرخی اور آثار غضب دیکھ کر خادم عرق ندامت سے تربتر ہو گیا۔۔۔سیدزادے سے معذرت خواہی کرتے ہوئے بارگاہ امام میں بے توجہی کا عذر پیش کیا۔۔۔عذر سن کر سرخی غائب ہوگئی اور رنگ کرم غالب آیا۔۔۔والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کی تفسیر چہرۂ امام پر صاف پڑھی جاسکتی تھی۔۔۔والعذر عند کرام الناس مقبول کے تحت خادم کے عذر کو قبول فرمایا اور خادم کو حکم دیا کہ ایک سینی [خوان] میں جتنے حصے آسکیں، بھر دیئے جائیں۔۔۔اور اس سینی کو سر پر اٹھا کر بصد شوق وعقیدت سیدصاحب کے دولت خانہ پر بکمال ادب پہنچایا جائے۔۔۔

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے
دل پہ جب چوٹ لگی، رنگ اُتنا نکھرا

سادات کرام کی محبت ونسبت کا احترام دیکھ کر سیدزادے کا چہرہ کھل اٹھا اور بارگاہ امام میں عرض کیا حضور! مقصود بندہ حصول شیرنی نہیں ''تحفظ تفرد بارگاہ رضا'' تھا جو بحسن وخوبی قائم رہا۔۔۔آپ کی بارگاہ میں ہمیشہ ہی سادات کرام کو خصوصی اعزاز دیا جاتا ہے اسی لئے جب بھی کوئی چیز تقسیم کی جاتی ہے تو ''نسبت رسالت کے لحاظ میں سادات کو دوگنا حصہ دیا جاتا ہے۔''

آج جب محفل میں خادم کی بے توجہی اور ذہول سے وہ خصوصی اعزاز نہ ملا تو دل پر ایک ملال سا آیا اسی لئے آپ کی بارگاہ میں اظہار درد کر دیا۔۔۔کیوں کہ دردِ دل اپنوں کے علاوہ کس سے بیان کیا جائے۔۔۔اتنا سن کر فرط محبت سے امام کی آنکھوں میں آنسو تیر جاتے ہیں۔۔۔رُندھے ہوئے گلے کے ساتھ فرماتے ہیں سیدصاحب ''شہزادہ کی دل جوئی ہماری سعادت ہے۔۔۔اگر آپ نے اضافی شیرنی قبول نہ کی تو اب ہمارے دل پر ملال آئے گا۔۔۔''

اللہ اللہ! عشق کے رنگ بھی کتنے عجیب ہیں، جہاں ذرا سی ٹیس پر دل بے چین وبے قرار ہو جاتا ہے۔۔۔تو وہیں محبت کی ایک نگاہ اور پیار کے دو بول سے چشمہ محبت میں غوطہ زنی کرنے لگتا ہے۔۔۔یہ عشق کی آگ بھی کیا آگ ہے۔۔۔جب تک یہ آگ نہ بھڑکے تب تک دل عاشق کی آگ بجھنے میں نہیں آتی چین نہیں آتی۔۔۔

جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

جانبین سے اٹھنے والی محبت کی میٹھی پھُہاریں ماحول کو لالہ زار بنا رہی ہیں۔۔۔حاضرین محفل عشق ومحبت کے یہ ناقابل

فراموش حیرت انگیز نظارے دیکھ رہے ہیں... چشم فلک دیکھ رہا ہے کہ ''احمد رضا'' کو ''امام عشق و محبت'' کیوں کہا جاتا ہے... موجودین میں ہر ایک شخص اپنے مقدر پہ نازاں ہے کہ اس یادگار تاریخی نظارے کا حصہ بنا...

دلوں میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے پھوٹ پڑے... ''مودت قربیٰ'' کی قرآنی تفسیر کو ماتھے کی نگاہوں سے ملاحظہ کیا... جس امام کے لبوں سے نکلنے والے جملوں کو مانند جواہرات قلب و ذہن میں بسایا جاتا ہے... اس امام کے محبت آمیز اصرار کو بھلا ایک سیدزادہ کیوں کر ٹال سکتا تھا... اس لئے سید صاحب نے بصد خلوص امام کی سوغات عشق کو قبول کیا... خادم نے سینی کو سر پر اٹھایا اور باادب باملاحظہ چل دیا... اس طرح امام کی بارگاہ سے سیدزادے کو شاہانہ طریقے سے رخصت کیا گیا۔

دنیا والو! دیکھ لو... احمد رضا کے عشق کو دیکھ لو... اور خوب دیکھ لو... یہی وہ عشق تھا جس نے ایک ہندی عاشق کے ذکر کو حرمین شریفین کے تقدس مآب علما نے خوش عقیدگی کی علامت بنالیا... جس کا ترانہ محبت ''مصطفیٰ جان رحمت'' شرق تا غرب گونج رہا ہے... نسبت رسالت کا یہی وہ جذبہ صادقہ تھا جس کے تحفظ کے لئے تاجدار بریلی وقت کے بڑے بڑے سورماؤں سے ٹکرا گئے... اور آج بھی ان کے عشق رسالت کے فیضان سے سنیت سرسبز و شاداب ہے... محبت کی کھیتیاں ہری بھری ہیں... دلوں میں چراغ مصطفوی کی ضیابار کرنیں نہاں خانہ دل کو منور و تابناک بنائے ہوئے ہیں...

آیئے اپنے امام کے صد سالہ عرس پر تحفظ عظمت رسالت کی مہم کو ہر سو عام کردیں... ؎

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کردیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کردیں

❖❖❖

امام احمد رضا اور ان کا مقام ولایت

از: مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری، جمشید پور

اللہ عزوجل نے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان کو شریعت وطریقت کا مجمع البحرین بنایا تھا۔ فضل خدا اور کرم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور فیضان غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان جہاں شریعت کے بحر نا پیدا کنار تھے اور اجلہ علماو فقہا نے علم شریعت میں آپ کی امامت وسیادت کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور استفادہ فرمایا، وہیں آپ کے علم طریقت کے فیضان سے عرب وعجم کے بے شمار اہل علم وفضل وتشنگان علم طریقت نے سیرابی حاصل کی۔ آپ کی شخصیت جس طرح اپنے دور میں علم شریعت میں عدیم المثال ہے، اسی طرح آپ کے ہم عصروں میں علم طریقت میں بھی کوئی شخصیت آپ کا ہم پلہ نظر نہیں آتی؛ یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان جیسے مشہور ومستند ولی کامل نے آپ کو "اعلیٰ حضرت" کا خطاب عطا فرمایا اور حضور اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان جیسے امام طریقت نے آپ کو اپنے زمانے کا "قطب الارشاد" فرمایا۔ بلاشک وشبہہ جس طرح آپ علم شریعت میں ساری دنیا کے علمائے دین کے مرجع اور مقتدیٰ تھے اسی طرح علم طریقت میں بھی سارے اہل طریقت میں بھی سارے اہل طریقت کے مرجع اور مقتدیٰ تھے، فضل خدا کرم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور عنایات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ولایت کے سب سے اعلیٰ مقام نائب غوث زمن، قطب الاقطاب، اور قطب الارشاد کے منصب پر فائز ہوئے اور جملہ اولیائے زمانہ کے سردار قرار پائے۔ آئندہ سطور میں راقم السطور اپنے اس دعوے پر اولیائے کرام کے اقوال سے دلائل وبراہین پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔

سرکار اعلیٰ حضرت پیدائشی ولی:

سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سیرت وسوانح سے متعلق کتابوں کا جس نے بھی مطالعہ کیا ہے اور جو بھی آپ کے احوال وکوائف سے واقف ہے ذرہ برابر شک نہیں ہوسکتا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پیدائشی ولی تھے اور آثار ولایت بچپن ہی سے آپ کی ذات بابرکات سے ظاہر ہوتے تھے اور جد امجد علامہ رضا علی خان علیہ الرحمہ اور والدین کریمین رحمہما اللہ ان آثار وکرامات کو ملاحظہ فرماتے تو بے انتہا فرحت وانبساط کا اظہار فرماتے اور اللہ عزوجل کا شکر بجا لاتے۔

بالائے سرش زہوش مندی   می تافت ستارۂ بلندی

آپ کے بچپن کا مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ کے استاذ آپ کو ناظرہ قرآن پاک پڑھا رہے تھے، تو قرآن مجید میں ایک جگہ کتابت کی غلطی سے زیر کی جگہ پر لکھا ہوا تھا، آپ کے استاذ آپ کو کتابت کے مطابق پڑھاتے، لیکن آپ کی زبان مبارک سے ہر بار زبر ہی نکلتا پورا واقعہ فاضل بہاری علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"سیدنا ایوب علی صاحب کا بیان ہے کے کاشانۂ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ حضور بھی ان

سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیت کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور کو بتاتے تھے، مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ زبر بتاتے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت حضور کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خان صاحب قطب الوقت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلالیا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی، زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا، اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہوگیا تھا، یعنی جو حضور رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا، وہی صحیح تھا حضور سے حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کیا: میں ارادہ کرتا تھا کہ اس طرح پڑھوں، مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا: خوب اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا اور دل سے دعا دی۔ پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا: یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا، حقیقتاً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔ پھر قلم فیض رقم سے اس کی تصحیح فرمادی۔'' (حیات اعلیٰ حضرت)

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے کار عظیم کے لیے منتخب فرمایا تھا اس لیے آپ کو پیدائشی ولی بنا کر دنیا میں پیدا فرمایا اور دنیا میں تشریف لانے کے ساتھ ہی آپ سے کرامات اور خوارق عادات کا ظہور ہونے لگا تھا، جسے دیکھ کر اہل نظر سمجھ لیتے تھے کہ یہ کوئی عام بچہ نہیں، بلکہ آگے چل کر اسے آسمان شریعت وطریقت کا آفتاب وماہتاب بننا ہے۔ آپ کی ایک مشہور کرامت یہ بھی ہے کہ ساڑھے تین سال کی عمر میں آپ نے نہایت فصیح عربی میں گفتگو فرمائی، حیات اعلیٰ حضرت میں ہے:

''مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بلیاپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی۔ اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۶)

مندرجہ بالا واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پیدائشی ولی تھے کیوں کہ ساڑھے تین سال کے بچے کا فصیح عربی زبان میں کلام کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے جب کہ وہ بچہ عجمی ہو اور عربی نہ اس کے گھر کی زبان ہو نہ علاقے کی۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات سے نہ صرف یہ کہ بچپن ہی سے کرامات کا صدور ہوتا تھا، بلکہ پیدائشی طور پر آپ تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ پیدائشی ولی تھے؟ لہذا پیدائشی متقی بھی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے ''ان اولیاءہ الا المتقون'' اللہ کے ولی صرف اس کے متقی بندے ہی ہوتے سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے بچپن کے تقویٰ کا بے مثال نمونہ ملاحظہ کریں:

''سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلیٰ حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے، آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ٹھیک نمازت کا وقت ہے حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک فیرنی کا پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھالو عرض کرتے ہیں: میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ لو کھالو! میں نے کواڑ بند کردیے ہیں، کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔

آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی چشمان مبارک سے آنسو کا تار بندھ گئے اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔" (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱،ص:۱۱۰)

امام احمد رضا اور مقامات سلوک:

ہر عالم ربانی کے لیے علم شریعت و طریقت کا جامع ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی عالم ربانی ہو ہی نہیں سکتا امام مالک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "من تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق، ومن تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق" (جس نے علم فقہ حاصل کیا اور علم تصوف و طریقت حاصل نہ کیا وہ فاسق ہو گیا اور جس نے علم تصوف حاصل کیا اور علم شریعت حاصل نہ کیا زندیق ہو گیا) امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو عالم ہی نہیں، بلکہ اعلم علمائے زماں تھے آپ تصوف و طریقت سے دور کیسے رہ سکتے تھے؛ اس لیے آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں، ذاتی مطالعے اور والد گرامی کی عنایتوں سے مرشد گرامی کی بارگاہ میں پہنچنے سے قبل ہی علم طریقت میں تبحر حاصل کر لیا تھا اور مقامات سلوک کے گیارہ درجات والد گرامی ہی نے آپ کو طے کرا دیے تھے۔

خود سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک بار میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے۔ بہت نفیس اور اونچی بھی تھی۔ والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا، اور فرمایا: گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ عنہ کی۔" (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱،ص:۳۰۵)

والد محترم علامہ مفتی نقی علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ فیض سے علم شریعت و طریقت کا سنگم بن کر مرشد کامل خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں پہنچے تو مرشد کامل نے اپنی نگاہ فیض سے ایسا نوازا کہ یکتائے روزگار بن گئے۔

امام احمد رضا مرید نہیں مراد:

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے پرومرشد کے مرید ہی نہیں بلکہ مراد تھے۔ بزرگوں نے مرید کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں: ایک مرید جو طالب صادق بن کر مرشد کامل کی تلاش میں لگے اور پھر مرشد کامل کی بارگاہ میں پہنچ کر اپنی ظاہری و باطنی تربیت کے لیے اپنے آپ کو مرشد کے حوالے کر دے ایسے مرید کو "مرید صادق" کہتے ہیں۔

مرید کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے کہ خود پیر اپنے اس مرید کے انتظار میں سراپا اشتیاق ہو۔ مرشد خود اپنے اس مرید پر فخر کرے۔ ایسے مرید کو مرید نہیں مراد کہتے ہیں، جیسا کہ حضرت بابا فرید الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حضرت مخدوم علاء الحق پنڈوی کے مرید محبوب یزدانی حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یوں ہی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے پیرومرشد حضرت خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید ہی نہیں بلکہ مراد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے والد گرامی کے ساتھ تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی کے مشورے پر ان کی معیت میں مارہرہ شریف حاضر ہوئے تو پیرومرشد نے مرید فرماتے ہی تمام سلاسل کی اجازت و خلافت اور سند حدیث اور تبرکات آپ کے حوالے فرما دیا۔ یہ دیکھ کر سیدنا ابوالحسین نوری میاں علیہ

الرحمۃ والرضوان نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ حضور آپ کی بارگاہ میں طویل عرصہ تک ریاضت ومجاہدہ کے بعد خلافت واجازت دی جاتی ہے، تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کو بیعت کرتے ہی خلافت دے دی گئی؛ تو حضرت پیرومرشد نے فرمایا لوگ میلا کچیلا دل لے کے آتے ہیں، اس کی صفائی کے لیے ریاضت ومجاہدہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ دونوں حضرات صاف ستھرا، پاکیزہ دل لے کر آئے تھے، ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہوگئی۔ پھر پیرومرشد نے اپنے اس قابل صد افتخار مرید پر فخر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''مجھے اس بات کی بہت فکر رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آل رسول تو میرے لیے کیا لایا ہے، تو میں بارگاہ الٰہی میں کیا چیز پیش کروں گا لیکن آج وہ فکر میرے دل سے دور ہوگئی ہے؛ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا، اے آل رسول! تو میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں عرض کردوں گا الٰہی! تیرے لیے احمد رضا لایا ہوں۔ علاوہ ازیں پیرومرشد کی بارگاہ فیض سے خلافت واجازت کے حصول کے باوجود سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کسی کو مرید نہیں فرماتے تھے، بلکہ سیدنا نوری میاں علیہ الرحمہ کی اور دوسرے بزرگوں کی خدمت میں بیعت کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔ بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ پیرومرشد خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''آپ سلسلے کا دائرہ کیوں تنگ کرتے ہیں، کیوں نہیں مرید کیا کرتے؟'' پھر جب آپ نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے مرید کرنا شروع کیا تو آپ اور آپ کے شہزادوں اور خلفا کے ذریعے سلسلۂ قادریہ کو ہندوستان میں وہ عروج حاصل ہوا جو کسی سلسلے کو نہ ہوا اور آج اہل ہند و پاک، بنگلہ دیش و نیپال کے مسلمانوں کی اکثریت سلسلۂ قادریہ کے فیضان سے مستفیض ہے۔

امام احمد رضا مقام غوثیت پر:

سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان جہاں اہل شریعت کے امام بلکہ امام الائمہ ہیں، وہیں اہل طریقت کے بھی امام ومقتدیٰ ہیں۔ طریقت وسلوک میں فضل خدا اور کرم مصطفی ﷺ وسرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظر کرم سے آپ ولایت کے سب سے عظیم منصب ''نائب غوث اعظم'' اور غوثیت اور قطب الاقطاب اور قطب الارشاد کے منصب پر فائز ہوئے۔ علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''شریعت میں وہ اگر امام ابوحنیفہ کے قدم بقدم ہیں، تو طریقت میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب اکرم ہیں۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱ص:۱۱۱)

غوثیت اور قطب الاقطاب یا قطب الارشاد ولایت کا وہ مقام ہے جس پر اخص الخاص اولیائے کرام ہی فائز ہوتے ہیں۔ غوث وقطب الاقطاب اپنے زمانے میں ساری دنیا کے جملہ اولیائے کرام کے سردار اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب مطلق ہوتے ہیں اور بیک وقت ایک ہی ہوتے ہیں، دو نہیں ہوسکتے۔ مقام غوثیت کے سلسلے میں خود سرکار اعلیٰ حضرت کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے:

''بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف نہیں ہوتے، بلکہ انھیں ہر حال یوں ہی مثل آئینہ پیش نظر ہے۔ ہر غوث کے وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے اور وزیر دست راست عبدالرب اور وزیر دست چپ عبدالملک۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ، وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے، بخلاف سلطنت دنیا، اس

لیے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ۔ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم وزیر راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی، اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے، پھر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے، پھر مولیٰ علی کو اور امامین محترمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے، پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے، سب ان کے نائب ہوئے ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی، حضور کے بعد جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے، حضور کے بعد جتنے ہوئے اور اب تک جتنے ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۲،ص:۴۰۷)

مندرجہ بالا عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مقام غوثیت وہ مرتبۂ ولایت ہے جو ولایت کا آخری مقام ہے اس کے بعد فقط مرتبۂ صدیقیت و نبوت ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سے تاہنوز اور تا ظہور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی مستقل غوث نہیں ہوگا، جتنے غوث ہوں گے سب سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب ہوں گے۔ پھر غوث کے انتخاب کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے، اور اوتاد کی جگہ بدلا سے، بدلا کی جگہ پر ابدال سبعین سے، اور ان کی جگہ تین سو نقبا سے، پھر اولیا سے، اور اولیا کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے، کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہوتا ہے۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۲،ص:۴۰۸)

مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح ہوگیا کہ قطب الارشاد، قطب الاقطاب اور غوث زمن کا ولایت کی دنیا میں مقام و مرتبہ کیا ہے اور قطب الارشاد کی اہمیت کتنی ہے۔ اب ان معیاروں کی روشنی میں جب ہم سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی روحانی و عرفانی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو صاف صاف واضح ہوجاتا ہے کہ آپ کا مقام و مرتبہ درجات ولایت میں آخری ہے، آپ نائب غوث اعظم اور غوث زمن اور قطب الاقطاب اور قطب الارشاد ہیں۔ یہ فقط کسی مرید کا اپنے مرشد کے بارے میں حسن اعتقاد نہیں بلکہ امر واقع ہے۔

اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت کو قطب الارشاد فرمایا:

''چودھویں صدی کے مشہور و معروف مرشد برحق، تاجدار سلسلۂ اشرفیہ و قادریہ حضرت مولانا شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان کچھوچھہ شریف کا فرمان مشہور و معروف ہے جو حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی روایت سے معروف ہے۔ سیدنا محدث اعظم ہند سیدنا محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی کا فرمان ہے کہ جب سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال

ہوا تو میں کچھوچھہ شریف میں حضور اشرفی میاں صاحب قبلہ کو وضو کرا رہا تھا، حضور اچانک رونے لگے تو میں نے پوچھا کہ حضور کے اچانک رونے کا سبب کیا ہے تو ارشاد فرمایا ''میں نے فرشتوں کے کاندھے پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔''

سیدنا اشرفی میاں علیہ الرحمہ خود ولی کامل ہیں اور مشہور مقولہ ہے کہ ''ولی را ولی می شناسد'' اس لیے آپ نے سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرتبۂ ولایت کو ظاہر فرمایا۔

سرکار اعلیٰ حضرت قطب الاولیا ہیں:

مبلغ اسلام، خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ نے حرمین طیبین کی حاضری سے واپسی کے بعد سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کی شان میں ایک نہایت عالی شان منقبت نہایت خوش آوازی سے پڑھ کر سنائی اور ان اشعار میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مرتبۂ ولایت کو ظاہر فرمایا چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت پاک
وہ قطب وقت اے سر خیل جمیع اولیا تم ہو

تمھیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

❖❖❖

امام احمد رضا! القاب وآداب کے تناظر میں

از: مولانا محمد صابر رضا رہبر مصباحی

کسی بھی ذات کی مقبولیت وعبقریت کا صحیح اندازہ اس کے تئیں ان کے ہم عصروں کے مثبت ومنفی خیالات سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ شخصیت کتنی معیاری اور ملک گیر وہمہ گیر مقبولیت کی حامل ہے۔ جس شان وشوکت اور عزت وعظمت کے ساتھ اُس کے ہم عصر اُس کا تذکرہ کریں گے وہ ذات اتنی ہی باعظمت وبارفعت ہوگی۔ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جہاں انصاف کا پیمانہ کبھی بھی نہیں بدلتا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی کچھ دیر کے لئے اپنی انانیت کے نشے میں دُھت ہوکر اس کی عبقریت سے منکر ہو جائے مگر حقیقیت وسچ کا جادو اس کے بھی سر چڑھ کر بولتا ہے۔ پھر اسے انانیت کے خول سے باہر نکل کر بہر حال حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پرتا ہے اور کسی بھی شخص کی ہمہ گیریت ومقبولیت کے لئے یہی کافی ہے۔ مجدد مائۂ ماضیہ مؤید طاہرہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ بھی انہیں خوش قسمت ہستیوں میں سے ہیں جن کی عظمتوں کے ترانے اپنے تو اپنے غیر بھی گانے پر مجبور ہوگئے۔ آپ کی ہمہ جہت وہمہ گیریت کیا تھی اور آپ کے ہم عصروں کے درمیان آپ کی کیا حیثیت تھی اس کا اندازہ آداب والقابات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، جن کے ذریعے وہ آپ کو یاد کرتے اور آپ کا تذکرہ کرتے تھے۔ یہ موضوع مستقل ایک کتاب کا متقاضی ہے جب کہ سرِ دست ہمیں ایک مختصر سا مضمون سپردِ قلم کرنا ہے۔ اس لئے ہم قارئین سے معذرت کرتے ہوئے فقط چند مشاہیر شخصیات وقابلِ ذکر افراد کے اقوال ونظریات کو زینتِ قرطاس کرنے کی سعی کریں گے۔

۱۔ قطب المشائخ شاہ ابوالحسین احمد نوری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ مارہرہ شریف:

”چشم وچراغِ خاندانِ برکاتیہ مارہرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب دَامَ عُمْرُھُمْ وَ عَلَیْہِمْ! از ابوالحسین۔ بعدہ، دعا، فقرہ مقبولیت محررہ القابات سطر بالا واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو دیا تھا۔ باوجودیکہ میں لائق نہ تھا، چوں کہ اب میں بظاہر اسباب، انواعِ امراض میں مبتلا ہوں تو اب سوائے آپ کے حامیِ کار اس خاندان عالی شان کا خلفا میں کوئی نہ رہا، لہٰذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمائے غیبی پہنچادیا، بطوع ورغبِ قلب یہ خطاب آپ کو دیا اور بخش دیا۔“ (حیاتِ آلِ رسول احمدی مارہروی، ص ۹۸ تا ۹۹)

۲۔ تاج العلما، سیّد شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری مارہرہ شریف:

”حامیِ سنّت، قاطعِ بدعت، ماحیِ فتن، جامعِ کمالات، منبعِ برکات، لازالت شمس افادتھم طالعۃ مولانا المعظّم!“ (احکامِ شریعت، سوم ص ۴؛ فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ، ج ۶، ص ۲ ۶۳)

۳۔ تاج الفحول حضرت سیّد عبدالقادر بدایونی:

”مولانا الابجل الاکمل“ (مکتوباتِ علما واہلِ صفا، ص ۶۲ تا ۶۳)

۴۔ حضرت سیّد شاہ اسماعیل شاہ جی میاں مارہرہ شریف:

''فخر الافاضل، صدر الاماثل، افضل العلما، اجل الفضلا، مجمع الفضائل والفواضل، مدقق دقائقِ شریعت و محققِ حقائقِ طریقت۔'' (مفاضاتِ طیبہ، ص ۱۴ تا ۱۵ و ۴۸ تا ۴۹)

۵۔ حضرت علامہ شاہ عبدالصمد چشتی پھپھوند شریف:

''معین الاسلام والمسلمین، قامع اساس المحدثین'' (مکتوباتِ علما و کلامِ اہلِ صفا، ص ۳۳)

۶۔ حضرت مولانا سیّد شاہ ابراہیم قادری رزّاقی بغداد شریف:

''العالم الفاضل، البحر المتقاطر'' (دبدبہ سکندری، رام پور، ۲۰/ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۳، ماخوذ از خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا)

۷۔ تاجدارِ ترہت، علامہ شاہ ابوالولی محمد عبدالرحمٰن محبّی قادری، پوکھریرا شریف، سیتامڑھی بہار:

''مفتیِ علام، وحید العصر، فرید الدہر، مفتیِ اسلام، مرجعِ عام، امامِ انام، بیخ کنِ مجدیاں، صف شکنِ بد مذہبیاں'' (الصوارم الہندیہ، ص ۴۶)

۸۔ حضرت مولانا قاضی سیّد احمد میاں، راجستھان:

''قدوۃ العلما، زبدۃ الفقہا'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۱۲۴)

۹۔ حضرت مولانا اسرار الحق دہلوی، گجرات:

''افضل العلما، اکمل الکملا، آیت من آیۃ اللہ، برکت من برکۃ اللہ، مجددِ دین، نائبِ سیّد المرسلین۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۱۹۹)

۱۰۔ حضرت مولانا عبدالسلام ہمدانی، امرتسر:

''بحضور فیض گنجور، سراپا رحمتِ یزداں، رئیس العلماء والفضلاء (مقدمہ، خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۱ ص ۱۹، از ڈاکٹر امجد رضا امجد)

۱۱۔ حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری:

''عالی منقبت، اعلم العلماء المتبحرین، افضل العلماء المتصدرین، سند النبلاء المدرّسین، مسند الکملاء المفتین، شیخ الاسلام و المسلمین، مجتہدِ زمانہ، فریدِ آدانہ، صاحبِ حجتِ قاہرہ، مویّدِ سنّت زاہرہ، مجددِ زمانۂ حاضرہ، بحرالعلوم، کاشف السرو المکتوم، قبلۂ عالم، حضرت مولانا و مقتدانا و سندنا، مرشدنا، وذخرنا لیومنا وغدنا، وسلیتنا و برکتنا فی الدنیا والدین، آیۃ من آیات اللہ رب العالمین، نعمۃ اللہ علی المسلمین، تاج المحققین، سراج المفتین ذو المقامات الفاخرۃ، والکمالات الزاہرۃ الباہرۃ، صدر الشریعہ، اعلیٰ حضرت، آقائے نعمت و العلامۃ الاجل، الابجل الاکمل، حلال عقدۃ لاینحل، مقتدائے اہلِ سنّت، قبلہ و کعبہ،

سیّدی و سندی و ثقتی و مرشدی و کنزی و ذخری لیومی وغدی، مظهرِ سر الهداية واليقين، مويّد الشريعه المحمديه، مجددِ معالم السنة السنيه، روض الانوار و البحرالاسرار، شيخ الاسلام والمفتی العلام الامام ملك العلماء الاعلام قبلتنا فی الكونين و كسبتنا فی الدارين روحی فداه لازالت الشموس افضاله طالعة و بدور جلاله لامعة، قبلتنا فی الكونين، وسليتنا فی الدارين، سرکارِ اقدس، آقائے نعم، قبلۂ حاجاتِ ما، کعبۂ ایمانِ ما، برهان الفضلاء المدققين، خير الاحقين بالمهرة، المجتهدين السابقين، مكرم كرام العرب و العجم، العلامة المعتمد المستند، قطب المكان، غوث الزمان، اعلیٰ حضرت امامِ اهلِ سنّت، قبلۂ جانم، کعبۂ ایمانم، مفيض الكلمات الربانيه علیٰ حجة الله البالغة علی العالمين، سيّد العلماء المتبحرين، فخر الكملاء الراسخين خير الحقة السابقين، تاج المفسرين، سراج الفقهاء و المحدثين، حجة الخلف بقية السلف، ملك العلماء الاعلام، خاتمة الائمة المحققين المدققين قطبِ ربّانی، غوثِ صمدانی، حجة الله البالغة علی العالمين، مولانا الشيخ الاستاذ۔ (صحائفِ رضویہ و عرائضِ سلامیہ، ص ۲۴ تا ۶۸، ماخوذ از خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۱، ص ۴۵۴ تا ۵۰۰)

۱۲۔ ملک العلما حضرت علامہ سیّد ظفر الدین فاضل بہاری:

’’بحضور اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، آقائے نعمت، دریائے رحمت، قبلہ وکعبہ‘‘ (فتاویٰ رضویہ، لاہور، ج ۵، ص ۳۱۵ تا ۳۱۶؛ ایضاً، ج ۱۰، ص ۴۵۹ تا ۴۶۰)

۱۳۔ علامۃ الدہر حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری:

’’علم الہدیٰ، سمی باسمہ الذی بشر بہ عیسیٰ، بزیادۃ لفظ معناہ المرتضیٰ‘‘ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۰، ص ۳۸۲)

۱۴۔ مولانا انور حسین صاحب، ریاستِ رام پور:

’’بحضرتِ اقدس علامۂ محقق وفہامۂ مدقق، فاضلِ بریلوی‘‘ (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۱۶۹)

۱۵۔ حضرت مولانا آصف رضوی صاحب، کانپور:

’’حامی السنۃ، ماحی البدعۃ، یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک، قبلۂ کونین وکعبۂ دارین، محی الملۃ والدین‘‘ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۴۲۲، ایضاً، ج ۶، ص ۱۵۹۔ شہنشاہ کون، ص ۱۰، بحوالۂ خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا)

۱۶۔ حضرت مولانا عتیق احمد صاحب پیلی، بھیت، یوپی:

’’بحضرت اعلم العلما، افضل الفضلا، اکمل الکملا، آفتابِ آسمانِ شریعت، ماہتابِ درخشانِ طریقت، نور بخشِ قلوبِ مومنین، روشن فرمائے دنیا ودیں، حاکمِ محکمِ ایماں، ماتحت حبیب الرحمٰن، فضیلت پناہ، حقیقت آگاہ، امام العلما، حامی دینِ متین واہلِ سنّت، ماحیِ ضلالت وکفر وبدعت، صاحبِ حجتِ قاہرہ، مجددِ مائۃ حاضرہ، آیۃ من آیات اللہ، حاج الحرمین الشریفین، مولانا ومقتدانا‘‘ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۶۷۳؛ مکتوباتِ علما و کلامِ اہلِ صفا، ص ۸۱ تا ۸۲)

۱۷۔ حضرت مولانا محمد عبد الغفور صاحب، مدراس:

"امام العلماء المحققین، مقدام الفضلاء المدققین" (تحفۂ حنفیہ پٹنہ، شمارہ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ، ص ۵۰، ماخوذ از خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۲، ص ۱۵۶)

۱۸۔ مولانا شاہ ابو الرجا غلام رسول قادری، صدر جمعیۃ الاحناف، کراچی:

"جنابِ تقدس مآب، مجمعِ مکارمِ اخلاق، منبعِ محاسنِ اشفاق، سراپا اخلاقِ نبوی، مظہرِ اسرارِ مصطفوی، سلطان العلماء اہلِ سنت، برہان الفضلاء والملۃ، قدوۂ شیوخ الزمان، مولانا المخدوم، بحر العلوم، اعلیٰ حضرت، امام الشریعہ والطریقۃ، مجددِ مائۃ حاضرہ" (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۴۴۳ تا ۴۴۴)

۱۹۔ حضرت مولانا شاہ گیلانی، شمس آباد، پاکستان:

"حضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی، غوث الانام، مجمع العلم والحلم والاحترام، امام العلماء، مقدام الفضلاء، لازوال بالافادۃ والافاضۃ والعزم والاکرام (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۳۴۲)

۲۰۔ حضرت مولانا شاہ کریم رضا قادری گیا:

"تابعِ شریعت، غرمنقاد ملتِ بیضا، جامعِ فضائلِ صوریہ ومعنویہ، قدوۃ العلماء الاعلام، عمدۃ الفضلاء الکرام، ماحیِ بدعت، حامیِ سنت، راس العلما، تاج الفضلا" (تحفۂ حنفیہ، پٹنہ شمارہ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ، ص ۳۴؛ فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۲۶۹ تا ۲۷۰) "ناصرِ ملتِ مصطفویہ، حامیِ مذہبِ حنفیہ، عالمِ اہلِ سنت، دافع وماحیِ شرک وبدعت، ناصر الاسلام والمسلمین، حامیِ شرعِ متین، اعلیٰ حضرت، جنابِ مولانا ومخدومنا، قبلہ وکعبہ، فخرِ علماء دوراں، محسودِ زمانیاں، قامع الشرکۃ والبدعۃ، ملک العلماء، بحر العلوم، محی السنہ، ممیت البدعۃ، محسودِ اقراں، فاضلِ لبیب، کاملِ اریب، فخر العلما، صدر الکبرا، مولانا ومقتدانا، سیدی ومقتدی، مخدومی ومولائی" (مکتوباتِ علماوکلامِ اہلِ صفا، ص ۷۰، ماخوذ از خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۲، ص ۴۸)

۲۱۔ حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی، پیلی بھیت:

"امام الدہر وہمام العصر، عالمِ ربانی وفاضلِ حقانی، بحر العلوم، مولانا، سیدنا، امام المتکلمین وہمام المحدثین، خیر اللحقہ بالمہرۃ السابقین" (مکتوباتِ علماواہلِ صفا: ۱۰۷ تا ۱۰۸)

۲۲۔ مولوی محمد علی مونگیری ناظمِ ندوہ:

"مجمع الکمالات والفضائل، ذوالکمالات العلیہ" (مراسلت سنت وندوہ، ص ۳ تا ۵، بحوالہ مقدمہ خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۱، ص ۹۳، از ڈاکٹر امجد رضا امجد)

۲۳۔ شیخ سید اسمٰعیل خلیل، محافظِ کتب حرم، مکۃ المکرمہ:

"افاضل علما کے بھروسہ، اماثل فقہا کے پیشوا، بلا تخصیص جملہ محدثین کے استاذ، ساتوں طبقوں میں محققین کے سردار، میرے آقا، سید، بھروسہ با اعتماد استاذ، جائے پناہ، آج دنیا میں، کل حشر میں میرے لئے ذخیرہ، سیدی المولوی، حضرت جناب، سیدی خاتمۃ الفقہاء والمحدثین" (الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، بریلی، ص ۱۰۷ تا ۱۰۸، الدولۃ المکیۃ، لاہور، ص ۱۵۵ تا ۱۵۶)

۲۴۔ شیخ عبد القادر کردی المکی:

''حضرت مولانا، فاضل، فضلیت والوں کے پیشوا، سیّدی'' (الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ص ۱۰۵)

۲۵۔ جلیل القدر حضرت علامہ سیّد مامون المدنی:

''وہ استاذ ہیں، یکتائے علامہ ہیں، جائے پناہ، بہت سمجھدار اور تیز فہم ہیں، جن کا قلم جادوں کی طرح فریفتہ کرتا ہے، جن کی باتوں کا لطف نسیم سحر پر فوقیت رکھتا ہے، وہ ایسے کمالاتِ عالیہ کے مالک ہیں کہ ہم ان کی کنہ کا تصور نہ بذریعہ رسم کرسکتے ہیں، نہ بذریعہ حد، وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ ان جیسا فی زمانہ کوئی نہیں کیوں کہ ان کا فضل وکمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جاتی ہے، حضرت جنابِ مکرم، محترم، یگانۂ اقران۔'' (الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ص ۱۱۳ تا 115)

۲۶۔ حضرت سیّد شاہ احمد علوی الوجیہی گجرات:

''مجمع البرکات، حامیِ شرعِ مبین، مولانا واولٰنا مولوی۔'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۵، ۳۹۰ تا ۳۹۱)

۲۷۔ مولوی مرزا محمد اسمٰعیل بیگ، چھتیس گڈھ:

''سرآمد علمائے متکلمین، سرکملادین، جنیدِ عصر، شبلیِ دہر، حامیِ شریعت، ماحیِ بدعت، مجددِ مأتہ حاضرہ، مویّدِ ملتِ طاہرہ'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۴، ص ۴۱۴)

۲۸۔ مولانا اکرام الدین بخاری، خطیب وامام مسجد وزیر خاں، لاہور:

''جنابِ مستطاب، مجمت مآب، قدوۃ الابرار واسوۃ الاخیار، زین الصالحین وزبدۃ العارفین، علامۃ العصر وفرید الدہر، عالمِ اہل السنہ، مجددِ مأتہ حاضرہ، استاذِ زمان ومقتدائے جہاں، لازوال نتیجۂ خاطرہ، درۃ تاج الفیضان، ثمرۂ شجر مضمیرہ باکورات بستان العرفان۔'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۱ ص ۴۸۸)

۲۹۔ حضرت مولانا ابراہیم صاحب، بنارس:

''عالمِ سنّت واہلِ سنّت، ناصرِ ملّت، علامۂ زماں، محققِ دوراں، رأس العلما، رئیس الفضلا'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۹، ص ۵۷۲ تا ۵۷۳)

۳۰۔ حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ نقشبندی، رام پور:

عالی مرتبت والا شان، سمو المکافۃ والمکان" (سلامۃ اللہ لاہل السنۃ لدفع اہل الفتنۃ، ص ۵۷؛ دبدبۂ سکندری، رام پور، یکم جون ۱۹۱۴ء، ص ۱۳ تا ۱۴، ماخوذ از خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۱، ص ۳۶۷)

۳۱۔ حضرت مولانا خلیل الرحمٰن، پکی باغ، بنارس:

''معدنِ عالمِ صوری ومخزنِ اسرارِ معنوی، حضرت مولانا حافظ'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۹، ص ۵۳۳)

۳۲۔ پروفیسر حاکم علی نقشبندی، مجددی، لاہور:

''آقائے نامدار، مؤیّدِ ملّتِ طاہرہ، مولانا ابالفضل اولانا'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۴، ص ۴۱۹)

۳۳۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب، الٰہ آباد:

"سامی منزلت، جامع الکمالات العلمیة والعملیة، حاوی الفنون الاصلیة والفرعیة، مخدوم المعظّم، مطاعی المفخم، نیاز کیشاں، سیّدی و مولائی" (مکتوباتِ علماو کلامِ اہلِ صفا، ص ۷۷)

۳۴۔　حضرت مولانا چودھری عبدالحمید، سہارن پور:

"اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، مجددِ مأتہ حاضرہ، مؤیدِ ملّتِ ظاہرہ" (فتاوٰی رضویہ مع ترجمہ وتخریج، ج ۱۲، ص ۱۸۰ تا ۱۸۲)

۳۵۔　حضرت مولانا عبدالکریم صاحب، احمد آباد:

"حضرت مولانا العلام والبحر القمقام، حامی السنہ، قامع البدعہ، بقیۃ السلف حجۃ الخلف" (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۲ ص ۱۳۱)

۳۶۔　حضرت مولانا عبداللطیف، کاٹھیاوار:

"زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، بحر العلوم ظاہری وباطنی۔" (مکتوباتِ علماو کلامِ اہلِ صفا، ص ۶۶)

۳۷۔　حضرت مولانا الٰہی بخش صاحب:

"قبلۂ شفقت ومرحمت وکعبۂ عاطفت ورافت، واسطۂ حصولِ عزّتِ دوجہاں، وسیلۂ وصولِ سعادتِ جاوداں ابداللہ فضالھم ونوالھم، دامت شموس عنایاتھم، ابازغ ناصیہ، فدویت واردات رابفازہ، مفاخرت وسعادت، مانندِ گلِ رنگین ساختہ، بگزارش مدعا پرداختہ" (فتاوٰی رضویہ، ج ۹، ص ۴۰۸)

۳۸۔　مولانا محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری:

"اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنّت، مجددِ مأتہ حاضرہ، بحر العلوم، علامہ، محقق بریلوی" (الدلآئل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ، ص ۱۶، رضا اکیڈمی، ممبئی)

۳۹۔　حضرت مولانا محمد اسماعیل، محمود آباد:

"امامِ اہلِ سنّت، مجددِ مأتہ حاضرہ، مؤیدِ ملّتِ طاہرہ" (الدلآئل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ، ص ۳۳)

۴۰۔　حضرت مولانا ابوسراج عبدالحق رضوی:

"حضرت عظیم البرکت، عالم اہلِ سنّت، قامع بدعت و محیِ سنّت، مولانا و بالفضل اولانا المولوی" (الدلآئل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ، ص ۴۰)

۴۱۔　حضرت مولانا مفتی محمد ریاست علی، شاہجہاں پور:

"عالمِ اکمل، فاضلِ اجل، حامیِ دینِ غرا، مولانا ومولوی" (الدلآئل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ، ص ۴۲)

۴۲۔　مولانا محمد شفاعت الرسول حنفی قادری، رام پور:

"اعلیٰ حضرت، مجددِ دین وملّت، قامعِ شرک وبدعت، مجددِ مأتہ حاضرہ مؤیدِ ملّتِ طاہرہ امامِ اہلِ سنّت" (الدلآئل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ، ص ۴۴)

۴۳۔　مولانا شاہ حکیم ابوالعلا عبداللہ، گورکھ پور:

"مولانا المعظم ومخدومنا المکرم، حامیِ دینِ متین، ماحیِ کفر ومبتدعین" (مکتوباتِ علماو کلامِ اہلِ صفا، ص ۶۶)

۴۴۔ حضرت مولانا عبد المجید صاحب:

"فیض درجت، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، کاشفِ دقائقِ شرعیہ، واقفِ حقائقِ عقلیہ و نقلیہ، محی السنۃ النبویۃ، معراج الاحادیث المصطفویۃ، صاحب التحقیقات الرائقۃ، زبدۃ السعادات الفائقۃ (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۳، ص ۱۵۵ تا ۱۵۶)

۴۵۔ حضرت مولانا سیّد غلام امام صاحب، بدایوں:

"سرِّ جمیلِ اھلِ فضل و کمال و مسلم الشرف والعلا، ابقاھم اللہ دائم البقا" (فتاوٰی رضویہ، ج ۶، ص ۲۰۳)

۴۶۔ حضرت مولانا سیّد غلام محمد صاحب قادری:

"امام المحققین، مقدام الفضلاء المدققین، حضرت سیّدنا و مخدومنا و مولانا و مولوی و حاجی و قاری" (فتاوٰی رضویہ، ج ۸، ص ۴۶۴ تا ۴۶۵)

۴۷۔ مولانا ابو المنظور محمد غوث بخش، ریاستِ بہاول پور:

"اسمِ درجت، مدراء سجال العلوم علی العموم، حضرت مولانا مخدومنا، قبلہ آمال و آمالِ اخیار عباد اللہ المتعال" (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۹، ص ۳۷۰ تا ۳۷۱)

۴۸۔ مولانا فضل الرحمٰن، امام جامع مسجد فیروز پور، پنجاب:

"حضرت مولانا و بالفضل والکمال اولانا، مظہرِ علومِ دینی و مصدرِ فیوضِ دنیوی، مخدوم و مکرم و معظم" (فتاوٰی رضویہ، ج ۶، ص ۶۴۸ و ج ۱۱، ص ۱۲۱)

۴۹۔ مولانا فضل حق چشتی ملتانی، شاہ پور پنجاب:

"سلطان العلماء المتبحرین، برھان الفضلاء و المتصدرین، کنز الھدایہ والیقین، شیخ الاسلام والمسلمین، مولانا، مفتی العلامہ" (فتاوٰی رضویہ، ج ۸، ص ۱۲۳)

۵۰۔ حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ صاحب دہلوی:

"مولانا مخدوم و مکرم، جامعِ کمالاتِ ظاہریہ و باطنیہ، مولانا و مولوی" (مکتوباتِ علما و کلام اہلِ صفا، ص ۸۶ تا ۸۷)

۵۱۔ حضرت مولانا محمد کریم اللہ خاں صاحب، رام پور:

"مولانا و مکرمنا و معظمنا، مولوی" (مکتوباتِ علما و کلامِ اہلِ صفا، ص ۸۷ تا ۸۸)

۵۲۔ مولانا شیخ لعل نور عالم صاحب گوجرانوالہ:

"حامیِ سنّت، قامعِ بدعت، عالمِ اہلِ سنّت و جماعت، مرجعِ علما و فضلا" (فتاوٰی رضویہ، ج ۱۶، ص ۴۳۱ تا ۴۳۲)

۵۳۔ حضرت علامہ سیّد حیدر شاہ قادری بھیڑ والہ:

"مجدد مأۃ حاضرہ، صاحبِ حجتِ قاہرہ، امام الحنفیہ، شیخ الاسلام، بحر العلوم، علامۂ

ذخار (الصوارم الہندیہ، ص۵۶، راجستھان)

۵۴۔ مولانا ابوالفیض محمد عبدالاحد حنفی رضوی ابنِ محدث سورتی:

''امام العلما، سیّد الاولیا، وارثِ سیّد الرسول، نائبِ خاتم الانبیا علیہم الصلاۃ والسلام اعلیٰ حضرت، عظیم البرکۃ والملۃ والشریعۃ والطریقۃ، محی الاسلام والدین، مجددِ مأتہ حاضرہ، عالمِ دین و سنّت، امامِ اہلِ سنّت مولانا، مولوی، حاجی، قاری، مفتی'' (الصوارم الہندیہ، ص ۴۷، راجستھان)

۵۵۔ حضرت مولانا سیّد میاں صاحب قادری کھیڑہ:

''حضورِ پُرنور، امامِ اہلِ سنّت، مجددِ دین وملت، اعلیٰ حضرت، مولانا، مولوی، حافظ، قاری، مفتی'' (الصوارم الہندیہ، ص ۷۶، راجستھان)

۵۶۔ حضرت مولانا امام الدین رضوی:

''اعلیٰ حضرت، عالمِ اہلِ سنّت، ناظمِ ملت، مفتیِ شریعت، حامیِ طریقت، صاحبِ حجتِ قاہرہ، مؤیدِ ملتِ زاہرہ، مجددِ مأتہ حاضرہ مولانا مولوی'' (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علمائے کوٹلی لوہاراں، ص ۳۰)

۵۷۔ حضرت مولانا ضیاء الدین قادری:

''سیّدی، سندی، مخدومی، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امامِ اہلِ سنّت، مجددِ دین وملت، علامہ، حافظ، شاہ'' (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علمائے کوٹلی لوہاراں، ص ۴۳)

۵۸۔ مولانا محمد ادریس صاحب لکھنو:

''جامع الفضائل، فخر العلما، صدر الحکما، نیرِ اوجِ فضائل، مولانا'' (مکتوباتِ علماو کلامِ اہلِ صفا، ص ۶ تا ۷)

۵۹۔ حضرت مولانا عبدالوہاب، کانپور:

''جامع المعقول والمنقول، واقف الفروع الاصول'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۹، ص ۲۳۹)

۶۰۔ حضرت مولانا محمد الہ دین یار خان، مہاراشٹر:

''فیض مآب، حاوی المعقول والمنقول، کاشف دقائق فرع واصول'' (فتاوٰی رضویہ، ج ۳، ص ۶ تا ۷)

۶۱۔ حضرت مولانا کریم اللہ خان صاحب رام پور:

''مولانا و مکرّمنا و معظمنا و مفخّمنا'' (مکتوباتِ علماو کلامِ اہلِ صفا، ص ۸۷ تا ۸۸)

۶۲۔ حضرت مولانا محمد مظہر حسین صاحب سنبھل:

''حامیِ سنّت و جماعت، ماحیِ بدعت وضلالت، ذوالمجد والایقان'' (مکتوباتِ علماو کلامِ اہلِ صفا، ص ۹۶)

۶۳۔ حضرت مولانا مفتی نذیر احمد خاں احمد آباد:

''عالی مرتبت، قاطعِ بنیان الملحدین، قامعِ اساسِ مبتدعین، جامعِ کمالاتِ علمیہ وعملیہ، حاویِ علومِ اصولیہ وفروعیہ'' (مکتوباتِ علماو

کلامِ اہلِ صفا، ص ۱۰۳)

۶۴۔ حضرت شمس العلما مولانا محمد نعیم الدین لکھنوی۔

''عزیز جسم وجاں، فضائل وشمائل نشاں'' (فتاویٰ السنۃ لالجام الفتنۃ، طبعِ بریلی، ص ۵۰ تا ۵۱، ماخوذ از خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا، ج ۲، ص ۴۲۵)

۶۵۔ مولانا شاہ عبداللہ صاحب، زیبِ سجادہ دربارِ عالیہ بھرچونڈی شریف:

''تاج الفقہا، سراج العلماء المدققین، حامی السنۃ والدین، غیاث الاسلام والمسلمین، مجددِ مأتہ حاضرہ (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۵۷۹)

۶۶۔ مولانا شاہ عبدالخالق صاحب، مدرس مدرسۂ محمدیہ، حیدرآباد:

''حضرت مولانا العلام الحبر حامی السنہ، قامع البدعہ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۱۳۱)

۶۷۔ مولانا قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی، عظیم آباد پٹنہ:

''عالمِ اہلِ سنت، دافع و ماحیِ رسوم شرک و بدعت، ناصر الاسلام والمسلمین، حامیِ شرع متین، فخر العلماء والفضلا، محسودِ زمانیاں، مولانا، مخدومنا، قبلہ وکعبہ'' (مکتوباتِ علما وکلامِ اہلِ صفا، ص ۶۹)

۶۸۔ مولانا شاہ عبدالغفار قادری حنفی، بنگلور:

''جامعِ معقول ومنقول، حاویِ فروع واصول، جامعِ شریعت وطریقت، واقفِ حقیقت ومعرفت، مخدومنا، مولانا ومولیٰ'' (تحفۂ حنفیہ، شمارہ ماہِ شعبان ۱۳۲۱ھ ماخوذ از خطوطِ مشاہیر، بنام امام احمد رضا، ج ۲، ص ۶۱ تا ۶۲)

۶۹۔ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب میرٹھی:

''مخدوم ومکرم، ناصر الاسلام، سراپا رحمت، مؤیِّد عقائد ملفسا (مکتوباتِ علما وکلام اہلِ صفا، ص ۳۱)

۷۰۔ حضرت مفتی عمر الدین صاحب ممبئی:

''حضرت مولانا المعظّم، ذی الفضل الاعظم، حامی دین مبین۔ (مکتوباتِ علما وکلام اہلِ صفا، ص ۸۳)

۷۱۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کاٹھیاوار:

''زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، بحر العلوم ظاہری و باطنی۔ (ہفت روزہ، دبدبۂ سکندری، رام پور، ۲۰ رجولائی ۱۹۱۴ء، بحوالۂ خطوطِ مشاہیر بنام امام احمد رضا)

۷۲۔ حضرت مولانا سیّد اسماعیل شاہ جی میاں، مارہرۂ مطہرہ:

''صدر الاماثل، مجمع الفضائل والفواضل، مدقق دقائقِ شریعت و محقق حقائقِ طریقت، افضل العلما، اجل الفضلا (مفاوضۂ طیبہ، ص ۴۰)

مذکورۂ بالا سطور کے مطالعہ کے بعد یقیناً آپ اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ امامِ اہلِ سنت، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا نہ صرف علم وفن کے تاجور تھے بلکہ اہلِ علم وفن کے مرجع ومرکز بھی تھے۔ آپ کے ہم عصر علما ومشائخ نے جن القابات وآداب سے آپ کا تذکرہ کیا ہے اس سے آپ کی ہمہ گیر عظمت ورفعت کا بخوبی پتا چلتا ہے۔ اس حقیقت کو عقیدت کیشی اور مبالغہ آرائی کے خانے میں ڈال کر سچائی کا خون ہرگز نہیں کیا جا سکتا اور جو لوگ اس بات پر بضد ہیں انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ مجھے سخت حیرت ہے ان جدیدیت کے متوالوں پر جو وقتی شہرت ورفعت کی حرص میں اپنے بزرگوں کے دامنِ حرمت کو داغ دار کر کے ہی اپنی خود ساختہ عزت ورفعت کا شیش محل بنانے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے۔ آمین!

❖❖❖

امام احمد رضا اور داڑھی کی شرعی حد

از: سید اولاد رسول قدسی مصباحی
نیویارک، امریکہ

یہ حقیقت کوہ گراں کی طرح اٹل ہے کہ برصغیر میں احقاق حق اور ابطال باطل کی جو درخشانی نظر آتی ہے یہ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان کی بے لوث، اور ناقابل فراموش قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ آپ نے آخری سانس تک اپنے ناموس کی پرواہ کیے بغیر ناموس مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت وصیانت میں جہاں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، وہیں گوناگوں مسائل کی تنقیح وتوضیح میں بھی دلائل وبراہین کے انبار لگادئے۔ معترض کے ہر جملے کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ اس کا ہر وار بے کار ہوکر رہ گیا۔ آپ نے کئی سوالوں کے جوابات میں چند صفحات نہیں بلکہ پورا کا پورا رسالہ قلم بند فرمایا۔ ان رسائل کو فتاویٰ رضویہ کی جلدوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ آج کی کیا تخصیص؟ صبح قیامت تک آپ کی خدمات بھلائی نہیں جاسکتیں۔ اس حقیقت سے انکار وہی کرے گا جس کا ذہنی توازن یا تو برقرار نہ ہو یا وہ عملی میدان میں قلاش ہو، یا پھر اس کے سینے میں حسد وتعصب کی گہری کائی جمی ہو۔ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے عہد زریں سے لے کر ماضی قریب تک تمام اہل حق، مستند ومعتبر بزرگوں نے نہ صرف یہ کہ آپ کے احسانات کا بصمیم قلب اعتراف کیا، بلکہ آپ کے نقوش قدم پر چلنا اپنے لیے مایۂ افتخار اور بقائے ایمان کا ضامن سمجھا۔ اپنے متوسلین ومعتقدین کا تادم حیات مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے گامزن رہنے کی تلقین فرمائی اور اس بات کا بھی برملا اعلان واظہار کیا کہ جس مسئلہ میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تحقیق انھیں مل جائے اس پر سر تسلیم خم کردیا جائے۔

اگر کوئی بدعقیدہ یا بدمذہب آپ کی ذات، مسلک یا آپ کی تحقیق پر شب خون مارنے کی لاحاصل کوشش کرے تو کوئی حیرت واستعجاب کی بات نہیں، لیکن یہاں المیہ یہ ہے کہ آج اس محاذ میں وہ لوگ نظر آرہے ہیں۔ جو اپنے آپ کو سنت کی کشتی کا سب سے بڑا ناخدا سمجھ رہے ہیں۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جب بھی کسی نے ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھانے'' کا روپ دھارا یا بہ لفظ دیگر اپنوں میں رہ کر نفاق کا بیج بویا تو اسے ہمارے اسلاف نے کبھی نہیں بخشا۔ اس کا ہر ممکن تعاقب کر کے اس کے ناپاک حربوں کو چاروں شانے چت کردیا۔ ہمارے اسلاف نے ایسے شر وفساد پھیلانے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانے اور اسے اس کی علمی اوقات دکھانے میں یہ نہیں دیکھا کہ سامنے والا اپنا ہے یا غیر، صاحب علم ہے یا اہل قلم، صاحب جبہ ودستار ہے یا نمائشی تقوئی شعار، جماعت کا نام نہاد پیشوا ہے یا روحانیت کا ٹھیکدار۔

کئی سالوں سے ہندو پاک کے کچھ مولویوں نے ایک مشت داڑھی کے وجوب کو متنازع فیہ بنا رکھا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دور میں بھی جب کبھی اس سلسلے میں یہ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال

فقہا کی غلط سلط تعبیریں کی گئیں، تو آپ کا قلم خاموش نہ رہا، بلکہ آپ نے مخالف کے اقوال کاسدہ اور دلائل فاسدہ کا رد بلیغ فرمایا۔ چناں چہ ۱۳۱۰ھ میں آپ نے ''لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحٰی'' نامی ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا: جس میں آپ نے دلائل باھرہ سے ثابت فرمایا کہ ایک مشت داڑھی مستحب وسنت نہیں، بلکہ واجب ہے۔ اگر ہم اس سلسلے میں غور کریں تو قرآن مقدس کے سورۂ طٰہٰ کی چورانویں آیت سے بھی ایک مشت داڑھی کا وجوب اشارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قال یبنؤم لاتاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی۔ (سورۂ طٰہٰ: ۹۴)

کہا: اے میرے ماں جائے! نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

مذکورہ آیت میں داڑھی پکڑنے کا ذکر ہے۔ یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں کہ داڑھی اس وقت پکڑی جاسکتی ہے جب بیکم ازکم چار انگل ہو۔ اور ایک مشت داڑھی چار انگل پر ہی ہوتی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ میں ''لاتاخذ بلحیتی'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ آیت کریمہ میں ''لحیہ'' کا فقط ذکر ہی نہیں، بلکہ داڑھی بڑھانے کی طرف اشارہ نکلتا ہے کہ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انبیاء کرام بالخصوص ان اٹھارہ رسولوں میں ہیں جن کا نام پاک اس رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر ان کی اقتداء کا حکم ہوا: قال سبحٰنہ:

''ومن ذریته داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسیٰ وھٰرون وکذالك نجزی المحسنین۔ یعنی پاک پروردگار نے ارشاد فرمایا اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ہوتے ہیں اور ہم یوں ہی نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

''اولئك الذین ھدی الله فبھدیھم اقتدہ۔ یعنی یہ انبیاء وہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے راہ دکھائی تو تو انھیں کی راہ کی پیروی کر۔

علاوہ ازیں جہاں تک رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی شریف کا معاملہ ہے اس سلسلے میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے جامع الترمذی۔ باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ'' سے حدیث نقل فرمائی:

''ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یاخذ من لحیته من عرضھا وطولھا۔ یعنی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کے بال عرض وطول سے لیتے تھے۔''

اس نقل حدیث کے بعد آپ لکھتے ہیں:

''کہ علما فرماتے ہیں یہ اس وقت ہوتا تھا جب ریش اقدس ایک مشت سے تجاوز فرماتی بلکہ بعض نے یہ قید نفس حدیث میں ذکر کی کما نقل عن التنویر والمفاتیح والغرائب۔

حدیث مذکورہ کی تائید میں آپ نے ''مرقاۃ المفاتیح'' کی مندرجہ ذیل یہ عبارت بھی پیش فرمائی:

''قیل الحدیث فی شرح الشرعة بقوله اذا زاد علی قدر القبضة وجعله فی التنویر من نفس الحدیث وزاد فی الشرعة وکان یفعل ذالك فی الخمیس او الجمعة ولا یترکه مدة طویلة۔ یعنی حدیث

میں ''قید الشرعۃ'' کی شرح میں یہ قول سے مذکور ہے، جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داڑھی مبارک کے بال قدر مشت سے زائد ہو جاتے تو آپ زائد بالوں کو کترواد یتے تھے اور تنویر میں قید مذکور کو نفس حدیث قرار دیا گیا ہے۔اور الشرعۃ میں اتنا اضافہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروز جمعہ یا جمعرات کو ایسا کرتے تھے اور زیادہ عرصہ نہیں چھوڑتے تھے۔''

واضح رہے کہ حضرت قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے'' کے ضمن میں تحریر فرمایا ''کثراللحیۃ تملؤ صدرہ۔''یعنی سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گنجان تھی جو سینۂ مبارک پہ چھائی ہوئی ہوتی تھی۔

بعض حضرات ایک مشت داڑھی ناپنے میں بھی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ جاتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ داڑھی ایک مشت ہونی چاہیے تو پھر اس کی مقدار لب زیریں کے نیچے سے کہ ہاتھ رکھ کر چار انگل ناپی جائے گی۔اس سلسلے میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے دلائل کے ذریعہ جہاں یہ فرمایا کہ مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائے گی وہیں یہ بھی فرمایا کہ''وہ جو بعض بے باک جہال لب زیریں کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر چار انگل ناپتے ہیں کہ ٹھوڑی سے نیچے ایک ہی انگل رہے یہ محض جہالت اور شرع مطہر میں بے باکی ہے''۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ شریف (مترجم) جلد ۳،ص:۵۷۱، میں داڑھی سے متعلق سوال پر کہ ''داڑھی کتر انا اور منڈانا اور چڑھانا جائز ہے یا نہیں''فرماتے ہیں کہ:

''داڑھی حد مقدار شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع وحرام اور کفار کا شعار''

پھر اس کے بعد آپ نے صحیح المسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ کی ایک بہت ہی اہم حدیث پیش فرمائی:

''عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ رواہ المسلم۔ یعنی دس چیزیں سنت قدیمہ انبیاے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں،ان میں سے مونچھیں کم کرنا اور داڑھی بڑھانا۔''

داڑھی کی حد شرع سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول،بحوالہ اشعۃ اللمعات، کتاب الطہارۃ باب السواک ملاحظہ فرمائیں:

''حلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج وہنود وجوالقیان کہ ایشاں را قلندریہ نیز گویند، وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب است وآں کہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقۂ مسلوک در دین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنت است۔ داڑھی مونڈھنا حرام ہے اور یہ ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے جو قلندریہ بھی کہلاتے ہیں اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ یہ سنت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔''

مذکورہ ''باب السواک'' میں حضرت محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ داڑھی کی حد شرع کے تناظر میں مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مشہور قدر مشت ست چنانچہ کمتر ازیں نباید واگر زیادہ برآں بگزارد و نیز جائز ست بشرطیکہ از حد اعتدال نگزرد''۔ یعنی مشہور مقدار ایک مشت ہے پس اس مقدار سے کم نہیں ہونی چاہیے اور اگر اس سے زیادہ چھوڑے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے نہ بڑھ جائے۔''

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ایک مشت داڑھی کے وجوب کے اثبات میں جہاں ابوداؤد، نسائی مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کی حدیثیں پیش کیں جن میں مندرج ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر زائد بالوں کو کاٹ ڈالا کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے، وہیں کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ، میں مرقوم مندرجہ ذیل عبارت بھی پیش کی:

''اخبرنا ابو حنیفۃ عن الھیثم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ کان یفیض علی لحیتہ ثم یقص ما تحت القبضۃ۔ یعنی ہم سے امام ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا ان سے ابوالھیثم نے ان سے حضرت عبداللہ بن عمر نے کی حضرت عبداللہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کتر ڈالتے تھے۔''

مذکورہ بالا روایت کے متعلق حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ لہ نا خذ وھو قول ابی حنیفۃ۔ یعنی ہم اسی کو لیتے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ علاوہ ازیں فقہ کی مختلف معتبر و مستند اور مشہور زمانہ کتابوں میں بھی واضح طور پر لکھا ہے کہ ایک مشت داڑھی واجب ہے۔ درمختار میں ہے ''السنۃ لہ القبضۃ'' یعنی ایک مشت داڑھی واجب ہے۔ لفظ سنت سے مغالطہ میں نہ پڑیں کیوں کہ ہم نے اس سے پہلے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تشریح پیش کردی ہے کہ یہاں سنت سے مراد طریقۂ مسلوک ہے جو وجوب کے منافی نہیں۔

اسی طرح طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۴۱۱ لہ بھی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''واللفظ للطحطاوی الاخذ من اللحیۃ وھو دون ذالك (ای بقدر المسنون) وھو القبضۃ کما یفعلہ المغاربۃ ومخنثۃ الرجال لم یبحہ احد واخذ کلھا فعل کھنود الھنود ومجوس الاعاجم۔ یعنی داڑھی جب کہ ایک مشت سے کم ہو تو اس کا کاٹنا جیسا کہ بعض مغربی اور مخنث کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں اور کل داڑھی کا صفایا کرنا یہ کام تو ہندوستان کے ہندوؤں اور ایران کے مجوسیوں کا ہے۔''

اگر کتب احادیث و فقہ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو داڑھی کے ایک مشت واجب ہونے پر کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اختلاف اس پر ہے کہ ایک مشت کے بعد داڑھی کے زائد بال کو کاٹنا واجب ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں مختلف اقوال موجود ہیں۔ ان میں سب سے اہم درمختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم، کی عبارت ذیل میں پیش کرتا ہوں جسے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا ہے:

''صرح فی النھار بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ الاذن یحمل الوجوب علی الثبوت۔ یعنی نہایہ میں تصریح کی گئی ہے کہ داڑھی کے جو بال مقدار مشت سے زیادہ ہوں، انھیں کتر ڈالنا واجب ہے۔ ''القبضۃ'' میں ''ق'' پیش کے ساتھ ہے اس کا مقتضا یہ ہے اس کا ترک یعنی ایسا نہ کرنا گناہ ہے مگر یہ کہ یہاں وجوب سے ثبوت مراد لیا جائے۔''

ایک مشت داڑھی سے زائد بال کو کاٹنا سنت ہے اس کی بھی ذیل میں اختیار شرح مختار کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''اَلتَّقْصِیْرُ فیہا سنۃ وھو ان یقبض۔ یعنی ایک مٹھی بھر داڑھی سے زائد بالوں کا کتر دینا سنت ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کو کتر ڈالا جائے۔''

ستم بالائے ستم یہ کہ بعض مولویوں نے ایک مشت داڑھی سے زائد بال سے متعلق سنت و واجب کے اختلاف کو نظر انداز کر دیا اور ایک مشت داڑھی جو واجب ہے اس کا انکار کر دیا۔ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ایک مشت داڑھی کے وجوب سے متعلق بہت سارے دلائل پیش کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''بالجملہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا حاصل مسلک یہ ہے کہ ایک مشت تک داڑھی کا بڑھانا واجب ہے اور اس سے زائد رکھنا افضل اور اس کا ترشوانا سنت ہے۔''

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دور میں بھی بعض مولوی آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور اقوال فقہا کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے رہے اور اپنی جہالت و سفاہت کا ثبوت فراہم کرتا رہے۔ اس زمانہ میں بھی حیدر آباد سے جو استفتا آپ کے پاس بھیجا گیا تھا اس میں حدیث کے الفاظ میں ردوبدل کے ساتھ ساتھ مطالب و مفاہیم میں بھی خرد برد کرنے کی بڑی کوشش کی گئی اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ داڑھی ایک مشت واجب نہیں۔ اس استفتا کے جواب میں آپ نے ایک مستقل مبرھن و مدلل رسالہ تحریر فرمایا جو''لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ'' سے متعارف و مشہور ہے۔

استفتا میں سنن ابوداؤد کی حدیث من الفطرۃ المضمضۃ والاستنشاق الخ۔ پیش کرتے ہو جہاں لم یذکر اعفاء اللحیۃ تھا، وہاں لم یذکروا بنا دیا تا کہ تمام رجال سند کو شامل ہو، حالاں کہ حدیث میں صیغہ واحد لم یذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوداؤد نے سکوت کیا جب کہ امام ترمذی نے ھٰذا حدیث حسن کہا اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج فرمائی اسی طرح مذکورہ حدیث کے ضمن میں'' اعفاء اللحی'' یعنی داڑھی بڑھانے کے عدم ذکر سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ داڑھی بڑھانا امور فطرت میں نہیں ہے۔

حالاں کہ یہاں من تبعیضیہ تھی۔ جس کا ترجمہ سیدی اعلیٰ حضرت نے یوں کیا''خصال فطرت سے بعض چیزیں یہ ہیں، تو معلوم ہوا کہ بعض اور بھی ہیں تو داڑھی بڑھانے کا اس میں ذکر نہ آنا حدیث ام المومنین سیدہ عائشہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مروی حدیث میں'' اعفاء اللحی '' یعنی داڑھیاں بڑھانے کا ذکر موجود ہے۔ مزید برآں کہ صحیحین شریفین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث میں''اوفروا اللحی ''(داڑھیاں بڑھاؤ) اور مسلم شریف کے اندر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث''ارخوا اللحی '' ہے یعنی داڑھیاں بڑھاؤ باضابطہ مندرج ہے۔

اس کے برخلاف مستفتی نے حدیث پیش کر کے یہ بتانا چاہا کہ رسول اللہ ﷺ نے داڑھی کا ذکر نہ کیا۔ حالاں کہ جو حدیث اس نے پیش کی ہے اس میں''قولھم '' ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین میں جو اس حدیث کے رواۃ ہیں انھوں نے ذکر نہ کیا نہ کہ رسول اللہ ﷺ نے گویا اس نے آثار موقوفہ و مقطوعہ کو قول رسول ٹھہرا دیا۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اپنے اس رسالے کے اندر مستفتی کی خیانتوں کی خوب نشاندہی کی اس کے بے

جا استدلال کی تردید کی، ایک مشت داڑھی کا وجوب آیات، احادیث، نصوص اور اقوال فقہا سے ثابت کیا کہ داڑھی ایک مشت رکھنا ہر مسلمان مرد کے لیے واجب ہے۔ سزائیں اور وعیدیں بھی بیان فرمائیں تا کہ مسلمان داڑھی منڈاونے یا کتروانے کی جسارت نہ کرے۔

اب اخیر میں بہ طور اختتام سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے جو باتیں تحریر فرمائی ہیں، انھیں ذیل میں ملاحظہ کریں اور ایک مشت داڑھی کے وجوب کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی اس پر عامل بنائیں اور سیدی اعلیٰ حضرت کی تحقیق انیق کے خلاف بولنے یا لکھنے والے کسے باشد ملاؤں کو منہ نہ لگائیں:

"لہٰذا ہم بعض مضامین رسالہ اک جدول میں خلاصہ لکھتے ہیں، جنھیں اللہ ورسول پر ایمان اور روز قیامت پر ایقان ہے ملاحظہ کریں کہ قرآن وحدیث ونصوص ائمہ وعلما کرام قدیم وحدیث میں داڑھی منڈانے کتروانے پر کیا کیا ہولناک سزائیں، وعیدیں، مذمتیں، تہدیدیں وارد ہیں۔ ایمانی نگاہ ہی کافی، اور جو تفصیل چاہے تو یہ فتویٰ واضح، اب جس میں عذاب الٰہی کی طاقت ہو نیچریان ہنود کی بات سنے، مجوس وہنود کی صورت بنے، ان جانگزا آفتوں کو گوارا کرے اور جسے محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت ہو اپنا منھ اسلامی بنالے، شعائر اللہ کی حرمت بجالائے، شعائر کفر سے کنارہ کرلے۔ واللہ الھادی وولی الایادی (اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا اور گوناگوں احسانات وانعامات کا مالک ہے)

❖❖❖

امام احمد رضا اور فروغ اہل سنت

از: ڈاکٹر شفیق اجمل قادری، بنارس

امام احمد رضا محدث بریلوی کو علمائے عرب و عجم نے اتفاق رائے سے چودھویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا ہے۔آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، زور قلم، فقہی بصیرت، ذوق شعر و ادب اور دینی فراست کا عرب و عجم معترف رہا ہے۔امام احمد رضا محدث بریلوی نے سیکڑوں علوم و فنون پر مشتمل ایک ہزار سے زاید کتابیں تحریر فرما کر امتِ مسلمہ کی رہنمائی کا عظیم فریضہ انجام دیا۔ایک طرف آپ نے جہاں بندگانِ خدا کی علمی پیاس بجھائی وہیں دوسری جانب آپ نے انہیں روحانیت کے جام سے بھی سرشار کیا۔سلسلۂ قادریہ سے آپ کو خوب عقیدت و محبت تھی اور خود کو سلسلۂ قادریہ سے وابستہ کر کے اسے برصغیر میں خوب فروغ بخشا۔ لاکھوں لاکھ بندگانِ خدا اس سلسلے میں آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہوئے اور آپ کی ذات کے سبب یہ سلسلہ ''سلسلۂ قادریہ رضویہ'' اور ''خانقاہِ رضویہ'' کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہوا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی بلاشبہ ایک عبقری شخصیت تھے۔آپ جس دور میں تشریف لائے وہ بڑا ہی پُرفتن دور تھا۔ تصوف و معرفت پر ہر چہار جانب سے حملے ہو رہے تھے۔بدعت کا عام رواج ہو گیا تھا۔شریعتِ مطہرہ کی پامالی کی جارہی تھی۔ بدمذہبیت کے خطرناک جراثیم مومنِ صادق کے ایمان کو کھوکھلا کر رہے تھے۔امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنے قول و فعل سے بنی نوع انسان کے عقیدہ و عمل کی اصلاح و فلاح کا عظیم کارنامہ انجام دیا اور آپ نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ اطاعتِ رسول میں گزار کر تمام مسلمانانِ عالم کو سنّتِ مصطفوی ﷺ کی صحیح پیروی کا شعور بخشا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کو جب معرفت کی منزل طے کرنے کے لیے مرشد کامل کی ضرورت ہوئی تو ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں آپ اپنے والد ماجد مولانا شاہ محمد نقی علی خاں اور تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کے ہمراہ خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی کی خدمتِ بابرکت میں مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ میں انہیں سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور ساتھ ہی اجازت و خلافت کی دولت سے بھی سرفراز ہوئے۔

خانقاہِ مارہرہ کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ بیعت کے بعد مریدین کو ریاضت و مجاہدے کے دشوار گزار مراحل سے گزارا جاتا اور ان کے میلے کچیلے دل کو ریاضت و مجاہدے کے ذریعے مصفیٰ و مجلیٰ کیا جاتا، پھر اگر وہ شیخ کے معیار پر کامل اُترتا تو اسے خلافت کی عظیم دولت سے سرفراز کیا جاتا، لیکن جب امام احمد رضا محدث بریلوی بیعت و ارادت سے مشرف ہوئے تو ساتھ ہی آپ کو خلافت بھی دی گئی۔اس پر حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں نے حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی سے دریافت کیا:

''حضور آپ کے یہاں تو طویل و با مشقت مجاہدات و ریاضت کے بعد خلافت و اجازت دی جاتی ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں (امام احمد رضا اور ان کے والد ماجد مولانا نقی علی قدس سرہما) کو بیعت کرتے ہی خلافت دے دی گئی۔تو

حضرت نے ارشاد فرمایا میاں صاحب اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں اس کی صفائی کی اور پاکیزگی کے لیے مجاہدات طویلہ اور ریاضت شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ دونوں حضرات صاف ستھرا دل لے کر ہمارے پاس آئے تو ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی۔ اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی''۔ (۱)

آپ کو اپنے مرشد کی بارگاہ سے بیعت و خلافت کی دولت ملنے کے ساتھ ہی ساتھ تمام سلاسلِ طریقت (جن کی تعداد تیرہ بتائی جاتی ہے) اور تمام موروثی اوراد و وظائف کی اجازت بھی عطا ہوئی۔ ان کے علاوہ درج ذیل مصافحات کی سندات بھی آپ کو تفویض ہوئی تھیں۔

(۱) مصافحۃ الجنیۃ (۲) مصافحۃ المعمریۃ (۳) مصافحۃ الخضریۃ (۴) مصافحۃ المنامیۃ

خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آلِ رسول نے سلسلۂ قادریہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے بیعت ہونے کے بعد آپ کے متعلق ارشاد فرمایا:

''آج وہ فکر میرے خیال سے دور ہو گئی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آلِ رسول! تو میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو عرض کروں گا کہ اے الٰہی! میں تیرے لیے ''احمد رضا'' کو لایا ہوں۔'' (۲)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے شیخ کے وصال کے بعد امام الاولیا شاہ سید نا ابوالحسین نوری (م ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) سے علومِ باطنی کا اکتساب فرمایا۔

سلسلۂ قادریہ سے وابستہ ہوتے ہی آپ نے اسے خوب فروغ دیا۔ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے فرزندان اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس کی اشاعت میں ہمہ وقت کوشاں رہے۔ خانقاہِ رضویہ نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے بعد عالمِ اسلام کو جو مشائخ دیئے ہیں ان میں سے چند مشاہیر مشائخ عظام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں (ولادت ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء/ وفات ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ محمد مصطفی رضا خاں (ولادت ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء/ وفات ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء)، مفسر اعظم حضرت مولانا شاہ ابراہیم رضا خاں (ولادت ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء/ وفات ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء) اور اس وقت تاج الشریعہ حضرت مولانا شاہ اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں قبلہ (ولادت ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) امام احمد رضا محدث بریلوی کے پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ سلسلۂ قادریہ رضویہ کے فروغ اور اس کی اشاعت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

خانقاہِ رضویہ کے مشائخ عظام روحانی کمالات کے جامع تھے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی سے لے کر آج تک پورے تسلسل کے ساتھ اربابِ فضل و کمال، اساطینِ عشق و عرفان اور داعیانِ حق و صداقت اس خانقاہ میں پیدا ہوتے رہے اور اپنے اپنے عہد میں دعوت و ارشاد، تبلیغ و ہدایت، تزکیۂ نفوس اور تطہیر قلوب کی آفاقی خدمات انجام دیتے رہے اور ہر دور میں طالبانِ حق و معرفت اس خانقاہ میں حاضر ہو کر اپنی پیاس بجھاتے رہے۔

آج سلسلۂ قادریہ رضویہ کے فروغ کی ایک بہت بڑی وجہ یہی ہے کہ اس سلسلے میں بنیادی حقیقت ایمان کی پختگی اور شریعت و سنت کی اتباع کا سب سے پہلے درس دیا جاتا ہے اور اوراد و وظائف کا اس کے بعد۔ کیونکہ اوراد و وظائف بھی اپنا اثر

اسی وقت دکھاتے ہیں جب عامل کا ایمان درست ہو اور عقیدہ پختہ، ورنہ سب کچھ برباد ہو جاتا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اوراد و وظائف کی بھی اجازت اسی وقت دیتے ہیں کہ جب بندہ فرائض و واجبات کو مکمل طور پر ادا کرے۔ اس سلسلے میں آپ "الوظیفۃ الکریمۃ" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اذکار و اشغال میں مشغولی سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں ان کا ادا کرنا جس قدر ممکن ہو نہایت ضروری ہے جس پر فرض باقی ہو اس کے نفل و اعمالِ مستحبہ کام نہیں دیتے بلکہ قبول نہیں ہوتے جب تک فرض ادا نہ کرے"۔ (۳)

امام احمد رضا محدث بریلوی سلسلۂ قادریہ کی ایک اہم کڑی ہیں۔ مشائخ قادریہ رضویہ میں سے سیدنا موسیٰ کاظم (م ۱۸۲ھ) سے لے کر سیدنا احمد الجیلانی (م ۸۵۳ھ، تک سید علی رضا، م ۸۴۲ھ) کے علاوہ سبھی حضرات کی زندگیاں بغداد میں گزریں اور بعد وصال ان کے مزارات بغداد مقدس میں ہیں۔ شیخ بہاء الدین (م ۹۲۱ھ) مدفون دولت آباد کے واسطے سے "سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ" کی اشاعت ہندستان میں ہوئی۔ دہلی، کاکوری، لکھنؤ، جہان آباد، کالپی، مارہرہ اور بریلی کے مقامات اس اعتبار سے بابرکت ہیں کہ ان میں مشائخ قادریہ رضویہ نے علم وعرفان کی شمعیں روشن کیں اور مخلوقِ خدا کو واصلِ خدا کیا۔ ان حضرات میں ہر ایک بزرگ خواجہ و مقتدر زمانہ تھا۔ مگر جو عزت و شہرت امام احمد رضا محدث بریلوی کو عطا ہوئی وہ سب سے منفرد تھی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کی شخصیت بڑی متحرک اور فعال تھی۔ طریقت و سلوک کی راہیں آپ نے خاندان مارہرہ کی رہنمائی میں طے کرتے ہوئے دنیا کو رشد و ہدایت کا پیغام دیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے تربیت یافتہ خلفا کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی۔ جنہوں نے تبلیغی، تدریسی، صحافتی، تصنیفی اور سیاسی غرضیکہ سبھی میدانوں میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔

آپ کے خلفا کی ایک لمبی فہرست ہے جو عرب و عجم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب رقم طراز ہیں:

"مولانا بریلوی کے خلفا پاکستان و ہندستان، حجاز مقدس اور دوسرے بلادِ اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے"۔ (۴)

امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلفا و متوسلین نے نہ صرف برصغیر میں بلکہ اقوام عالم میں علم وعرفان کی دنیا آباد کی۔ مسلم دنیا کی اکثر آبادی میں آپ کے انوار پھیلے ہیں۔ آپ کے چند مشاہیر خلفا کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا قادری (م ۱۹۴۳ء)
۲۔ مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری (م ۱۹۸۱ء)
۳۔ صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی (م ۱۹۴۸ء)
۴۔ صدر الافاضل مولانا شاہ نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۹۴۸ء)
۵۔ ملک العلما مولانا شاہ ظفر الدین قادری (م ۱۹۶۲ء)
۶۔ محدث اعظم مولانا شاہ احمد اشرف جیلانی (م ۱۹۲۵ء)
۷۔ شیخ المحدثین مولانا سید دیدار علی الوری (م ۱۹۳۳ء)
۸۔ مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۹۵۴ء)
۹۔ قطب مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی (م ۱۹۸۱ء)

۱۰۔ حضرت مولانا عبد السلام جبل پوری (م ۱۹۴۴ء)
۱۱۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف قادری (م ۱۹۵۹ء)
۱۲۔ حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری (م ۱۹۸۵ء)
۱۳۔ حضرت مولانا تقدس علی خان (م ۱۹۸۸ء)

امام احمد رضا محدث بریلوی کو قرآن وسنت اور دیگر علوم عقلیہ ونقلیہ میں ملکہ حاصل تھا۔ اسی لیے وہ تصوف کے اسرار و رموز سے بھی مکمل طور پر واقف تھے۔ طریقت و معرفت کے دقیق مسائل میں ارباب طریقت ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔ فن تصوف میں امام احمد رضا محدث بریلوی نے متعدد کتابیں تحریر فرمائیں: (۱) کشف حقائق واسرار دقائق (۲) التلطف بجواب مسائل التصوف (۳) نقاء السلافۃ فی البیعۃ والخلافۃ (۴) الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ ...... وغیرہ

یہ وہ تصانیف ہیں جن میں تصوف کے اسرار ورموز اور حقیقت و معرفت کا بحر زخار نظر آتا ہے۔ علم تصوف کے ساتھ ساتھ امام موصوف تصوف کے عملی میدان کے بھی شہسوار ہیں۔ ایسا نہیں کہ علوم تصوف کے دریا تو بہائے مگر خود کچھ نہ کر سکے۔ بلکہ تصوف کے وہ تمام مراحل جن سے گزر کر ایک صوفی درحقیقت صوفی بنتا ہے وہ سب کے سب امام احمد رضا محدث بریلوی نے طے کیے تھے۔ حال و وقت، مقام وتمکین، محاضرہ و مکاشفہ، قبض و بسط، انس و ہیبت، قہر ولطف، نفی واثبات، مسامرہ ومحادثہ، علم الیقین، حق الیقین، علم ومعرفت اور شریعت ومعرفت کی وہ کون سی منازل ہیں جن کو آپ نے سر نہ کیا ہو۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے علوم تصوف کو نہ کسی درسگاہ میں حاصل کیا اور نہ ہی کسی خانقاہ میں تزکیہ نفس کے لیے برسوں ریاضتیں کیں۔ لیکن کتاب وسنت اور دینی علوم کی روشنی سے تصوف کے اسرار ورموز آپ پر آشکار ہو گئے۔ امام احمد رضا بریلوی اپنے عرفان کے حوالے سے خود رقم طراز ہیں:

"علم تصوف کہ اس کی انتہائی حد اگرچہ احاطۂ عقل میں آنے سے وریٰ ہے اور واصل الی اللہ ہونے کے بغیر وہاں تک نہیں پہنچا جا سکتا لیکن تعلیم ظاہری کی بدولت یا نظر وفکر میں کوشش کرنے کے سبب یا حسن تدبیر اور صحیح سوچ بچار کے ذریعہ جتنا تصوف حاصل ہو سکتا ہے اتنا ہے۔" (۵)

امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے نظریۂ تصوف میں متقدمین صوفیا کے دوش بدوش نظر آتے ہیں اور ہر ایک منزل پر شریعت کا لحاظ کامل طور پر ملحوظ رکھتے ہیں۔ وہ طریقت کو شریعت اور شریعت کو طریقت کے آئینہ میں دیکھنے اور پرکھنے کا اعلیٰ شعور رکھتے تھے۔ راہ سلوک کے لیے مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے، تصوف کے منازل مرشد کامل کے بغیر طے نہیں کیے جا سکتے۔

اس سلسلے میں امام احمد رضا محدث بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

"قرآن وحدیث میں شریعت، طریقت، حقیقت سب کچھ ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ ظاہر و آسان مسائل شریعت ہیں۔ ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین ان کی شرح نہ فرماتے تو علما کچھ نہ سمجھتے اور علمائے کرام اقوال ائمہ مجتہدین کی تشریح وتوضیح نہ کرتے تو ہم لوگ ارشاد ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز رہتے۔ جب احکام شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن ہے کہ دقائق معرفت بے مرشد کامل خود بخود قرآن وحدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے۔ یہ راہ سخت باریک اور بے شمع

مرشد نہایت تاریک ہے۔ بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثریٰ تک پہنچا دیا۔ تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا ادعا کرے۔ ائمہ فرماتے ہیں آدمی اگر چہ کتنا ہی بڑا عالم، عامل، زاہد، کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے۔ بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں۔'' (۶)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے نام نہاد صوفی پیروں سے عوام کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک ضابطہ بیان کیا تاکہ جاہل پیر بھولے بھالے مریدوں کو احکام شریعہ سے نہ بہکا سکیں۔ آپ نے ایک ایسا خط کھینچا جس سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے چند شرطیں رقم کیں کہ پیر کو کیسا ہونا چاہیے:

''(۱) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا ہو بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعے سے اتصال ناممکن (۲) سُنی صحیح العقیدہ ہو بد مذہب نہ ہو (۳) عالم ہو۔ علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہلِ سنّت سے پورا واقف، کفر و اسلام اور ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو۔ (۴) فاسق ملعن نہ ہو۔'' (۷)

مذکورہ بالا تمام شرطیں ایک کسوٹی ہیں۔ لگتا ہے امام احمد رضا نے اپنی عرفانی نگاہوں سے بارگاہ رسالت کو اس طرح دیکھا اور ایسی حاضری دی ہے جس سے بند دلوں کی کشود ہوتی ہے۔ پیر و مرشد کا تعلق اپنے مرید سے اتنا دل گیر اور ترالا ہوتا ہے جہاں سے رضاے الٰہی کے زینے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر شیخ علم سے کورہ و بے بہرہ ہوگا تو اس کا پورا اثر مرید پر نمایاں ہوگا کیونکہ مرید پیر کا مظہر ہوتا ہے۔ یہ ساری کی ساری شرطیں ایک مرشد کامل کے لیے آئینے کا درجہ رکھتی ہیں۔ شیخ جب کامل ہوتا ہے تو مرید میں بھی کمال ہوتا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے تصوف کے میدان میں پیدا شدہ تمام غلط روشوں کی سرکوبی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور ان کو اصل تصوف کا رنگ دینے کی بھرپور کوشش کی۔ تصوف اور اس کے اغراض و مقاصد کا صحیح تصور آپ نے پیش کیا۔ نام نہاد صوفیا جن کی غلط روی اور بدکاری کے سبب تصوف کے دامن سے بدنما داغ کو مٹانے کے لیے پوری زندگی جہاد بالقلم کرتے رہے۔ بزرگانِ دین کے نام پر جو لوٹ کھسوٹ مزارات پر مچی ہوئی تھی، اسے آپ نے صرف منع ہی نہیں فرمایا بلکہ سختی سے اس کی مخالفت کی۔ قبر پر سجدہ کرنے کو حرام لکھا اور اس کے تعلق سے ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے خانقاہوں اور صاحبِ خانقاہ کے تقدس کی خاطر اپنی پوری زندگی کو وقف کر دیا تھا۔ آپ نے خانقاہی نظام کو درست کرنے کا انمول ضابطۂ حیات عطا فرمایا۔ یقیناً خانقاہوں پر امام احمد رضا کا ایک عظیم احسان ہے، آج اگر خانقاہیں محفوظ ہیں۔ مقابر کی عظمت کو برقرار رکھا گیا۔ آثارِ مقدسہ کی حفاظت کو ملحوظ رکھا گیا تو کاوش اور ثمرہ ہے امام احمد رضا محدث بریلوی کی عظیم خدمات کا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے تصوف کے اسرار و رموز کو ہر طرح بیان فرمایا وہ طریقت کو شریعت اور شریعت کو طریقت کے آئینے میں دیکھتے تھے۔ آپ یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ تصوف کے راستے پر شریعت کے اصول کی خلاف ورزی کر کے چلنا ممکن نہیں ہے۔ امام احمد رضا نظری تصوف سے کہیں زیادہ عملی تصوف کے پیکر تھے۔ اس لیے ان کی تحریروں میں متصوفانہ افکار و خیالات جابجا جلوہ گر نظر آتے ہیں اور یہی ''سلسلۂ قادریہ رضویہ'' کی اشاعت اور اس کے فروغ کی بنیادی

اساس بھی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حاشیہ تذکرہ نوری، ص ۴۰ بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ المجمع المصباحی مبارک پور ص ۳۹۹
۲۔ سیرتِ امام احمد رضا، عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری، رضوی کتاب گھر دہلی ص ۴
۳۔ الوظیفۃ الکریمۃ، امام احمد رضا بریلوی اسلامک پبلشر دہلی ص ۲۵
۴۔ حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی، پروفیسر محمد مسعود احمد، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ص ۱۴۵
۵۔ الاجازت المتینۃ، امام احمد رضا بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۱۵۱
۶۔ نقاء السلافۃ فی احکام البیعۃ والخلافۃ، امام احمد رضا بریلوی، رضا اکیڈمی، ممبئی ص ۹
۷۔ تاریخ مشائخ قادریہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کتب خانہ امجدیہ دہلی، ص ۳۹۰

❖❖❖

امام احمد رضا اور ان کے معاشی نکات

از: علی اشرف چاپداتوی
آئی ۱۱۲۸/۸ پہاڑپور روڈ (مٹیا برج) کولکاتا ۲۴

۱۹۳۰ء میں جدید اقتصادی نظریات سے عوام اور حکومت کی دلچسپی بیرونی ملکوں میں پہلی جنگ عظیم کے بعد عالمی کساد بازاری (Great Depression) سے ہوئی کیوں کہ قدیم نظریات ناکام ہونے پر ضرورت اس بات کی ہوئی کہ کساد بازاری پر قابو پایا جائے چناں چہ ۱۹۳۶ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے، ایم، کنز John Meynord keynes نے اپنی مشہور زمانہ تالیف ''نظریہ روزگار آمدنی'' پیش کی۔

جے۔ایم۔کینز کے نظریۂ روزگار آمدنی کے مطابق ہر صارف (consumer) کی آمدنی کا ایک معتدبہ حصہ صرف (consumption) کے لیے مختص ہوتا ہے۔، اگر آمدنی اس صرف سے زائد ہے، تو وہ صارف کچھ نہ کچھ رقم پس انداز کر لیتا ہے۔ پس انداز کی گئی یہ رقم (saving) معیشت میں بڑا اہم رول ادا کرسکتی ہے، چناں چہ آمدنی =صرف+پس اندازی (Y=C+S)

اسی طرح سے کینز کے مطابق ہر صناع (Investors,etc,industrialists .) صارف کی طرح اپنی آمدنی کا ایک معتدبہ حصہ صرف (Consumption) پر خرچ کرتا ہے، اگر اس کی آمدنی صرف سے زائد ہے، تو بقیہ رقم کاروبار میں لگاتا (Investment) ہے۔ کاروبار میں لگائی گئی یہ رقم (Investment) معیشت میں بڑا اہم رول ادا کرتی ہے چناں چہ آمدنی = صرف + کاروبار میں لگائی گئی رقم (Y=C+I)

کینز کے مطابق یہ دو مساوات نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔(Y=C+IY=C+S) نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔
ان دونوں مساوات میں Y اور C مشترک (Common) ہیں، اگر انہیں کٹ کر دیا جائے تو S&I بچتے ہیں۔ اگر Saving,Investment سے زیادہ ہوجائے، تو کساد بازاری کی شروعات ہوجاتی ہے، اس کے برعکس اگر Saving,Investment سے کم ہوجائے تو معیشت افراط زر کا شکار ہوجاتی ہے، چناں چہ علم معاشیات کے اس نباض (جے۔ایم۔کینز) نے اس بات پر زور دیا کہ Investment اور Saving کا ایک دوسرے کے برابر ہونا نہایت ضروری ہے۔ نیز اس نے یہ بھی مشورہ دیا کہ تیز رفتار معاشی ترقی کے لیے Saving میں اضافہ اس طرح جاری رہے کہ بھی اس کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے، تو ملک کی معاشی ترقی کی رفتار تیز تر ہوتی جائے گی۔

جے۔ایم۔کینز نے اپنے نظریہ روزگار و آمدنی میں ایک نئی معاشی اصطلاح کا بھی استعمال کیا ہے، جسے وہ موثر طلب (Effective Demand) کہتے ہیں۔ اوپر کے سطور میں ہم نے کینز کے دو مساوات دیکھے ہیں۔ اول Y=C+S اور

دوم Y=C+I ان دونوں فارمولوں سے اگر Y کو مشترک ہونے کے سبب حذف کر دیا جائے تو باقی رہ جاتے ہیں C+S اور C+I, C+S کو اس نے ''کل رسد'' یعنی Aggregate Supply اور کو ''کل طلب'' یعنی Aggregate Demand کہا ہے۔ جہاں Aggregate Supply اور Aggrergate Demand ایک دوسرے کے برابر ہو جاتے ہیں۔ وہ مقام ''موثر طلب'' (Effective Demand) کی نشاندہی کرتا ہے، ملک میں کتنے لوگوں کو روزگار ملے گا، آمدنی کتنی ہوگی اس کا تعین ''موثر طلب'' ہی کرتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ایک موثر طلب پر مکمل روزگاری (Full Employment) اور اعلیٰ ترین آمدنی (Maximum Income Level) کی نشاندہی کرے۔ اس مقام پر کچھ بے روزگاری (Unemployment) بھی ممکن ہے، چناں چہ آمدنی کی سطح، اعلیٰ ترین آمدنی سے کم بھی ہو سکتی ہے۔

جے۔ ایم۔ کینز نے اپنے نظریہ روزگار و آمدنی میں دو اور معاشی اصطلاحوں کو بہتر ڈھنگ سے متعارف کیا ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں ہیں Multiplier اور Accelerator Multiplier کا تعلق کینز کے پہلے فارمولے (Y=C+s) کے C اور S سے ہے۔ یعنی صرف Consumption جتنا زیادہ ہوگا Multiplier کے سبب آمدنی (Y) اور روزگار (Employment) میں اس سے زیادہ تیزی سے اضافہ ہوگا۔ اس کے برعکس جتنی زیادہ ہوگا اس کے تیز تر منفی اثرات آمدنی اور روزگار پر پڑیں گے۔

اس طرح کا تعلق کینز کے دوسرے فارمولا (Y=C+I) سے ہے۔ Investment یعنی روپیہ کاروبار میں جتنا زیادہ لگایا جائے گا Accelerator کے سبب اس سے کہیں زیادہ تیزی سے آمدنی اور روزگار میں اضافہ ہوگا۔

جے۔ ایم۔ کینز کے نظریہ روزگار اور آمدنی کا یہ نہایت مختصر اور ممکنہ حد تک سلیس خاکہ ہے۔ جس پر عمل کرنے سے عالمی کساد بازاری تحلیل ہونا شروع ہوئی اور اس کا مکمل خاتمہ ۱۹۳۹ء میں ہوا۔ حکومت برطانیہ نے جے۔ ایم۔ کینز کو اس خدمت کے صلے میں ''لارڈ'' کے عظیم الشان القاب سے سرفراز کیا۔

امام احمد رضا نے علم معاشیات کے جن عنوانات پر قلم اٹھایا ہے، آیئے پہلے اس فہرست پر ایک نظر ڈال لی جائے مثلاً:

(۱) احکام الاحکام فی التناول من ید من مالہ حرام (اس تحریر میں مال حرام کے ساتھ معاملات اور ان کے نقصانات کی تفصیل ہے) (۲) افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان (ہندوستانی زمین) کی پیداوار پر شرعی وظیفہ کیا ہے۔ (۳) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (جس میں کرنسی نوٹ کے مسائل پر گفتگو کی گئی ہے) (۴) خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال (روزی کمانے، معاش کے حاصل کرنے اور سوال کرنے کے احکام کا ذکر ہے) (۵) ''سود ایک بدترین جرم'' نامی کتاب میں امام احمد رضا کے افادات (فرمودات) کو یکجا کیا گیا ہے۔ (۶) المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر (اس مضمون میں تجارتی و بنکاری نظام پر روشنی ڈالی گئی ہے)

لیکن امام احمد رضا نے مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی، معاشی بدحالی، معاشرتی خرابی اور تعلیمی پس ماندگی کو دور کرنے کے لیے کئی نکات پر مشتمل ایک رسالہ بنام ''تدبیر فلاح نجات و اصلاح'' تحریر کیا جو ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا۔ دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ،

امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں بھی نہیں جب کہ امام احمد رضا نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء میں ہی دکھادی تھی۔ اقتصادی نکات کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کرے تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہورہے ہیں پس انداز ہوسکے۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد، دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدے۔

(۴) علم دین کی ترویج واشاعت کرے۔

یہ چار نکات بظاہر بے حد مختصر ہیں لیکن ان میں معانی کا ذخیرہ پوشیدہ ہے ہر صاحب بصیرت اس سے آگاہ ہے۔ بلاشبہ مومن کے اشارے ہیں اور مومن بھی کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشق رسول سے معطر تھی۔

کینز کا نظریہ لاکھ سائنٹفک سہی لیکن وہ یہ بتانے سے قاصر رہا کہ Saving کہاں سے حاصل کی جائے گی اور Investment کے اضافے کی کیا صورت ہوگی۔ مقدمہ بازی پر کیا گیا خرچ مکمل طور پر غیر پیداواری Unproductive ہے، اسے Saving میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ نیز امرا کے پاس فاضل رقم پڑی ہوئی ہے، جو سامان تعیش ورنگ رلیوں پر خرچ ہوکر ضائع ہوجاتی ہے، یہ بھی بڑی حد تک غیر پیداواری Unproductive ہے اسے بھی Saving میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں ذریعوں سے ایک اچھی خاصی رقم حاصل کی جاسکتی ہے۔

امام احمد رضا اس بات کے خلاف تھے کہ کوئی قوم اپنے ملک کا خام مال دوسرے ملکوں کو کوڑیوں کے مول دے اور پھر خود ہی تیار شدہ مال چاندی کے مول خریدے وہ لکھتے ہیں:

"اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑت کرکے گھڑی وغیرہ کا نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔" (تدبیر فلاح ونجات واصلاح ص:۵)

اس لیے امام احمد رضا خان کا کہنا تھا کہ خام مال کی تیاری کے لیے ملک میں فیکٹریاں لگائی جائیں، امام احمد رضا قومی معیشت میں قرض لینے کی عادت کو نہایت ہی مذموم قرار دیتے یہ عادت کسی شخص میں ہو یا جماعت اور حکومت میں اس سے خود اعتمادی اور حمیت وغیرت کی دولت چھین لیتی ہے۔ پوشیدہ صلاحیتیں مردہ ہوکر رہ جاتی ہیں اسی لیے زندہ قومیں قرض لے کر سود در سود کے بندھنوں میں نہیں بندھا کرتیں۔ وہ قرض دیا کرتی ہیں لیا نہیں کرتیں۔ امام احمد رضا کو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا: "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔" یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے جن قوموں نے اس حدیث پر عمل کیا انہوں نے معاشی استحکام حاصل کیا۔

امام احمد رضا آمد وخرچ میں توازن رکھتے بلکہ آمد بڑھانے اور خرچ گھٹانے کے قائل تھے تاکہ فرد وجماعت دونوں معاشی طور پر مستحکم ہوں سیاسی استحکام کا دار ومدار معاشی استحکام پر ہے اس لیے دور جدید کی سیاست معاشیات کے گرد گھومتی ہے

اہم مسئلہ آمد کا ہے۔ کمانے میں دیر لگتی ہے خرچ کرنے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ اسلام نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے، کفایت شعاری اور پس اندازی کی ترغیب دے کر۔ امام احمد رضا نے مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ ان بری عادتوں کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا ہے۔

بینک (Bank):۔ دور حاضر کا بینک کاری نظام کچھ ایسی مرکزیت حاصل کر چکا ہے کہ آج دنیا کے تقریباً سارے ہی معاشی و اقتصادی امور اس کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ بینک کاری کا یہ پورا نظام تین بنیادی باتوں پر گردش کر رہا ہے۔

(i) عوام سے مال حاصل کر کے اعلیٰ پیمانے پر تجارت۔

(ii) عوام کو تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت وغیرہ کے لیے قرض کی فراہمی۔

(iii) ترسیل زر اور امانتوں کے تحفظ کا اجارہ۔ ''ترسیل زر'' سے مراد ہنڈی، ڈرافٹ اور سفری چیک (Traveller's Cheque) وغیرہ کا اجرا ہے اور ''امانت'' سے مراد لوگوں کی قیمتی اشیا ہیں۔

بینک کی عظیم افادیت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ہم عقل و دانش کے تقاضوں پر کاربند ہو کر اپنی دولت کے خزانے اپنے قبضہ میں کر لیں تو اس سے ہمارا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ معاشیات کی دنیا میں ہمارا بھی ایک وقار اور مقام ہوگا اور اس کے ذریعہ مذہب و ملت کے فروغ و استحکام کے قابل قدر کارنامے انجام دیئے جا سکیں گے انشاء اللہ اور دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ سودی معاملات کی آلودگی سے ہمارا دامن داغ دار نہ ہوگا۔

بینک کا سود:۔ سوائے کرنٹ اکاؤنٹ کے سارے ہی کھاتوں اور اسکیموں میں جمع روپے پر نفع ملتا ہے اور یہ نفع ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سود ہے البتہ ایک صورت میں یہ نفع سود نہ ہوگا وہ یہ کہ کھاتا دار کو کوئی حق مقامی حکومت کے ذمہ آتا ہے مثلاً یہ کہ دینی خدمات انجام دے رہا ہے اور حکومت اسے کوئی وظیفہ نہیں دیتی یا اس نے حکومت سے قرض لیا تھا جس پر اسے سود دینا پڑا تھا تو یہ بینک کا وہ نفع اپنے حق کی وصولی کی نیت سے لے سکتا ہے یہ جائز ہے کہ اپنا حق وصول کرنا سود نہیں ضروری بات یہ ہے کہ نفع بینک میں نہ چھوڑے بلکہ اسے وصول کر کے مسلم فقراء کو دیدے۔

سود سے بچنے کی ایک صورت بیع عینہ ہے۔ امام احمد رضا نے اس بیع کے متعلق یہ تاثر پیش کیا۔ رقم طراز ہیں:

''عنایہ میں فرمایا قرض دینے سے روگردانی مکروہ نہیں اور اتنا بخل کہ آدمی تجارتوں میں نفع چاہے وہ بھی ایسا ہی ہے ورنہ نفع پر بیچنا مکروہ ہوتا۔ انتہیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ تجارت تو اسی کا نام ہے کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور خرید و فروخت میں قیمت کم کرانا سنت ہے اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غبن کھانے میں نا موری ہے نہ ثواب۔ تو اس میں انتہا درجہ کراہت تنزیہہ ہے ورنہ بصحت ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام نے اسے کیا اور تعریف فرمائی۔ اور علامہ عبد الحلیم معاصر علامہ شرنبلالی رحمہما اللہ تعالیٰ حاشیہ درر میں لکھتے ہیں: امام ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ بیع عینہ جائز اور ثواب کا کام ہے اس لیے کہ اس میں حرام سے بھاگنا ہے اور حرام سے بھاگنے کا حیلہ کرنا مستحب ہے اور اس لیے کہ بکثرت صحابہ نے اسے کیا۔ اور اس کی تعریف فرمائی۔ انتہیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اس کی روشِ عبارت سے ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی امام ابو یوسف کا کلام ہے کہ حرام سے بھاگنے کا حیلہ کرنا مستحب ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ص:۱۷۶، ج:۷ رسالہ کفل الفقیہ الفاہم)

غیر سودی اسلامی بینک درج ذیل خدمات معاشرے میں پیش کر سکتی ہے۔

اول: ڈپازٹ کا حصول: سودی کمرشیل بینکس سود کی پیش کش کر کے لوگوں کی فاضل رقومات بطور ڈپازٹ قبول کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کرتی ہیں۔ غیر سودی اسلامی بینک سود کے بجائے نفع اور نقصان میں حصہ داری کی بنیاد پر لوگوں سے اپنی فاضل رقم بطور ڈپازٹ رکھنے کی گزارش کر سکتی ہے، اس ذریعہ سے حاصل شدہ رقم ضرورت مندوں میں معاشی پیداواری مقصد (Economic Productive Purpose) کے لیے رقم فراہم کر سکتی ہے۔

دوم: پیداواری مقصد کے لیے کاروبار و تجارت کے لیے ضرورت مندوں کو رقم فراہم کرنا:
سماج کے ایسے افراد جو کسی صنعت و حرفت کے جاری کرنے یا تجارت کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں، لیکن رقم کی عدم فراہمی یا کم فراہمی کے سبب اپنے خوابوں کی تعبیر نہیں کر پا رہے ہیں، یہ بینک ایسے افراد کو مختلف شکلوں میں رقم فراہم کر سکتی ہے۔ رقم کی یہ فراہمی نفع اور نقصان میں حصہ داری کی ہی شکل میں ہوگی، اس کار خیر میں رقم کے استعمال کی درج ذیل شکلیں ہو سکتی ہیں:
(۱) شراکت (۲) مضاربت (۳) اجارہ (کرایہ دینا) (۴) سلم (ایڈوانس) (۵) اگر ممکن ہوا، تو بینک تنہا تجارت کر سکتی ہے، مثلاً ایک صنعت کار ایک مشین خریدنے کا خواہش مند ہے۔ مشین کی قیمت دس لاکھ روپیے ہے۔ اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ مشین خرید سکے۔ غیر سودی اسلامی بینک وہ مشین دس لاکھ میں خرید کر اس صنعت کار کو گیارہ لاکھ میں کچھ مدت میں ادائیگی کی شرط پر مہیا کر سکتی ہے، اگر وہ صنعت کار اس بینک سے رجوع ہوتا ہے تو۔ اس طرح سے اس بینک نے اس تجارت میں ایک لاکھ منافع کما لیا۔

سوم: ان دونوں خدمات کے علاوہ بینک بہت سے کام بطور ایجنٹ (Agency Functions) اور خدمات برائے فلاح عامہ (General Utility Service) انجام دے سکتی ہے یہ دونوں طریقے بھی منافع کمانے کا اچھا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ مثلاً (الف) خدمات بطور ایجنٹ: (۱) مختلف مالیاتی دستاویزات اور حصول اور ادائیگی مثلاً چیک، بل وغیرہ (۲) رقم کی منتقلی (۳) قسطوں، قرضوں اور پریمیوں کی ادائیگی (۴) وصیتوں کے نفاذ کی ذمہ داری (۵) کسی شخص کے لیے شیئر وغیرہ کی خرید و فروخت (۶) Dividend کی حصولیابی (ب) خدمات برائے فلاح عامہ: (۱) Letter of Credit جاری کرنا (۲) زر مبادلہ میں Dealing کرنا (۳) Safe Deposit کی سہولت مہیا کرنا (۴) صنعت و تجارت وغیرہ سے متعلق معلومات (درخواست پر) بہم پہنچانا (۵) کسی دوسری غیر سودی اسلامی بینک کی جانب سے کسی صنعت کار وغیرہ کو مہیا کی گئی رقم کی واپسی کی تحریری یقین دہانی دینا (Underwriting)

سودی بینکس جہاں پیداواری مقاصد Productive Purpose کے لیے قرض دیتی ہے، وہیں غیر پیداواری مقاصد (Unproductive Purpose) کے لیے بھی قرض دیتی ہے۔ بعض حضرات گھر کی تعمیر یا خریدنے کے لیے سامان تعیش مثلاً کار، ٹی۔ وی وغیرہ جیسے غیر پیداواری مقاصد کے لیے قرض لیتے ہیں۔ دیہاتوں میں تو آج بھی ساہوکاروں سے بھاری سود پر بعض لوگ شادی بیاہ جیسے اخراجات کے لیے قرض لیتے ہیں۔ ایسے قرضوں میں بینک کو بھاری سود ملتا ہے لوگ نام و نمود کے لیے یا (سامان تعیش کی) حرص و ہوس جیسی اپنی کمزوریوں کے لیے بھاری سود پر سودی بینک سے قرض لیتے ہیں، بینک

ایسے قرض خواہوں کا بھرپور استحصال کر کے اپنا نفع بڑھاتی ہے۔ غیر سودی اسلامی بینکوں میں قرض خواہوں کے ایسے استحصال کی تقریباً نہیں کے برابر گنجائش ہوسکتی ہے۔ دوم یہ کہ سودی بینک کا سرمایہ چوں کہ غیر پیداواری قرضوں پر صرف ہوگیا ہے، اس لیے پیداواری قرض کم ہوجاتے ہیں، جس سے قومی پیداوار متاثر ہوتی ہے۔

زندگی بیمہ Life Insurance:۔ کا جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ بیمہ کرانے والے کو اپنی آمدنی، نیز موجودہ مال ومتاع کے پیش نظر ظن غالب ہو کہ وہ ابتدائی تین سال کی قسطیں ادا کر لے گا۔ امام احمد رضا سے دریافت کیا گیا کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام؟ اس کا جواب آپ نے یہ ارقام فرمایا:

''جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کراتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی رضوی، ص:۲۱۱، ج:۹، رضا اکیڈمی)

شریعت کا تھوڑا سا بھی علم رکھنے والا ایسا کون سا مسلمان ہے، جو سود کی حرمت سے ناواقف ہے۔ قرآن وحدیث میں سود کی حرمت کے واضح احکامات جابجا نظر آتے ہیں۔ امام احمد رضا نے بھی اپنے فتوؤں میں سود کو بالکل صاف صاف حرام قرار دیا ہے۔ اپنے ایک فتویٰ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ پانچ سو روپئے پر پچیس روپئے سالانہ زائد لگانا حقیقی سود ہے۔ آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سودی لین دین کو قطعی حرام فرمایا ہے، نیز اس پر وعیدوں کا بھی ذکر کیا ہے، چناں چہ شریعت نے قرض دار سے اصل زر سے زائد رقم وصول کرنے کو سود قرار دے کر اس سے بچنے کی تاکید کی ہے، لیکن سود سے بچتے ہوئے زیادہ لیں اور سود بھی نہ ہو، یہ راستہ ایک مجدد دین ہی بتا سکتا ہے۔ حیلۂ شرعی کی روشنی میں امام احمد رضا کی یہ تحریر پڑھیے اور داد دیجیے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ایک شخص کے دوسرے پر دس روپئے آتے تھے، اس نے یہ چاہا کہ دس کے تیرہ کرلوں، ایک میعاد تک۔ علما نے فرمایا کہ وہ مدیون سے ان دس کے عوض کوئی چیز خرید لے اور اس پر قبضہ کر لے، پھر وہی چیز اس مدیون کے ہاتھ سال بھر کے وعدے پر ۱۳ر کی بیچ ڈالے، تو حرام سے بچ جائے گا۔ حضور ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے (اجازت دی ہے)۔۔۔۔ (بحوالہ قاضی خاں ۲/۶۔۴ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ)۔۔۔ اسی طرح بحر الرائق نے بحوالہ خلاصہ نوازل امام فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ سے مروی (ص:۶۸۔۶۹، اردو ترجمہ) ہے کہ اس طرح کے حیلے کو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے بیع عینہ کا نام دیا ہے اور حضرت امام ابو یوسف نے عینہ کو جائز قرار دیا ہے اور اس پر ثواب بھی بتایا کہ یہ سود (حرام) سے بھاگنا ہے۔'' اب اگر مسلم بینک قائم کر کے اور کھاتے داروں کی جمع کردہ رقم پر امام احمد رضا کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کر کے شرعی حیلوں سے زیادہ رقم دی جائے تو جائز ہے۔

اس زمانے کے لحاظ سے یہ ایک نہایت ہی انقلابی مشورہ مجدد عصر امام احمد رضا نے دیا تھا اس زمانے میں بھی بینکنگ سسٹم کی بنیاد سود پر تھی۔ سود کے بغیر بینک کے وجود کا تصور بھی ممکن نہیں تھا۔ ایسے دور میں اعلیٰ حضرت نے غیر سودی بینک کا نظریہ پیش کر کے دینی جدت طرازی کی ایک زبردست مثال قائم کر دی تھی۔ آپ نے چند مخصوص شہروں کے مالدار مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ غیر سودی بینک قائم کر کے اپنے ان مسلمانوں بھائیوں کی مالی اعانت کریں، جو کسی حرفت یا صنعت میں قسمت کو آزمانا چاہتے ہیں اور ان کے پاس سرمایہ کی کمی ہے۔ نیز، شریعت نے سود کو قطعی حرام قرار دیا ہے مگر اور بھی بہت سارے طریقے ہیں،

جن کے ذریعے نفع کمایا جاسکتا ہے اور وہ بھی حلال نفع اور یہ سارے طریقے فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیے جاچکے ہیں۔ خود امام احمد رضا نے بھی اپنی ایک تحریر میں ایک نہایت آسان طریقہ بیان فرمادیا ہے، اگر ایسا ہوتا ہے، تو قرض خواہوں کا اس میں دوہرا فائدہ ہے، ایک تو وہ سود جیسے حرام مال سے بچتے ہیں، دوسرے انہیں بنیوں سے نجات مل جائے گی، ساتھ ہی ساتھ قرض دینے والے مالدار مسلمانوں کو بھی اپنی فاضل رقم (Saving) کو کاروبار میں لگانے (Investment) سے نفع ملے گا اور وہ بھی حلال۔

مسلمانوں کے غیر سودی بینک ہی ایک ایسا ادارہ ہوسکتا ہے جہاں شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے پس انداز (Saving) کرنے والے مالدار مسلمانوں اور کاروبار میں روپیہ لگانے (Investment) کی صلاحیت رکھنے والے حوصلہ مند مسلمانوں کو اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔ اس بینک میں وہ کروڑوں روپے بھی لائے جاسکتے ہیں جو کورٹ کچہری کی نذر ہورہے ہیں۔

امام احمد رضا کے چار نکاتی "تدبیر فلاح ونجات واصلاح" نامی پروگرام میں تیسرا نکتہ بینک کے قیام سے متعلق ہے۔ آپ نے اس زمانے میں بینک کے قیام پر زور دیا، جب مسلمانوں میں کیا برادران وطن میں بھی Banking Habit کا بہت کم رجحان تھا۔ برادران وطن کہیں کہیں بینک قائم کرچکے تھے۔ ۱۷۷۰ء میں پہلا ہندوستانی بینک "بینک آف ہندوستان" کے نام سے قائم ہوا تھا۔ ۱۹۱۳ء تک ہندوستان میں صرف اکتالیس بینک قائم ہوسکے تھے اور ۱۹۴۰ء تک کوئی بھی مسلم بینک وجود میں نہیں آیا تھا۔ آپ نے اس زمانے میں غیر سودی اسلامک بینک کے قیام کی تجویز پیش کی تھی، جب یہ سمجھا جاتا تھا کہ کے بغیر بینکنگ کاروبار کیا ہی نہیں جاسکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم برصغیر میں غیر سودی اسلامی بینک کے قیام کا تصور اگر کسی نے دیا ہے، تو وہ ہیں مجدد عصر امام احمد رضا۔

اسلامی مالی ادارے یا بینک

مذہب اسلام کے نظریہ معاشیات کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ اسلام نے بہت سے ایسے عقود کی اجازت دی ہے کہ ان پر عمل پیرا ہوکر کامیابی کے ساتھ اسلامی بینک چلائے جاسکتے ہیں۔ جیسے

(۱) شراکت: کوئی فرد کسی کے ساتھ کاروبار کرے کہ دونوں تجارت میں برابر یا کم وبیش روپے لگائیں اور جو نفع ہو دونوں اپنے مال کے تناسب سے کسی مقررہ شرح کے مطابق تقسیم کرلیں۔

(۲) مضاربت: یعنی ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے محنت، نفع کی شرح ہر حال میں فیصد کے لحاظ سے مقرر ہوگی خواہ یہ فیصلہ کتنا ہی کم یا زیادہ ہو۔

(۳) بیع عینہ: اس بیع کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے قرض لینا چاہتا ہے اسے قرض نہ دے کر یہ کہے کہ تم یہ سامان مجھ سے ادھار خرید لو پھر اسے بازار میں بیچ کر اپنا کام چلاؤ۔

(۴) اجارہ (کرایہ دینا)

(۵) سلم (ایڈوانس)

امام احمد رضا کی آواز کہ ممبئی، مدراس، کلکتہ، رنگون، حیدرآباد کے تونگر مسلمان، اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں صدا بہ صحرا نہ ثابت ہوئی بلکہ جگہ جگہ مسلمانوں کے زیر اہتمام مسلم مالیاتی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور گورنمنٹ کے بینکوں کی طرح قوم کی خدمت کر رہے ہیں ان میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو اپنے نام کے ساتھ اسلام یا مسلم یا اس طرح کے الفاظ جوڑے ہوئے ہیں، مثلاً، مسلم فنڈ، اسلامی فنڈ، اسلامی کوآپریٹیو بینک وغیرہ اور یہ سب قوم کی ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہو کر قائم کیے گیے ہیں۔

(۳) امام احمد رضا کو رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی یاد تھا کہ "مومن کامل وہ ہے جو سارے جہاں کے مسلمانوں کی فلاح وترقی کو اسی طرح پسند کرے جس طرح اپنی فلاح وترقی کو پسند کرتا ہے۔" اس دور میں جب کہ مسلمانوں کی معاشی اور تعلیمی حالت دگرگوں ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔ امام احمد رضا نے بھائی چارگی کا درس دے کر اپنی معاشی حالت کو مزید مستحکم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

اس نکتے میں امام احمد رضا نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ مسلم خریدار، مسلمان تاجر یا صناع سے ہی سامان خریدے تاکہ گھر کا نفع گھر میں ہی رہے۔ اس سے مسلمانوں کی حرفت وتجارت کو فروغ ملتا۔ ایک طرف کاروبار میں لگایا روپیہ (Investment) بڑھتا۔ دوسری طرف مسلمانوں کی بے کاری میں کمی ہو کر روزگار (Employment) میں اضافہ ہوتا۔ جہاں تاجروں اور صناعوں کی مالی حالت بہتر ہوتی، وہیں محنت کشوں کی بھی معاشی حالت سدھرتی اور اس طرح سے مسلم معاشرے میں ایک معاشی انقلاب آجاتا۔

مالدار مسلمان اگر بینک کا قیام عمل میں لائیں، تو مذکورہ Savings بالا کو بینک میں جمع کر کے ایک اچھا خاصا سرمایہ فراہم کیا جا سکتا ہے اور اس غیر سودی اسلامی بینک کے ذریعے یہ سرمایہ ان مسلم صناعوں، تاجروں وغیرہ کو مہیا کر کے Investment کو بڑھایا جا سکتا ہے، جن کے ذریعے ایک طرف صناع، تاجر وغیرہ منافع کما سکتے ہیں، دوسری طرف کتنے ہی محنت کشوں کو روزگار فراہم ہو سکتا ہے، چناں چہ امام احمد رضا کے اس ماڈل سے بھی وہی نتائج اخذ ہو سکتے ہیں جو کینز کے نظریہ روزگار و آمدنی سے متوقع ہیں۔

اگر قوم مسلم اپنی اشیائے ضروریات صرف مسلم تاجروں سے ہی خریدے، تو، مسلم صناعوں کے کارخانوں میں تیار کیے گئے مال کی نکاسی بازار میں ہوتی رہے اور زائد از ضرورت پیداوار (Over Production) کا مسئلہ بھی درپیش نہیں آئے گا۔

(۴) اسلام نے علم کو سب سے اعلیٰ مقام دیا ہے۔ علم ہی ایمان وعمل کی بنیاد اور افضلیت کا معیار ہے تعلیم ہی مسلمانوں کو کامیابی وکامرانی کی شرط اول ہے۔ اسلامی دستور میں تعلیمات دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنا "ہر مرد وعورت پر فرض عین ہے (ابن ماجہ ۲۲۴، عن انس رضی اللہ عنہ) چاہے حصول علم کے لیے چین کا سفر اختیار کرنا پڑے" خیر کم من تعلم القرآن وعلمه تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری ۵۰۲۷، عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)
تعلموا العلم وعلموه الناس۔ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ (شعب الایمان ۱۷۴۲، عن ابوبکر رضی اللہ عنہ)

اسلام کا مذکورہ بالا اعلان تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ تھا جو صرف اہل ایمان کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے

علم و فضل کا دروازے کھول دینے کا موجب ہوا۔ اس لیے تعلیمی پس ماندگی کو دور کرنے کے لیے امام احمد رضا نے چوتھے نکات علم دین کی ترویج واشاعت کرنے پر زور دیا۔

تحصیل علم کے لیے اسلام نے بڑا زور دیا ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل علم کے مواقع امت کے لیے فراہم کئے۔ جنگ بدر کے وہ قیدی جو فدیہ دینے سے عاجز تھے ان کا فدیہ یہ مقرر ہوا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں اور صلہ میں آزادی کی دولت سے بہرہ ور ہوں واضح رہے کہ تمام طالب مسلمان تھے اور معلم کافر تھے۔ علم دو طرح کے ہو سکتے ہیں اول دینی علم، دوم دنیوی علم۔ کافر معلم نے مسلمان بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم تو نہ دی ہوگی کیوں کہ وہ کفار مکہ تھے آخر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر انہوں نے کیا پڑھایا۔ کہا جاتا ہے کہ عربی ادب کی تعلیم دی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دنیوی علم کی بھی اپنی افادیت ہے ایک روایت کا مفہوم ہے کہ علم حاصل کرو چاہے اس کے لیے آپ کو چین جانا پڑے بعض مفکرین کی رائے میں یہ روایت دنیوی علم کے حصول کی ترغیب دیتی ہے کیوں کہ چودہ سال گزر جانے کے بعد بھی چین میں علم دین کا ایسا کوئی مرکز قائم نہیں ہو سکا جو اسلامی ممالک کے مدرسوں کو آنکھیں دکھا سکے۔ ہاں! دنیوی علم میں اس کے مدارس کا آج وہ مقام ہے کہ دنیا بھر کے طلبہ حصول علم کے لیے چین کا سفر کر رہے ہیں چناں چہ دنیوی علم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کتابیات

(۱) تدبیر فلاح ونجات واصلاح از امام احمد رضا خاں محدث بریلوی
(۲) تقدیم پروفیسر رفیع اللہ صدیقی (کوئز یونیورسٹی کینیڈا) ناشر نوری مشن مالیگاؤں
(۳) فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم امام احمد رضا محدث بریلوی
(۴) فتاویٰ رضویہ جلد نہم امام احمد رضا محدث بریلوی
(۵) جدید بینک کاری اور اسلام از مفتی نظام الدین رضوی برکاتی، مکتبہ برہان ملت مبارک پور اعظم گڑھ
(۶) محدث بریلوی از پروفیسر مسعود احمد
(۷) امام احمد رضا ایک نئی تشکیل انجمن ثنائیہ دار الیتامی میرا روڈ ممبئی

امام احمد رضا اور ان کا طریقہ استدلال
رسالہ ''نزول آیات فرقان'' کے تناظر میں

از: مفتی محمد اختر حسین قادری
صدر مفتی دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

راقم الحروف کے دل میں عہد شعور سے ہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الفت وعظمت کا چراغ روشن ہے۔ پھر جامع معقول ومنقول، استاذ الاساتذہ، یادگار اسلاف، زینت بزم تدریس استاذ گرامی علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی دامت برکاتہم العالیہ، شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، ضلع فیض آباد نے اس ستودہ صفات کا ایسا شیدائی بنایا کہ آج ہر سمت اس عاجز کی داستان عشق ووفا کا چرچا ہے۔ فللہ الحمد۔

اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت: ۱۲۷۲ھ، وفات: ۱۳۴۰ھ) دنیائے اسلام کی وہ نادر ونایاب شخصیت ہیں کہ کئی صدی قبل سے لے کر اب تک کوئی ان جیسا پردۂ وجود پر نظر نہیں آیا۔
وہ بیک وقت مفسر، محدث، مفتی، فقیہ، محقق، مدقق، اصولی، کلامی، نحوی، صرفی، لغوی، ادیب، شاعر اور ان گنت علم وفن اور فضل وکمال کے جامع اور علوم دینیہ ودنیویہ کا حسین گلستاں تھے۔

رب قدیر نے اپنے خزانہ عامرہ سے ان کو ایسی بصارت وبصیرت اور علوم وفنون میں مہارت وحذاقت بخشی تھی کہ عقلیں ششدر اور حیران ہیں۔ کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے تو کسی گوشہ کو تشنۂ تحقیق نہ رہنے دیتے۔ قوت استدلال ایسی تھی کہ منصف فوراً قائل ہو جائے اور معاند ومکابر کے منہ میں لگام لگ جائے۔ انداز بیاں اور طریقہ استدلال ایسا دل نشیں کہ باتیں دل میں اترتی چلی جائیں، آج اکناف عالم میں ان کی تحقیق کو جس قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اس پر بے ساختہ زبان پر یہی مصرع آ رہا ہے! ع

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

اور یہ!

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

ان کی تحقیق کا اسلوب اور استدلال کا طریقہ کیسا دلچسپ اور انوکھا وترالا ہے، اسے آپ کی کتاب ''نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان'' کی روشنی میں ملاحظہ کریں!
کتاب مذکور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ایک نہایت مخلص ومحب پروفیسر حاکم علی لاہوری علیہ الرحمہ

کے ایک سوال کے جواب میں تحریر کی گئی ہے، جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ ۱۳۳۹ھ میں پروفیسر صاحب نے گردش زمین کے نظریہ کی حمایت وتائید میں اپنے خیال کے مطابق قرآن کریم کی چند آیات مبارکہ اوران کی تفسیر متعدد کتب تفسیر سے نقل فرما کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور آخر میں لکھا:

''غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہوجاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پاؤ''(فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۲۳۱، ناشر: امام احمد رضا اکیڈمی)

امام احمد رضا نے آغاز جواب میں محترم پروفیسر صاحب کے لئے نہایت خوش نما اور حسین وجمیل گلدستہ محبت وعنایت پیش فرمایا، چناں چہ رقم طراز ہیں:

''آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا اسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کر لینے والا، میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا، اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کر چکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہد اکبر ہیں۔ بارک اللہ تعالیٰ وتقبل۔ آمین۔ امید ہے کہ بعونہ تعالیٰ اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبول حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لئے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا۔ وللہ الحمد۔''

اس کے بعد آپ نے حرکت زمین سے متعلق اسلامی موقف واضح فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

''اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں''

آپ نے اس شہرہ آفاق اور معرکۃ الآراء مسئلہ پر اپنی مشہور زمانہ کتاب ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' میں ایک سو پانچ (۱۰۵) دلائل وبراہین سے گردش زمین کو باطل اور سکون زمین کو ثابت فرمایا ہے۔ مگر وہ سارے دلائل عقلی اور اصول ہندسہ کے مطابق ہیں جبکہ پروفیسر صاحب نے آیات قرآنیہ اور کتب تفاسیر کو سامنے رکھ کر سوال کیا تھا۔ اسی لئے امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی اپنے استدلال میں وہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جس سے مخاطب کا دل خود بخود قائل حقانیت ہوجائے۔ راقم نے اس رسالہ سے مندرجہ ذیل امور اخذ کئے ہیں جو اپنے موقف کے استدلال واثبات کے لئے نہایت باوزن ہیں۔

(۱) قرآن مقدس کی آیات کریمہ۔

(۲) صحابہ کرام سے منقول تفسیرات۔

(۳) مفسرین صحابہ کے مقام ومرتبہ کی تعیین۔

(۴) احادیث مبارکہ۔

(۵) اجماع امت۔

(۶) لغات۔

(۷) قواعد نحویہ۔

(۸) ازالہ شبہات۔

استدلال بالقرآن الکریم: چنانچہ آیت کریمہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے: {إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا} (سورۂ فاطر، آیت ۴۱) ترجمہ: بیشک اللہ زمین وآسمان کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انہیں کون روکے۔ بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔''

استدلال بالتفسیر: اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں اکابرین امت کے اقوال نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود وصاحب سر رسول اللہ ﷺ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔

ذکر مراتب:

ان حضرات سے زائد عربی زبان ومعانی قرآن سمجھنے والا کون؟ اور جن بزرگوں سے یہ اقوال منقول ہیں ان کی عظمت ورفعت اور بلندئ مقام کا ذکر یوں کرتے ہیں: یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسرار سکھائے، ان کا لقب ہی صاحب سر رسول اللہ ﷺ ہے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے، اور عبداللہ تو عبداللہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو۔ (تمسکوا بعهد ابن مسعود) اور ایک حدیث میں ارشاد ہے (رضیت لامتی ما رضی لها ابن ام عبد، وكرهت لامتی ما كره لها ابن ام عبد)

میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبداللہ بن مسعود پسند کریں، اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔

اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا: (استقرؤا القرآن من اربعة: من عبد الله ابن مسعود) (الحدیث)

قرآن چار شخصوں سے پڑھو سب میں پہلے عبداللہ بن مسعود کا نام لیا، یہ حدیث ''صحیح بخاری'' و ''صحیح مسلم'' میں بروایت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس ﷺ ہے۔

اور عجائب نعمائے الٰہیہ سے یہ کہ آیت کریمہ {أَن تَزُولَ} کی یہ تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے، چہ جائے حرکت علی المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں حدیثیں ''جامع ترمذی شریف'' کی ہیں، اول (ماحدثكم ابن مسعود فصدقوه) جو بات تم سے ابن مسعود بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دوم (ماحدثكم حذيفة فصدقوه) جو بات تم سے حذیفہ بیان کریں اس کی تصدیق کرو، اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسے مانو، اس کی تصدیق کرو۔ فالحمد للہ رب العلمین۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۲۳۳)

استدلال باللغات: زوال کا معنی معتبر لغات سے بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں: (۱) زوال کے اصلی معنی سرکنا، ہٹنا، جانا،

حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔قاموس المحیط میں ہے''الزوال الذهاب والاستحالة''۔

اسی میں ہے'' كل ما تحول (او تغير من الاستواء اعوج) فقد حال واستحال ''ایک نسخہ میں ہے'' كل ما تحرك او تغير ''۔

یوں ہی عباب میں ہے:''تحول او تحرك ''،تاج العروس میں ہے:''ازال الله تعالی زواله ای اذهب الله حركته وزال زواله ای ذهبت حركته''۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے:''فی حدیث جندب الجهنی "والله لقد خالطه سهمی ولو كان زائلة لتحرك" الزائلة كل شیء من الحيوان ان يزول عن مكانه ولا يستقر، وكان هذا المرمی قد سكن نفسه لايتحرك لئلا يحس به فيجهز عليه''۔

(الف) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان وزمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکت زمین وحرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) ''زوال'' جانا اور بدلنا ہے،حرکت محوری میں بدلنا ہے،اور مدار پر حرکت میں جانا بھی،تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز ''نہایہ'' و''درمنثور'' امام جلال الدین سیوطی میں ہے''الزوال الانزعاج بحيث لايستقر على المكان وهو الزوال بمعنى واحد''۔

قاموس میں ہے''زعجه واقلقه وقلعه من مكانه كازعجه فانزعج''

لسان میں ہے''الازعاج نقيض القرار''

تاج میں ہے''قلق الشیء قلقاوهوان لايستقر فی مكان واحد''

مفردات امام راغب میں ہے''قر فی مكانه يقر قرارًا: ثبت ثبوتاً جامدا واصله من القرّ،وهو البرد وهو يقتضي السكون والحر يقتضي الحركة''

قاموس میں ہے''قر بالمكان ثبت وسكن كاستقر''

دیکھو زوال انزعاج ہے،اور انزعاج قلق،اور قلق مقابل قرار اور قرار سکون،تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے۔قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے لاجرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔

(د) صراح میں ہے''زائلہ جنبیدہ وروندہ وآئندہ''

زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی،اور مدار پر تو آئندہ وروندہ بھی، بہر حال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے،لاجرم ضرور اس سے ہر نوع حرکت زائل۔(فتاوی رضویہ،ج ۲۲،ص ۲۳۵)

استدلال بقاعدۂ نحویہ:کلمہ ''تزولا'' سے نحوی قاعدہ کی روشنی میں عدم حرکت پر استدلال کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(تزولا) فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۂ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوتا ہے تو معنی

آیت یہ ہوئے کہ آسمان وزمین کو کسی قسم کا زوال نہیں نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲۲،ص ۲۴۱)

آپ نے آگے چل کر متعدد حدیثوں سے ''زوال'' کا معنی واضح کیا ہے، اور پھر کتاب وسنت اور اقوال وارشادات امت سے مثل آفتاب روشن کیا ہے کہ کسی بھی طرح کی حرکت ہو جب بھی حرکت ہوگی تو زوال ہوگا۔ جبکہ قرآن کریم نے زوال کا انکار فرمایا ہے لہذا زمین کے لئے کسی طرح کی حرکت ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ وہ ساکن وجامد ہے۔

آخر میں آپ نے پروفیسر صاحب کے شبہات کا نہایت دلنشیں انداز میں ازالہ فرمایا ہے اور انہیں بطور نصیحت یہ تحریر عطا فرمائی۔

محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے۔ جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلے کا اثبات ہو۔ سائنس کا ابطال واسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲۲،ص ۲۵۱)

ارباب علم ودانش کے لئے یہ رسالہ عظیم پیغام ہے اور باطل کی سرکوبی کے لئے ایک اصولی دستاویز ہے، اس رسالہ میں امام احمد رضا قدس سرہ نے نظریہ سائنس کے مقابلہ میں مسئلہ اسلامی کو کتاب وسنت اور اجماع امت سے حیرت انگیز طور پر ثابت کیا ہے پھر مخاطب کے شبہات کا تفصیل سے ازالہ فرمایا ہے۔ ساتھ ہی سائنس کی تردید کا بہترین اور مؤثر طریقہ بھی بتادیا ہے۔ رب تعالی اسلام کے اس بطل جلیل کی تربت انور پر رحمت وغفران کی بارش فرمائے اور ان کے دریائے علم وحکمت سے ہمیں بھی حصہ بخشے۔ آمین۔

❖❖❖

امام احمد رضا اور خواتین کے حقوق

از: مفتی عبدالمالک مصباحی
چیف ایڈیٹر دوماہی رضائے مدینہ، جمشید پور

مذاہب عالم میں اسلام ہی ایک ایسا عظیم، مقدس، قابل تقلید اور منفرد المثال مذہب ہے جس نے نوع انسانی کے ہر طبقہ کے حقوق اور فرائض متعین کر کے انسانی دنیا پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اسلام اپنے اصول، ضابطے اور دستور حیات کی امتیازی خصوصیات کی بنیاد پر دنیا کا سب سے انوکھا اور نرالا مذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دین فطرت کے علاوہ سائنٹیفک مذہب کے نام سے بھی متعارف ہے۔

انسانی معاشرہ مرد اور عورت دونوں اصناف پر مشتمل ہے۔ اس لیے معاشرہ کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنے کے لیے دونوں اصناف کے حقوق و فرائض کی رعایت ناگزیر ہے۔ تاریخ کے امتداد اور زمانے کے حوادث و واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جس مذہب یا معاشرے نے ان کی واقعی حیثیت کا اعتراف نہیں کیا وہ افراط و تفریط، ظلم و استبداد، نشیب و فراز اور اضطراب و بے چینی کا ایسا شکار ہوا کہ نہ صرف اس کی چولیں ہل گئیں بلکہ تباہی و بربادی کے غار عمیق میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ مغربی تہذیب کے جنم داتاؤں کے طریقہ زندگی سے واضح ہے۔ مغربی تہذیب (جس میں اسلامی دنیا کے علاوہ تمام تہذیبیں اور مذاہب شامل ہیں) نے عورتوں کو کبھی لائق اعتنا اور قابل عزت واحترام گردانا ہی نہیں اس کے برعکس ہمیشہ اور ہر دور میں صنف نازک کا استحصال کیا گیا۔ اسے سامان عیش و نشاط سمجھا گیا اور اس کی عزت و آبرو کو تفریح طبع کا ذریعہ!

انھوں نے دنیا میں برائی اور موت کی ذمہ دار عورت کو قرار دیا حتیٰ کہ انگلینڈ کے آٹھویں بادشاہ کے دور میں پارلیامینٹ میں یہ قانون پاس کیا گیا کہ عورت اپنی مقدس کتاب انجیل کی تلاوت نہیں کر سکتی؛ کیوں کہ وہ ناپاک تصور کی جاتی تھی۔ عورت کو وہ حیثیت نہ مل سکی جس کی وہ مستحق تھی۔

ماضی کی روح فرسا اور المناک داستان تو اپنی جگہ ترقی اور بلند پروازی کے اس دور میں یورپی برادری کا عورتوں کے ساتھ سلوک انھیں کی زبانی ملاحظہ کیجیے:

''امریکی فیڈرل پولس کی رپورٹ کے مطابق ۷۹ فیصد مرد اپنی عورتوں کو تشدد کا نشانہ بناتے ہیں، اس طرح فرانس میں ۲۰ لاکھ عورتوں کو ہر سال تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ عورتوں کے حقوق کی تنظیم کی سکریٹری جنرل ''میشل انڈری'' (Meshal Andray) کہتی ہے کہ (تمام یورپ میں بشمول ہمارے یہاں) عورتوں کی نسبت جانوروں سے زیادہ اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی کتے کو سڑک پر کسی زخمی کر دیا تو وہ اس کی رپورٹ درج کروائے گا لیکن اگر کوئی مرد اپنی عورت کو سر عام سڑک پر مارے تو اس کے لیے کوئی قانون حرکت میں نہیں آتا۔ گویا مغربی معاشرے میں ایک کتے کی حیثیت عورت سے

زیادہ ہے۔"(۱)

مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ آج یہی لوگ تہذیب وتمدن کے ٹھیکیدار اور حقوق انسانی اور آزادی نسواں کے علمبردار بنے بیٹھے ہیں اور اہل دنیا کا حال یہ ہے کہ وہ بھی انھیں کے اشارۂ ابرو پہ جان دینے کو تیار ہیں گویا:

ان سے ہے وفا کی امید — جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

مغربی دنیا میں عورتوں کے لیے انسانی حقوق کی ابتدا

جیسا کہ گزشتہ سطور میں اشارہ کیا گیا کہ مغرب میں عورتوں کو انسانی دائرہ میں بھی نہیں شمار کیا جاتا تھا ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک فخر ومباہات کے زمرے میں آتا تھا۔ انھیں سانپ اور بچھو سے بھی زیادہ خطرناک تصور کیا جاتا تھا ایسے روح فرسا ماحول میں جب لوگوں میں کچھ بیداری آئی اور حالات نے کروٹ لیے تو فرانس کا انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجے میں عورت کو مکمل تو نہیں مگر جزوی حقوق حاصل ہوئے اس کے بعد ہی مغرب کی سرپرستی میں "حقوق نسواں" کی تحریک کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ایسے میں سب سے پہلے جس خاتون نے اپنی کتاب میں عورتوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی اُس کا نام "میری وولسٹن کرافٹ" تھا جس کا ذکر انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں یوں کیا گیا ہے:

The First Feminist manifesto was Mary vindication of the rights of women, Wollesnstone craft.(۲)

مگر یہ کتاب اپنے ہم عصر لوگوں کو متاثر نہ کرسکی اس کے بعد جو کتاب انگلینڈ میں آزادی نسواں کا سرکاری نصاب بنی وہ "جان سٹورٹ مل" کی کتاب تھی انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق:

The book that became as it were the official text of the feminist movement in England was John Stuart Mill, subjection of Women, Published two generations later in 1869.

مل اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"میرے لیے کسی ایسے شخص کو جو عورت کی مساوات کے سوال پر مجھ سے اتفاق کرتا ہے یقین دلانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی مجھے یقین ہے کہ باقی معاملات میں عورت کی معذوری اس لیے قائم ہے تاکہ گھریلو زندگی میں اس کی محکومی قائم رہے۔ مرد عام طور پر کسی برابر کے شخص کے ساتھ زندگی گزارنا برداشت نہیں کرسکتے اگر یہ بات نہ ہو تو تقریباً ہر شخص سیاست، معیشت کی موجودہ صورت حال کا لحاظ کرتے ہوئے یہ بات تسلیم کرے گا کہ انسانیت کے آدھے کو تمام اونچے معاشرتی فرائض سے خارج کرنا بے انصافی ہے صرف پیدائش کی بنا پر یہ حکم لگا دینا کہ وہ ایسے کاموں کے لیے نااہل ہیں یا اہل نہیں ہو سکتیں، جو قانوناً بیوقوف اور گھٹیا مردوں کے لیے کھلے ہیں، یا اگر وہ اہل بھی ہیں تب بھی ان کے خلاف ممانعت صرف اس لیے ہوتی کہ یہ سب مردوں کے فائدے کے لیے مخصوص رہیں، کہاں کا انصاف ہے؟ پچھلی دو صدیوں میں عورتوں پر پابندیوں کے جواز میں ان کا عورت ہونا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔"(۳)

اس منشور سے عورتوں کو اپنی تحریک کے لیے مزید تحریک ملی اور یہ تحریک ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی عورتوں کے حقوق کی دوڑ سے آگے نکل گئی۔ پہلے نعرۂ مساوات مرد وزن اور بعد ازاں ارتقائی منازل طے کرتی دور حاضر کے آزادیٔ نسواں کے تصور تک جا پہنچی اس تحریک نے درج ذیل ارتقائی منازل طے کیں:

تحریک حقوق نسواں کے ادوار:

پہلا دور وہ ہے جسے حقوق نسواں کی تحریک کا ابتدائی دور Early Women rights movement کہا جاتا ہے۔ جو انقلاب فرانس ۱۴ر جولائی ۱۷۸۹ء کے بعد شروع ہوا۔

دوسرا دور وہ ہے جسے خواتین کی تفریحی تحریک کا نام دیا جاتا ہے یہ 1890ء تا 1925ء کا دور ہے۔

تیسرا دور جدید دور "تحریک نسواں کا دور جدید" کہلاتا ہے یہ دور بیسویں صدی کے آخر میں شروع ہوا اور تا حال جاری ہے۔

پہلے دو ادوار خواتین کے بنیادی حقوق کی جدو جہد سے متعلق تھے مگر تیسرے دور میں جو کہ عصر حاضر تک آ پہنچا ہے اس میں حقوق نسواں کی اس تحریک کو آزادیٔ نسواں کی تحریک میں بدل دیا گیا۔ اس کا منشور مردوں کے برابر حقوق کی بجائے مردوں سے اظہار نفرت تک جا پہنچا اس کا اندازہ اُن عالمی کانفرنسز کے ایجنڈا سے لگایا جا سکتا ہے جو خواتین کے حقوق کی جدو جہد کے نام پر منعقد کی گئیں، چند اہم کانفرنسز درج ذیل ہیں:

خواتین کی عالمی کانفرنسز کا انعقاد:

(1) میکسیکو کانفرنس:

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 1975ء کے سال کو عالمی خواتین کا سال قرار دیا اور 1975ء میں میکسیکو شہر میں خواتین کی عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اس کانفرنس میں 133 ممالک کے وفود نے شرکت کی جن میں 113 وفود کی سربراہان خواتین تھیں اس کانفرنس کے قیام کا مقصد عورتوں کی ترقی اور حقوق کی بحالی کی طرف عالمی دنیا کی توجہ مبذول کروانا تھا اس کانفرنس میں خواتین کے حقوق مثلاً: تعلیم، طبی سہولیات کی فراہمی، سیاست میں عورتوں کی شرکت جیسے مطالبات پیش کیے گئے۔

(2) کوپن ہیگن کانفرنس:

یہ کانفرنس کوپن ہیگن میں 1980ء میں منعقد ہوئی یہ بنیادی طور پر میکسیکو کانفرنس میں تیار کردہ عالمی لائحہ عمل کے جائزہ کے لیے منعقد کی گئی۔ جس میں تقریباً 145 ممالک کے وفود نے شرکت کی۔

(3) نیروبی کانفرنس:

یہ کانفرنس خواتین کے حقوق کے لیے منعقد کی جانے والی تیسری بڑی کانفرنس تھی جو کہ 1985ء میں نیروبی میں منعقد کی گئی۔ اس کانفرنس میں مختلف سرکاری تنظیموں سے تعلق رکھنے والے تقریباً 15000 افراد نے شرکت کی جس کا مقصد ان تنظیموں کے ذریعے خواتین کے حقوق کے فروغ کے لیے سیمینار، لیکچرز، ورکشاپس کا انعقاد کرنا تھا۔

(4) بیجنگ کانفرنس:

یہ کانفرنس 15 ستمبر 1995ء کو بیجنگ میں منعقد کی گئی اس کانفرنس میں تقریباً 30000 خواتین نے شرکت کی۔ اس

کانفرنس میں بنیادی تبدیلی یہ دیکھنے میں آئی کہ عورتوں کے مسائل سے توجہ ہٹا کر عورتوں اور مردوں میں مساوات کے نظریے پر توجہ مرکوز کی گئی، نیز یہ بھی تسلیم کیا کہ معاشرے کے پورے ڈھانچے اور اس میں عورتوں اور مردوں کے تعلقات کا دوبارہ جائزہ لیا جائے؛ کیوں کہ تشکیل نو کے ذریعے ہی عورت کو مکمل اختیارات مل سکتے ہیں۔

(5) بیجنگ پلس فائیو کانفرنس:

اقوام متحدہ کے زیر اہتمام چین کے شہر بیجنگ میں خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اب تقریباً 5 سال بعد نیویارک میں بیجنگ+5 کانفرنس ہو رہی ہے جو کہ 5 تا 9 جون 2000ء میں منعقد کی گئی۔

اس کانفرنس کو درج ذیل عنوان دیا گیا:

Women 2000 :Gender Equality, Development and Peace in the Twenty First Century.

اس کانفرنس نے عورت کے حقوق کی جنگ کو مادر پدر آزادی میں بدلنے میں اہم کردار ادا کیا اس کانفرنس کی درج ذیل سفارشات منظر عام پر آئیں:

خاتون خانہ کو گھریلو ذمہ داریوں اور تولیدی خدمات پر باقاعدہ معاوضہ دیا جائے۔

ازدواجی عصمت دری پر قانون سازی اور فیملی کورٹس کے ذریعے مردوں کو سزا دلوائی جائے۔

ممبر ممالک میں جنسی تعلیم پر زور دیا جائے۔

اسقاط حمل کو عورت کا حق قرار دیا جائے۔(۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قدیم مغربی معاشرہ میں عورت کے ساتھ جو ناروا سلوک روا رکھا گیا اُس تناظر میں اُس کے حقوق کی جنگ نہ صرف جائز بلکہ اُس کا بنیادی حق تھا کہ اُسے معاشرتی، معاشی، سماجی، سیاسی حقوق حاصل ہوتے مگر درج بالا سفارشات میں عورت کو عائلی نظام سے ہی نکالنے کی کوشش کی گئی پھر مسلمان عورت جو پہلے ہی مغربی عورت کے مقابلے میں اسلام کے دیے گئے حقوق سے فیضیاب ہو رہی تھی وہ بھی آزادی نسواں کے اس منشور کا حصہ بن گئی۔ مذکورہ بالا کانفرنس میں مسلمان خواتین نے بھی شرکت کی حالاں کہ مسلمان خاتون کی جنگ اسلام کے دیے گئے تمام حقوق کو نافذ العمل بنانے کی ہونی چاہیے تھی کہ بدقسمتی سے اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے مسلم ممالک کی حکومتیں اُن حقوق سے مستفید ہونے کے لیے موثر پالیسیز نہ بنا سکے یہی وجہ ہے کہ مسلمان عورت بھی جزوی طور پر مغربی تصور آزادی نسواں کی ہم خیال بن گئی۔(۵)

عورت پر اسلام کے احسانات:

مغربی طرز حیات کی بجائے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے انسانیت کی فلاح وبہبود اور صنف نازک کی عزت وناموس کی حفاظت کا جو درس دیا ہے وہ یقیناً آج بھی اہل عالم کے لیے باعث اطمینان وسکون اور وجہ فلاح ونجات ہے!

اور بھلا کیوں نہ ہو کہ اسلام نے صنف نازک کو سربلندی وسرفرازی عطا کرتے ہوئے اہل ایمان سے:

"ھن لباس لکم و انتم لباس لھن ۔وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔(۶)

فرما کر عورتوں کی عظمت میں چار چاند لگا دیا اور

"الرجال قوامون علی النساء۔ مرد افسر ہے عورتوں پر۔ (۷)

ارشاد فرما کر حقوق کی حد بندی کی طرف واضح اشارہ فرما دیا نیز ارشاد فرمایا:

"ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر شرع کے موافق۔ (۸)

ڈاکٹر ثریا بتول اسلام اور مغرب میں مرد و عورت کے حقوق اور ان کے مقام و مرتبہ کا تعین کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"اسلام تو مرد اور عورت دونوں کی فکری اور جسمانی صلاحیتوں کے لحاظ سے معاشرے میں ان کو الگ الگ ایسا دائرہ کار مہیا کرتا ہے، جس میں کام کر کے وہ بہترین طریقے پر معاشرے کو فائدہ پہنچا سکیں اور تعمیر و تمدن میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اس کے برعکس مرد و عورت دونوں کو مغربی نظریہ مساوات یکساں صلاحیتوں والا قرار دے کر دونوں کو ایک ہی حیثیت سے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت اپنی فطری صلاحیتوں کے برعکس دوسرے مقام پر استعمال کی جاتی ہے تو اس کا اپنا تشخص اور صحت بھی برباد ہو جاتی ہے۔ اور معاشرہ بھی اس کے خراب نتائج سے نہیں بچ سکتا۔ اسلام اس نظریہ مساوات کا بہت سخت مخالف ہے جہاں دونوں اصناف کا ایک ہی میدانِ کار ہو۔ اسلام کو تو یہ بھی گوارا نہیں کہ عورتیں مردوں کا سا لباس پہنیں یا رفتار و گفتار میں ان جیسا بننے کی کوشش کریں۔ اللہ نے جس کو جو کچھ بنا دیا ہے، وہ اس پر مطمئن اور قانع رہے۔

"اسلام دین فطرت ہے اس نے دونوں صنفوں کو ان کی فطرت، افتادِ طبع اور مزاج کے مطابق ذمہ داریاں دی ہیں۔ اس تقسیم سے کوئی نہ تو اول درجہ کا شہری بنتا ہے اور نہ کوئی دوم درجہ کا، آخر مکمل مساوات کے حقیقی تقاضوں پر بھی غور کرنا چاہیے! کیا عورت پر ہر ماہ، ہر سال یا دو سال بعد ایسے طویل دور نہیں آتے جن کے دوران میں وہ غیر معمولی جسمانی اور ذہنی محنت، مشقت کا کوئی کام نہیں کر سکتی، پھر بھی نسل انسانی کے حمل، رضاعت، پرورش اور تربیت کے ساتھ ساتھ فکر معاش کا بوجھ اس کے نازک کندھوں پر لاد دینا کیا عورت کے ساتھ ہمدردی ہوگی؟" (۹)

اس روے زمین پر عورتوں کا جس طرح استحصال کیا گیا اس کی داستان بڑی طویل اور المناک ہے۔ ہر دور اور زمانے میں الگ الگ انداز میں اس پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے۔ مغربی اخلاق و کردار کی اندھی تقلید نے عورتوں کے حقوق کی دھجیاں اڑا دیں اور انھیں پھر ماضی کی طرف ڈھکیل کر انھیں سامان عیش و طرب ہی تک محدود کیا جانے لگا تو جن سلیم الفطرت افراد نے ان کے حقوق کی بازیابی اور عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے اپنی عملی و فکری صلاحیتیں صرف کیں۔

ان میں ایک نمایاں نام امام احمد رضا فاضل بریلوی (۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) کا بھی ہے۔ جن کی بے لوث دینی اور مذہبی خدمات کی بنیاد پر دنیا انھیں چودھویں صدی کا مجدد مانتی ہے۔ انھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے علمی دنیا میں جو مقام پیدا کیا وہ اپنی نظیر آپ ہے مگر ان کی حیات کا یہ گوشہ بھی اپنی جگہ کم حیرت انگیز نہیں کہ انھوں نے صرف علمی خدمات ہی انجام نہیں دیں بلکہ ان کی خدمات کی فہرست میں سماجی خدمات کا باب بھی بہت نمایاں اور روشن و تابندہ ہے۔ امام احمد رضا کا دور علمی، فکری، سیاسی اور سماجی ہر اعتبار سے بڑا پر آشوب اور پرفتن دور تھا بڑے بڑے اصحاب جبہ و دستار گوشۂ عافیت میں اپنی پگڑی کی سلامتی سمجھ رہے تھے مگر امام احمد رضا نے اپنے مقام و مرتبہ کے بلند و مینار کو نہ دیکھتے ہوئے قوم و ملت کی عزت و وقار کو دیکھا اور جب بھی جس

سمت ضرورت پڑی سرفروشانہ انداز میں اس طرف اصلاح و درستگی میں لگ گئے۔

امام احمد رضا کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنی پوری زندگی قوم وملت کے لیے وقف کر دی تھی جب، جہاں اور جیسی ضرورت پڑتی آپ وہاں قوم کی رہبری اور رہنمائی کرتے نظر آئے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور نگہداشت ہے۔ امام احمد رضا کا دور انگریزوں کے عروج کا دور تھا انگریزی تہذیب کا بہاؤ لوگوں کے اخلاق و کردار کے علاوہ دین و ایمان کو بھی سبوتاژ کر رہا تھا امام احمد رضا نے ان تمام محاذ پر کام کرتے ہوئے اپنی خدمات کی گہری چھاپ چھوڑی ہے۔ سردست عورتوں کے حقوق کے تعلق سے چند باتیں یہاں سپرد قرطاس کی جارہی ہیں۔

امام احمد رضا نے پیدائش سے لے کر موت تک عورتوں کے تمام حقوق کی حفاظت کا کام کیا ہے۔ اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''فتاویٰ رضویہ'' میں حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ساٹھ حق تو پسر و دختر سب کے ہیں۔''

پھر آگے لکھتے ہیں:

''خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے۔ اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے سورہ نور کی تعلیم دے ہرگز ایسی بات نہ سکھائے جو احتمال فتنہ رکھتی ہو۔ بیٹیوں سے زیادہ دل جوئی اور خاطرداری رکھیں کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے جو چیز دے پہلے انھیں دے کر بیٹوں کو دے۔ نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے اس عمر سے خاص نگاہ داشت شروع کرے شادی، برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دیں اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے۔ اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے۔ بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کریں گھر کو ان پر زندہ کر دے بالاخانوں پر نہ رہنے دیں گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کریں کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں۔ جب کفو ملیں نکاح میں دیر نہ کریں حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔ زنہار زنہار کسی فاسق فاجر خصوصاً بدمذہب کے نکاح میں نہ دے یہ ایسا حق ہے کہ اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے ان میں اکثر مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلا مواخذہ نہیں اور بعض پر آخرت میں مطالبہ ہو مگر دنیا میں بیٹے کے لیے باپ پر گرفت و جبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ بات سے جدال و نزاع کرے سوائے چند حقوق کے کہ ان میں جبر حاکم اور چارہ جوئی و اعتراض کو دخل ہے۔ اول نفقہ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا نہ مانے تو قید کیا جائے گا حالاں کہ فروع کے اور کسی دین میں اصول محبوس نہیں ہوتے فی رد المحتار عن الذخیرہ لا یحبس والد وان علا فی دین ولدہ وان سفل الا فی النفقۃ لان فیہ اتلاف الصغیر۔ دوم رضاعت کی ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا واجب نہ دے تو جبراً لی جائے گی جب کہ بچہ کا اپنا مال نہ ہو یوں ہی ماں بعد طلاق و مرور عدت بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی کمافی الفتح ورد المحتار۔ سوم حضانت کہ لڑکا سات برس لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً: ماں نانی دادی بہن خالا پھوپھی کے پاس رکھے جائیں گے اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی کما او ضحہ فی رد المحتار چہارم بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنی حفظ و

صیانت میں لینا باپ پر واجب ہے اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا کما فی ردالمحتار عن شرح المجمع پنجم ان کے لیے ترکہ باقی رکھنا کہ بعد تعلق حق ورثہ یعنی بحالت مرض الموت مورث اس پر مجبور ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔ ششم اپنے بالغ بچے کو غیر کفو سے بیاہ دینا یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ مثلاً دختر کا مہر مثل ہزار ہے پانسو پر نکاح کر دیا بہو کا مہر مثل پانسو ہے ہزار باندھ لینا یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اس سے نکاح ہو جب عار ہو ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے جب کہ نشہ میں نہ ہو مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا کما قد منافی النکاح ہفتم فتنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں سلطان اسلام انھیں مجبور کرے گا نہ مانیں گے تو ان پر جہاد فرمائے گا کما فی درالمحتار واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۱۰)

آج معاشرہ خانگی نظام کے اتھل پتھل ہونے کی وجہ سے میدان کارزار بنا ہوا ہے خاص طور سے میاں بیوی کے حقوق کی رعایت نہ ہونے کی وجہ سے حالات نہایت ناگفتہ بہ ہو چکے ہیں۔ آج کے اس میڈیائی دور میں معاملہ معاشرہ سے نکل کر ملک کے اسٹیج پر پہنچ گیا ہے جس کی وجہ سے جگ ہنسائی جو ہو رہی ہے وہ تو ہو ہی رہی ہے ڈائرکٹ اسلام نشانے پر لے لیا گیا ہے۔ جس کے اثرات نسلوں کو متأثر کر رہے ہیں۔ امام احمد رضا نے انھیں حالات پر قابو پانے کے لیے برسوں پہلے فرزندان اسلام کو تاکید کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"زن و شوہر کے دوسرے پر حقوق کثیرہ واجب ہیں ان میں جو بجا نہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا ایک اگر ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بنا کر اس کے حق ساقط نہیں کر سکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں گے اگر یہ اس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کر سکتا ہے جیسے عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی غرض واجب ہونے کا مطالبہ ہونے پر بے وجہ شرعی ادا نہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوق زن شوہر برابر ہیں ہاں! شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد واکد۔ ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا اس سے بلکہ باپ سے بھی کم وذلک بما فضل اللہ بعضھم علی بعض واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۱۱)

اسی طرح یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول ورائج ہیں۔ بلاشبہ ممنوع وناجائز ہیں۔ خصوصاً وہ ناپاک ملعون رسم کہ خرافات بے تمیز، احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود، ملاعین بے ہود سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا، اور مجلس کے حاضرین و حاضرات کو لچھے دار سنانا، سمدھیانہ کی عفیف پاک دامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرانا، خصوصاً اس ملعون و بے حیا رسم کا مجمع زناں میں ہونا، ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب سنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، خبیث، بے حمیت مردوں کے اختلاط کو جائز رکھنا۔ کبھی برائے نام لوگوں کے دکھاوے کو جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا مگر بندوبست قطعی نہ کرنا۔ یہ وہ شنیع گندی مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں، اس کے کرنے

والے اس کے راضی ہونے والے، اپنے یہاں کافی انسداد نہ کرنے والے، سب فاسق، فاجر، مرتکب کبائر، مستحق غضب جبار و عذاب نار ہیں۔ العیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ اللہ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین۔

جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں اگر نادانستہ شریک ہو گئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو سب مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ فورا فورا اسی وقت اٹھ جائیں، اور اپنی جورو، بیٹی، بہن کو گالی نا دلوائیں ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے۔ العیاذ باللہ رب العلمین۔

زنہار زنہار اس معاملہ میں حقیقی بھائی بہن بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروت روا نہ رکھیں کہ لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ [اللہ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی فرماں برداری نہیں۔ حدیث]

ہاں شریعت مطہرہ نے شادی میں بغرض اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جب کہ مقصود شرع سے تجاوز کر کے لہو مکروہ و تحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہنچے۔ ولہذا، علما شرط لگاتے ہیں کہ قواعد موسیقی پر نہ بجایا جائے تال سم کی رعایت نہ ہو، نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و ناجائز ہیں۔

پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے نہ شرف والی بیبیوں کے مناسب۔ بلکہ نابالغہ چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں اور اگر اس کے ساتھ سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلاً فحش ہو، نہ کوئی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق و فجور کی باتیں، نہ مجمع زناں یا فاسقاں میں عشقیات کے چرچے نہ نامحرم مردوں کو نغمۂ عورت کی آواز پہنچے۔ غرض ہر طرح منکرات شرعیہ و مظان فتنہ سے پاک ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسے انصار کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جا کر یہ شعر پڑھا جاتا تھا۔

اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم

ہم تمھارے پاس آئے، ہم تمھارے پاس آئے اللہ ہمیں زندہ رکھے تمھیں بھی جلائے۔

بس اس قسم کے پاک صاف مضمون ہوں، اصل حکم میں تو اس قدر کی رخصت ہے مگر حال زناں کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہال حال خصوصا زنان زمان سے کسی طرح امید نہیں کہ انھیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حد مکروہ و ممنوع تک تجاوز نہ کریں۔ لہذا سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے۔ نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گے نہ آگے پاؤں پھیلائیں گے۔ خصوصا بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ڈومنیوں کو تو ہرگز قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حد شرعی کی پابندی محال عادی ہے وہ بے حیائیوں، فحش سرائیوں کی خوگر ہیں، منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی۔ بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بد وضعوں کے ساتھ آنا ہی سخت بیہودہ و بے جا ہے۔ صحبت بد زہر قاتل ہے اور عورتیں نازک شیشیاں جن کے ٹوٹنے کو ہلکی ٹھوس بہت ہوتی ہے۔

انسان نما بھیڑیوں سے عورتوں کی عصمت و عزت کی حفاظت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے اس خاص نکتہ کی طرف بھی آپ نے توجہ فرمائی جدھر عموماً عقیدت کی وجہ سے نگاہ نہیں اٹھتی ہے۔

سوال: اگر کوئی عورت جوان یا بڑھیا عالم شریعت، واقف طریقت، جامع شرائط سے بیعت کرے اور اپنے پیر سے فیض لیوے حجاب شرعی تو ہو یعنی کل بدن چھپا ہوا بلا چہرے کے مگر حجاب عرفی نہ ہو تو یہ بیعت کرنے اور اس طریق سے فیض لینا جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب: پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورتوں کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے فی در المختار تمنع المراة الشابة من کشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة. اسی میں ہے: اما فی زماننا فمنع من الشابة قهستانی اور بڑھیا کے لیے جس سے احتمال فتنہ نہ ہو مضائقہ نہیں، فيه ايضا اما العجوز التی لا تشتهى فلا باس بمضائقتها ومس يدها ان امن. مگر ایسے خاندان کی نہ ہو جس کا یوں بھی سامنے آنا اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار یا خود اس کے واسطے وجہ انگشت نمائی ہو، فاناقد امرنا ان ننزل الناس منازلهم کما فی حديث ام المؤمنين الصديقة رضی الله عنها و فی حديث مرفوع اياك و ما يسوء الاذن، خصوصا جب کہ اس کے سبب جانب اقربا سے احتمال ثوران فساد ہو فان الفتنة اكبر من القتل والله تعالىٰ اعلم۔ (۱۲)

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک فاحشہ مسلمہ سے پردہ جو آیا ہے وہ جس مصلحت سے معلوم ہے مگر ایسا موقع ہو کہ باہم فاحشہ اور غیر فاحشہ قرابت اخوت عینی کی رکھتی ہوں تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہے یا نہیں اور اگر کبھی کبھی بمقتضائے محبت خون اسے اپنے سے مل لینے دے تو کیا مرتکب کبیرہ ہوگی بینوا توجروا

الجواب: قول العلماء لا ينبغى للمراة الصالحة ان تنظر اليها المراة الفاجرة كما فی السراج الوهاج و الهندية و رد المحتار اور اسی طرح ارشاد الٰہی عزوجل ہے: و اما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين۔ (سورۂ انعام: ۶۸) ہر صورت کو عام ہے اور مصلحت بھی عام بلکہ ایسی قرابت قریبہ میں برا اثر پڑنے کا زیادہ احتمال کہ اجنبیہ سے نہ اتنا میل ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف اتنا میل و المهاجرة لا مثال هذا لا يعد من القطع المنهى عنه فقد صح مثله عن الصحابة رضى الله عنهم فی اقل من هذا منهم عبد الله ابن عمر رضی الله عنهما، ہاں! یہ حکم احتیاطی ہے اگر نادرا کبھی کچھ دیر کو اسے مل لینے دے دے تو کبیرہ نہیں کما يدل عليه قولهم لا ينبغى مگر احتیاط ضروری ہے جب دیکھے کہ اب کچھ برا اثر پڑتا معلوم ہوتا ہے تو فورا انقطاع کلی کرے اور اس کی صحبت کو آگ جانے اور انصاف یہ ہے کہ برا اثر پڑتے معلوم نہیں ہوتا جب پڑ جاتا ہے تو پھر احتیاط کی طرف ذہن جانا قدر دشوار ہے لہذا، امان وسلامت جدا رہنے ہی میں ہے وباللہ التوفیق، مولانا قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

تا توانی دور شو از یار بد — یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمیں بر جاں زند — یار بد بر جان و بر ایماں زند

واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے عورتوں کے حقوق کے تعلق سے جو بھی شوشے اور گوشے ہو سکتے تھے انھیں نہایت ذمہ داری اور عمق نگاہی سے بیان کر کے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔ اس حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباس بھی پڑھنے سے

تعلق رکھتا ہے، جس میں آپ نے دوٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ نکاح ثانی کر لینے سے عورت کو وراثت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کے پاس۔۔۔۔۔۔روپے بکر کے جمع ہیں اور بکر مر گیا اور اس کی وارث ایک بی بی ہے کہ اس نے اب دوسرا نکاح کر لیا اور ایک بھائی حقیقی اور دو بھائی چچازاد ہیں تو ہر ایک کو اس میں سے کس قدر حصہ ملنا چاہیے اور سوائے اس کے ارادہ بکر کا حج کا تھا اور حج اس پر فرض بھی تھا لیکن مرتے وقت کوئی وصیت اس روپے کی بابت نہیں کی تھی سو اس صورت میں زید اگر چاہے تو اس کی طرف سے حج بھی کرا سکتا ہے یا نہیں؟ فقط مکرر یہ کہ مرتے وقت بکر کے حواس بھی درست نہیں تھے۔ بینوا توجروا

الجواب: زید کو اس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وہ امانت دار تھا اب اس امانت کے مالک وارثان بکر ہوئے زید پر واجب ہے کہ سب روپے انہیں واپس دے قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اہلہا (نساء:۵۸) بے شک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔

روپے اور کچھ ترکہ بکر ہو برتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دین ومہر ووصیت چار سہم پر منقسم ہو کر ایک سہم اس کی زوجہ اور تین حقیقی بھائی کو پہنچیں گے چچازاد بھائیوں کا کچھ حق نہیں نکاح ثانی کر لینا عورت کے مہر یا میراث کو ساقط نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴)

نام نہاد کلمہ گویوں سے بھی اگر عورتوں کی عظمت تار تار ہوئی تو امام احمد رضا ایسوں کی خبر گیری کے لیے بھی سینہ سپر ہو کر میدان عمل میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ مثلاً ایک وہابی مولوی نے اولاد رضیعہ ومرضعہ (یعنی جسے دودھ پلایا گیا اور جس نے دودھ پلایا) کے درمیان نکاح کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ جب آپ کی خدمت میں یہ استفتا کیا گیا اور اس بدعقیدہ مولوی کا فتویٰ آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ کی غیرت اسلامی بھڑک اٹھی اور حمیت ایمانی جوش میں آگئی اور آپ نے عالم جلال میں پورا ایک عظیم الشان رسالہ الجمل الحسن فی حرمۃ ولد اخ اللبن [۱۳۳۰ھ] اولاد رضیع اور اولاد مرضعہ کے درمیان حرمت نکاح کا عمدہ اور روشن بیان لکھ کر حقوق نسواں کی حفاظت وصیانت کا حق ادا کیا۔ اس رسالہ کی ایک دلیل اور امام احمد رضا کا تیور ملاحظہ کیجیے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب۔ (صحیح مسلم، کتاب الرضاع) رواہ الائمۃ احمد والبخاری و مسلم و ابو داؤد و ابن ماجہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ و احمد و مسلم و النسائی و ابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جو نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔ (اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔)

بھانجا بھانجی، بھتیجا بھتیجی نسب سے حرام ہیں یا نہیں؟ ضرور ہیں تو دودھ سے بھی قطعاً حرام ہیں، اور شک نہیں کہ اپنی نسبتی ماں کی رضاعی اولاد اپنی بہن بھائی ہے، تو اس اولاد کی نسبتی اولاد اپنے سے یہی رشتے رکھتی ہے۔ اسے یوں سمجھیے مثلاً: زید کی ماں ہندہ کا دودھ عمرو نے پیا، تو عمرو اور زید رضاعی بھائی ہوئے تو ہندہ مرضعہ کی بیٹی لیلیٰ بھی عمرو رضیع کی بہن نہ ہو گی کہ جب ہندہ کا بیٹا زید کا بھائی نہ ہوا تو ہندہ کی بیٹی لیلیٰ کس رشتہ سے عمرو کی بہن ہو جائے گی، حالاں کہ وہ بنص قطعی قرآن عمرو کی بہن ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: وامھتکم التی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعۃ۔(النساء:۱۵)(۱۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھاری مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور تمھاری رضاعی بہنیں۔"

وعلیٰ ہذا القیاس باقی سب صورتیں، اور جب مرضعہ کی سب اولاد رضیع کے بھائی بہن ہو گئے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کے لیے یقیناً اپنے بہن بھائی کی اولاد ہے، اور اپنے بھائی بہن کی اولاد یقیناً، قطعاً، اجماعاً حرام ہے تو پھوپھی بھتیجے یا چچا بھتیجی یا خالہ بھانجے یا ماموں بھانجی کا زنا کیوں کر حلال ہو سکتا ہے! ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بیوہ عورتوں کے تعلق سے عام لوگ افراط وتفریط کے شکار تھے۔ جس کی وجہ سے ان عورتوں کے حقوق کی پامالی ہو رہی تھی، امام اہل سنت نے جب اس طرف اپنی توجہ مبذول کی اور لوگوں کے افکار وخیالات پر نشتر زنی کر کے مرہم لگانے کا کام کیا تو اطائب التھانی فی النکاح الثانی (۱۳۱۲) نامی رسالہ لکھ کر سماجی رسم ورواج اور غلط نظریات کی بیخ کنی فرمائی، اس رسالہ کے اخیر میں خلاصہ تحریر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" خلاصۂ مقصود یہ ہے کہ عوام جو نکاح بیوہ کو باتباع رسم مردود وعنود ننگ وعار سمجھتے ہیں اور کیسی حالت حاجت وضرورت شدیدہ ہو معاذ اللہ حرام کے مثل اس سے احتراز رکھتے ہیں برا کرتے ہیں اور بہت برا کرتے ہیں بیجا پر ہیں اور سخت بیجا پر خان صاحب شیخ صاحب مرزا صاحب درکنار وہ کوئی حضرت میر صاحب ہی ہوں تو کیا ان کی بیٹیاں بہنیں محمد رسول اللہ کی خاص جگر پاروں سیدۃ النساء بتول زہرہ رضی اللہ عنہا کی بطنی صاحبزادیوں سے زیادہ عزت والیاں بڑھ کر غیرت والیاں ہیں جن کے دو دو تین تین اور اس سے بھی زائد ہوئے۔ سبحان اللہ! چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مسلمانو! ذرا کلمہ پڑھنے کا شرم کرو اور اپنے آقا ومولیٰ اپنے بادشاہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت چھوڑ کر ناپاکوں گندوں اینٹ پتھر کے بندوں کے قدم پر قدم نہ دھرو ذرا غور تو کرو کس کی راہ چھوڑتے اور کس گمراہ کے پیچھے دوڑتے ہو۔

بقول دشمن پیماں دوست بشکستی　　　ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

نکاح کی چھ صورتیں اور ان کے احکام مفصلاً گزرے انھیں بغور دیکھو اور بصدق عمل میں لاؤ کہ دنیا اور آخرت کے منافع پاؤ اور اس اسم نیک کے طعن وتشنیع سے قطعاً باز رہو کہ کہیں اس اندھے کوئیں میں گر کر نور ایمان کو خیر آباد نہ کہہ دو۔ ادھر ان حضرات اہل تکفیر سے التماس کے شوق میں منکر کو اٹھائے برے رسم کو مٹایئے گر ذرا اپنا بھی نفع ونقصان دیکھے بھالے میں رو کے سنبھالے یہ موقع ہے اوروں کو نصیحت آپ کو فضیحت۔ اللہ اکبر لا الہٰ الا اللہ کی عظمت جانو تو اہل لا الہٰ الا اللہ کی تکفیر سخت آفت مانو یہاں خیال قابو میں ہے جسے چاہو کافر بتاؤ، مشرک کہہ جاؤ اس دن کا بھی کچھ جواب بنا رکھو جب لا الہٰ الا اللہ کو اپنے قائلوں کی طرف سے جھگڑتا دیکھو، لا الہٰ الا اللہ کے اتارنے والے اہل لا الہٰ الا اللہ کو ہدایت فرما اور ہمیں لا الہٰ الا اللہ کے سچے ایمان پر دنیا سے اٹھا، آمین ثم آمین۔" (۱۶)

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے ان تمام صورتوں پر عمل کی سختی سے تاکید فرمائی ہے جو ان کے اخلاق وکردار کو متاثر کرنے والی ہیں۔ عورتوں کے لیے غیر مردوں کی صحبت تو زہر قاتل ہے ہی بازاری عورتوں، کافروں اور عام عورتوں کی صحبت سے آپ حتی المقدور روکنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ ایسی ہی عورتوں کی صحبت کے تعلق

سے ایک سوال کے جواب میں آپ کا سیال خامہ کس برق رفتاری سے چلتا ہے؟ ذیل میں نقل کیے گئے جواب سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے اس کے مختلف پہلوؤں کو جس ماہرانہ اور حکیمانہ انداز سے قلمبند کیا ہے اسے پڑھ کر جہاں آپ کے خلوص کا اندازہ ہوتا ہے وہیں صنف نازک کی آخرت سنوارنے کی بے انتہا فکر بھی اجاگر ہو کر سامنے آتی ہے۔ امت مسلمہ کے اخلاق و کردار کی اسی بے چینی نے آپ کو ملت کا غم خوار اور مسیحا بنا دیا۔ ذیل میں مسئلہ ملاحظہ کیجیے اور امام احمد رضا کے درد و کرب کو محسوس کرنے کی کوشش کیجیے:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورات طوائف پیشہ خواہ بلا نکاح ایک کی پابند ہوں یا نہ ہوں ان سے اور ان کے ذکور سے اختلاط و اتحاد رکھنا اور شادی اور مجلسوں میں اپنے مکانات پر ان کو بطور برادرانہ بلانا اور اپنی عورتوں کو بے پردہ طوائفوں کے سامنے کرنا اور جو لوگ شامل و شریک ان طوائفوں کے رہتے ہیں ان کو بہ نیت ترقی اعزاز و افتخار ایک دستر خوان پر اور دیگر اہل اسلام کو بھی ان کے ساتھ کھلانا پلانا اور ایسے ذکور و اناث کے یہاں خود جا کر کھانا اور دوسروں کو طوائفوں کی دعوتوں میں لے جانا اور جو مسلمان ایسے برتاؤ اچھا نہ سمجھتا ہو اس کو برا کہنا بلکہ اس رواج کے قائم دائم رکھنے میں اپنی کوشش کرنا یہ سب جائز ہے یا ناجائز اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے اور موروثوں کو نابالغ بچوں کو فحش گیت گانے یا فحش کلام کرنے سے منع نہ کرنا کس درجہ کا گناہ ہے؟ کتاب سے بیان فرماؤ رحمٰن سے ثواب پاؤ گے۔

الجواب: ایسی حرکات نہایت شنیع و ناپاک اور ایسے اشخاص سراسر خطا کار و بے باک اور ایسے برتاؤ معاذ اللہ باعث عذاب و ہلاک ہیں رنڈی اگرچہ بلا نکاح ایک کی پابند ہو علانیہ فاحشہ زانیہ اور اس کے مرد قلتبان و دیوث ہیں یہ سب کے سب ہر وقت اللہ عزوجل کے غضب میں ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تفتح ابواب السماء نصف الليل فينادی منادمن داع فيستجاب له؛ هل من سائل فيعطی؛ هل من مكروب فيفرج عنه؛ فلا يبقى مسلم يدعو الله بدعوة الا استجاب الله عز وجل له الا زانية تسعى بفرجها او عشار۔ آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے۔ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کریں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکل کشائی ہو۔ اس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دعا کرتا ہے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ قبول فرماتا ہے مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے یا لوگوں سے بیجا محاصل تحصیلنے والا، رواه احمد بسند مقارب۔

والطبرانی فی الکبیر واللفظ له عن عثمان بن ابی العاص رضی الله عنه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثلثة لا يدخلون الجنة ابدا الديوث و الرجلة من النساء و مدمن الخمر۔ تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے: دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی رواه الطبرانی عن عمار بن یاسر رضی الله عنهما بسند حسن؛

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

'' ثلثة لا يدخلون الجنة العاق لوالديه والديوث ورجلة النساء۔ تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں

باپ کو آزار دینے والا اور دیوث اور مرد بننے والی عورت رواہ الحاکم فی المستدرك والبیہقی فی الشعب بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

یہ لوگ کہ ان بدکار عورتوں ان دیوث مردوں سے دوستی رکھتے ہیں روز قیامت انھیں کے ساتھ اٹھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر فرماتے ہیں:

لایحب رجل قوما الا جعله الله معهم۔ جو جس قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے انھیں کے ساتھ کردے گا۔ رواہ النسائی عن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ۔

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من احب قوما حشره الله فی زمرتهم۔ جو جس قوم سے دوستی کرے گا اللہ تعالیٰ انھیں کے گروہ میں اٹھائے گا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الضیاء فی المختارۃ عن ابی قرحافة رضی اللہ عنہ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: المرء مع من احب۔ آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہوگا۔ رواہ الشیخان عن ابن مسعود عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما هو متواتر۔

ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے کا حال بھی سن لیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اول مادخل النقص علی بنی اسرائیل انه کان الرجل یلقی الرجل فیقول یا هذا اتق الله ودع ما تصنع فانه لایحل لك ثم یلقاه من الغد و هو علی حاله فلا یمنعه ذلك ان یکون اکیله و شریبه و قعیده فلما فعلوا ذالك ضرب الله قلوب بعضهم ببعض، ثم قال: لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذلك بما عصوا و کانوا یعتدون۔ کانوا لایتناهون عن منکر فعلوه لبئس ما کانوا یفعلون۔ (القرآن) الحدیث، بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وہ یہ تھی کہ ان میں ایک شخص دوسرے سے ملتا اس سے کہتا: اے شخص! اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں پھر دوسرے دن اس سے ملتا اور وہ اپنے اسی حال پر ہوتا تو یہ امر اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے پاس بیٹھنے سے نہ روکتا جب انھوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع کرنے والوں کا حال بھی انھیں خطا والوں کے مثل ہوگیا۔ پھر فرمایا: بنی اسرائیل کے کافر لعنت کیے گئے داؤد و عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے نہ روکتے تھے البتہ یہ سخت بری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے رواہ ابو داؤد و اللفظ له و الترمذی و حسنه عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔ تفسیر احمدی میں ہے: هم المبتدع و الفاسق و الکافر و القعود مع کلهم ممتنع۔ ظالم لوگ بدمذہب، فاسق اور کافر ہیں ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔ مروی ہوا اللہ عزوجل نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی: الٰہی! برے تو برے ہیں اچھے کیوں

ہلاک ہوں گے؟ فرمایا:

انھم لم یغضبوا بغضبی و اکلوھم و شاربوھم۔ اس لیے کہ جن پر میرا غضب تھا انہوں نے ان پر غضب نہ کیا اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے رواہ ابن ابی الدنیا و ابو الشیخ عن ابراھیم عن عمر الصنعانی۔ ایسے لوگ شرعاً مستحق تذلیل واہانت ہیں اور نماز کی امامت ایک اعلیٰ درجہ کی تعظیم وتکریم ہے شرع مطہر جس کی اہانت کا حکم دے اس کی تعظیم کیوں کر روا ہوگی؟ ولہٰذا، علمائے کرام فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ سب موجود میں سے علم میں زائد ہو اسے امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی تعظیم ہو حالاں کہ شرعاً اس کی توہین واجب ہے۔

مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وطحطاوی علی الدر المختار میں ہے: اما الفاسق الاعلم فلایقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ۔ شرعاً اپنی عورتوں کو رنڈیوں کے سامنے بے پردہ و بے حجاب کرنے والے ان سے میل ملاقات کرانے والے یا سخت احمق، مجنوں، بدعقل ہیں یا نرے بے حیا بے غیرت بے شرم۔ عورت موم کی ناک بلکہ رال کی پڑیا بلکہ بارود کی ڈبیا ہے آگ کے ایک ادنیٰ سے لگاؤ میں بھق سے ہو جانے والی ہے عقل بھی ناقص اور دین بھی ناقص اور طینت میں کجی اور شہوت میں مرد سے سو حصہ بیشی اور صحبت بد کا اثر مستقل مردوں کو بگاڑ دیتا ہے پھر ان نازک شیشیوں کا کیا کہنا جو خفیف ٹھیس سے پاش پاش ہو جائیں یہ سب مضمون یعنی عورات کا ناقصات العقل والدین اور کج طبع اور شہوت میں زائد اور نازک شیشیاں ہونا صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوئے ہیں اور صحبت بد کے اثر میں تو بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں از اں جملہ یہ حدیث جلیل کہ مشکوٰۃ حکمت نبوت کی نورانی قندیل ہے فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

مثل الجلیس الصالح و الجلیس السوء کمثل صاحب المسك و کیر الحداد لایعدمك من صاحب المسك اما ان یشتریه او تجد ریحه و کیر الحداد یحرق بیتك اوثوبك او تجد منه ریحا خبیثة و فی حدیث ان لم یصبك من سواده اصابك من دخانه۔ اچھے مصاحب اور برے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے مشک والا اور لوہار کی بھٹی کہ مشک والا تیرے لیے نفع سے خالی نہیں یا تو تو اس سے خریدے گا کہ خود بھی مشک والا ہو جائے گا ورنہ خوشبو تو ضرور پائے گا اور لوہار کی بھٹی کہ تیرا گھر پھونک دے گی یا کپڑے جلا دے گی یا کچھ نہیں تو اتنا تو ہوگا کہ تجھے بدبو پہنچے اگر تیرے کپڑے اس سے کالے نہ ہوئے تو دھواں تو ضرور پہنچے گا۔ رواہ البخاری عن ابی موسیٰ الاشعری و المتاخر لابی دائود و النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

فحش گیت شیطانی رسم اور کافروں کی ریت ہے شیطان ملعون بے حیا ہے اور اللہ عزوجل کمال حیاوالا۔ بے حیائی کی بات سے حیاوالا ناراض ہوگا اور وہ بے حیائی کا استاد انھیں اپنا مسخرہ بنائے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجنة حرام علیٰ کل فاحش ان یدخلھا۔ جنت ہر فحش بکنے والے پر حرام ہے۔ اخرجه ابن ابی الدنیا فی فضل الصمت و ابو نعیم فی الحلیة عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ یونہی بے ضرورت و حاجت شرعیہ لوگوں سے فحش کلامی بھی ناجائز و خلاف حیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة و البذاء من الجفاء والجفاء فی النار۔ حیا ایمان سے ہے اور ایمان

جنت میں ہے اور فحش بکنا بے ادبی ہے اور بے ادبی دوزخ میں ہے۔رواہ الترمذی و الحاکم و البیھقی فی الشعب عن عمران ابن حصین رضی اللہ عنھم بسند صحیح۔

اورفرماتے ہیں ﷺ: الحیاء والعی شعبتان من الایمان و البذاء و البیاب شعبتان من النفاق۔ شرم اورکم سخنی ایمان کی دوشاخیں ہیں اور فحش بکنا اور زبان کا طرار ہونا نفاق کے دوشعبے ہیں۔احمد و الترمذی وحسنه والحاکم و صححه عن ابی امامة الباھلی رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

اورفرماتے ہیں ﷺ: ما کان الفحش فی شیء قط الا شانه و ما کان الحیاء فی شیء قط الا زانه۔ فحش جب کسی چیز میں دخل پائے گا اسے عیب دار کردے گا اور حیا جب کسی چیز میں شامل ہوگی اس کا سنگار کردے گی۔احمد و البخاری فی الادب المفرد و الترمذی و ابن ماجه عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه بسند حسن۔

اورفرماتے ہیں ﷺ: البذاء شوم۔ فحش بکنا منحوس ہے۔اخرجه الطبرانی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنه بسند حسن۔ یحییٰ بن خالد نے کہا: اذا رایت الرجل بذیء اللسان و قاحا دل علیٰ انه مدخل فی نسبه۔ جب تو کسی کو دیکھے کہ فحش بکنے والا بے حیا ہے تو جان لے کہ اس کی اصل میں خطا ہے حکاہ المناوی فی التیسیر بچپن سے جو عادت پڑتی ہے کم چھوٹتی ہے تو اپنے نابالغ بچوں کو ایسی ناپاکیوں سے نہ روکنا ان کے لیے معاذ اللہ جہنم کا سامان تیار کرنا اور خود سخت گناہ میں گرفتار ہونا ہے قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارة علیھا ملائکة غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یومرون (۱۷) اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت درشت خو فرشتے موکل ہیں کہ اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں فرمایا جائے وہی کرتے ہیں۔اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک توفیق دے اور بری عادتوں سے پناہ بخشے آمین واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مراجع

۱۔ڈاکٹر علی جمعہ:www.erfan.in/urdu/15556
۲۔Encyclopedia of Britannica,(1768)V:30,Page,912
۳۔مِل،شیروانی 1991ء،ص:39
۴۔2035/dpl/www.un.org/women watch/may2000/-)
۵۔ماہنامہ دختران اسلام،جنوری 2018　۶۔البقرہ:۱۸۷　۷۔النسا:۳۴　۸۔البقرہ:۲۲۸
۹۔جدید تحریک نسواں اور اسلام: صفحات 74،75،80　۱۰۔فتاویٰ رضویہ:۹/۴۷۔۴۸　۱۱۔فتاویٰ رضویہ:۹/۶۰
۱۲۔فتاویٰ رضویہ:۹/۱۰۲　۱۳۔فتاویٰ رضویہ:۹/۸۸　۱۴۔فتاویٰ رضویہ:۱۰/۱۲۵　۱۵۔القرآن الکریم:۲۳ پارہ،۴ رکوع
۱۶۔فتاویٰ رضویہ ۵/۵۹۷　۱۷۔پارہ ۲۸:التحریم:۶

❖❖❖

امام احمد رضا اور ان کے خانوادہ کی اربعین نویسی

تدوین حدیث کی مختصر تاریخ، اربعین نویسی کا اجمالی تعارف، حدیث اربعین کی تخریج، فنی و اسنادی حیثیت، چند مشہور اربعینات، اعلیٰ حضرت اور خاندان اعلیٰ حضرت کی اربعینات کا اجمالی تعارف

از: مفتی محمد سلیم بریلوی
استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

رسول اور احادیث رسول کی تشریعی حیثیت و اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ وہ نیست کو ہست بنائے، عالم امکان کو "وجودی قبا" زیب تن کرائے اور کائنات کی تخلیق فرمائے تو اس نے سب سے پہلے اپنے نور سے ہمارے آقا، نبی آخر الزماں، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔ انہیں "خلیفۂ اول" اور "نائب مطلق" کا منصب جلیل عطا فرمایا۔ انہیں اپنا محبوب، "عالم امکاں کا شاہ" اور "خلق کا آقا" بنایا۔ مگر اس کے ساتھ ہی دنیا میں آپ کو سارے انبیائے کرام کے بعد مبعوث فرمایا۔

سرزمین مکہ پر اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ کو ایک "جامع منشور"، بے مثل و بے مثال "دستور" اور زندگی کے ہر شعبہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ایک ایسا کامل و اکمل "قانون" بھی عطا فرمایا کہ جو ایک طرف تو کامیابی و کامرانی والی "وسطی شاہراہ" کی طرف انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے تو دوسری طرف انہیں ہر طرح کی روحانی و جسمانی، اور ذہنی و قلبی شفا بھی عطا فرماتا ہے۔ یہ وہی دستور و آئین ہے جسے "کلام الٰہی"، فرقان مجید، قرآن کریم اور کتاب اللہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا ایسا کلام ہے کہ جس کے "مخاطب" ہمارے آقا خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ ظاہر ہے کہ متکلم کے کلام کے معانی و مفاہیم، رموز و اسرار، اشارات و مجملات، منشاء و مقتضیات اور اس کی حقیقی مراد "مخاطب" کے علاوہ کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ اپنے کلام کے مجملات کی تفصیل، عام کی تخصیص، اطلاق کی تقیید، مشروط کی شرط، حکم منزل و موجود کا رفع و نسخ، کلیات، اصول کے جزئیات، کیفیات، احکام کے مکمل خدوخال، اوامر و نواہی کی مکمل کیفیات، معانی و مفاہیم کی تعیین، اس کی مراد کی تشریح و تفسیر اور اس کی توضیح و تبیین متکلم اپنے مخاطب ہی کو بتاتا ہے۔

وحی متلو اور وحی غیر متلو:

اصول و کلیات اور امثال و قصص وغیرہ کی صورت میں، فرشتہ کے واسطہ، لوح محفوظ سے براہ آسمان دنیا اللہ رب العزت کی جانب سے جو کلام الٰہی نازل ہوا اسے "وحی متلو" اور "کتاب اللہ" کہتے ہیں۔ من جانب اللہ، قلب رسول پر القا ہونے والے معانی و مفاہیم اور مضامین پر دلالت کرنے والے جو لعل و گہر آقا کریم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے بصورت کلام جاری ہوئے، انہیں "وحی غیر متلو" کے نام سے جانا گیا لیکن اگر اس "وحی غیر متلو" کو آقا نے "اللہ رب العزت" کی جانب منسوب کر کے

بیان کیا ہوتو اسے "حدیث قدسی" اور اللہ کی جانب اسناد کے بغیر یہ کلام فرمایا ہو تو اسے "حدیث رسول" کے نام سے جانا گیا۔

قرآن کریم کے معانی و مفاہیم بھی اللہ کے اور ان پر دلالت کرنے والے الفاظ و عبارات اور نظم قرآنی بھی اللہ ہی کی جانب سے آئی ہے۔ایک کو کلامِ نفسی اور دوسرے کو کلام لفظی کہتے ہیں۔کلام نفسی اللہ رب العزت کی صفت ازلی قدیم ہے اور کلام لفظی حادث و مخلوق ہے۔اس کے برخلاف حدیث رسول کے معانی و مفاہیم اگرچہ اللہ کی جانب سے القا فرمائے گئے مگر معانی و مفاہیم پر دلالت کرنے والے الفاظ و عبارات ہمارے نبی ﷺ کے ہوتے ہیں۔لہذا آقا کریم ﷺ نے جو فرمایا، جو کیا، یا جسے برقرار رکھا وہ سب حکم الٰہی، منشائے خداوندی، وحی ربانی اور القائے خداوندی سے کیا۔قرآن کریم اس کی طرف یوں اشارہ فرماتا ہے:

"وما ینطق عن الھویٰ. ان ھو الا وحی یوحیٰ" (سورۂ نجم آیت ۳، ۴ پارہ ۲۷) اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی۔" (کنزالایمان)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اسی مفہوم کو اپنے ایک شعر میں یوں ادا فرماتے ہیں ؎

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

حکمت کا مفہوم:

جہاں آقا کریم ﷺ اللہ کی جانب سے نازل ہونے والے کلام الٰہی، کتاب ربانی، قرآن مجید اور فرقان حمید کی تلاوت بھی فرماتے، صحابہ کو پڑھنا بھی سکھاتے وہیں اس کے رموز و اسرار، "مرادِ الٰہی" کی تشریح و توضیح اور تبیین و تعیین کے لئے اپنی زبان اقدس سے "حکمت" کے موتیوں کی "بارانِ رحمت" بھی فرماتے۔لہذا کتاب و متن کو "قرآن" اور شرح و حکمت کو "حدیث" کہا گیا۔پتہ چلا کہ احادیث کریمہ کی عبارات اور اس کے الفاظ اگرچہ رسول کے ہیں مگر ان کے مطالب و معارف یہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہیں جنہیں قرآنی زبان میں "حکمت" سے تعبیر فرمایا گیا۔قرآن کریم میں ہے کہ:

"و انزل اللہ علیك الکتب والحکمة وعلمك مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیماً" (سورۂ نساء آیت: ۱۱۳ر پارہ ۵ ر رکوع: ۱۴) ترجمہ: اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

"واذکرن ما یتلی علیکن فی بیوتکن من اٰیت اللہ و الحکمة" (سورۂ احزاب آیت ر ۳۴ ر پارہ ۲۲ ر رکوع:۱) ترجمہ: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔"

احادیث کریمہ کی صورت میں یہ حکمت بھی اللہ ہی کی جانب سے عطا فرمائی گئی تھی اس کی تصریح ابوداؤد شریف کی اس حدیث میں بھی ملتی ہے:

"الا انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ" (ابوداؤد شریف) ترجمہ: معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے قرآن بھی عطا کیا گیا اور ا

س کے ساتھ اس کا مثل بھی۔"

اس حدیث میں واضح طور پر فرمایا کہ اللہ کی جانب سے قرآن کریم کی صورت میں "وحی متلو" بھی نازل فرمائی گئی تھی اور احادیث کریمہ کی صورت میں "وحی غیر متلو" بھی۔ جسے آقا نے "مثلہ معہ" سے تعبیر فرمایا۔

ان دونوں آیتوں اور مذکورہ بالا ابوداؤد کی حدیث پاک میں حکمت سے مراد احادیث کریمہ اور اقوال رسول کے وہی معانی ومفاہیم ہیں کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تفویض کئے جاتے اور کتاب اللہ کے علاوہ احادیث کریمہ کے یہ معانی ومفاہیم قرآن عظیم کی تشریح کے لئے اتارے جاتے۔ اسی وجہ سے کتاب کا ذکر الگ اور حکمت کا ذکر الگ کیا گیا۔ جہاں کتاب اللہ کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا وہیں حکمت نامی ان احادیث رسول کو بھی یاد کرنے کا حکم جاری فرمایا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح کتاب اللہ پر عمل ضروری ہے اسی طرح احادیث کریمہ پر بھی عمل پیرا رہنا لازمی اور واجبی امر ہے۔

رسول بحیثیت شارح قرآن:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے جہاں "معلم" ہیں وہیں "شارح اور مبین" بھی ہیں۔ قرآن کریم کو بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے احادیث کریمہ کی مدد حاصل کرنا ایک لازمی اور واجبی امر ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح قرآن کریم کے احکام پر عمل لازم ہے اسی طرح احادیث کریمہ کو ماننا، تسلیم کرنا، ان پر عمل کرنا اور انہیں اپنی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے "دستور کامل" بنانا لازم وضروری ہے۔

اگرچہ قرآن کریم میں ہر چیز کا "روشن بیان" ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

"تبیانا لکل شی۔ یعنی قرآن کریم میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔"

تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو لیکن ان تمام روشن بیانوں کو آقا کی مدد کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے کہ یہ ذمہ داری ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی۔ اسی لیے قرآن کریم کے مجملات اور اس کے نصوص کے محمل ومراد کو جاننے اور سمجھنے کے لیے ہمیں آقا کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہوگا۔ ہمارے آقا کی اس حیثیت واہمیت کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا:

"وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم۔ ترجمہ:- اے نبی! ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لیے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرمادے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔"

احادیث کریمہ اور اقوال رسول کی اسی دینی و مذہبی حیثیت کو بتانے کے لئے قرآن کریم میں بہت سی آیتیں نازل فرمائی گئیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (النساء آیت ۸۰) ترجمہ:۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

۲۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ (النساء آیت ۶۴) ترجمہ:۔ ہم نے رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔

۳۔ فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما

قضیت و یسلموا تسلیما۔ (النساء آیت ۶۵) ترجمہ:۔تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جبتک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (کنزالایمان)

۴۔ وما کان لمومن و لا مؤمنة اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم۔ ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ (الاحزاب آیت ۳۶) ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہونچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا۔ (کنزالایمان)

رسول بحیثیت شارع اسلام:

ہمارے آقا ﷺ قرآن کریم کے صرف معلم و شارح ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''تشریعی'' اختیارات عطا فرما کر دین کا ''شارع'' بھی بنایا ہے۔چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

''وما اتاکم الرسول فخذوہ ج وما نھکم عنہ فانتھوا ج۔(حشر: آیت ۷) ترجمہ:۔اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔'' (کنزالایمان)

''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔(آل عمران: آیت ۳۱) ترجمہ:۔اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔'' (کنزالایمان)

''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة۔(احزاب: آیت ۲۱) ترجمہ:۔بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔'' (کنزالایمان)

''ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث (اعراف: آیت ۱۵۷) ترجمہ:۔اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔'' (کنزالایمان)

خود آقا ﷺ نے اپنے عمل کی پیروی کرنے کا یوں حکم دیا:

''صلو کما رأیتمونی اصلی۔(مسلم شریف) ترجمہ:۔جیسے میں نماز پڑھوں ایسے ہی تم پڑھو۔''

حدیث کی حجیت:

واضح ہوا کہ ہمارے آقا، قرآن کریم کے ایسے مبین اور شارح ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''تشریعی'' اختیارات کے ساتھ دنیا میں مبعوث فرمایا۔آپ کی تشریح، توضیح، تبیین، تفسیر، مجمل کی تفصیل، مراد کی تعیین، مبہم کی تبیین، مقید کے اطلاق اور مطلق کی تقیید کے بغیر احکام الٰہیہ کا فہم وادراک ناممکن اور شریعت اسلامیہ پر عمل محال ہے۔اس طرح محال ہے کہ احادیث رسول کے بغیر خدائی احکام اور ربانی اوامر ونواہی پر عمل کیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ بہت سے دینی احکام وہ ہیں کہ قرآن کریم میں مذکور نہیں مگر وہ دین کا حصہ ہیں۔شریعت انہیں ''واجب الاعتقاد'' اور ''واجب العمل'' قرار دیتی ہے۔کیونکہ وہ وحی متلو تو نہیں مگر وحی غیر متلو اور حکمت کا حصہ ہیں۔

ذرا غور فرمائیں کہ ''صلوٰۃ''، ''زکوٰۃ''، ''تیمم''، ''حج'' اور ''عمرہ'' جیسے یہ الفاظ ''عربی زبان'' کے ہیں مگر ان کا ''لغوی معنی'' کچھ اور ہے اور شرعی کچھ اور۔ ان کے ان مخصوص شرعی معانی کی تعیین کس نے کی؟ ظاہر سی بات ہے کہ ان الفاظ کے یہ مخصوص معانی ہمیں رسول ہی کی جانب سے ملے۔ اگر احادیث کریمہ نہ ہوتیں تو ان کے یہ مخصوص معانی ہمیں کیسے میسر ہوتے؟ ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے قیام، رکوع، سجدے کی یہ مخصوص ہیئت مراد ہے؟ اذان سے لے کر سلام پھیرنے تک نماز کی اس پوری ''ہیئت کذائیہ'' کی معرفت ہمیں قرآن سے نہیں بلکہ حدیث سے ہوتی ہے۔ اسی طرح حج، زکوٰۃ وغیرہ کی مکمل تفصیلات اور یہ معروف طریقہ ہمیں قرآن نے نہیں بلکہ حدیث نے سکھایا ہے۔ نیز خود قرآن کریم میں بے شمار ایسی آیتیں ہیں کہ جن کے معانی و مفاہیم ان کے پس منظر اور ان کے شان نزول کے بغیر سمجھنا ناممکن ہیں۔ تو ان آیات کے شان نزول اور ان کے پس منظر کی بھی معرفت ہمیں احادیث کریمہ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر احادیث کریمہ نہ ہوں تو قرآن کریم انسانوں کے لئے ایک ''چیستاں'' بن کر رہ جائے گا۔

اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب قرار دی گئیں۔ احادیث کریمہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسے دین کا لازمی جزء بنا دیا گیا۔ جس طرح قرآن کریم دین و مذہب کی اساس، شریعت اسلامیہ کا مصدر، منبع و سرچشمہ، دلیل شرعی، واجب العمل اور واجب الاعتقاد ہے اسی طرح احادیث کریمہ بھی مذہب اسلام کی اساس و بنیاد، شریعت اسلامیہ کا مصدر، دلیل شرعی، منبع و سرچشمہ، واجب الاعتقاد اور واجب العمل ہیں۔

احادیث کریمہ کی حفاظت میں صحابہ کرام کے جذبہ و اہتمام کے اسباب

صحابہ کرام جس طرح قرآن کریم کی جمع و تدوین، حفظ و کتابت، حفاظت و صیانت اور اس کے ادب و احترام میں کوشاں رہتے، دلچسپی رکھتے اور جد و جہد کرتے اسی طرح وہ احادیث کریمہ کو جمع کرنے، انہیں یاد کرنے، انہیں مرتب و مدون کرنے، انہیں لکھنے، ان کی ترویج و اشاعت کرنے، ان کی انہام و تفہیم، درس و تدریس اور نو پید مسائل میں ان سے استناد و استشہاد کے سلسلہ میں نہایت جد و جہد کرتے، کوشاں رہتے، جانفشانی کرتے، ہر کام سے بڑھ کر اس کام کو اہمیت دیتے۔ خود بھی اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلاتے۔ ایک دوسرے سے احادیث کریمہ کا دورہ و مذاکرہ کرتے، انہیں حاصل کرنے کے لئے تگ و دو کرتے اور ان کے حصول کے لئے دور دراز کا سفر کرتے۔

مثال کے طور پر حضرت جابر کہ جنہیں بے شمار احادیث کریمہ یاد تھیں۔ آج ہمارے پاس ان کی مرویات ایک ہزار پانچ سو چالیس ہیں۔ اس کے باوجود انہیں معلوم ہوا کہ ایک دور دراز کے خطہ میں کسی صاحب کے پاس ایک حدیث رسول ہے تو اس کی تحصیل کے لئے انہوں نے ایک مہینہ کی مسافت طے کی۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

عہد صحابہ میں حفظ حدیث:

احادیث کریمہ کو یاد رکھنے، ان کو جمع کرنے، ان کی ترویج و اشاعت اور ان کی تبلیغ و ترسیل میں صحابہ کرام کے شوق، جذبہ، ولولہ اور اہتمام و انتظام کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیثیں سنتے۔ آپ کے مجلس سے تشریف لے

جانے کے بعد ہم آپس میں حدیثوں کا دورہ کرتے۔ اس کی صورت یہ ہوتی کہ ایک دفعہ ایک آدمی ساری حدیثیں بیان کرتا، پھر دوسرا پھر تیسرا۔ کبھی کبھی تو ساٹھ ساٹھ آدمی ہماری محفل میں ہوتے اور سب باری باری ایک ایک کر کے یہ حدیثیں بیان کرتے۔ اس طرح دورہ کرنے کے بعد جب ہم مجلس سے اٹھتے تو یہ احادیث کریمہ ہمیں اس طرح یاد ہوتیں گویا کہ انہیں ہمارے دلوں میں جاگزیں کر دیا گیا ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ رصفحہ ۱۶۱ مفہوما)

☆ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی بیان ہے کہ ہم فرض نمازوں کے بعد عہد نبوی میں مسجد میں بیٹھ جاتے پھر قرآن پاک اور احادیث کریمہ کا دورہ کرتے۔ (مستدرک للحاکم جلد ۱ صفحہ ۹۴ مفہوما)

☆ حضرت ابوسعید خدری کا بھی بیان اسی سے ملتا جلتا ہے کہ صحابہ کرام جب بھی کہیں آپس میں مل بیٹھتے تو ان کی گفتگو کا محور وموضوع اللہ کے رسول کی احادیث کریمہ ہوتیں یا قرآن پاک کی کسی سورۃ کی تلاوت کرتے یا تلاوت سنتے۔ (مستدرک للحاکم جلد ۱۔ صفحہ ۹۴ رمفہوما)

اس طرح کے بے شمار واقعات اسلامی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ احادیث کریمہ کو پڑھنے، پڑھانے، یاد کرنے، یاد کرانے، محفوظ رکھنے اور محفوظ کرانے میں صحابہ کرام غیر معمولی دلچسپی اور بے مثال جذبہ ولگن رکھتے تھے۔

عہد صحابہ میں کتابت حدیث:

صحابۂ کرام احادیث کریمہ کو صرف زبانی ہی یاد نہیں کرتے بلکہ لکھ کر بھی اپنے پاس انہیں محفوظ رکھتے۔ خود بھی یہ کام کرتے اور دوسروں سے بھی اس کام کی تلقین کرتے۔ کتابت حدیث بھی کرتے اور حفظ حدیث بھی۔ چند مثالیں مندرجہ ہیں:

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے حلقہ درس میں آقا کے ارشادات لکھ رہے تھے۔ (مقدمہ فیض الباری)

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے حقوق انسانی کے تعلق سے جو بے مثال اور تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا اس کو ایک یمنی شخص نے تحریری شکل میں عطا کرنے کی گزارش کی تو آپ نے ابوشاہ نامی ان صاحب کو حقوق انسانی پر مشتمل وہ خطبہ لکھ کر دینے کا صحابہ کرام کو حکم دیا۔ (مقدمہ نزہۃ القاری)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے حدیث لکھنے کی اجازت خود آقا کریم ﷺ سے حاصل فرمائی تھی اور انہوں نے یہ حدیثیں ایک مجموعہ میں جمع کر کے اس کا نام ''صادقہ'' رکھا تھا۔ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔ (بخاری جلد دوم۔ اصابہ حرف العین۔)

☆ ابوداؤد میں ہے کہ آقا ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں مسائل زکوٰۃ سے متعلق جملہ احادیث کریمہ یکجا طور پر قلم بند کروادی تھیں۔ جس کا نام ''کتاب الصدقہ'' تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے عہد خلافت میں اسے نافذ فرمایا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ صفحہ ۱۵۷)

☆ نبی کریم ﷺ نے احادیث کریمہ کا ایک ضخیم مجموعہ اہل یمن کے پاس حضرت عمرو بن حزم کی وساطت سے ارسال فرمایا تھا۔ (نسائی جلد دوم صفحہ ۲۴۷۔ مؤطا امام محمد)

☆ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیثیں ہمام بن منبہ کے صحیفہ میں درج ہیں جو شائع ہو چکا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیثوں کو ان کے شاگردوں نے تحریری شکل میں جمع کیا۔
☆ حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایات کو حضرت نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔
☆ حضرت جابر کی حدیثوں کو قتادہ نے تحریری شکل میں محفوظ کیا تھا۔
☆ حضرت عائشہ صدیقہ کی مرویات کو حضرت عروہ نے تحریری شکل میں نقل کیا تھا۔
☆ حضرت انس نے اپنے بیٹے سے احادیث کریمہ نقل فرمائیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۵۲۔ الکفایہ فی علم الروایہ صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ۔ طبقات ابن سعد جلد ۷ صفحہ ۲/۷ مطبوعہ بیروت، تدریب الراوی صفحہ ۳۷/ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مفہوما واختصاراً)

اس طرح کے بے شمار واقعات ہمیں تاریخ میں ملتے ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ ہی میں احادیث کریمہ کی جمع وتدوین کا کام شروع ہو چکا تھا۔ ان احادیث کریمہ کی جمع وتدوین کی صورت اگر چہ اس طرح نہیں تھی جیسی ہمارے زمانے میں پائی جاتی ہے۔ ان احادیث کریمہ کی مخصوص موضوع کے اعتبار سے ترتیب نہیں تھی۔ نہ ہی اس وقت سند کے ساتھ نقل وروایت کا چلن تھا۔ نہ ہی اس کی اس وقت ضرورت تھی۔ بلکہ بغیر کسی ترتیب کے صحابہ کرام اور تابعین عظام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بے مثال کارنامہ:

عہد تبع تابعین میں باقاعدہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کریمہ کی جمع وتدوین کے میدان میں نہایت ہی تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا۔ انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اس بے مثال کام کے لئے معتمد اور مستند ائمہ وعلما کا ایک بورڈ تشکیل دیا جن میں حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ نے سارے اسلامی خطوں میں فرمان جاری کئے۔ اس کام کے لئے ذمہ دار لوگوں کو ہر علاقہ اور ہر خطہ میں بھیجا گیا۔ ہر علاقے کے گورنروں اور امراء وحکام کو احکام جاری کئے گئے کہ جہاں جہاں احادیث کریمہ کے مجموعے تحریری شکل میں ہوں تو انہیں ارسال کیا جائے اور اگر لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوں تو ان سے نقل کیا جائے۔

اس طرح احادیث کریمہ کا ایک عظیم ذخیرہ جمع ہو گیا۔ پھر ابن شہاب زہری نے ان احادیث کریمہ کو مرتب، منظم، منضبط اور مدون کرنے کا کام شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی ابن شہاب زہری ہی نے ان تمام احادیث کریمہ کو پہلی بار ان کی اسناد کے ساتھ مدون کرنے کا التزام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن شہاب زہری ہی کو ''علم اسناد'' کا ''واضع'' اور بانی قرار دیا گیا۔

احادیث کریمہ کے مجموعوں کی تدوین:

حضرت ابن شہاب زہری کے بعد ان کے قابل افتخار شاگردوں نے اس کام میں مزید نئے نئے آفاق تلاش کئے۔ اس میں بے مثال اضافے کئے۔ یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے شاگرد رشید حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کریمہ کو ابواب کی ترتیب کے ساتھ جمع کر کے اس حسین گلدستہ کا نام ''موطا'' رکھا جسے ہم موطا امام مالک کے نام سے

جانتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ''کتاب الآثار'' بھی اسی دور کی عظیم یادگار ہے۔ ابوالولید (م ۱۵۱ھ) کی سنن۔ امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) کی جامع، ابوسلمہ (م ۱۶۷ھ) کی مصنف، ابوسفیان (م ۱۹۷ھ) کی جامع، عبداللہ ابن مبارک (م ۱۸۱ھ) کی اربعین جیسے احادیث کریمہ کے ''رنگا رنگ گلدستے'' اسی دوسری صدی ہجری کی عظیم یادگاریں ہیں۔

تیسری صدی ہجری میں احادیث کریمہ کی جمع وتدوین کے میدان میں بے مثال وسعت اور تنوع پیدا ہوگیا۔ ''گلستانِ حدیث'' میں متعدد قسم کے ''خوشنما پھول'' کھلنے لگے۔ متعدد اقسام اور مختلف رنگ وبو کے ''بیل بوٹوں'' سے یہ ''گلستان حدیث'' سرسبز و شاداب ہوگیا۔ چنانچہ حضرت امام شافعی (م ۲۰۴ھ) کی کتاب الام، احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کی مسند، امام بخاری (م ۲۵۶ھ) کی جامع صحیح، امام مسلم (م ۲۶۱ھ) کی جامع صحیح۔ ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) کی سنن، ترمذی کی (م ۲۸۹ھ) جامع، ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) کی سنن جیسے احادیث کریمہ کے یہ خوشنما، معطر اور ''خوش رنگ گلدستے'' اسی تیسری صدی ہجری کی ایسی یادگاریں ہیں کہ جن سے امت مسلمہ آج بھی اپنے ایمانی وعرفانی ''گلشن'' کو تروتازگی اور جلا بخش رہی ہے۔

احادیث کریمہ کی جمع وتدوین کی اس تاریخ میں احادیث کریمہ کے جو حسین ودلربا گلدستے وجود میں آئے انہیں مندرجہ ذیل ناموں سے ''تاریخ علم حدیث'' نے اپنے اوراق میں محفوظ کر رکھا ہے۔

(۱) جامع (۲) سنن (۳) مسند (۴) معجم (۵) جز (۶) مفرد (۷) غریبہ (۸) مستدرک (۹) مستخرج (۱۰) رسالہ (۱۱) اربعین (۱۲) امالی (۱۳) اطراف۔

احادیث کریمہ کے معروف مجموعوں کا تعارف:

جامع: جامع وہ کتاب ہے جس میں مندرجہ ذیل یہ آٹھ مضامین ہوں:

(۱) عقائد (۲) احکام (۳) تفسیر (۴) سیر ومغازی (۵) آداب (۶) مناقب (۷) فتن (۸) اشراط وعلامات قیامت۔ جیسے بخاری، مسلم، ترمذی۔

سنن: سنن اس کتاب کو کہتے ہیں کہ جس میں ابواب فقہ کی ترتیب پر احکام سے متعلق احادیث ہوں۔ جیسے سنن ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ۔

مسند: مسند احادیث کریمہ کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں کہ جس کی ترتیب صحابہ کرام کے مراتب کے اعتبار سے ہو۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبل۔

معجم: معجم احادیث کریمہ کے اس گلدستہ کو کہتے ہیں کہ جس کی ترتیب میں اساتذہ کے مراتب کا لحاظ ہو۔ جیسے معجم صغیر۔

جزء: جزء احادیث کریمہ کا وہ یک رنگی گلدستہ ہے کہ جس میں کسی ایک مسئلہ سے متعلق احادیث کریمہ مذکور ہوں۔ جیسے ''جزء قراءت۔''

مفرد: مفرد احادیث کریمہ کے اس حسین گلدستے کو کہتے ہیں کہ جس میں صرف ایک شیخ کی مرویات جمع ہوں۔ جیسے مفرد ابو راغب۔

غریبہ: غریب، احادیث کریمہ کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جس میں صرف ایک تلمیذ کے مفردات مذکور ہوں۔

مستدرک: مستدرک حدیثوں کے اس مجموعہ کا نام ہے کہ جس میں ان احادیث کو درج کیا جائے جو کسی مصنف سے رہ گئی ہوں۔ جیسے حاکم کی مستدرک علی الشیخین۔

مستخرج: مستخرج حدیث پاک کے اس صحیفہ کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی اور کتاب کی احادیث کے ثبوت کے لئے اس کتاب کے مصنف کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دوسری سندوں کو ذکر کیا جائے۔ جیسے مستخرج لابی نعیم علی البخاری۔

رسالہ: رسالہ حدیث کی وہ کتاب ہے کہ جس میں جامع کے آٹھوں عنوانوں میں سے مخصوص عنوانوں سے متعلق احادیث مذکور ہوں جیسے امام احمد کی کتاب الزہد والادب۔

اربعین: اربعین احادیث کریمہ کا وہ خوشنما گلدستہ ہے کہ جس میں چالیس احادیث ہوں۔ جیسے اربعین نووی۔

امالی: امالی حدیث کے اس ذخیرہ کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی شیخ کی لکھائی ہوئی احادیث یا فوائد حدیث ہوں۔ جیسے امالی امام محمد۔

اطراف: اطراف حدیث کی وہ کتاب ہے کہ جس میں حدیث کا کوئی ایسا جزء ذکر کیا جائے جو بقیہ حدیث پر دلالت کرتا ہو، پھر اس حدیث کی تمام سندوں کو ذکر کر دیا جائے یا اس میں کچھ مخصوص کتابوں کی سندیں ذکر کی جائیں جیسے اطراف الکتب الخمسہ لابی العباس اور اطراف المزی۔

احادیث کریمہ کی جمع وتدوین میں غیر معمولی دلچسپی کے اسباب:

ہر دور میں احادیث کریمہ کی نشر واشاعت، جمع وتدوین اور زمانہ کے خرد برد سے ان کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے اس دور کے علما، صلحا، ائمہ، اہل نظر و فکر اور اہل فکر و دانش نے بے مثال خدمات بھی انجام دی ہیں اور ناقابل فراموش اہتمام، انتظام، شوق، جذبہ اور لگن کا ثبوت بھی پیش فرمایا ہے جس کے نتیجہ میں اس میدان کے اندر مختلف طریقوں کی جدت طرازیاں بھی پیدا ہوتی چلی گئیں پھر تو علم حدیث سے متعلق بہت سے علوم وفنون نے جنم لے لیا۔ موضوع وعناوین کا انتخاب ہوا۔ التزامی صورتیں بھی اختیار کی گئیں۔ مختلف خوشنما رنگوں سے اس کے خاکہ میں رنگ بھی بھرے گئے جس کی وجہ سے آج ہمارے پاس احادیث کریمہ کا یہ عظیم ذخیرہ اتنے خوشنما انداز میں موجود ہے۔ احادیث کریمہ کی اس خدمت اور اس لگن کا ایک بنیادی سبب تو وہی ہے جس کا ذکر ماقبل میں تفصیل کے ساتھ ہوا کہ یہ احادیث کریمہ دین کی اساس، مذہب کا سرچشمہ اور شریعت اسلامیہ کا مصدر و منبع ہیں جن کے بغیر دین و مذہب اور شریعت اسلامیہ کی تکمیل ناممکن ہے۔ احادیث کریمہ کی اسی واقعی حیثیت کے مدنظر ہر دور میں ان کو محفوظ رکھنے اور ان کی ترویج واشاعت کرنے کا بے مثال جذبہ اپنی عملی شکل میں پایا جاتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی ان احادیث کریمہ کی تبلیغ وترسیل کے اس عظیم جذبہ کے پیدا ہونے کے پیچھے آقا کریم ﷺ کے ان "مبشرات"، "خوشخبریاں" اور "نوید جانفزاں" کا بھی بنیادی اور اہم کردار ہے کہ جو احادیث کریمہ کے ذخیرہ میں ہمیں مختلف انداز میں ملتی ہیں۔ چنانچہ احادیث کریمہ کو دوسروں تک پہونچانے کے سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہمارے سامنے ہے جس میں آقا کریم ﷺ نے اپنی حدیثوں کو سننے، یاد رکھنے اور انہیں دوسروں تک پہونچانے کی یوں تلقین فرمائی۔

(۱) "اللهم ارحم خلفائي! قلنا: يا رسول الله! من خلفائك؟ قال الذين يأتوا من بعدي يرون احاديثي و يعلمونها الناس. نضر الله امرا سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه غيره۔ (ابوداؤد کتاب

العلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۶۔ ترمذی کتاب العلم جلد ۲ صفحہ ۹۰) ترجمہ:۔ اے اللہ! میرے خلفاء پر رحمت نازل فرما۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے، میری حدیثوں کو روایت کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔ اس شخص کو اللہ رب العزت تر و تازہ اور سرسبز و شاداب رکھے کہ جس نے میری حدیث سنی پھر اسے یاد کیا تا کہ دوسرے تک اسے پہنچائے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

(۲) ''بلغوا عنی ولو آیة و من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار۔ (بخاری صفحہ ۴۹۱/ جلد ۱) ترجمہ:۔ میری ہر حدیث دوسروں تک پہونچاؤ اگر چہ وہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو اور جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔''

(۳) ''حدثوا عنی بما تسمعون ولا تقولوا الا حقا و من کذب علی بنی له بیتا فی جهنم یوقع فیه۔ (طبرانی) ترجمہ:۔ مجھ سے جو کچھ بھی سنو اسے روایت کرو مگر ہمیشہ سچ کہنا جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا اس کے لئے جہنم میں گھر بنایا جائے گا جس میں وہ جائے گا۔''

(۴) '' ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتب الله و سنتی۔ فمن حفظ شیئا فلیحدث۔ (مستدرک) ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں: (۱) کتاب اللہ (۲) اپنی حدیث۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ جو میری حدیثوں کو یاد کرے تو انہیں دوسروں سے روایت بھی کرے۔''

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں ارشادات کا یہ کمال تھا کہ صحابہ کرام اور بعد کے علما و ائمہ میں حدیثیں سننے، جمع کرنے اور علم حدیث کے ''دبستاں'' میں نئے نئے ''خوش رنگ'' و ''دلکش'' پودے لگانے کا ایسا والہانہ جذبہ پیدا ہو گیا کہ وہ جی جان سے احادیث سننے، انہیں یاد رکھنے اور ان کی اشاعت میں لگے رہتے۔

اربعین نویسی

علم حدیث کی خدمت کرنے پر برانگیختہ کرنے، اس جانب شوق دلانے، اس کی ترغیب دینے، اس سلسلہ میں بے مثال جذبہ پیدا کرنے اور اس عظیم کام کو سرانجام دینے پر ابھارنے والی احادیث کریمہ میں ایک حدیث پاک وہ بھی ہے جس میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''چالیس حدیثوں'' کو امت تک پہنچانے پر عظیم بشارتیں سنائی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو درداء کی حدیث مندرجہ ذیل ہے:

''عن ابی الدرداء قال: سئل رسول الله ﷺ ما حد العلم الذی اذا بلغه الرجل کان فقیها؟ فقال رسول الله ﷺ: من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینها بعثه الله فقیها و کنت له یوم القیامة شافعا و شهیدا۔ ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے کہ جس تک پہونچ کر آدمی فقیہ بن جاتا ہے؟ آقا نے جواباً ارشاد فرمایا: جس نے میری امت پر

شفقت کرتے ہوئے امر دینی سے متعلق ۴۰ر حدیثیں یاد کیں تو اللہ تعالیٰ اسے فقیہ بنا کر اٹھائے گا۔ میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا اور اس کی گواہی دوں گا۔" (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم صفحہ ۳۶ر شعب الایمان للبیہقی جلد دوم صفحہ ۲۷۰ حدیث نمبر ۱۷۲۶)

چالیس حدیثوں کے حفظ کا وسیع مفہوم:

اس حدیث پاک میں "حفظ" جو فرمایا گیا ہے اس کا مفہوم کیا ہے؟ اور یہ اپنے اندر کتنی وسعت رکھتا ہے؟ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ "اشعۃ اللمعات" میں فرماتے ہیں کہ:

"علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد مبارک سے مراد و مقصود لوگوں تک ۴۰ر حدیثوں کا پہنچانا ہے۔ خواہ یہ حدیثیں اسے یاد نہ ہوں اور ان کا معنی بھی اسے معلوم نہ ہو"۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۱۸۶ر کتاب العلم تحت حدیث۔ من حفظ علی امتی)

حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ مشکوٰۃ شریف کی اردو شرح "مرأۃ المناجیح" میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"اس حدیث کے بہت پہلو ہیں، چالیس حدیث یاد کر کے مسلمانوں کو سنانا، چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا، ترجمہ یا شرح کر کے لوگوں کو سمجھانا، راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سبھی اس میں داخل ہیں۔ یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیثیں میری امت تک پہونچا دے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقوی کی خصوصی گواہی دوں گا۔ ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہوگی۔ اسی حدیث کی بنا پر قریبا تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں علیحدہ "چہل حدیث" جسے "اربعینیہ" کہتے ہیں جمع کیں۔" (مرأۃ المناجیح جلد ۱ کتاب العلم صفحہ ۲۲۱)

چالیس حدیثوں کی فضیلت کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"حدیث میں "چہل حدیث" کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ائمہ و علما نے رنگ رنگ کی چہل حدیث لکھیں ہیں۔" (الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ صفحہ ۳۸۵ر مشمولہ رسائل رضویہ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ حجۃ الاسلام، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ اس حدیث پاک کے وسیع مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"جو ان (۴۰) احادیث کو یاد کرے اور دوسروں کو سنائے یا لکھ کر دے یا کتاب دوسروں کو پہونچائے تو بے شک اس نے دین کی خدمت کی اور علم کو پھیلایا اور روز قیامت یہ شخص زمرۂ علما میں محشور ہوگا اور ثواب عظیم حاصل کرے گا اور اموات کو ایصال ثواب کے لئے ایسی کتابوں کا جیسی یہ (مفسر اعظم کی چہل حدیث) ہے، طبع کرانا، تقسیم کرانا، کار عظیم ہے۔" (چہل حدیث: از مفسر اعظم)

ایک اور جگہ حضرت مفسر اعظم ہند فرماتے ہیں:

''چالیس حدیثیں یاد کرنا امت کے فائدے کے لیے، پھر ان کو امت کو پہونچانا، خواہ لکھ کر، پڑھ کر، سنا کر یا لکھی ہوئی، چھپی ہوئی یہ احادیث اور ان کی مثل دوسروں کو ہدیہ کرنا، یہ علم کی ''حد ادنیٰ'' ہے کہ عالم وفقیہ کا ثواب پائے گا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم شفیع وشہید {گواہ} ہوں گے''۔ (چہل حدیث از مفسر اعظم ہند)

اربعین کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

ماقبل میں احادیث کریمہ کے جن معروف ۱۳ر مجموعوں کی تفصیل بیان کی گئی ان میں ایک مجموعہ ''اربعین'' کے نام سے بھی ہے۔ محدثین کرام نے جہاں جامع، مسند، سنن وغیرہ کے نام سے بے شمار احادیث کریمہ کے بے شمار رنگا رنگ گلدستے امت کے سامنے پیش فرمائے اسی طرح اربعین کے نام سے بھی سینکڑوں گلدستے ہمیں احادیث کریمہ کے ذخیروں میں ملتے ہیں۔ دوسری صدی ہجری ہی سے سینکڑوں ائمہ نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ''گلشن حدیث'' کی سیر کر کے متعدد اقسام کے ۴۰ر خوشنما پھولوں کو چن کر ''اربعین'' نامی یہ گلدستے تیار کئے اور انہیں امت تک پہنچا کر گلشن احادیث کی معطر ومفرح خوشبو سے امت مسلمہ کے ''مشامِ ایمان وعمل'' کو معطر وخوشنما بنا دیا۔ اب ہم ذیل میں اربعین کا لغوی واصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہیں:

اربعین: یہ دراصل ''اربعون حدیثاً'' کی تخفیف شدہ صورت ہے۔ یہ دراصل مخفف ہو کر ''اربعون'' ہوا۔ ''کتاب'' اس کا مضاف تھا جس کی وجہ سے اس نے ''کتاب الاربعین'' کی شکل اختیار کی پھر اس مضاف کو بھی حذف کر دیا گیا۔ اس طرح یہ اب ہمیں اپنی موجودہ شکل ''اربعین'' کی صورت میں دستیاب ہوا۔ اس کا لغوی معنی ہوتا ہے کہ ۴۰ر حدیثوں پر مشتمل کتاب اور اصطلاح محدثین میں اربعین ۴۰ر احادیث کریمہ کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی محدث نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ۴۰ر اقوال جمع کئے ہوں۔ خواہ یہ ۴۰ر حدیثیں ایک ہی موضوع پر مشتمل ہوں یا چند موضوعات سے متعلق ہوں۔ ایک ہی مسئلہ کی ہوں یا چند مسائل کی۔ ایک ہی راوی کی ہوں یا چند راویوں کی۔ ایک کتاب کی ہوں یا چند کتابوں کی۔ بہر حال ان ۴۰ر حدیثوں کی جمع و تدوین میں بہت وسعت ہے۔

اربعینة اور اربعینیة:

جن کتابوں میں یہ ۴۰ر حدیثیں جمع کی جاتی ہیں تو اربعین کی طرف منسوب کرتے ہوئے ان کتابوں کو ''اربعینۃ'' اور ''اربعینیۃ'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جن کی جمع اربعینات اور اربعینیات آتی ہے۔

اربعین نویسی کی مستدل حدیث:

دوسری صدی ہجری ہی سے ''اربعینات'' کے نام سے ''گلدستہائے احادیث'' تیار کرنے کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ متقدمین ومتاخرین ائمہ حدیث نے بے شمار اربعینات امت مسلمہ کے حوالے کیں۔ ان اربعینات اور ان ۴۰ر حدیثوں کی جمع وتدوین کی مستدل حدیثِ پاک معنی کی یکسانیت کے ساتھ متعدد الفاظ میں مندرجہ ذیل ۱۳ر صحابہ کرام سے مروی ہے۔

(۱) حضرت علی (۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود (۳) حضرت معاذ بن جبل (۴) حضرت ابو درداء (۵) حضرت ابو سعید خدری (۶) حضرت ابو ہریرہ (۷) حضرت ابو امامہ (۸) حضرت عبد اللہ بن عمر (۹) حضرت عبد اللہ بن عمرو (۱۰) حضرت جابر

بن سمرہ (۱۱) حضرت انس بن مالک (۱۲) حضرت عبداللہ بن عباس (۱۳) حضرت نویرہ۔

حدیث اربعین کی مختلف مرویات

(۱) حضرت علی کی حدیث: مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً ينتَفِعُونَ بِها، بَعَثَه الله يومَ القِيامَة فَقِيهاً عالِمًا۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود کی حدیث: مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً ينفَعُهم الله عَزَّ وجَلَّ بِها، قِيلَ لَه: ادخُل مِن أَيِّ أَبوابِ الجَنَّة شِئتَ"۔

(۳) حضرت معاذ بن جبل کی حدیث: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً مِن أَمرِ دِينِها، بَعَثَه الله يومَ القِيامَة فَقِيهاً عالِمًا"۔

(۴) حضرت ابو درداء کی حدیث: یہ حدیث تین طرق سے مروی ہے:

(۱) الطَّرِيقُ الاول: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً مِن أَمرِ دِينِها، بَعَثَه الله فَقِيها، و كنتُ لَه يومَ القِيامَة شافِعًا وشَهِيدًا"۔

(۲) الطَّرِيقُ الثَّانِي: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً مِن أَمرِ دِينِها، بَعَثَه الله فَقِيها، و كنتُ لَه يومَ القِيامَة شافِعًا وشَهِيدًا"۔

(۳) الطَّرِيقُ الثَّالِثُ: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً مِن أَمرِ دِينِها، بَعَثَه الله عَزَّ وجَلَّ فَقِيها، و كنتُ لَه شافِعًا وشَهِيدًا"۔

(۵) حضرت ابو سعید خدری کی روایت کردہ حدیث: "كلُّ مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً مِما ينفَعُهم الله به فِي أَمرِ دِينِهم، بَعَثَه الله عَزَّ وجَلَّ يومَ القِيامَة فَقِيها عالِمًا، و كنتُ لَه شَفِيعًا وشَهِيدًا"

حضرت ابو سعید خدری کی یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل ایک دوسری سند سے دوسرے الفاظ میں بھی مروی ہے۔

ورُوِي مِن حدِيث عَبدِ الرَّحمَن بنِ مُعاوِية، عَن الحارِثِ مَولَى ابنِ سِباعٍ، عَن أَبِي سَعِيدٍ، قال: سَمِعتُ رَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم يقُولُ: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً مِن سُنَّتِي أَدخَلتُه يومَ القِيامَة فِي شَفاعَتِي"۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ حدیث، حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل دو سندوں سے مروی ہے:

(۱) الطَّرِيقُ الأَوَّلُ: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً ما ينفَعُهم مِن دِينِهم، بُعِثَ يومَ القِيامَة مِنَ العُلَماء، وفَضلُ العالِمِ عَلَى العابِدِ سَبعِينَ دَرَجَة، الله أَعلَمُ ما بَينَ كلِّ دَرَجَتَينِ"۔

(۲) الطَّرِيقُ الثَّانِي: "مَن تَعَلَّمَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً ينفَعُه الله بِها فِي دِينِها كان فَقِيها عالِمًا"۔ "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حدِيثاً مِما ينفَعُها الله به يبعَثُه الله يومَ القِيامَة فَقِيها عالِمًا"۔

نیز اسحاق بن نجیح نے عطا کے حوالے سے یہی حدیث مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت کی ہے: "مَن رَوَى عَنِّي

أَربَعِينَ حديثا جاءَ فِي زُمرَةِ العُلَماءِ يومَ القِيامَةِ"۔

(۷) حضرت ابوامامہ کی روایت کردہ حدیث: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا فِيما ينُوبُهم وينفَعُهم فِي أَمرِ دِينِهِم حَشَرَهُ اللهُ يومَ القِيامَةِ فَقِيها"۔

(۸) حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت کردہ حدیث، حضرت عبداللہ ابن عباس والی حدیث مندرجہ ذیل چار طرق سے مروی ہے:

(۱) الطَّرِيقُ الأَوَّلُ: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا، بَعَثَهُ اللهُ يومَ القِيامَةِ فَقِيها عالِمًا"۔

(۲) الطَّرِيقُ الثانِي: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا مِنَ السُّنَّةِ، كُنتُ لَهُ شَفِيعًا يومَ القِيامَةِ"۔

(۳) الطَّرِيقُ الثَّالِثُ: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا مِنَ السُّنَّةِ، كُنتُ لَهُ شَفِيعًا يومَ القِيامَةِ"۔

(۴) الطَّرِيقُ الرابِعُ: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا مِن أَمرِ دِينِها، بَعَثَهُ اللهُ عَزَّ وجَلَّ يومَ القِيامَةِ فَقِيها عالِمًا"۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت کردہ حدیث: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا مِنَ السُّنَّةِ حَتَّى يؤَدِّيها إِلَيهِم، كُنتُ لَهُ شَفِيعًا وشَهِيدًا يومَ القِيامَةِ"۔

(۲) وَفِي لَفظٍ: "مَن نَقَلَ عَنِّي إِلَى مَن لَم يلحَقنِي مِن أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا، كُتِبَ فِي زُمرَةِ العُلَماءِ وحُشِرَ مِن جُملَةِ الشُّهداءِ"۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت کردہ حدیث: "مَن كَتَبَ أَربَعِينَ حديثا رَجاءَ أَن يغفِرَ اللهُ لَهُ غَفَرَ لَهُ وأَعطاهُ ثَوابَ الشُّهداءِ الَّذِينَ قُتِلُوا بِعَبادانَ وعَسقَلانَ"۔

(۱۱) حضرت جابر بن سمرہ کی روایت کردہ حدیث: "مَن تَرَكَ أَربَعِينَ حديثا بَعدَ مَوتِهِ فَهُوَ رَفِيقِي فِي الجَنَّةِ"۔

(۱۲) حضرت انس بن مالک کی روایت کردہ حدیث: "مَن حَمَلَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا بَعَثَهُ اللهُ عَزَّ وجَلَّ يومَ القِيامَةِ فَقِيها عالِمًا"۔

"مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا مِن أَمرِ دِينِهِم، بَعَثَهُ اللهُ عَزَّ وجَلَّ يومَ القِيامَةِ فَقِيها"۔

"مَن حَمَلَ مِن أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا لَقِيَ اللهَ عَزَّ وجَلَّ فَقِيها عالِمًا"۔

(۱۳) حضرت نویرہ سے مروی حدیث: "مَن حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَربَعِينَ حديثا فِي دِينِها، حُشِرَ مَعَ العُلَماءِ يومَ القِيامَةِ"۔

نوٹ: مذکورہ بالا صحابہ کرام سے مروی تمام روایتوں کی تخریج اور ان کی سندوں پر کلام کو تفصیل ساتھ راقم نے حضرت مفسر اعظم ہند کی کتاب ''چہل حدیث'' پر لکھی گئی اپنی تقدیم میں نقل کیا ہے۔

حدیث اربعین کی حیثیت واقعیہ

اکثر ائمہ جرح وتعدیل نے اس حدیث اربعین کی سندوں پر کلام کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ائمہ نے اس حدیث اربعین کو

ضعیف قرار دیا۔ مگر اس کی اسنادی حیثیت کے ضعف سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں بھی اس کے اندر ضعف ہے یا یہ موضوع ہے یا یہ غیر معمول بہ ہے۔ بلکہ یہ حدیث پاک حقیقی طور پر کم سے کم درجہ حسن پر فائز ہے جس کی مندرجہ ذیل یہ چند وجوہات ہیں۔

☆ ایک تو یہ حدیث کثرت طرق سے مروی ہے۔

☆ اس کا مفہوم چونکہ احادیث کریمہ کی تبلیغ وترسیل اور نشر واشاعت پر مبنی ہے اور یہ مفہوم کئی صحیح حدیثوں کے عین موافق ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو ان صحیح حدیثوں کی موافقت ومتابعت اور تائید وتوثیق حاصل ہے۔

☆ یہ حدیث فضائل اعمال سے متعلق ہے۔

☆ یہ حدیث کسی اصول شرعی سے متصادم نہیں بلکہ عمل خیر کی دعوت دے رہی ہے۔

☆ اسباب تقویت کی بنیاد پر اس کا اسنادی ضعف اس حدیث پر عمل پیرا ہونے سے مانع نہ ہوگا۔

☆ ائمہ کرام نے اس حدیث سے استناد بھی کیا ہے اور استشہاد بھی۔

☆ مجتہدین کرام نے اس پر عمل کرتے ہوئے اربعینات تحریر فرمائی ہیں۔

☆ اس حدیث پاک کو خیر القرون سے لے کر اب تک کے علما، فقہا، ائمہ، محدثین، مفسرین غرض کہ امت کا شرف قبول اور ''تلقی بالقبول'' حاصل ہے۔

''تلقی بالقبول'' کے اس عظیم منصب پر فائز ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ احادیث کریمہ کے عظیم ذخیرہ میں متقدمین ومتاخرین کے ہر چھوٹے بڑے امام علم وفن اور علمائے شریعت اسلامیہ کی سینکڑوں اربعینات ہمیں ملتی ہیں۔

ظاہر سی بات ہے کہ یہ تمام باتیں ضعیف حدیث کو تقویت پہونچانے والے اسباب سے ہی متعلق ہیں۔

یہ اور ان کے علاوہ کچھ اور بھی اسباب ہیں جن کی وجہ سے حدیث ضعیف ضعف سے نکل کر حسن بلکہ صحیح تک ترقی کر جاتی ہے۔ لہٰذا کسی حدیث کی سند کے سلسلہ میں ائمہ جرح وتعدیل کلام، طعن اور جرح کر کے اس کے ضعف کو سنداً ثابت بھی کر دیں تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث قابل عمل نہ رہی یا یہ کہ وہ موضوع ہوگئی۔ اس لئے کہ حدیث صحیح اور موضوع کے درمیان بہت سے درجے ہوتے ہیں۔

اربعین کے فضائل والی حدیث پاک اگر قابل عمل نہ ہوتی تو ائمہ کرام اس پر عمل کرتے ہوئے اتنی کثیر تعداد میں اربعینات تحریر نہ فرماتے۔ پھر ایک چیز اور بھی قابل غور ہے کہ جن راویوں کی وجہ سے اس حدیث کی مختلف سندوں میں ضعف آیا ہے یہ وہ تمام راوی ہیں کہ جن کا تعلق اس حدیث پر عمل کرنے کے زمانہ کے بعد سے ہے۔ کیونکہ اس حدیث پر تو خیر القرون ہی سے عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ حالانکہ اس حدیث کے اکثر ضعیف راویوں کا تعلق اس زمانہ کے بعد سے ہے۔

وہابیہ کی خباثت:

وہابیہ نے اس حدیث پاک کے اسنادی ضعف کو دیکھ کر اپنی عادت کے مطابق بجائے اس کے کہ اس کو اسی درجۂ ضعف میں رکھتے، تشدد کا مظاہرہ کرتے ہوئے فضائل کی دیگر حدیثوں کی طرح اسے بھی موضوع قرار دیدیا۔ چنانچہ البانی نے اس حدیث کی سندوں پر علمائے جرح وتعدیل کے طعن وکلام کو نقل کرنے کے بعد اخیر میں فیصلہ کن لہجے میں کہا کہ ''ھذا الحدیث

عندی موضوع'' (مفہوما)

اس حدیث کے تعلق سے اس کی یہ گفتگو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ تقلید شخصی کو ناجائز وحرام کہنے والے وہابیہ نے البانی کے اس قول کو دیکھا تو تقلید جامد کرتے ہوئے اپنی کتابوں، بیانوں، مضمونوں اور مقالوں میں شد و مد کے ساتھ اسے موضوع قرار دینے لگے۔ یہ بھی دیکھنے کی زحمت گوارہ نہ کہ ایسے ایسے جلیل القدر ائمہ علم وفن نے اسی حدیث کو مستدل بناتے ہوئے سینکڑوں اربعینات تحریر فرما کر ذخیرہ احادیث میں قابل قدر اضافہ فرمایا ہے۔

اربعین نویسی کے موجد:

با قاعدہ اور باضابطہ انداز میں اس حدیث اربعین پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے جنہوں نے چالیس حدیثوں کا مجموعہ امت مسلمہ کے سامنے پیش فرمایا اس عظیم شخصیت کا نام ''ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مبارک مروزی'' ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کے بعد یہ سلسلہ دراز سے دراز تک ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ ان کے بعد ابوعبداللہ محمد اسلم بن طوسی، احمد بن حرب الزائد، ابومحمد حسن بن سفیان نسبی، ابوبکر محمد ابی علی، محمد بن عبداللہ الزوجی، حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری، محمد بن حسین سلمی، ابومعین احمد بن عبداللہ اصفہانی، اسماعیل بن عبداللہ صابونی، ابواسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری، ابوقاسم قشیری، جیسے بے شمار ائمہ نے اربعینات کے مجموعے تیار فرمائے۔ امام نوی فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے اس سلسلہ میں عبداللہ ابن مبارک نے تصنیف کی، پھر محمد بن اسلم طوسی، پھر حسن بن سفیان نسائی، پھر امام ابو بکر آجوری، پھر دار قطنی، حاکم ابومعین، اور ابوعبدالرحمن بن سلمی وغیرہم متقدمین ومتاخرین کی بڑی تعداد نے تصنیف کی ہیں۔ نیز ہر ایک کے اغراض ومقاصد مختلف اور طرز انتخاب بھی جداگانہ ہے۔۔۔۔۔ غرض کہ جس نے بھی امت کی نفع رسانی کے لئے چالیس احادیث ان تک پہونچائیں اور خود بھی دین پر قائم اور عمل پیرا رہا وہ ان شاءاللہ اس فضیلت کا مستحق ہوگا۔ (فیض القدیر جلد ۶، مقدمہ اربعین نووی)

صاحب کشف الظنون متوفی ۱۰۶۷ھ نے حضرت عبداللہ ابن مبارک سے لے کر اپنے زمانہ تک کے مشہور ومعروف علماء میں سے تقریباً ۷۵ علماء کی ۹۰ سے زائد اربعینات کا ذکر کیا ہے۔ اب ذیل میں ہم چند مشہور اربعینات کا اجمالی تعارف پیش کرتے ہیں۔

چند مشہور اربعینات:

(۱) ابن مبارک کی اربعین۔ علامہ ابن مبارک کی وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی۔ آپ دوسری صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ آپ ہی کو اربعین نویسی کا واضع اور موجد قرار دیا گیا ہے چنانچہ آپ کے بارے میں امام نووی فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق یہ پہلی اربعین ہے جو تصنیف کی گئی۔ (مقدمہ اربعین نووی)

(۲) امام بیہقی کی اربعین۔ حضرت امام ابوبکر شمس الدین احمد بن حسین شافعی کی وفات ۴۵۸ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنی اربعین اخلاق کے موضوع پر ابواب کے ساتھ تصنیف فرمائی۔

(۳) محمد بن علی طائی ہمدانی کی اربعین۔ ابوالفتوح محمد بن محمد بن علی طائی ہمدانی کی وفات ۵۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ چھٹی

صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ آپ نے اپنی مسموعات میں سے اپنے چالیس شیوخ کی چالیس حدیثیں املا کرائیں۔ نیز ہر حدیث ایک الگ صحابی کی ہے۔ اس مجموعہ کے نام ''اربعین طائیہ'' ہے۔

(۴) ابن عساکر کی اربعینات۔ ابوالقاسم علی بن حسن دمشقی شافعی بھی چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ ۵۷۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی کئی اربعینات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اربعین طوال (۲) اربعین فی الابدال العوال (۳) اربعین فی الاجتہاد فی اقامۃ الحدود (۴) اربعین بلدانیہ۔

اربعین طوال میں چالیس ایسی طویل حدیثیں جمع کیں ہیں جو نبی ﷺ کی نبوت پر بھی دلالت کرتی ہیں اور صحابہ کرام کے فضائل پر بھی۔

(۵) اربعین بلدانیہ۔ یہ اربعین ابوطاہر احمد بن محمد سلفی اصبہانی کی ہے۔ آپ بھی چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ آپ کی وفات ۵۷۶ھ کو ہوئی۔ آپ نے ایک نئی طرز پر یہ مجموعہ تیار کیا اس طور پر کہ چالیس حدیثیں، چالیس صحابہ، چالیس باب، اور مزے کی بات یہ کہ چالیس مختلف شہروں میں انہیں جمع کیا جس کی وجہ سے اس کا نام ''اربعین بلدانیہ'' رکھا۔

(۶) اربعین فی اصول الدین، امام فخر الدین محمد بن عمر رازی نے اپنے فرزند محمد کے لئے اس اربعین کو تصنیف فرمایا، آپ ساتویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، آپ کی وفات ۶۰۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی یہ اربعین علم کلام کے چالیس مسائل پر مشتمل ہے۔

(۷) اربعین فی اصول الدین، یہ اربعین ابوحامد محمد بن محمد امام غزالی کی ہے، آپ نے تصوف کے مسائل پر اس کو مرتب فرمایا۔

(۸) الاربعین۔ موفق الدین عبداللطیف بن یوسف الحکیم فیلسوف بغدادی کی ہے۔ آپ ساتویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ آپ نے طب نبوی پر اپنی اربعین کو ترتیب دیا۔ آپ کی وفات ۶۲۹ھ میں ہوئی۔

(۹) الاربعین۔ یہ اربعین محمد بن احمد یمنی بطال کی ہے۔ آپ نے صبح وشام کے اذکار پر مشتمل حدیثوں کا یہ مجموعہ تیار کیا۔ آپ بھی ساتویں صدی ہجری کے بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۶۳۰ھ میں ہوئی۔

(۱۰) الاربعین المختارۃ فی فضل الحج والزیارۃ۔ یہ اربعین حافظ جمال الدین اندلسی نے تحریر فرمائی۔ آپ نے ۶۶۳ھ میں وفات پائی۔ ساتویں صدی ہجری کے عالم ہیں۔ اس اربعین میں آپ نے حج وزیارت کی فضیلتوں پر مشتمل احادیث کریمہ کو جمع کیا ہے۔

(۱۱) الاربعین النوویۃ۔ حضرت امام ابوذکریا محی الدین یحیٰ بن شرف نووی شافعی کی یہ اربعین نہایت مشہور ومعروف ہے۔ آپ شارح مسلم کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی اس اربعین میں ایسی حدیثوں کو جمع فرمایا ہے جو دین ومذہب اور شریعت کے اصول کی بنیاد ہیں۔ اخلاق واعمال کی اساس اور تقویٰ و پرہیزگاری کے سرچشمہ ہیں۔ اس میں آپ نے صحیح حدیثوں کا التزام فرمایا ہے۔ چالیس حدیثوں کے ساتھ انہوں نے دو اور حدیثوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس طرح آپ کی اس اربعین میں کل بیالیس حدیثیں ہیں۔ یہ نہایت ہی اہم مجموعہ حدیث ہے جس کی وجہ سے بعد کے علماء نے اس اربعین کی متعدد شرحیں تحریر فرمائیں۔ صاحب کشف الظنون نے تقریباً ۲۰ شارحین کا ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان احادیث کریمہ کی تخریج کی ہے۔ ابن دقیق نے بھی اس کی شرح کی ہے۔ امام نووی کی وفات ۶۷۶ھ کو ہوئی۔

(۱۲) اربعین ابن جزری۔ شمس الدین محمد بن محمد جزری شافعی نے اس میں جوامع الکلم کا درجہ رکھنے والی اصح، افصح اور اوجز چالیس حدیثوں کو جمع کیا ہے۔ آپ نویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ آپ کی وفات ۸۳۸ھ کو ہوئی۔

(۱۳) اربعینات سیوطی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے کئی اربعین تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں ایک فضائل جہاد پر، ایک دعاء رفع یدین پر، ایک امام مالک کی روایات پر مشتمل اور ایک روایات متباینہ پر مشتمل ہے۔ آپ کی وفات ۹۱۱ھ کو ہوئی۔ آپ دسویں صدی ہجری کے امام علم وفن ہیں۔

(۱۴) اربعین عدلیہ۔ امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی نے اپنی اس اربعین میں اپنی سند سے چالیس ایسی حدیثیں جمع کی ہیں جو عدل اور عادل کی فضیلت پر مشتمل ہیں۔ آپ کی وفات ۹۷۳ھ کو ہوئی۔

(۱۵) اربعین عشاریات۔ قاضی جمال الدین ابراہیم بن علی شافعی نے اس اربعین میں ایسی چالیس روایات املا کرائی ہیں جو سند کے اعتبار سے عالی ہیں اگر چہ وہ درجہ حسن کو نہیں پہونچتیں۔ آپ کی وفات ۹۶۰ھ کو ہوئی۔

(۱۶) اربعین ابن عربی۔ علامہ محی الدین محمد بن علی ابن عربی نے اپنی اس اربعین کو مکۃ المکرمہ کی سرزمین پر جمع فرمایا۔ اس میں انہوں نے صرف احادیث قدسیہ ہی کو جمع فرمایا ہے۔ آپ کی وفات ۶۳۸ھ میں ہوئی۔

(۱۷) اربعین طاش کبری زادہ۔ علامہ احمد بن مصطفیٰ رومی نے اس اربعین میں آقا کریم ﷺ کی ایسی حدیثیں جمع فرمائی ہیں جو آپ سے بطور مزاح صادر ہوئیں۔ آپ کی وفات ۹۶۸ھ میں ہوئی۔

(۱۸) اربعین یمانیہ۔ علامہ محمد بن عبد الحمید قرشی کی یہ اربعین ایسی حدیثوں پر مشتمل ہے جن میں یمن کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

(۱۹) اربعین قدسیہ۔ علامہ حسین بن احمد بن محمد تبریزی نے اپنی اس اربعین میں ایسی حدیثوں کو جمع کیا ہے کہ جن کا تعلق اسرار عرفانی اور علم لدنی سے ہے۔

(۲۰) الاربعین فی فضائل عثمان۔ علامہ ابو الخیر رضی الدین قزوینی نے حضرت عثمان کی فضیلت میں ایک اربعین اور دوسری اربعین حضرت علی کی فضیلت میں وارد حدیثوں پر مشتمل تصنیف کی ہے۔

(۲۱) الاربعین فی فضائل العباس۔ امام ابو القاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر مشتمل احادیث کریمہ کا یہ مجموعہ تیار کیا۔ آپ کی وفات ۴۲۸ھ میں ہوئی۔

(۲۲) اربعین عالیہ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس اربعین میں ایسی چالیس حدیثوں کا انتخاب کیا ہے جن میں مسلم کی سند بخاری کی سند سے عالی ہے۔ آپ کی وفات ۸۵۲ھ کو ہوئی۔

(۲۳) اربعین شاہ ولی اللہ۔ مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جوامع الکلم کی حیثیت رکھنے والی چالیس حدیثوں کو جمع فرمایا ہے۔

(۲۴) اربعین ملا علی قاری۔ حضرت علامہ شیخ علی بن سلطان محمد قاری جو ملا علی قاری کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے احادیث قدسیہ پر مشتمل ایک ایسی اربعین تصنیف فرمائی ہے کہ جس میں آپ نے اللہ رب العزت کی طرف منسوب کلام رسول جسے حدیث

قدسی کہا جاتا ہے انہیں جمع کیا ہے۔ اس اربعین کا نام ''کتاب الاحادیث القدسیۃ الاربعینیۃ'' ہے۔ آپ گیارہویں صدی ہجری کے معروف بزرگ ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۱۴ھ میں ہوئی۔

(۲۵) اربعین امام بغوی۔ صاحب مصابیح السنۃ حضرت امام ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد بن فراء بغوی علیہ الرحمہ نے یہ اربعین تصنیف فرمائی۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ آپ نے ۵۱۰ھ میں وفات پائی۔

اربعینات امام احمد رضا

یوں تو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف میں بے شمار احادیث کریمہ ملتی ہیں جنہیں فخر بریلی، ناشر رضویات حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خاں صاحب رضوی، بانی وناظم امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف نے ''جامع الاحادیث'' کے نام سے جمع فرمادیا ہے۔ آپ کے نقل کردہ ذخیرۂ احادیث میں دو اربعینات ہمیں ملتی ہیں جن میں ایک کا نام ''اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین'' دوسری اربعین سجدہ تعظیمی کی حرمت پر ملتی ہے جو سجدہ تعظیمی کی حرمت پر تصنیف کئے گئے آپ کے رسالہ ''الزبدۃ الذکیہ لتحریم سجود التحیۃ'' کے ضمن میں ملتی ہے۔ اس اربعین میں اعلیٰ حضرت نے سجدہ تعظیمی کی حرمت پر چالیس حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(۲۶) اسماع الاربعین۔ دراصل یہ اعلیٰ حضرت کی وہ اربعین ہے کہ جسے آپ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ آپ سے سائل نے یہ معلوم کیا تھا کہ

''نبی اکرم ﷺ کا شفیع ہونا کس حدیث سے ثابت ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ ''سبحان اللہ! ایسے سوال سن کر تعجب آتا ہے کہ مسلمان ومدعیان سنت اور ایسے واضح عقائد میں تشکیک کی آفت!!! یہ بھی قربت قیامت کی ایک علامت ہے۔ ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' (اسماع الاربعین مشمولہ رسائل رضویہ صفحہ ۳۹۹ جلد ۳۰ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

آگے ایک جگہ یوں فرماتے ہیں کہ

''فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ ''سمع وطاعۃ لاحادیث الشفاعۃ'' میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع وتلخیص کی (یہاں) بہ نہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت۔'' (ایضاً صفحہ ۴۰۰)

اس رسالہ میں آپ نے آقا کریم ﷺ کے شفیع ہونے اور آپ کو منصب شفاعت عطا کئے جانے پر مشتمل چالیس احادیث کریمہ کو جمع فرمایا ہے۔ یہ اربعین آپ نے ۱۳۰۵ھ میں تصنیف فرمائی۔

(۲۸) الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ۔ ۹ر رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ کو آپ کے پاس بنارس سے مولوی حافظ عبد السمیع صاحب کا ایک سوال نامہ آیا جس میں زید اور عمرو کے مابین مرشد طریقت کو سجدۂ تعظیمی کرنے کے جواز اور عدم جواز پر مشتمل ایک مکالمہ نقل فرما کر یہ سوال کیا تھا کہ ''براہ کرم سجدہ تحیت کے جواز وعدم جواز پر اپنی قیمتی رائے سے اس خادم کو مطلع فرمایا جائے''۔ (الزبدۃ الزکیہ مشمولہ رسائل رضویہ جلد ۲۵ صفحہ ۴۷ ۳ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی)

اس سوال کے جواب میں آپ نے چھ فصلوں پر مشتمل ایک رسالہ بنام ''الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ'' ۱۳۳۷ھ میں

تحریر فرمایا۔ اس رسالہ کی دوسری فصل میں آپ نے چالیس حدیثوں سے سجدۂ تحیت کی تحریم ثابت فرمائی ہے۔ اس اربعین کا تعارف کراتے ہوئے آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

حدیث میں "چہل حدیث" کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ائمہ وعلمانے رنگ رنگ کی "چہل حدیث" لکھیں ہیں۔ ہم بتوفیقہ تعالیٰ غیر خدا کو سجدہ حرام ہونے کی "چہل حدیث" لکھتے ہیں"۔ (ایضا صفحہ ۳۸۵)

(۲۹) اربعین حجۃ الاسلام۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے قادیانیت کے رد میں "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جو فتاویٰ حامدیہ میں چھپ چکا ہے۔ یہ فتاویٰ حامدیہ عرس صد سالہ کے موقع پر امام احمد رضا اکیڈمی بریلی کی طرف سے ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر آرہا ہے۔ اس میں درج عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ اور اس کی تصحیح و پروف ریڈنگ کا کام فقیر راقم الحروف نے انجام دیا ہے۔ بہر حال واقعہ یوں ہوا کہ "سرسادہ" ضلع سہارنپور کے یعقوب کلارک نامی ایک صاحب نے مؤرخہ ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ ہجری کو ایک سوال نامہ بھیجا جس میں قادیانیوں کی کچھ لغویات سے متعلق سوال کیا گیا۔ اسی کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ اس میں آپ نے قیامت کے قریب آسمان سے حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نزول اوران کو زندہ آسمان پر اٹھا لئے جانے پر مشتمل جو احادیث کریمہ نقل فرمائی ہیں ان کی تعداد ۴۳ر ہے۔ جسے ہم امام نووی علیہ الرحمہ کے اصول کے مطابق اربعین کے نام سے موسوم کر کے اربعینات میں شمار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ امام نووی کی اربعین میں بھی چالیس نہیں بلکہ ۴۲ر حدیثیں ہیں۔

(۳۰) اربعین مفسر اعظم ہند۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے مؤرخہ ۵،۶ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ میں "چہل حدیث" کے نام سے یہ اربعین تصنیف فرمائی۔ اس اربعین میں آپ نے "مشکوٰۃ المصابیح" سے چالیس ایسی حدیثوں کا انتخاب کیا ہے کہ جن میں سے اکثر کا تعلق ایمان وعقیدہ سے اور بقیہ کا تعلق ذکر وشکر سے ہے۔

مفسر اعظم ہند کی "چہل حدیث" کا تعارف

جیسا کہ مذکور ہوا کہ حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے "چہل حدیث" کے نام سے ایک اربعین تصنیف فرمائی ہے۔ آپ نے اپنی اس اربعین کو سرزمین کلکتہ پر مؤرخہ ۵،۶ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ میں تصنیف فرمایا۔ دراصل آپ کلکتہ بیعت و ارشاد اور دعوت وتبلیغ کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں آپ کے پاس نہ تو کتابیں تھی اور نہ ہی شروحات۔ لیکن آپ کے ذہن ودماغ میں عقائد اہل سنت کی تائید وتوثیق کرنے والی احادیث کریمہ اوران کی تشریحات کا ایسا دریا موجزن تھا کہ جن سے سنیوں کے ایمان میں جلا اور تروتازگی پیدا ہوتی۔ اس لئے آپ نے بریلی شریف واپس لوٹ کر لکھنے پر ملتوی نہ فرمایا بلکہ اسی حالت سفر ہی میں فوراً انہیں سپرد قرطاس فرمادیا۔

اس "چہل حدیث" میں حضرت مفسر اعظم ہند نے امام محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی (م ۷۴۱ھ) کی "مشکوٰۃ المصابیح" سے چالیس حدیثیں منتخب فرما کران کا ترجمہ اور فوائد وتشریح جمع فرمائے ہیں۔ اس میں آپ نے احادیث کریمہ کا عربی متن نقل نہیں فرمایا۔ ان احادیث کریمہ کے تحت آپ نے عقائد اہل سنت کے اثبات، وہابیہ اور دیابنہ کے رد وابطال پر مشتمل جو علمی

نکات بیان فرمائے ہیں وہ پڑھے جانے، سنائے جانے، تقریروں میں بیان کئے جانے اور محفوظ رکھے جانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان علمی وفنی نکات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا کہ حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو فن تفسیر کے ساتھ فن حدیث میں کس قدر ملکہ حاصل تھا۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم وفنون کے جلوے آپ کی تحریروں میں جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔ کیوں نہ دکھائی دیں جبکہ آپ تو ''لسان رضا'' ہیں۔

''چہل حدیث'' کے اپنے مقدمہ میں آپ اس اربعین کا تعارف، سبب تالیف، تاریخ تالیف اور غرض تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ مختصر، فقیر نے تالیف کیا ''مشکوٰۃ المصابیح'' سے۔ یہ اظہار اس لیے کہ اس کا انکار نہ کرسکیں اور فقیر نے اس مختصر میں ان احادیث کا ذکر کیا جو کہ عقائد حقہ اہلسنت وجماعت کی تائید وتوثیق کرتی ہیں اور فضائل اعمال کی احادیث کی طرف زیادہ توجہ نہ کی کہ جب تک عقیدہ درست نہ ہو، اعمال بے حقیقت ہیں۔ پھر میں نے ذکر وشکر کا اہتمام کیا اور جہاں تک ہوسکا مضمون کو طول دینے سے اجتناب کیا ہے اور مناسب موقع ومحل بعض نکات قرآنی جو اس کے الفاظ سے محتمل ہیں ''درجۂ تاویل'' میں، فقیر نے ذکر کیے اور یہ میرے سینہ میں جوش زن تھے اور میں مسرور ہوں کہ میرے رب نے توفیق عطا فرمائی طباعت واشاعت کی کہ وہ نکات واسرار شائع نہ ہوتے اور میں انتقال کرتا تو مجھ کو خوف تھا کہ یہ میرے لئے باعث ہلاکت ہوتا اور یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث مسرت ہوگا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت (تعریف وتوصیف اور فضائل ومناقب) کے نئے نئے جواہر پارے ان کو دستیاب ہوئے۔ ''یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان''۔ {سورۂ رحمٰن۔ آیت ۲۲ ررکوع ۱۱ر پارہ ۲۷، ترجمہ: ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ کنز الایمان}

سبب تالیف

یہ بحرین قرآن وحدیث کے گہر ولعل وجواہر زواہر جس ''غواص حبشی'' (مفسر اعظم ہند) نے پیش کیے ہیں اسے امید ہے کہ محبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبول ہوں گے اور ان کی چمک دمک سے اس کا سیاہ رنگ اور تیرہ بختی اور قبر کی تاریکی کافور ہوگی اور یہ ایک نمونہ ہیں اور بہت کچھ ابھی باقی ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ بہ برکات اولیائے کرام، یہ امانت میں ان کو پہنچادوں جو اس کے اہل ہیں تاکہ ان کے قلوب وقبور ودین ودنیا روشن ہوں اور یہ فقیر ان کی خیر خواہی کا حق ادا کرسکے اور جو نااہل ہیں ان کے چہرے اور تاریک ہوں۔

''یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ''۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۰۶ رکوع ۲ر پارہ ۴) {ترجمہ: جس دن کچھ منہ اونجالے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔ کنز الایمان}

مولیٰ تعالیٰ محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے قلوب میں جاگزیں فرمائے۔ آمین۔

تاریخ تالیف

اور لکھا میں نے اس کو کلکتہ میں ۵ / صفر المظفر ۱۳۷۳ھ اور ۶ / صفر میں دراں حالیکہ میرے پاس شروح وغیرہ نہ تھیں اور نہ کوئی اور کتاب اور جب آپ مطلع ہوں میری خطا پر تو میرے لئے استغفار کریں اور اطلاع دیں اور جب آپ متعجب ومتحیر

ہوں اور کوئی چیز آپ پر اثر ڈالے اور آپ کو خوش کرے تو میرے لئے دعا فرمائیں اور دوسروں تک پہنچائیں۔

''وتعاونوا على البر والتقوىٰ ''{سورۂ مائدہ ا۔آیت ۲ ررکوع ۵ ر پارہ ۶ ،ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ کنزالایمان۔}

فائدۂ تالیف

اور جو،ان (۴۰) احادیث کو یاد کرے اور دوسروں کو سنائے یا لکھ کر دے یا کتاب دوسروں کو پہونچائے تو بے شک اس نے دین کی خدمت کی اور علم کو پھیلایا اور روز قیامت یہ شخص زمرۂ علما میں محشور ہوگا اور ثواب عظیم حاصل کرے گا اور اموات کو ایصال ثواب کے لئے ایسی کتابوں کا جیسی یہ (مفسر اعظم ہند کی ''چہل حدیث'') ہے، طبع کرانا، تقسیم کرانا، کارِ عظیم ہے۔

چہل حدیث کا اجمالی خاکہ:

حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ نے'' چہل حدیث'' نامی اپنی اس اربعین میں مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب العلم سے ۵، کتاب الایمان کے مختلف ابواب سے ۲۳، کتاب فضائل قرآن سے ۴، کتاب الدعوات سے ۴ر اور کتاب الصلوٰۃ رباب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴ر حدیثوں کو جمع فرمایا ہے جن کی مجموعی تعداد چالیس ہوتی ہے۔

❖❖❖

امام احمد رضا اور ان کے تعلیمی افکار

از: غلام مصطفی رضوی
نوری مشن مالیگاؤں

علم اور تعلیم کی اشاعت و فروغ میں مسلمانوں نے جو کردار انجام دیا اس کے معترف اغیار بھی ہیں، مسلمانوں نے قرآنی احکام کی بنیاد پر خدمتِ علم کی، چناں چہ جانسن (Johnson) لکھتا ہے:

''یہی (قرآنی) پیغام ایک تعمیری قوت کے طور پر وجود میں آیا، اور عیسائی دنیا میں بہ طور نور (علم) پھیل گیا اور جہالت کی ظلمت کو دور کر گیا۔'' (تبرکات عالمی مبلغ اسلام، ص ۴۹۳)

قرآن مقدس نے جہاں انسان کو معبود حقیقی سے قریب کیا وہیں علم سے بھی رشتہ استوار کیا، اس کا یہ اعجاز ہے کہ ہر دور میں اس کی رہ نمائی نے انسانیت کی زلفِ برہم کو سنوارا، اس کے قوانین کی روشنی میں مسلمان علما نے علومِ جدیدہ کی بنیاد ڈالی، ایمانل ڈوش (Emmanuel Deutsch) کے الفاظ میں:

''قرآن مجید میں سائنسی مطالعہ پر زور مذاہب عالم میں بالکل منفرد ہے۔''

مسلسل سازشوں کے نتیجے میں ایک دور وہ آیا کہ مسلمانوں کا علم سے متعلق مزاج بدل گیا، وہ احساس کم تری کا شکار ہو گئے، ہندوستان میں جب کہ مغلوں کا سورج غروب ہوا اور انگریز غالب آئے تو انگریزوں نے مدارس کو بھی مفلوک الحال کر چھوڑا۔ نتیجے میں مدارسِ اسلامیہ زوال سے دوچار ہو گئے۔ اس تنزلی نے فکری سطح کو بھی مجروح کیا، اور پھر سازشوں کے بطن سے علم کا جو تصور اُبھرا اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ ڈاکٹر محمد یوسف کے بہ قول:

''مغربی استعمار نے بھی اولین مرحلے میں مسلمانوں کی فکری و نظری اساس پر حملہ کیا۔ اور اس کے لیے انھوں نے مسلمانوں کے نظام تعلیم کے اندر تشکیک والحاد، اپنے مخصوص نظریہ اباحیت و عریانیت اور تجدد پسندی کے اثرات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ نصوصِ قرآن و سنت میں من مانی تاویلیں کرنے کی سوچ کی سرپرستی کرتے ہوئے اسے پروان چڑھایا۔''

(ضیاے حرم لاہور فروری ۲۰۰۱ء، ص ۳۴)

تجدد پسندی کے اثرات سے ابوالکلام آزاد جیسے لیڈر بھی خود کو محفوظ نہ رکھ سکے، اور اسلامی نظام تعلیم جسے انھوں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں ''درسِ نظامیہ'' کی شکل میں سیکھا تھا سے متعلق لکھ دیا:

''پھر اس تعلیم کا حال کیا تھا جس کی تحصیل میں تمام ابتدائی زمانہ بسر ہوا! اس کا جواب اگر اختصار کے ساتھ بھی دیا جائے تو صفحوں کے صفحے سیاہ ہو جائیں......'' (غبار خاطر، ص ۹۷)

یہ تھا فکری انحطاط و زوال کا نمونہ! ایسے دور میں جب کہ اسلامی نظام تعلیم سے ذہنوں کو متنفر اور فکروں کو پراگندہ کیا جارہا

تھا امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ) نے مسلمانوں کی سوچ و فکر کو اسلام کی طرف مائل کیا اور حوصلوں کو سہارا دیا، اس کا اندازا آپ کے افکار و تحریرات کے مطالعہ سے ہوتا ہے، آپ نے اُس دور کی یاد تازہ کر دی جس میں امام غزالی و امام سیوطی جیسی با کمال شخصیات علم و فن کے دریا بہا رہی تھیں، امام احمد رضا چاہتے تھے کہ مسلمان علم دین حاصل کرے اور پھر معاصر علوم سے بھی آراستہ ہو لے۔ اور یہ سوچ ایسی ٹھوس تھی کہ اس سے ایک طرف ایمان بھی محفوظ رہتا اور دوسری طرف قوم کو جدید و قدیم علوم سے آراستہ باصلاحیت افراد بھی میسر آتے۔ اسی نوع کا ایک معاملہ پیش ہوا کہ، تعلیم انگریزی و ہندی کی مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟ تو ارشاد فرمایا:

''اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی و ہندسہ و حساب و جبر و مقابلہ و جغرافیہ وامثال ذٰلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی ممانعت نہیں، کسی زبان میں ہو اور نفسِ زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳،ص ۷۰۶)

جو قومیں اپنے اسلاف کی راہ سے ہٹ جاتی ہیں وہ تباہ ہو جاتی ہیں، پھر سوچنے کی بات ہے کہ مسلمان دین کا علم چھوڑ کر کس طرح دوسرے علوم ہی کو مقصد قرار دے سکتا ہے؟ تاریخ اسلامی میں ہر نمونہ شخصیت اول علم دین ہی سے آراستہ نظر آتی ہے اور پھر دوسرے علوم میں بھی ممتاز اور پھر مذکورہ اقتباس میں جو ''مفاسد سے پاک علم'' کی شرط لگائی گئی ہے وہ غیر ضروری نہیں، اس لیے کہ استعماری قوتوں نے جہاں اسلامی علوم سے مسلمانوں کو دور کرنے کی کوشش کی وہیں جدید علوم میں ایسے نظریات کو رواج دیا جو اسلامی عقاید سے متصادم و متعارض تھے۔

امام احمد رضا کا یہ فکری نکتہ نیا نہیں امام غزالی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) نے بھی علوم کو دو انواع میں تقسیم کیا ہے: (۱) محمود (۲) مذموم...... امام احمد رضا کی تعلیمی فکر علوم محمودہ کے حصول پر زور دیتی ہے اور وہ علوم جن سے عقاید کمزور ہوں یا سوچ منفی بنے، اور ایمان و عقیدے میں بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ان سے آپ بچنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اسی لحاظ سے انگریزی تعلیم کے پڑھنے پڑھوانے سے متعلق یہ فکر دیتے ہیں جس میں اعتدال و توازن بھی ہے:

''یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین واخلاق و وضع پر اثر نہ پڑے، اسلامی عقاید و خیالات پر ثابت و مستقیم اور مسلمانی وضع پر قائم رہے، ان سب شرائط کے اجتماع کے بعد جائز رزق حاصل کرنے کے لیے (انگریزی پڑھنے میں) حرج نہیں۔'' (ایضاً،ص ۷۱۰)

استعماری نظام تعلیم کا مقصد برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے اس کا ایک نکتہ اس طرح ہے:

''کمپنی کی حکومت کا واضح مقصد انگریزی زبان اور مغربی علوم کو ہندوستان میں رائج کرنا (ہے) تا کہ یہاں کے لوگ ''مغربی تہذیب'' اور ''مغربی مذہب'' کو قبول کریں۔'' (ضیائے حرم لاہور فروری ۲۰۰۱ء، ص ۳۵)

بات اگر صرف انگریزی زبان کی ہوتی تو کوئی تعجب نہیں تھا، مگر یہاں مقصد ''مغربی مذہب'' عیسائیت کی تبلیغ ہے، امام احمد رضا کی فراست ایمانی دیکھ رہی تھی کہ ''مغربی نظام تعلیم'' میں کچھ مستور ہے اسی لیے آپ نے علوم جدیدہ کے حصول کی اجازت دی تو علم دین حاصل کر لینے کے بعد تا کہ غیر اسلامی نظریات سے آگہی بہ آسانی ہو، اور جو باتیں خلافِ اسلام ہوں ان کی تردید کی جا سکے اور آج تو علوم میں کس قدر غیر اسلامی افکار پڑھائے جاتے ہیں یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اقبال نے کہا تھا:

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

سرسید نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزی حکومت کی طرف سے عیسائیت کے پرچار اور مغرب کی عریاں تہذیب کی خفیہ مہم تعلیم سے مربوط چھیڑی گئی تھی جس کا اظہار ''اسباب بغاوت ہند'' میں ملتا ہے، سرسید نے لکھا ہے:

''لڑکیوں کی تعلیم کا بہت چرچا ہندوستان میں تھا اور سب یقینا جانتے تھے کہ سرکار کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیاں اسکولوں میں آئیں اور تعلیم پائیں اور بے پردہ ہو جائیں۔'' (اسباب بغاوت ہند، ص۱۲۶)

مغربی نظام تعلیم کا ایک اور مقصد یہ تھا کہ:

''جدید تعلیم کے زیور سے آراستہ ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو اسلام اور اسلامی اقدار سے اعلان برأت نہ کرے تو کم از کم اظہار نفرت تو کرے۔'' (ضیائے حرم لاہور فروری ۲۰۰۱ء، ص ۴۴)

آج منظر نامہ اس کی تصدیق کر رہا ہے کہ خود کو مسلمان کہنے اور کہلوانے والا ایک ماڈریٹ طبقہ اسلامی اقدار و تہذیب سے بےزار نظر آتا ہے، اس کے مشاہدات ہمیں آئے دن دیکھنے میں آتے ہیں۔ مثلاً:

☆ مسلم پرسنل لا سے متعلق بہت سے دانش ور قسم کے افراد اسلامی احکام سے جدا غیر اسلامی نظریے کی تائید کرتے ہیں۔

☆ شرعی احکام و مسائل میں اپنی عقل کی بات لاتے ہیں۔

☆ حجاب کے مسئلے میں بھی، اسے ''قدامت پسند''''فرسودہ علامت'' بھی قرار دینے والوں میں بعض کلمہ گو نظر آتے ہیں۔

☆ سود سے متعلق اسلامی حکم سے خلاف کرنے والے بھی بہت سے کلمہ گو ہیں۔

(یہ حقیقت ہے کہ ایسا طبقہ ۲۰۰۹ء کی The Royal Islamic Strategic Studies Center کی سروے رپورٹ کے مطابق ایک فی صد ہے۔ مگر ان کے جراثیم مسلم معاشرے میں اپنے دامن پسار رہے ہیں۔)

استعماری نظام تعلیم کے زیر اثر الحاد کو راہ ملی...... امام اہل سنت اسی سے قوم کو بچانا چاہتے تھے۔ اقبال نے الحاد کے پس منظر میں کہا تھا:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مسئلہ دراصل یہ تھا کہ انگریز اپنے نظام تعلیم کے توسط سے مسلمانوں کو ذہنی غلام بنا رہا تھا۔ فکر مرتی ہے تو قوم مر جاتی ہے۔ امام احمد رضا اسلامی سوسائٹی کو اس کی فکری اساس کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے ہر اس عمل کی آپ نے مخالفت فرمائی جس سے ہمارے دینی تشخص کو خطرہ لاحق ہو۔

امام اہل سنت کے نزدیک تعلیم کا مقصد ''خدا رسی و رسول شناسی'' ہے اور بقول استاذ سلیم اللہ جندران: ''آپ تعلیم برائے تفہیم دین کے قائل ہیں۔'' ...... استعماری نظام تعلیم کے مقابل آپ کے نظریات دین کے فکری سرمائے کی حفاظت کے لیے نہایت اہم مقام رکھتے ہیں۔ انھیں وجوہ سے اسلامی دنیا میں آپ کے عہد میں آپ کے پائے کا کوئی ماہر تعلیم نظر نہیں آتا......

مغربی فکر کے مقابل آپ کی ذات غزالیِ عصر نظر آتی ہے، اور بعض دانش وروں نے جو اپنے دور کا بوحنیفہ کہا وہ مطالعے کے آئینے میں دیکھتے ہیں تو درست پاتے ہیں۔

فرنگی اثرات کے تحت ہی آپ نے کالج کی تعلیم کے سلسلے میں شریعت کے پاس ولحاظ کی قید لگائی ہے، جہاں آپ نے علومِ جدیدہ کے حصول کی ترغیب دی وہیں شریعت کے اصولوں کی پاس داری کا درس بھی دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"کالج اور اس کی تعلیم میں جس قدر بات خلافِ شریعت ہے اس سے بچنا ہمیشہ فرض تھا اور ہے، جہاں تک مخالفتِ شرع نہ ہو اس سے بچنا کبھی بھی فرض نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۶، طبع ممبئی ص ۱۷۱)

یہ ایک عقلی بات ہے کہ جو قائد ہو گا وہ اپنی مذہبی وقومی روایات کا پاس دار ہوگا، اور اس میں معمولی لچک بھی اسے گوارا نہ ہو گی۔ امام احمد رضا ملت اسلامیہ کے قائد تھے، انھوں نے قیادت بھی خوب نبھائی جب کہ بڑے بڑے پھسل گئے تھے اس وقت آپ نے اسلامی نظامِ تعلیم ومعاشرہ کے تشخص کو بچایا اور اسلام کی اس روایتی سوسائٹی کو قایم رکھا جو ہمارا آئیڈیل رہی ہے اور ہماری اسلامی شان کی مظہر بھی۔ اس سلسلے میں آپ نصاب سازی میں اسلامی فکر وروایات کی پاس داری پر زور دیتے ہیں۔

آپ کی خدمت میں ایک سوال اسی قسم کا کوچین مالا بار سے آیا جس میں پوچھا گیا کہ: آج کل مسلمان جو تکمیل یونی ورسٹی کی کوشش کرتے ہیں اور چندہ فراہم کرتے ہیں وہ ثواب ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے چند شرائط اسلامی رو سے ذکر کیں اور ان بنیادوں پر یونی ورسٹی کے تعاون کی اجازت دی۔ جنھیں نمبروار درج کیا جاتا ہے:

"اگر یہ بات قرار پائے اور اس کے افسر عہدہ داران اس کا پورا ذمہ قابل اطمینان کریں کہ:

(۱) اس کا حصہ دینیات صرف اہل سنت وجماعت کے متعلق رہے گا،

(۲) جن کے عقاید مطابق علماے حرمین طیبین ہیں، انھیں کی کتب نصاب میں ہوں گی،

(۳) انھیں کے علما مدرسین ہوں گے،

(۴) انھیں کی تربیت میں طلبا رہیں گے،

(۵) غیروں کی صحبت سے ان کو (طلبا کو) بچایا جائے گا،

(۶) روپیہ جو اہل سنت سے لیا جائے گا صرف اسی کام میں صرف کیا جائے گا،

اس وقت اہل سنت کو ان میں داخل ہونا جائز اور باعث ثواب ہوگا، اور جو کچھ اس میں دیا جائے گا صدقۂ جاریہ ہو گا۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۶۸۴۔ ۶۸۵)

فکری حملہ ظاہری حملے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، استعماری قوتوں نے اسی رُخ کو اختیار کیا کیوں کہ وہ جہدِ مسلسل کے بعد بھی اسلام کی شمع بجھا نہ سکے، انھوں نے فکری حملے شروع کیے اور جدید علوم کے توسط سے صہیونی افکار کو نصابِ تعلیم کا حصہ بنایا اسی وجہ سے امام احمد رضا نے مذکورہ اقتباس میں اسلامی اصولوں کو فایق رکھتے ہوئے یونی ورسٹی کی اعانت اور اس میں حصول علم کی اجازت دی...... پھر ایک پہلو یہ بھی آتا ہے کہ جب ہمارے یہاں سب کچھ موجود ہے تو مخالفینِ اسلام کے مرہونِ منت کیوں بن رہے ہیں؟ اس پہلو سے امام احمد رضا نے قوم کو ماضی کی حوصلہ افزا تاریخ کا اشارہ دیا ہے کہ اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ اور اپنے

اسلاف کے نظام تعلیم کو عام کرو، کیوں ہم غیر کے محتاج بن رہے ہیں، تعجب خیز انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

''سائنس میں وہ باتیں ہیں جو عقاید اسلام کے خلاف ہیں، بچوں کی تربیت دینے، تہذیب و انسانیت سکھانے کے لیے دنیا بھر میں کوئی مسلمان نہ رہا؟ عرب، مصر، روم، شام حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علما و مشایخ میں کوئی اس قابل نہیں، ہاں! کمالِ مہذب و شیخ تربیت و پیر افادت بننے کے لایق یورپ کے عیسائی ہیں؟'' (مرجع سابق)

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

امام احمد رضا قرآن مقدس کی روشنی میں سائنس کو پرکھنے کے قائل تھے، اسی لیے جن سائنسی دلائل کو قرآن مقدس کے مطابق پایا انھیں تسلیم کیا اور جنھیں قرآنی فیصلے سے متصادم پایا ان کی مخالفت کی، ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''قرآن عظیم کے وہی معنیٰ لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین و معتمدین نے لیے ان سب کے خلاف وہ معنیٰ لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے۔'' (نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، ص ۲۰، طبع کراچی)

مجھے اس مقام پر نومسلم مغربی دانش ور ڈاکٹر محمد ہارون (متوفی ۲۰۰۸ء) کا وہ تبصرہ یاد آرہا ہے جس میں آپ نے فکرِ رضا کی ہمہ گیری اور فکرِ مغرب کی خامی کو سائنس کے تناظر میں واضح کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا (مغربی) سائنس کے مقابل اسلام کا دفاع کرنے اور سائنس کی حدیں واضح کرنے کی کاوشوں کی وجہ سے عالمی اہمیت کی حامل شخصیت ہیں...... صرف امام احمد رضا کے افکار کو اپنا کر ہی مسلم دنیا اپنے تباہ کن حالات سے پیچھا چھڑا سکتی ہے...... اگر چہ وہ خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تو آپ اسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے...... یہی امام احمد رضا کی عالمی اہمیت کی ایک دلیل ہے۔'' (امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، مترجم ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، ص ۸۔۹، طبع مالیگاؤں ۲۰۰۵ء)

مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کے خاتمہ کے لیے امام احمد رضا نے کئی تعلیمی منصوبے پیش کیے، معاشی جہت سے آپ کا ۱۹۱۲ء کا چار نکاتی منصوبہ ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' مطبوع ہے جس کے نکات پر آج بھی عمل ہوجائے تو مسلمان کسی غیر کے محتاج نہ ہوں گے، اور پھر کسی سچر کمیٹی کی رپورٹ ہمیں تعلیمی و ترقیاتی میدان میں ابتر و پست ثابت نہ کرسکے گی، ضرورت اس بات کی ہے کہ احساس کم تری اور مایوسی کے غار سے نکلیں اور آفاقی دین کے حامل ہونے کے ناطے علم و فن سے رشتے استوار کریں، امام احمد رضا کی یہی فکر تھی، تعلیم برائے خدمت و اشاعت حق حاصل کریں اور رزق کا دینے والا تو حق تعالیٰ ہے، اس لیے اسباب کے بجائے خالقِ اسباب پر بھروسا کریں، حسنِ نیت کے ساتھ ہم تعلیم کے میدان میں آگے بڑھیں گے تو کامیابیاں منزل کا پتا دیں گی:

ہر اک منتظر تیری یلغار کا
تری شوخیِ فکر و کردار کا

❖❖❖

امام احمد رضا! اکابرین کی نظر میں

از: مفتی محمد ارشد نعیمی قادری لکرالوی

عصر حاضر میں کچھ نام نہاد پیروں، فرضی وجعلی مولویوں اور اپنے زعم میں خود کو کاروان اہل سنت کا اخص الخاص فرد سمجھنے والوں نے یہ بات ان عوام الناس کے اذہان وقلب میں پیدا کر دی ہے جو قطب المکان، غوث الزمان، سراپا اخلاق نبوی، مظہر اسرار مصطفوی، ولی کامل، عالم وعامل، رازدار طریقت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی تغمدہ اللہ تعالیٰ علیہ بفضل الحاوی کی سیرت پاک سے ناآشنا ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخالف قبیحہ بغض شنیعہ رکھنے والے عوام الناس کو یہی کہہ کر دھوکہ دے رہے ہیں کہ احمد رضا خان بریلوی صرف اور صرف ایک مولوی اور پٹھان قبیلے سے تعلق رکھنے والے تھے، وہ مولوی تھے ولی کیسے ہو سکتے ہیں؟ کوئی مولوی ولی ہوتا ہی نہیں، معاذ اللہ!

دراصل حاسدین اعلیٰ حضرت معاندین اعلیٰ حضرت منکرین عظمت اعلیٰ حضرت عالم اسلام میں اعلیٰ حضرت کی عظمت ورفعت دیکھ سن کر جل بھن رہے ہیں، اس لئے اپنے ذہن شیطانیہ قلب سیاہیہ سے آئے دن یہ سوچتے رہتے ہیں کہ کسی طرح عالم اسلام کے پردوں سے عظمت اعلیٰ حضرت کا چراغ گل ہو یا اس کی روشنی کم ہو مگر یہ دشمنان اعلیٰ حضرت اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ؎

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے دشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی زہد وورع احتیاط فی الشرع میں گزری آپ کے خداداد عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر بڑے بڑے عارفوں اور مشائخ کی گردنیں جھکی رہ گئی، علم وحکمت فضل وعزت زہد ومروت تقویٰ وطہارت وہ کون سا وصف پاک نہیں جو آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود نہ تھا، تحریری وتصنیفی خدمات جلیلہ جو آپ نے شجر اسلام کی آبیاری میں ہم کو عطا فرمائیں، وہ اپنی جگہ اک مثال ہے جس کی نظیر از منہ ماضی میں تلاش بسیار کے بعد ہی نظر آئے گی، آپ نہ صرف اپنے وقت کے امام العلماء تاج الفقہاء شیخ المشائخ مفتی انام تھے بلکہ ولایت ومجددیت کے اعلیٰ مقام پر فائز المرام بفضل رب الانام تھے، شرق وغرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے علمائے حق خصوصاً حرمین الشریفین طیبین الطاہرین کے مشائخ عظام، اولیائے کرام نے آپ کو مجدد وقت ولی وقت تسلیم کیا۔

دو وصف آپ کے اندر ایسے تھے جو کسب ومحنت سے حاصل نہیں ہو سکتے ایک ولایت کا دوسرا مجدد کا کسب ومحنت کے

ذریعہ کوئی عالم و مفتی بن سکتا ہے مگر ولی و مجدد نہیں بن سکتا یہ اوصاف خالص وہبی انتخاب الٰہی ہیں جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے: ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علی راس کل مائتہ سنتہ من یجدد لھا دینھا۔ اللہ جل مجدہ ہر صدی میں ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کو نکھارتا ہے۔

اب میں ان نفوس قدسیہ کے اقوال و تاثرات پیش کرتا ہوں، جنہوں نے اعلیٰ حضرت کو غوث وقت قطب وقت ولی وقت مجدد وقت تسلیم کیا اور دوسروں کو تسلیم کرنے کی تعلیم دی اور یہ اقوال و تاثرات ایسے نفوس قدسیہ کے ہیں جو زمین پر حسب و نسب عز و شرف کے اعتبار سے تمام انسانوں میں افضل و اکمل ہوتے ہیں جن کو ہم اہل سادات شہزادگان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے جانتے مانتے اور پہچانتے ہیں، جن کے متعلق احادیث پاک میں ظاہر و باہر ہے کہ میری اولاد کے حق کو ہلکا وہی سمجھے گا جو ان تینوں میں سے ایک ہوگا یا تو وہ حیض کا بچہ ہوگا یا وہ ولد الزنا ہوگا یا پھر منافق ہوگا۔

محدثین عظام نے اس حدیث پاک کی تشریح میں ارشاد فرمایا کہ اہل سادات کی حق بات کا منکر بھی ان کے حق نہ پہچانے والوں میں گردانا جائے گا، عالم اسلام کے بے شمار اہل سادات جو اپنے وقت کے قطب وقت بھی تھے غوث وقت بھی ولی وقت بھی انھوں نے اعلیٰ حضرت کی عظمت و رفعت کس انداز میں دنیا والوں کے سامنے ظاہر فرمائی اس کو دیکھیں اور عمل کریں، ان شاء اللہ اعلیٰ حضرت آپ کے دل کا نور ذہن کا سرور ثابت ہوں گے۔

میں یہاں اختصار کے پیش نظر صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کے ہی اقوال پیش کرتا ہوں جس سے یہ بات اظہر من الشمس و اجلیٰ من القمر ہو جائے گی کہ اعلیٰ حضرت صرف مولوی تھے یا اور کچھ بھی تھے۔

1۔ حضور سیدنا شیخنا سید محمد اسماعیل بن خلیل رضی اللہ عنہ محافظ کتب مکہ مکرمہ کا ارشاد: اگر میں یہ کہوں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ حق ہوگا۔

2۔ حضور سیدنا شیخنا سید ابوالحسین مرزوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ کا ارشاد: معرفت حق کا ایسا دریا جس سے مسائل نہروں کی طرح چھلکتے ہیں علوم دینیہ کی حفاظت و صیانت میں متکلم علم کلام، فقہ و فرائض پر حاوی مولانا محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی ہیں۔

3۔ حضور سیدنا شیخنا سید محمد علوی مکی رضی اللہ عنہ مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ کا ارشاد: ''اعلیٰ حضرت کی محبت اہل سنت کی پہچان اور ان سے دشمنی اہل بدعات کی علامت ہے۔''

3۔ حضور سیدنا شیخنا سید سعید محمد المغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کا ارشاد: جن علمائے دین کے ہاتھوں شریعت مطاہرہ تغیر و تبدیل سے محفوظ رہتی ہے انہی اللہ والوں میں ایک نام، مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا بھی ہے۔

4۔ حضور سیدنا شیخنا سید احمد مدنی رضی اللہ عنہ مفتی مالکیہ مدینہ منورہ کا ارشاد: الشاہ شیخ احمد رضا خان بریلوی وہ عظیم شخصیت ہیں جن کو، سرچشمہ علم معرفت کہا جاتا ہے۔

5۔ حضور سیدنا شیخنا سید احمد حسینی علوی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کا ارشاد: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کو فخر السلف قدوۃ الخلف کہا جاتا ہے۔

6۔ حضور سیدنا شیخنا سید شریف احمد برزنجی رضی اللہ عنہ مفتی شافعیہ کا ارشاد: جماعت اہل سنت کے مصلح و۔ قائد الشاہ امام احمد رضا

خان وہ عالم اسلام کے ہر اہل عشق۔ ووفا صاحب علم وفضل کی ضرورت ہے۔

7۔ حضور سیدنا شیخنا سید مصطفیٰ غیطہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کا ارشاد: حضرت شیخ امام احمد رضا خان عارف ربانی ہیں۔

8۔ حضور سیدنا شیخنا سید محمد یوسف رفائی کویت کا ارشاد: حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی پوری زندگی خدمت اسلام میں گزری آپ کو سلسلہ قادریہ کے علاوہ سلسلہ چشتیہ سہروردیہ نقشبندیہ سے بھی اجازت وخلافت ملی ہیں یہ باتیں آپ کے عالم کامل صوفی وبزرگ ہونے پر دال ہیں۔

9۔ حضور سیدنا شیخنا سید احمد سعید کاظمی رضی اللہ عنہ پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر اعتراض کرنا دنیا و اخرت میں ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

10۔ حضور سیدنا شیخنا سید خلیل احمد کاظمی علیہ الرحمہ کا ارشاد: اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کو ہمہ وقت سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت اور سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت پناہی حاصل تھی۔

11۔ حضور سیدنا شیخنا سید ابوالبرکات احمد قادری رضی اللہ عنہ پاکستان کا ارشاد: آج اسلام کی ڈگمگاتی کشتی کو ساحل مراد پہچانے والوں میں اعلیٰ حضرت کا نام بڑا نمایاں ہے آپ بیشک چودھویں صدی کے مجدد ہیں۔

12۔ حضور سیدنا شیخنا سید شریف طاہر علاؤالدین القادری علیہ الرحمہ پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے امام ولی وقت مجدد وقت صوفی وبزرگ اور زبردست عاشق رسول تھے۔

13۔ حضور سیدنا شیخنا مفتی سید حامد جلالی پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت بریلوی فنافی الرسول کی منزل پر تھے تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ کے اندر فنائیت کی حد تک تھی۔ آپ صدق وصفا زہد وورع میں نمونہ سلف تھے۔

14۔ حضور سیدنا شیخنا سید امیرالدین قادری پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت عشق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک عکس ہے۔

15۔ حضور سیدنا شیخنا سید غلام، سدید الدین نقشبندی سجادہ نشین سرگودھا کا ارشاد: اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر پہلو عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لبریز ہے۔

16۔ حضور سیدنا شیخنا سید عبدالرحمن بخاری پاکستان کا ارشاد: امام احمد رضا خان بریلوی کا وجود امت مسلمہ کے لئے خدا پاک کا خاص تحفہ ہے۔

17۔ حضور سیدنا شیخنا مفتی سید تراب الحق صاحب پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت کا نظیر آنکھوں نے نہ دیکھا۔

18۔ حضور سیدنا شیخنا مفتی سید وجاہت رسول قادری پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت قرآن مجید کے احکام اور اس کے رموز ومعانی کے عارف ہونے کے ساتھ ساتھ مومن صادق بھی تھے۔

19۔ حضور سیدنا شیخنا علامہ سید سراج الحق قبلہ پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے مرجع علماء ومشائخ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے عاشق رسول تھے۔

20۔ حضور سیدنا شیخنا علامہ سید جماعت علی شاہ نقشبندی علی پور کا ارشاد: مجھے ایک مرتبہ خواب میں سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا میں نے بارگاہ غوثیت میں عرض کی حضور اس وقت دنیا میں آپ کا نائب کون ہے آپ نے

ارشاد فرمایا بریلی کے مولانا احمد رضا خان ہیں۔

21۔ حضور سیدنا شیخنا مفتی سید دیدار علی صاحب قبلہ پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے عظیم بزرگ تھے۔

22۔ حضور سیدنا شیخنا سید خورشید احمد گیلانی پاکستان کا ارشاد: بلاشبہ فاضل بریلوی عبقری عصر اور نابغہ روزگار تھے۔

23۔ حضور سیدنا شیخنا مفتی سید ریاست علی قادری پاکستان کا ارشاد: اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اور مجدد دین وملت ہیں۔

24۔ حضور سیدنا شیخنا سید آل رسول احمدی مارہروی کا ارشاد: اگر بروز حشر اللہ رب العزت مجھ سے یہ معلوم کریگا کہ دنیا سے کیا لایا تو میں احمد رضا خان بریلوی کو پیش کردوں گا۔

25۔ حضور سیدنا شیخنا سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کا ارشاد: بریلی کے امام احمد رضا خان قطب الارشاد ہیں۔

26۔ حضور سیدنا شیخنا سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی کا ارشاد: امام احمد رضا خان بریلوی اس زمانے کے مجدد برحق ہیں دور حاظر میں امام احمد رضا خاں بریلوی کا موقف ہی دین حق ہے مسلک و مذہب اعلی حضرت سے نا اتفاقی رکھنے والا میرے سلسلے کا مرید نہیں ہوسکتا۔

27۔ حضور سیدنا شیخنا سید وارث علی شاہ دیوہ شریف کا ارشاد: مولانا احمد رضا خاں صرف ایک مولوی صاحب ہی نہیں بلکہ ایک عاشق رسول مولویوں کے مولوی مولاناؤں کے مولانا اور حضرتوں کے حضرت یعنی اعلی حضرت ہیں۔

28۔ سیدنا شیخنا سید محمد مقبول احمد صاحب علیہ الرحمہ کشمیر کا ارشاد: اعلی حضرت اپنے وقت کے بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اعلی درجے کے صوفی و بزرگ بھی تھے۔

29۔ حضور سیدنا شیخنا سید مفتی محمد آل مصطفیٰ میاں صاحب علیہ الرحمہ ممبئی کا ارشاد: اعلیٰ حضرت کی ذات تمام دنیا کے سیدزادوں کے لئے صد فخر و مباہات ہے ہم کو ان کی ذات پر فخر ہے۔

30۔ حضور سیدنا شیخنا صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادابادی علیہ رحمۃ الہادی کا ارشاد: اعلیٰ حضرت کا وجود خدا کی نعمت تھی آپ کا پیکر جمیل ایک۔ وہبی فیض تھا جس کو سمجھنے سے عقل حیران ہے۔

31۔ حضور سیدنا پیر رضا من نظامی علیہ الرحمہ درگاہ محبوب الٰہی دہلی کا ارشاد: اعلیٰ حضرت کی ذات مجمع الصفات تھی وہ محدث وقت ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ طریقت بھی تھے انہوں نے بے شمار خلق خدا کو نیک راستے پر گامزن کیا۔

32۔ حضور سیدنا شیخنا سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا ارشاد: مجھ کو اور سارے علمائے عرب و عجم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اعلیٰ حضرت کی زبان و قلم کو اللہ رب العزت نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے زبان و قلم نقطہ برابر خطا کرے اللہ نے اس کو دور کردیا۔

33 حضور سیدنا شیخنا سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ بہار کا ارشاد: اعلیٰ حضرت بہت بڑے عالم دین ہونے کے علاوہ عاشق رسول نائب غوث الوری بھی تھے۔

34۔ حضور سیدنا شیخنا سید محمد مظفر حسین کچھوچوی علیہ الرحمہ کا ارشاد: اعلیٰ حضرت نے ہمیں ایمان کا ہتھیار بھی دیا اور ایمان کو پرکھنے کے لئے کسوٹی بھی ہم تو اپنے اور سارے جہان کے لوگوں کا ایمان پرکھنے کے لئے اسی کسوٹی کا استعمال کرتے ہیں اور وہ کسوٹی ہے اعلی حضرت کا نام اور ان کا موقف و مسلک۔

35۔حضور سیدنا شیخنا سید شاہ مصباح الحسن چشتی علیہ الرحمہ خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کا ارشاد: مذہب حقہ اہلسنت جس کا معیار اس زمانے میں اعلیٰ حضرت کی ذات ہے۔یہی مسلک میرا ہے میں اسی کا پابند ہوں اس سے ہٹنا بدمذہبی ہے میرا ہر مرید اعلیٰ حضرت کا نام بہت ادب واحترام کے ساتھ ادا کرے کیونکہ اعلیٰ حضرت سیدنا سرکار غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب نظر ہیں۔

36۔حضور سیدنا شیخنا سید محمد عبدالحمید فاروقی قادری نقشبندی علیہ الرحمہ بنارس کا ارشاد: خانقاہوں میں آج تالے پڑے ہوتے اگر اعلیٰ حضرت نے اولیاءاللہ کی عظمت وتقدس کی حفاظت میں اپنا خون جگر پیش نہ کیا ہوتا۔

37۔حضور سیدنا شیخنا سید محمد مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی کا ارشاد: ''اعلیٰ حضرت نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرمائی،آپ کی ذات علم وفضل زہد وتقوی کا بحر بیکراں تھی آپ سے محبت سنیت کی پہچان ہے۔''

38۔حضور سیدنا شیخنا سید معین الدین اشرف اشرفی کچھوچھوی کا ارشاد: مجدد اسلام اعلیٰ حضرت نے ہمارے دلوں کو عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روشن کیا،ملت پر یہ آپ کا عظیم احسان ہے۔

39۔حضور سیدنا شیخنا سید محمد اشرفی کرنانک کا ارشاد: اعلیٰ حضرت کی ذات پاک ہر اہل ایمان کے لئے کسی علاقے کی تخصیص کے بغیر مرکز رشد وہدایت ہے۔

40۔حضور سیدنا شیخنا سید محمد دیدار علی صاحب قبلہ نقشبندی اگرہ کا ارشاد: اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے مقتدائے مسلمین فخر العارفین ہادی الہادین نائب سید المرسلین شیخ طریقت امام ملت اور مجدد برحق تھے۔

برادران ملت! متذکرہ والا شواہد حسنہ واقوال طاہرہ ان نفوس قدسیہ کے ہیں جن کی رگوں میں خون مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ان کا بدخواہ ضرور مردود یہ سب نفوس قدسیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل طاہر ومطہر سے ہیں جن کو دنیا سید پاک کے پاک نام سے پکارتی ہے۔

ان نفوس قدسیہ کے اقوال اس بات پر شاہد وعدل ہیں کہ ہمارے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نہ صرف ایک عالم ومولوی تھے بلکہ بہت بڑے عابد وزاہد متقی وعارف صادق وشاکر ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل غوث وقت قطب وقت اور مجدد وقت بھی تھے۔

جس کا جتنا ظرف تھا،اس نے ذات اعلیٰ حضرت کو اسی طرح سمجھا،ہر کس وناقص کے فہم وادرک سے ذات اعلیٰ حضرت بری ہے۔اللہ والوں کو وہی سمجھتا ہے جو خود اللہ والا ہو۔شیطان کے اطوار وطرق پر گامزن رہنے والا کیسے اولیاءاللہ کی عظمت و رفعت شرف وعزت جاہ وحشمت زہد وطہارت کو سمجھ سکتا ہے۔

آج پوری دنیا کے حق پسند علماء اس بات کو مان چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت حضرت مرور عصر میں اہلسنت کی پہچان ہیں۔

کچھ ادھر ادھر کی کھانے کمانے والے حق شناس علما کے بدخواہ پیر وملا نہیں مان رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ بھی ولی باکمال عطائے رب ذوالجلال تھے،ان کے نہ ماننے کی واحد وجہ ان کے دل میں اعلیٰ حضرت کی طرف سے کجی ہے جو ان کو ضرور دوزخ تک لے جائے گی،اس لئے کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

''جس نے میرے ولی سے دشمنی روا رکھی،میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔''

اب جو نام نہاد پیر وملا عوام الناس کو یہ کہہ کر ورگلا رہے ہیں کہ ہمارا سلسلہ بہت اعلی ووالا ہے ہمارے گلے میں غوث

الاعظم کا پٹہ ہے۔ ہم تم سے کہتے ہیں کہ احمد رضا خان بریلوی صرف ایک مولوی تھے ولی اللہ نہیں۔

ایسے نام نہاد پیر و ملا متذکرہ بالا سید زادوں کے اقوال پاک بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اعلیٰ حضرت کیا تھے اور اس بات کا بھی خوب دھیان رکھیں کہ جو اعلیٰ حضرت کا مخالف ہوگا وہ پیر و عالم تو درکنار اہل سادات کے اقوال کی روشنی میں سنی تک بھی نہیں بچے گا اور اگر اہل سادات کے اقوال پاک کو کذب و تحقیر سے لیگا تو یہ اہل سادات کی توہین پر دال ہوگا اور اہل سادات کی توہین کرنے والا حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی، میں اہل سادات کے حق کو ہلکا سمجھنے والا قرار پائے گا جو تین حالتوں سے خالی نہ ہوگا 1☐۔ یا تو منافق ہوگا۔ 2۔ یا ولد الزنا ہوگا۔ 3۔ یا پھر طفل حائضا ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مخالفو! ذرا غور کرو کہ اعلیٰ حضرت کی مخالفت نے تم کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تم خود کو پیر مغاں، علامۃ الزماں، ولی دوراں اور عاشق غوث الوری سمجھے ہوئے ہو، یاد رکھو! کسی بھی ولی کی شان میں ہلکی سے ہلکی بات بولنے والا، اس کی شان کو ہلکا لینے والا، اس کی کسی دوسرے سے برائی سننے کرنے والا اللہ جل شانہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن ہوتا ہے اور جو اللہ و رسول کا دشمن ہوگا وہ کیسے اللہ کا ولی ہو سکتا ہے؟

اس لئے اعلیٰ حضرت کو سمجھنے کی کوشش کرو ان کی کتب کا مطالعہ کرو ان کے متعلق جو شکوک و شبہات تمھارے اندر ہیں دور کرو۔ اگر فہم و درک کی ذرا بھی ضیاء تمہارے اندر ہے تو دیکھو کہ اعلیٰ حضرت کون ہیں ان کا ہمارے اوپر کتنا احسان ہے۔ جس کا بدلا ہم رہتی دنیا تک ادا نہیں کر سکتے، ہرگز ہرگز کسی ایسے کی بات مت سنو جو منکر اعلیٰ حضرت ہے اہل سادات کے اقوال پاک کی روشنی میں ان کا منکر ضرور راہ راست سے پاست ہے، اعلیٰ حضرت کی عظمت و رفعت کو دیکھ کر عاشقان رسول جھوم اٹھتے ہیں جلتے بھنتے نہیں تاریخ گواہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شان میں گستاخانہ اقوال بدتر از ابوال بولنے والوں پر کیسے کیسے شدائد غائلہ مصائب ہائلہ اللہ کی طرف سے آئے اس سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوگا کہ وہ منکر اعلیٰ حضرت جب اس دنیا سے گئے تو دنیا والوں نے ان کو ضال و مضل، جاہل و اجہل کے زمرے میں گردانا، العیاذ باللہ۔

حاصل کلام یہ کہ اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے قطب وقت بھی تھے غوث وقت بھی ولی وقت بھی تھے اور مجدد وقت بھی، اب جو کوئی اعلیٰ حضرت کا منکر ہوگا تو وہ از روئے اقوال اہل سادات منافق و گمراہ اور حدیث قدسی (کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں) کی روشنی میں اللہ و رسول جلت عظمتہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن ہوگا، جس کا ٹھکانہ ضرور جہنم ہوگا، جب تک کہ وہ توبہ تو بہ صادقہ کاملہ تامہ دائمہ نہ کر لے، میں نے جو کچھ بھی لکھا، یہ عاقل کو کافی و شافی اور جاہل کو دفتر بھی ناوافی، راقم کی یہ تحریر جذبات پر دال نہیں حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ جذبات کے سیل رواں میں بہہ کر حقیقت سے چشم پوشی کرنے والا اپنے اسلاف اور اکابر کے طرق سے انحراف کرنے والا مانا جاتا ہے۔

اللہ لم یزل ہم کو اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوبین کا محب بنائے اور ہمارا خاتمہ مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں فرمائے، لکھنے میں اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو دامن عفو میں جگہ دیتے ہوئے مجھے مطلع فرما کر میری زبان سے خود کے لئے تشکر و امتنان کے جملے کی امید رکھیں۔

❖❖❖

امام احمد رضا

علم اوزان، اکیال اور مقادیر

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی
پرنسپل مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ''سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی'' اپنے دور کے سب سے بڑے مصنف تھے...... نہ ان کے دور میں کوئی اتنا بڑا مصنف ہوا اور نہ ہی ان کے دور کے بعد اس دور میں کوئی نظر آتا ہے...... اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی انسان اپنے ''اکتسابی علوم وفنون'' کی بدولت اتنا بڑا مصنف بننا چاہے تو نہیں بن سکتا ہے...... ہاں ''علوم لدنی'' اور ''فنون وہبی'' کے سہارے ضرور کوئی اتنا بڑا مصنف بن سکتا ہے...... باوجود اس امکان کے...... اب تک کوئی بھی امام احمد رضا جیسا مصنف دکھائی نہیں پڑتا ہے...... بڑی خوشی کی بات ہے کہ ''ماہنامہ پیغام شریعت دہلی'' ''جشن صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت'' کے موقع پر ''مصنف اعظم'' نمبر نکال رہا ہے...... اور مجھے ''اوزان واکیال'' پر لکھنے کا حکم دیا گیا ہے...... گو کہ میں اس لائق نہیں کہ کچھ لکھ سکوں مگر جب کسی بڑے کا حکم ہوتا ہے تو ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے۔

جب میں نے اپنی زندگی کے اردگرد کے حالات کو دیکھا...... اور شہر وقصبات کے بازاروں میں جاکر جائزہ لیا...... تو میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ بازاروں میں کسی چیز کی خرید وفروخت کے مختلف طریقے رائج ہیں۔

☆...... بعض چیزیں وہ ہوا کرتی ہیں جو تول کر بکتی ہیں...... تول کر بکنے والی چیزوں میں بہت ساری چیزیں آتی ہیں...... ان چیزوں کو آپ بھی جانتے ہیں اور ہم جیسے لوگ بھی جانتے ہیں۔

☆...... اور بعض چیزیں پیمانوں سے بکتی ہیں...... ٹھوس چیزیں بھی بکتی ہیں اور سیال چیزیں بھی۔

☆...... اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو نہ ناپ کر بکتی ہیں اور نہ ہی کسی پیمانے سے بیچی جاتی ہیں بلکہ گز اور میٹر سے بیچی جاتی ہیں۔

☆...... اس بات کو سبھی جانتے ہیں کچھ چیزوں کا لین دین ''گوڑیوں'' سے ہوا کرتا ہے۔

جو چیزیں وزن سے بکتی ہیں انہیں ''موزونات'' کہا جاتا ہے اور جن چیزوں کو پیمانے سے بیچا یا خریدا جاتا ہے انہیں ''مکیلات'' کا نام دیا گیا ہے اور گز یا میٹر سے بکنے والی چیزوں کو ''مذروعات'' کہا جاتا ہے اور گنتی سے بکنے والی چیزوں کو ''معدودات'' کہا جاتا ہے...... خرید وفروخت کے معاملے میں ہمارے شہروں کا عرف ورواج بھی مختلف ہے...... مثال کے طور پر بہت سارے شہروں میں کیلے وغیرہ گنتی سے بکتے ہیں...... ایک درجن، دو درجن وغیرہ اور کچھ شہروں میں یہی کیلے وزن سے

بیچے جاتے ہیں...... ایک کیلو...... آدھا کیلو وغیرہ۔

رہا یہ سوال...... کہ یہ ''اوزان واکیال'' علوم مدونہ میں سے ہیں یا نہیں؟...... جب اس بات کی تحقیق کی گئی تو یہ بات سامنے آئی کہ ان ''اوزان واکیال'' کا تعلق براہ راست علوم مدونہ سے نہیں ہے...... البتہ انہیں ''علم ریاضی'' کی ایک شاخ ''علم حساب'' سے ضرور جوڑا جاسکتا ہے...... ذیل میں ''علم ریاضی'' کی تعریف، موضوع، غرض وغایت بیان کی جارہی ہے اور اس علم کی شرافت کا بھی تذکرہ کیا جائے گا۔

تعریف

ریاضی اس علم کو کہا جاتا ہے جس کا تعلق ایسے امور سے ہوتا ہے جو خارج میں مادے کا محتاج ہوتے ہیں اور اپنے ''وجود ذہنی'' میں کسی مادے کا محتاج نہیں ہوتے جیسے کرہ، زاویہ، مثلث وغیرہ۔

موضوع

علم ریاضی کا موضوع ''جسم تعلیمی'' ہے...... اس سے وہ جسم مراد لیا جاتا ہے جو لمبائی، چوڑائی اور گہرائی میں انقسام کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ علامہ شریف جرجانی اپنی کتاب ''التعریفات'' میں تحریر کرتے ہیں:

''الجسم التعلیمی ھوالذی یقبل الانقسام طولاً و عرضاً وعمقاً ونھایتہ السطح وھو نھایة الجسم الطبعی ویسمی جسماً تعلیمیاً اذ یبحث عنہ فی العلوم التعلیمیہ ای الریاضیة الباحثة عن احوال الکم المتصل والمنفصل منسوبة الی التعلیم والریاضة فانھم کانو یبتدؤن فی تعالیمھم وریاضتھم لنفوس الصبیان لانھا اسھل ادراکاً۔ ترجمہ...... جسم تعلیمی وہ ہے جو طول و عرض اور عمق میں انقسام کو قبول کرتا ہے اس کی نہایت ''سطح'' ہے اور خود جسم تعلیمی ''جو'' جسم طبعی'' کی انتہا ہے...... اس کا نام ''جسم تعلیمی'' اس لئے رکھا جاتا ہے کہ علوم تعلیمی یعنی ریاضی میں اسی سے بحث کی جاتی ہے...... یعنی اس کے مقدار متصل اور مقدار منفصل سے بحث کی جاتی ہے اسے تعلیم اور ریاضی سے اس لئے منسوب کیا گیا کہ اہل علم حضرات تعلیم وریاضت کی ابتدا اسی جسم تعلیمی سے کیا کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کے نفس وذہن کے لئے بطور ادراک یہ سہل ہوا کرتا ہے۔''

غرض...... نفس انسانی کو محسوسات کے ذریعہ مجردات کی جانب منتقل کرنا ہے۔

علم ریاضی کا موجد ''بطلیموس'' ہے۔

اس کی ''وجہ تسمیہ'' کے تعلق سے ''علامہ عبداللہ قادری قصوری علیہ الرحمۃ'' فرماتے ہیں:

''اس کا نام ''ریاضی'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ نفس محسوسات سے مجردات کی طرف منتقل ہونے کے لئے ریاضت کرتا ہے اس بنیاد پر اس علم کا نام ''ریاضی'' رکھا گیا ہے اسے ''حکمت وسطی'' بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ محسوسات اور مجردات کے درمیان ''برزخ وواسطہ'' ہے۔''

علم ریاضی کے اقسام

الف...... علم حساب

ب......علم ہندسہ

ج......علم ہیئت

د......علم موسیقی

ریاضت کا مطلب اخلاق و کردار کو مہذب کرنا اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا ہے تا کہ اخلاق حسنہ حاصل ہو سکے ......کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

بے ریاضت نتواں شہرۂ آفاق شدن
مہہ چوں لاغر شود انگشت نما گردد
بغیر ریاضت کے شہرۂ آفاق حاصل نہیں ہو سکتا
چاند جب کمزور ہو جائے انگلی نما ہو جاتا ہے

انسان اگر لاغر ہو جائے اور دبلا پتلا دکھائی دے تو کیا غم؟ اخلاق تو اچھے ہیں کردار وعمل میں تو بہتری ہے فکر وشعور اور فہم و فراست میں تو خوبصورت ہیں اصل میں یہی وہ خوبی و کمال ہے جو کسی انسان کو شرف انسانیت سے مشرف کرتا ہے اور اس کے مرتبہ کو اوج ثریا کی بلندی عطا کرتا ہے جیسے چاند جب لاغر ہوتا ہے تو وہ پہلی رات کا چاند کہلاتا ہے اور سارے جہاں سے سرتوں کو سمیٹ کر لاتا ہے اور انسانوں کے حوالے کر دیتا ہے جیسے ''عید کا چاند'' اسے کون فراموش کر سکتا ہے جس کے طلوع ہوتے ہی ہر طرف خوشیوں کا ماحول نمایاں ہو جاتا ہے......اسی لئے شاعر نے ریاضت کرنے والوں کو چاند کے لاغر ہونے اور اس کے ''انگلی نما'' ہونے سے تعبیر کیا ہے اس استعارہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ''علم ریاضی'' کی کیا اہمیت ہے اور انسانی زندگی میں اس کے کیا کیا کرشمے ظاہر ہوتے ہیں اور دور حاضر میں تو اس علم نے کمال ہی کر دیا ہے حد تو یہ ہے کہ اسی علم ریاضی کی بنیاد پر انسانوں نے اپنی معاشرتی زندگی کو خوشیوں سے بھر رکھا ہے جہاں تک نئے علوم وفنون کی بات ہے اس میں بھی اسی ''علم ریاضی'' کا راج چلتا ہے......بٹ کائن اور ون کائن کے فرضی سکے بھی اسی ''علم ریاضی'' کے معموں سے تیار ہوتے ہیں ان سکوں کے تعلق سے اگر کسی سے کچھ پوچھنا ہے تو یورپ وامریکہ والوں سے پوچھیئے ہندوستان کے لوگ بھی ان سکوں کے بارے میں جانتے ہیں پھر بھی اہل یورپ کے مقابلے میں بہت کم معلومات رکھتے ہیں......

''علم ریاضی'' کی پہلی قسم ''علم حساب'' ہے اسی سے ''علم اوزان واکیال'' کا تعلق ہے......اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے پہلے ''علم حساب'' کے بارے میں کچھ جانکاری حاصل کر لی جائے تا کہ ''علم اوزان واکیال'' کی واقعی حیثیت معلوم ہو جائے......اگر چہ ابھی تک ''علم اوزان واکیال'' کو براہ راست علوم مدونہ میں شامل نہیں کیا گیا ہے مگر چونکہ اس کا ''علوم مدونہ'' میں سے ایک ''خاص علم حساب'' سے تعلق رہا ہے......اس بنیاد پر اگر اسے بھی ''علوم مدونہ'' میں ضمنی طور پر شامل کر لیا جائے تو اس میں کسی طرح کا کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا......اب ذیل میں ''علم حساب'' کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

تعریف

حساب......وہ علم ہے جس کے ذریعہ معلومات مخصوصہ سے مجہول عدد نکالنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

موضوع......حساب کا موضوع عدد ہے جو مادہ میں حاصل ہوا کرتا ہے آپ کسی بھی عدد کو مادے سے ہٹ کر جاننا چاہیں یا دیکھنا چاہیں تو ایسا ممکن نہیں......البتہ ایک عدد میں شامل نہیں کیونکہ اس پر عدد کی تعریف صادق نہیں آتی ہے...... ہمارے علماء عدد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''العدد...هو نصف مجموع الحاشیتین. یعنی دونوں کناروں کے ''نصف مجموعہ'' کا نام عدد ہے۔''

مثال کے طور پر (۲) عدد ہے اور اس کے دو کنارے ہیں...... پہلے کنارہ پر ایک ہے اور دوسرے کنارے پر تین ہے......ایک اور تین کا مجموعہ چار ہوتا ہے اور اس کا نصف ۲ ہے اس لئے دو (۲) عدد ہے......عدد کی یہ ایک ایسی تعریف ہے جو ہر اعتبار سے جامع ہے اور مانع بھی ہے......اب رہی بات ایک کی......تو اس بارے میں عرض ہے کہ عدد ہونے کے لئے اس کے دونوں کناروں کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اگر ایک کنارہ بھی مفقود ہو جائے تو وہ عدد ہی نہیں ہو سکتا......ایک کا دوسرا کنارہ تو ہے اور وہ کنارہ دو (۲) ہے اس کا پہلا کنارہ ہے ہی نہیں......اور اگر اس کا پہلا کنارہ (۰) زیرو کو مانا جائے تو زیرو میں جمع و تفریق کی صلاحیت ہی نہیں پائی جاتی ہے اور عدد کا کنارہ ہونے کے لئے قابل جمع و تفریق ہونا ضروری ہوتا ہے......ایک یعنی واحد اگرچہ عدد میں شامل نہیں باوجود اس کے بغیر ایک (واحد) کے عدد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے......وہ واحد جو عدد میں متصور ہوتا ہے ''واحد اضافی'' ہے اور جو ''واحد'' اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے وہ ''واحد حقیقی'' سے موسوم ہے......سورہ اخلاص میں جو لفظ ''واحد'' آیا ہے اس سے یہی ''واحد حقیقی'' مراد ہے۔

غرض و غایت......علم حساب کی غرض و غایت: معاملات کو ضبط کرنا......اموال کی حفاظت کرنا......منضبط طریقوں سے قرضوں کو ادا کرنا......ترکوں کو تقسیم کرنا......اس کے علاوہ علوم افلاکیہ، مساحت اور طب وغیرہ میں بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے......روزمرہ کی زندگی، بازاروں میں خرید و فروخت اور گھریلو زندگی میں بھی ''علم حساب'' کی ضرورت پڑتی رہتی ہے......غرض یہ کہ ''علم حساب؟ ہماری روزمرہ کی زندگی کی ضرورت بن گیا ہے اور یہ ایک ایسی ضرورت بن گیا ہے کہ اس کے بغیر عام انسانوں کی زندگیاں سونی پڑ جاتی ہیں اس لئے دور حاضر میں علم حساب پر زور دیا جاتا ہے پرانے قسم کے حسابات اور جدید قسم کے حسابات سے بھی کام نکالنا پڑتا ہے جوں جوں زندگی میں تغیرات ہوتے ہیں اسی کے مطابق ''علم حساب'' میں بھی نت نئے تغیرات جنم لے رہے ہیں......اور آئندہ بھی اس میں تبدیلیاں ہو سکتی ہیں اس امکان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

علم حساب کی اہمیت وافادیت

اوپر کی سطروں میں علم حساب کی ضرورت وحاجت کے تعلق سے جو باتیں پیش کی گئیں ان سے ''علم حساب'' کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس کی شرافت کا یہ عالم ہے کہ علوم دینی میں بھی اس سے کام لیا جاتا ہے......اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ''علم حساب'' کی شرافت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ارشاد ہوتا ہے ''کفی بنا حاسبین'' کہ ہم حساب کرنے میں کافی ہیں۔

''علم اوزان واکیال'' جو اس مقالہ کا موضوع ہے اس کی واقعی حیثیت ''علوم مدونہ'' کی ایک قسم ''علم ریاضی'' اور اس کی شاخ ''علم حساب'' میں اس کے شامل ہونے سے معلوم ہو جاتی ہے اس پر ''علم ریاضی'' اور ''علم حساب'' کی تعریفات مکمل طور

پر صادق آتی ہیں اس کا بھی موضوع وہی ہے جو "علم ریاضی" اور "علم حساب" کا ہے اور غرض وغایت بھی ایک جیسی ہے...... اس کی بھی افادت واہمیت سے کسی نوع اختلاف نہیں کیا جا سکتا ہے......

تعریف علم اوزان واکیال

علم اوزان واکیال: وہ ہے جس میں مختلف قسم کے آلۂ وزن اور آلۂ کیل سے بحث کی جاتی ہے اور اس کی واقعی حیثیت کا تعین کیا جاتا ہے۔

اس کا موضوع......وزن وکیل کا آلہ ہے۔

اس کی غرض وغایت......اس کی واقعی حیثیت کا تعین کرنا تا کہ عوام وخواص اس سے معاملات کو انجام دینے میں کسی قسم کے نزاع کے شکار نہ ہوں اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ اپنے معاملات کو انجام دے سکیں......اس کی شرافت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صحیح تول اور ناپ کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

{والسماء رفعها ووضع الميزان (۷) الا تطغوا فى الميزان(۸) واقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان(۹) سورہ الرحمٰن پارہ ۲۷} اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ"

اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں ترازو، وزن اور اس کے آلہ کا ذکر کیا ہے اور نہایت ہی صریح انداز میں اس بات کا حکم دیا کہ صحیح ناپ تول سے کام لیا جائے اس میں کوئی کمی نہ کی جائے اور نہ زیادتی...... کیونکہ ان دونوں صورتوں میں خسران ہی خسران ہے......لہٰذا ہر حال میں انصاف سے کام لیا جائے اور یہ انصاف وزن اور آلۂ وزن کے استعمال ہی سے قائم رہ سکتا ہے اندازہ سے کسی کی چیز کی تقسیم کرنے میں یقینی طور پر کہیں کمی ہوتی ہے اور کہیں زیادتی ہوتی ہے......اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ لین دین میں اور خرید وفروخت میں انصاف ودیانت نفس الامری خوبی ہے اور اس خوبی سے رتی برابر بھی ہٹ جانے سے یہ خوبی ناخوبی میں بدل جاتی ہے جو باعث گناہ ہے اگر چہ لین دین میں یا خرید وفروخت میں کمی یا بیشی کو فریقین قبول کر لیں باوجود وہ ناخوب ہی رہے گا......اس کے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جن میں میزان اور وزن کے تذکرے پائے جاتے ہیں۔

اس رب کا اپنے بندوں پر کس قدر بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ضرورتوں کو بیان کر دیا......میزان اور وزن کا ذکر قرآن مقدس میں مختلف مقامات پر ملتا ہے......میزان کیسا ہو؟ اور وزن کیا ہو اور وزن کے آلات کس قسم کے ہوں؟ اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے بلکہ رب تعالیٰ نے اسے اجمالی طور پر بیان کر دیا ہے......اب رہی یہ بات کہ اس اجمال کی وضاحت کیسے ہو؟ تو اس وضاحت کی دو صورتیں ممکن ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ وزن وکیل کے لئے وہ آلے لئے جائیں جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پائے جاتے تھے یا جنہیں سرکار نے پسند فرمایا۔

۳۳۴۰......حدثنا سفيان عن حنظله عن طاؤس عن ابن عمر رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المكيال مكيال اهل المدينة والوزن وزن اهل مكة(

اخرج ابو داؤد فی "سننہ" کتاب البیوع باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکیال مکیال المدینة الوزن وزن اھل مکة (ج ۲ ص ۲۵۴) ترجمہ..... حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اہل مکہ کا وزن وزن ہے اور اہل مدینہ کا مکیال مکیال ہے یعنی معتبر ہے۔"

چونکہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں مکہ مکرمہ عالمی تجارت گاہ بنا ہوا تھا وہاں جو بھی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی قیمت اور وزن سے ہوا کرتی تھی کہ وہاں نہ کوئی پھل ہوا کرتا تھا اور نہ کھیتی باڑی ...... اس لئے اہل مکہ کے وزن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معیار قرار دیا..... اس کے برخلاف مدینہ پاک میں پھل فروٹ بھی ہوتے تھے اور کھیتی باڑی بھی ہوا کرتی تھی ...... بایں سبب مدینہ پاک میں پیمانوں کا استعمال : رتا تھا اور سرکار نے اسی پیمانہ کو پسند فرمایا ...... اس سے اس اجمال کی وضاحت ہوگئی جو ترازو میں پایا جاتا تھا کہ ترازو میں وزن کرنے کے لئے وزن کے آلے کا ہونا ضروری ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جس علاقہ اور جس ملک اور جن شہروں میں جو وزن اور جو پیمانے رائج ہیں عمومی حالت اور معاشرتی لین دین میں انہیں اوزان اور پیمانوں پر عمل کیا جائے...... اسلام کے مقاصد میں نزاع اور اختلاف کو ختم کرنا ہے اور ان رائج پیمانوں اور اوزان پر عمل کرنے سے نزاعی صورتیں ختم ہوسکتی ہیں ...... اس دور میں بھی کچھ ایسے پیمانے چلتے ہیں جن کے بارے میں صحیح جانکاری نہیں ہے اور نہ لوگوں نے اس بارے میں جاننے کی کوئی کوشش کی ہے اس کے باوجود لوگ ان پیمانوں پر آپس میں لین دین کرتے ہیں اور کسی قسم کا نزاع بھی پیدا نہیں ہوتا ہے...... بہار کے جنوبی علاقے میں "پیلا" نام سے ایک پیمانہ رائج ہے جسے عورتیں اپنے گھروں میں استعمال کرتی ہیں اور اسی سے آپس میں معاملات بھی کرتی ہیں ...... ایسا بھی نہیں ہے کہ پیمانہ گھروں میں تیار کیا جاتا ہے بلکہ بازاروں میں بکتا بھی ہے...... ہوسکتا ہے کوئی یہ سوال کرے کہ یہ معاملاتی رواج تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی کے خلاف ہے...... اس بارے میں اہل علم حضرات کا کہنا ہے کہ یہ قطعی خلاف نہیں ہے بلکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی وقار کا مطلب کچھ اس طرح کا ہے:

"قال الخطابی ...انما جاء ھذا الحدیث فی نوع ما یتعلق احکام الشریعة فی حقوق اللہ دون ما یتعلق بہ الناس فی بیاعتھم وامور معایشھم ..وقولہ : "الوزن وزن مکہ : یرید یرید وزن الذھب والفضة خصوصاً دون سائر الاوزان ومعناہ : ان الوزن الذی یتعلق بہ حق الزکاة فی النقد :وزن مکہ ..واما قولہ : "والمکیال مکیال اھل مدینة "انما ھو الصاع الذی یتعلق بہ وجوب الکفارت ویجب اخراج صدقة الفطر بہ ویکون تقدیر النفقات وما فی معناھا بعبارة (کتاب الاوزان والا کیال الشریعہ ص ۳۴) ترجمہ..... علامہ خطابی نے کہا: یہ حدیث ان احکام شرعیہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ اس کے تعلق سے جس سے لوگ اپنے خرید وفروخت اور امور معاش میں معاملہ کرتے ہیں..... سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "وزن اہل مکہ کا وزن ہے" اس سے مراد خاص طور سے سونے اور چاندی کا وزن ہے نہ کہ تمام اوزان...... اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کبھی نقد کی صورت میں زکوۃ ادا کی جائے تو اہل مکہ کے وزن کے حساب سے زکوۃ نکالی جائے...... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

قول کہ اہل مدینہ کا مکیال، مکیال ہے اس سے مراد ''صاع'' ہے جس سے کفارے اور صدقہ فطر ادا کئے جاتے ہیں اسی طرح نفقات کی تقدیر بھی صاع سے کی جائے اور اس طرح کے جہاں بھی معاملات ہوں اس کی تقدیر بھی ''صاع'' سے کی جائے۔''

اس دور میں نہ مکہ مکرمہ کا وزن کہیں پایا جاتا ہے اور نہ اہل مدینہ کے ''صاع'' کا کہیں وجود ہے اور حد تو یہ ہے کہ خود ان پاک وطاہر مقامات پر بھی نہ وزن شرعی پایا جاتا ہے اور نہ کیل شرعی......اور جو وزن پایا جاتا ہے یا جو پیمانے پائے جاتے ہیں ان سب کا شرعی اوزان واکیال سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے......غرض کہ ھندوستان سمیت تمام ملکوں اور تمام دیار کا یہی حال ہے ......پوری دنیا میں جس وزن اور معیار کا رواج زوروں پر ہے......وہ کیلوگرام ہے......اب میل اور فرسخ کا بھی رواج نہیں ہے اس کی جگہ کیلومیٹر نے لے لی ہے اس طرح کے اوزان واکیال میں تغیرات ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

ہم میں سے جو صاحب نصاب ہے اس پر زکات فرض ہے اور صدقہ فطر واجب ہے......اسی طرح ہم میں سے کوئی مسافر بھی بنتا ہے جسے نماز قصر پڑھنی پڑتی ہے اور جہاں تک نکاح کی بات ہے کہیں مہر فاطمی باندھا جاتا ہے اور کہیں دینار اور کہیں درہم کے باندھنے کا بھی رواج ہے......اور کفارہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے تو کیسے ادا کیا جائے جس پیمانہ سے ادا کرنا چاہیے اب وہ پیمانہ نہیں......اسی لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ''شرعی اوزان واکیال'' کی تقدیر کی جائے اور موجودہ نظام ناپ تول سے اس کا معادلہ کیا جائے......اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے علمائے کرام نے معادلہ کا عمل کرنا شروع کیا......اس بارے میں چند ایک کتاب میرے سامنے آئی ہے جس کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے اور کچھ ایسے مقالات کے حوالے بھی ملتے ہیں جو اس باب میں لکھے گئے ہیں۔

(ا)......کتاب الاوزان والاکیال الشریعہ۔

اس کے مصنف کا نام ''تقی الدین ابوالعباس احمد بن علی المقریزی'' ہے۔اس کتاب میں تفصیل سے ''شرعی اوزان واکیال'' سے بحث کی گئی ہے یہ کتاب معلوماتی کتاب ہے اور دلائل وبراہین سے مزین ہے اس میں تمام اوزان واکیال سے تو بحث کی گئی ہے مگر اس کتاب میں ''ذراع'' کے تعلق سے کوئی بحث نہیں ملتی ہے اور نہ ہی میل شرعی اور میل انگریزی سے کوئی بحث کی گئی ہے......یہ کتاب نیٹ پر موجود ہے۔

(ب)......اثبات مالیس منه بدلمن اراد الوقوف علی حقیقة الدینار والدرهم والصاع والمد۔

اس کتاب کے مصنف کا نام ''ابوالعباس العزفی'' ہے اور اس کی تحقیق وتخریج کی ہے ''محمد الشریف'' نے 'مطبوعہ المجمع الثقافی الامارات'' طباعت اولی سن ۱۹۹۹ء یہ کتاب بھی تحقیقی کتاب ہے اور بہت سے مقالے اور کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ ''اوزان واکیال'' کے معاملہ میں اس کتاب کو بھی سند کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

(ج)......الاموال۔

اس کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس کا تعلق اوزان واکیال کی تحقیق سے ہے مصنف کا نام ''ابوعبید القاسم بن سلام'' ہے اور ''محمد خلیل ھراس'' نے اس پر ''تحقیق وتعلیق'' کی ہے ''مکتبۃ الکلیات الازھریۃ ودار الفکر'' سے اس کی طباعت ہوئی ہے اور

اس کی یہ طباعت تیسری طباعت ہے سن طباعت بار سوم ۱۴۱۱ھ ہے۔

(د)......الایضاح والتبیان فی معرفة المکیال والمیزان

ابن الرفعة الانصاری" اس کے مصنف ہیں اور "محمد الخاروف" نے اس کی تحقیق کی ہے "مرکز البحث العلمی جامعہ ام القری" نے سن ۱۴۰۰ھ میں اس کی طباعت کی ہے۔

(س)......تقدیر الاوزان عند المسلمین

از عبد القادر الطرابلسی الخطیب المطبوعة، نشر دار البصائر سنہ ۱۴۰۴ھ

(ش)......تحدید الصاع النبوی نام سے ایک کتاب اور ایک مقالہ بھی لکھا گیا ہے۔

اس کے علاوہ علم فقہ کے مذاہب اربعہ کی تمام فقہی کتابوں میں ابواب زکوٰۃ، صدقہ فطر اور مہر و کفارہ کی ضمنی بحثوں میں اوزان واکیال شرعی کی بحث آئی ہے اسی علم اوزان واکیال کے لئے یہ بحثیں سند کی حیثیت رکھتی ہیں فقہ حنفی کی درج ذیل کتابوں میں بھی "شرعی اوزان واکیال" سے بحث کی گئی ہے۔

☆......رد المحتار" مطلب فی تحریر الصاع والمد والرطل (ص ۱/۱۰۷)......مطلب فی مقدار الذراع و تعیینه (۱/۱۳۱) مطلب فی تحریر الصاع والمُد و المن والرطل (ص ۲/۶۷)......مطلب فی مقدار الفطرة بالمد الشامی (۲/۷۷)

☆......"حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" (ص ۳۹۱، ۳۹۵)

☆......"البحر الرائق شرح کنز الدقائق" (۲/۳۹۶، ۳۴۴)

☆......"فتح القدیر علی الهدایة" (۲/۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰)

میں نے نمونہ کے طور پر کچھ فقہی کتابوں کا ذکر کر دیا ہے یوں تو علم فقہ کی تمام کتابوں میں "شرعی اوزان واکیال" کا ذکر کسی نہ کسی نوع سے ضرور کیا گیا ہے یہ اور بات ہے فن کی حیثیت سے ان اوزان واکیال کی بحثیں نہیں ہیں بلکہ انسانی ضرورت و حاجت کے تحت ان کا ذکر کیا گیا ہے......ہاں! اب فن کی حیثیت سے اس موضوع پر کتابیں لکھی جارہی ہیں باوجود اس کوشش کے اب تک ان کتابوں کو "علوم مدونہ" میں براہ راست شمار نہیں کیا گیا ہے اگر مستقبل قریب میں اسے بھی شمار کر لیا جائے تو علمی اور فنی اعتبار سے اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہوسکتی۔

ان علوم امام احمد رضا کی خدمات

ہمارے ہندوستان میں بھی اس موضوع کے تعلق سے بحث ومباحثے کی شروعات ہو چکی ہے اور فقہی سیمیناروں میں بھی اس موضوع پر بحث ہوئی ہے اور اس پر فیصلہ بھی ہو چکا ہے......جہاں تک "امام احمد رضا فاضل بریلوی" کی اس موضوع پر خدمات عالیہ کی بات ہے......تو ان کے فتاوی میں بھی اوزان اور اکیال کے تعلق سے کافی بحثیں ملتی ہیں......اور مختلف مقامات پر تذکرے پائے جاتے ہیں اگر ان تمام بحثوں کو سمیٹ دیا جائے تو ایک مستقل کتاب ہوسکتی ہے اور اسے تصنیف وتالیف کا اعلی معیار کہا جاسکتا ہے......اسی لئے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فتاوی کو مختلف قسم کے علوم وفنون کا مجموعہ کہا جاتا ہے......ان کے

فتاوی میں کچھ اس طرح کی انضباطی ترتیب پائی جاتی ہے کہ کوئی بھی ان تحریروں کو "تصنیف و تشکیل" کی صورت دے سکتا ہے ......مگر افسوس اس بات پر ہے ان بکھرے ہوئے تاروں کو کسی نے جمع کرنے کی کوشش نہیں کی ہے...... خیر جب نہیں تو اب سہی ......کچھ تو اس تعلق سے کام کیا جائے!

قبل ازیں کہ اس بارے میں کچھ عرض کروں انضباطی انداز میں کچھ باتیں گوش گزار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں......وہ یہ کہ "اوزان واکیال" کو "مقادیر" کے زمرہ میں رکھا جاتا ہے......مقادیر مقدار کی جمع ہے اور مقدار کا معنی کسی چیز کا اندازہ کرنا اور اس کے وزن کا تعین کرنا آیا ہے......اور ظاہری بات ہے کہ اندازہ لگانے کے لئے کسی نہ کسی معیار کا ہونا ضروری ہے چاہے مقدار متصل کا اندازہ لگایا جائے یا کسی مقدار منفصل کا اندازہ لگایا جائے......اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے مقدار متصل کیا ہے؟ اور مقدار منفصل کیا ہے؟ کیوں کہ "اوزان واکیال" کے ذریعہ اسی مقدار کا اندازہ لگایا جاتا ہے......علامہ سید شریف الجرجانی اس بارے میں تحریر کرتے ہیں:

۱۱۹۱......الکم ھو العرض الذی یقتضی الانقسام لذاته وھو اما متصل اور منفصل لان اجزائه اما ان تشترك فی حدود یکون کل منها نهایة جزء وبدایة آخر ..وھو المتصل اما قار الذات مجتمع الاجزاء فی الوجود وھو المقدار المنقسم الی الخط،والسطح والثخن وھو الجسم التعلیمی اوغیر قار الذات وھو الزمان والمنفصل ھوا لعدد فقط کالعشرین والثلاثین (التعریفات) ترجمہ......کم (مقدار) وہ عرض ہے جو انقسام کو "لذاتہ" یعنی بغیر کسی واسطے کے قبول کرتا ہے وہ متصل ہوتا ہے یا منفصل ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے اجزاء کسی حدود میں اس طرح سے مشترک ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک بہ نسبت ایک جز کے نہایت ہوتا ہے اور بہ نسبت دوسرے جز کے بدایت ہوتا ہے پھر یہ کہ وہ جز قار الذات اور وجود میں مجتمع الاجزا ہوگا یہی وہ مقدار ہے جو منقسم ہوتا ہے خط کی طرف ......سطح کی طرف......اور عمق کی طرف۔ یہی جسم تعلیمی ہے یا غیر قار الذات ہوگا یعنی وہ متصل کہ اس میں از روئے ذات ٹھہراؤ نہیں ہوگا اور وہ زمانہ ہے ......منفصل صرف عدد ہے جیسے بیس اور تیس وغیرہ۔

مقدار کی کوئی ایک جنس نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے مختلف اجناس ہوا کرتے ہیں جیسا کہ "الموسوعة الفقهیة" میں "مقادیر" کے تحت درج ہے:

"المقادیر اجناس اربعة ھی : الکیل والوزن والذرع والعدد وھی کلها وسائل لتقدیر الاشیاء والاموال او معایرتها بها ..فالکیل لتقدیر الحجم ،والوزن لتقدیر الثقل والذرع لتقدیر الطول والمساحة والعدد لتقدیر الآحاد والافراد (الموسوعة الفقهیة ص ۲۹۵/۳۶) ترجمہ ......مقادیر کی چار جنسیں ہیں: کیل، وزن، ذراع، عدد یہ سب کے سب چیزوں اور مالوں کا اندازہ لگانے کے وسائل ہیں ان میں سے کیل سے کسی چیز کے حجم و طول اور موٹائی کا اندازہ لگایا جاتا ہے......وزن سے کسی چیز کے بھاری پن کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ذراع سے لمبائی اور مساحت کا علم ہوا کرتا ہے اب رہی بات عدد کی......تو اس کے ذریعہ احاد اور

افراد کی گنتی لگائی جاتی ہے۔"

اب ذیل میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تحریروں سے اس بات کا اندازہ لگایا جائے گا کہ دنیا کے اس عظیم محقق، مفکر اور دانشور نے "شرعی اوزان اور اکیال" کے تعلق سے کیا کیا خدمات انجام دیئے ہیں اور اس موضوع پر انہوں نے کیا پیش رفت فرمائی ہے؟

فتاویٰ رضویہ میں "ذراع" کا تصور

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے فتاویٰ میں نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ "ذراع" پر بحث فرمائی ہے مگر انہوں نے اس بحث کو محض کسی فن کی حیثیت سے نہیں دیکھا ہے بلکہ کسی مسئلہ کی اثبات وضاحت اور تحقیق کے پیش نظر اس پر سیر حاصل بحث کی ہے......عام طور پر فن کی حیثیت سے جو بحث کی جاتی ہے اس میں سادگی ہوا کرتی ہے اور اس میں امعان تحقیق سے کام نہیں لیا جاتا ہے کیونکہ وہاں صرف فن کی نزاکتوں کو پورا کرنا ہوتا ہے مگر کسی مسئلہ کی تحقیق میں جب کوئی بات آتی ہے تو اسے اصول تحقیق اور اصول تنقید نیز اس کے ساتھ ساتھ اصول ترجیح کو بھی پیش نظر رکھنا پڑتا ہے......ان تمام مرحلوں سے گزرنے کے بعد جب فن کی خوبیاں نکھر کر سامنے آجاتی ہیں تو ان میں مزہ ہی کچھ اور ہوا کرتا ہے۔

الذراع: هو مقياس عند الفقهاء وبالفارسية يقال له "گز" وطوله اربعة وعشرون اصبعاً مضمومة سوى الابهام بعدد حروف "لااله الا الله محمد رسول الله" وكل اصبع ست شعرات مضمومة بطون بعضها الى بعض .ويسمى بذراع الكرباس وهو المعتبر فى تقدير العشر فى العشر واعتبره اهل الهيئة فى مساحة قطر الارض والكواكب وابعادها وثخن الافلاك وهٰذا هو الذراع الجديد ..واما الذراع القديم واثنان و ثلاثون اصبعاً وقيل هو الهاشمى والقديم هو سبعة و عشرون ...وقيل ذراع الكرباس سبع قبضات وثلاث اصابع ،وقيل سبع قبضات باصبع قائمة فى المرة السابعة...وذراع المساحة ويسمى بذارع الملك ايضاً سبع قبضات فوق كل قبضة اصبع قائمة وقيل ذراع المساحة سبع قبضات وذراع الكرباس انقص منه باصبع وقيل ذراع المساحة سبع قبضات مع اصبع قائمة فى القبضة السابعة .وذراع العامة ويسمى ذراع المكسر ست قبضات سميت بذالك لانها نقصت من ذراع الملك اى ملك الاكاسرة بقبضة وذكره فى المغرب ثم ان هٰذه الاذرع هى الطوليه وتسمى بالخطية واما الذراع السطحى فهو مايحصل من ضرب الطولى فى نفسه ويسمى بالذراع الجسمى وهو مايحصل من ضرب الطولى فى مربعه ،هٰكذا يستفادمن البرجندى وجامع الرموز وبعض كتب الحساب۔ (كشاف اصطلاحات العلوم والفنون باب الذال ص ٨٢٣) ترجمہ .....ذراع فقہاء کے نزدیک پیمانہ ہے جس کو ہندی میں "گز" کہا جاتا ہے اس کی لمبائی انگوٹھے کے علاوہ ۲۴ رملی ہوئی انگلیوں کے برابر ہوتی ہے یہ ۲۴ رعدد حروف "لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے مطابق ہے اور ہر انگلی ۶ رشعیرہ (جو)

جب کہ ان میں سے ایک کا پیٹ دوسرے جَو سے ملا ہوا ہو......اسے ''ذراع کرباس'' کا نام دیا گیا ہے......دِہ دردِہ کی تقدیر میں اسی کا اعتبار کیا گیا ہے......علم ہیئت کے جاننے والے ''قطر زمین'' کی مساحت۔کوکب اور اس کے ابعاد اور آسمانوں کی موٹائی میں اسی ''ذراع کرباس'' کا اعتبار کرتے ہیں......اور یہی ''ذراع جدید'' ہے اب رہا ''ذراع قدیم'' تو وہ ۳۲ر انگلیوں کے برابر ہوا کرتا ہے بعض لوگوں نے اسے ''ذراع ہاشمی'' کا نام دیا ہے اور ''قدیم ذراع'' ۲۷ر انگلیوں کے برابر ہوا کرتا ہے......''ذراع کرباس'' سات مٹھیاں اور ساتویں مٹھی کے ساتھ ایک کھڑی انگلی......اور ''ذراع المساحت'' اسے ''ذراع الملک'' بھی کہا جاتا ہے سات مٹھیوں کے برابر ہوتا ہے ہر مٹھی کے اوپر ایک کھڑی انگلی......اور بعض نے یہ کہا: ''ذراع المساحت'' صرف سات مٹھیاں اور ''ذراع الکرباس'' ''ذراع المساحت'' سے ایک انگلی کم ہوتا ہے اور بعض نے کہا: ''ذراع المساحت'' سات مٹھیاں اور ساتویں مٹھی میں ایک کھڑی انگلی......اور ''ذراع العامہ'' جسے ''ذراع المکسر'' بھی کہا جاتا ہے یہ ۶ر مٹھیوں کے برابر ہوتا ہے اس کا نام ''ذراع مکسر'' اس لئے رکھا گیا کہ یہ ''ذراع ملک'' سے ایک مٹھی کم ہوا کرتا ہے یہاں ملک سے مراد 'بادشاہان کسری' ہیں اس کا ذکر 'مُعرب' میں ملتا ہے یہ تمام ذراعیں طول کے اعتبار سے 'خطیہ' ہیں اور ''ذراع سطحی'' حاصل ہوتا ہے طول میں طول کو ضرب دینے سے اور جسے ''ذراع جسمی'' کہا جاتا ہے وہ مربع میں طول کو ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے ایسا ہی مستفاد ہوتا ہے ''برجندی اور جامع الرموض'' کے مطالعہ کرنے سے۔''

کشاف اصطلاحات العلوم والفنون کی منقولہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے مصنف نے ''ذراع'' پر جو بحث کی وہ نہایت ہی سطحی ہے اور سرسری ہے اس بارے میں مصنف نے اپنا کوئی نظریہ پیش نہیں کیا ہے اور نہ ہی ''ذراع'' کی مختلف تشریحات میں سے کسی کو ترجیح دی ہے...... بلکہ انہوں نے وہی کہا جو ''برجندی اور جامع الرموز کے مطالعہ سے ان پر واضح ہوا ہے......ہوسکتا ہے یہ سطحی بحثیں ان کے پسند کردہ موضوع کی مجبوری ہو یا ان کے اختیار کردہ فن اور اس کے اصطلاحات کی نزاکت ہو......اس سے زیادہ اس بارے میں کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔

مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے یہاں ایسا نہیں ہے......آپ اس انداز سے بحث کرتے ہیں کہ ایک دانشور اور ایک محقق مطالعہ کرتے وقت حیرت و کشمکش کی تصویر بن جاتا ہے اور خود ان کا فن تحقیق اور فن تنقید تر و تازگی کا اظہار کرنے لگتا ہے......حضرت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی بارگاہ میں ایک سوال آیا ہے جو اس طرح ہے:

''مسئلہ نمبر ۳۲　کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حوض دہ دردہ میں ''گز شرعی'' کی مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا

دِہ دردِہ کا مطلب یہ ہے کہ دس کو دس میں ضرب دی جائے جیسے 10×10=100 ......جب کسی عدد کو خود اسی عدد میں ضرب دی جاتی ہے تو اس سے اس کی مساحت نکل آتی ہے تو یہاں ''دہ دردہ'' کی مساحت ۱۰۰ر نکل آئی اس مساحت کا جو حوض ہوتا ہے وہ حوض کبیر ہوا کرتا ہے اور ایسا حوض کسی ناپاک چیز کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا ہے......سائل نے اس بات کی وضاحت چاہی ہے کہ ''دہ دردہ'' میں جو گز معتبر ہے اس کی وضاحت کردی جائے......اس کا مطلب یہ ہے کہ سائل کو اس بارے میں کوئی جانکاری نہیں ہے اور اس کے پاس گز کے تعلق سے جو جانکاری ہے اس سے مسئلہ کا حل نہیں ہوسکتا......اس لئے اعلیٰ

حضرت فاضل بریلوی نے نہایت ہی تفصیل کے ساتھ "ذراع" کے بارے میں معلومات تحریر فرمادی اور گز کا تعین بھی فرمادیا۔

"الجواب......علماء رحمھم اللہ تعالیٰ دربارۂ مساحت حوض کبیر کہ دِہ دردِہ قرار پایا ہے تعیین گز میں تین قول پر اختلاف ہے،

قول اول......معتبر "ذراع کرباس" ہے اور اسی کو "ذراع عامہ" کہتے ہیں یعنی کپڑوں کا گز......اسی قول کی طرف اکثر کا رجحان رائے اور اسی کو "درر، ظہیر، وخلاصہ وخزانہ ومراقی الفلاح وعالمگیری وغیرہا میں اختیار کیا......اور شرح زاہدی وتجنیس اور فتاوی کبریٰ پھر قہستانی پھر درمختار میں اسے مختار، اور نہایہ میں "صحیح" اور ہدایہ میں "مفتی بہ" اور ولوالجیہ میں "الیق واوسع" کہا......

اس عبارت کا مطلب واضح ہے کہ "دہ دردہ" میں شرعی اعتبار سے جو ذراع معتبر ہے وہ "ذراع کرباس" ہے جس کو "ذراع عامہ" بھی کہا جاتا ہے اور "ذراع کرباس" سے مراد کپڑوں کا گز ہے جسے عام طور پر لوگ کپڑوں کے ناپنے میں استعمال کیا کرتے ہیں اس گز کا اعتبار کسی ایک نے نہیں کیا ہے بلکہ بہت سے اکابر فقہا نے اسے تسلیم کیا ہے اکثر فقہاء کا رجحان اسی طرف ہے اس کے علاوہ بہت سے مصنفین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اسی کو صحیح، مختار مفتی بہ اور الیق واوسع بھی کہا ہے......اب رہا یہ سوال کہ یہ گز کتنی انگلیوں کا ہوتا ہے؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ارشاد فرمایا: کہ اس میں بھی اختلاف ہے۔"

جیسا کہ آپ تحریر کرتے ہیں

پھر خود "ذراع کرباس" کی تقدیر میں اختلاف واقع ہوا:

الف......امام ولوالجی نے سات مشت قرار دیا ہر مشت چار انگل مضموم تو اٹھائیس انگل کا گز ہوا......ہمارے یہاں کی نو "گرہ" سے زائد اور دس گرہ سے کم یعنی ۹۔۱/۳ گرہ......اس قول پر نہایہ، پھر جامع الرموز پھر درمختار اور باتباع ولوالجی فاضل ابراہیم حلبی نے شرح منیہ میں اقتصار کیا۔

ب......مگر جمہور علماء کے نزدیک "ذراع کرباس" چھ مشت کا ہے ہر مشت چار انگل مضموم اور اس کی طرف رجحان رائے علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن ہمام کا ہے اور یہی عالمگیریہ میں تبیین اور بحر الرائق میں کتب کثیرہ سے منقول۔ پس قول راجح میں یہ گز چوبیس انگل کا ہوا کہ ایک ہاتھ ہے تو ہمارے یہاں کا "آدھا" گز ٹھہرا

اس کو اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ:

4/ملی ہوئی انگلیاں = 1/مشت   7/مشت ×4 ملی ہوئی انگلیاں = 28/انگلیاں

"دہ دردہ" میں جب "ذراع کرباس" معتبر ہے تو اس کی مساحت مذکور بالا تقدیر میں ×10 10 =100 ذراع کرباس ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فرمان کے مطابق:

الف......1/ ذرع کرباس = 9-1/3 گرہ

10/ " " × 9-1/3 گرہ = 93 گرہ ہوا

93/گرہ ×93/گرہ = 8649 گرہ ہوا یعنی "دہ دردہ" کی مساحت گرہ کے اعتبار سے 8649 گرہ ہونی چاہیئے

چونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ہمارے یہاں کا گز 18 رگرہ کا ہوتا ہے......اس لئے اعلیٰ حضرت کے یہاں کے گز کے اعتبار سے دہ دردہ کی مساحت اس طرح کی ہوگی۔

10 رذراع کرباس = 93 رگرہ

93 رگرہ ÷18 رگرہ یعنی یہاں کا گز = 16.5

16.5 ×16.5 = 62.26 یہاں کا گز...... یہ ساری باتیں جو پیش کی گئیں (الف) کے زمرہ میں آتی ہیں......

(ج)...... کے تحت یہ بتایا گیا کہ "ذراع کرباس" چھ مشت کا ہوا کرتا ہے اور یہ گز یہاں کے گز سے آدھا ہوا کرتا ہے اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ "ذراع کرباس" صرف ۹ رگرہ کا ہوتا ہے اور یہاں کا گز ۱۸ رگرہ کا ہوتا ہے:

10 رذراع کرباس ×9 رگرہ =90 گرہ

90 گرہ × 90 گرہ = 8100 گرہ

90 ر گرہ ÷18 = 5 ر گز یہاں کا

5 رگز یہاں کا × 5 رگز یہاں کا = 25 رگز یہاں کا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہ دردہ کے معاملہ میں اسی گز کو پسند فرمایا ہے.....قول اول کی بات اسی پر ختم ہوتی ہے۔

قول دوم......اعتبار "ذراع مساحت" کا ہے امام علامہ فقیہ النفس اہل الافتاء بالترجیح قاضی امام فخرالدین خاں اور برجندی رحمۃ اللہ نے خانیہ میں اسی قول کی تصحیح اور قول اول کا رد کیا۔ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اس پر بھی حکایت فتوی واقع ہوئی اور بیشک من حیث الدلیل اسے قوت ہے......

اس گز (ذراع مساحت) کی تقدیر میں اقوال مختلفہ وارد ہوئے ......

الف......مضمرات میں سات مشت، ہر مشت کے ساتھ ایک اونگل قرار دیا کہ مجموعہ پینتیس 35 اونگل ہمارے "گز" سے 11-2/3 گرہ ہوا۔

ب......علامہ کوانی نے چھ مشت معمولی اور ساتویں میں انگوٹھا پھیلا ہوا کہ یہ بھی تخمیناً گیارہ گرہ کے قریب ہوا مگر یہ دونوں قول یعنی الف اور ب شاذ ہیں۔

ج......قول جمہور کہ عامہ کتب میں مصرح سات مشت ہے ہر مشت نرانگشت کشادہ یعنی ساڑھے تین فٹ کہ اس گز سے کچھ اوپر۔ ساڑھے اٹھارہ گرہ ہوا یعنی 18-2/3 گرہ......

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے "قول دوم" کے تحت "ذراع مساحت" کی تقدیر میں تین اقوال الف، ب، ج کا ذکر کیا ہے اور یہ تینوں اقوال ایک دوسرے سے مختلف ہیں انہیں تینوں اقوال کی توضیح پیش کی جارہی ہے۔

الف کی توضیح......مضمرات میں "ذراع مساحت" کی تقدیر سات مشت سے کی گئی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ ہر ایک مشت کے ساتھ ایک انگلی ہو......اس کا مطلب یہ ہوا کہ 7 رمشت 4× انگلی 28 رانگلیاں + 7 انگلیاں = 35 انگلیاں ہوئیں یعنی ایک

ذراع مساحت 35 ر انگلیوں کے برابر ہوتا ہے..... جو یہاں کے گز سے 11-3/2 گرہ ہوتا ہے۔

11-2/3 کو اعشاریہ میں اس طرح تبدیل کر دیا جائے......

11-2/3= 35/3 یعنی =1166 اعشاریہ گرہ

1166.× 10 ر ذراع مساحت = 6.116 ر اعشاریہ گرہ

6.116 ر اعشاریہ گرہ ÷ 18 ر یہاں کے گز = 47.6 ر اعشاریہ یہاں کے گز

47.6 × 47.6= 86.41 گز یہاں کا......اس کا مطلب یہ ہوا کہ مضمرات میں درج ذراع مساحت کی تقدیر سے ''دہ دردہ'' کی مقدار 41 گز اعشاریہ 86 مساحت ہوتی ہے

ب کی توضیح......علامہ کوانی نے ''ذراع مساحت'' کی تقدیر میں 6 ر مشت معمولی اور ساتویں مشت کے ساتھ ایک انگلی قرار دیا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے علامہ کوافی کی اس تقدیر کے بارے میں فرمایا: یہ لگ بھگ 11 ر گرہ کے قریب ہے اس قول کی بنیاد پر ''دہ دردہ'' کی مساحت کیا ہوگی؟ اس کی وضاحت ذیل میں کی جارہی ہے۔

1 ر ذراع مساحت = 11 ر گرہ

10 ر ذراع مساحت × 11 ر گرہ = 110 ر گرہ

110 گرہ ×110 ر گرہ =220 گرہ......یعنی گرہ کے اعتبار سے ''دہ دردہ'' کی مساحت 220 گرہ ہوتی ہے۔

ہندوستانی گز کے اعتبار سے اس کی کیا مساحت ہوگی اس کی بھی وضاحت کی جارہی ہے۔

110 ر گرہ ÷18 ر گرہ = 11.6 گز ہندوستانی

11.6×11.6= 33.37 گز ہندوستانی یعنی دہ دردہ کی کل مساحت اس مذکورہ تقدیر کی صورت میں 33.37 گز ہندوستانی ہوگی۔

(ج) کی توضیح......جمہور کے نزدیک ''ذراع مساحت'' اگرچہ سات مشت ہے مگر یہ مشت کسی مرد کی ہو اس کے ساتھ یہ بھی ضروری کہ مشت کی انگلیاں ملی ہوئی نہ ہوں بلکہ کشادہ ہوں......حضور سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس تقدیر کے بارے میں ارشاد فرمایا: یہ ساڑھے تین فٹ کہ اس گز سے کچھ اوپر یعنی ساڑھے اٹھارہ گرہ 18-2/3......اس تقدیر کے اعتبار سے جو مساحت ہوگی اس کی وضاحت کی جارہی ہے۔

18-2/3 گرہ = ÷238= 1.18 گرہ

ایک ذراع مساحت=1.18 گرہ × 10= 181 گرہ

181 ر گرہ × 181 ر گرہ = 32761 گرہ یعنی اس تقدیر پر ''دہ دردہ'' کی مساحت 32761 گرہ ہوتی ہے

ہندوستانی گز کے اعتبار سے اس کی مساحت درج ذیل ہے۔

181 ر گرہ ÷ 18 گرہ جو ہندوستانی گز ہے = ہندوستانی گز 10.05×10.05=101 ہندوستانی گز یہ ''دہ در دہ'' کی مساحت ہوئی۔

قول سوم...... ہر شہر و دیار و ہر عہد و زمانہ میں ''گز رائج'' کا اعتبار ہے محیط میں اسی کو اصح اور نہر میں انسب کہا اور کافی میں بھی یہی اختیار کیا۔ مگر علمائے متاخریں اس قول کا رد کرتے ہیں اور من حیث الدلیل نہایت ضعیف بتاتے ہیں اور نظر فقہی میں معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

جہاں تک قول سوم کی بات ہے اس میں نہ کسی ذراع شرعی کی بات کہی گئی ہے اور نہ ہی کسی ذراع کرباس و مساحت کی بات پیش کی گئی ہے بلکہ دہ دردہ کی تقدیر کے لئے رائج گزوں کی بات کہی گئی ہے اس اعتبار سے دہ دردہ کی کوئی مقدار متعین نہیں کی جاسکتی ہے کیونکہ گز کے اختلاف سے مساحت میں بھی اختلاف نمایاں ہوگا...... محیط میں اسی کو اگرچہ اصح اور نہر میں انسب بتایا گیا باوجود اس کے علمائے متاخرین نے اس کا رد بلیغ کیا ہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اس کے بارے میں فرمایا: نظر فقہی میں معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے یعنی من حیث الدلیل نہایت ہی ضعیف معلوم ہوتا ہے...... بایں سبب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اسے مسترد کردیا...... اب رہی بات قول اول اور قول دوم کی تو اس بارے میں عرض ہے...... قول دوم میں سے مضمرات اور علامہ کوافی کی تقدیر کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے شاذ فرما کر رد فرمادیا...... اب کل 3 / تقدیریں بچیں'' قول اول میں سے الف، ب اور قول دوم میں سے ج...... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قول اول میں سے ب کو قبول فرمایا:

ورنہ وہی چوبیس انگل کا گز خود معتمد و ماخوذ ہے جس کا دہ دردہ ہمارے گز سے پچیس ہی گز ہوا اور اس کے اعتبار میں اصلاً دغدغہ نہیں کہ وہی مفتی بہ ہے اور وہی قول اکثر اور اسی میں یسر و آسانی بیشتر...... اور مقدار دہ دردہ کا اعتبار بھی خود رفق کی بنا پر ہے کما لا یخفی ......

(فتاوی رضویہ مترجم دوم ص ۷۰ / ۲۷۱ مطبوعہ رضا اکیڈمی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ذراع اور اس میں پائے جانے پر کچھ معروضات بھی پیش کئے ہیں جنہیں میں نے نظر انداز کردیا اس کی وجہ یہ کہ ہمیں اس موضوع پر بحیثیت فن گفتگو کرنے کو کہا گیا ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ فن میں سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا جاتا ہے وہ درس و تدریس ہے اور اس کے تقاضے ہیں اسی طرح میں نے ان فتاوی سے بھی پہلو تہی کی ہے جن میں ''ضرب عمل'' کے نہایت ہی گہرے طریقوں سے بحث کی گئی ہے...... یعنی وہ تالاب جو کرہ کی شکل میں ہو یا مثلث کی صورت میں ہو وغیرہ کیونکہ یہ بحثیں فنی تقاضوں سے کہیں بلند ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فتوی شریف کی اسی عبارت سے موضوع مقالہ کا حق ادا ہو جاتا ہے اور یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ''ذراع شرعی'' کیا ہے؟ اور ''ذراع کرباس'' کیا ہے؟ مگر ان دونوں ذراعوں کے ضمن میں جو اختلاف بیان کیا گیا ہے اور جس قدر حوالے پیش کئے گئے ہیں اس سے حق تصنیف کے پورا کرنے میں ''ازدیاد اہتمام و شوق'' کی وضاحت ہوتی ہے جو تصنیف کو دوبالا اور اسے منفرد بنادیتا ہے...... اس کی خوبیوں میں چار چاند لگا دیتا ہے...... آپ نے ابھی ابھی دیکھا کہ صاحب ''کشاف اصطلاحات العلوم والفنون'' نے ذراع کے بیان میں جو کچھ کہا ہے اس میں انہوں نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ ہی اعلام میں سے کسی کا نام لیا بلکہ صرف یہ کہہ کر گزر گئے کہ ''ھٰکذا ایستفاد من البرجندی و جامع الرموز و بعض کتب الحساب'' مگر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے ''کمال تحقیق'' کی راہ پر چلتے ہوئے ایسی تحقیق انیق پیش فرمائی کہ تصنیف و تالیف کا چہرہ کھِل اُٹھا اور اس کی شگفتہ مزاجی نے ایسا جوہر دکھادیا کہ دانش و بینش اور فہم و ادراک اور شعور

وفکر ان کی بارگاہ میں اپنا خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہو گئے ......اور کیوں نہ مجبور ہوتے کہ اعلی حضرت فاضل بریلوی کی عبارت مذکورہ میں جوش تحقیق کچھ اور انداز کا پایا جاتا ہے......ذرا دیکھیے تو سہی! اس میں کیا کیا رموز واشارات ہیں؟

اولاً......امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ "دِہ دردِہ" میں کون سی ذراع معتبر ہے؟ ذراع کرباس، ذراع مساحت یا پھر ہر علاقہ اور ہر زمانہ میں رائج ذراع معتبر ہے......اس طرح کی بحثیں بہت ہی کم ملا کرتی ہیں......اس بارے میں ہمارے اعلی حضرت فاضل بریلوی نے تین اقوال بیان کئے۔

ثانیاً......اس بات کی بھی اعلی حضرت فاضل بریلوی نے تشریح فرمادی کہ کس نے کس ذراع کا اعتبار کیا ہے اور کس کتاب میں اس بابت کیا لکھا ہے؟ اصح، الیق، انسب لکھا ہے یا "علیہ الفتوی" تحریر کیا ہے یا "مفتی بہ" لکھا ہے......یہ وہ باتیں ہیں جو کسی سرسری مطالعہ کرنے والوں سے ظہور میں نہیں آسکتی ہیں......اور نہ کوئی اس بات کی ہمت وجرأت کرسکتا ہے......ہاں وہ انسان جو کسی فن میں مہارت تامہ رکھتا ہے اور جسے مسائل وجزئیات پر مکمل عبور حاصل ہوتا ہے......وہی تو اس پختگی کے ساتھ لکھ سکتا ہے جس پختگی کے ساتھ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے تحریر فرمادیا ہے......دور دور تک دیکھ لیجئے بلکہ جہاں تک آپ کی نظر جائے وہاں تک دیکھ لیجئے اول تو کوئی نظر ہی نہیں آئے گا اور اگر کوئی نظر بھی آجائے تو فکر وشعور اور تحقیق وتنقید میں کسی کا معیار امام احمد رضا فاضل بریلوی جیسا نہیں ہوسکتا......یہ وہ حقیقت ہے جسے کوئی فراموش نہیں کرسکتا......زمینی حقیقت میں تو کیا خواب کی حالت میں کوئی انکار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے باوجود اس کے اگر کوئی انکار کرے تو یہی کہا جائے گا کہ وہ جنونی ہے یا وہ خبطی ہے۔

ثالثاً......اہل علم پر یہ بات بھی مخفی نہیں کہ اعلی حضرت فاضل بریلوی نے ،،ذراع اور گز" کے تعلق سے جو تصریحات پیش کی ہیں یوں ہی نہیں پیش کی ہیں بلکہ انہوں نے اپنی ایک ایک بات اور ایک ایک نظریہ کے تحت دلائل کے انبار لگادیئے ہیں......کوئی ان دلیلوں سے استفادہ کرنے میں اپنے آپ کو لاچار تو محسوس کرسکتا ہے ان دلیلوں کی اہمیت وافادیت اور ان کے کرشمائی اثر ورسوخ کا انکار نہیں کرسکتا ہے...... مجھے حیرت ہوتی ہے کہ پروردگار عالم نے سرکار اعلی حضرت کو کس قدر نوازا تھا کہ ان کے پاس ہر بات اور مسئلہ کی دلیل پائی جاتی ہے انہیں کسی دلیل کو دینے میں دیر نہیں لگتی ہے اُدھر سے کوئی مسئلہ پوچھتا ہے اور اِدھر سے دلیل وبرہان کی ایسی بارش ہوتی ہے جو سمیٹے نہیں جاسکتے......چاہے دامن کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو......ہاں ہاں جب انہیں کوئی عطا کرتا ہے تو مل جاتا ہے اور بہت زیادہ ہی مل جاتا ہے......کیونکہ کمی ہمارے دامن میں پائی جاتی ہے اس کے دینے میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہوتی ہے۔

رابعاً......فقیہ جو بات کرتا ہے یا جس چیز کو تحریر کے دائرہ لاتا ہے......تو یوں ہی نہیں لاتا ہے بلکہ اس کی بھی دلیل رکھتا ہے اور پھر اسی دلیل وبرہان کی روشنی میں وہ فقیہ بات کرتا ہے......اس کے علاوہ ایک فقیہ کے لئے تنقیدی بصیرت کا ہونا بھی ضروری ہوا کرتا ہے......امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جب دلائل وبراہین لانے پر کمر بستہ ہوتے ہیں تو انہیں کسی دلیل کو تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں ہوا کرتی ہے بلکہ خود دلیلیں ان کے پاس چل کر آتی ہیں اور پھر آپ "فقہی بصیرت کے معیار پر ان دلیلوں کو کستے ہیں......جب وہ دلیل ان کے اس معیار پر کھری اترتی ہے......اس کے بعد ہی آپ اسے ضبط تحریر میں لاتے ہیں......ان کی تنقیدی بصیرت کا جلوہ زیادہ دیکھنا ہو تو ان کے فتاوی کا نہایت ہی گہری نظر سے مطالعہ کریں......اسی مسئلہ ذراع کے تعلق سے

آپ نے جو اختلافی نظریوں کو پیش کیا ہے اور علم فقہ کے اعلام واشخاص کے جو حوالے دیئے ہیں ان پر تنقیدی اور فقہی نظر ڈالتے ہوئے کسی قول کا آپ نے رد فرمایا اور کسی قول کو سہو پر مبنی قرار دیا......اور کسی قول کو غیر صحیح فرمایا......غرض یہ کہ آپ نے اپنے موقف کو صحیح قرار دینے میں جو راہ اختیار کی ہے وہ ایسی صاف ستھری اور بے غبار راہ ہے کہ دور حاضر کا کوئی بھی محقق یا دانشور اس پر کلام نہیں کر سکتا ہے......اس کی وجہ یہ ہے کہ اس راہ میں جہاں کہیں بھی کوئی بات سامنے آتی ہے تو آپ اپنی تنقیدی اور فقہی بصیرت سے پہلے اس کا رد فرماتے ہیں...... یا اسے سہو پر مبنی قرار دیتے ہیں اور کہیں آپ نے یہ فرمایا کہ یہ نظریہ زمینی حقیقت سے بہت دور ہے......وغیرہ وغیرہ اس کے بعد ہی آپ اپنے موقف کو ارشاد فرماتے ہیں: آپ نے اسی مسئلہ ذراع کے تعلق سے جو جواب ارشاد فرمایا ہے اسے فتوی کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

بالجملہ یہاں تین قول ہیں اور ہر طرف ترجیح وتصحیح اقول مگر قول ثالث درایۃ ضعیف اور اس کا لفظ ترجیح بھی اُس قوت کا نہیں اور قول دوم اگر چہ اقیس ہے اور اس کی تصحیح امام قاضی خاں نے فرمائی جن کی نسبت علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کما ذکر العلامۃ شامی فی ردالمحتار وغیرہ مگر قول اول کی طرف جمہور ائمہ ہیں اور عمل اسی پر ہوتا ہے جس طرف جمہور ہوں کمافی ردالمحتار وعقود الدرایہ وغیرھما اور اس کا لفظ تصحیح سب سے اقوی کہ علیہ الفتوی بخلاف قول دوم کہ اس میں لفظ صحیح ہے اور سید طحطاوی کی اس پر حکایت فتوی معلوم ہو لیا کہ سہو صریح ہے پس جو زیادہ احتیاط چاہے مساحت آب کثیر میں گز مساحت کا اعتبار کرے کہ ساڑھے تین نٹ اور ہمارے گز سے سدس اوپر ساڑھے اٹھارہ گز کا ہے جس کا دس گز ہمارے گز سے ایک سوچھتیس گز ایک گرہ ۷/۹ گرہ ہوا اور نہ وہی چوبیس انگل کا گز خود معتمد وماخوذ ہے جس کا دہ دردہ ہمارے گز سے پچیس ہی گز ہوا اور اس کے اعتبار میں اصلا دغدغہ نہیں کہ وہی مفتی بہ ہے اور وہی قول اکثر اور اسی میں یسر وآسانی بیشتر......اور مقدار دہ دردہ کا اعتبار بھی خود رفق کی بنا پر ہے کما لا یخفی۔(فتاوی رضویہ مترجم دوم ص ۷۰/ ۱۷ ۲ مطبوعہ رضا اکیڈمی)

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فتاوی میں سے کچھ عبارتوں کو پیش کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ نے علم ذراع کے تعلق سے جو بحث کی ہے وہ نہایت اہم اور انفرادیت کی حامل ہے اس قسم کی بحثیں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتی ہے جیسا کہ ہم ''کشاف اصطلاحات العلوم والفنون'' کی عبارت کو پیش کر کے بتا چکے ہیں......ہمارے قارئین خود غور فرمالیں مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

اب میں خلاصہ کے طور پر بیان کرنا چاہوں گا کہ اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ''ذراع'' کے تعلق سے جو بحث فرمائی ہے اس کے مطالعہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے قول اول کو لیا ہے یعنی ''ذراع کرباس'' کو لیا ہے اور ''ذراع کرباس'' میں بھی اس قول کو لیا ہے جو جمہور کا قول ہے یعنی چوبیس انگل کا ایک گز ہے جو یہاں کے گز کا آدھا گز ہے اور ''دہ دردہ'' کی تقدیر یہاں کے گز سے پچیس گز ہوا۔

ہم واضح کر چکے ہیں کہ ''علم اوزان واکیال''علم حساب'' کے توسط سے علم ریاضی سے ملتا ہے اور علم ریاضی میں ریاضت کی ضرورت پڑتی ہے محنت اور مشقت کی حاجت ہوتی ہے یعنی صرف فارمولے بتادینے سے اس علم میں کوئی کام نہیں بنتا ہے بلکہ اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ ریاضت کی جائے......امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی ریاضت کی ہے مگر ان کی یہ

ریاضت فن میں نکھار پیدا کرنے کے لئے نہیں تھی بلکہ انہوں نے جو بھی ریاضت کی ہے دوسروں کو مطمئن کرنے کے لئے کی ہے ......اور کسی پوچھے گئے سوال کا جواب دینے کے لئے کی ہے ......ریاضت کے دوران انہوں نے کرہ، مثلث، مربع، جذور، اعشاریہ اور علم لوگارثم سے بھی کام لیا ہے اور جب ان علوم کے سہارے کسی مسئلہ کو لکھنے پر آئے ہیں تو معلومات کا ایک سیل رواں جاری کر دیا ہے جس کی چکا چوند نے نہ جانے کتنے ماہرین فن کو حیرت و کشمکش میں ڈال دیا ہے؟ اور بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے......ایسا باکمال اور جامع صفات والا انسان کہاں ملتا ہے؟ ذراع اگرچہ علم اوزان واکیال میں نہیں آتا ہے مگر چونکہ وہ علم بھی اس علم سے بہت زیادہ قریب ہے اسی قربت کے سبب میں نے اس مقام پر بیان کر دیا ہے اس کے مطالعہ سے اہل علم یقینی طور پر خوش ہونگے......اب خاص طور سے ''وزن وکیل'' کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔

کچھ اوزان کے بارے میں

اوزان جمع ہے اس کا مفرد وزن ہے اور یہاں وزن سے مراد کسی چیز کو ناپنا ہے یا پھر اس سے وہ چیز لی جاتی جس سے کسی چیز کو ناپا جاتا ہے......ہم گزشتہ اوراق میں حدیث پاک کے حوالے سے یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے وزن کو معتبر قرار دیا ہے......اوزان میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں؟ اور سرکار صلی اللہ کے دور میں کن اوزان کا رواج تھا؟ ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

(۱) ......درہم (۲) ......دینار (۳)......مثقال (۴)......دانق (۵)......قیراط (۶)......اوقیہ (۷) ......نش
(۸)......نواۃ (۹)......رطل (۱۰)......قنطار

(۱)......درہم

تعارف......درہم ایک ایسا لفظ ہے جو معرب ہے یعنی یہ لفظ اصل میں عجمی ہے مگر اہل عرب نے اسے استعمال کر کے عربی کر لیا ہے ......درہم نقد کی ایک قسم ہے اور چاندی کا ڈھلا ہوا ایک وزن ہے......لوگوں نے درہموں کو اپنے لین دین کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے......اس کی قسمیں مختلف ہیں اور اس کے اوزان میں بھی فرق ہے نوع و وزن میں یہ اختلاف ان شہروں کے اختلاف کے سبب نمایاں ہوا جن شہروں میں لوگوں نے درہموں کے ذریعہ اپنے معاملات کو طے کرنے لگے......ابتدائی صورت میں درہموں کو صرف وزن کی حیثیت تھی......جس طرح سے اس دور میں ۲۵۰، ۵۰۰ اور ایک کیلوگرام وغیرہ ہوا کرتا ہے بہت بعد میں درہموں کو سکے کا روپ دیا گیا......اس بارے میں بھی اختلاف کہ سب سے پہلے کس نے اسے سکے کا روپ دیا؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

القول الاول ......فحکی القاضی ابو الحسن علی بن محمد الماوردی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ لما رأی اختلاف الدراھم وان منھا البغلی وھو ثمانیۃ دوانق ومنھا الطبری وھو اربعۃ دوانق ومنھا المغربی وھو ثلاثۃ دوانق ومنھا الیمنی وھو دانق ...قال انظر الاغلب مما یتعامل بہ من اعلاھا وادناھا فکان الدرھم البغلی والدرھم الطبری فجمع بینھما فکان اثنی عشر دانقاً فاخذ نصفھا فکان ستۃ دوانق۔(الاوزان والاکیال الشریعۃ ص ۸۲) ترجمہ...... پہلا

قول......قاضی ابوالحسن علی بن محمد الماوردی نے بیان کیا: کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دراہم میں اختلاف کا جب ملاحظہ فرمایا کہ ان میں سے بعض "بغلی" ہے اور وہ ۸/دوانق کا ہے......بعض طبری ہے جو ۴/دوانق کا ہے......مغربی ہے جو ۳/دوانق کا ہے اسی طرح یمنی بھی جو صرف ایک دانق کا ہے......ان میں سے اغلب کو لو......جو اعلیٰ میں سے اور ادنیٰ میں سے بھی......تو ان میں سے بغلی اور طبری کو لیا گیا اور پھر دونوں کو جمع کیا گیا تو ۱۲/دانق ہو گئے اور اس میں سے اس کا نصف لیا گیا۔ایک بغلی درہم 6/دوانق کے برابر ہوتا ہے......اور طبری 4/دانق کے برابر ہوتا ہے......8+4=12......اس میں سے صرف یعنی 6/دانق لیا گیا......اور سرکاری طور پر ایک درم کو ۶/دانق کے برابر قرار دیا گیا......گویا درم کا وزن مقرر کر دیا گیا۔"

القول الثانی......اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے حکم سے مصعب بن زبیر نے بادشاہان کسریٰ کے طرز پر درم ڈھال دیا اس کے ایک جانب میں (برکتہ) اور دوسری جانب (واللہ) نقش کیا گیا یہ بات ۷۰ھ کی ہے لیکن ایک سال کے بعد ہی حجاج بن یوسف نے بدل دیا اور اس پر "بسم اللہ" کندہ کرا دیا۔

القول الثالث......یہ ہے کہ سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے منقوشہ درموں کو تیار کرایا ہے،ایک درم کا کیا وزن ہوتا ہے وہ بعد میں بیان کیا جائے گا جب اس کا موقع آئے گا......ہاں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ایک درم =975.2 گرام ہوتا ہے۔

(۲)......دینار

تعارف......کہ اس کی جمع دنانیر آتی ہے یہ بھی فارسی الاصل ہے اور اسے معرب کر لیا گیا......ڈھلے ہوئے سونے کے ایک ٹکڑے کا نام "دینار" ہے فقہائے کرام کی اصطلاح میں دینار مثقال کا مترادف ہے جو ایک مقدار کا نام ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کا اندازہ لگایا جاتا ہے بلاذری،ابن خلدون اور ماوردی نے کہا: کہ دینار کا وزن ۲۰/قیراط ہوا کرتا ہے......تاریخ سے ثابت ہوتا ہے ہرقل بادشاہ کے ڈھلے ہوئے دینار جاہلیت کے دور میں منتقل ہو کر مکہ میں آئے اس طرح اس کا رواج بھی عرب کے علاقوں میں ہو گیا جب اسلام آیا تو اس نے بھی دینار کو برقرار رکھا......خلفائے راشدین اور حضرت امیر معاویہ نے بھی دینار کے رواج و استعمال کو جاری رکھا بادشاہ ہرقل کے دینار کا وزن 20/قیراط کے بجائے 12/قیراط ہوا کرتا تھا......جہاں تک دینار شرعی کی بات ہے اس بارے میں عرض ہے عبدالملک بن مروان نے جو دینار تیار کیا اسی کو "دینار شرعی قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کا وزن اس دینار کے مساوی تھا جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پایا جاتا تھا......اور صحابہ کرام کے دور میں تھا......ایک دینار 22 قیراط ایک حبہ شامی کم کے برابر ہوتا ہے......اور متوسط 72/جو کے برابر ہوتا ہے اور دور حاضر میں اس کا وزن 25.4 گرام ہے۔

(۳)......مثقال

تعارف......مثقال اور دینار دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں......اس اعتبار سے ایک مثقال کا وزن بھی دینار کی مانند ہے جتنے قیراط دینار میں پائے جاتے ہیں ٹھیک اُتنے ہی قیراط مثقال میں پائے جاتے ہیں جدید عصری اوزان میں مثقال 25.4 گرام کے برابر ہوتا ہے۔

(۴)......دانق

تعارف......دانق کا وزن درہم کے تناسب سے لگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایک دانق درہم کا سدس ہے مثال کے طور پر درہم کا وزن جدید عصری اوزان میں 4.975 گرام ہے تو دانق کا وزن 495. ہوگا (2.6÷975=.495)

(۵)......قیراط

تعارف......قیراط دینار کا 24 واں جز ہے اور تین جو کے برابر ہوتا ہے اور جدید اوزان میں قیراط (1770. گرام) کے مساوی ہوتا ہے۔

(۶)......اوقیہ

تعارف......اوقیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ 40 درہموں کے مساوی ہوتا ہے 2.975+40=119 گرام کے برابر ہوتا ہے

(۷)......نش

تعارف......نش اوقیہ کا نصف ہوا کرتا ہے یعنی 20 درہموں کے برابر ہوتا ہے جسے جدید اوزان میں اس طرح دکھایا جاتا ہے (2.975×20=59.5 گرام)

(۸)......نواۃ

تعارف......نواۃ کا شمار بھی اوزان میں ہوتا ہے اور یہ 5 ر درہموں کے برابر ہوتا ہے جدید عصری وزن میں اس کا وزن (2.975×5=14.875 گرام) ہوتا ہے جس طرح چاندی کی نصاب درہموں سے مقرر کی جاتی ہے اسی طرح نواۃ سے بھی یہ نصاب مقرر کی جاتی ہے۔

(۹)......رطل

تعارف......رطل کے بارے میں زبردست اختلاف پایا جاتا ہے اس کے اقسام بھی شہروں کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہیں ایک رطل شامی ہوتا ہے اور اس کی دوسری قسم کو رطل عراقی ہوتی ہے اس کا ذکر نہایت ہی تفصیل کے ساتھ صاع کے بیان میں کیا جائے گا کہ وہی اس کا محل ہے۔

(۱۰)......قنطار

تعارف......قنطار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ قنطار مال کثیر کو کہا جاتا ہے اور اس کی کوئی حد متعین نہیں ہے کسی نے اس کی حد مقرر کی ہے مگر اس کی اس کوشش کو کوشش ناتمام سے تعبیر کی گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انسان زندگی کے تمام جہات پر گفتگو کی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ انہوں نے کسی جہت اور کسی گوشہ کو چھوڑا نہیں ہے اور جہاں تک ''وزن وکیل'' کی بات ہے یہ تو انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے کہ اس کے بغیر کسی کا بھی کوئی کام نہیں نکلتا ہے اس لئے انہوں نے اس پر بھی توجہ فرمائی ہے......جیسا کہ حدیث پاک سے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اہل مکہ کا ''وزن'' معتبر ہے اور اہل مدینہ کا ''کیل'' معتبر ہے......نہ کبھی وزن بدل سکتا ہے اور نہ کبھی ''کیل

''پر کوئی حرف آسکتا ہے یہ اور بات ہے کہ انسان بدل جائے اور ان کے نظریات اور عرف وعادت میں زبردست بدلاؤ آجائے......جیسا کہ علامہ مقریزی لکھتے ہیں:

''کان الاصل فی الموزون ماکان حینئذ بوزن مکہ وکان اصل فی المکیال ماکان حینئذ یکال بالمدینۃ لا یتغیر عن ذالك وان غیرہ الناس۔(الاوزان والاکیال الشرعیہ ص ۴۴)ترجمہ ......موزوں میں اصل یہ کہ وزن توصحیح معنی میں مکہ مکرمہ کا ہی وزن ہے اور کیل وہی معتبر ہے جو مدینہ پاک میں پایا جاتا تھا......یہ کبھی نہیں بدل سکتا اگر چہ لوگ اپنے وزن اور کیل کو بدل دیں۔''

کیونکہ یہ وزن، وزن شرعی ہے اور کیل، کیل شرعی ہے اس کا اعتبار ہر دور میں کیا جاتا رہے گا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہر دور میں اس وقت کے رائج اوزان واکیال سے درہم ودینار اور کیل کا معادلہ کیا جائے ......جیسا کہ اب تک کیا جاتا رہا ہے ......سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے مختلف فتاوی میں درہم ودینار کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ ان تمام چیزوں کا بھی ذکر کیا ہے جو درہم ودینار سے کسی نہ کسی نوع سے تعلق رکھتے تھے......اہل علم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ درم اور مثقال دونوں باہم متناسب ہیں اور انہیں دونوں سے مل کر ''وزن سبعہ'' بنایا گیا......ذیل میں اس کی وضاحت پیش کی جارہی ہے۔

☆......مالک نصاب پر زکوۃ فرض ہے ہر وہ شخص جو 200/درموں یا اس کی مثل چاندی یا 20/مثقال سونے کا مالک ہے ......حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں 3/قسم کے درموں کا رواج تھا۔

الف......ہر 10 درم برابر 10/مثقال چاندی

ب......ہر 10 درم برابر 6/مثقال چاندی

ج......ہر 10 درم برابر 5/مثقال چاندی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی کا جب دور خلافت آیا تو آپ نے حکم دیا کہ ہر مالک نصاب اپنی زکات کی ادائیگی گراں قدر درم سے ادا کریں......اس حکم کے پس منظر کسی مالک نصاب کو نقصان پہونچانے کا مقصد نہ تھا......بلکہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ زکات کے مستحقین کو زیادہ سے زیادہ نفع پہونچایا جائے اس حکم کے نافذ ہوتے ہی اس وقت کے اہل ثروت نے گزارش کی کہ کوئی ایسی صورت اپنائی جائے جس سے کسی کا نقصان بھی نہ اور مستحقین کو فائدہ بھی پہونچ جائے بات چونکہ قاعدہ کی تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے لوگوں کی بات تسلیم کرلی اور ماہرین حساب کو حکم دیا کہ بیچ کا راستہ اپنایا جائے......آخر کار اہل حساب نے بیچ کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ایک فرمولہ طے کیا کہ ہر قسم کے درم سے 1/3/لیا جائے اور پھر جوڑ دیا جائے اور اسی طرح ہر درم کے مقابل مثقال سے بھی 1/3/لیا جائے اور اسے بھی جمع کرلیا جائے اور پھر دونوں کو جوڑ دیا جائے مثلاً:

دراہیم	مثاقیل
الف......10/درموں کا ثلث ہوا 3/صحیح اور 1/3 یعنی 3-1/3/	اس کے مقابل ہر 10/مثقال کا ثلث ہوا 3 صحیح اور 1/3 یعنی 3-1/3

ب...... ہر 10/ درموں کا ثلث ہوا 3/صحیح اور 1/3 یعنی 3-1/3/	اور اس کے مقابل ہر 6/مثقال کا ثلث ہوا 2 صحیح یعنی صرف 2/
ج...... ہر ۱۰/درموں کا ثلث ہوا ۳/صحیح اور ۱/۳ یعنی ۳_۱/۳	اور اس کے مقابل ہر ۵/مثقال کا ثلث ہوا ۱/صحیح اور ۲/۳ یعنی ۱_۲/۳

درموں کا طریقہ جمع

۳_۱/۳ + ۳_۱/۳ + ۳_۱/۳

۱۰/۳ + ۳_۱۰/۳+ ۳ /۳

حاصل جمع ۱۰ = ۳۰/۳

مثقال کا طریقہ جمع............۳_۱/۳ + ۲_ + ۱_۲/۳

۱۰/۳ + ۲/۱+ ۵/۳

حاصل جمع ۲۱/۳=۷

درموں کا حاصل جمع ۱۰/اور ٹھیک اس کے مقابل مثقال کا حاصل جمع ۷/ لے کر ''وزن سبعہ'' بنایا گیا جس کے نتیجہ میں ہر دس درم کو ۷ مثقال چاندی کے روپ میں دیکھا گیا......اس کے تناظر میں جس کے اوپر ۱۰/درم زکات فرض ہے تو وہ ۷/مثقال چاندی ادا کرے علی ھذا القیاس الی غیر النھایہ......ہر دس درموں کے مقابل سات مثقال چاندی کو ''وزن سبعہ'' کہا جاتا ہے......تمام دینی معاملات میں اسی ''وزن سبعہ'' کا اعتبار کیا جاتا ہے زکات کے نصاب......مہر نکاح......اور دیت میں اسی کو معتبر تسلیم کیا گیا ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''ردالمحتار'' میں ہے:

''اعلم ان الدراھم کانت فی عھد عمر رضی اللہ تعالی عنہ مختلفۃ فمنھا عشرۃ دراھم علی وزن عشرۃ مثاقیل وعشرۃ علی ستۃ مثاقیل وعشرۃ علی خمسۃ مثاقیل فاخذ عمر رضی اللہ تعالی عنہ من کل نوع ثلثاً کی لا تظھر الخصومۃ فی الاخذ والعطا فثلث عشرۃ ثلاثۃ و ثلث ..وثلث ستۃ اثنان.. وثلث الخمسۃ واحد واثنان فالمجموع سبعۃ وان شئت فاجمع المجموع فیکون احدی وعشرین فثلث المجموع سبعۃ ولذا کانت الدراھم العشرۃ وزن سبعۃ وھذا یجری فی کل شئی حتی فی الزکوۃ ونصاب السرقہ والمھر وتقدیر الدیات۔ (رد المحتار ص ۲۸) ترجمہ......حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں مختلف قسم کے دراہم رائج تھے۔ ہر دس درہم کے مقابل دس مثقال......ہر دس دراھیم کے مقابل چھ مثقال اور ہر دراہیم کے مقابل پانچ مثقال......حضرت عمر فاروق نے درہم ومثقال کی ہر نوع سے ثلث ثلث لے لیا......دس کا ثلث ۳_۱/۳ چھ کا ثلث ۲/اور پانچ کا ثلث ۱_۲/۳/اور ان سب کا مجموعہ سات ہوا......اور اگر آپ چاہیں تو سب کو جمع کرلیں تو یہ اکیس ہو جائیں گے اور اس کا ثلث سات ہی رہے گا ......ہر چیز میں یہی رائج ونافذ ہے زکات میں......نصاب سرقہ میں......مہر اور تقدیر دیات میں بھی۔''

اس تفصیل سے واضح ہوجاتا ہے کہ دس درم سات مثقال کے مساوی ہے اسی کا رواج ہر ملک ہر علاقہ اور ہر شہر و قصبات میں بھی ہوگیا۔

چاندی کا نصاب زکات

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دور میں نہ درم تھا اور نہ مثقال...... بلکہ رتی ...... آنا...... ماشہ اور تولہ کا عام رواج تھا ......یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسی ''وزن سبعہ'' کا اعتبار کرتے ہوئے درم کی تقدیر اپنے دور کے سکوں سے فرمائی ہے..... حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے فتاوی میں کسی ایک مقام پر نہیں بلکہ مختلف مقامات پر ماشہ اور تولے میں نصاب زکات کی تقدیر فرمائی ہے..... جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

''فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو ان کے پاس ہو اور سال پورا اس پر گزر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کردے تو اس پر زکات فرض ہے۔'' (فتاوی رضویہ ۴/۴۰۷)

ایک اور مقام پر سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نصاب زکات کی تقدیر مروجہ سکوں سے فرماتے ہیں:

''سال تمام پر اس کے پاس اگر یہ ساٹھ روپے بچے تو اس پر زکات واجب ہوگی زکات کی نصاب چھپن روپے ہے اور وہ زیور اگر شوہر کی ملک میں ہے تو وہ بھی شامل کیا جائے گا ایک سو دس پر زکات واجب ہوگی اور اگر وہ مال تجارت بھی بچا تو وہ بھی شامل ہوگا ایک سو ساٹھ پر ہوگی۔'' (فتاوی رضویہ ۴/۴۱۷)

سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مبارک فتاوی سے جو دو عبارتیں پیش کی گئیں ان میں سے ایک عبارت میں نصاب زکات کی تقدیر ماشہ اور تولہ میں کی گئی ہے اور دوسری عبارت میں ۵۶ روپے سے کی گئی ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ زکات کی نصاب درم میں ۲۰۰ درم ہے اس لئے یہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ ایک درم کی قیمت کس قدر ہے؟ کہیں اور کسی کے یہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے از خود اس کی تعیین فرمادی ہے آپ فرماتے ہیں:

''درہم شرعی کا وزن ۳ ؍ماشہ ۱/۵ سرخ چاندی ہے۔'' (فتاوی رضویہ ۵/۴۸۶)

اس مقام پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ''سرخ'' سے ''رتی'' مراد لی جب ہم درم شرعی کے اس وزن کو رتی ماشہ اور تولہ کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں تو نصاب زکات واقعی طور پر ساڑھے باون تولے چاندی ہی ہوتی ہے..... حساب کی تفصیل ذیل میں درج کی جارہی ہے:

۲ـ۷/۹ شعیر (جو)	=	۱؍ سرخ (رتی)
۷۰ شعیر (جو)	=	۱؍ درم ۷۰ ÷ ۲؍۷/۹
۱/۷۰		×۹/۲۵

۱ / ۷۰	× ۹ / ۲۵
۱ / ۱۴	× ۹ / ۵ = ۵ / ۱۲۶
۵ / ۱۲۶	= ۲۵۔ ۱ / ۵ سرخ یعنی رتی
۲۵۔ ۱ / ۵ سرخ (رتی) ÷ ۸ = ۳ماشہ ۱ / ۵ سرخ یعنی رتی	

میں نے جو حساب رتی اور ماشہ کا پیش کیا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایک درم کا وزن ۳ماشہ اور ۱ / ۵ سرخ چاندی ہوا کرتا ہے...... جب درم کا وزن ثابت ہو گیا تو اسے ۲۰۰ درم سے ضرب دے دیا جائے اور جو حاصل ضرب ہوگا وہی نصاب فضہ قرار پائے گی...... مثال کے طور پر:

۱ دردم = ۲۵، ۹ / ۵ سرخ چاندی (رتی)

۲۵، ۹ / ۵×۲۰۰ / ۱ درم

۵ / ۱۲۶ × ۲۰۰ / ۱

۵ / ۱۲۶ × ۴۰ / ۱ = ۵۰۴۰ سرخ چاندی (رتیاں)

۵۰۴۰ ÷ ۸ = ۶۳۰ ماشے

۶۳۰ ماشے ÷ ۱۲ = ۵۲۔۱ / ۲ تولے یعنی ساڑھے باون تولے چاندی

حساب کے اس عمل سے ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ۲۰۰ درم کی جو تقدیر رتی، ماشہ اور تولے سے کی ہے از روئے حساب وہ بالکل صحیح اور درست ہے اس میں کہیں اور کسی اعتبار سے کوئی لوچ یا کوئی کمی نہیں پائی جاتی ہے......اور یہ بات بھی دھیان میں رہے حضرت سیدی امام احمد رضا نے جہاں رتی ماشہ اور تولہ سے نصاب چاندی کی تقدیر فرمائی ہے وہیں آپ نے اپنے دور کے مروجہ سکوں سے بھی اس کی تعیین کرتے ہوئے چاندی کا نصاب ۵۶ روپے بھی قرار دیا ہے......اعلیٰ حضرت کے دور اقدس میں جو سکہ رائج تھا اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللھم ھدایۃ الحق والصواب: چاندی کی نصاب ساڑھے باون تولے ہے جس کے سکہ رائجہ سے چھپن روپے ہوئے اور سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے درمختار میں ہے نصاب الذھب عشرون مثالاً والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل مثقال ساڑھے چار ماشے ہے تو درہم کہ اس کا ۷ / ۱۰ ہے تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا......"کشف الغطا" میں ہے مثقال بیست قیراط وقیراط یک حبہ وچہار خمس حبہ کہ آں رابفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشت پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد"۔ جواہر الاخلاطی" میں ہے الدرہم الشرعی خمسو عشرون حبۃ یعنی درہم شرعی پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی ہے اس حساب سے واضح ہوسکتا ہے کہ دوسو درم نصاب فضہ کے باون تولے ۶ ماشے اور بیس مثقال نصاب ذہب کے ساڑھے سات تولے اور یہاں کا روپیہ کہ ۱۱ ماشہ ہے اس سے ۵۰ روپے دوسو درم کے برابر ہوئے یہی وزن معین متون مذہب وعامہ شروح وفتاوی میں ہے ردالمحتار میں فرمایا علیہ الجم الغفور والجمھور الکثیر

واطباق کتب المتقد مین والمتأخرین تو اس کے خلاف عمل جائز نہیں عقود الدریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے العمل بما علیہ الاکثر۔'' (الفتاوی الرضویہ ۳/ ۱۱۴)۔

ایک اور موقعہ پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں یہاں کا روپیہ ۱۱ ماشہ دو سرخ ہے۔

پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نصاب فضہ میں کل (۶۳۰) ماشے ہوا کرتے ہیں اور جب ان (۶۳۰) ماشے کو یہاں کے سکہ (۱۱ء۲) ماشہ پر تقسیم کی جائے تو اس کے کل ۵۶ روپے بنتے ہیں...... یہ وہ مسائل ہیں جو ضابطے کے تحت بیان کئے گئے ہیں فتاوی میں صرف ضابطے اور اس کے تحت آنے والے مسائل و جزئیات ہی نہیں بیان کئے جاتے ہیں بلکہ اور بھی ایسے مسائل ہو اکرتے ہیں جن میں ضابطوں کا پاس ولحاظ بھی کیا جاتا ہے اور سائل کے سوال اور اس میں مندرج واقعات وحادثات اور سائل کی نفسیات کو بھی دیکھا جاتا ہے......کوئی پوچھتا ہے زید کے پاس چالیس تولہ چاندی ہے تین تولہ سونا ہے یا ستر تولہ چاندی ہے اور چھ تولہ سونا ہے اس میں کتنی زکات واجب ہوگی...... مفتی سب کا حساب لگاتا ہے کہیں ماشہ کہیں تولہ اور کہیں رتی کی بات کرتا ہے ......اور کہیں درہم و دینار اور قیراط وحبہ کی بات کرتا ہے اور پھر واضح انداز میں سائل کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے...... یہ جواب ضابطہ کے تحت بھی ہوتا ہے اور مطابق عمل کا خوبصورت منظر بھی پیش کرتا ہے...... یعنی کل ملا کر فتاوی ریاضت ومزاولت کا اعلیٰ شاہکار ہوا کرتے ہیں...... امام احمد رضا فاضل بریلوی نے درہم کے تعلق سے جس قدر تفصیلات بیان کی ہیں اگر ان تمام تفصیلات کو فن کا روپ دیا جائے تو اس میں فن کے تمام تر تقاضے اور نزاکتیں نمایاں ہو سکتی ہیں......اور بعض تحقیقات تو ایسی ہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتی ہیں......اس اعتبار سے بھی امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات مقدسہ اس قدر نایاب معلوم ہوتی ہے کہ جب ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے تو ہر بار ایک نیا مزہ......اور نئے لطف کا احساس ہوتا ہے اور رضویات کے گہرے سمندر میں اترنے کا نیا حوصلہ ملتا ہے اور پورے جسم وجاں میں نہ جانے کیسی امنگ پیدا ہوتی ہے؟ کہ دل یہی چاہتا ہے یہ نئی اُمنگ سلامت رہے اور یوں ہی تر وتازہ رہے......اور اس کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا رہے۔

سونے کا نصاب

اب بات رہی سونے کے نصاب کی تو اس بارے میں عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کی تقدیر ساڑھے سات تولے سونے سے کی ہے اور یہ تقدیر بھی اپنی جگہ صحیح اور درست ہے......اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ شریعت میں سونے کا نصاب ۲۰ رمثقال کے وزن کے برابر سونے کو قرار دیا گیا ہے اور شریعت اسلامیہ میں جب بھی سونے کے نصاب کی بات آتی ہے تو اس موقعہ پر دینار اور مثقال کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ہمارے علمائے کرام مختلف ہیں کچھ علمائے کرام کا نظریہ ہے کہ دینار اور مثقال دونوں ایک ہی ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں......اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ نہیں دینار الگ ہے اور مثقال جدا ہے ان علماء کا ماننا ہے کہ دینار عرب کا کوئی سکہ نہیں ہے بلکہ یہ بلاد روم سے منقول ہو کر عرب کے علاقوں میں آیا اور عرب کے معاشرہ میں اس طرح گھل مل گیا کہ یہ عرب کا ہی بن کر رہ گیا جب اہل عرب دینار کو ''ھرقلہ'' کا نام دیتے ہیں......یہ اختلاف صرف اور صرف کیفیت میں ہے کمیت میں ہمارے علمائے کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے

كما قال العلامه المقريزي في حاشية كتاب الاوزان والا كيال الشريعه:

''والعلماء منهم من يجعلهما شيئاً واحداً ومنهم من يميل الى وجود احتلاف بينهما قال الحريري في "اوراق النقود ونصاب الورق النقدي" منسور ضمن "مجله البحوث الاسلاميه العدد ۳۹ سنة ۱۴۱۴ ھ ص ۲۴۴ ۔ ۲۴۵ المثقال من اوزان الكيل والدينار: من اوزان النقد وهذا احد اسباب الاشتباه بين الوزنين وهما في الحقيقة كمية واحدة وهو الراجح عند الفقهاء (كتاب الاوزان والاكيال الشريعه ص ۶۰) ترجمہ...... علماء میں سے بعض نے دونوں کو ایک ہی کہا ہے اور کچھ علماء اس طرف مائل ہیں کہ دونوں میں احتلاف ہے حریری نے ''اوراق النقود ونصاب الورق النقدی'' میں کہا ''مجلہ بحوث اسلامیہ جز ۳۹ سن ۱۴۱۴ ھ ص ۲۴۴، اور ۲۴۵ میں بیان کیا ہے کہ مثقال اوزان کیل میں سے ہے اور دینار اوزان نقد میں سے ہے، یہ بیان ان دونوں وزنوں کے مابین اسباب اشتباہ میں سے ایک ہے بہر حال دونوں کمیت میں ایک ہیں یہی فقہاء کے مابین راجح ہے۔''

اس کے علاوہ اور بھی شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں مگر چونکہ یہ مقالہ کسی تفصیلی گفتگو کا متحمل نہیں اس لئے میں نے مزید شواہد کو پیش کرنے سے گریز کیا......اور میں نے جس قدر بیان کیا ہے سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی دینار کا وزن اور اس کی قیمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور دینار ایک مثقال یعنی ۴ ماشہ سونا یہی وزن سبعہ ہے یعنی سات مثقال وزن میں برابر دس درہم کے فی تنویر الابصار كل عشرة دراهم وزن سبعه مثاقيل اور باعتبار قیمت ایک دینار شرعی دس درہم کا فی ردالمحتار في الهدايه كل دينار عشرة دراهم قال في الفتح اى يقوم بعشرة كذا ۔ (فتاوی رضویہ ۵/۴۸۶) ترجمہ...... ہر دس درم سات مثقال کا وزن رکھتا ہے......ہر دینار دس درم ہے......یعنی ہر دینار کی قیمت دس درم سے لگائی جاتی ہے۔''

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مذکورہ عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ دینار اور مثقال دونوں وزن اور قیمت میں برابر ہیں......چونکہ سونے کی نصاب میں ''مثقال کو ہی نصاب کا معیار قرار دیا گیا ہے......اس لئے مثقال کی وضاحت کی جارہی ہے......ہم نے جہاں تک اس بارے میں سمجھا وہ یہ ہے کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اہل حساب کے نزدیک (۱۰۰ شعیرہ) برابر (۱) مثقال کے ہوتے ہیں......مثقال کو رتی میں بدلنے کا طریقہ یہ ہے:

۱۰۰/۱ ÷ ۲ـ۷/۹ (رتی)

۱۰۰/۱ × ۹/۲۵

۱۰۰/۱ × ۲۵/۹

۴/۱ × ۹/۱ = ۳۶(رتی)

۳۶ × ۲۰ مثقال = ۷۲۰ رتی

۷۲۰ رتی ÷ ۸ = ۹۰ ماشے

ماشے ۹۰ ÷ ۱۲ = ۷ـ۱/۲ یعنی ساڑھے سات تولے

اور جب سونے کی نصاب کل ۹۰؍ ماشے کو یہاں کے مروج سکہ ۱۱ء۲؍ تقسیم کرتے ہیں تو اس کے ۸ء۵۳۰ ہوتے ہیں ......اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنے فتاوی میں ''شرعی اوزان واکیال'' کا تذکرہ نہایت ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے اور صورت سوال سے مطابقت کرتے ہوئے اس گہرائی میں جا پہونچے ہیں کہ اہل علم اور ارباب فکر ان کی ان کاوشوں کا مطالعہ کر کے نہ صرف نفسیاتی طور پر خوش ہوتے ہیں بلکہ از خود ان کے چہروں پر شگفتگی آجاتی ہے اور ان کی معلومات کا ذخیرہ اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں اور ہر کوئی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ ان کی صلاحتیں اکتسابی ہیں یا پھر من جانب اللہ ودیعت کی ہوئی ہیں...... میرے اعلیٰ حضرت نے جو بھی معلومات اخذ کئے ہیں اور جہاں سے بھی لئے ہیں اس کا ثبوت تو ان کی کتابوں میں ملتا ہی ہے مگر ان کا کمال اس بات میں کہ انہوں نے پیش کرنے کے لئے جس ہیئت اور جس اسلوب کو پسند کیا ہے وہ بہت خوب ہے......معلومات کے ذخیروں پر فن کا جو نکھار پایا جاتا ہے وہ اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس رنگ میں جو شوخی اور تیکھا پن ہے اور تحقیق وتنقید کا جو رنگ غالب ہے ذہن وفکر اور شعور کی سطح پر ہی نہیں اترتا ہے بلکہ دل کی گہرائیوں میں سما جاتا ہے......ان کے اسی رنگ شوخ کے سبب پوری دنیا محو حیرت بنی ہوئی ہے۔

عرب کے معاشرے اور سماج میں یہی تین اوزان یعنی درم ودینار اور مثقال ہی نہ چلا کرتے تھے بلکہ ان کے سوا بھی کچھ اوزان چلتے تھے کہ جنہیں دیکھ کر...... یا کسی سے سن کر یا پھر کتابوں میں پڑھ کر روحانی مسرت حاصل ہوا کرتی ہے اب ذیل میں سرسری طور پر کچھ ایسے ہی اوزان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱)......درم شرعی ۱؍ = ۲۵ـ۱/۵ رتی = ۳؍ ماشہ ۱/۵ رتی ۳؍ گرام اور ۶۱۸ ملی گرام

(۲) ......دینار شرعی = ۴؍ ماشہ ۱/ ۵ رتی = ۴؍ گرام اور ۳۷۴ ملی گرام

(۳) ...... مثقال = ۴؍ ماشہ اور ۱/ ۵ رتی = ۴؍ گرام اور ۳۷۴ ملی گرام

(۴)......دانق = ۱/ ۶ درم شرعی = ۴؍ شعیرہ اور ۱/ ۸ حبہ =

(۵)......قیراط:......دینار کا ایک جز ہوا کرتا ہے اور دینار میں ۲۴ جز یعنی ۲۴ جو ہوا کرتے ہیں گویا ایک جو کا نام ''قیراط'' ہے

(۶)......اوقیہ...... ۴۰؍ درہموں کو کہا جاتا ہے = ۱۴۴ گرام اور ۷۲ ملی گرام

(۷)......نش: اوقیہ کا نصف اور ۲۰ درہموں پر مشتمل ہوا کرتا ہے اور جدید اوزان میں اس کا وزن ۷۲ گرام اور ۷۲ ہی ملی گرام ہوا کرتا ہے۔

(۸)......نواۃ: ......درہم شرعی کے پانچویں حصہ کو کہا جاتا ہے یعنی درہم کا ۱/ ۵ اور جدید وزن میں اس کا وزن ۲۳۶ء۰ ۷ ملی گرام بنتا ہے۔

(۹)......رطل......اس کا کوئی وزن متعین نہیں ہے مختلف شہروں میں اس کا وزن بھی مختلف ہے خود مصر میں رطل ۱۲؍ اوقیہ کا ہوتا ہے اور اوقیہ ۱۲ درہم کا ہوتا ہے۔

(۱۰)......قنطار......اس کا بھی کوئی وزن متعین نہیں ہے اور کسی بھی شہر میں متعین نہیں ہے......ہاں! مال کثیر کو قنطار کہا جاتا ہے،

اوزان شرعیہ کے تعلق سے جو بھی قدریں متعین کی گئی ہیں وہ سب کی سب تقریبی ہیں البتہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے جو متعین کی ہیں ہم یا کوئی بھی تقریبی نہیں کہہ سکتا ہے بلکہ وہ ٹھوس اور دو دو چار کی مانند ہیں اس کی وجہ یہ ہے آپ ہر فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے بڑے بڑے حساب داں اور علم ریاضی کے ماہر طفل مکتب کی حیثیت رکھتے تھے...... ان کی یہ خوبی صرف اوزان شرعیہ کی قدریں متعین کرنے میں نہیں پائی جاتی ہیں بلکہ صورت سوال میں آپ نے جو قدریں متعین کی ہیں اور پھر زکات کی ادئیگی کا حکم دیا ہے وہ بھی ٹھوس حقیقت پر مبنی ہے...... امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے فتاوی میں اوزان کے تعلق سے جو بھی معلومات فراہم کی ہیں میں سمجھتا ہوں اس فن میں اب تک جو کتابیں تحریر کی گئی ہیں عربی میں یا فارسی میں یا اردو میں یا اس کے علاوہ کسی اور زبان میں ان کی حیثیت بھی نا کے برابر ہے...... کسی وزن کا متعین کر دینا اور بات ہے اور اس پر بحث کرنا ...... تحقیق وتلاش سے کام لینا اور تنقیدی زاویہ نظر سے اس کے خد و خال میں نکھار پیدا کر دینا ہر کسی کے بس کی بات نہیں...... اس میدان میں بھی امام احمد رضا فاضل بریلوی ہر کسی سے آگے نظر آتے ہیں...... اوران کی معلومات سب پر فوقیت رکھتی ہیں...... خدا کرے ان کی یہ معلومات بہت دور تک پھیلے تاکہ از روئے مصنف ان کی حیثیت اجاگر ہو جائے اور ان کی فراہم کردہ معلومات سے ارباب فکر ونظر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی رہیں۔

اب نصاب زکات کا معادلہ جدید عصری اوزان سے کیا جارہا ہے جو اس دور کا تقاضا ہے ذیل میں اس کا نقشہ پیش کیا جارہا ہے:

نمبر شمار	تعدادِ جو	درہم	مثقال	قدیم پیمانے رتی ماشہ تولہ	عصری اوزان گرام، ملی گرام
۱	۲_۷/۹	......	......	ایک (رتی)	۱۲۱ء۵ رملی گرام
۲	۷۰	ایک (۱)	......	۲۵_۱/۵	۶۱۸ء۳ رگرام
۳	۱۰۰	......	ایک (۱)	۳۶ررتی	۴ء۳۷۴ رگرام
۴	۷۰۰	۱۰	۷	۲۵۲ررتی	۶۱۸ء۳۰ رگرام (کم سے کم مہر)
۵	۱۴۰۰۰	۲۰۰	۱۴۰	۵۰۴۰ررتی	۶۱۲ء۶۰۳ رگرام (نصاب چاندی)
۶	۲۰۰۰	......	۲۰ (سونا)	۲۰۷ررتی	۸۷ء۸۰۴ رگرام (نصاب ذہب)
۷	۲۲_۶/۹	......	......	۸ررتی = ایک ماشہ	۹۷۲ ملی گرام
۸	۲۶۶_۶/۹	......	......	۱۲رماشے = ارتولہ	۱۱ء۶۶۴ رملی گرام
۹	۱۴۰۰۰	......	......	۵۲_۱/۲ تولے چاندی	۱۱۲ء۶۰۳ رگرام چاندی
۱۰	۲۰۰۰	......	......	۷_۱/۲ تولے سونا	۸۷ء۸۰۴ رگرام سونا (نصاب ذہب)

امام احمد رضا اور "اکیال شرعیہ"

حضرت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی نہ معلوم کتنے علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے؟ یہ بتادینا کم از کم ہمارے بس

کی بات نہیں ...... میں اوروں کے بارے میں کیا کہوں؟ انہیں خود اپنی حیثیت اور علمی استعداد وں کا انداز ہوگا کہ وہ کچھ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ یوں تو آدمی کہنے کو بہت کچھ کہہ دیتا ہے مگر ان کا اس بارے میں کچھ کہہ دینا بڑا بول تو ہوسکتا ہے مگر حقیقت کی ترجمانی نہیں ہوسکتی ہے...... ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ ہم جو بات بھی کہہ رہے ہیں اپنی استعداد اور لیاقت کے حساب سے کہہ رہے ہیں نہ کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عظیم شخصیت اور ان کی گہرائیوں اور پہنائیوں کے اعتبار سے کہہ رہے ہیں اس لئے کہ اس بارے میں کچھ بھی کہنا خراج عقیدت ہے اور صرف خراج عقیدت ہے کسی کی شخصیت، اقدار علم وفکر، کی ناپ تول نہیں ...... بس اسی خوش گوار جذبوں کے تناظر میں میری کاوشوں کا اندازہ کرنا چاہئے۔

اس بات کو ہم ثابت کر آئے ہیں کہ پیمانوں کا استعمال صرف اور صرف مدینہ پاک میں ہوا کرتا تھا...... اسلامی دور سے پہلے بھی اور اسلامی دور میں بھی...... اور اس کے بعد خلفائے اسلام کے عہد میں بھی ...... جو پیمانے استعمال ہوا کرتے تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیمانوں کو شرعی طور پر معیار قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا کہ ''کیل تو مدینہ کا ہی کیل ہے'' اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے کیل ہی کو صحیح اور معیار فرمایا ہے اس دور میں کیل کا استعمال مکہ مکرمہ میں نہیں ہوتا تھا بلکہ وہاں وزن سے ناپ تول ہوا کرتے تھے ...... یوں تو زمانہ رسالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف قسم کے پیمانے پائے جاتے تھے لیکن ان میں جن پیمانوں کو اساسی حیثیت حاصل تھی وہ صرف ''مد اور صاع'' ہے جیسا کہ ''الموسوعۃ الفقھیہ میں کتاب الاموال ص ۵۱۴ کے حوالے سے درج ہے:

''الوحدۃ الاسایہ الشھر فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم للمکاییل ھی المد والصاع وکل ماسوی ذالک من المکاییل المعتمد علیھا انما ھو جزء منھا او ضعف لھا قال ابو عبیدہ: وجدنا الآثار قد نقلت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ والتابعین بعدہم بثمانیۃ اصناف من المکاییل الصاع ،والمد ،والفرق ،والقسط ،والمدی ،والمختوم ،والقفیز والمکوک ،الا ان معظم ذالک فی المُد والصاع (الموسوعۃ الفقھیہ ص ۳۸/ ۲۹۵) یعنی اتفاقی طور پر اساسی حیثیت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور پاک میں جن پیمانوں کو حاصل تھی وہ صاع اور مد ہے اور جو اس کے علاوہ ہیں وہ یا تو ان دونوں کے جز ہیں یا پھر ان سے دوگنا ہیں ابوعبیدہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین سے جو احادیث اور آثار منقول ہیں میں نے ان میں ۸ رقسم کے پیمانوں کو پایا اور وہ صاع، مد فرق قسط مدی مختوم قفیز اور مکوک ہے۔''

مد اور صاع کو اس لئے اساسی حیثیت حاصل ہے کہ اگر ارباب فقہ مد اور صاع پر متفق ہو جائے تو تمام تر مقادیر میں بھی اتفاق ہو جاتا مگر ایسا نہیں اور فقہائے اسلام اس مسئلہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے بایں سب دوسرے مقادیر میں بھی اختلاف واقع ہو گیا اور تاریخ بتاتی ہے کہ دونوں میں جیسا کہ اسی میں کہا گیا ہے:

''ولو ان الفقھاء اتفقوا فی مقدار المد والصاع لاتفقوا فی کل المقادیر الا انھم لم یتفقھم فیھما (حوالہ سابق) اگر فقہائے کرام مد اور صاع میں متفق ہو جاتے تو تمام پیمانوں میں بھی اتفاق ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہوا۔''

خیر جو ہوا سو ہوا اب ان میں سے ہر ایک پیمانے کا نہایت ہی سنجیدگی کے ماحول میں الگ الگ ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱)......مُد اسی کو ''مدی'' بھی کہا جاتا ہے لیکن علامہ مقریزی نے کہا کہ مُد الگ ہے اور مدی الگ ہے مدی مُد سے بڑا ہوا کرتا ہے مدی کا استعمال اسلام سے پہلے مصر اور شام میں ہوا کرتا تھا......از روئے لغت مُد کا معنی پھیلنا اور پھیلانا ہے انسان اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر کھانے اور دوسرے اناج کو اپنی ہتھیلیوں میں بھر لے اسی کو مُد کہا جاتا ہے......اس بنیاد پر مُد مختلف ہو سکتا ہے......جن کی ہتھیلی چوڑی ہوتی ہے اس کا مُد بڑا ہوا کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں جس کی ہتھیلی چوڑی نہیں ہوتی ہے اس کا مد پہلے کے مقابلے میں کم ہوا کرتا ہے اور جس انسان کی ہتھیلی متوسط قسم کی ہوا کرتی ہے اس کا مُد دونوں سے مختلف ہوگی...... ہتھیلی بھر اناج وغیرہ لینے کو عربی زبان میں ''حفنہ'' کہتے ہیں اور اسی کیفیت کو اردو زبان میں ''لپ بھر کر لینا'' کہا جاتا ہے......اب تک مد کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا اس کا تعلق لغت سے ہے۔

ارباب فقہ جب لفظ ''مُد'' کا استعمال کرتے ہیں تو اسے ''کیل اور پیمانہ'' کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں اور اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ ''مُد'' ربع صاع'' کا نام ہے یعنی ''صاع'' کا ۱/۴ ہے......لیکن جب اس کا اندازہ باعتبار ''رطل'' کرتے ہیں تو اس میں اختلاف پایا جاتا ہے اس بارے میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ ''مُد'' ارطل اور رطل کا ۱ر/۳ ہے......اور علمائے احناف فرماتے ہیں کہ دو رطل کا نام مُد ہے اس بات کا خیال رہے کہ یہاں رطل سے مراد ''رطل عراقی'' ہے جب بھی اور جہاں کہیں رطل کا استعمال مطلقاً کیا جاتا ہے تو اس سے مراد یہی رطل عراقی ہوا کرتا ہے......حالانکہ ایک اور رطل بھی جس کو ''رطل شامی'' کہا جاتا ہے مگر اس کا استعمال کم اور بہت ہی کم ہوا کرتا ہے اور جو بھی اس کا استعمال کرتا ہے تو رطل شامی کہتا ہے مطلق رطل نہیں کہتا ہے......رطل شامی کا اندازہ دو صاع سے لگایا جاتا ہے جو ۸ر مد شرعی کے برابر ہوا کرتا ہے اور ۸ر مد شامی ۹۰۰ر درم کے مساوی ہوا کرتا ہے۔

مد سے کیا کیا اندازہ لگایا جاتا ہے؟

الف......آب وضو کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

ب......صدقہ فطر کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

ج......اور بعض فقہاء کے نزدیک اسی مد کے ذریعہ بیوی کے نان ونفقہ کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

مفد کے ذریعہ آب وضو کے اندازہ کا ذکر تو خود حدیث پاک میں ہے

''عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال : "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضؤ بالمُد ويغتسل بالصاع (اخرجہ مسلم ۱/۲۵۶) یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد پانی سے وضو فرماتے تھے اور ایک صاع پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے۔''

اسی طرح صدقہ فطر میں کہا گیا ہے کہ ایک صاع فطرہ واجب ہے اور احناف کے نزدیک نصف صاع واجب ہے یعنی ۴ر مد یا دو مد واجب ہے......اس سے ثابت ہوتا ہے ایک صاع چار مد کے برابر ہے اور نصف صاع دو مد کے برابر ہے......صاع کی بھی دو قسمیں ہیں:

اول......اہل مدینہ کی صاع جسے صاع حجازی، صاع اصغر کہا جاتا ہے۔
دوم......اہل عراق کی صاع جسے صاع حجاجی، صاع عراقی اور صاع اکبر کہا جاتا ہے۔
احکام شرع میں جس صاع کو بنیادی حیثیت حاصل ہے وہ اہل مدینہ کی صاع ہے اور اسی صاع کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاع ہونے کی حیثیت حاصل ہے اور یہی صاع "صاع شرعی" ہے۔

صاع شرعی کی تقدیر

جب صاع کی تقدیر مد، رطل اور اِستار سے کی جاتی ہے تو اس میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے......کسی نے اس بارے میں کچھ کہا ہے اور کسی کی اس بارے میں کچھ اور ہی رائے ہے......علم فقہ کی تمام بڑی کتابوں میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے......جمہور فقہا اس بات کی جانب گئے ہیں کہ ایک "صاع شرعی" =۵۔۱/۳ رطل عراقی ہے اپنے اس موقف کی تائید میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لکعب بن عجرۃ "تصدق بُفرق بین ستۃ مساکین" قال ابو عبید: ولا اختلاف بین الناس اعلمہ فی ان الفرق ثلاثۃ آصع والفرق ستۃ عشر رطلاً فثبت ان الصاع خمسۃ ارطال وثلث (بخاری شریف) ترجمہ......حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرۃ سے ارشاد فرمایا: ۶ر مسکینوں کے درمیان ایک "فرق" صدقہ کردو......حضرت ابوعبید نے کہا اس بات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں جو میں "فرق" کے بارے میں جانتا ہوں کہ ۳ر صاع برابر ۱ر "فرق" اور ۱ر فرق برابر ۱۶ رطل کے ہوتا ہے اور جب ۱۶ر رطل کو تین صاع پر تقسیم کیا جاتا ہے تو ایک صاع ۵۔۱/۳ رطل کے برابر ہوتا ہے۔"

جمہور فقہائے کرام نے جس رطل عراقی سے صاع کی تقدیر فرمائی ہے وہ = ۱۲۸۔۴/۷ درہم ہے۔
اس بارے میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی رائے مختلف ہے آپ فرماتے ہیں:

"وقال ابو حنیفہ: الصاع ثمانیۃ ارطال لان انس بن مالک قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ بالمُد وھو رطلان ویغتسل بالصاع فعلم من حدیث انس: ان المد رطلان فاذا ثبت ان المد رطلان یلزم ان یکون صاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ امداد وھی ثمانیۃ ارطال لان المد ربع صاع باتفاق (الموسوعۃ الفقھیہ ۲۶/۳۰۶) ترجمہ......ابوحنیفہ نے کہا: صاع ۸ر رطل کے برابر ہوتا ہے اس لئے کہ انس بن مالک نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو فرمایا کرتے تھے اور مد دو رطل کے برابر ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم ایک صاع سے غسل فرمایا کرتے تھے......حضرت انس کی حدیث سے جان لیا گیا کہ مد کی مقدار دو رطل ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ مد کی مقدار دو رطل ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاع ۴ مد کے برابر ہے اس لئے کہ مد ۱/۴ صاع ہے اور ۴ رطل برابر ۸ر رطل ہے۔"

حضرت امام اعظم کے نزدیک رطل عراقی = ۱۴ استار اور استار = ۶۔۱/۲ درم

صاع سے مندرجہ ذیل احکام شرعیہ متعلق ہیں

الف......احادیث میں وارد ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ''صاع'' پانی غسل فرمایا ہمارے فقہ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ اگر ایک ''صاع'' پانی سے غسل کرنے میں اطمینان حاصل ہو جائے تو اس سے غسل کرنا کافی ہے اور اگر اس سے کم یا زیادہ میں اطمینان ہو جائے تو یہ بھی کافی ہے یہاں مقصد صرف اطمینان کا حصول ہے......شافعیہ اور حنابلہ اس بات کے قائل ہیں ایک ''صاع'' پانی سے غسل کرنا سنت ہے اس کے سنت ہونے میں امام اعظم کی کوئی نص مروی نہیں۔

ب......جس پر صدقہ فطر واجب ہے وہ کس قدر صدقہ فطر نکالے؟ اس پر فقہاء کے مابین اختلاف ہے ایک ''صاع'' نکالے یا نصف ''صاع''؟ ہر ایک امام مجتہد نے اپنے اپنے موقف کا اظہار کیا ہے اس بارے میں امام اعظم کا جو موقف ہے میں اس کی وضاحت کر رہا ہوں جیسا کہ ''موسوعہ فقہیہ'' میں ہے:

''قال الحنفیه : ان الواجب فی صدقة الفطر نصف صاع من حنطة وسویقه او صاع من شعیر او تمر لما روی ثعلبه بن صعیر العذری قال : خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: ادوا عن کل حر وعبد نصف صاع من بر او صاعا من تمر او صاعا من شعیر (الموسوعة الفقهیه ۲۶/۳۰۸) ترجمہ......کہا حنفیہ نے: صدقہ فطر میں واجب نصف صاع گیہوں یا اس کا آٹا ہے یا ایک صاع واجب ہے جب کہ جو دیا جائے یا کھجور دیا جائے جیسا کہ ثعلبہ بن صعیر العذری سے روایت ہے انہوں نے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک آزاد اور غلام کی جانب سے نصف صاع گیہوں ادا کرو یا ایک صاع کھور یا ایک صاع جَو ادا کرو۔''

صاع کی تشریح و توضیح میں فرق اور استار کی بات آئی ہے......ظاہری بات ہے اس مقام پر ان دونوں لفظوں سے اس کے اصطلاحی معنی مراد لئے گئے ہیں کوئی لغوی معنی مراد نہیں لئے گئے ہیں......اس لئے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان دونوں لفظوں کی بھی وضاحت کر دی جائے تا کہ حضرت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمات جو اس بارے میں پیش کئے جائیں گے ان کو سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے اور بات نہایت ہی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ جائے۔

(الفرق)......اس میں را کو ساکن کے ساتھ پڑھا جائے یا زبر کے ساتھ......یہ بھی مدینہ پاک کے مختلف پیمانوں میں سے ایک پیمانہ کا نام ہے جو تین صاع کے برابر ہوتا ہے یا ۱۶ ارطل کے برابر ہوتا ہے...... جہاں صاع اور مد کی بات آتی ہے وہیں ''فرق'' کا بھی مسئلہ آتا ہے۔

(الاستار)......اس میں ہمزہ کو زیر کے ساتھ پڑھا جائے......اس کی تشریح مختلف انداز میں کی جاتی ہے......عدد کے اعتبار سے چار کو ''استار'' کہا جاتا ہے اور وزن میں ''استار'' ۴-۱/۲ مثقال کے برابر ہوا کرتا ہے اور اگر رطل کے ذریعہ اس کی تقدیر کی جائے تو ''استار'' ''مدنی رطل'' کے تیس جزؤں میں ایک جز کے مساوی برابر ہوتا ہے اسی طرح ''رطل عراقی'' کے بیس جزؤں میں سے ایک جز کے برابر ہوتا ہے۔

مُد، صاع، فرق اور استار کی تشریح تام کرنے کے بعد ہم امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے

ہیں اور فتاوی رضویہ شریف میں ''صاع'' کے تعلق سے آپ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے اس پر غور کرتے ہیں...... حضرت سیدنا امام احمد رضا نے کسی ایک مقام پر صاع کے بارے میں تحریر نہیں فرمایا ہے بلکہ مختلف مقامات پر آپ نے اس کے تعلق سے تحقیق کی ہے...... ہم فتاوی رضویہ سے پوری عبارت تو نہیں پیش کر سکتے اس لئے کہ پوری عبارت کو نقل کرنے کی صورت میں مقالہ بہت طویل ہو جائے گا بلکہ ہم اسی قدر عبارت نقل کریں گے جس قدر سے مقالے کے تقاضے پورے ہونگے...... تمام اہل علم وفن کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اعلی حضرت فاضل بریلوی نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے پاتال تک پہونچا دیا اور اسے اوج ثریا بلندی عطا کر دی...... اور اسے اس قدر بابرکت کر دیا کہ اس کی برکتیں جسم وجاں کی رگ رگ تک پہونچ گئیں...... اور ایمان ویقین اور دل کی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہو گئیں ...... اب ذیل میں فتاوی رضویہ سے کچھ عبارتیں تحریر کی جارہی ہیں۔

(۱)...... سیدی امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

''صاع چار مد ہے اور مد دو رطل اور رطل بیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور تولہ بارہ ماشے اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے تو صاع دو سو ستر تولے اور روپوں سے دو سو اٹھاسی روپے...... پھر تو اسی (۸۰) روپے کی سیر سے تین سیر نو چھٹانک پاؤں کہیئے ساڑھے تین سیر ڈیڑھ چھٹانک اور ۱/۱۰ چھٹانک...... اس حساب میں کوئی شک نہیں اسی تول کے گیہوں دیئے جاتے تھے۔'' (فتاوی رضویہ ۴/۴۹۵)

اعلی حضرت فاضل بریلوی نے ''اوزان واکیال'' کو اس طرح پیش کیا جیسے کوئی اس فن کا ماہر لکھ رہا ہو اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے صرف اوزان واکیال کے بیان پر اکتفا کیا بلکہ آپ نے موجود ''اوزان واکیال'' پر اس کی تطبیق بھی فرما دی...... جب بات تطبیق کی آتی ہے تو یہ کام ہر کوئی نہیں کر سکتا ہے بلکہ وہی کر سکتا ہے جسے اس میدان میں مکمل طور پر درک تام رکھتا ہے...... آپ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے اس کو حسابی انداز میں اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے مثلاً:

۱/صاع = ۴/مد اور مد = ۲/رطل ۴/مد × ۲ = ۸/رطل ...... لہٰذا ثابت ہوا...... ۱/صاع = ۸/رطل یعنی ایک صاع برابر ۸/رطل ہوئے

اور ۱/رطل = ۲۰/استار × ۸/رطل = ۱۶۰/استار...... ہاں! واضح ہوا...... ۱/صاع = ۱۶۰/استار

اور ۱/استار = ساڑھے ۴/مثقال...... مثقال ۴_۱/۲ × ۱۶۰/استار = ۷۲۰/مثقال...... تو ایک صاع ۷۲۰/مثقال کے مساوی ہوا۔

۱/مثقال = ۴_۱/۲ (یعنی ساڑھے چار ماشے)...... ۷۲۰/مثقال × ۴_۱/۲ = ۳۲۴۰ ماشے یعنی ایک صاع میں تین ہزار دو سو چالیس ماشے ہوتے ہیں...... اور ۱۲ ماشہ کا ایک تولہ ہوتا ہے...... ماشہ ۳۲۴۰ ÷ ۱۲ = ۲۷۰ تولے...... اس حساب سے واضح ہوتا ہے کہ ایک صاع میں دو سو ستر تولے پائے جاتے ہیں۔

اعلی حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا: انگریزی روپیہ، سوا گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے...... اس کا طریقہ تقسیم اس طرح ہوگا:

ماشہ ۱/۳۲۴۰ ÷ ۱۱_۱/۴ (ماشہ)

ماشہ ۱/۳۲۴۰ ÷ ۴۵/۴ (ماشہ)

ماشہ ۱/۳۲۴۰ × ۴۵/۴ (ماشہ)
ماشہ ۱/۲۱۶ × ۹/۴ (ماشہ)
ماشہ ۱/۷۲ × ۳/۴ (ماشہ)
ماشہ ۷۲ × ۴ = ۲۸۸ر انگریزی......

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک صاع انگریزوں کے روپے سے ایک سو اٹھاسی روپے کے برابر ہوتا ہے......صاع کو کبھی ماشہ میں اور کبھی تولے کی صورت میں پیش کرنا معادلہ کا عمل ہے اسی طرح انگریزوں کے روپیوں میں تقدیر کرنا بھی معادلہ ہے......بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ اپنے تحریری سفر کو جاری رکھتے ہوئے امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ''اکبری سیر'' اور ''جہانگیری'' سیر کی بھی بات کہی ہے آپ اکبری اور جہانگیری سیر کی بات کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ وزن قدیم سے مرد ''سیر اکبری'' ہے اور وزن حال سے مراد ''سیر جہانگیری'' ہے ''سیر اکبری'' ۳۰ استار کا تھا اور صاع ۱۶۰ استار تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۰ = ۵ـ۱/۳ سیر اکبری ہوا......اور سیر جہانگیری ۳۶ر استار تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۶ = ۴ـ۴/۹ سیر ہوا۔

اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ معادلہ کا عمل مشکل ہوتا ہے اور اس کے لئے کافی معلومات کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور دوسری بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ معادلہ کے عمل کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ اور اس کے اسباب کیا ہوتے ہیں؟ ظاہر ہے اس کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس معادلاتی عمل کے ذریعہ عوام کے سامنے ایک نئی معلومات پیش کی جاتی ہے اور اس کو اس قدر سہل کر دیا جاتا ہے کہ عوام اور خواص دونوں ہی نہایت ہی آسانی کے ساتھ عمل کر سکیں عمل کا راستہ اس قدر صاف شفاف ہو جائے کہ کوئی بھی اس راستہ پر چل سکتا ہے......اور نہایت ہی آسانی کے ساتھ اپنی منزل پر پہونچ سکتا ہے......اس دور میں جب امام احمد رضا فاضل بریلوی اس معادلہ کو انجام دے رہے تھے اس وقت انگریزوں کا روپیہ رواج تھا اور ہندوستان کے تمام علاقوں میں بآسانی یہ روپے دستیاب ہو سکتے تھے اسی لئے آپ نے یہ عمل کر کے تمام مسلمانوں کے لئے آسانیاں پیدا کر دیں......اسی طرح آپ نے رتی، ماشہ اور تولہ کی بات کی یہ تمام چیزیں ہر علاقہ میں دستیاب تھی اور مقررہ وزن کے برابر جو یا گیہوں ادا کیا جا سکتا تھا...... چونکہ احناف کے نزدیک نصف صاع گیہوں صدقہ فطر میں ادا کرنا واجب ہے انگریزی روپے کے اعتبار سے ۱۴۴ر روپے بھر گیہوں ادا کرنا واجب ہے اور تولہ ماشہ کے اعتبار سے ۱۳۵ر تولے ادا کرنا واجب ہے......فتاوی رضویہ کے مطالعہ سے انداز ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے عبادات کے مقابلہ میں احتیاط سے کام لیا ہے یعنی صدقہ فطر اس قدر ادا کر دیا جائے کہ فقیروں اور مسکینوں کو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو۔

صاع ایک پیمانہ ہے وہ کوئی وزن نہیں ہے اس لئے یہ حکم ہوا کہ صدقہ فطر پیمانہ یعنی صاع سے ناپ کر دیا جائے نہ کہ صاع کو تول کر دیا جائے......اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرتے وقت صاع کا پیمانہ بنایا جائے اور اس پیمانہ سے ناپ کر صدقہ فطر ادا کیا جائے اب سوال پیدا ہوتا ہے کس کا پیمانہ بنا جائے؟ جو کا بنایا جائے یا گیہوں کا بنایا جائے اس بارے میں ترجیح یہی ہے کہ جو ناپ کر ایک پیمانہ یعنی صاع بنایا جائے اس کے اسباب ترجیح درج ذیل ہیں۔

اولاً......اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ اہل عرب صدقہ فطر میں کیا دیتے تھے؟ اس دور میں اہل عرب کی غذا جو ہوا کرتی تھی اور یہی

جوصدقہ فطر میں ادا کیا کرتے تھیاو براس دور میں جوملتی نہیں گیہوں زیادہ ملتا ہے اور ہمارے یہاں صدقہ فطر میں بھی گیہوں ہی دیا جاتا......اس لئے ہوسکتا ہے کوئی کہے کہ جو کے بجائے گیہوں کا صاع بنایا جائے نہ کہ جو کا......مگر احتیاط اس بات میں ہے کہ جو کا ہی صاع بنایا جائے چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو صاع تھا وہ جو کا ہی صاع تھا۔

ثانیاً......عرض ہے جو اور گیہوں میں بڑا فرق ہے گیہوں کا صاع چھوٹا ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں جو کا صاع بڑا ہوا کرتا ہے اور خود اس بات کا تجربہ سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کیا ہے جیسا کہ آپ تحریر کرتے ہیں:

''اس بنا پر بنظر احتیاط وزیادت نفع فقراء میں نے ۲۷ رماہ مبارک ۱۳۲۷ھ کو ایک سو چوالیس روپے (نصف صاع) بھر جو وزن کئے کہ نصف صاع ہوئیا اور انہیں ایک پیالہ میں بھرا حسن اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیمانے کا ناپ کر بنایا گیا تھا......وہ جو اس میں پوری سطح مستوی تک آ گئے۔ من دون تکویم ولا تقعیر تو وہی کاسہ نصف شعیری ہوا اور پھر میں نے اسی کاسہ میں گیہوں بھر کے تولے تو ایک سو پچھتر روپے آٹھ آنہ بھر تو یہ وزن گندم ہوا اور اس کا دو چند ۳۵۱ روپے بھر وزن جو۔'' (فتاوی رضویہ ۴/۴۹۶)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کا صاع بنایا جائے اور پھر اس صاع شعیری سے گیہوں دیا جائے اگر گیہوں ہی دیا جائے تو ایک سو پچھتر بھر اور اٹھنی بھر اور اگر جو دیا جائے تو گیہوں کا دو چند یعنی ۳۵۱ روپے بھر......ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''سیر مختلف ہوتے ہیں صاع کا حساب ہر جگہ کے سیر سے بدلے گا، صاع اس انگریزی روپیہ رائج الوقت سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہے اور تولوں سے دو سو ستر تولے یہ روپیہ سوا گیارہ ماشہ بھر ہے (۳)......گیہوں کا فطرہ انگریزی روپوں سے ایک سوا چوالیس روپے بھر ہے۔''

ہمارے یہاں عام طور پر ۲ کیلو ۴۵ گرام گیہوں بطور صدقہ فطر دیا جاتا ہے......برسوں سے اس پر عمل ہو رہا ہے ہمارے اکابر نے بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھا ہے مگر ایک دور ایسا بھی آیا کہ صدقہ فطر کی تقدیر میں اختلاف پیدا ہو گیا......کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا......سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے نصف صاع کی تقدیر بریلی کے سیر سے بھی کی ہے فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۴۹۶ میں سیر کی مقدار اس قدر گنجلک ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھا گیا ہے میں نے مختلف ایڈیشنوں میں دیکھا مگر بات وہیں کی وہیں رہی یعنی سمجھ میں نہیں آئی......اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے دور کے مروجہ سکوں سے بھی اس کی تقدیر فرمائی ہے......نصف صاع = ۱۴۴ روپے بھر لیکن صاع شعیری سے جب گیہوں ناپا گیا تو اس کا وزن (۱۷۵ء۵۰) روپے بھر گیہوں آیا اس لئے آپ نے فرمایا صدقہ فطر (۱۷۵ء۵۰) روپے بھر ادا کیا جائے......اب یہ سکہ بھی نہ رہا تو پھر اس کے وزن کے برابر صدقہ فطر کس طرح ادا کیا جائے......جب یہ اختلاف زوروں پر تھا اسی وقت میں مختلف سنوں کے سکوں کو کسی نہ کسی طرح جمع کیا اور پھر اس کو ناپا گیا......جو ناپ ہمارے سامنے آئی اسی سے نصف صاع کی تقدیر گرام اور کیلو گرام میں کی گئی......جو اس طرح ہے:

(الف)......عہد ملکہ وکٹوریہ ۱۸۷۲ء کا سکہ ہے جس کے ایک جانب ۱۸۷۲ء تحریر ہے اور دوسری جانب ملکہ وکٹوریہ کی تصویر

ہے......اس کا وزن ۱۱ء ۵۰۰ گرام ہے اس سکہ کی رو سے نصف صاع گیہوں کا وزن اس طرح ہوگا:
۱۷۵ء۵۰×۱۱ء۵۰۰=۲۰۱۸ء۲۵ گرام یعنی ۲ کیلو ۱۸ گرام گیہوں۔
(ب) ایک ہی وزن کے دو سکے ہیں جو ۱۹۰۶ء اور ۱۹۱۳ء کے ہیں ان دونوں کا وزن ۱۱ء ۶۴۰ گرام ہے......ان دونوں سکوں کے تناظر میں نصف صاع گیہوں کا وزن اس طرح ہوگا......(۱۷۵ء۵۰×۱۱ء۶۴۰=۲۰۴۲ء۸۲ گرام) یعنی ۲ کیلو ۴۳ گرام گیہوں۔
(ج) یہ سکہ ۱۹۱۸ء کا ہے ایک جانب سن لکھی ہوئی ہے اور دوسری جانب جارج پنجم کی تصویر ہے گرام ملی گرام سے اس کا وزن ۱۱ء۶۱۰ گرام ہے اس سے نصف صاع گیہوں کا وزن درج کیا جارہا ہے (۱۷۵ء۵۰×۱۱ء۶۱۰=۲۰۳۷ء۵۵۵ گرام) یعنی ۲ کیلو ۳۸ گرام گیہوں۔
(د)......یہ سکہ جارج ششم کا ہے جس پر ۱۹۴۵ء تحریر ہے اور اس کے دوسری طرف جارج ششم کی تصویر ہے اس کا وزن ۱۱ء۶۵۰ گرام ہے اس سکہ کے اعتبار سے نصف گیہوں کا وزن ۲ کیلو ۴۵ گرام نکلتا ہے جیسے (۱۱ء۶۵۰×۱۷۵ء۵۰=۲۰۴۴ء۵۷۵ گرام) یعنی ۲ کیلو ۴۵ گرام گیہوں۔
ہمارے اکابر علماء نے اسی جارج ششم کے سکہ کی بنیاد پر ۲ کیلو ۴۵ گرام گیہوں صدقہ فطر میں غرباء مساکین کو دینے کا حکم دیا ہے۔
مقادیر میں جہاں دراہم ودنانیر آتے ہیں وہیں ذراع اور میل شرعی کو بھی ان میں شامل کیا جاتا ہے کہ کسی وقت اس کی بھی شدید ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور اس بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی جو تحقیق ہے وہ تحقیق انیق ہے ذیل میں اسی میل شرعی کے تعلق سے تحریر کیا جارہا ہے۔

امام احمد رضا اور موجب قصر مسافت کی تقدیر

کوئی شخص کتنی مسافت کا عزم سفر کر کے اپنے شہر سے نکلنے کے بعد مسافر ہوتا ہے؟ اور موجب قصر کون سی مسافت ہے؟ دور حاضر میں یہ ایک اہم مسئلہ ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب بس، ٹرین، ہوائی جہاز اور دوسری قسم کی تیز رفتار سواریاں موجود نہیں تھیں تو عموماً لوگ پیدل یا بیل گاڑیوں سے سفر کیا کرتے تھے ایک دن میں اپنی عادت اور متوسط چال سے اور بشری تقاضوں کی تکمیل کے بعد جس قدر راہ طے کر لیتے تھے اسی قدر مسافت کو،،منزل،، کہا جاتا تھا اور جب تیز رفتار سواریاں ایجاد یا گئیں تو اب اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ موجب قصر مسافت کی تحدید وتقدیر میلوں اور کیلومیٹرس سے کی جائے۔۔۔۔تا کہ اہل ایمان کے لئے سہولت اور آسانی پیدا ہو جائے اور لوگ زیادہ سے زیادہ نعمت رخصت سے استفادہ کر سکیں، چونکہ اعلیٰ حضرت کے دور میں کیلومیٹرس کا رواج نہ تھا اس لئے اس کی تحدید میلوں سے کی گئی لیکن اس بات کا بھی دھیان رہے کہ آپ نے انگریزی میلوں سے تحدید کی۔۔۔۔۔۔ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال اُٹھتا ہو کہ انہوں نے شرعی میلوں سے تقدیر کیوں نہ کی؟ اس کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ میل شرعی کی تقدیر وتعیین میں زبردست اختلاف ہے۔
لفظ،،میل،، کے استعمالات میں سے ایک استعمال یہ بھی ہے۔۔۔۔۔المیل من الارض، لغت میں اس کا معنی،،قدر

منتہائے مد بصر لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری نگاہ کی روشنی خط مستقیم کے طور پر جہاں تک پہونچتی ہے اسی کا نام ،،میل،، ہے لسان العرب لابن منظور میں ہے،، المیل قدر منتہی مد البصر والجمع امیال ومیول الخ (۶/۱۱/۴۳)
اور میل کو میل اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ منتہائے مد بصر پر نصب کیا جاتا ہے اسی مذکورہ لغت میں ہے:

''وقیل الاعلام المبنیة فی طریق مکة امیال لانہا بنیت علی مقادیر مدی البصر من المیل الی المیل۔'' الخ

مکہ مکرمہ کے راستے میں جو نشانات نصب کئے گئے ہیں انہیں نشانات کو،، امیال،، کہا جاتا ہے یہ نشان ہر ۱/۳ فرسخ کی مسافت پر لگایا گیا اس بارے میں ایک یہ بھی تحقیق ہے میل کے مقدار کا تعین خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... اسی لئے اس میل کو میل ہاشمی کہا جاتا ہے۔

،،کشاف اصطلاحات فنون،، میں ہے:

''المیل فی الاصل مقدار مد البصر من الارض ثم سمی بہ علم مبنی فی الطریق ثم کل ثلث فرسخ حیث قدر جدہ صلی اللہ علیہ وسلم طریق البادیة وبنی علی کل ثلث فراسخ میلاً ولہذا قیل المیل الہاشمی الخ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسی میل ہاشمی کو میل شرعی کہا جاتا ہے میل شرعی کی تقدیر فرسخ کی تقدیر پر منحصر ہے۔۔۔۔۔۔اختلف فی مقدارہ علی الاختلاف فی مقدار الفرسخ (حوالہ مذکور)۔'' فرسخ کے بارے میں بڑا اختلاف ہے ذیل میں وہ اختلاف درج کیا جارہا ہے۔

الف۔ ۳ ہزار سے ۴ ہزار تک ذراع کی مسافت کو فرسخ کہا جاتا ہے۔

ب۔۔۔۔۔۔ ۲ ہزار ۳ سو ۳۳ خطوہ کو فرسخ کہا جاتا ہے۔

ج۔۔۔۔۔۔ ۱۸ ہزار ذراع کو فرسخ کہا جاتا ہے۔

د۔۔۔۔۔۔ قول مشہور میں ۱۲ ہزار ذراع کا نام فرسخ ہے۔

جب میل شرعی اور فرسخ وبرید میں اختلاف کا یہ عالم ہے تو ظاہر ہے کہ موجب قصر مسافت کی تحدید وتقدیر مذکور بالا شرعی میلوں سے مناسب نہ تھا اس لئے کہ ایسا ممکن تھا کہ تقدیر کرنے والے میل کا معنی کچھ اور لے اور سفر کرنے والے اس کا مطلب کچھ اور سمجھے مگر یہ صورت انگریزی میلوں سے تعین کرنے میں پیدا نہیں ہوتی ہے انگریزی میل بین الاقوامی مقررات پر مبنی ہے اسی طرح انچ اور فٹ کا بھی یہی عالم کہ اس کی حیثیت بھی بین الاقوامی ہے شرعی طور پر مسافر کون ہوتا ہے؟ اس کے تعلق سے بہار شریعت میں،، متون،، کے حوالہ سے مذکور ہے:

''شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادے سے بستی سے باہر ہوا۔'' (بہار شریعت ۴/۷۵)

تین دن چلنے سے مراد پورا دن چلنا نہیں ہے اور نہ ہی پہلے دن کی فجر سے دوسرے دن کی فجر تک چلنا مراد ہے بلکہ اس سے مراد دن کا اکثر حصہ چلنا ہے اسی بہار شریعت میں ہے :

''شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یوں کیا تو اتنی دور تک کی راہ کو،،

مسافت سفر،، کہیں گے دو پہر کے بعد چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہیئے اُس قدر اس درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے۔۔۔۔۔۔اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سست۔۔۔۔۔۔۔خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی کے حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی ہو کہ ہوا نہ بالکل رکی ہو نہ تیز۔۔۔۔۔۔در مختار و عالمگیری وغیرہ۔'' (بہار شریعت ۴/ ۷۵)

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ،، فتاوی رضویہ،، اور حضور صدر الشریعہ نے بہار شریعت میں فرمایا:

''کوس کا اعتبار نہیں کہ کوس کہیں چھوٹے ہوتے ہیں اور کہیں بڑے ہوتے ہیں بلکہ اعتبار تین منزلوں کا ہے اور خشکی میں میل کے حساب سے اس کی مقدار ۱/۵۷۔۲ یعنی ساڑھے ستاون میل ہے)

منزل ہمارے بلاد میں تقریباً ۱۲ ر کوس کی ہے یہی قول ،،قول مفتیٰ بہ،، کے قریب تر ہے جسے ظہیریہ، محیط برہانی، نہایہ، کفایہ شروح ہدایہ، خزانۃ المفتیین وغیرہا میں ،،علیہ الفتوی،، کہا کہ منزل ۱۸ ر میل ہے ۱۸ ر میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں یہ قول ،،اصل مذہب ،،ظاہر الروایہ،، کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب۔۔۔۔اسی کی تقدیر و شرح ہے کما نبہ علیہ العلامہ اسماعیل مفتی دمشق الشام۔۔۔۔۔کما نقلہ علی منحۃ الخالق۔۔۔۔۔۔ہمارے بلاد میں ۱۰ ر کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ قصر ایام یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے زوال تک ۷ ر ساعت کے قریب وقت ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی معتدل چال سے ۷ ر گھنٹہ میں ۱۲ ر کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بارہا کا تجربہ شاہد ہے۔'' (فتاوی رضویہ ۳/ ۶۵۹)

اور ایک دوسرے فتوی میں امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''جب تک ایک نیت سے پورے ۳۶ ر کوس یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادہ سے نہ چلے۔'' (حوالہ مذکور ۳/ ۶۶۷)

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فتاوے اور بہار شریعت کے پیش کردہ عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ:

الف۔۔۔۔۔موجب قصر صلاۃ مسافت خشکی کے راستوں میں معتدل چال کا اعتبار کیا گیا نہ کوس کا اور نہ ہی فرسخ کا اور سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے منزل کا اعتبار کیا اور منزل کی پیائش کوس اور میل انگریزی سے کی گئی۔

ب۔۔۔۔۔۔بہار شریعت میں کوس کا اعتبار نہیں کہ وہ بڑے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی۔۔۔۔۔اس کے بڑے چھوٹے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوس کی سطح عوامی ہے سرکاری نہیں۔۔۔۔۔ذیل میں کتب فقہ سے کچھ عبارتیں نقل کی جارہی ہیں جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کوس رفرسخ کا اعتبار نہیں۔۔۔۔۔۔محیط برہانی میں ہے:

"ولم يعتبر بعض مشائخنا الفراسخ قالوا لان ذالك يختلف باختلاف الطرق فى السهولة والصعوبة والجبال والبر والبحر ..... وعامة مشائخنا قدروه با لفراسخ ايضاً واختلفوا بينهم بعضهم قالوا احدو عشرون فرسخاً وبعضهم قالو ا ثمانية عشر فرسخاً وبعضهم قالوا خمسة عشر والفتوى على ثمانية عشر لانها اوسط الاعداد (ج دوم پی ڈی ایف)

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ فتاوی رضویہ اور بہار شریعت میں ،،میل انگریزی،، سے جو تقدیر کی گئی وہ قابل اعتبار ہے لائق اعتماد ہے اس کا سبب یہ ہے یہ میل کہیں بدلتا نہیں ہے ہر ملک اور علاقہ میں میل انگریزی کی پیمائش ایک ہی ہے اور اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس میں تجربہ اور تعامل سے کام لیا گیا ہے اور تیسرا سبب یہ ہے موجب قصر صلاۃ مسافت یعنی تین منزلوں کی تعیین عرف کے ذریعہ کی گئی ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ:

''القاعدة الرابعة والاربعون التعيين بالعرف كالتعيين بالنص (شرح القواعد الفقهية ص ۱/۱۴۲۴۱ الکترونی)

میل انگریزی کیا ہوتا ہے؟ اس میں کتنے انچ اور کتنے فٹ ہوتے ہیں اس کی تفصیلی وضاحت کے لئے ایک جدول پیش کیا جارہا ہے جو درج ذیل ہے:

میل انگریزی کی تفصیل اس طرح ہے:

۱ ۳/کھڑے جو = ۱/ انچ = ۲'۵۴ سینٹی میٹر

۲ ۱۲/ انچ = ۱/ فٹ = ۳۰'۴۸ سینٹی میٹر

۳ ۳، فٹ = ۱،گز = ۹۱'۴۴ سنٹی میٹر

۴ ۱۷۶۰ گز = ۱ میل انگریزی = ۴'۱۶۰۹۳۴ سینٹی میٹر = ۱۶۰۹'۳۴ میٹر = ۱'۶۰۹ کیلومیٹر

۵ ۵۷'۵ میل انگریزی = ۹۲'۵۱۷۵ کیلومیٹر

یہی مسافت موجب قصر صلوٰۃ ہے جو اصل مذہب اور ظاہر الروایۃ کے عین مطابق ہے۔۔۔۔اس تحدید و تقدیر کی بنیاد منزل پر ہے اور منزل کی وضاحت اسی میل مروجہ سے کی گئی ہے جو پوری دنیا میں رائج ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی نے پہلے منزل کو کوسوں کی مدد سے میلوں میں تبدیل کیا اور میل کی وضاحت بین الاقوامی پیمائش سے فرمائی۔۔جیسا کہ فتاوی رضویہ کی مذکور بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے ایسا اس لئے کیا گیا کہ انگریزی میل کے رواج سے پہلے ہندوستان میں کوس کا استعمال ہوا کرتا تھا مسافت کی تعیین بھی کوس کے ذریعہ ہی کیا جاتا تھا اور جب میل رائج ہوا تو کوسوں کو میل میں تبدیل کرنے کا ایک فارمولہ امام احمد رضا نے پیش کیا۔

مفتی شریف الحق صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

''اعلیحضرت نے ظاہر مذہب کو اختیار فرما کر تین منزل کی یہ مسافت بیان فرمائی ہے جد الممتار میں لکھتے ہیں المشهور المعتاد فی بلادنا ان کل مرحلة ۱۲ کوس .وقد جربت مراراً کثيرة بمواضع شهيرة ان الميل الرائج فی بلادنا خمسة اثمان کوس المعتبر ههنا .فاذا ضربت الا کواس فی ۸ .وقسم الحاصل علی ۵ کانت امیالاً فاذن امیال مرحلة ۱۹ ۱/۵ .و امیال مسيرة ثلاثة ايام ۵۷ـ۵ـ/۳ـ۱عنی ۶ـ۵۷ـص ۶۱ /۳ /۶۲ ۳ ہمارے بلاد میں معتاد معہود یہ ہے کہ ہر منزل ۱۲ کوس کی ہوتی ہے میں نے بارہا بکثرت مشہور جگہوں میں آزمایا ہے کہ اس وقت ہمارے بلاد میں جو میل رائج ہے ۸/ ۵ کوس ہے جب کوسوں کو ۸ میں ضرب

دیں اور حاصل ضرب کو ۵ پر تقسیم کریں تو حاصل قسمت میل ہوگا اب ایک منزل ۱۹۔۵/۱ میل ہوئی۔ اور تین دن کی مسافت ۵۷۔۵/۳ میل یعنی ۵۷۔۶ میل۔ (نزہۃ القاری ۲/۳۶۲)

میل شرعی، میل انگریزی سے بہت بڑا ہوتا ہے ۔۔۔۔۔ پہلے ہم، میل شرعی کا جدول پیش کررہے ہیں۔

۱۔۔۔ میل شرعی ۴۰۰۰ گز کا ہوتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	بال، جو، ذراع	علامات	صورت حسابات	سینٹی میٹر	کیلومیٹر
۱	خچر کے دم کے (۱) بال	=	۰۵۲۹۱۶۷،۰	"	......
۲	خچر کے دم کے ۶/ بال	=	۳۱۷۵۰۰۲	"	......
۳	۶/ جو=۱/ ذراع شرعی	=	۷۲۰۰۲۹،۴۵	"	......
۵	۴۰۰۰/ ذراع شرعی	=	۱۲،۱۸۲۸۸۰	=	۸۲۸،۱

میل شرعی اور میل انگریزی میں کیا فرق ہے؟ اور فرق کی نوعیت کیا ہے اس کو جاننے کے لئے درج ذیل فہرست پر غور کریں:

نمبر شمار	ایک میل شرعی	علامت تفریق	ایک میل انگریزی	علامت مساوی	زائد کی نوعیت	کتنی زائد ہے
۱	۴۰۰۰	-	۳۵۲۰	=	ذراع شرعی	۴۸۰
۲	۲۰۰۰	-	۱۷۶۰	=	انگریزی گز	۲۴۰
۳	۶۰۰۰	-	۵۲۸۰	=	فٹ	۷۲۰
۴	۷۲۰۰۰	-	۶۳۵۸۰	=	انچ	۸۶۴۰
۵	۱۸۲۸۸۰	-	۳۴،۱۶۰۹	=	سینٹی میٹر	۲۱۹۴۶
۶	۸،۱۸۲۸		۳۴،۱۶۰۹		میٹر	۴۶،۲۱۹
۷	۸۲۸،۱	-	۶۰۹،۱	=	کیلومیٹر	۲۱۹،۰

موجب قصر صلوٰۃ مسافت میں انگریزی گز۔ ۱۰۱۲۰۰ ہوتے ہیں اس مقدار گز کو ۱۷۶۰ پر تقسیم کرتے ہیں تو اس کا میل انگریزی۔ ۵۷'۵ ہوتے ہیں اور جب اسی انگریزی گزوں کو میل شرعی یعنی ۲۰۰۰ انگریزی گزوں پر تقسیم کرتے ہیں تو اس کے میل شرعی۔ ۵۰'۶ ہوتے ہیں یہی موقف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اوران کے تمام ہم عصر علمائے اہلسنت کا ہے یہاں تک کہ دور حاضر کے تمام علمائے اہلسنت کا ہے ۔۔۔۔۔۔۔ یہی اصل مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ۔۔۔۔۔ متقدمین مشائخ احناف کے اس بارے میں تین اقوال ہیں:

پہلا قول ۲۱ فرسخ ہے اور ایک فرسخ تین میل شرعی کا ہوتا ہے۔

دوسرا قول ۱۸ فرسخ ہے

تیسرا قول ۱۵ فرسخ ہے

ذیل میں تینوں اقوال کا معادلہ پیش کیا جارہا ہے:

الف فرسخ ۲۱ × ۳ میل شرعی = ۶۳ میل شرعی × ۱٬۸۲۸ = ۱۱۵٬۱۶۴ کیلومیٹر
ب فرسخ ۱۸ × ۳ میل شرعی = ۵۴ میل شرعی × ۱٬۸۲۸ = ۹۸٬۷۱۲ کیلومیٹر
ج فرسخ ۱۵ × ۳ میل شرعی = ۴۵ میل شرعی × ۱٬۸۲۸ = ۸۲٬۲۶ کیلومیٹر

مولانا غلام رسول سعیدی نے اصل مذہب اور ظاہر الروایہ سے انحراف اختیار کرتے ہوئے مشائخ کے قول کو اختیار کیا ہے جب کہ تمام علمائے اہلسنت اور فقہائے احناف کا ماننا ہے کہ فتویٰ ظاہر لروایہ پر ہی دینا چاہیئے ہاں! کسی ضرورت کے تحت قول امام اور اصل مذہب وظاہر الروایہ پر فتویٰ دینے کی روایت ملتی ہے مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ مولانا غلام سعیدی نے ایسا کیوں کیا؟ اور ان کے سامنے اصل مذہب سے انحراف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر بر بنائے سہولت انہوں نے ایسا کیا ہے تو ان کی تقدیر سے کہیں زیادہ یہ سہولت امام احمد رضا اور صدر الشریعہ کی تحقیق وتقدیر میں پائی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔اس پر طرہ یہ کہ اعلیٰ حضرت نے اس بات کی وضاحت نہیں فرمائی کہ انہوں نے کس قاعدہ سے اس کی تقدیر کی ہے۔۔۔اس بارے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ منزل، کوس، اور انگریزی میل اور کوس کو تبدیل کرنے کا ضابطہ وغیرہ کیا ہے؟ کیا یہ قاعدہ نہیں ہے؟ تو پھر کیا ہے؟ ہاں! یہ سعیدی صاحب کی ضد ہے اور نفسیاتی انفرادیت ہے جسے حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایک خوبصورت بہانہ تلاش کرلیا۔

امام اہل سنت حضرت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی مذہبی خدمات میں مقادیر، اوزان، اکیال اور میل شرعی کے تذکرے اس تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ ان تذکروں میں علم وفن کی ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں ......کسی بھی علم وتذکرہ کو فن کا روپ دینے میں بہت سے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے اور اس کی ترتیب وتدوین اور اس کے متناسب اجزا کے درمیان ہم آہنگی اور ربط وضبط لانے میں کبھی مشقت کرنی پڑے گی اس کی وجہ یہ ہے فن اپنے آپ میں وجود نہیں پاتا ہے بلکہ اسے فن کی کسوٹی پر کسنا پاتا ہے تب کہیں جا کر فن کا وجود پاتا ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے یہاں تمام چیزیں پائی جاتی ہیں باوجود اس کے اسے ترتیب دینا بہت ضروری ہے ...... یہ بات بہت اچھی ہے ہماری جماعت میں اب رفتہ رفتہ اس جانب کوشش کی جارہی ہے ان شاء اللہ ہماری اور آپ کی یہ کوشش کامیاب ہوگی ......یہی میری دعا ہے اور میرے دال کی آواز بھی ہے۔

❖ ❖ ❖

امام احمد رضا اور ان کے تعلیمی نظریات! ایک تجزیاتی مطالعہ

از: عظیم اللہ جندران: پاکستان

معلم مطلوب:

ہر متحرک جسم خواہ مشین ہو، حیوان ہو یا انسان لیور یعنی جگر کے بغیر نہ تو اس کا وجود ہے نہ عمل اور نہ بقاء ان اجسام متحرکہ میں سے کوئی بھی اگر لیور (Liver) سے محروم ہو جائے، تو زندگی عمل اور وجود سب کچھ ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح دنیا کی ہر تنظیم اور ہر نظام بھی اسی اصول کے تابع ہے۔ تنظیم میں کوئی نہ کوئی ہستی اس لیور اور جگر کا کردار ادا کرتی ہے اگر وہ معدوم ہو جائے تو تنظیم بے کار اور عملی کردار سے محروم ہو جاتی ہے۔ دنیا کے ہر نظام کا بھی یہی عالم ہے اور اس کی بہترین مثال نظام تعلیم ہے۔ ہر قوم اور ہر ملک کے نظام تعلیم کا لیور اور جگر ''استاذ'' ہے یہ پرزہ جس قدر اچھے اثرات مرتب کرے گا، نظام تعلیم میں ترقی ہوگی اور جس قدر یہ پرزہ ناکارہ ہو جائے گا، نظام تعلیم اپنی افادیت وثنا سے عاری ہو جائے گا۔

ضرورت معلم:

اظہر (۲۰۰۳ء) لکھتے ہیں:

''تعلیم وتدریس کا تصور استاد کی ہستی کے بغیر ناممکن ہے۔ تعلیم وتدریس موزوں ومتوازن مرکب انیٹوں یا خوبصورت جڑے ہوئے پتھروں کی خوشنما عبارت سے وابستہ نہیں بلکہ تعلیم وتدریس کا کام تو سرے سے عمارت کا محتاج ہوتا۔ کسی بھی گھنے سایہ دار درخت، سبزے فرش خاکی سے بھی یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کئی ایسی درسگاہیں شاہد ہیں جو درخت کے زیر سایہ شروع ہوئیں۔ اسی طرح کتابوں اور پوتھیوں سے بھی بے نیاز رہا جا سکتا ہے لیکن ایک وجود ایسا ہے جس کے بغیر تعلیم وتدریس کا تصور ناممکن ہے وہ ایک ہستی ''استاذ'' کی ہے (ص ۲۳)

اس نثر پارے سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ استاذ کو نظام تعلیم میں کلیدی کردار حاصل ہے معلم کو تعلیم کے میدان میں وہی مرتبہ ومقام حاصل ہے جو جڑ کو درخت میں، خوشبو کو پھول میں، روح کو جسم میں اور انبیائے کرام علیہم السلام کو اصلاح انسانیت کے کام میں نصیب ہوا ہے۔ ہمارے سید ومولیٰ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صاف لفظوں میں اپنی بعثت کا مقصد یوں بیان فرمایا۔ ''انما بعثت معلما'' یعنی مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔

المختصر اچھی عمارت کے بغیر اچھی تعلیم ممکن ہے۔ اچھی اور اچھے نصاب کے بغیر اچھی تعلیم ممکن ہے مگر اچھے استاد کے بغیر اچھی تعلیم قطعی ناممکن ہے لہذا تعلیمی نظریات پیش کئے ہیں انہیں درج ذیل عنوانات کے تحت رقم کیا جاتا ہے۔

(الف) معلم کے حقوق ومراتب:

امام احمد رضا خاں اپنے نظام تعلیم میں معلم کو نہایت اعلیٰ وارفع مقام دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک معلم قوم کے معمار

اور محافظ ہیں۔قوموں کا معراج کمال تک پہنچنا ان ہی کے مرہون منت ہے۔امام احمد رضا خاں نے معلم کے حقوق و مراتب کی کئی مقام پر ترجمانی کی ہے۔ایک مقام پر امام احمد رضا خاں ۱۹۸۸ء یوں گویا ہوئے ہیں۔

"پیر و استاد علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے۔وہ مربیٔ بدن ہیں روح، جو نسبت روح سے بدن کو ہے وہی نسبت استاد و پیر سے ماں باپ کو ہے۔" ص ۱۵

موصوف امام (۱۹۸۸ء) مزید فرماتے ہیں۔

"عالم کا جاہل اور استاد کا شاگرد پر ایک ساحق ہے برابر اور وہ یہ کہ:

ا۔اس سے پہلے بات نہ کرے۔(۲) اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے۔(۳) چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔(۴) اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے ساتھ قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ص ۱۲۲۔

مصنف فتاویٰ رضویہ مفکر اسلام امام احمد رضا خان (۱۹۸۸ء) ایک اور جگہ یوں لب کشا ہوئے ہیں۔

"استاد کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازے پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔اگر استاد کسی خلاف شرع کام کا حکم دے تو ہرگز نہ مانے ،مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے۔بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے۔" ص ۱۲۳۔

اچھے استاد کا ملنا رب تعالیٰ کا خاص انعام و احسان ہے۔طالب علم کے لئے نعمت ہے اور طلب علم کے بعد انکار استاد کفران نعمت ہے ملاحظہ ہو اس بابت امام احمد رضا خان (۱۹۸۸ء) کا فرمان۔

"استاد کا انکار کفران نعمت ہے اور کفران نعمت موجب سزا و عقوبت۔۔۔۔۔۔۔۔اگر کوئی صاحب اہل علم ہو کر استاد مربی کا انکار کرے اور
اگر اس شخص نے بلا وجہ شرعی تکبر و عناد کے سبب وہ الفاظ کہے تو ضرور گنہگار اور سخت مواخذہ کا سزاوار۔" ص ۱۲۳۔

یہ اقتباس اس حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے کہ:

استاد کا انکار بہت بڑی ناشکری ہے اس سے علم کی برکات زائل ہو جاتی ہیں۔جس نے اچھا علم سکھایا اگر چہ ایک لفظ ہی پڑھایا اس کی تواضع ضروری ہے۔حدیث پاک میں بھی ارشاد مقدس ہے "جس نے تھوڑے احسان کا شکر نہ ادا کیا اس نے زیادہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔

تو ایک ایسا شخص جو کہ پورے شہر کا استاد ہے اس کا اعجاز و امتیاز امام احمد رضا خان (۱۹۸۸ء) نے یوں متعین فرمایا ہے۔

"علماء سادات کو رب العزت نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام و شرع کا امتثال اور صاحب حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔اللہ عزوجل نے علماء اور جہلا کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی ان کا امتیاز لازم ہے۔اسی مناسبت سے آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال پیش کرتے ہیں کہ ان کی خدمت میں ایک سائل کا گزر ہوا

اسے ایک ٹکڑا عطا فرمادیا، ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا اس بارے میں استفسار پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیش فرمایا۔

''ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو'' ص ۹۹۔

ان دونوں حوالہ جات سے یہ نکتہ اخذ ہوتا ہے کہ علماء واساتذہ کے لئے تعظیما تکریما خصوصی سلوک رکھنا جائز ہے۔

(ب) معلم کے فرائض وذمہ داریاں:

امام احمد رضا خان کے نزدیک ایک معلم کے جو اہم فرائض ہیں ''احمد'' (۲۰۰۱ء) نے انہیں یوں بیان کیا ہے:

(۱) معلم کا فرض ہے کہ طلباء کو جو کچھ پڑھائے حقائق پر مبنی ہو۔ (۲) جھوٹ سے اجتناب کرے جھوٹی باتیں طالب علم کی فطرت پر برا اثر ڈالتی ہیں۔ (۳) معلم کا دل اخلاص ومحبت کی دولت سے سرشار ہو۔ (۴) وطن سے محبت وتعمیر وترقی کی لگن معلم کی گھٹی میں رچی ہوئی ہو۔ (۵) معلم کی شخصیت ایک ماڈل کی سی ہوتا کہ طلباء اس کی پیروی میں منزل پا سکیں۔ (۶) تعلیم کے بارے میں معلم کے نظریات واضح اور مفید ہوں۔ (۷) طلباء میں خودداری اور خود شناسی کا جوہر پیدا کیا جائے۔ (۸) طلباء کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ (۹) وقت کی قدر وقیمت کا احساس دلایا جائے۔ ص (۳۱، ۶۸، ۷۱، ۷۲)

مندرجہ بالا سطور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

تعلیمات رضا کی روشنی میں معلم کو ہر قوم کے تعصب سے بالاتر ہو کر حقائق بیان کرنے ہیں۔ اخلاقی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرنی چاہیئے۔ یہ سچ ہے کہ خلوص اور محبت میں کشش ہے۔ اخلاص اور ایثار کو طالب علم زندگی کے کسی اسٹیج پر بھی نہیں بھلا سکتا مگر بدقسمتی سے آج ہمارے معاشرے میں کاروباری نقطہ نظر غالب آ گیا ہے جس نے استاد اور شاگرد کے مقدس رشتے کو مجروح کر دیا ہے۔ معلم کا یہ فرض ہے کہ وہ اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو۔ وطن کی محبت ایمان ہے۔ معلم کے لئے لازم ہے کہ وہ نظریۂ پاکستان کا حامی ہو

وطن کی محبت اس کے انگ انگ میں رچی ہوئی ہو اور یہی جذبہ وہ اپنے متعلمین کے دل ودماغ میں بھی راسخ کرے۔ وقت کی قدر وقیمت معلم کے لئے از حد ضروری ہے۔ اسے چاہیئے کہ خود وقت کا پابند ہو تا کہ طلباء بھی اس کی تقلید کر سکیں۔

عصر حاضر کا معلم امام صاحب کے متعین کردہ فرائض وذمہ داریوں سے اگر عہدہ برآہ ہو جائے تو وہ دن دور نہیں کہ اس کے شاگردوں میں خالد بن ولید، سلطان صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، محمود غزنوی، اقبال اور قائد اعظم جیسے اعلیٰ صفت واعلیٰ اخلاق کے حامل نوجوان پیدا ہو سکیں۔

رضوی (۲۰۰۱) نے امام احمد رضا خاں کے افکار ونظریات سے حسب ذیل فرائض معلم اخذ کئے ہیں۔

(۱) معلم کا فرض ہے کہ ہر وقت ''قال اللہ قال الرسول'' کی صداؤں کو بلند کرے اور عشق وعرفان کی دولت سے مالا مال ہو۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (۲) طلباء کی اندرونی صلاحیتوں کو صحیح رخ پر استوار کرے۔ (۳) اسلاف کے چھوڑے ہوئے علوم وفنون کو ضائع ہونے سے بچانا اور اپنے تجربۂ تحقیق سے اسے اگلی نسلوں تک منتقل کرنا۔ (۴) رنگ ونسل کا امتیاز کئے بغیر دینی تعلیم کو فروغ دینا۔ (۵) اپنے تجدیدی کارناموں سے قوموں کے مزاج کو بدلنا۔ (۶) علمی انقلاب برپا کرنا تا کہ جہالت ونادانی

کی ظلمتیں کافور ہوں۔(۷) معلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ طلباء کے اندر برے بھلے کی تمیز، باطل سے نفرت اور برائیوں کو مٹانے کا جذبہ بیدار کرے تاکہ وہ معاشرے کے ناپسندیدہ رجحانات کا مقابلہ کرسکیں۔(۸) معلم پسندیدہ عادات واطوار کا حامل ہونے کے ساتھ بلند سیرت وکردار کا بھی مالک ہو۔(ص ۴۱-۵۳)۔

امام احمد رضا خاں نے معلم کو جن اہم ذمہ داریوں اور فرائض سے آشنا کیا ہے۔ اگر آج معلم ان کو عملی جامہ پہنا لے تو استاد اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتا ہے اور متعلمین آج بھی اپنے استاد پر جان ودل نچھاور کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

حکومتی سطح پر اقدامات کی ضرورت ہے کہ ایسے معلم کا تقرر کیا جائے جو علم اور عمل اور تجربہ کی بنیاد پر متعلمین کو زیادہ سے زیادہ دینی اور جدید تقاضوں کے مطابق بہتر تربیت مہیا کرسکے۔

(ج) اساتذہ کرام کے لئے ضابطۂ ہدایات:

فکر رضا کی روشنی میں معلم کے اہم تدریسی تقاضے درج ذیل نظر آتے ہیں۔

(۱) پیشہ ور واعظین کا رول اختیار نہ کیا جائے۔

امام احمد رضا خان پیشہ ور واعظین کے بارے میں اپنا واضح نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ قادری (۲۰۰۱ء) کے مطابق:

"آج کل کم علم بلکہ نرے جاہلوں نے کچھ الٹی سیدھی اردو دیکھ بھال کر حافظہ کی قوت، دماغ کی طاقت وزبان کی طاقت کو شکار مردم کا جال بنایا ہے۔

(۱) اول تو انہیں وعظ کہنا حرام ہے۔(۲) دوم ان کا وعظ سننا حرام ہے۔(۳) سوم وعظ وپند کو جمع مال یا رجوع خلق کا ذریعہ بنانا گمراہی، مردود وسنت نصریٰ ہے۔" (ص ۳۵)۔

(۲) کتب تعلیم کا احترام کیا جائے۔

موصوف امام نے کتب تعلیم کا احترام بھی معلم کے احترام کے ساتھ لازم ٹھہرایا ہے ملاحظہ ہو علی واحمد (۱۹۹۹ء) کا تجزیہ۔

"کتابوں کا احترام دراصل علم کا احترام ہے اور انہی حروف کا احترام ہے جن سے قرآن پاک لکھا گیا۔ ایک استفتاء کے جواب میں امام صاحب فرماتے ہیں:

"ایسے استاد ومعلم جو تخت پر بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور کتب دینیہ قرآن مجید ودیگر کتب دینیہ نیچے ہوتی ہیں۔ وہ معلم اور اس کے ساتھ بیٹھنے میں سب گستاخ ہیں اور اس کو تنبیہ کی جائے اگر وہ نہ مانے تو صاحب مکان پر لازم ہے کہ وہاں سے تخت اٹھا لے اور اس پر متنبہ ہوتا نہ دیکھے تو اسے موقوف کردے۔ بے ادب (نہ کہ شاگرد) کو مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

از خدا خواہم توفیق ادب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بے ادب محروم شد از فضل رب۔۔۔۔۔۔۔(ص ۵۵)

(۳) عبارت کتب میں اپنی طرف سے اضافہ نہ کیا جائے:

براہ سخن پروری اپنی طرف سے عبارت کتب میں چند الفاظ داخل کرکے علماء کرام حتیٰ اساتذۂ عظام خود کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس بابت احمد رضا خان (۱۹۸۸ء) نے فرمایا ہے:

''سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار ومکابرہ ایک کبیرہ، کلمات علماء میں چند الفاظ اپنی طرف سے الحاق کر کے ان پر افترا اور دوسرا کبیرہ، علماء کرام اور خود اپنے اساتذہ کو دھوکہ دینا خصوصاً امر دین میں تیسرا گناہ، یہ سب خصلتیں یہود لعنہم اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

''قال اللہ تعالیٰ: تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون''(ص ۲۵۵)۔

(۴) سزا نہایت احتیاط سے ناگزیر حالات میں دی جائے:

امام احمد رضا خان کے تعلیمی افکار کا نظر عمیق مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کسی پہلو کو بھی ادھورا نہیں چھوڑا (جزئیات تک پر روشنی ڈالی) یہاں تک کہ معلم کے لئے آپ نے ضابطۂ اخلاق مقرر کیا کہ بچوں کو اس قدر سزا دی جائے۔ رضوی (س ن) نے امام صاحب کے ایک قول کو بدیں الفاظ نقل کیا ہے۔

'' زدن معلم کودکاں راوقت حاجت بقدر حاجت محض بغرض تنبیہ واصلاح ونصیحت بے تفرقہ اجرت وعدم اجرت رواست اما باید کہ بدست زنند نہ بچوباں برسہ بارنیفزایند''

ترجمہ: ضرورت کے وقت استاد کا بچوں کو بقدر حاجت پر بڑھاتا ہو یا بلا اجرت لیکن چاہیے کہ ہاتھ سے مارے نہ کہ لکڑی سے اور تین ضربوں سے زیادہ نہ بڑھائے۔''(ص ۱۹)۔

(۵) استاد کو مطلوبہ تعلیمی وپیشہ وارانہ قابلیت کا حامل ہونا چاہئے:

امام احمد رضا خاں اپنے نظریۂ تعلیم میں مقرر وواعظ کے لئے شرط قابلیت مقرر فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) رقمطراز ہیں:

''وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازت اللہ عز وجل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو کافی علم نہ رکھتا ہوا سے وعظ کہنا حرام ہے۔ اور اس کا وعظ سننا جائز نہیں۔''(ص ۳۹۸)۔

اسی ضمن میں سند علم کی فضیلت پر امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) کا تبصرہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''سند کوئی چیز نہیں بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی ان کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی، علم ہونا چاہئے حدیث پاک کی روشنی میں جو بغیر علم کے قرآن کے معنیٰ کہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالے۔''(ص ۷۱)

درج بالا اقتباسات کے تبصرہ کے بعد یہ پوزیشن سامنے آتی ہے کہ امام احمد رضا خاں مفیت ومعلم کی تعلیمی قابلیت کے متعلق واضح نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ یعنی حصول کے لئے ہمیں ایسا معلم چننا ہوگا جو علمی ذوق سے بہرہ ور ہو۔ اپنے مضمون میں ہونے والی نئی نئی تحقیقات نئے نظریات اور رجحانات سے واقف ہو۔ نہ صرف اپنے مضمون کا وسیع اور گہرا علم رکھتا ہو بلکہ دوسرے مضامین خصوصاً متعلقہ مضامین سے بھی واقفیت رکھتا ہو۔

آج ہم پاکستان کی تعلیمی زندگی کا مطالعہ کریں تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے جعلی ڈگریوں کی بھرمار ہے۔ چوبیس سے زیادہ

یونیورسٹیاں ہیں سب کی سب خسارے میں ہیں۔ ماسوائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مفکر اسلام امام احمد رضا خاں کے نظریہ تعلیم پر عمل کیا جائے اور وہ معلم جو اپنے ہاتھوں میں جعلی ڈگریوں کو تھامے بیٹھے ہیں ان کی اسناد پر اعتبار نہ کیا جائے۔ سند کوئی چیز نہیں بہتر ہے سند یافتہ بے بہرہ ہوتے ہیں۔

(۶) متعلم کے ساتھ حسن ومروت:

امام احمد رضا خان اپنے طلباء متعلمین کے ساتھ انتہائی شفقت ومروت کے قائل ہیں جندران (۲۰۰۲ء) کے مطابق:

''امام احمد رضا خاں کے ہاں جو بھی طلباء آتے آپ انہیں اکثر ان کی مرغوب اشیاء فیرنی، شیرینی پکا کر کھلاتے۔ انواع و اقسام کے کھانے سے ان کی تواضع فرماتے۔ بلکہ اکثر کھانوں میں اپنے شاگردوں کی انفرادی پسند کا بھی خیال رکھتے۔ خود مختلف طعام تیار کر کے انہیں پیش کرتے تعلیم میں بھی طلباء سے کسی قسم کی مادی منفعت کی ہرگز امید نہ رکھتے تھے۔'' (ص ۲۲)

یہ پیرا گراف عصر حاضر کے معلمین کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ وہ حرص وطمع دنیاداری سے اپنے دامن کو پاک کریں اور اپنے اندر اخلاص پیدا کریں کیونکہ اخلاص کے بغیر تمام اعمال بے کار ہیں۔ اخلاص کی عملی صورت یہ ہے کہ استاد دن (یعنی پڑھانے کے متعین اوقات) میں متعلمین کو اس قدر سیراب کر دے کہ وہ ٹیوشن پڑھنے پر مجبور نہ ہوں اگر کوئی طالب علم مزید تشنگی محسوس کرے تو اسے بغیر کسی مادی لالچ کے وقت دیا جائے۔

(۷) متعلم کو اس کی استعداد سے باہر علم نہ دیا جائے:

امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) فرماتے ہیں:

''قابلیت سے باہر فتنہ میں ڈالنا ہے اور نا قابل کو مباحث ومجادل بنانا دین کو معاذ اللہ ذلت کے لئے پیش کرنا ہے۔ نبیٔ محترم ﷺ کا فرمان مقدس ہے ''جب نا اہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔'' (ص ۵۹۴)۔

اس اقتباس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ معلم کو تدریسی عمل کے دوران متعلم کی علمی صلاحیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے وہ لیکچر جو متعلم کی تعلیمی استعداد سے باہر ہے کبھی بھی طالب علم کے لئے مؤثر ثابت نہیں ہو سکتا۔

اسی بابت رابرٹ، اے ڈیوس (۱۹۸۶ء) تعلیم کی نوعیت اور شرائط (Conditions of Nature Learning) کے رقمطراز ہیں:

The learning activities selected should be wuthin the capability of ,however that it is an important problem in the learner Experience shows ((page No.434teaching

(د) معلم کے ضروری اوصاف:

تعلیم وتدریس کے عمل میں استاد کی شخصیت اہم کردار ادا کرتی ہے اچھے یا برے تعلیمی نتائج کا انحصار اسی شخصیت کا مرہون منت ہے۔ اگر استاد مختلف اوصاف کا مالک ہوگا تو بچے اس کی تقلید کریں گے۔ امام احمد رضا خان کے نزدیک معلم کو جن اوصاف وآداب کا حاصل ہونا ضروری ہے وہ درج ذیل ہیں:

علی و عبدالقیوم (۱۹۹۱) کے بقول:

(۱) معلم عقائد اسلامیہ سے پوری طرح واقف ہو اور ان پر یقین کامل رکھتا ہو۔ (۲) معلم اثبات حق و ابطال پر قادر ہو جہاں شک پیدا ہو وہاں متعلمین کے ذہن میں اس کا بطلان ثابت کرے۔ (۳) معلم صحیح العقیدہ ہو۔ اس کے اغراض و مقاصد فاسد نہ ہوں۔ (۴) معلم کا دل حب خدا و حب رسول ﷺ سے سرشار ہو۔ (۵) معلم سلامت عقل ہو اور اس کا دل نور ایمان سے منور ہو۔ (۶) معلم اچھے اخلاق اور خصائل حمیدہ کا مالک ہو۔ (۷) معلم کے پیش نظر ہر معاملہ میں خوف خدا عزوجل اور رضائے الٰہی جل جلالہ ہو۔ (۸) معلم طلباء سے مشفقانہ رویہ رکھتا ہو۔ (۹) معلم طلباء کی ذہنی و روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت بھی کراتا ہو۔ (۱۰) معلم علمی ذوق سے بہرہ ور ہو اور اپنے مضمون میں وسیع، گہرا علم رکھتا ہو۔ (۱۱) معلم اپنے اردگرد کے ماحول اور معاشرتی حالات سے واقفیت رکھتا ہو۔ (۱۲) معلم لاریب کتاب قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر سے واقفیت رکھتا ہو۔ (۱۳) معلم طلبا کی انفرادی ضروریات کے مطابق طریقہ تدریس کا استعمال کر سکتا ہے۔ (۱۴) معلم استقامت پسند ہو، اپنی رائے کا اظہار سوچ سمجھ کر کرے پھر اس پر ڈٹ جائے۔

معلم کے ضروری کی فہرست کچھ یوں سامنے آتی ہے۔

اسلامی عقائد سے باخبری۔ حق و باطل کا امتیاز قائم کرنا۔ عقیدہ کی درستی، حب کداور رسول ﷺ طلبا سے مشفقانہ رویہ، ذہنی و روحانی

تربیت کے لئے کوشاں، تنگ نظری سے اجتناب، وسعت مطالعہ، دینی علوم سے شناسائی، جدید طریق تدریس کے استعمال سے آشنائی۔

(ہ) دیگر مسلم فلاسفر سے موازنہ:

امام احمد رضا خان فرماتے ہیں: ''رزق علم میں نہیں رزق تو رزاق کے پاس ہے۔ معلم تعلیم دیتے وقت اپنے پیش نظر ''للّٰہیت'' کا نظریہ رکھے۔ گویا امام صاحب ان اساتذہ کو ناپسند فاماتے ہیں جو پیٹ کے غلام ہیں۔ مسلم مفکر امام غزالی علیہ الرحمۃ بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں، فرماتے ہیں: ''روحانی باپ کسی صلہ کے بغیر رضائے الٰہی کے لئے پڑھانے والا ہو''

جہاں تک طلباء کی تربیت کا تعلق ہے امام احمد رضا خاں تعلیمی عمل میں بچوں کی تعلیم و تربیت کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں، اپ کے نزدیک ''نرم لکڑی جدھر جھکاؤ ادھر جھک جاتی ہے۔''

حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمہ بھی اس سے مماثلت رکھتی رائے دیتے ہیں معلم کا کام بچوں کی روحانی و اخلاقی تربیت ہے معلم صرف معلومات فراہم کرنے والی ایجنسی نہیں بلکہ معمار انسانیت ہے معلم صرف معلومات فراہم کرنے والی ایجنسی نہیں بلکہ معمار انسانیت ہے۔

متعلم مطلوب:

(الف) متعلم علم حقیقی اور اسلامی کردار سے سرشار ہو قادری (۲۰۰۲ء) امام صاحب کی تصنیفات و تالیفات کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

''امام احمد رضا خاں چاہتے تھے کہ قوم کے نوجوان اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضاجوئی کی خاطر (اس نیت سے) وہ تمام جدید قدیم علوم حاصل کریں جس سے اسلام اور عالم انسانیت کا فائدہ ہو۔ مزید آپ طلباء کے نام یہ پیغام ارسال کرتے ہیں کہ عشق رسول ﷺ کے چراغ سے اپنے قلوب کو ہمہ وقت منور رکھو۔ ذکر رسول ﷺ اور اتباع سنت کے نور سے اپنی فکر و عمل کو جلا دیتے رہو اور علم حقیقی کے ہتھیار سے خود کو ہمیشہ مسلح رکھو۔'' (ص ۵)

اس پیراگراف پر تبصرہ کچھ یوں ہے۔

امام احمد رضا خاں کے نزدیک جدید و قدیم علوم کی تحصیل حالات زمانہ کی مجبوریوں کے پیش نظر بہت ہی ضروری ہے۔ امام صاحب واقعی ماہر تعلیم تھے آپ نے قوم کے ہونہاروں کے لئے جو روشن اصول وضع کئے ہیں وہ واقعی تحسین کے لائق ہیں۔ آپ کے نزدیک تعلیم کے حصول کا اصل مقصد رضائے الٰہی عزوجل اور عشق رسول ﷺ ہے۔

(ب) متعلم کے لئے استاد کی تعظیم و تکریم کی ہدایت:

امام احمد رضا خاں دینی علوم کے استاد کو محض استاد ہی نہیں خیال کرتے بلکہ اسے ''نائب انبیاء علیہم السلام'' قرار دیتے ہیں اور شاگرد کو اسے مقام کا لحاظ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے امام احمد رضا خان (۱۹۹۶ء) فرماتے ہیں:

''عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور ﷺ ہے۔ اگر کوئی خلاف شرع بات کا حکم دے تو ہرگز نہ کرے۔ لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ یعنی خدا تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ مگر اس کو نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے۔۔۔۔۔۔ بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الامکان اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے۔۔۔۔۔۔ جس سے اس کے استاد کو ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔ اور اگر اس کے احکام شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے ان کا لزوم اور زیادہ ہو گیا۔ ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے۔''

مندرجہ بالا نثر پارے کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام صاحب کی نظریہ تعلیم کے مطابق استاد کا ہر جائز حکم ماننے میں دیر نہیں کرنی چاہیے، تساہل نہیں برتنی چاہیے۔ زندگی کے کسی اسٹیج پر بھی متعلم کو استاد کے احترام میں کسی قسم کی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے اور نافرمانی سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ بہت ہی بڑی بدبختی ہے۔

اسی ضمن میں رضوی (س ن) نے امام احمد رضا خاں کا حوالہ نوٹ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ہارون رشید بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کسائی علیہ الرحمہ سے محل میں آنے کے لئے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا یہاں پڑھانے نہ آؤں گا۔ شہزادہ میرے مکان پر ہی آجایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کی اچھا وہیں آجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا یہ بھی نہ ہوگا جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز وہاں سے ہارون کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ امام کسائی علیہ الرحمہ ہاتھ پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہوکر سواری سے اترا اور مامون رشید کو کوڑا مارا اور کہا او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں۔ ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے سے ان کے ہاتھ پاؤں دھلا۔'' ص ۱۸۔

یہ تاریخی واقعہ اس حقیقت کی ترجمانی کررہا ہے کہ دنیا میں کوئی شخص کتنے ہی جاہ وحشمت کا مالک کیوں نہ ہو جب تک وہ اپنے استاد کا مؤدت بہ ہوگا بے مراد ہی رہے گا خواہ کوئی بادشاہ ہو یا گداگر۔ متعلم کے لئے استاد کا ادب واحترام بہت ضروری ہے۔ استاد کے ادب واحترام کے بغیر علم وعرفان سے آگہی کا تصع کا ان خیالی ہے۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں:

شاگرد کو استاد سے کسب فیض کے لئے اس کا شکر گزاری ہی رہنا چاہیے کیونکہ استاد کی ناشکری بڑی بھیانک اور زہر قاتل ہے۔ بقول امام احمد رضا خان (۱۹۹۶ء):

''استاد کی ناشکری بڑی بھیانک اور مرض قاتل ہے جس سے علم کی برکت زائل ہو جاتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی وقار ہے۔:

''من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جس نے لوگوں کا شکریہ ادانہ کیا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں:

استاد کی نافرمانی، ناشکری وناقدری باپ کے ساتھ نافرمانی کا حکم رکھتی ہے اس لئے کہا استاد بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔'' ص ۱۱

(ج) متعلم کی مطلوبہ لازمی صفات:

احمد (۲۰۰۱ء) نے نہایت انہماک اور حان کاہی کے ساتھ تعلیمات رضا کی روشنی میں متعلم کی درج ذیل صفات بیان کی ہیں:

(۱) تعلیم کا بنیادی مقصد خدارسی اور رسول شناسی ہونا چاہیے۔

(۲) طلباء میں خودداری وخود شناسی کا جوہر پیدا کریں تاکہ وہ دست سوال دراز کرنے کے عادی نہ بن جائیں اور اپنا یہ جوہر کھو کر معاشرے کے لئے ایک بوجھ اور اسلام کے لئے ایک داغ نہ بن جائیں۔

(۳) طالب علم کے دل میں تعلیم اور متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

(۴) طالب علم کو بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہی عمر بننے اور سنورنے کی ہے۔

(۵) غیر نصابی سرگرمیوں کو پیش نظر رکھا جائے کہ کھیل اور سیر وتفریح طالب علم کے ذہن ودماغ کو طراوت بخشتے ہیں اور طبیعت کو نشاط وانبساط پہنچاتے ہیں جبکہ مسلسل تعلیم سے بچوں کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

(۶) امام صاحب کے نزدیک سکینت خصوصی اہمیت کی حامل ہے یعنی علمی ادارے کا ماحول پرسکون ہو، باوقار ہوتا کہ طالب لعلم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر نہ ہو۔ (ص ۳۱)

درج بالا سطور اس بات کی شہادت پیش کررہی ہیں کہ امام احمد رضا خان کے نزدیک متعلم کے لئے حمیت وغیرت، حرمت، صحبت اور سکینت کا ماحول از حد ضروری ہے جب تک یہ اقدار طالب علم کے دل ودماغ میں اچھی طرح راسخ نہ ہو جائیں طالب علم ترقی کی منازل نہ طے کر سکے گا۔

(د) متعلم کے لئے روحانی تعلیم کی ضرورت واہمیت:

امام احمد رضا خاں اسرار تصوف کے شناور اور لعل شب افروز طریقت تھے۔ آپ راہ سلوک کے لئے مرشد کامل کی

حاجت کو متعلم کے لئے ضروری سمجھتے ہیں اس بابت مصباحی (۲۰۰۰ء) کا بیان ملاحظہ ہو:

''امام احمد رضا خان کے نزدیک تصوف کی منازل مرشد کامل کی نگاہ عنایت اور دستگیری حاصل کرے کیونکہ یہ مسلم ہے کہ تصوف قرآن وسنت ہی کی روشنی اور بحر شریعت ہی کی ایک دل آویز موج ہے۔۔۔۔۔۔۔کامل مرشد کے بغیر طالب علم، علم تو حاصل کرے گا مگر فیضان نظر سے محروم رہے گا۔'' (ص ۲۵)

امام احمد رضا خاں نے عارفانہ نقطۂ نظر سے تصوف کو بڑے دل آویز وارفتگی وشوق اور سوز وساز کے پیرایہ میں رقم فرمایا ہے۔دل ودماغ کی مکمل توجہ سمیٹ کر امام احمد رضا خاں (س ن) کا درج ذیل نثر پارہ ملاحظہ فرمائیے:

''پیر صادق قبلۂ توجہ ہے۔۔۔۔۔۔۔اور قبلہ سے انحراف، نماز کو جواب صاف بانکہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ فرماتے ہیں پھر بھی طالبان وجہ اللہ کو حکم یہی سناتے ہیں کہ حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطر المسجد الحرام۔۔۔۔یہ محل محل تحری ہے۔۔۔۔۔۔اور صاحب تحری کا قبلہ تحری، یاہذا ارباب وفا آقایان دنیا کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے در پر جانا کورنمکی جانتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔؟ سر اینجا، سجدہ اینجا، بندگی اینجا، قرار اینجا۔ پھر احسانات دنیا کو حضرت شیخ سے کیا نسبت عجب اس سے کہ محبت واخلاص پیر کا دعویٰ کرے اور اس کے ہوتے ہوئے ایں وآں کا دم بھرے۔

چوں دل بادلیری آرام گیرد زوصل دیگر کئے کام گیرد
نہی صددستہ ریحان پیش بلبل نخواہد خاطرش نکہت گل (ص ۲۲)

نتیجہ:

مذکورہ بحث کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا خاں نے معلم کے لئے للّٰہیت کو لازم ٹھہرایا ہے۔ آپ کے نزدیک معلم کو اخلاص کی ولت سے مالا مال ہونا چاہیے کیونکہ تمام مجاہدات وعبادات کی اصل اخلاص ہے۔حضرت یحیٰ بن معاذ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اخلاص عیبوں سے عمل کو ایسا جدا کرتا ہے جیسے دودھ گوبر اور خون سے علیحدہ ہوا کرتا ہے۔نام ونمود یا حرص وریاکاری کی جہت سے حاصل ہونے والی شہادت بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں۔

ایک معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتب تعلیم کا احترام کرے، عبارت کتب میں اپنی طرف سے اضافہ نہ کرے، سزا سے اجتناب برتے، متعلم کو اس کی استعداد کے مطابق سیراب کرے، جدید طریق تدریس سے آشنائی حاصل کرکے بچوں کو نئے رجحانات وتیکنیکس متعارف کرائے۔

جہاں تک متعلم کا تعلق ہے اسے اپنے آپ کو علم حقیقی کے ہتھیار سے خود کو ہمیشہ مسلح رکھنا چاہئے۔ کیونکہ ادب واحترام کے بغیر علم وعرفان سے آگہی کا تصور خام خیال ہے۔امام صاحب کے نظریۂ تعلیم کے مطابق طالب علم اس وقت تک ترقی کی منازل نہ طے کرسکے گا جب تک اس میں تعظیم استاد، حمیت وغیرت، حرمت، محبت، تواضع جیسی صفات، اقدار نہ پائی جائیں۔

حوالہ جات:

(۱) احمد، محمد مسعود ڈاکٹر (۲۰۰۱) امام احمد رضا خان کے تعلیمی نظریات، منظر اسلام۔ ماہنامہ معارف رضا۔ صدسالہ جشن دارالعلوم منظر اسلام بریلی نمبر، شمارہ ۳۸، ۳۹، ۴۰، کراچی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (صفحات ۳۱، ۶۸، ۷۱، ۷۲۔)

(۲) اظہر، ظہور احمد ڈاکٹر (۲۰۰۳ء) مولانا احمد رضا خان اور احترام استاد، ماہنامہ نوائے اساتذہ، شمارہ ۵، جلد ۱۴، خصوصی نمبر امام احمد رضا ایجوکیشنل کانفرنس، لاہور: القمر آرٹ پبلیکیشنز (صفحہ ۲۳)

(۳) امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) فتاویٰ رضویہ جلد دہم، کراچی، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا (صفحہ ۴۳۱)

(۴) امام احمد رضا خاں (۱۹۹۴ء) استاد کے حقوق، مرتبہ اقبال احمد اختر القادری۔ لاہور بزم عاشقان مصطفی (صفحہ ۱۱)

(۵) امام احمد رضا (س ن) نقاء السلافۃ فی احکام البیعت والخلافۃ۔ بمبئی۔ رضا اکیڈمی (صفحہ ۲۲، ۲۳)

(۶) جندران، سلیم اللہ (۲۰۰۲ء) امام احمد رضا کا طریقۂ تدریس ماہنامہ معارف رضا شمارہ ۲۶، کراچی۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (صفحہ ۲۱، ۲۲)

(۷) رضوی محمد الیاس (س ن) المعلم والمتعلم کراچی۔ مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر (صفحہ ۱۸)

(۸) افضل محمد و عبد القیوم چوہدری (۱۹۹۱ء) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیمی نظریات وافکار (غیر مطبوعہ مقالہ ایم اے سیکنڈری ایجوکیشن) لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب (صفحات ۱۱۰، ۱۱۱)

(۹) اعلیٰ ذوالفقار واحمد، غلام (۱۹۹۹ء) امام احمد رضا خاں کے تعلیمی نظریات کا جائزہ (غیر مطبوعہ مقالہ ایم اے سیکنڈری ایجوکیشن) لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب (صفحات ۵۵)

(۱۰) قادری وجاہت رسول (۲۰۰۲ء) اپنی بات اداریہ ماہنامہ معارف رضا شمارہ ۴۴ کراچی۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (صفحہ ۵)

(۱۱) مصباحی، مبارک حسین (۲۰۰۰ء) تصوف اور اعلیٰ حضرت ماہنامہ معارف رضا شمارہ مئی جون۔ کراچی۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (صفحہ ۲۰)

(۱۲) psuchology Edu, skinner, charles, (1984) E.P 434prentice Hall of india Limited Delhi.

❖ ❖ ❖

امام احمد رضا! امامِ تصنیف وتالیف

از: مفتی محمد عاقل رضوی
صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشق رسول اکرم ﷺ اور اپنے تجدیدی کارناموں کی وجہ سے شہرۂ آفاق شخصیت کے حامل ہیں۔ اصحاب علم وفضل، عوام وخواص، اپنے بیگانے، سب ان کی عظمت کے قائل اور معترف ہیں۔

پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں ان کی گراں قدر تصانیف سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس عظیم شان کا محقق و مصنف، فقیہ ومحدث صدیوں میں نظر نہیں آتا۔ فقہ وافتاء میں قوتِ استحضار، ندرتِ استدلال، دلائل کی کثرت، فقہاء کے مختلف اقوال میں تطبیق وترجیح ان سب کے ساتھ فضلِ الٰہی وعطائے رسول اکرم ﷺ سے علم وہبی کے دلکش نظاروں نے امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کو اصحاب علم وفضل اور عوام سبھی کا مرجع فتاویٰ بنا دیا۔ بلاشبہ وہ اپنے زمانے کے سب سے عظیم محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ دیگر تمام علوم میں بھی سب سے فائق اور سب کے امام تھے۔

فقہ وافتاء میں امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرۂ امتیاز یہ رہا کہ وہ مسئلہ کی نزاکت، حال وماحول کی ضرورت کے پیش نظر بہت سارے سوالوں کے جواب میں مسئلہ کی شرح وبسط کے ساتھ اس شان سے وضاحت فرماتے کہ مسئلہ دائرہ کا کوئی بھی گوشہ تشنۂ تحقیق نہ رہتا، نہ اس پر مزید کچھ لکھنے کی گنجائش، نہ مخالف کو مجالِ دم زدن۔ اور وہ سائل کے جواب میں ایک مستقل رسالہ کی تصنیف ہوتی جس کو آپ تاریخی نام کے ساتھ موسوم بھی فرماتے۔

"سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" کو ہی دیکھئے یہ امکانِ کذب الٰہی کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب ہے مگر چونکہ علمائے دیوبند وگنگوہ امکان کذب الٰہی کے قائل تھے۔ جیسا کہ انہوں نے براہین قاطعہ میں لکھا اور تقریروں میں بھی ان کا اظہار کرنے لگے تھے ان حالات کے پیش نظر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف مختصر یا متوسط جواب تحریر نہیں فرمایا بلکہ اس جواب کو ایک مقدمہ، چار تنزیہات اور ایک خاتمہ پر مرتب فرمایا اور امکانِ کذب الٰہی کے محال ہونے پر تیس (۳۰) دلیلیں قائم فرمائیں۔ اور فرمایا کہ ان تیس دلیلوں میں پانچ دلیلیں اسلاف سے منقول ہیں، اور پچیس دلیلیں ھادیٔ اجل عز وجل کے فیض ازل سے قلب فقیر پر القا کی گئیں۔

دلیلیں پڑھئے تو پڑھتے رہ جایئے: سطر سطر میں علم وہبی کی جلوہ گری نمایاں طور پر محسوس ہوگی۔ رسالہ کے آخر میں جو تحریر فرمایا، ناظرین اس پر خاص توجہ فرمائیں۔

للہ الحمد والمنہ! کہ آج اس مبارک رسالے، سنت کے قبالے، رنگِ صدق جمانے والے، زنگ کذب مٹانے والے، علوم دینیہ میں

تصانیف فقیر نے سو کا عدد کامل پایا۔

واضح رہے کہ سوال کے جواب میں لکھے جانے والے رسالے کے تصنیف ہونے کی وضاحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے رسالوں کے آخر میں بھی فرمائی ہے۔جیسا کہ ''الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین'' کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سو اسی ہوا۔ اکرم الاکرمین جل جلالہ قبول فرمائے اور فقیر حقیر اور اہل سنت کے لئے دارین میں حجت نجات بنائے آمین۔ حسن اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے بارے میں ہے اور شمار تصنیف میں ایک سو اسی۔ اور اسمائے الٰہیہ میں صفت سمع پر دال اسم پاک ''سمیع'' اس کے عدد بھی یہی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ دونوں تحریریں اس بات کی واضح دلیل بلکہ نص جلی ہیں کہ سائل کا جواب اگر مستقل رسالہ کی شکل پر مرتب ہو، اور مجیب اس کو مستقل نام کے ساتھ موسوم کردے، تو وہ اس کی مستقل تصنیف ہوتی ہے۔ جیسا کہ عوام وخواص سبھی جانتے مانتے ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام سوانح نگار، اعلیٰ حضرت کی تصریح کے مطابق ان تمام رسائل کو بھی تصانیف امام احمد رضا میں شمار کرتے آئے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مولوی رحمٰن علی صاحب نے فارسی زبان میں جو ''تذکرۂ علمائے ہند'' نامی کتاب ترتیب دی، اس میں اعلیٰ حضرت اور تصانیف اعلیٰ حضرت کا تفصیلی ذکر کیا۔ خاص پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تصانیف میں ان کتابوں کو بھی شامل کیا جو کسی سوال کا جواب نہیں اور ان رسالوں کو بھی جو کسی سوال کے جواب میں تحریر کئے گئے۔ مذکورہ بالا اعلیٰ حضرت کی تصریح اور سیرت نگار مورخین کی وضاحت کے بعد اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ تصانیف اعلیٰ حضرت کے وسیع دائرے میں دونوں طرح کی تصانیف داخل ہیں، ہاں یہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف کا ایک اہم حصہ وہ مبارک رسالے ہیں جو سائل کے جواب میں تحریر کئے گئے، اسی حیثیت سے وہ رسائل، فتاویٰ رضویہ، میں شامل ہیں۔ لیکن سائل کا جواب ہونے یا فتاویٰ رضویہ میں شامل ہونے کی وجہ سے ان کی مستقل تصنیف ہونے کی حیثیت ختم نہیں ہوجاتی جیسا کہ مختلف کتابوں کو ایک ساتھ شائع کرنے پر بھی ہر ایک مستقل کتاب، مستقل کتاب، ہی رہتی ہے۔ بلکہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل دلائل و براہین کی کثرت، استدلال کی ندرت کی وجہ سے دوسروں کی ضخیم کتابوں پر فائق اور حاوی نظر آتے ہیں۔

اس لحاظ سے بھی غور کرنا چاہئے کہ عرف فقہاء ومسلمین بھی اس بات کا شاہد ہے کہ فتویٰ کسی خاص نام کے ساتھ موسوم نہیں ہوتا، اگر فقیہ ومفتی اپنا مدلل ومفصل جواب لکھ کر کسی مستقل نام کے ساتھ موسوم کردے تو اس کو، اس کی تصنیف ہی کہا جاتا ہے۔

عصر حاضر کے مشہور مفتی، محقق مسائل جدیدہ حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی اکثر کتابیں جیسے، عصمت انبیاء، شیئر بازار کے مسائل، انسانی خون سے علاج کا شرعی حکم، تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم، اعضاء کی پیوندکاری، فلیٹوں کی خرید وفروخت کے جدید طریقے، آنکھ اور ناک میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے یا نہیں،

نیٹ ورک مارکٹنگ کا شرعی حکم، جدید بینک کاری اور اسلام وغیرہ مجلس شرعی کے سوالات کے جوابات ہیں، حالانکہ عوام وخواص سب انہیں مفتی صاحب کی تصنیف اور مفتی صاحب کو ان کا مصنف کہتے ہیں اور وہ بھی انہیں اپنی تصنیف شمار کرتے ہیں۔

وجہ وہی ہے کہ جب اس کو مستقل نام کے ساتھ موسوم کر دیا گیا تو وہ تصنیف کہلائے گی اور جواب دینے والا مصنف۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اب تک جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف منظر عام پر آئیں ان میں وہ تصانیف زیادہ ہیں جو کسی سوال کے جواب میں تحریر کی گئیں ہیں، اگر چہ ان تصانیف کی تعداد بھی کسی طرح کم نہیں جو کسی سوال کے جواب میں نہیں مثلاً ☐ الفرق الوجیز بین السنی العزیز والوھابی الرجیز۔ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب۔ تمہید ایمان بآیات قرآن۔ دفع زیغ زاغ۔ ابحاث اخیرہ۔ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار۔ برکات السماء فی حکم اسراف الماء۔ قہر الدیان علی مرتد بقادیان۔ الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ۔ مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین۔ اجلی نجوم رجیم بر "ایڈیٹر" النجم۔ مجلی العروس و مراد النفوس۔ القول انجح لاحقاق الحق الصریح۔ اطائب الصیب علی ارض الطیب۔ قانون رویت اھلۃ۔ فوز مبین در رد حرکت زمین۔ الکلمۃ الملھمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ۔ کشف العلۃ عن سمت القبلۃ۔ جد الممتار۔ تاج توقیت۔ البرھان القویم علی العرض والتقویم۔ رسالۃ فی علم الجفر۔ اجلی الاعلام ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام۔ انور والنورق لاسفار الماء المطلق۔ الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان۔ سمع الندریٰ فیما یورث العجز من الماء۔ الظفر لقول زفر۔ المطر السعید علی نبت جنس الصعید۔ عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی۔ قوانین العلماء فی متیمم عند زید ماء۔ الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ۔ مجلی السمعۃ لجامع حدث و لمعۃ۔ انوار المنان فی توحید القرآن۔ انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ۔ ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار۔ النیرۃ الوضیۃ شرح الجوھرۃ المضیۃ مع حاشیۃ الطرۃ الرضیۃ۔ خالص الاعتقاد۔ منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب۔ ماحیۃ العیب بعلم الغیب۔ الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین۔ ھدی الحیران فی نفی الفیٔ عن سید الاکوان۔ الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ وغیرہ یہ وہ تصانیف ہیں جو کسی صریح سوال کے جواب کے طور پر نہیں لکھی گئیں۔

ان شواہد کی روشنی میں تحقیقی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی تصانیف کی تعداد ایک دو یا چند نہیں بلکہ بہت ہے جو دوسرے مصنفین کی زندگی بھر کی تمام تر تصانیف پر بہر اعتبار بھاری ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے ان تصانیف میں وہ رنگِ تحقیق جمایا جو تصنیف و تالیف میں ان کی امامت و سیادت اجاگر و نمایاں کرنے کے لئے کافی وشافی ہے وہ سیکڑوں رسائل الگ ہیں جو سوال کے جواب میں تحریر کئے گئے۔

یہ بھی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمالِ شان کا پہلو ہے کہ ہزاروں مدلل فتاویٰ کے ساتھ آپ کی کثیر تصانیف بھی نوع بنوع ہیں اور شروح اور حواشی اس پر مستزاد۔ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ ہوں یا تصانیف یا شروح وحواشی یہ سب اہل سنت کا وہ قابل افتخار سرمایہ ہے جو کسی بھی دوسری جماعت کے پاس نہیں۔

جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مولانا شاہ محرم علی صاحب چشتی، صدر ثانی انجمن نعمانیہ لاہور کے ۱۰ رسوالوں کے جواب میں جو تفصیلی تحریر ہے اس کا یہ حصہ موقع کی مناسبت سے نقل کیا جاتا ہے:

"نیاز مند کی چار سو تصانیف سے صرف کچھ اوپر سو اب تک مطبوع ہوئیں اور ہزاروں کی تعداد میں بلا معاوضہ تقسیم ہوئیں۔"

اعلیٰ حضرت کی اس تحریر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت بلاشبہ امام تصنیف وتالیف اور امام اہل سنت ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ تصانیف اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عام سے عام تر کیا جائے اور مل جل کر مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترویج واشاعت کی جائے۔ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جو جماعتی شیرازہ بندی میں خلل انداز ہو یا ذہنی الجھاؤ اور انتشار کا سبب بنے۔

واضح رہے کہ مذہب اہل سنت،مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کام کرنے والے تمام افراد قابل قدر اور لائق صد افتخار ہیں، یاد رہے کہ فتنوں کے اس دور میں ہم سب کا ایک ہی علامتی نشان ہے وہ ہے! مسلک اعلیٰ حضرت ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر قائم رہ کر مذہب اہل سنت،مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترویج و اشاعت کا حوصلہ عطا فرمائے آمین بجاہ نبیک الکریم علیہ افضل التحیۃ والتسلیم

❖❖❖

امام احمد رضا اور جنوبی ہند میں ان پر تحقیقی مقالات

از: مولانا عرفان محی الدین قادری ربانی
ریسرچ اسکالر عثمانیہ یونیورسٹی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی پر جنوبی ہند میں چار تحقیقی مقالات پیش کئے گئے، ایک اردو زبان میں پی، ایچ، ڈی بقیہ تین مقالات عربی زبان میں پیش کئے گئے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر عربی زبان میں ہندو پاک میں صرف ایک پی، ایچ، ڈی کا ذکر ملتا ہے۔

(۱) ڈاکٹر شاہد علی نورانی نے پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان سے "الشیخ احمد رضا شاعرا عربیا مع تدوین دیوانہ العربی" پر مقالہ پیش کیا اور انہیں ۲۰۰۴ میں ڈگری تفویض کی گئی، اسی پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹر محمد اسحاق جلالی صاحب نے "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" پر پی، ایچ، ڈی کی ہے لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ عربی زبان میں یا اردو زبان میں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر ہندوستان میں ایک بھی Ph.D عربی زبان میں نہیں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر جنوبی ہند میں جو تحقیقی مقالات پیش کئے گئے ان میں ایک Ph.D کا مقالہ ہے اور تین (M.Phil) ایم فل کے مقالات ہیں۔

(۱) مولانا غلام مصطفی نجم القادری صاحب نے میسور یونیورسٹی سے "امام احمد رضا اور عشق مصطفی پر اپنا مقالہ پی، ایچ، ڈی Ph.D اردو میں پیش کیا اور انہیں ڈگری تفویض کی گئی۔ عربی زبان میں تین (M.Phil) ایم فل کے مقالات پیش کئے گئے جس کی تفصیل یہ ہے (۱) ڈاکٹر سید غوث محی الدین عرف اعظم پاشاہ خانوادۂ موسویہ حیدرآباد کے چشم و چراغ کو شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی سے ڈاکٹر غلام محمد کے زیر نگرانی "الشیخ احمد رضا خاں حیاتہ واعمالہ" پر 1990 میں ڈگری تفویض کی گئی۔

(۲) مولانا محمد مصطفی علی مصباحی تمل ناڈو چنئی کی خانقاہ قادریہ سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے شعبہ عربی نیو کالج ملحقہ مدراس یونیورسٹی سے ڈاکٹر احمد زبیر پروفیسر نیو کالج چنئی تمل ناڈو کے زیر نگرانی "مساہمۃ الشیخ احمد رضا خاں فی الادب العربی" پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ ۲۰۰۱ء میں ڈگری تفویض کی گئی۔

(۳) تیسرا مقالہ مجھ ناچیز محمد عرفان محی الدین کا ہے جو "دراسۃ عن الحواشی للعلامۃ احمد رضا خان علی امہات الکتب فی الحدیث الشریف" پر تحریر کیا گیا یہ مقالہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حدیثی مخطوطات پر پیش کیا گیا۔ پروفیسر محمد مصطفیٰ شریف صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی کے زیر نگرانی تکمیل ہوا ۲۰۰۹ میں ڈگری تفویض کی گئی۔

جنوبی ہند کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں سے تین مقالات عربی زبان میں پیش کئے گئے۔ حاشیہ جد الممتار بھی حیدرآباد ہند سے پہلی مطبع عزیزیہ سے شائع ہوا۔ ۱۹۷۸ء میں راست علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کے زیر نگرانی اسی کی اشاعت عمل میں آئی۔

حیدرآباد کے چند نامور محققین عثمانیہ یونیورسٹی نے اپنے مقالات کئی سیمینار میں پیش کئے ہیں۔

(۱) پروفیسر عبدالمجید نظامی صاحب سابق صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی نے (EFLU-Foreign Languages University) میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر مقالہ پیش کیا۔

(۲) پروفیسر محمد مصطفی شریف صاحب صدر شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی نے گلبرگہ میں ''امام احمد رضا کانفرس'' میں امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت پر اردو میں مقالہ پیش فرمایا۔

(۳) ڈاکٹر شجاع الدین قادری عزیز شعبہ عربی عثمانیہ یونیورسٹی نے سالار جنگ میوزیم میں ''سیرت النبی کانفرنس'' میں ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور سیرت النبی'' پر اپنا مقالہ پیش کیا۔

(۴) ڈاکٹر عماد الدین نے مدراس یونیورسٹی میں علم حدیث کے ایک سیمینار میں ''مساہمۃ الشیخ احمد رضا خاں فی علم الحدیث'' پر اپنا مقالہ عربی زبان میں پیش کیا۔

(۴) محمد عرفان محی الدین نے ابتک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر عربی زبان میں تین مقالات پیش کیا ہے ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور کتب تعریب'' یہ مقالہ عربی میں ایک ترجمہ کے سیمینار میں پیش کیا گیا، دوسرا مقالہ ''ہندو عراقی ادب'' کے سیمینار میں ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علماء عراق'' پر پیش کیا گیا، اس مقالے میں ڈاکٹر رشید عبدالرحمن العبیدی کی تحقیق شدہ کتاب ''قصیدتان رائعتان'' جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عربی اشعار پر مشتمل ہے اور ''شاعر من الہند'' ڈاکٹر محمد مجید السعید کی تصنیف ہے جس میں ''بساتین الغفران'' اعلیٰ حضرت کے عربی دیوان پر بحث کی گئی ہے ''الدولۃ المکیہ'' پر تقاریض لکھنے والے عراقی علماء میں شیخ محمد سعید بن عبدالقادر النقشبندی البغدادی اور الشیخ یوسف عطا البغدادی کے نام ملتے ہیں، ڈاکٹر رشید عبدالرحمن العبیدی اور ڈاکٹر السعید کا تعلق صدام یونیورسٹی عراق سے ہے۔

تیسرا مقالہ ''مساہمۃ الشیخ احمد رضا خان فی علم الحدیث الشریف ومقاومۃ البدع والردعلیہا'' پر پیش کیا گیا۔ یہ سیمینار حدیث شریف سماجی مسائل حل کرنے میں کتنی موثر ہے اسی پر یہ سیمینار منعقد ہوا اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے حدیث شریف کے ذریعہ سماجی مسائل کو حل فرمایا، ہندوستان کے غلط رسوم وبدعات پر اپنی گرانقدر تصنیفات لکھی ہیں۔

❖❖❖

باب چہارم

شعریات

امام احمد رضا اور ان کی نعتیہ شاعری

از: ڈاکٹر غلام مصطفی خان، پاکستان

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمالات، ذہانت و فطانت، طباعی اور دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین اور مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ ہے کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے، شعر و ادب میں بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے اور میرا تو ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اگر صرف محاورات و مصطلحات، ضرب الامثال میں بھی اور بیان و بدیع کے متعلق تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف سے یکجا کر لئے جائیں تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتی ہے ہم یہاں اجمالی طور پر ان کی اردو شاعری کا ذکر کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت چونکہ عالم متبحر اور فاضل کامل تھے اس لئے ان کی اردو شاعری میں بکثرت قرانی آیات کے حوالے آتے ہیں مثلاً:

ورفعنا لک ذکر کا ہے سایہ تجھ پر بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا ترا
انت فیہم نے عدو کو بھی لیا دامن میں عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم
مجرم بلائے آئے ہیں جاء وک ہے گواہ پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
مومن ہوں مومنوں پہ رؤف الرحیم ہو سائل ہوں سائلوں کو خوشی لا نہر کی ہے
فاذ فرغت فانصب یہ ملا ہے تم کو منصب جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا
کرو قسمت عطایا
غنچے مااوحی کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں بلبل سرزہ تک انکی بو سے بھی محروم نہیں
ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو کیا کفایت اسکو اقراء ربک الاکرم نہیں
رحمۃ اللعالمین تیری دہائی رب گیا اب تو مولیٰ بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

اب ایک ہی زمین کے اشعار میں احادیث مبارکہ کا استعمال دیکھئے مثلاً:

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل اس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشر کی ہے
ماؤ شما تو کیا کہ خلیل جلیل کو کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

اعلیٰ حضرت نے تلمیحات بھی بہت استعمال کی ہیں مثلاً ایک ہی غزل میں یہ تلمیحات ملاحظہ ہوں:

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا
میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ جن سے اتنے کافروں کا دفعتہ منہ پھر گیا
کیوں جناب بو ہریرہؓ تھا وہ کیسا جام شیر جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

پھر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہ کوئی ایسی نعت لکھتے جو بے مثل ہوتی چنانچہ ایک نعت انہوں نے صنعت ملمع میں لکھی۔ دراصل ملمع اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک مصرع یا شعر عربی کا ہو اور دوسرا مصرع یا دوسرا شعر فارسی کا ہو۔ اس میں زیادہ سے زیادہ بیس اشعار ہوا کرتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

ملمع مکشوف یعنی جب ایک مصرع عربی میں اور ایک فارسی میں۔ ملمع محجوب یعنی جب ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا فارسی میں لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے ملمع اشعار لکھے ہیں جن میں عربی، فارسی، ہندی (بھاشا) اور اردو چار زبانوں کے الفاظ ہیں:

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

البحر علا والموج طغٰی من بیکس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یا شمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

انا فی عطش و سخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

سبحان اللہ کیسے پیارے اشعار ہیں کہ پڑھنے والا جھومنے لگتا ہے یہ کل دس اشعار ہیں اور مقطع یہ ہے:

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

اس شعر سے ظاہر ہے کہ عقیدت مندوں کی درخواست پر اعلیٰ حضرت نے یہ ملمع لکھا ہوگا پھر ایک غزل محاسبہ نفس کے لئے ہے اور ایسی مرصع ہے کہ جدید اردو شاعری بھی اس پر ناز کرے گی اس کے چند اشعار یہ ہیں:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کو رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیرے مت ہی نرالی ہے

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

پھر پھر کر ہر جانب دیکھوں کوئی آس نہ پاس کہیں
ہاں اک ٹوٹی آس نے ہارے جی سے رفاقت پالی ہے

پھر ایک قصیدہ مرصع بھی ہے جس کے ہر پہلے مصرع کے آخر میں بالترتیب حروف تہجی آتے ہیں مطلع یہ ہے:

کعبے کے بدالدجے تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

یعنی یہاں پہلے مصرع میں ردیف سے پہلے الف ہے اور چند اشعار کے بعد پہلے مصرع کا آخری حرف ''ب'' آتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود

ایسے دو شعر ہیں پھر ''ت'' آخری حرف پہلے مصرع میں آتا ہے:

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

اس ترتیب سے اشعار آخر تک آتے ہیں، ان کے علاوہ صنعت اتصال تربیعی صنعت سوال وجواب وغیرہ کا استعمال بھی ہے اور فارسی کی رباعیوں کے قوافی میں بھی حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے شعری محاسن میں زبان و بیان کی بکثرت خصوصیات ہیں یہاں چند خصوصیات اجمالاً عرض کی جاتی ہیں دوسرے مجموعہ کلام میں تجنیس مماثل 'تجنیس مستوفی'، تجنیس زائد وغیرہ کی بکثرت مثالیں پائی جاتی ہیں ہم آسانی کے لئے ان مصطلحات کو ترک کر کے صرف اس قدر عرض کریں گے کہ اعلیٰ حضرت الفاظ کی تکرار سے بات سے بات پیدا کر دیتے ہیں مثلاً:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

یہاں چھڑکا نمک واں مرہم کافور ہاتھ آیا
دل زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

پھر ایک جگہ تو لفظ کی رعایت سے کتنے مضامین تیار کئے ہیں فرماتے ہیں:

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا — خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا
ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی — آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

حسن تعلیل کی بڑی نادر مثالیں ملتی ہیں مثلاً:

ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے — جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے
دیکھو قرآن میں شب قدر ہے مطلع فجر — یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو
شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور — سجدہ کرواتی ہے کعبہ سے جبیں سائی دوست

اس قسم کی عمدہ مثالیں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً:

دندان ولب و زلف و رخ شاہ کے فدائی — ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول

اس کے بعد اور مشہور قصیدہ ہے جس میں بکثرت محاورات ہیں کچھ اشعار یہ ہیں:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تاج پر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا — ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا — سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

محاورات کی چند اور مثالیں ملاحظہ ہوں:

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ — دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

اعلیٰ حضرت کی شاعری کی یہ چند خصوصیات عرض کی گئیں اگر مزید غور کیا جائے تو اور بھی محاسن نظر آئیں گے لیکن ان تمام محاسن پر غالب ایک چیز ہے اور وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی تعلیم اور ان کا پیام بھی صرف یہی ہے:

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اول گیا آخر گیا

پھر کس بے قراری سے یہ شعر صفحہ قرطاس پر آیا:

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضا تو سامان گیا

❖❖❖

امام احمد رضا اور ان کی میلاد نگاری

از: ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی، پاکستان

مولانا احمد رضا خاں اُردو، فارسی اور عربی زبانوں کے انشا پرداز، خطیب، واعظ، مناظر، فقیہہ، محدث، مفکر، مفسر، مصنف اور مولف تھے۔ شاعری میں بھی کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ اُنھوں نے تقریباً تمام علوم میں علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ 'تجلی الیقین مع تمہید ایمان' ان کا میلاد نامہ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۸۵ء ہے۔ اور ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میلاد نامے میں آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ سے لے کر فتح مکہ تک کے تمام حالات و فضائل پوری وضاحت اور تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں میلاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بھی تمام احادیث و آیات جمع کی گئی ہیں۔ اس میلاد نامے میں چار باب ہیں اور ہر باب کا نام ہیکل تجویز کیا گیا ہے۔

ہیکل اوّل میں آیاتِ جلیلہ ہیکل دوم میں احادیث جمیلہ کا بیان ہے۔ ہیکل دوم کی تابش اوّل میں چند وحی ربانی، تابش دوم میں ارشاداتِ عالیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تابش سوم اور طرقِ روایات حدیث تابش چہارم میں صحابہ کبارؓ کے آثار و اخبار اور اقوال علمائے کتب سابقہ مرقوم ہیں۔ ان سب روایات کو معتبر مستند کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے اور حاشیہ میں ان تمام کتابوں کی وضاحت کردی گئی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے میلادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں نثر کے علاوہ اپنی میلادیہ و نعتیہ شاعری میں بھی جابجا اس موضوع کے حوالے سے کبھی نہ بجھ سکنے والے چراغ روشن کیے ہیں۔ محافل میلاد میں مولانا احمد رضا خاں کا قصیدہ نور ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ ۱۵۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس کے سینتالیس (۴۷) مطلعے ہیں۔ صنائع بدائع، روزمرہ و محاورات، زورِ بیان و برجستگی اور سلاست و روانی اس قصیدے کے نمایاں اوصاف ہیں۔ قصیدے کے مختلف اشعار:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا	صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا	تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا	سر جھکاتے ہیں، الٰہی بول بالا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں	کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
ذرے مہرِ قدس تک تیرے توسط سے گئے	حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

(۱) 'حدائقِ بخشش' کامل، حصہ دوم شبیر برادرز اُردو بازار۔ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۲۔ ۳

مولانا احمد رضا خاں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ اقدس کا جشن مناتے ہوئے اپنے اسی متذکرہ بالا قصیدہ میں ایک لحاظ سے قد

جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین کی تفسیر بیان کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا مطہرہ کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

مصحفِ عارض پہ ہے خطِ شفیعہ نور کا
او سیاہ کارو! مبارک ہو قبالہ نور کا

آبِ زر بنتا ہے عارض پر پسینا نور کا
مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

شمعِ دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

(۲) 'حدائق بخشش' کامل، حصہ دوم، ص ۳۔۴

میلادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اور مقدس موضوع پر سخن آزمائی کرتے ہوئے شاعر کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت بھی ہوتی ہے۔ آدم سے لے کر بے شمار انبیا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کے وسیلے سے اپنے درپیش مصائب و آلام سے رہائی پائی۔ مولانا احمد رضا خاں اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

کنزِ مکتوم ازل میں
درِّ مکنونِ خدا ہو

سب سے اوّل سب سے آخر
ابتدا ہو انتہا ہو

تھے وسیلے سب نبی تم
اصل مقصودِ ہدیٰ ہو

سب بشارت کی اذاں تھے
تم اذاں کا مدعا ہو

سب تمھاری ہی خبر تھے
تم موخر مبتدا ہو

قربِ حق کی منزلیں تھے
تم سفر کا منتہا ہو

سب تمھارے آگے شافع
تم حضورِ کبریا ہو

(۳) 'حدائق بخشش' کامل، حصہ دوم، ص ۳۔۴

شاعر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا کرنا اور اس کی اس قدر دھوم مچانا چاہتے کہ فرش سے لے کر عرش تک غلغلے بلند ہو جائیں اور وہ اس سلسلہ میں کسی مصلحت گوشی کے روادار نہیں ہیں۔ میلاد کے تذکار کو عام کرنے کے لیے مدحت سرائی کا انداز دیکھیے:

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصرِ جوشِ بلا سے جھلملاتے جائیں گے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولا کی دھوم
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

(۴) 'حدائق بخشش' کامل، حصہ اوّل، ص ۵۶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ایک یہودی دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارہ نبی کی پیدائش پر طلوع ہوتا ہے اور اب انبیا میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔ ان سعادتوں کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں یوں مدحت سرا ہیں:

بزم آخر کا شمعِ فروزاں ہوا — نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس — ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں — شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی
لامکاں تک اُجالا ہے جس کا وہ ہے — ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی

(۵) 'حدائق بخشش' کامل، حصہ اول ص ۴۹۔۵۰

رضا بریلوی نے میلادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں شریعت کے تقاضوں کی پاس داری کی تو اسے شہرت دوام اور قبولیت عام نصیب ہوئی۔ اُنھوں نے میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں ان کی شعری انفرادیت اور ندرت خیال، دل کش انداز سے جھلکتی ہے۔ میلاد کے دن کی عظمت وجلالت کے اظہار میں بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں:

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا
تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا — تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

(۶) 'حدائق بخشش' کامل، حصہ اول ص ۱۷

رضا بریلوی کا قصیدہ معراجیہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں قربِ الٰہی زمان ومکاں اور اطراف وحدود کے تعینات اور معراج کے مشاہدات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مترنم اور نشاطیہ آہنگ میں بیان ہے۔ اس میں روانی وتسلسل اور زبان کی لطافت و پاکیزگی ان کی جودت وجدت طبع کی آئینہ دار ہیں۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہماں لیے ہوئے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی، جگہ جگہ نصب آئینے تھے
تجلی حق کا سہرا سر پر، صلوٰۃ وتسلیم کی نچھاور
دورویہ قدسی پرے جما کر، کھڑے سلامی کے واسطے تھے
یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا، نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک، جام و مینا، اُجالتے تھے، کھنگالتے تھے
براق کے نقشِ سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے

مہکتے گلبن، لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے
ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے، چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے
ادھر سے پیہم تقاضے آنا ادھر سے مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت اُبھارتے تھے

(۷) 'حدایق بخشش' کامل، حصہ دوم، ص ۸۶ تا ۹۱

میلاد میں ادب واحترام سے کھڑے ہو کر سلام پڑھنا اس مقدس محفل کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے۔ میلاد نگاروں اور باکمال شعرانے سلام لکھتے وقت اظہارِ عقیدت ومحبت کی صحیح ترجمانی کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں اور ان سلاموں میں بعض تو اس قدر زبان زد خاص وعام ہو گئے ہیں کہ قریباً ہر ذی شعور ان سے بخوبی واقف ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا سلام اُردو زبان کا سب سے زیادہ مقبول سلام ہے۔ یہ سلام ۱۶۷ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کو اتنی شہرت ملی ہے کہ میلاد کی محفلوں، نعت خوانی کے علاوہ بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی مساجد میں تمام اہم تقریبات پر بالخصوص اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد بالعموم اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں کے مشتمل برسراپائے اطہر میں نبی کریم ﷺ سے عقیدت ومحبت اور شیفتگی ووابستگی کی شدت کا اظہار، زورِ بیاں میں علمی وجاہت، مثنوی کی سی روانی اور قصیدوں کا سا شکوہ، ان کی شعری استعداد اور فنی مہارت کا بین ثبوت ہیں۔ سلام کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا سراپا اور عہدِ طفولیت سے لے کر عہدِ نبوت تک کا نقشہ ایسے دل پذیر انداز میں کھینچا ہے کہ آپ ﷺ کی پوری سیرتِ مقدسہ سامنے آجاتی ہے۔ سلام کے چند مشہور شعر ملاحظہ ہوں:

مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی — ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پہ درود — اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود — ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ رفعتِ شمس و شق القمر — نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

(۸) 'حدایق بخشش' (مرتبہ: شمس بریلوی) ص ۴۳۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴

پہلے شعر میں جانِ رحمت اور شمع بزمِ ہدایت کی ترکیبیں اسرار ومعانی کے خزانے ہیں، چھٹے شعر میں فتح باب نبوت اور ختم دورِ رسالت کے الفاظ سے نبوت ورسالت کی پوری تاریخ واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ ساتویں شعر میں نائب دست قدرت

ہونے کے ثبوت میں رجعت شمس اور شق القمر کے مشہور معجزات کی نشان دہی کر کے حجت تمام کردی ہے۔ درج ذیل اشعار میں سراپائے مبارک کی چند جھلکیاں زورِ بیان کے ساتھ دیکھیے:

قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت ظلِ ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام
(سایۂ رحمت)

طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام
(قدِ مبارک)

جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام
(فرقِ اقدس)

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا لکۂ ابر رافت پہ لاکھوں سلام
(گیسوئے مبارک)

لخت لختِ دلِ ہر جگہ چاک سے شانہ کرنے کی عادت پہ لاکھوں سلام
(شانۂ مبارک)

لیلۃ القدر میں مطلع الفجرِ حق مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
(مانگ)

(۹) 'حدائق بخشش' (مرتبہ: شمس بریلوی) متفرق صفحات ۴۳۲ تا ۴۴۶

مولانا کفایت علی کافی اور کئی دیگر میلاد نگاروں نے اس کی تقلید میں سلام لکھے ہیں۔ کافی کے سلام میں بھی مولانا احمد رضا خاں کے سلام کا رنگِ شاعری جھلکتا ہے۔ اُنھوں نے بھی نبی کریم ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے۔ درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں:

خاص محبوب خدا ختم رسالت پر سلام عین رحمت شافعِ روزِ قیامت پر سلام
مبتدا صلِ علیٰ چین جبینِ باصفا نور کی دریائے امواجِ لطافت پر سلام
چشم پر ابرو بعینہ مدہے سورہ صاد کا دونوں ابروئے مُبارک کی شہادت پر سلام
مصحفِ رخسار حضرت مظہرِ انوارِ غیب روئے قدسی مطلعِ صبحِ صداقت پر سلام

(۱۰) دیوان کافی (مولانا کفایت علی کافی) ص ۳۲

مولانا کافی کے سلام میں قافیہ و موضوع کی یک سانیت کے باوجود تقابلی جائزہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا سلام فکری و فنی لحاظ سے کہیں زیادہ موثر ہے جس میں اسرارِ معرفت کے لاتعداد گہرے گراں مایہ بہے چلے آرہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے قصیدہ میلادیہ 'معراجیہ اور سلام کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کے نظم و نثر کے شاہ کاروں میں سوزِ عشق و محبت اوج کمال پر ہے جو ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے اُنھوں نے پیش کیے ہیں۔ ان کے محرکات و عوامل خارجی شواہد نہیں بلکہ داخلی کیفیات و باطنی رجحانات پر مشتمل ہے۔ مولانا کے اس جذبہ صادق کے بارے میں نیاز فتح پوری

لکھتے ہیں:

احمد رضا خاں بریلوی کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والے پر قائم ہوتا ہے، وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا کا اپنے کلام میں انفرادیت کا دعویٰ ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں۔

(ماہنامہ 'ترجمانِ اہلِ سنت'، کراچی، نومبر۔ دسمبر ۱۹۷۵ء، ص ۲۸)

حافظ احسان الحق نے اپنے حج وزیارت کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''مدینہ منورہ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا سلام وہاں کی محافل میلاد میں بڑی عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔'' (ماہ نامہ 'رضائے مصطفیٰ ﷺ' گوجرانوالہ، اپریل ۱۹۱۷ء، ص ۳)

''مولانا احمد رضا خاں کی میلادیہ و نعتیہ توصیف رسول ﷺ کا ہمیشہ زندہ رہنے والا مجموعہ ہے۔'' (ماہ نامہ 'کنز الایمان' لاہور، دسمبر ۱۹۹۱ء، ص ۴)

ان کے اشعار میں شوکت الفاظ، معنیٰ آفرینی، ندرتِ بیان، عجز و فروتنی اور وفورِ عقیدت کی جگمگاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ انھوں نے واردات قلبی کو شعر کی زبان بخشی ہے اور ان جذبات کے اظہار کی بے ساختگی بھی جابجا نظر آتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی ایک تقریر جو میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ہے، 'المیلاد النبویہ فی الالفاظ الرضویہ' کے نام سے دوبار چھپی ہے۔ اس میں مولانا نے نبی کریم ﷺ کے میلاد کے حالات و واقعات مدلل اور مفصل انداز سے بیان کیے ہیں۔ آخر میں سلام دیا گیا ہے۔ اس تقریر کی اشاعت سیّد ایوب علی رضوی کی فرمائش پر ہوئی۔ اس کی ضخامت ۳۲ صفحات ہے۔

'المیلاد النبویہ فی الالفاظ الرضویہ' (احمد رضا خاں بریلوی) مرکزی رضوی کتب خانہ، تاج پورہ، لاہور

❖ ❖ ❖

کلامِ رضا میں

مناقب صحابۂ کرام اور اُمہات المومنین

از : ڈاکٹر عزیز احسن

سید المرسلین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانا شروع کیا تو شرک معاشرے میں مخالفتوں کا ایک طوفان اٹھ گیا۔ لیکن ایسے کڑے وقت میں بھی اللہ کے نیک بندوں نے نہ صرف اللہ کے نبی ﷺ کے لائے ہوئے دین کو قبول کیا بلکہ ہر قسم کی قربانی دے کر دینِ اسلام کی تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے یہاں تک کے پورے حجاز میں دینِ اسلام غالب آ گیا۔ نبی ﷺ کے وہ تمام ساتھی صحابۂ کرام کے لقب سے ملقب ہوئے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یہ مقدس جماعت ہی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد، نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تحفیظ، تدوین اور تبلیغ کی ذمہ دار ٹھہری اور اللہ کی اس منتخب جماعت نے اسلام کی اس نہج پر تبلیغ واشاعت کا کام شروع کر دیا جس نہج پر اللہ رب العزت اور اللہ کے آخری نبی ﷺ نے چاہا تھا۔ آج دنیا میں تقریباً ڈیڑھ ارب مسلمان آباد ہیں اور سب کے سب صحابۂ کرام ؓ کی محنت سے مسلمان ہوئے ہیں اس لیے نبی ﷺ سے سچی محبت کرنے والے تمام مسلمان صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا احترام کرتے ہیں۔ اور اسی لیے شعرائے کرام بھی اپنی شاعری کو اصحابِ نبی ﷺ کے ذکر سے وقیع بناتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے مدحِ رسول ﷺ ہی سے اپنی شعری کائنات میں روشنی پیدا کی۔ اس لیے انھوں نے اللہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے نبی ﷺ کے ذکر کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کے جاں نثاروں کا ذکر بھی اپنے شعری عمل میں شامل کیا۔ سنت اللہ کا ذکر میں نے سورۂ فتح کی آیت کی روشنی میں کیا ہے جس میں اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ ان کے ساتھیوں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

محمد رسول اللّٰہ والذین معہ۔۔۔ الخ۔ ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں۔۔۔ (فتح: ۲۹)

اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر پر براہِ راست گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مختصراً صحابۂ کرام کی اہمیت، ان کی عظمت اور ان کی فضیلتوں کے چند حوالے قرآنِ کریم سے نقل کر دیں تاکہ امامِ اہلِ سنت کے اشعار میں آنے والے تلمیحاتی اشاروں کی تفہیم میں کوئی دشواری نہ رہے۔

سورۂ یوسف کی آیت: ۱۰۸ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ، قف علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔'' (اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ یہ (توحید اور آخرت کی تیاری کی دعوت) میرا راستہ ہے میں (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں بھی دلیل پر قائم ہوں اور وہ لوگ بھی جو

میرے پیرو ہیں)۔"

اس آیت مقدسہ میں "من اتبعنی" سے مراد صحابۂ کرام کی مقدس جماعت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: "صحابہ راہِ ہدایت پر تھے، معدنِ علم تھے، کنزِ ایمان تھے اور اللہ کا لشکر تھے۔" حضرت ابن مسعود نے فرمایا، "جو سنت پر چلنا چاہے وہ مردوں کے طریقے پر چلے۔ صحابہ کا گروہ اس امت میں سب سے زیادہ پاک باطن گروہ تھا، جن کا علم گہرا تھا اور بناوٹ بالکل نہ تھی۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی رفاقت اور اپنے دین کی اشاعت کے لیے ان کا انتخاب کیا تھا۔ وہ راہِ مستقیم پر گامزن تھے۔ تم لوگ انھیں کے اخلاق اور زندگی کے طریقوں کو اختیار کرو اور انھیں سے مشابہت پیدا کرو۔" ☆۱

سورۂ توبہ کی آیت: ۱۰۰ میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھر خٰلدین فیھا ابدا، ذلک الفوز العظیم۔ اور مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں) سب سے آگے اور مقدم ہیں (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہوا یعنی ان کی اطاعت کو اللہ نے قبول کرلیا اور ان کے اعمال کو پسند فرمالیا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے یعنی اللہ کا رب اور مالک ہونا اور اسلام کا ان کے لیے دین ہونا اور محمد ﷺ کا رسول و نبی ہونا انھوں نے اپنے دلوں سے پسند کرلیا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں اپنی اور اسلام کی اور محمد ﷺ کی محبت ڈال دی اور جو دنیوی و اخروی نعمتیں اللہ نے ان کو عطا فرمائیں ان پر وہ راضی ہو گئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ ☆۲

درج بالا آیت میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے رسول ﷺ کی پیروی کرنے میں سبقت لے جانے والے لوگوں سے اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے ان نفوسِ قدسیہ کی پُرخلوص اتباع کو اپنی رضامندی کی سند عطا فرمادی۔ تفسیرِ مظہری میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی نے اسی آیت کی تفسیر میں وہ مشہور حدیث بھی نقل کی ہے جس میں رسول ﷺ نے فرمایا (اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم) ہے کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کی پیروی کروگے، ہدایت یاب ہوگے۔ مصنف علام نے آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۰۷ کا ترجمہ کرتے ہوئے روشن چہرے والے لوگوں کو اہلِ سنت فرمایا ہے۔ ☆۳ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ روئے زمین پر یہی طبقہ ایسا ہے جو اپنے نبی ﷺ کی اتباع کرنے میں عملِ صحابۂ کرامؓ، تابعینِ کرام اور اتباعِ تابعین کرام رحمہم اللہ کا عملی نمونہ پیشِ نظر رکھتا ہے۔ اور بعد کی کسی بھی تحریک کے زیرِ اثر ان نفوسِ قدسیہ پر زبانِ طعن دراز کرنے کی جسارت نہیں کرتا۔ کیوں کہ اس طبقے کے سامنے قرآن و سنت کا مکمل معیار ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت: اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون۔ رسول اللہ ﷺ اور مومن ان آیات پر ایمان رکھتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے رب کی طرف سے ان پر اتاری گئی ہیں) میں المومنون سے مراد وہی مومن ہیں جو اس زمانے میں موجود تھے یعنی صحابہؓ۔ باقی وہ اہل السنہ والجماعت جن کا ایمان صحابہؓ کے ایمان کی طرح ہو ان کا شمول صحابہ کے ساتھ (ذیلی طور پر) ہوجائے گا۔ صاحبِ تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر ترمذی کی وہ معروف حدیث نقل فرمائی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اُمتِ مسلمہ کے تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجانے کی پیش

گوئی فرمائی تھی اور ایک فرقے کے سوا سب کو ناری فرمایا تھا۔ پھر صحابۂ کرامؓ کے استفسار پر ناجی (نجات پانے والا) فرقے کی نشان دہی اس طرح فرمائی تھی، ''جو اس طریقے پر ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ہیں۔'' ☆۴ علامہ کوکب نورانی نے اپنی تصنیف 'نعت اور آدابِ نعت' میں لکھا ہے، مسلکِ حق صرف اہل سنت و جماعت ہی ہے اور 'اہلِ سنت و جماعت' اصحابِ نبوی ﷺ کا لقب تھا۔'' سیّدنا علی اوسط امام زین العابدینؓ کا قول بھی علامہ کوکب نے امام سخاوی اور جناب زکریا کاندھلوی کی کتب کے حوالے سے نقل فرمایا ہے جس کی رو سے اہلِ سنت کی نشانی ہے 'بہت درود پڑھنے والے'۔ ☆۵

مدحِ رسول ﷺ بھی چوں کہ درود شریف ہی کی ایک صورت ہے اس لیے اصنافِ شاعری میں اس متبرک صنف کو اپنانے والے شعرا کی اکثریت اہل سنت والجماعت کے مسلک ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ امام اہل سنت حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی شعری کائنات میں صرف اور صرف مدحتِ رسول ﷺ ہی کی گونج پیدا کی ہے، اس لیے ہر صحیح العقیدہ مسلمان کی طرح سنت اللہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے صحابۂ کرامؓ کا ذکر بھی جا بجا کیا ہے تا کہ محمد ﷺ کے اسوۂ اطہر، آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے اسوۂ مبارک اور تعلیمات پر اللہ و رسول اللہ ﷺ کی کامل پسندیدگی کے لیے جو عملی نمونہ درکار ہے، وہ بھی صحابۂ کرام کی جماعت کے ذکر سے اجاگر کیا جا سکے اور اسلام پر عمل کرنے والوں کی جلائی ہوئی مشعل دست بدست قیامت تک روشن ہوتی چلی جائے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرتؒ اپنے مسلک کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحابِ حضور — نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

ایک موقع پر سنی مسلمان کے وصال کے حوالے سے ایک نیک تمنا دعا بن کر زبانِ قلم پر آئی:

واسطہ پیارے کا! ایسا ہو کہ جو سنی مرے — یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومنِ صالح ملا — فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

ایک جگہ فرماتے ہیں:

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب — تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

چوں کہ اہلِ تسنن ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں اس لیے حضراتِ ائمہ کو بھی خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ، امام حنیفؒ — چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

اصحاب النبی ﷺ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو امام اہلِ سنت نے چشمِ تصور سے دیکھا اور حدیثِ انجم (اصحابی کالنجوم) یاد کر کے آقائے نامدارِ محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس محفل کا نقشہ کھینچا تو انھیں ہر طرف نور ہی نور نظر آیا، فرماتے ہیں:

انجمن والے ہیں انجم، بزمِ حلقہ نور کا — چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

نعت نگاری میں اسوۂ صحابہ کا دھیان آئے تو حضرت حسان بن ثابتؓ کا ذکر لازمی ہو جاتا ہے کہ انھیں ہی یہ فضیلت حاصل رہی ہے کہ حضور ﷺ نے ان کی شاعری سننے کے لیے ان کو منبر پر بیٹھنے کی ہدایت فرمائی اور ان کے لیے آقا ﷺ نے دعا بھی فرمائی۔ اس لیے تمام نعت گو شعرا بالعموم اور امام اہلِ سنت بالخصوص حضرت حسانؓ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

کرمِ نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں　　　　کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسانِ عرب

اسی زمین میں خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب شعر کہا ہے۔اس شعر میں عجمی مسلمانوں اور عہدِ صحابۂ کرام سے اب تک کے عرب مسلمانوں کا جذبۂ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی منعکس ہوتا ہے اور علم بدیع کی کچھ صنعتیں بھی آگئی ہیں:

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسانِ عجم　　　　تیرے بے دام کے بندی ہیں ہزارانِ عرب

اس شعر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں علم بدیع کی صنعتیں مثلاً تجنیسِ تام، صنعت شبہ اشتقاق اور صنعتِ تضاد بھی یک جا ہیں اور شعر میں روانی اور فصاحتِ بیان بھی قائم ہے۔۔۔۔صنعتِ تجنیس تام دونوں جگہ 'بے دام' کے الفاظ کی وجہ سے پیدا ہوئی کہ 'بے دام' ایک جگہ 'بن مول' کے معنی دے رہا ہے اور دوسری جگہ ''بغیر جال'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔اسی طرح 'بندے' اور 'بندی' میں شبہ اشتقاق ہے کیوں کہ یہ دونوں الفاظ بظاہر ایک ہی مادے سے مشتق معلوم ہوتے ہیں لیکن اصلاً ایسا ہے نہیں۔ بندے بندہ عبد) 'غلام' اور بندی (قید و بند) 'قیدی'۔عجم اور عرب میں صنعتِ تضاد کا ظہور ہوا ہے۔☆۶

اس شعر کی معنوی خوبی یہ ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے جذبے کو زمان و مکان کی قید سے آزاد، ہر عہد کا جذبۂ محرکہ بتایا گیا ہے اور اب یہ سچائی ابدالآباد تک اپنی قوت آپ منواتی رہے گی۔

اہلِ سنت و جماعت صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمتوں کے قائل ہیں اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد سے بھی تولائی تعلقِ خاطر رکھتے ہیں اس لیے ان کے اشعار میں برجستہ ان مقدس ہستیوں کا ذکر بھی آجاتا ہے۔اعلیٰ حضرت کے اشعار ملاحظہ فرمایئے:

مولیٰ گلبن رحمت زہرا سبطین اس کی کلیاں پھول
صدیق و فاروق و عثماں حیدر ہر اک اس کی شاخ

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　　　تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانہ نور کا
نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا　　　　ہو مبارک! تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

ان اشعار میں اعلیٰ حضرت نے ریاضِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھلنے والے غنچوں اور پھولوں کے ساتھ ساتھ پودوں اور شاخوں کا بھی ذکر کیا ہے۔حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرما کر قرآنِ کریم کی آیت 'قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین' (مائدہ:۱۵)]بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) اور روشن اور واضح کتاب (قرآنِ کریم) آچکی ہے[۔کی طرف تلمیحاتی اشارہ بھی کر دیا ہے۔پھر نورِ ہدایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسلِ پاک میں بھی منعکس دکھایا ہے اور حضرت عثمان غنی کے 'ذالنورین' ہونے کا شرف بھی واضح طور پر مذکور فرمایا ہے کہ آپ کے حبالۂ عقد میں یکے بعد دیگرے سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحب زادیاں آئی تھیں۔حضرت سیّدہ رقیہ کی علالت کی وجہ سے حضرت عثمان غنی، غزوۂ بدر میں شرکت نہیں فرما سکے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر سیّدہ رقیہ کی تیمارداری کے لیے انھیں مدینے میں رہنے کی تاکید فرماتے ہوئے یہ بھی فرما دیا تھا کہ ''تمھارے لیے اس آدمی کا اجر و ثواب اور مالِ غنیمت میں حصہ ہے جس نے اس غزوہ میں شرکت کی۔'' ☆۷

حضرت سیّدہ رقیہ کی رحلت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی

حضرت عثمانؓ سے کردیا اور فرمایا، ''اگر میرے سو (۱۰۰) بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان کو عثمان (رضی اللہ عنہ) کے حبالۂ عقد میں دے دیتا۔ ☆۸

فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دو جہاں　　　اے مرتضیٰؓ! عتیقؓ! وعمر! کو خبر نہ ہو

اس شعر کی تفہیم میں مجھے دقت کا سامنا تھا کہ میری رہنمائی کے لیے حضرت علامہ کوکب نورانی نے کراچی سے مجھے 'جامع الاحادیث' کے متعلقہ صفحے کی فوٹو نقل ارسال فرمادی۔ اللہ انھیں جزائے خیر دے۔ (آمین)۔ حدیث شریف: ''امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ابوبکر اور عمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں، تمام آسمان والوں اور زمین والوں سے بہتر ہیں، سوا انبیا و مرسلین کے۔ اے علی! تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔''

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: علامہ مناوی نے ''تیسیر'' میں فرمایا، ''اس کے معنی یہ ہیں کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم ان سے نہ کہنا بلکہ ہم خود فرمائیں گے تاکہ ان کی مسرت زیادہ ہو۔'' ☆۹

حضرت رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاعری میں مسلکِ اہلِ سنت کی اس طرح وضاحت فرمائی کہ ان کی شاعری کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری با آسانی اعدائے اسلام کی پھیلائی ہوئی غلط باتوں سے آگاہ ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح اس کی آگہی اس کو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے بدگمان نہیں ہونے دیتی اور اس کے ایمان کی حفاظت کا سامان ہوجاتا ہے:

ترے چاروں ہمدم ہیں یک جان و یک دل　　　ابوبکر، فاروق، عثماں، علی ہے

اس شعر میں تلمیحی اشارہ قرآنِ کریم کی آیت کی طرف ہے جس میں اللہ ربّ العزت نے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے: رحماء بینھم۔ (فتح: ۲۹) آپس میں مہربان ہیں۔

اس آیت کے ہوتے کسی مزید دلیل کی ضرورت تو رہتی نہیں ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے شعر کی صداقت کی گواہی ہمیں تاریخ کی معروضی (Objective) ورق گردانی سے بھی مل جاتی ہے، ان گروہوں سے متعلق اعلیٰ حضرت کے اشعار درج کرتا ہوں جن کی حضرت علی کی کاذب محبت یا صریحاً بغض کی وجہ سے خود حضرت علی نے انھیں رد فرمادیا تھا۔

پہلے یہ دیکھتے چلیے کہ حضرت رضاؔ بریلوی کی حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے الفت کس درجے کی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

درِّ نجف ہوں گوہرِ پاکِ خوشاب ہوں　　　یعنی ترابِ رہ گزرِ بوترابؓ ہوں

درِّ درجِ نجف، مہرِ برجِ شرف　　　رنگِ روی شہادت پہ لاکھوں سلام

مرتضیٰؓ شیرِ حق اشجع الاشجعین　　　ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اصلِ نسلِ صفا، وجہِ وصلِ خدا　　　بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

ان اشعار سے رضاؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حبِ علیؓ کا بھرپور اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ امامِ اہل سنت کی حبِ علی میں نہ تو روافض کی سی افراط ہے، نہ ناصبیوں اور خارجیوں والی تفریط یعنی اعلیٰ حضرت کی محبتِ علی عین اس مسلک کے مطابق ہے جو مسلکِ حقِ اہلِ سنت والجماعت ہے۔

اب وہ اشعار ملاحظہ فرمایئے جن میں ان فرقوں کا ذکر ہے جو غیر معتدل حب علی یا خلافِ حقیقت علی کی مخالفت کا شکار ہوئے:

اوّلیں دافعِ اہلِ رفض و خروج　　چار می رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن، شاہِ خیبر شکن　　پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
ماحیِ رفض و تفضیل و نصب و خروج　　حامیِ دین و سنت پہ لاکھوں سلام
ناصبی را بغضِ تو سوئے جہنم رہ نمود　　رافضی از حبِ کاذب در سقر درآمدہ
اے عدوئے کفر و نصب و رفض و تفضیل و خروج　　اے علوئے سنت و دینِ ہدیٰ امداد کن!

(حضرت علی)

ان اشعار سے صاف ظاہر ہے کہ امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصب (عداوت علی) رفض (کاذب حب علی اور بغض صحابۂ کرام) تفضیل (حضرت علی کو تین خلفاے راشدین پر فضیلت دینا) خروج (حضرت علی سے واقعۂ تحکیم میں مخالفت کرنے والے) سب کے سب حدِ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہونے کے باعث ناقابل قبول ہیں، کیوں کہ ان تمام رویوں کو خود حضرت علی نے ردفرما دیا تھا۔ حضرت علی نے خوارج سے جنگ کی اور ان کا صفایا کر دیا اور روافض کے لیے فرمایا:

"میری محبت میں حد سے گزرنے والا، زیادتی کرنے والا ہلاک ہو جائے گا۔"

آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "علی کی محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔" تفسیر مظہری میں سورۂ حشر کی آیت نمبر ۱۰ (بعد کو آنے والے ان اگلوں کے لیے (دعا کرتے ہیں اور) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان ایمان والوں کے لیے کینہ نہ پیدا کر دینا۔ اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق، رحیم ہیں) کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ مہاجرین و انصار کے بعد والوں سے مراد فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے اور قیامت تک آنے والے مومن مراد ہیں پھر ابن ابی لیلیٰ کا قول لکھا ہے کہ اگر کسی کے دل میں کسی صحابی کی طرف سے کسی طرح کا بغض ہو تو وہ ان لوگوں میں شمار نہیں ہوگا جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ پھر ایک واقعہ فصول (اثنا عشری فرقے کی کتاب) سے نقل کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگ خلفاے ثلاثہ پر نکتہ چینی کر رہے تھے تو حضرت جعفر محمد بن علی باقر نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں شامل نہیں ہو جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے والذین ۔۔۔ (الایہ)، (سورۂ حشر آیت: ۱۰)۔ اس کے بعد صحیفۂ کاملہ سے حضرت امام زین العابدین کی ایک طویل دعا درج کی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں، "اے اللہ! اور رحمت نازل فرما ان لوگوں پر بھی جو بخوبی صحابہ کی پیروی کرنے والے ہوں اور کہتے ہوں، ربنا اغفرلنا ۔۔۔ (الایہ) (اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے ۔۔۔ الخ) ☆۱۰

اسی تناظر میں حضرت علی کو ان تمام مسالک کا دشمن بتایا ہے، چراغِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرارِ بولہبی کی ستیزہ کاری ازل سے جاری ہے۔ اس لیے اعداے اسلام اپنی سازشوں میں کسی حد تک ان مقدس ہستیوں کے درمیان اختلاف کی داستانیں

گھڑنے اوران کوہوا دینے میں کامیاب ہوگئے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ وہ آپس میں مہربان ہیں۔
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: جو شخص میرے بعد زندہ رہا، وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا سوتم پر لازم ہے کہ تم میری اور میرے خلفاے راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوطی سے پکڑے رکھو اور اپنی داڑھیوں اور کچلیوں سے محکم طور پر اس کو قابو میں رکھو اور تم نئی نئی چیزوں سے بچو، کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گم راہی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، مستدرک حاکم، مسند دارمی اور مسند احمد) ☆۱۱

یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت کے علما اور مفکرین و دانشور، نیز شعرا جہاں اصحاب کرام کا ذکرِ جمیل کرتے ہیں انھیں آئینۂ تاریخ پر دشمنانِ اسلام کی ڈالی ہوئی گرد صاف کرنے کے لیے یہ بھی بتانا پڑتا ہے کہ صحابۂ کرام آپس میں شیر و شکر تھے۔ رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی پس منظر میں یہ کہا تھا:

ترے چاروں ہمدم ہیں یک جان و یک دل

اس ضمن میں خلفاے ثلاثہ کے بارے میں صرف حضرت علی کی رائے ملاحظہ فرمالیجیے، مؤلف کتاب، امیر المومنین سیّدنا علی نے شرح نہج البلاغہ لابن میثم جلد چہارم، مطبوعہ تہران کے حوالے سے سیّدنا علی کے مکتوب کے چند جملے نقل کیے ہیں جو شیخین کی عظمت کی گواہی کے لیے کافی ہیں۔ سیّدنا علی سیّدنا امیر معاویہ کو لکھتے ہیں اور اسلام میں سب لوگوں سے افضل جیسا کہ تو نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے خلیفہ ابوبکر صدیق تھے اور پھر اس خلیفہ کے بعد عمر الفاروق تھے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے اور ان کی موت اسلام کے لیے ایک بہت بڑا زخم تھا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمتیں فرمائے اور ان کے اعمال کی ان کو بہترین جزا عطا فرمائے۔'' ☆۱۲

اسی مصنف نے اپنی دوسری تصنیف سیرت عثمان میں قیس بن عباد کی روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، میں نے جنگِ جمل کے روز سیّدنا علی کو یہ فرماتے سنا کہ۔۔۔ ''لوگ میرے پاس میری بیعت کرنے کے لیے آئے لیکن میرا نفس ابا کرتا تھا، بخدا مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جو ایک ایسے شخص کے قتل کی مرتکب ہوئی ہے جس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اس سے حیا کرتا ہوں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میں اس حالت میں بیعت لوں جب کہ عثمان زمین میں دفن ہوئے بغیر شہید ہوئے پڑے ہوں۔'' ☆۱۳

سب سے زیادہ جس مسئلے کو ہوا دی گئی ہے، وہ خلافتِ علی بلا فصل والا مسئلہ ہے جس کے جمہور علما، صلحا اور صحابۂ کرام بشمول حضرت علی کبھی قائل نہیں رہے۔ کیوں کہ خلافت کا مسئلہ تو آں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حدودِ یثرب (جسے ہجرت نبوی علیٰ صاحبہا کے طفیل مدینۃ النبی ﷺ کہلانے کا شرف ملا) میں پہلی مسجد کی بنیاد رکھتے ہوئے ہی اپنے طرزِ عمل سے طے فرما دیا تھا۔ طبرانی نے مسجد قبا کی تعمیر کے حوالے سے جو روایت کی ہے الحمدللہ اس پر کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا ہے۔ مسجدِ قبا کی تعمیر کے لیے نبی ﷺ کریم ﷺ نے اہلِ قبا سے فرمایا:

''یا اہلِ قبا۔۔۔ اے قبا کے لوگو! ائتونی باجحر من ھذا الی حرۃ۔ پتھروں کے اس ڈھیر سے پتھر اٹھا کر لاؤ۔''

فجمعت عندہ احجار کثیرۃ۔ سب نے آپ ﷺ کے پاس بہت سے پتھر جمع کر دیئے۔ و معہ غنزلہ لہ۔

اس وقت آپ کے پاس (نیزہ نما) لکڑی تھی۔ فخط قبلتهم۔ آپ نے سمتِ قبلہ کی نشان دہی فرمائی۔ فاخذ حجرا فوضعه۔ پھر سب سے پہلے خود ایک پتھر اٹھایا اور اسے تعمیر کے لیے رکھا۔"

"ثم قال یا ابوبکر رضی اللہ عنہ خذ حجر افضعه حجری۔۔۔ پھر ابوبکر سے فرمایا ایک پتھر اٹھا کر میرے پتھر کے برابر رکھو! ثم قابل یا عمر خذ حج افضعه الی جانب حجر ابوبکر رضی اللہ عنہ۔۔۔ پھر عمر سے فرمایا: ایک پتھر اٹھاؤ اور اسے ابوبکر کے پتھر کے ساتھ رکھ دو۔"

"ثم قال یا عثمان رضی اللہ عنہ خذ حجرا فضعه الی جنب حجر عمر رضی اللہ عنہ۔۔۔ پھر عثمان سے کہا: اے عثمان تم پتھر اٹھاؤ اور عمر کے پہلو میں رکھ دو۔ ثم قال یا علی رضی اللہ عنہ خذ حجر افضعه الی جنب عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا علی! تم بھی پتھر اٹھاؤ اور اسے عمر کے پتھر کے برابر رکھ دو۔ ثم التفت الی الناس لیضع کل رجل حجرة حیث احب علیٰ ذلك الخط۔ پھر تمام لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا تم سب ان خطوط پر جہاں چاہے پتھر رکھ دو۔" ☆۱۴

یہ واقعہ ہے اسلام میں سب سے پہلے تعمیر ہونے والی مسجد، مسجدِ قبا کا، جس کی تعمیر پہلے ہی دن سے مقبولِ بارگاہِ ربّ العزت ہو چکی تھی اور جس کے بارے میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا تھا: "المسجد اسس علی التقوی من اول یوم۔۔۔ (الایہ) بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ (سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۰۸)

دراصل، مسجد کی تعمیر کے ضمن میں اُمتِ مسلمہ کی تعلیم کے لیے حضراتِ صحابۂ کرام کی فضیلتوں کا ادراک کروانا بھی مقصود تھا۔ اسی لیے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ دنیاوی میں وصال سے صرف چار روز قبل عشا کی نماز پڑھانے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق کا انتخاب فرمایا جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے تک سترہ نمازیں پڑھائیں۔ ان نمازوں میں حضرت علیؓ بھی مقتدی تھے۔ ☆۱۵

اس سے ایک سال قبل ۹ ہجری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی فرضیت کے پہلے سال حضرت ابوبکر صدیق کو امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا تھا اور سورۂ براُت کی ابتدائی آیات کے ابلاغ کے لیے حضرت علی کو مکہ مکرمہ کی طرف بھجوایا تو حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت علی سے دریافت فرمایا: امیر ہو یا مامور؟ اس پر حضرت علی نے جواب دیا تھا، 'مامور ہوں۔' ☆۱۶

حضرت علی نے ایک لمحے کو بھی خود کو خلافت کا حق دار نہیں سمجھا تھا ورنہ وہ حضرت عباس عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر یہ نہ فرماتے، "بخدا اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت (خلافت کے) دریافت کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں لوگ کبھی خلیفہ نہ بنائیں گے۔ بخدا میں تو یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھتا۔" ☆۱۷

پیر طریقت حضرت مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں 'نہج البلاغہ' کا ایک طویل اقتباس نقل فرمایا ہے جو حضرت عمر کے جنگِ عراق میں بنفسِ نفیس شرکت کرنے کے سوال پر حضرت علی کے خطبے پر مبنی ہے۔ اس موقع پر حضرت علی نے امیر المومنین حضرت عمر کو چکی کے قطب کی طرح مرکز پر رہنے کا مشورہ دیا اور فرمایا "ہم (مہاجرینِ اوّلین) منجانب اللہ وعدۂ نصرت دیئے گئے ہیں۔"

سیّد پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ارشاد کی روشنی میں سورۂ نور کی آیت، "وعد اللہ

الذین آمنوا منکم۔۔۔الی الآخرہ۔۔۔(نور:۵۵)''اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے تم میں سے ان لوگوں کو جو باایمان ہیں اور اعمالِ صالح کرتے ہیں کہ البتہ وہ ان کو زمین پر خلیفہ کرے گا۔'' کا حوالہ دیا ہے۔ مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں،''استخلاف، یعنی خلیفہ بنانے کو حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ **یستخلفن** کی نسبت ضمیر ھم کی جانب یعنی جملہ مہاجرین اوّلین کی طرف۔ ☆۱۸

پیر صاحب آگے فرماتے ہیں،''تو آیۃ استخلاف کا مطلب یہ ہوا کہ میں حاضرین سورۂ نور میں سے بعض کو زمین میں دین مرتضیٰ عنداللہ کے قائم کرنے کی قدرت عطا کروں گا کہ وہ لوگ خداداد تصرف وسلطنت، عدالت وتہذیب کی رو سے ادیانِ باطلہ اور شرکِ مطلق کو جس کے من جملہ اقسام ہوا پرستی بھی ہے، بیخ وبن سے اکھاڑ دیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جن کو میں خلافت اور تمکین دینِ اسلام اور بے غمی اور توحید عطا کروں گا، یہ لوگ ہوا پرست نہ ہوں گے اور کسی شے کو میرا شریک نہ بنائیں گے۔ حق سبحانہ تعالیٰ احکم الحاکمین واصدق الصادقین، خلفائے اربعہ کو ہوا پرستی کے دھبے سے پاک اور بری فرماتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ ایسے لوگ جن کا مزکی اور بری کنندہ خود علام الغیوب ہو، کیا وہ اس درجے کے متعصب، ظالم اور ہوا پرست ہو سکتے ہیں؟۔۔۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ ☆۱۹

یہ ہیں چند تاریخی حقایق جن کی روشنی میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام کے تلمیحاتی اشاروں اور احوالِ اصحاب النبی المحترم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اب درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمایئے:

اوّلیں دافعِ اہلِ رفض و خروج — چار می رکن ملت پہ لاکھوں سلام

یہاں اعلیٰ حضرت نے دوسرے خلفائے راشدین کے ذکر کے علی الرغم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے بالخصوص ''چارمی رکنِ ملت'' (خلافت کے چوتھے ستون) محض فاسد عقاید کے ابطال کی غرض سے ہی کہا ہے۔ ابوبکرؓ وعمرؓ، عثمانؓ وحیدرؓ جس کی بلبل ہیں۔ تراسروِ سہی اس گلبن خوبی کی ڈالی ہے:

کلیم ونجی، مسیح وصفی، خلیل ورضی، رسول ونبی — عتیق ووصی، غنی وعلی ثنا کی زباں تمہارے لیے

شیخین ادھر نثارِ غنی و علی ادھر — غنچہ ہے بلبلوں کا یمین و شمال میں

اعلیٰ حضرت کی شاعری میں جو مقام ان کے سلام کو حاصل ہے، وہ ان کے دوسرے کلام کو حاصل نہیں۔ ہر شاعر کے کلام میں شاہکار شعری مرقعے کم کم ہی ہوتے ہیں۔ نعت کی دنیا میں کسی کلام کی مقبولیت کا معیار عمومی شاعری کے معیارِ قبول عام سے مختلف ہوتا ہے۔ نعت کی قبولیت کی ہوائیں مدینے کی طرف سے چلتی ہیں۔ رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کی قبولیت محتاجِ تعارف نہیں۔ اس سلام میں بھی اعلیٰ حضرت نے اصحابِ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ اس شعری شاہکار میں انھوں نے خروج، رفض، نصب اور تفضیلی رویوں سے برأت کا اعلان فرماتے ہوئے، اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک اجاگر کیا ہے،''**الصحابۃ کلھم عدول**''(صحابہ سب کے سب عادل ہیں)۔ ☆۲۰

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں — شیر غران سطوت پہ لاکھوں سلام

پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس — اہلِ بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا — اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام
اُن کے مولا کی اُن پر کروڑوں درود — ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

ان اشعار میں سیّد الشہدا حضرت امیر حمزہ، تمام اصحاب کرام، اہلِ بیت نبوت، بدر کے تین سو تیرہ شریک اصحاب، احد میں شامل جاں نثارانِ رسول ﷺ کے ساتھ ان تمام اصحاب پر بھی لاکھوں سلام بھیجے گئے ہیں جن کی بیعت کرنے کی ادا خود خالقِ کائنات کو پسند آئی، اسی لیے اس بیعت کو بیعتِ رضوان کا نام دیا گیا، "لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ (الایہ) (بے شک اللہ خوش ہوا ان مسلمانوں سے جب کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے)۔ آخری شعر میں ان خوش نصیب اصحاب کا ذکر ہے جن کو دنیا میں جنت کی بشارت ملی تھی۔ ان اصحاب میں چاروں خلفاے راشدین کے علاوہ حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعید، حضرت سعد، حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے اسماے گرامی شامل ہیں۔

حضرت رضا نے خلفاے راشدین کا تذکرہ بالخصوص ایک سے زیادہ اشعار میں کیا ہے:

خاص اس سابق سیر قرب خدا — اوحد کاملیت پہ لاکھوں سلام
سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفیٰ — عز و شانِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل — ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقیں، سیّد المتقیں — چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

امامِ اہلِ سنت نے اہلِ اسلام کی ماؤں کو بھی بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، میں یہاں رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اشعار کا حوالہ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں، اس لیے کہ امت کی تمام مائیں حضور ﷺ کی صحابیات کا درجہ بھی رکھتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق — بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں آیۂ قرآنی کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ "اے اہلِ بیت نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ نے تم سے ناپاکی دور کرنے کا ارادہ کرلیا ہے اور تم کو پاک صاف ستھرا کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔" یہ آیۂ کریمہ امہات المومنین کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اس لیے امام اہلِ سنت نے یہاں اس آیت کی طرف تلمیحی اشارہ کیا ہے۔ لیکن حدیث کی رو سے بھی کچھ لوگ اہلِ بیت میں شمار کیے گئے ہیں، مثلاً (۱) جن پر زکوۃ لینا حرام ہے۔ بنی ہاشم، بنی عباس، اولادِ علی، جعفر، عقیل، حارث کی اولاد۔ (۲) آپ ﷺ کے گھر میں پیدا ہونے والے۔ (۳) آپ ﷺ کے گھر میں آنے جانے والے جیسے زید بن حارثہ، اسامہ بن زید وغیرہم۔ ☆۲۱

جلوہ گیان بیت الشرف پر درود — پردگیان عفت پہ لاکھوں سلام

اس شرف والے گھر میں جلوہ آرا پاک دامن طاہر ومطہر پردہ دار خواتین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی پردہ داری پر لاکھوں سلام ہوں۔ واضح رہے کہ امت کی عام مستورات حجاب اور چادر اوڑھ کر اجنبی مردوں کے سامنے آسکتی ہیں لیکن امت کی

مائیں اس حالت میں بھی مردوں کے سامنے نہیں آسکتی تھیں۔☆۲۲

سیّما پہلی ماں کہفِ امن و اماں　　حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام
عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی　　اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام
منزل من قصب لانصب لاصخب　　ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

ان اشعار میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا ذکرِ جمیل ہے۔ جو پہلی ماں ہیں اور جن کے بطن سے حضور ﷺ کی اولادیں ہوئیں۔ چار صاحب زادیاں حضرت زینب (زوجہ حضرت ابوالعاص بن ربیع)، حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم، (ازواج حضرت عثمان غنی اور حضرت فاطمہ (زوجہ حضرت علی) اور صاحب زادے حضرت قاسم، عبداللہ، طاہر وغیرہم۔ ان پر اللہ کی طرف سے سلام آیا اور جن کے لیے جنت میں ایک موتی کا گھر ہے جس میں شور ہے نہ کوئی تکلیف۔☆۲۳

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی　　اس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ　　ان کی پُرنور صورت پہ لاکھوں سلام
جس میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں　　اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ صدیقہ کے اوپر تہمت لگی اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں آپ کی برأت کا اعلان فرمادیا اور آپ کے دولت کدے میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی بغیر اجازت داخل نہیں ہوتے تھے:

شمع تابان کاشانۂ اجتہاد　　مفتیِ چار ملت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجتہادی نظائر کی طرف اشارہ ہے:

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر　　اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ　　تیغِ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی　　جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوسعید خدری نے روایت کی کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا، ''جس نے عمر سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے عمر کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا۔'' اس حدیث کی روشنی میں ہی اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ عمر کے دشمن پر 'سقر' (جہنم) عاشق ہے۔

زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود　　دولتِ جیشِ عسرت پہ لاکھوں سلام
درِ منثور قرآن کی سلک بھی　　زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدیٰ　　حلہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

یہ تمام اشعار حضرت عثمان غنی ذوالنورین کی منقبت میں ہیں۔ آپ کے مثل زہد و تقویٰ، فیاضی اور سخاوت و دریادلی کا ذکر ہے کہ اسلام پر اپنی دولت نچھاور کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ حضرت عثمان غنی نے ہی قرآنِ کریم کی ایک قرأت اور ایک طرزِ کتابت پر امت کو جمع کیا اور جامع القرآن کہلائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو قمیص ہدایت اور خلافت کی پہنائی تھی،

اس کو آپ نے مفسدین کے جبر کے باوجود نہیں اتارا اور شہادت قبول فرمائی، آپ نے جنت کا لباس زیبِ تن کیا اور اس طرح اپنے آقا و مولیٰ رسولِ اکرم ﷺ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت عائشہ صدیقہ روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عثمان! ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیص (قمیص، جبہ خلافت) پہنائے تو اگر لوگ تم سے اس کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تم ان کی وجہ سے اس کو مت اتارنا۔'' (ترمذی) اور ابن ماجہ۔ ☆۲۴

سلام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی منقبت کے اشعار اسی مضمون میں پہلے درج کیے جا چکے ہیں۔

اس سلام کے ذریعے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم ﷺ کے سراپا مبارک اور آپ ﷺ کی تعلیماتِ مقدسہ کو شعری متن بنایا اور اہتماماً صحابۂ کرام، ازواجِ مطہرات، اولاد و امجاد و عترتِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ اہلِ سنت والجماعت کے ہر مکتبۂ فکر اور فقہی مذہب کے بانی حضرات اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ اولیاے امت کی خدمت میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں، نیز فرمایا:

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں   شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

اس طرح امام اہلِ سنت نے اپنی شاعری کا canvas قرآنی تعلیمات اور سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا کے زمانی اور مکانی پھیلاؤ سے ہم کنار کر دیا ہے اور حبِ رسالت کے دائرۂ نور کو عہدِ نبوی سے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے قلوب تک وسعت دے دی ہے، یوں ماہِ اسوۂ رسولِ گرامی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہِ راست روشنی حاصل کرنے والے ستاروں سے صراطِ ہدایت دیکھنے والی جماعت کی ہر عہد میں موجودگی کا احساس دلا کر دینِ متین کی ابدیت اور عشقِ سرکارِ ابد قرار ﷺ کا استمرار ادبی سطح پر روشن تر کر دیا ہے۔

کیوں، جناب بوہریرہ! تھا وہ کیسا جامِ شیر   جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منھ پھر گیا

اس شعر میں نبی اکرم ﷺ کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ اصحابِ صفہ کے لیے حضور ﷺ کے گھر کا ایک پیالہ دودھ ۷۰ آدمیوں کے لیے نہ صرف کافی ہو گیا تھا بلکہ بھوک کی شدت کے باوجود وہ اتنے سیر ہو گئے تھے کہ ان میں سے کسی نے بھی مزید ایک گھونٹ کی گنجائش اپنے شکم میں نہیں پائی۔ اصحابِ صفہ کی ناز برداریوں کا بھی یہ عجیب پہلو ہے۔

طوالت سے بچنے کے لیے چند اشعار بلا تبصرہ نقل کرتا ہوں:

شیخین ادھر نثار غنی و علی ادھر   غنچہ ہے بلبلوں کا یمین و شمال گل
مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز   اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے   اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انھیں پھیر دی نماز   پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
سعدین کا قران ہے پہلوے ماہ میں   جھرمٹ کیے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

میں نے اختصار کے خیال سے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے صرف چند الماس چن کی معنوی لمعات سے استفادہ کیا ہے۔

نعت حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے قلبی لگاؤ کا اشاریہ بھی ہے اور آپ ﷺ کی پیروی کرنے والے مخلصین ملت سے عقیدت کا ملفوظی اظہار بھی (ہمارے عہد تک آتے آتے اظہار عقیدت بیشتر ملفوظی ہی رہ گیا ہے)۔ شاعری کی دنیا میں لفظ کی حرمت اپنی جگہ لیکن نبی المحترم ﷺ کے تمام اصحاب نے حضور ﷺ کی سچی اور پکی پیروی کو ہی معیارِ مدحت بنایا تھا۔ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عہد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ملفوظی مدحِ رسول ﷺ کے نمونے بھی سامنے رکھے اور ان نفوسِ قدسیہ کی اتباع سیّد الکونین ﷺ کے نقوش بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے شعری عمل (Poetic Work) میں قلبِ مومن کی دھڑکن بھی سنائی دیتی ہے اور ایمانی حرارت بھی محسوس ہوتی ہے۔ جذبے کی صداقت بھی ضوریز ہے اور عقیدے اور عقیدت کے امتزاج کی جاوداں درخشندگی بھی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مدح رسول ﷺ میں اتباعِ رسول ﷺ کا ذکر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو صراطِ عمل دکھانے کے لیے سلسبیل نور کا حکم رکھتا ہے۔ فیضی نے اس خوش بختی پر اللہ ربّ العزت کا شکر ادا کیا ہے کہ وہ (فیضی) پیرو اصحابِ رسول ﷺ ہے۔ میں اپنی بات فیضی کے اسی شعر پر ختم کرنا چاہتا ہوں:

صد شکر کہ ما پیروِ اصحابِ رسولیم
در شرع دگر راہنما را نشناسیم

حوالے اور حواشی

☆۱۔ تفسیر مظہری، جلد ششم، صفحہ ۱۴۹، ناشر خزینہ علم وادب، لاہور
☆۲۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۲۷۲۔۲۷۴
☆۳۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۲۳۲
☆۴۔ ایضاً جلد۔۔۔ص ۱۰۹
☆۵۔ نعت اور آدابِ نعت، کوکب نورانی اوکاڑوی، مہر منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)، کراچی، ص ۹۸، نعت رنگ شمارہ: ۱۱
☆۶۔ علم بدیع سے میری واقفیت واجبی سی ہے، اس ضمن میں حدائقِ بخشش کا مقدمہ ترقیمہ شمس بریلوی اور ڈاکٹر خورشید خاور امروہوی کی کتاب "مقدمۃ الکلام عروض وقافیہ" ملاحظہ فرمائیے...... (عزیز احسن)
☆۷۔ سیرِ عثمان غنیؓ، حکیم محمود احمد ظفر، تخلیقات، لاہور، ص ۱۱۷۔۱۱۸ (بحوالہ صحیح بخاری)۔
☆۸۔ ایضاً ص ۱۱۷
☆۹۔ "جامع الاحادیث" مع افاداتِ مجددِ اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ، جلد رابع، مرکز اہلِ سنت برکاتِ رضا، پوربندر (گجرات)۔
☆۱۰۔ تفسیر مظہری، جلد گیارہ، ص ۲۵۱
☆۱۱۔ امیر المومنین سیّدنا علیؓ، حکیم محمد احمد ظفر، تخلیقات، لاہور، ص ۲۵۷
☆۱۲۔ ایضاً ۱۸۲

☆۱۳۔ سیرتِ عثمان غنیؓ بحوالہ ۷، ص ۴۹۴
☆۱۴۔ بحوالہ نقوش ''رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر''، ص ۳۳۴، (ہشتم)
☆۱۵۔ الرحیق المختوم، مولانا صفی الرحمن مبارک پوری، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ۶۲۷
☆۱۶۔ ایضاً، ۵۹۲
☆۱۷۔ تجرید بخاری شریف، قرآن محل، کراچی، جلد دوم، ص ۳۳۵
☆۱۸۔ تصفیہ ما بین سنی و شیعہ، ص ۲، ۳، سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، بار دوم، گولڑہ شریف، ضلع اسلام آباد، ۱۹۹۳ء
☆۱۹۔ ایضاً، ص ۶، ۷
☆۲۰۔ امیر المومنین سیّدنا علی، ص ۴۱۴
☆۲۱۔ آیۂ تطہیر کے حوالے سے تفسیر مظہری، جلد نہم، ص ۲۵۶، ۲۵۷ نیز کتاب مطالب ہائے سخنِ رضا، ۳۵۷، ملاحظہ ہوں۔
☆۲۲۔ سخن رضا مطالب ہائے حدائقِ بخشش، مولانا صوفی محمد اول قادری رضوی سنبھلی، ص ۳۵۸
☆۲۳۔ ایضاً ۳۶۰
☆۲۴۔ ایضاً، ص ۳۷۳

❖❖❖

کلامِ رضا! کچھ لسانی گوشے

از: ڈاکٹر احمد بدر

شاعری انسانی جذبات واحساسات، کیفیات و واردات، افکار وخیالات اور تجربات ومشاہدات کا منظوم پیرایۂ اظہار ہے۔ مذکورہ بالا عوامل وعناصر ہی کسی شاعر کے کلام میں موضوعات، اصناف، لب ولہجہ اور طرز ادا کا تعین کرتے ہیں جو کیفیت، احساس، فکر، خیال یا تجربہ، شعری پیکر میں ڈھلتا ہے اسی کی مطابقت ومناسبت سے الفاظ کا ڈھانچا تشکیل پاتا ہے اور اسی کی موزونیت پر معنوی گہرائی وگیرائی کا بھی انحصار ہے۔

شاعری کے لئے موضوعات کی کمی کبھی بھی نہیں رہی۔ کوئی موضوع انسان کے کسی جذبے یا کسی احساس کو چھو جاتا ہے۔ کوئی موضوع کسی خاص ذہنی وقلبی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے۔ کوئی موضوع کسی شاعر کے فکر وخیال کو تحریک دیتا ہے۔ کوئی اس کے ذاتی مشاہدے اور تجربے پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ ان موضوعات کا تنوع بھی ہے اور ان کی حد بھی۔ کوئی موضوع ایسا نہیں دکھائی دیتا جو بیک وقت سب کا احاطہ کر سکے۔ شاید شاعری اپنے موضوعات کی اسی تہی دامنی پر خجل رہتی اگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ذات والا صفات دنیائے آب وگل میں تشریف نہ لاتی اور نعت گوئی کا آغاز نہ ہوا ہوتا۔ آپ کی ذاتِ گرامی ایک ایسا موضوع ہے جس سے ایمان کا ہر دعوے دار اپنے جذبوں کی شدت، احساس کی گہرائی، کیفیت کی انتہا، وارداتِ قلبی کی رسائی، فکر کی پرواز، خیال کی بلندی، تجربوں کی وسعت اور مشاہدوں کی ہمہ جہتی کے مطابق جڑا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ بیشتر شعراء نے نعت گوئی کے دامن سے اپنا رشتہ استوار رکھا تاکہ تخلیقی جبلت کی تسکین کے ساتھ ساتھ آخرت میں سرخ روئی کا سامان بھی ہو سکے۔

اس وقت جب اردو میں نعت گوئی عربی اور فارسی کے وسیلے سے آئی، دنیائے ادب میں نعت گو شعرا کے جھنڈے گڑ چکے تھے اور بیشتر اردو شعراء، عربی نہ سہی فارسی شعرا اور ان کے نعتیہ سرمائے سے بخوبی واقف تھے۔ خود ہندوستان میں فارسی نعتیہ ادب کافی وقیع تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نعت گوئی یہاں اردو کے اولین دور سے ہی رائج ومقبول ہو گئی۔ اردو کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں خالص نعت گو شعرا اور جز وقتی نعت گو شعرا کی اچھی خاصی تعداد دکھائی دیتی ہے۔ اور اس میں ہر روز اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ لیکن اس مجمع کثیر میں بھی ایک شاعر اپنے حسن اسلوب، طرز ادا، زور بیان، اظہار عقیدت، وفور عشق اور ندرت زبان کی وجہ سے نمایاں اور ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔

امام احمد رضا خان رضا بریلوی

اردو نعت کے تین نمایاں رنگ ہیں: عقیدہ، عقیدت اور فن۔ کچھ نعتوں میں صرف عقیدۂ رسالت اور حضور کی ذات بابرکات کی جلوہ آرائی ہے۔ کچھ نعتوں میں صرف اور صرف اظہارِ عقیدت ہے۔ کچھ نعتیں محض اظہارِ فن کی مثالیں ہیں۔ اردو کے نعتیہ سرمائے کو کھنگال جائیے آپ کو ایسی مثالیں خال خال ہی ملیں گی جہاں عقیدہ، عقیدت اور فن تینوں ہم آہنگ ہوں۔ حضرت

رضا اس معاملے میں استثنائی حیثیت کے حامل ہیں جن کی نعتوں میں ان تینوں رنگوں کی ہم آہنگی ایک عام سی بات ہے، یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔ ؎

پل سے گزارو راہ گزر کو خبر نہ ہو جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو
واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
آسماں خوان، زمین خوان، زمانہ مہمان صاحب خانہ لقب کس کا ہے، تیرا تیرا

یہ اور ایسے سیکڑوں اشعار اس ہم آہنگی کی بہترین مثال ہیں، لیکن صرف اسی معاملے میں نہیں ایک اور سطح پر کلام رضا میں ہم آہنگی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ یہ ہے لسانی ہم آہنگی۔ عربی و فارسی زبانوں پر ان کی قدرت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ان کا بڑے سے بڑا مخالف بھی نہیں کر سکتا۔ عربی و فارسی کلام سے قطع نظر ان کا اردو کلام بھی بے تکلفی کے ساتھ استعمال ہوئے عربی و فارسی الفاظ کی تفہیم کے لئے لغت دیکھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اور یہ ان کی علمیت کا تقاضا بھی ہے۔ حیرت تب ہوتی ہے جب بریلی کے اطراف میں رائج روہیل کھنڈ کی مقامی زبان بھی عربی و فارسی سے ہم آہنگ دکھائی دیتی ہے۔ اس کی بہترین مثال ان کی چار زبانوں والی مشہور زمانہ نعت ہے جس کے یہ ٹکڑے ایک وجد آفریں تاثر پیدا کرتے ہیں۔

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی
تورے چندن چندر پرو کنڈل برکھا ہارے رم جھم، رجھم جھم
مورا جیرا لرجے درک درک جب یاد آوت موہے کر نہ پڑت
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مورا تن من دھن سب پھونک دیا

مقامی زبان، رنگ اور آہنگ کی فنکارانہ آمیزش کی ایک اور مؤثر مثال ملاحظہ ہو ؎

سونا جنگل، رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں، یاں وہ چور بلا کے ہیں تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے، یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا ہائے مسافر دم میں نہ آنا، مت کیسی متوالی ہے
جگنو چمکے، پتہ کھڑکے، مجھ تنہا کا دل دھڑکے ڈر سمجھائے کون پون ہے یا آگیا بیتالی ہے
بادل گرجے، بجلی تڑپے، دھک سے کلیجہ ہو جائے بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے
دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

مولیٰ میرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

ایک ہی نظم سے لئے گئے یہ چند اشعار کلام رضا کے لسانی رویہ کی وضاحت کر جاتے ہیں۔ بدلی، رکھوالی، کاجل، گٹھڑی، ٹھگ، مت، متوالی، پون، اگیا، بیتالی، بھیانک بن، بس کی گانٹھ وغیرہ کے استعمال کے ساتھ ساتھ چوروں کی رکھوالی ہونا، آنکھ سے کاجل چرانا، گٹھڑی تاکنا، نیند نکالنا، دم میں آنا، پتہ کھڑکنا وغیرہ محاورے جس بے تکلفی اور روانی سے نظم ہوئے ہیں ان کی مثال ملنی مشکل ہے۔ مقطع میں گواہ صفائی اور اقبالی ڈگری کو بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

ایک اور نعت کے چند اشعار خط کشیدہ الفاظ کے ساتھ دیکھیں تو ہم آہنگی کی خوب صورت مثالیں دکھائی دیں گی۔ ؎

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام — خوبی انہی کی جوت سے شمس و قمر کی ہے
آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر — ہاتھی ڈوباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے
دنداں کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب — ندی گلے گلے مرے آب گہر کی ہے
ڈوبا ہوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے — جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے
گھڑیاں گنی ہیں برسوں کی یہ سگھڑی پھری — مرمر کے پھر یہ سل مرے سینے سے سرکی ہے
کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن — یہ رشک آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر — جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
باب عطا تو یہ ہے، جو بہکا ادھر ادھر — کیسی خرابی اس نگھرے در بدر کی ہے

ان اشعار میں ہاتھی ڈوباؤ، سگھڑی، سجیلی، انیلی، پی، سہاگن، کنور وغیرہ الفاظ کا برجستہ اور برمحل استعمال دیدنی ہے او بے گھر، بے راہ، خانہ خراب وغیرہ کے مفہوم میں 'نگھرے' کی تو داد دینی مشکل ہے، بحولہ بالا اشعار میں 'جھالا برسنا' بھی استعمال ہوا ہے، یہ کلام رضا میں اس کے علاوہ بھی موجود ہے ؎

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر — کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

اسی سے ملتا جلتا ایک اور محاورہ ''حدائق بخشش'' کے صفحات پر موجود ہے، وہ ہے بھرن پڑنا ؎

پڑتی ہے نوری بھرن امڈا ہے دریا نور کا — سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے ریلا نور کا

ان دونوں محاوروں سے محظوظ ہونے کے لئے دونوں کے معانی کا فرق ضرور سمجھنا چاہئے۔ جھالا یعنی وہ زور کا چلتا ہوا مینہ جو زمین کے کسی قطعہ پر برسے اور کسی قطعہ پر نہیں۔ اور 'بھرن' وہ زور کی بارش جو دم بھر میں جل تھل بھر دے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شاعر نے یہ الفاظ یوں ہی نہیں نظم کر دیئے ہیں وہ ان کی معنوی تہہ داریوں سے بخوبی واقف ہیں۔ بر سبیل تذکرہ بارش کی ایک اور قسم ملاحظہ ہو ؎

خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

کہنے کی ضرورت نہیں اس 'چھینٹے' کا 'چھینٹا' بھی اردو کے بہت سے بڑے بڑے غزل گو شعرا کو نصیب نہیں ہوا۔ بارش کی ایک اور قسم چھینٹے سے بھی ہلکی ہے۔ کلام رضا میں اس کی جھلک دیکھئے ؎

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر

پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

عموماً کسی کی زبان دانی اور زبان پر گرفت کے لئے محاوروں کے استعمال کو ہی پیمانہ بنایا جاتا ہے۔ رضا بریلوی کی بامحاورہ زبان کے چند نمونے پیش ہیں۔

منہ دیکھنا، نظروں پہ چڑھنا : تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوار تیرا

دل میلا کرنا : تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کی دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

منہ تکنا : کس کا منہ تکیے، کہاں جائیے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

راج کرنا، باج لینا : راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

نمک چھڑکنا : دل اعدا کو رضاؔ تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

بول بالا ہونا : ورفعنا لک ذکر کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا

الٹے پاؤں پھرنا : دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

کھیل بگڑنا، کھیل سنوارنا : بگڑا جاتا ہے کھیل مرا
آقا آقا، سنوار آقا

پلہ ہلکا ہونا : ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ
بھاری ہے ترا وقار آقا

ہوا بتانا : نام مدینہ لے دیا، چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی، کیوں!

طوطا اُڑ جانا : باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرتی
دیکھ اُڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

دُھونی رَمانا : اے دل یہ سلگنا کیا، جلنا ہے تو جل بھی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

چھاؤنی چھانا : دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاؤنی حشر ہی آ نہ جائے کیوں

محاورہ دانی ایک چیز ہے لیکن اصل کمال تو محاورہ سازی ہے عام شاعر یا اہل زبان اس کی ہمت نہیں کرتا۔ یہ حق بھی کسی مجدد کو ہی پہنچتا ہے کہ وہ اپنی فکر رسا، قادر الکلامی اور صناعی سے نئے نئے محاورے ایجاد کرے۔ کلام رضا کے مطالعہ کے دوران مجھے محاورہ سازی کی بھی بیسیوں مثالیں دکھائی دیں۔ چند ملاحظہ فرمائیں:

بائیں رستے جانا (غلط راہ یا پرخطر راہ پر جانا):

بائیں رستے نہ جا مسافر سن مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

گٹھڑیاں کسنا (سفر کی تیاری کرنا) :

ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو ٹھہرو گٹھڑیاں توشہ امید کی کس جانے دو

گٹھری باندھنا کا استعمال اردو شاعری میں ہے اور یہ محاورہ لغات میں بھی موجود ہے لیکن گٹھڑیاں کسنا کہیں میری نگاہ سے اس سے قبل نہیں گذرا۔

گما دینا (بے خبر کر دینا) : ایسا گما دے کہ ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

ایک جگہ انہوں نے گم ہونے کے معنیٰ میں ''گمنا'' بھی استعمال کیا ہے

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا لمعہ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

من مانتی مانگنا : مانگ من مانتی منہ مانگی مرادیں لے گا
نہ یہاں نا ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا، کیا ہے

نیند نکالنا : نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر، تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے

یہ بھی توجہ طلب ہے کہ راہ کھوٹی کرنا یا ہونا تو رائج ہے لیکن منزل کھوٹی ہونا بھی ایک ندرت ہے۔

باڑا بٹنا (خیرات بٹنا) : صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

کچا کرنا : نسخ ادیاں کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کر لیا کچا علاقہ نور کا

صاحب فرہنگ آصفیہ'' نے حالاں کہ 'کچا' کے ذیل میں ''غیر سرکاری کاغذ، اسٹامپ کا نقیض جیسے کچا کاغذ۔'' لکھا ہے لیکن کچا کرنا کے چار معانی لکھنے کے باوجود وہ معنیٰ نہیں لکھا جو اس شعر سے برآمد ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ محاورہ ان کی نظر

سے نہیں گزرا تھا۔

ٹھوکر پہ ڈالنا : تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

فرہنگ آصفیہ میں ہی ٹھوکر کے ذیل میں گیارہ محاورے درج ہیں لیکن ٹھوکر پہ ڈالنا نہیں ہے۔

دھارے چلنا : دھارے چلتے ہیں عطا کے، وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے، وہ ہے ذرہ تیرا

واضح ہو کہ تارے کھلنا لغات میں ہے لیکن دھارے چلنا کہیں دکھائی نہیں دیا۔

دعویٰ پہنچنا : بحر و بر، شہر و قری، سہل و حزن، دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

دعویٰ باندھنا اور دعویٰ جمانا وغیرہ لغات میں دستیاب ہے۔ دعویٰ پہنچنا بول چال میں رائج ہے ہر شخص اس کا مفہوم سمجھ سکتا ہے لیکن لغات اس سے خالی ہیں۔

نور چھننا : حرم، طیبہ و بغداد، جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری، نور ہے چھنتا تیرا

نور جھلکنا لغات میں موجود ہے نور چھننا نہیں ہے۔

گردن میں ڈورا ہونا (رشتہ ہونا، تعلق ہونا) :

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

دام کھرے کرنا یا ہونا لغات میں مل جائے گا مگر دام نقد ہونا ایجاد رضؔا ہے۔

کلیجہ چرنا اور مرضی پانا : تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی، مہ کا کلیجہ چر گیا

یہ دونوں ہی محاورے لغات میں موجود نہیں۔

چہرا لکھانا: فخر آقا میں رضا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرا تیرا

چہرا لکھانا تو کہیں نظر نہیں آیا لیکن چہرہ کا ایک معنی یہ بھی ملا۔ ''حلیہ، ملازموں کے خال وخط جو دفتر ملازمت میں لکھے جائیں۔'' یہ معنی اس محاورے کا مفہوم واضح کرتا ہے اور شعر کا حسن عیاں ہوجاتا ہے۔

یہ اشعار رضؔا بریلوی کے لسانی رویہ کی بھرپور وضاحت کے لئے کافی ہیں پھر بھی کچھ الفاظ اور ان کا، شعر میں فنکارانہ استعمال ایسا ہے کہ ان کا ذکر کئے بغیر تشفی نہیں ہوتی۔

باعلانات: صدقہ پیارے کی حیا کا، کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے، لجائے کو لجانا کیا ہے

بورا (دیوانہ، باؤلا) : عاقلو ان کی نظر سیدھی رہے
بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا

چہچہا (خوش الحانی، خوش آوازی): ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز
چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

دھان پان : بار جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجہ شق ہوا
یوں تو یہ ماہ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

کڑوڑا (وہ شخص جو عاملوں اور محصلوں پر خیانت کی نگرانی کے واسطے کوئی حاکم مقرر کرے۔ افسروں کا افسر، حاکموں کا حاکم۔ بڑا عہدیدار، جس کے ماتحت عہدیدار بھی ہوں۔ فرہنگ آصفیہ۔

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے، کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

غرض یہ کہ اپنی عالمانہ شان اور تبحر کے باوجود ان کا رشتہ دیس کی مٹی کے ساتھ استوار ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ 'دیس' کا لفظ بھی کلام رضا میں بار بار آتا ہے ؎

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے
ارے بدفال بری ہوتی ہے دیس کا جنگلا سنانے والے

ملحوظ رہے کہ دیس ایک ہندی راگ کا بھی نام ہے اور جنگا بھی گانے کا ایک مقامی طرز ہے۔ اسے ذہن میں رکھ کر یہ شعر پڑھئے تو میری باتوں کو مزید تقویت ملے گی ؎

حور جناں ستم کیا، طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

یہ قانون فطرت ہے کہ جس درخت کی جڑیں جتنی گہرائی تک جاتی ہیں اس کی شاخوں کو اتنی ہی بلندی حاصل ہوتی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ کلام رضا کی عظمت و اہمیت اور بلند معیاری کی بڑی وجہ شاعر کا اپنی مٹی کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور یہ تعلق اردو کے کم شاعروں کو نصیب ہوا ہے۔

❖❖❖

سلامِ رضاؔ کے دو باغوں کی سیر

از: ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

سارے سال اور خاص طور پر ماہِ ربیع الاوّل میں برِ عظیم جنوبی ایشیا کی مسلمان بستیاں "مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی صداؤں سے گونجتی رہتی ہیں۔ یہ صدائیں مسجد و محراب سے اُبھرتی ہیں، گھروں کے آنگنوں میں، آوازوں کے غنچوں میں یہی نغمہ سنائی دیتا ہے، ذکرِ رسولِ کریم ﷺ کی محفلوں میں اسی سلام کے الفاظ سے چراغاں ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ ہماری زبان کا مقبول ترین سلام ہے اور عام طور پر اس سلام کی ادائیگی کے وقت کسی قسم کی کوئی فقہی قباحت یا اختلاف ذہنوں میں نہیں ہوتا۔ اس قبولِ عام کو شاعر کے کلام کے محاسن سے نہیں بلکہ اُس کے خلوص اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستگی کا نتیجہ قرار دینے کو جی چاہتا ہے اور اسی سلام کے اثرات کی جھلک حفیظ جالندھری، مولانا ماہر القادری، جگن ناتھ آزاد، منور بدایونی، وحیدہ نسیم اور حنیف اسعدی وغیرہ کے سلاموں میں نظر آتی ہے۔ آواز کے یہ دائرے وقت کے سمندر میں پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ بیس ویں صدی عیسوی کی بڑی مدت اس سلام کی مقبولیت کی شاہد ہے اور اب اکیس ویں صدی عیسوی میں اردو دنیا کی حدود کی توسیع کے ساتھ اس سلام کی صداؤں نے نئے علاقوں کو مسخر کر لیا ہے۔ اردو بولنے والوں کی کاہلی، علم بے زاری اور مختلف وجوہ کی بنا پر دشمنی کے باوصف اردو کے اس قبولِ عام کے اسباب میں سب سے قوی سبب اس زبان میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا ذکرِ مسلسل ہے۔

سلامِ اردو نعت اور اردو مرثیہ کی ذیلی صنف کا درجہ رکھتا ہے۔ ان دونوں اصناف کا گہرا رشتہ ہمارے معاشرے، ثقافت اور اندازِ زیست سے رہا ہے۔ اردو میں حمدیہ اور نعتیہ رُباعیوں کا سلسلہ مجالسِ محرم سے وابستہ ہے۔ انیس اور دبیر اپنی مرثیہ خوانی کا آغاز انھیں رُباعیوں سے کرتے تھے۔ اردو مرثیے میں واقعاتِ کربلا بیان کیے جاتے تھے۔ محرم کی تاریخوں کا خیال رکھا جاتا اور مختلف تاریخوں میں اُن کی مناسبت سے واقعات پیش کیے جاتے۔ مرثیے بالعموم خاصے طویل ہوتے تھے۔ اس لیے جذبات کے ارتکاز کے لیے سلام سے کام لیا جاتا۔ کربلا سے متعلقہ جذبات کے بیان میں غزل کی اشاریت کی مدد سے آفاقیت پیدا ہو جاتی اور کربلا کا رشتہ ہر دور کی تاریخ سے جڑ جاتا۔ سلام کے چند اشعار سے میری بات کی وضاحت ہو سکے گی:

جوش ہم ادنیٰ غلامانِ علیِ مرتضیٰ
تمکنت سے پیش آتے ہیں جہاں بانی کے ساتھ

(جوش ملیح آبادی)

کچھ بریدہ بازوؤں والے نے لکھی ریت پر
کچھ کہانی کہہ گیا اک بے زبانِ کربلا

(افتخار عارف)

نعت گوشعرا نے نعت کے آداب اور قرینے، قرآن حکیم، احادیثِ نبوی اور صحابۂ کرام کی نعتیہ شاعری سے سیکھے ہیں۔
قرآن حکیم بہ عنوانِ جلی اور بہ عنوانِ خفی ذکرِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے۔ احادیث میں مرتبۂ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلو پیش کیے گئے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منبرِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نعت پڑھنے کا شرف حاصل ہوا اور صدیوں سے حسان رضی اللہ عنہ کا نام دبستانِ نعت کا درجہ رکھتا ہے:

میں نے خاکِ درِ حسان کو سرمہ جانا　　اور ایک ایک سبق نعت کا ازبر رکھا

(افتخار عارف)

قرآن حکیم میں نعت کے جو اسالیب ہیں سلام بھی اُن میں سے ایک ہے۔ س ل م کے مادّے سے جو الفاظ وجود میں آئے اُن میں بڑا تنوع، ہمہ گیری اور وسعت ہے۔ سلیم جو شخص اور ذات ہے جو ہر نقص سے پاک ہو۔ اسی طرح ہر آفت سے سلامتی بھی اُس کے معانی میں شامل ہے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ کا استعمال تو ہماری زبان میں بھی عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سلام بھی شامل ہے یعنی وہ ذات جو تمام نفوس اور اشیا کو سلامتی عطا کرے۔ امن، سلامتی، اطاعت، سپردگی یہ سب سلام کے مفہوم میں شامل ہیں۔

قرآن حکیم نے سرورِ کونین علیہ السلام پر اللہ اور اُس کے فرشتوں کے درود بھیجنے کا ذکر کیا ہے اور اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجو۔ یوں آپ پر سلام بھیجنا حکم قرآنی ہے اور اس کی تعمیل کی ایک صورت نعت میں سلام پیش کرنا ہے۔

''ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی۔ یایھا الذین امنوا صلو علیہ وسلموا تسلیما۔ (سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶) اللہ اور اُس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے اہلِ ایمان! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام و صلوٰۃ بھیجو۔''

سورۂ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیائے کرام پر بھی سلام کا ذکر ہے اور انھیں کی زبان سے کہ مجھ پر سلام اُس دن کے حوالے سے جب میں پیدا ہوا اور جس دن میں وفات پاؤں گا جو جس دن مجھے اٹھایا جائے گا اور الصافات میں حضرات نوح، ابراہیم، موسیٰ، ہارون، الیاسین پر سلام بھیجے گئے ہیں، مگر اہلِ ایمان کو حضرت محمدِ عربی پر سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا اور یہ آپ کو خصوصی اعزاز ہے۔

اس پس منظر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نعت گوشعرا نے اپنی نعتوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کیوں اس اہتمام کے ساتھ پیش کیے ہیں اور سلام کو اس کے صنفِ سخن کا سا مرتبہ کیوں حاصل ہو گیا ہے۔

امام احمد رضا خان کے سلام کا ذکر اپنی کئی تحریروں میں کر چکا ہوں۔ یہ مضمون انھیں نکات کی تفصیل ہے اور بعض مزید خصوصیات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

اس سلام کی اہم ترین بات اس کی ترتیب اور تعمیری حسن ہے۔ جذبہ دل کی اپنی تعبیر اور اظہار ہوتا ہے۔ جذباتی شاعری میں فکری شاعری کی سی ترتیب کم نظر آتی ہے۔ شاید اسی لیے ہمارے نظم گوشعرا کے یہاں بھی ترتیب، ربط اور تنظیم نہیں ملتی۔ امام

احمد رضا خان میں جذباتی رنگ کے ساتھ فکری گہرائی بھی ہے اور ان دونوں عناصر کو حسنِ ترتیب نے اس طرح ایک دوسرے سے مربوط کیا ہے کہ ایک شعری شہ پارہ وجود میں آ گیا ہے۔

زندگی اور ریاضی کی دنیا میں ۲ + ۲ (دو جمع دو) ہمیشہ چار ہوتے ہیں لیکن فن کی دنیا کی ریاضی اس سے مختلف ہوتی ہے۔ یہاں کُل اپنے اجزا سے بڑا ہوتا ہے۔ تاج محل محض سنگِ مرمر، نقش ونگار، خطاطی کے حسن اور طرزِ تعمیر کے حسن کا نام نہیں بلکہ اس میں جذبۂ عشق کی قوت کا وہ عنصر بھی شامل ہے جس کا کوئی نام نہیں۔ ہماری حسین ترین عمارتیں مربع یا مستطیل ہیں۔ اُن میں فنی زاویے، خطوط نہیں۔۔۔ لیکن اُن کے معماروں کے جذبے اور ہمارے جذبات اور ذوقِ نظر ایک دوسرے کے ساتھ یوں وابستہ ہو گئے ہیں کہ تاثر اور حسن کی ایک نئی دنیا آباد ہوتی نظر آتی ہے۔

یہ تعمیری حسن اور وحدت شعر میں بھی نظر آتی ہے۔ اس کی بہت نمایاں مثال اقبال کی نظم مسجدِ قرطبہ ہے جو ایک مسجد کے جلال و جمال کی تصویر ہی نہیں بلکہ اسلام کے ذوقِ جمال کی تفسیر ہے اور یوں کہ:

اے حرمِ قرطبہ حسن میں تیری نظیر قلبِ مسلماں میں ہے اور نہیں ہے کہیں

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کی (کہی) ایک نعت کو میں نے کئی منزلوں کے وسیع اور کشادہ مکان بلکہ محل سے تشبیہ دی ہے۔ رضا بریلوی کا سلام بھی یہی تعمیری حسن رکھتا ہے بلکہ اس کے رنگ و بو کی مناسبت سے ایسا وسیع باغ کہہ لیجیے جس کے کئی حصے یا پھولوں کے کئی تختے ہوں۔ سلامِ رضا کے ان مختلف حصوں کی تاثیر اور تناسب کی بنا پر یہ کہنا بھی مبالغہ ہوگا بلکہ حقیقت کا اظہار ہوگا کہ حدائقِ نعت وثنا ہے۔ ہر حدیقہ کا رنگ دوسرے سے مختلف مگر ہم آہنگ ہے۔

پہلے حدیقے میں نبوت ورسالت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ رحمت، ہدایت، شفاعت، عرش وفرش پر جلوہ گری، لطافت ونظافت، حکم وفضیلت بعض مسخرات کی طرف اشارے، ریاست وسرغیب، میرے شمار اور تقسیم کے مطابق اس حصے میں اکتیس شعر ہیں۔ ان شعروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے کس کس پہلو سے کمالاتِ نبوت کو سمجھا ہے اور اُن کا احاطہ کیا ہے۔ اس حدیقہ میں رضا بریلوی کی زبان و بیان نے اُن کی عقیدت کی گیرائی اور گہرائی کا ساتھ دیا ہے اور ایسی ایسی تراکیب اور صفات ہمارے سامنے آتی ہیں جن سے ہماری زبان زیادہ نوری، قدسی صفت اور نئے احکامات کی امین بن گئی ہے۔

سلام کا آغاز 'رحمت' اور 'ہدایت' کے نغموں سے ہوتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے اشعار میں 'رسالت' اور 'شفاعت' کے ذکر سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے چار بنیادی عناصر کا ذکر مکمل ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والے نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور انسانوں کی ابدی ہدایت کا ابدی نقطہ آپ ہی کی ذات ہے۔ تمام انبیائے کرام کی تعلیمات کا مہیمن اور محافظ قرآن حکیم ہے اور آپ کے اسوۂ حسنہ میں تمام انبیائے کرام کی صفات نقطۂ کمال پر نظر آتی ہے۔ اس کائنات کی تاریخ میں کوئی لمحہ ایسا نہیں آیا جو بزمِ ہدایت سے خالی رہی ہو اور آخر میں اس بزم کو ابدالآباد تک روشن رہنے والی شمع مل گئی۔ اُس شمع پہ لاکھوں سلام اور لاکھوں درود۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہدایت بھی ہے اور ہدایت کی برہانِ عظیم بھی۔

''قل فللہ الحجۃ البالغہ (سورۃ الانعام، آیت ۱۴۹) آپ کہہ دیجیے کہ بس مکمل حجت تو اللہ کی ہی ہے۔''

اس سطحِ بلند کی شاعری میں چوتھا شعر بے جوڑ لگتا ہے جس کا اس حدیقۂ اوّل کے اُن تمام اشعار سے کوئی علاقہ نہیں جو

حضور ﷺ کی سیرت وذات کو ہمارے وجدان کا حصہ بنا دیتے ہیں۔

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

دولھا، برات، نوشہ، شادی، نوشہ کے تلازمے نہ جانے حضرت احمد رضا خاں صاحب اور اُن کے دبستان کے بہت سے شاعروں اور مقرروں کو کیوں اس درجہ پسند تھے۔ 'نوشۂ بزمِ جنت' کو 'مرکزِ بزمِ جنت'، 'شانِ بزمِ جنت'، 'رونقِ بزمِ جنت'، 'کعبۂ بزمِ جنت' کچھ بھی کہا جا سکتا تھا۔ پورا اسلام اپنے شاعر کی قادرالکلامی کا گواہ ہے بلکہ یہ تلازمہ شاعر کی نفسیات کا ایک حصہ ہے۔ اس تلازمہ کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایسے عالمانہ سلام میں جو حدیث وقرآن کی آیات کی ترجمانی کرتا ہے عام سننے والوں کی دل چسپی کے کچھ اشعار شعری ضروریات کا تقاضا تھے۔

اس حدیقۂ اوّل میں: عرش کی زیب وزینت پہ عرشی درود

پیش کیا گیا۔ رسولِ اکرم ﷺ اگر اس خاک دانِ ارض کی روشنی تھے تو عرش کی زیب وزینت بھی ہیں۔

حضور ﷺ کے دو معجزوں کی طرف اس اشارے کی باریکیوں پر نظر ڈالیے اور پھر سرکار ﷺ کی ذات کے لیے نائبِ دستِ قدرت کی بلاغت اور پھیلاؤ کا جائزہ لیجیے:

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

وہ نائبِ دستِ قدرت کے دستِ قدرت ہی کی بات قرآن حکیم نے یوں پیش فرمائی ہے:

''وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی (سورۃ الانفال: آیت ۱۷) اور (اے رسول) آپ نے مٹی کی مٹھی کافروں کی طرف نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔''

یہ جنگِ بدر کے اُس واقعے کی طرف اشارہ ہے جب رسول اللہ ﷺ کنکریوں کی مٹھی کافروں کی طرف پھینکی اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے کوئی کافر ایسا نہیں تھا جس کی آنکھوں کو اُس مٹھی بھر مٹی نے متاثر نہ کیا ہو اور اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ وہ مٹھی بھر خاک آپ نے نہیں بلکہ ہم نے پھینکی تھی۔

اقبال کے ہاں شاید اسی تلمیح نے اس طرح شعر کا قالب اختیار کیا ہے کہ:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکُشا کارساز

یہ دنیا دارالاسباب ہے اور یہ اُسی مسبب الاسباب کا کام ہے کہ وہ اپنے رسول کے ہاتھ کو دستِ قدرت کی تاثیر عطا کرتا ہے، اس سلام کے ابتدائی حصے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جو مرتبۂ نبوت کی شناسائی کی روشنی سے منور اور عطر سے معطر ہیں:

نقطۂ سرِّ وحدت پہ یکتا درود مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

سرِّ غیبِ ہدایت پہ غیبی درود عطرِ جیبِ نہایت پہ لاکھوں سلام

مطلعِ ہر سعادت پہ اسعد درود مقطعِ ہر سیادت پہ لاکھوں سلام

ربِ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود حق تعالیٰ کی سنت پہ لاکھوں سلام

اس اشعار کے سلسلے میں اجمالاً عرض ہے کہ:

(۱) ان شعروں میں درود کی صفات (جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا ہے) اردو زبان اُن معنوی اور لسانی وسعتوں سے آشنا کرتی ہیں جو اردو کی نعتیہ شاعری اور عام شاعری میں بھی ناپید تھیں۔

(۲) مرتبۂ رسالت سے متعلق نہایت دقیق نکات دل کو چھونے والی شاعری بن گئے ہیں۔ خیال اور جذبہ کا ایسا امتزاج غالب اور اقبال کی شاعری کے علاوہ کہیں اور مشکل سے ملے گا۔ اس سطح کی نعتیہ شاعری صرف محسن کاکوروی کی دو مثنویوں میں ملتی ہے۔

(۳) تضادات اور انتہائیں مطلعِ نبوت پر ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو گئی ہیں۔ فتحِ باب نبوت اور ختمِ دورِ رسالت، مطلعِ ہر سعادت اور مقطعِ ہر سیادت۔

(۴) ان اشعار کے جسم میں آیاتِ قرآنی کے مفاہیم اور کنایے روح کی طرح دوڑ رہے ہیں:

حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

ہم سے ہر انسان کی زندگی کا ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے کرم اور احسان کی دستاویز ہے، شیخ سعدی کی یہ بات کتنی سچی ہے کہ ہر سانس پر انسان پر دو شکر واجب ہیں۔ ہر سانس جو اندر جاتی ہے وہ ممد حیات ہے اور باہر نکلنے والی ہر سانس مفرحِ ذات ہے، جس طرح زمین اور آسمان کی بے شمار مخلوق کو انسان کی خدمت اور زندگی کو سہل بنانے کے لیے مقرر فرمایا گیا ہے اُس کو احاطہ کون کر سکتا ہے۔ تم بھلا اپنے رب کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے، لیکن ہمارے رب نے کسی نعمت کو اپنے احسان کے طور پر نہیں پیش فرمایا، ہاں اُس کا ایک احسان ایسا ہے جس کا اُس منعمِ حقیقی نے اظہار فرمایا ہے اور وہ احسان ہے بعثتِ محمدی۔

”لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ و یز کیھم و یعلمھم الکتب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۶۴) بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہے کہ انھیں میں سے اُن میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انھیں اللہ کی آیات سناتا ہے اور اُن کا تزکیۂ نفس فرماتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یقیناً یہ سب لوگ اس سے پہلے کھلی گم راہی میں مبتلا تھے۔“

اور ہم اس قولِ رب کی تصدیق یوں کرتے ہیں کہ: حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

اس آیتِ قرآنی میں بعثتِ رسول اللہ ﷺ کے جو تین عظیم اور انسان و انسانیت ساز مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں جو سلامِ رضا کے ابتدائی حصے میں مختلف عنوانات اور اسالیب میں پیش کیے گئے ہیں۔

اس سلام (جس کو اس عاجز نے 'حدائقِ نعت' قرار دیا ہے) کا دوسرا حدیقہ شمائل و خدوخال رسولِ عربی ﷺ سے عبارت ہے، شمائل کا باب احادیث کے ذخیروں میں بہت نمایاں ہے۔ صحابۂ کرام کو حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخساروں میں سورج تیرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ہر دن سرکارِ دو عالم کے محفلِ روحانی میں ان بیٹھنے والوں نے کبھی شاید پوری طرح اُس چہرۂ پُرنور کو نہیں دیکھا۔ اُس چہرے کے اندازِ حسن کے ہر رنگ کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے تھے۔ وہ چہرہ کبھی طلوع ہوتے ہوتے سورج کی مانند دکھائی دیتا تو کبھی بدرِ کامل کی طرح۔ کبھی وہ رخسار گلستاں میں بدل جاتے۔ اُس لامحدود حسن کی لامحدودیت

کا اندازہ شمائل کی احادیث سے ہوسکتا ہے۔ ہر صحابی نے اپنے ظرف کے مطابق سرکار دوعالم ﷺ کو دیکھا اور اپنے مشاہدے کو الفاظ کا پیراہن عطا کیا۔ اس مرحلے پر اپنی ایک تحریر کا چھوٹا سا اقتباس پیش کرنے کی جسارت کررہا ہوں:

ایک مرتبہ ایک امریکی نے مجھ سے کہا کہ تم لوگ اپنے نبی (ﷺ) کی تصویر سے بھی محروم ہو۔ آخر کیوں؟ میں نے جواب دیا کہ تمھارے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کے خدوخال اور حسن محدود ہیں اُن کی تصویروں تک۔۔۔ اور ہمارے نبی ﷺ اتنا حسین ہے جتنا انسانی تخیل اور تصور ہوسکتا ہے۔ ہم پوری کائنات کے حسن میں اپنے رسول ﷺ کا حسن دیکھتے ہیں اور بات صرف دید تک محدود نہیں۔ ہم تو اُس حسن اور خدوخال کو سوچتے بھی ہیں۔ ('نعت اور تنقیدِ نعت'، ص ۱۷۳)

سلامِ رضا کے حدیقۂ دوم میں احادیث شمائل، عشقِ مصطفوی، قدرتِ کلام، شاعرانہ تخیل کی یک جائی نے اردو نعت کے دامن کو ایسے پھولوں سے بھر دیا ہے جن کی تازگی کو وقت کے گزران کا کوئی خطرہ نہیں۔

ان اشعار میں اعضاے جسمانی اور اُن کے وظایف (کام) کو احمد رضا خاں صاحب نے عجب انداز سے یک جا کیا ہے، مثلاً: 'شکم' کے حسن اور صفت کو کس طرح بیان کیا ہے:

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

رضا بریلوی کی علمیت، شاعرانہ تخیل، قرآن وحدیث سے اُن کے تعلق نے بعض شاعرانہ علامات کے سیاق وسباق کو بدل دیا ہے اور وسیع منظر وپس منظر نئے معانی ہمارے ذہن کے مطلع پر طلوع ہوتے ہیں، مثلاً:

معنیِ قد رای مقصدِ ما طغی نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

معانی کا یہ جہانِ نو ان اشعار میں ملاحظہ ہو:

نور کے چشمے لہرائیں، دریا بہیں انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

نئی نئی ترکیبیں کس آسانی سے مسلسل سلام میں آتی چلی گئی ہیں کہ پڑھنے والے کو ایسے مقامات نئے اور اجنبی نہیں محسوس ہوتے اور شعری تراکیب دو یا زیادہ الفاظ کو جوڑنے سے وجود میں نہیں آتیں بلکہ وہ دو یا دو سے زیادہ تجربات کو ایک معنوی رشتے میں منسلک کردیتی ہیں۔ عیدِ مشکل کشائی، پر غور فرمایئے اور اس سے بڑھ کر ناخنوں کی نسبت سے 'ہلال' کو جمع کے طور پر استعمال کرنا۔ نبی اکرم ﷺ کی مشکل کشائیوں کی نہ حد ہے نہ شمار۔ ہر لمحے آپ کے ناخنوں نے انسانی مسائل کی گرہ کھولی ہے۔

ازواجِ مطہرات، اہلِ بیت، صحابۂ کرام اور صالحینِ اُمت نبی کریم ﷺ کی نبوت اور صداقت کے شواہد ہیں اور رسولِ کریم ﷺ کی نبوت کے مفاہیم ان کے مرتبہ وسیرت کو سمجھے بغیر پوری طرح روشن نہیں ہوسکتے اور سرِ دست ان انھیں دو باغوں کی سیر پر اکتفا کرتے ہیں۔

❖❖❖

اعلیٰ حضرت زندہ باد

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی مصباحی، نیویارک، امریکہ

نعرہ ہم مل کر لگائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد
جلنے والوں کو جلائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

کٹ گئے باطل سبھی ان کے قلم کی تیغ سے
برملا سب کو بتائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

وہ ہمارے ایسے ہیں محسن نہیں ان کی مثال
فخر سے گن ان کا گائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

دین و ایماں کے لٹیروں سے بچایا ہے ہمیں
دل میں ہم ان کو بسائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

ان کے مسلک پر جو عین دین ہے اس دور میں
خود چلیں سب کو چلائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

شمع عشق مصطفےٰ ،روشن ہو ہر اک قلب میں
ان کی نعتیں ہم سنائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

ہم عمل ان کی وصیت پر کریں تا زندگی
پائدار ایماں بنائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

کر کے نفرت سرور عالم کے ہر گستاخ سے
عاقبت روشن بنائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

جو نہیں آقا کا وہ ہرگز نہیں رحمان کا
یہ سبق سب کو پڑھائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

مان کر مرکز بریلی کو صمیم قلب سے
متحد ہوکر دکھائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

ان کی ہر تخلیق تھی ھے اور رہے گی بے بدل
سب کو یہ باور کرائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

ان کے ارشادات کے آگے جھکا کر اپنا سر
ہم قدم آگے بڑھائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

کر کے پسپا باطلوں کو ان کے استدلال سے
جشن خوشیوں کا منائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

کر کے ترویج و اشاعت ان کی تصنیفات کی
حق کا ہم سکہ جمائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

دامن ان کا تھا کر اور ان کو رہبر مان کر
آگ نفرت کی بجھائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

یہ فتاویٰ رضویہ ہے چرخ تاباں فقہ کا
ہے یہی حق مان جائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

ان کی تحقیقات پر ہم لب کشا ہونے سے قبل
اک بدل ان کا تو لائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

رب اکبر کے کرم سے ہر طرف ہر بزم میں
گونجتی ہیں یہ صدائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

مسکراتی ہیں درودوں کی زباں پر ڈالیاں
درد کی ہیں یہ دوائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

ہے یقین میرا بروز حشر رب ان کے طفیل
بخش دے گا سب خطائیں،اعلیٰ حضرت زندہ باد

دل کو رکھ کے باوضو آنکھوں کو کر کے اشکبار
فکر کو طاہر بنائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

داعی خیر ان کو ہم تسلیم کر کے بے جھجک
شر کی آلائش ہٹائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

سوئیں تو لفظ محمد کی بنیں تفسیر نور
کتنی پیاری ہیں ادائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

قدسی دنیا کے ہر اک گوشے میں ان کے نام کا
بے خطر ڈنکا بجائیں ،اعلیٰ حضرت زندہ باد

ترانۂ عرس رضوی

از: محمد سلمان رضا فریدی، بارہ بنکوی مسقط عمان

آیا ہے عطاؤں کا موسم، کیا خوب سماں متوالا ہے
انداز نیا اور جوش نیا، ہر رنگ ہی اِسکا نرالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

آئی ہے بریلی سے خوشبو، جھوم اٹھے غلاموں کے تن من
ہے ساری فضا مہکی مہکی اور ابر کرم کا جھالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

ہر سال سے بڑھ کر آرائش، ہر سال سے بڑھ کر تیاری
سب لوگ چلیں چل کر دیکھیں، یہ جشن تو دیکھنے والا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

نغمہ ہے مبارکبادی کا، عشاقِ رضا کی ہے بارات
ہیں دولھا بنے اعلیٰ حضرت، اختر ان کا شہ بالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

ہے خواجہ پیا کی خاص نظر اور دست کرم مارہرہ کا
بغداد سے آئی ہے بخشش، اشرف کی عطا کا اجالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

سرکار کی بزم اقدس میں، مقبول زبان و فکر و قلم
ہر قول رضا کا ہے اونچا، ہر بول رضا کا بالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

ہے نوری و حامد، جیلانی، اور حسنین و سبطین کا فیض
نسبت انکی ہم سب کے لیے، فردوس بریں کا حوالہ ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

پورب پچھم اتر دکھن، پیغام رضا اور نام رضا
تسبیح اخوت میں جس نے سب اہل سنن کو ڈھالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

اے کاش مرے مرشد ہوتے، رونق ہی دوبالا ہوجاتی
پُر رب کی رضا پر سرخم ہے، ہر غم کا اِسی سے اِزالہ ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

افکار رضا سے چاروں طرف، ہیں عشق رسالت کے جلوے
باغی کو جلن، حاسد کو چبھن، سرشار محبت والا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

ہٹ جائیں گے نفرت کے پردے، چھٹ جائیگی گمراہی کی دھول
سرمہ وہ بریلی کا ڈالے، جس کی بھی نظر میں جالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

ہے عہد نیا، اقرار نیا، دستورِ رضا پر چلنے کا
سب اہل وفا کی گردن میں پیغام رضا کی مالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

شاداب رہے گلزارِ رضا، ہر پھول میں ہو کردارِ رضا
اِس گلشن علم و حکمت سے، ملت کی شان دوبالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

پھیلے ہیں وہاں دل کے دامن، بٹتے ہیں عنایت کے گوہر
چل تو بھی فریدی اُس کے در، ایمان کا جو رکھوالا ہے
یہ عرس رضا صد سالہ ہے

صد سالہ امام احمد رضا

از: محبوب گوہر اسلام پوری، مظفر پور

حوصلے کی جان صد سالہ امام احمد رضا
ہے عظیم الشان صد سالہ امام احمد رضا
اپنی جلوہ ریزیوں سے ہے تروتازہ کئے
گلشن ایمان صد سالہ امام احمد رضا
باغیان دین احمد کے لئے ہے بالیقیں
باعث نقصان صد سالہ امام احمد رضا
ہر طرف ہے دھوم تصنیفات و تالیفات کی
سب کا ہے عنوان صد سالہ امام احمد رضا
سنیت میں تجھ سے آیا تازہ جوش و ولولہ
تجھ پہ میں قربان صد سالہ امام احمد رضا
ایسی بیداری جماعت میں نظر آتی نہ تھی
ہے نیا وجدان صد سالہ امام احمد رضا
بستی بستی قریہ قریہ ہے مچی آمد کی دھوم
جیسے ہو مہمان صد سالہ امام احمد رضا
ختم کرنے کا ارادہ اپنے اندر ہے لئے
فکریہ بحران صد سالہ امام احمد رضا
درجنوں نمبر، جریدے، ماہنامے نذر ہیں
اک سے اک دیوان صد سالہ امام احمد رضا
میں سمجھتا ہوں کہ پندرہویں صدی کی بن گیا
اک حسیں پہچان صد سالہ امام احمد رضا
عالم اسلام میں تقسیم ہے کرنے لگا
غوث کا فیضان صد سالہ امام احمد رضا
اہل سنت میں بڑھا ڈالا ہے گوہر قادری
قوت عرفان صد سالہ امام احمد رضا
سب حریفان امام احمد رضا ہیں آج کل
دیکھ کر حیران صد سالہ امام احمد رضا

ہیں علم وفن کے سمندر رضا بریلی کے

نبی کے عشق کا پیکر رضا بریلی کے
دل ونظر میں منور رضا بریلی کے
زمانہ ناپ سکا آج تک نہ گہرائی
ہیں علم وفن کے سمندر رضا بریلی کے
فروغ عشق رسالت کا یہ نتیجہ ہے
ہیں چھائے آج جو گھر گھر رضا بریلی کے
ہر اک کلام ہے آفاقیت کا رنگ لئے
ہیں کتنے اعلی سخنور رضا بریلی کے
علوم فقہ کی وسعت کا پوچھنا کیا ہے
ہیں بوحنیفہ کے مظہر رضا بریلی کے
بڑے بڑوں کی جہاں تک پہونچ نہیں ہوتی
ہیں ان علوم کے مصدر رضا بریلی کے
سند ہو کوئی بھی ان کا مہر ضروری ہے
ہیں دین حق کے گورنر رضا بریلی کے
مقام ان کا تعین نہ کرسکا کوئی
بہت ہی اعلی ہیں گوہر رضا بریلی کے

This Edition Rs. 200/- Pages 276 with Cover

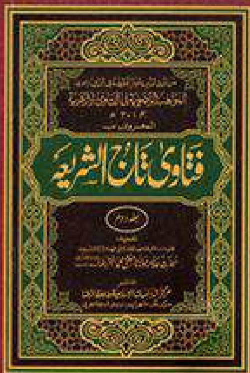
RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19

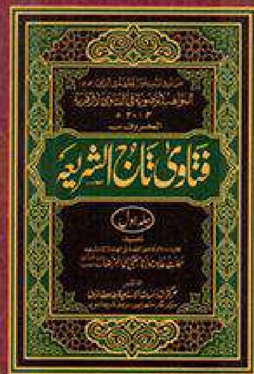
NOVEMBER 2018
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan





فتاویٰ تاج الشریعہ

جلد اول، دوم کے ساتھ اب سوم اور چہارم بھی

منظرِ عام پر

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (الحدیث)

المواهب الرضوية في الفتاوى الأزهرية

۲۰۱۴ ھ

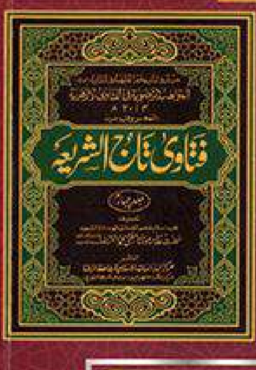
المعروف بـ

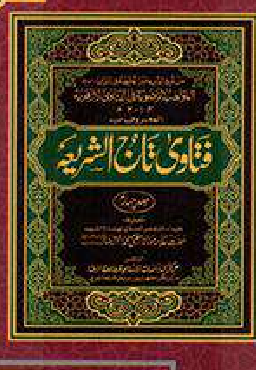
فتاویٰ تاج الشریعہ

تصنیف

فقیہ اسلام قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ





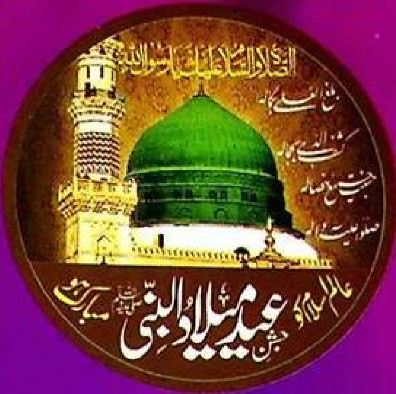
الناشر

مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا

مرکز نگر، متھرا پور، بریلی شریف یو پی

Markazuddarasatil Islamia
JAMIATUR RAZA

Markaz Nagar, Mthurapur, Bareilly Sahrif, (U.P.)





ربیع الاول ۱۴۴۰ھ / دسمبر ۲۰۱۸ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

DECEMBER - 2018

- بعثت نبوی اور اظہار مسرت کا دینی تقاضہ
- حضور تاج الشریعہ کا عرس چہلم اور رسم سجادگی
- حضور تاج الشریعہ کے عرس چہلم پر مشاہداتی تحریر
- تاج الشریعہ بحیثیت جانشین مفتی اعظم
- مناقب حضور تاج الشریعہ

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی


مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
IMAM AHMAD RAZA TRUST
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)
E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org
Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ترجمان سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

DECEMBER-2018 — ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

بظل روحانی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند قدس سرہ العزیز

مدیر اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار:

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

معین اختر رضوی، کمپوزیکشن بے آرام ہیڈ آفس

جلد نمبر ۳ — Vol. 3

شمارہ نمبر ۱۲ — Issue 12

نوٹ: رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دو پہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

سالانہ ۲۵۰/ روپے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپے	سالانہ ۵۰۰/ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا، بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰/ روپے		دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

رابطے کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی — Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
اداریہ			
●	حضور تاج الشریعہ کا عرس چہلم اور رسم سجادگی	محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی	۵
تعزیتی خطوط			
●	تعزیتی خطوط	شروع صفحہ نمبر	۸
●	تعزیتی خطوط	اختتام صفحہ نمبر	۲۰
اسلامیات			
●	بعثت نبوی اور اظہار مسرت کا دینی تقاضہ	غلام مصطفیٰ رضوی	۲۱
گوشۂ حضور تاج الشریعہ			
●	عرس چہلم ۳۰/ اگست پر مشاہداتی تحریر	غلام مصطفیٰ رضوی	۲۳
●	تاج الشریعہ بحیثیت جانشین مفتی اعظم	مولانا شارب ضیا مصباحی	۲۶
مناقب حضور تاج الشریعہ			
●	مناقب حضور تاج الشریعہ	شروع صفحہ نمبر	۳۱
●	مناقب حضور تاج الشریعہ	اختتام صفحہ نمبر	۴۱
خیر خبر			
●	خیر و خبر	شروع صفحہ نمبر	۴۶
●	خیر و خبر	تمام صفحہ نمبر	۵۸

حضور تاج الشریعہ کا عرس چہلم اور رسم سجادگی

از: محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی ٭

وارث علوم امام احمد رضا، پرتو حسن حامد رضا، ثانی مفتی اعظم، جگر گوشۂ مفسر اعظم، بدر الطریقہ، تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کا عرس چہلم ۱۷؍ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰؍ اگست ۲۰۱۸ء بروز جمعرات بعد نماز عشا اسلامیہ انٹر کالج گراؤنڈ بریلی شریف میں نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔

تقریبات عرس چہلم کی سرپرستی شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی نے فرمائی۔

موسم کی خرابی کے باوجود بھی مریدین، متوسلین، معتقدین اور عاشقان تاج الشریعہ کا ایک جم غفیر موجود تھا، علمائے کرام اور مشائخ عظام بھی کثیر تعداد میں عرس چہلم کی شان دوبالا فرما رہے تھے، ملک کے گوشے گوشے سے شیدایان تاج الشریعہ اپنے مرشد برحق کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کا خراج پیش کرنے کے لئے شہر محبت بریلی شریف میں حاضر تھے۔

۲۹؍ اگست بروز بدھ بعد نماز عشا محفل مشاعرہ منعقد ہوئی، جس میں ملک کے مشہور و معروف نعت گو شعرائے کرام نے بارگاہ تاج الشریعہ میں اپنے منظوم خراج عقیدت پیش کئے، نظامت و نقابت کے فرائض حضرت مولانا صغیر اختر مصباحی اور نقابت مولانا ناظر رضا بہیڑوی نے انجام دیئے۔

۳۰؍ اگست بروز جمعرات بعد نماز فجر روضۂ تاج الشریعہ میں قرآن خوانی اور نعت و منقبت ہوئی، بعد عصر عرس چہلم کی تقریب کا آغاز ہوا، جس میں ملک و ملت کے مقتدر علما و مشائخ نے خطاب فرماتے ہوئے بارگاہ تاج الشریعہ میں خراج تحسین پیش کیا، قبل مغرب حضور تاج الشریعہ کا قل شریف ہوا، شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی کی دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

پھر بعد نماز مغرب ہی عرس چہلم کا تقریری پروگرام قاری شرف الدین صاحب مدرس جامعۃ الرضا کی تلاوت قرآن پاک سے شروع ہو گیا، بعدہ نعت و منقبت اور تقاریر کا آغاز ہوا، اس تقریب میں ملک و بیرون ملک کے مریدین و متوسلین کے علاوہ کثیر تعداد میں علما و مشائخ نے شرکت فرمائی۔

رات قریب ۱۲؍ بجے شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی کی سجادگی عمل میں آئی، اس حسین لمحے کا منظر نہایت ہی دل کش تھا، ملک و ملت کی چنیدہ شخصیات کے ہاتھوں شہزادۂ گرامی کے سر پر سجادگی کی دستار باندی جاری تھی، ایک عجب نور بار لحظہ تھا جو پورے ماحول کو اپنے پاکیزہ حصار میں لئے ہوئے تھا، ہر نظر شہزادۂ گرامی کے چہرہ انور پر برس رہے ملکوتی نور پر جمی ہوئی تھی، جمال و جلال کا ایک ایسا نادر امتزاج تھا جو دیکھنے والوں کو اپنی مقناطیسی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ شہزادۂ گرامی پر فیضان امام احمد رضا جھما جھم برس رہا ہے، جلال و جمال کا وہی منفرد انداز تھا جو کبھی تاج الشریعہ کا طرۂ امتیاز ہوا کرتا تھا، حضرت محدث کبیر، حضرت علامہ سید اویس مصطفےٰ صاحب، آپ کے برادر اکبر ڈاکٹر بادشاہ میاں صاحب، حضرت علامہ سید غیاث الدین صاحب، حضرت علامہ سید شاہد علی رضوی صاحب نے پہلے جبہ مبارکہ آپ کے زیب تن فرمایا پھر سر پر حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کی سجادگی کی دستار باندھی، جیسے ہی رسم سجادگی کا اتمام ہوا پورے مجمع سے مبارکبادیوں کی صدائیں کی گونجنے لگیں، خواص اور قریبی متعلقین نے مصافحہ اور معانقہ بھی کیا۔

اس کے بعد شہزادہ جانشین تاج الشریعہ نے ایک مختصر مگر جامع تقریر فرمائی، آپ نے اپنی تقریر میں احادیث مبارکہ کے حوالوں سے حضور تاج الشریعہ کی رحلت کو قوم وملت کا عظیم خسارہ قرار دیا اور یہ ثابت کیا کہ ایک عالم ربانی کی موت پوری قوم کی موت پر بھاری ہے۔

یہ تقریب سعید تقریباً ۲ ربجے شب تک ایک پر وقار شان سے چلی اور جانشین تاج الشریعہ کی دعاؤں کی چھاؤں میں اختتام پذیر ہوئی، عرس چہلم میں شرکت فرمانے والے چند علما و مشائخ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری مدظلہ العالی گھوسی، حضرت علامہ سید اویس مصطفےٰ قادری بلگرام شریف، حضرت ڈاکٹر سید بادشاہ میاں، بلگرام شریف، حضرت علامہ سید گلزار اسماعیل واسطی مسولی شریف، حضرت علامہ سید شاہد علی رضوی رام پور، حضرت علامہ سید غیاث الدین احمد ترمذی کالپی شریف، حضرت علامہ سید غلام محمد حبیبی، دھام نگر، حضرت علامہ عبد المصطفےٰ حشمتی ردولی شریف، حضرت علامہ صغیر احمد جوکھن پوری، حضرت علامہ غلام رسول بلیاوی پٹنہ، حضرت علامہ رحمت اللہ صدیقی ممبئی، حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی ممبئی، حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری پٹنہ، حضرت مفتی محمد شمشاد احمد گھوسی، حضرت مفتی محمد اختر حسین علیمی جمداشاہی، حضرت مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی ممبئی، حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ، حضرت مفتی مسیح الدین حشمتی، حضرت مفتی افضال بریلوی، حضرت مفتی شمشاد حسین بدایوں شریف، حضرت مولانا سیف اللہ علیمی کلکتہ، حضرت مولانا الیاس فیضی جھارکھنڈ، حضرت مولانا کوثر امام قادری مہاراج گنج، حضرت مولانا قاری نثار احمد کلکتوی، سید عبد القدیر میاں جاج مؤ کانپور، حضرت مولانا انیس عالم سیوانی، حضرت قاری صابر علی رضوی، حضرت قاری برہان الدین لکھنؤ، مولانا آفتاب قاسم ساؤتھ افریقہ۔

شہزادۂ امین شریعت و فرزند نسبتی تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد سلمان رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی، فرزند نسبتی تاج الشریعہ عالی جناب الحاج انجینئر برہان علی قادری، فرزندان نسبتی تاج الشریعہ عالی جناب الحاج منسوب علی خاں قادری، فرزند نسبتی تاج الشریعہ عالی جناب الحاج محمد فرحان رضا قادری، فرزند نسبتی جانشین تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد عاشق حسین کشمیری اور جملہ نبیران تاج الشریعہ، برادر تاج الشریعہ حضرت علامہ منان رضا خاں قادری صاحب، آپ کے شہزادے مولانا عمران رضا خاں قادری سمنانی میاں، شہزادۂ صدر العلما حضرت مولانا رضون رضا خاں اور خانوادے کے دیگر کئی حضرات بھی رونق اسٹیج رہے۔

شعرائے کرام میں فیروز راحت کلکتوی، ہمدم فیضی، مبارک حسین مبارک، پھول حسن نعمت، اشرف بلالی، طاہر رامپوری، شبیر مسعودی، سراج تابانی کلکتہ، ثاقب القادری بنارس، شاہد رضا شاہجہانپوری، فہیم بسمل شاہجہانپوری، جاوید صدیقی بارہ بنکی، محمد علی فیضی، اظہار شاہجہانپوری، عسجد رضا بنارسی، نادر جمالی، عبد الوکیل مبارکپوری، راشد رضا مرکزی، حبیب اللہ فیضی، ذیشان متھراوی، فرحان برکاتی، صابر تحسینی، عنبر مشاہدی، قاری رضوان، کوکب بریلوی، سید عبد الوصی ممبئی، سیف رضا کانپوری، سلیم رضا بدایونی، نور صفی چشتی، یاسین اختر گریڈیہوی، سجر کلکتوی، عبد الرحمٰن جامی۔

عالمی شہرت یافتہ دینی درسگاہ جامعۃ الرضا کے جملہ اسٹاف بالخصوص جامعہ کے پرنسپل حضرت مولانا شکیل بریلوی، اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ غیر سیاسی عالمی تنظیم جماعت رضائے مصطفےٰ اور تاج الشریعہ کا قائم فرمودہ مرکزی دار الافتاء کے جملہ مفتیان کرام بھی رونق اسٹیج رہے۔

جبکہ عرس چہلم کے انتظام و انصرام اور اسے بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں فرزند نسبتی جانشین تاج الشریعہ عالی جناب سلمان حسن خاں قادری نائب صدر جماعت مصطفےٰ بریلی شریف کا بنیادی رول رہا۔

یہ مرکز کی طرف سے منعقد مرکزی عرس چہلم کی تفصیلات تھیں، ویسے ملک وبیرون ملک کا شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہوگا جہاں حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ایصال ثواب یا عرس چہلم سے منسوب کوئی تقریب منعقد نہ کی گئی ہو۔

اطلاعات کے مطابق ملک وبیرون ملک کی تقریباً سبھی سنی

درسگاہوں، خانقاہوں اور اداروں میں ہزاروں کی تعداد میں چھوٹے بڑے پروگرام منعقد ہوئے، علما و مشائخ اور عوام اہل سنت نے تعزیتی مجالس منعقد کی، ایصال ثواب کی محفل کا انعقاد کیا بارگاہ تاج الشریعہ میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔

راقم جانشین حضور تاج الشریعہ کی طرف سے ان سبھی درسگاہوں، خانقاہوں اور اداروں کے ذمہ داران، علما و مشائخ کا ممنون و مشکور ہے جنھوں نے وصال تاج الشریعہ سے لے کر عرس چہلم تک اپنے یہاں کوئی نہ کوئی تقریب منعقد کی، مولیٰ تعالیٰ ان سبھی درسگاہوں، خانقاہوں اور اداروں کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور ان کے منتظمین کو جزائے خیر سے مالا مال فرمائے، آمین۔

یہ حضور تاج الشریعہ کی ہمہ جہت شخصیت کی ہمہ گیر اثر آفرینی ہے کہ صرف ۳۰۔۳۵ر دن میں آپ کی حیات طیبہ پر ہندو پاک کے مختلف رسائل و جرائد اور صاحبان علم و فن نے بیک وقت ۱۵ر سے زائد نمبرات، خصوصی شمارے اور کتب منظر عام پر لائے۔

علمی دنیا میں یہ پہلا ایسا موقع ہے کہ کسی ایک شخصیت پر ایک ہی وقت میں اتنے سارے رسائل و جرائد نے اپنے خصوصی شمارے اور نمبرات شائع کئے ہیں، ان میں سے کئی نمبرات تو ایسے بھی ہیں جو ساڑھے تیرہ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

مجلہ سفینۂ بخشش کراچی پاکستان، ضیائے طیبہ کراچی پاکستان کا ضیائے تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کا نقوش تاج الشریعہ، نور مصطفےٰ پٹنہ کا معارف تاج الشریعہ، مجلہ تجلیات رضا بریلی شریف کا جہان تاج الشریعہ، سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف کا تصانیف تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کا تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ کنز الایمان دہلی کا تاج الشریعہ نمبر، سہ ماہی پیغام رضا اجین کا تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ مذہبی دنیا بنارس کا تاج الشریعہ نمبر، سالنامہ خزائن العرفان متھنا سدھارتھ نگر کا تاج الشریعہ پر خصوصی شمارہ، لاتور مہاراشٹرا سے انوار تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف کا تاج الشریعہ پر خصوصی شمارہ۔

کتب میں تذکرۂ تاج الشریعہ، مناقب فخر ازہر، مناقب تاج الشریعہ، تاج الشریعہ ماہ و سال کے آئینے میں، تاج الشریعہ کا وصال و فراق، طلبائے دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کی طرف سے ''تاج الشریعہ'' نامی کتاب، مذکورہ سبھی کتابوں کا رسم اجرا عرس چہلم کے اسٹیج پر عمل میں آیا۔

کئی مجلے، نمبرات اور خصوصی شمارے بعد میں مختلف مقامات پر ہونے والے عرس چہلم کی تقریبات کے موقع پر شائع ہوئے ہیں جیسے امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک، مہاراشٹرا کی جانب سے برکات تاج الشریعہ، سہ ماہی روحانی سائنس سیلانی مہاراشٹرا کا اوراد و عملیات تاج الشریعہ نمبر۔

اس کے علاوہ بھی کئی دیگر رسائل و جرائد کے نمبرات اور خصوصی شمارے عنقریب منظر عام پر آنے والے ہیں، جیسے سواد اعظم دہلی کا یادگار تاج الشریعہ نمبر، ماہنامہ انوار ہاشمی بیجاپور، سہ ماہی تجلیات اسماعیلی مسولی شریف، سہ ماہی پیام نظامی سنت کبیر نگر، ماہنامہ احساس جے پور جیسے ادارے اپنے خصوصی شمارہ نکال رہے ہیں یا نکال چکے ہیں۔

علما و مشائخ اور اہل قلم سے اعتذار

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ جو مضامین و مقالات، مناقب و تاثرات اور تعزیتی کلمات صفحات کی تنگی اور وقت کی قلت کے سبب نقوش تاج الشریعہ کے صفحات کی زینت نہیں بن سکے، ان شاء اللہ تعالیٰ ہم انھیں سنی دنیا کے اگلے شمارے میں شائع کریں گے، لہٰذا حسب وعدہ اس شمارے میں ہم وہ تعزیتی کلمات اور مناقب شامل اشاعت کر رہے ہیں۔

اس شمارے میں دنیائے اہل سنت کی ان سرگرمیوں کی رپورٹ بھی شامل ہے جو حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے تعلق سے ملک و بیرون ملک کے مختلف گوشوں، درسگاہوں، خانقاہوں اور اداروں کے ذریعہ عمل میں آئیں، مولیٰ ہمیں اور تمام عاشقان تاج الشریعہ کو ان کے فیوض و برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے اور جانشین تاج الشریعہ کو آپ کا سچا وارث و امین بنائے، آپ کے علم و عمل اور عمر میں بے پناہ برکتوں کا نزول فرمائے، آمین۔

تعزیتی خطوط

بسمہ تعالیٰ وتقدس

تعزیت نامہ

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب وطاہر گیا

خاک ہوکر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

کیف ومستی میں یہ مدہوش زمانے والے
خاک جانیں غم وآلام کا عالم کیا ہے

فراق کسی کا ہو شاق ہی ہوتا ہے، جدائی کسی کی ہو کرب آور ہی ہوتی ہے، مگر جس کا وجود سراپا رحمت وبرکت ہو، جو عالم اسلام کی ضرورت ہو، جو کروروں عاشقان مصطفی ﷺ کے دلوں کا قرار ہو، جو محفل انجم کا اختر بے نظیر ہو، جو علمی مجلسوں کا میر اور فقیہ بے بدیل ہو، جو استقامت علی الحق کا کوہ ہمالہ ہو، جو علوم اعلیٰ حضرت، زہد سرکار مفتی اعظم اور جمال حضور حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہم کا سچا وارث وامین ہو، جس کی طرف وقت کے اکابر مفتیان ذوی الاحترام اہم مسائل میں رجوع کرتے ہوں، جس نے قاضی القضاۃ کے منصب عظیم کو رونق بخشی ہو، جس کے قلم سیال سے ہزاروں تحقیقی فتاویٰ اور مختلف علوم وفنون پر مشتمل درجنوں کتابیں معرض وجود میں آئی ہوں، جس نے پوری دنیا میں مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح اور سچی ترجمانی کی ہو اس ذات ستودہ صفات کا ہماری ظاہری نگاہوں سے جدا ہونا کسی قیامت سے کم نہیں۔

حضور تاج الشریعہ، بدرالطریقہ، علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری رحمہ اللہ کے وصال پر ملال کی خبر نے پوری دنیائے سنیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، ہر طرف رنج وغم کی لہر دوڑ گئی ہے، سارا عالم اسلام سوگوار ہے، کیوں کہ موجودہ دور قحط الرجال میں اس عبقری شخصیت کے اٹھ جانے سے ملت اسلامیہ میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کا پر ہونا بظاہر مشکل نظر آرہا ہے۔ ہر چہار جانب آپکی عبقریت کا غلغلہ تھا، ایک دھمک تھی، بدمذہب آپکے نام سے کانپتے تھے، طاغوتی طاقتیں خوف زدہ رہتی تھیں اب کون ہے جو اس خلا کو پر کرے گا؟

بلاشبہ سچ کہا گیا ہے۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ میں اللہ جل مجدہ الکریم نے بے شمار فضائل وکمالات ودیعت فرمائے تھے، آپ جہاں سواد اعظم کے افکار وخیالات کے سچے امین تھے وہیں اسلاف کرام کے سچے جانشین تھے، ایمانی فراست، سیاسی بصیرت اور زبردست قومی، ملی اور علمی شعوران کا طرہ امتیاز تھا، بیدار مغزی، اولوالعزمی، حق گوئی، بے باکی، ارادہ کی مضبوطی، حالات سے باخبری اور قوم ملت کی صحیح نباضی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مروجہ علوم وفنون اور دنیا کی مشہور زبانیں آپ کے در دولت کی حاضر باش تھیں، علوم متداولہ کا زبردست استحضار پھر ان سے مضبوط ومسکت استدلال آپ کی علامت اور پہچان تھی یہی وجہ تھی جس علاقہ میں گئے سارا علاقہ آپ کا شیدائی ہوگیا، آپ ان کے ہوگئے وہ سب آپ کے ہوگئے بلکہ اس سلسلے میں سچی اور صحیح بات یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم نے آپ کو ایسا مقبول فی الارض بنایا تھا جو اسلامی تاریخ میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

فقیر کے ادارہ دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف میں جب یہ جانکاہ خبر پہونچی تو اساتذہ اور طلبہ میں کہرام سا مچ گیا، روتے بلکتے اپنے محسن کی آخری زیارت کے لئے شہر محبت بریلی شریف کے لئے نکل پڑے، فقیر پر حضور تاج الشریعہ خصوصی کرم فرماتے تھے، متعدد بار قدوم میمنت سے ادارہ کو شرف بخشا اور ضروری تنبیہات بھی فرمائی۔ جدید دارالعلوم مخدومیہ کا سنگ بنیاد رکھا اور جب ادارہ میں واقع حشمتی مسجد کا کام پائے تکمیل کو پہونچا تو اس میں نماز جمعہ کی امامت فرما کر باضابطہ نماز کا افتتاح فرمایا۔

فقیر راقم الحروف اور ادارہ کے جملہ افراد مخدوم گرامی حضور علامہ عسجد رضا صاحب قبلہ دام ظلہ اور تمام اہل خانہ کو تعزیت وتسلیت پیش کرتے ہیں اور اس بڑے رنج وغم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ جل مجدہ الکریم حضور تاج الشریعہ کے فیوض وبرکات کو جوں کا توں ہم سب اہل سنن پر جاری رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ افضل الصلوۃ واکرم التسلیم۔

شریک غم: عبدالمصطفیٰ صدیقی حشمتی

خادم دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف (یوپی)

■ ■ ■

اظہار تعزیت

دنیائے سنیت اور عالم اسلام کی نہایت ہی معروف و مقبول ترین شخصیت وارث علوم اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ قاضی القضاۃ فی الہند علامہ الشاہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال پر ملال پوری دنیائے سنیت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے اور سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے آپ کے وصال سے جماعت اہلسنت میں جو خلا پیدا ہوا اس کا پر ہونا بظاہر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، آپ کے وصال پر ملال کی جانکاہ خبر پھیلتے ہی پورے عالم اسلام میں غم والم کی لہر دوڑ گئی۔

عالم اسلام کے کونے کونے تک ہر خاص وعام کی زبان پر آپکا ذکر جمیل اور گونا گوں خوبیوں کا چرچا ہے اور عقیدت مندامنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے چلے آرہے ہیں، بھلا ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ آپ کی شخصیت کوئی معمولی نہیں تھی بلکہ آپ مظہر اعلیٰ حضرت تھے، جانشین مفتی اعظم تھے، بریلی کی شان تھے، اہلسنت کی جان تھے، حق و باطل کی پہچان تھے، بدمذہبوں کے لیے شمشیر بے نیام تھے، ہندوستانی قاضیوں کے امیر تھے، مفتیان کرام کے سربراہ اعلیٰ تھے، علماء اسلام کے رہنما تھے، مدارس اسلامیہ کے سرپرست اعلیٰ تھے، علماء اور عوام اہلسنت کے لیے مرکز علم و ادب اور مرکز عقیدت تھے، عالمی سطح پر آپ قائد کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، مسائل شرعیہ میں عوام اہلسنت کا آپ پر کافی اعتماد تھا، آپ کا قول، قول فیصل کی حیثیت سے جانا جاتا، آپ کے موقف پر سختی اور مضبوطی کے ساتھ عمل بھی ہوتا۔

آپ کی دینی وملی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، ہمہ جہت شخصیت کی وجہ سے زیادہ تر سفر وحضر میں رشد وہدایت، تبلیغ واشاعت اور خدمت خلق میں مصروف ہوتے، دینی علوم وفنون میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، اپنے نوک قلم سے ہزاروں فتوے لکھے، مختلف اہم موضوعات پر درجنوں کتابیں تحریر کیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی متعدد عربی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا اور اردو کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا، شعر وسخن کی دنیا میں بھی اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔

راقم الحروف اپنی طرف سے نیز جامعہ طیبۃ الرضا چنتل میٹ حیدرآباد اور جامعہ حضرت مولانا نورالدین للبنات جامعہ نگر قاضی گاؤں اتر دیناجپور مغربی بنگال اور مولانا نورالدین اکیڈمی مغربی بنگال کے تمام اساتذہ کرام اور ارکان کی طرف سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے تمام محبین اور مریدین، معتقدین اور وابستگان خانوادہ رضویہ کو عموما اور شہزادہ تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خان کی بارگاہ میں خصوصا تعزیت پیش کرتا ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے

صدقے میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی دینی ومذہبی اور ہمہ جہتی خدمات کو قبول فرمائے اور درجات کو بلند فرمائے اور قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خاکپائے بزرگان اہلسنت: محمد ذاکر حسین نوری فناء القادری
ناظم اعلیٰ: جامعہ طیبۃ الرضا حیدرآباد

▪ ▪ ▪

تعزیت نامہ

عالم سنیت کے سب سے بڑے رہنما کے وصال کا غم ناقابل برداشت ہے، موجودہ دور میں عالم سنیت کے سب سے بڑے رہبر ورہنما، شیخ الاسلام والمسلمین، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ فی الہند، فخر جامعہ ازہر مصر، وارث علوم اعلیٰ حضرت، کثیر المریدین شیخ طریقت، حضور تاج الشریعۃ علامہ ازہری میاں رحمۃ اللہ علیہ کا غم بیان سے باہر ہے۔

اچانک حضرت کے وصال کی خبر ملتے ہی ہر چہار جانب افراتفری مچ گئی، سراسیمگی پھیل گئی، کسی کو فون کیجیے تو ٹھیک سے بات نہیں کر پا رہا ہے بس اتنا کہہ پاتا تھا کہ "حضرت کا انتقال ہوگیا" یکایک بھاگ دوڑ شروع ہوگئی کوئی ائیر پورٹ کی طرف تو کوئی ریلوے اسٹیشن کی طرف بھاگا چلا جارہا ہے کہ کسی طرح حضرت کا دیدار ہوجائے، نہ کسی کو گاڑیوں کا ٹائم ٹیبل پتہ نہ رخت سفر کا ہوش ہر کوئی حواس باختہ دکھ رہا ہے لیکن آخر کار کیا بھی کیا جاسکتا ہے قضائے الٰہی کے آگے کست مجال دم زدن ہے۔

بلا شبہ حضرت کا وصال جماعت اہلسنت کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے جس کی وجہ سے پوری جماعت غم سے نڈھال ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کے درجات میں اضافہ فرمائے، ان کے صدقے ہم سب کی مغفرت فرمائے، جماعت اہلسنّت کو نعم البدل عطا فرمائے جماعت کو انتشار، افتراق اور جادۂ مستقیم سے انحراف سے محفوظ فرمائے اور وارثین خصوصا علامہ عسجد میاں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی قائدانہ صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ اور مقبولیت عطا فرمائے، آمین۔

محمد قمر مصباحی
مجلس علمائے اسلام بنگال

آہ! جہان علم وفن کا ایک نیّر تاباں غروب ہوگیا

موتُ العَالِم موتُ العالَم، بنی نوعِ انسان کی تخلیق سے لے کر موت وحیات کا سلسلہ جاری وساری ہے اور تا قیام قیامت یہ سلسلۂ موت وحیات جاری وساری رہے گا مگر اِس عالم رنگ وبو میں نہ جانے کتنی شخصیات منصۂ شہود پر ضوفگن ہوئیں اور اپنی حیاتِ مُستعار کے شب وروز کو گذار کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اِس دنیائے دوں سے رخصت ہوگئیں، جن کے نقوشِ حیات قلوبِ انسانی سے رفتہ رفتہ محو ہوتے چلے گئے مگر انہیں شخصیات میں سے ایک انتہائی پُر کشش وہمہ جہت عبقریُ الشرق والغرب شخصیتِ بارِزہ وزاہرہ وارثِ علوم اعلیٰ حضرت تاجدار علم وفن مخدومی ومُطاعی سیدی ومُرشدی حضور تاج الشریعہ علّامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری قاضی القضاۃ فی الہند کی تھی۔

جو بتاریخ ۶/ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء جمعۃ المبارکہ کی شام کو بوقت مغرب پیام اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیائے فانی سے دار بقا کی طرف رختِ سفر باندھ کر پورے عالم اسلام کو سوگوار چھوڑ کر اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے،

اناللہ وانا الیہ راجعون

عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش پہ ماتم بچھے وہ طیب وطاہر گیا

خاک ہوکر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اِکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بارِزہ وزاہرہ علم وعمل فکر وفن فقہ وبصیرت اصابتِ فکر ونظر زہد وورع

توکل و استغنا تقوی وتدین اخلاق و مروت ارشاد و تبلیغ رافت ورحمت اخوت ومودت اصلاح وتذکیر حزم واحتیاط عفت و پاکیزگی تدریس وافتاء بحث وتمحیص تحریر وتقریر خطابت ومناظرہ ترجمہ وتصنیف و صالح قیادت سے عبارت تھی، آپ کے اوصاف وکمالات علمیہ وفقہیہ ومحاسن ومحامد کو دیکھ کرزبان قال پر برجستہ یہ شعر جاری ہوا۔

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحدٍ
فالفخر عن تقصیرہ بك ناکب
والمجد من ان یستزاد براء

آپ نے اپنی دینی وعلمی تعلیمی وتدریسی فقہی وحدیثی تبلیغی و رفاہی تحریری وتصنیفی تقریری وارشادی واصلاحی خدمات دینیہ جلیلہ کی تابشوں وضیاپاشیوں سے ایک جہان اور عالم دین و سنیت ومسلک اعلیٰ حضرت کو مستفیض ومستنیر ومنور ومجلی ومصفی ومزکی ومعطر ومشکبار ولالہ زار کردیا ع

ایسا کہاں سے لائیں تجھ سا کہیں جسے

آپ کے وصال پرملال سے دنیائے سنیت میں ایسا علمی و فقہی وتبلیغی خلا پیدا ہوگیا جس کا پر ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے، مولیٰ عزوجل کی بارگاہ قدس میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور جماعتِ اہل سنت میں آپ کے امثال پیدا فرمائے اور آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

حضور تاج الشریعہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرتے ہوئے فقیر راقم الحروف نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں خوش عقیدہ مسلمانانِ عالم نے شرکت کی یہ بارگاہِ الٰہی میں آپ کی مقبولیت کی بیّن دلیل ہے، جس مقبولیت کو حدیث پاک میں یوں فرمایا گیا ہے: ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔ [مشکوٰۃ شریف، ج ۲ رص ۴۲۵ ب]

آپ کی تمام ترخدمات دینیہ جلیلہ کو اپنی بے نیاز بارگاہ میں قبول فرمائے، آپ کے فرزند ارجمند جانشین حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان صاحب قبلہ قادری بریلوی ناظم اعلیٰ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا و ناظم شرعی کونسل آف انڈیا مرکز اہل سنت بریلی شریف ودیگر پسماندگان وخلفا کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وآلہ افضل الصلوات وازکی التحیات۔

شریک غم: محمد عالم گیر رضوی مصباحی امجدی عفی عنہ
خادم تدریس وافتاء جامعہ اسحاقیہ جودھ پور راجستھان

■ ■ ■

علم وعرفان کے دُرِّ نایاب

علم وعرفان کے درنایاب، چمنستان رضا کے مہکتے گلاب، افق شریعت وطریقت کے درخشندہ آفتاب سیدی سرکار تاج الشریعہ کی رحلت کی خبر دل پر بجلی بن کر گری، کچھ شخصیات کی رحلت اس لئے بھی تکلیف دہ ہوتی ہے کہ وہ ہماری پہچان اور قوم کی جان ہوتی ہیں، حضور تاج الشریعہ ہماری پہچان اور سنیت کی جان تھے، ان کی رحلت سے یقینا دنیائے سنیت سکتے کے عالم میں ہے، ایسی جامع الصفات شخصیت کا جانا اہل سنت کے لئے عظیم خسارہ ہے جس کی تلافی بہت مشکل ہے۔

اللہ رب العزت آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور اہل سنت وجماعت کی حفاظت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

سوگوار: سید حسان بن نور واسطی
مسولی شریف، بارہ بنکی

■ ■ ■

تعزیت نامہ

مخدوم گرامی عسجد بھیا!

آپ اس رنج والم میں ہرگز اپنے آپ کو تنہا محسوس نہ

کریں، آپ کے ہر چھوٹے بڑے رنج والم میں جملہ محبان تاج الشریعہ برابر شریک ہیں، آپ ہم سب کے لئے دعا کریں کہ حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کی تعلیمات پر اللہ جل مجدہ الکریم اپنے محبوب پاک صاحب لولاک ﷺ کے طفیل استقامت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

شریک غم: غلام حضور تاج الشریعہ محمد عالم رضا نوری مصباحی
مدرسہ اشرفیہ قادریہ معین العلوم فخر پور ضلع بہرائچ شریف

■ ■ ■

آہ! میرے تاج الشریعہ نہ رہے

باسمہ تعالیٰ

آہ! میرے تاج الشریعہ نہ رہے

موت اللہ تعالیٰ کا ایک اٹل فیصلہ اور قطعی قانون ہے، جس میں گروہ انسانی کو کوئی اختلاف نہیں۔ اشرف المخلوقات حضرت انسان جانتا ہے اور ہر گھڑی جانتا ہے کہ موت اس کا ہر وقت پیچھا کررہی ہے، قرآن مقدس کا فرمان ہے: کل نفس ذائقۃ الموت۔ قرآن کے فرمان سے ثابت ہوا کہ موت ہر ایک کے لئے ہے، مگر انسان کا عمل وکردار ثابت کرتا ہے کہ ہر مرنے والا برابر نہیں کوئی مرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ موت کے بعد زمانے کے پردے سے ایسا غائب ہوتا ہے کہ نام ونشان تک کا پتہ نہیں چلتا، اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی موت زمانہ کے لئے یادگار بن جاتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ موت کے آغوش میں جانے کے باوجود وہ زندہ وتابندہ ہے اور اللہ کے ایسے بندے کے پاس جب ملک الموت ان کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ حسین صورت والے فرشتوں کی مقدس جماعت ہوتی ہے، ہر ایک کے پاس خوشبو سے معطر شدہ کفن ہوتا ہے اور حضرت ملک الموت بڑے ادب سے نرم لہجے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: ایتھا النفس الطیب کانت فی الجسد الطیب اخرجی حمیدۃ وابشری بروح وریحان ورب غیر غضبان۔ میرا عقیدہ بول رہا ہے کہ میرے مرشد اجازت، وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، شہزادۂ مفسر اعظم، تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری ازہری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی سیرت وکردار اور گفتار ورفتار شہادت پیش کررہی ہے کہ آپ کا وصال موت نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بشارت اور اللہ کی رضا کا پیغام ہے۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گیا
قید سے چھوٹا وہ اپنا گھر گیا

ہاں تاج الشریعہ رحمہ اللہ کا وصال پُر ملال دنیائے سنیت کے لئے ضرور ایک المناک خبر ہے، آپ کے عقیدت مندوں کے لئے ایک اندوہناک سانحہ ہے، مرکز اہل سنت وجماعت کے لئے درد وکرب کا ایک حادثہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور تاج الشریعہ کے جانشین علامہ عسجد رضا خان قادری اور خانوادۂ رضویہ اور حضرت کے جملہ معتقدین ومحبین کو اس صدمۂ جانکاہ میں صبر وسکون عطا فرمائے۔

یقیناً تاج الشریعہ ہم سنیوں کے مقتدا وپیشوا تھے اب دنیائے فانی میں نہ رہے، روحانی بیماریوں کا مسیحا، حضور سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے کامیاب اور سچے جانشین، اعلیٰ حضرت مجدد اعظم قدس سرہٗ العزیز کے علوم کے تنہا وارث، حضرت جیلانی میاں رحمہ اللہ کی آنکھوں کا تارا ونور نظر، دنیائے فقہ وافتا کے بادشاہ، عظیم مفسر ومحدث، متبحر عالم دین، عاشقان رضا کے دلوں کی دھڑکن، آسمان علم وعمل کے بے مثال آفتاب، مہمان خانۂ کعبہ اب ہمارے درمیان نہ رہے۔

یہی وجہ ہے کہ ۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء جمعہ کی شام جونہی سنی نیٹ ورک پر حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کے وصال پر ملال کی اندوہناک خبر پھیلی پھر کیا تھا عاشقان تاج الشریعہ میں ہلچل مچ گئی، دنیائے اسلام سوگوار ہوگئی، فونوں کی گھنٹیاں بجنے لگیں، تاج الشریعہ کی عقیدت ومحبت کا درد اٹھا، دلوں میں الفت کا ہیجان پیدا ہوا، جنازہ وتدفین کا فیض لینے کے لئے کسی نے ٹرین کا رخ کیا تو کسی نے ہوائی اڈا کا، کوئی بس اسٹاپ کی طرف چلا

توکوئی اپنی گاڑی لیکر چل پڑا۔ ہر طرف صرف ایک ہی صداتھی کہ چلو بریلی چلو، تاج الشریعہ کی نماز جنازہ میں چلو، تاج الشریعہ کی تدفین میں چلو، جس طرح ہو چلو، جدھر سے ہو چلو۔ بہر کیف جس طرح موقع ملا، جیسے ممکن ہوسکا بریلی شریف پہنچ گئے۔ دیکھتے دیکھتے عاشقان تاج الشریعہ سے بریلی شریف کا چپہ چپہ بھر گیا، اور پچاسوں لاکھ سے بھی زیادہ بھیڑ جمع ہوگئی، متوالوں کا سیلاب عشق کے سمندر سے بہہ پڑا۔

۲۲؍جولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار کی صبح تقریباً گیارہ بجے تاج الشریعہ رحمہ اللہ کا جسم مقدس اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف کے وسیع میدان میں پہنچا، بے شمار صفیں لگیں، نماز کی تیاری مکمل ہوئی اور شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا عسجد رضا مدظلہ العالی کی اقتدا میں نماز جنازہ ساڑھے گیارہ بجے کے آس پاس ادا کی گئی۔

حضور تاج الشریعہ کی مقبولیت اور نماز جنازہ میں پروانوں کی بھیڑ دیکھ کر مجھے بخاری شریف کی یہ حدیث یاد آئی:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا احب اللہ العبد نادیٰ جبرئیل ان اللہ یحب فلانا فاحبہ فیحبہ جبرئیل فنادی جبرئیل فی اھل السماء ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔ (الصحیح البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل امین کو ندا فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت سے فرماتا ہے تم اس سے محبت کرو تو جبریل امین محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبریل امین آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تو تم اس سے محبت کرو تو آسمان والے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین میں اتاری جاتی ہے۔

حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کی خداداد عظمت ورفعت، شہرت ومقبولیت کو دیکھ کر اگر میں یہ کہوں کہ اس حدیث پاک کے صحیح مصداق علامہ ازہری رحمہ اللہ ہیں تو غلط نہیں ہوگا، یقیناً حق ہوگا۔

کمالات ولی مٹی میں بھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نور ظلمت میں کبھی پنہا نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ میرے مرشد اجازت حضور تاج الشریعہ کے علمی و روحانی فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

تعزیت وخراج عقیدت از: خلیفہ تاج الشریعہ، جامع معقول و منقول مفتی محمد علاء الدین صاحب قبلہ نوری مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم گلشن بغداد، رام پور (یوپی)

■ ■ ■

ہدیہ محبت وتحفہ سلام ورحمت

ادیب شہیر مدبر بے نظیر حضرت علامہ عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب زید مجدہ الکریم

ہدیہ محبت وتحفہ سلام ورحمت

ناصر ملت حضرت مولانا غلام ناصر مصباحی خلیفہ حضور تاج الشریعہ بانی ومہتمم جامعہ قادریہ کنز الایمان اندھیری ممبئی کی زبان سے یہ معلوم ہوا کہ افکار وروایات خانوادہ رضویہ کے امین و پاسبان ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف اپنے بانی وسرپرست وارث علوم احمد رضا فخر ازہر مقتدائے علمائے عرب وعجم الشاہ حضور تاج الشریعہ کی حیات تابندہ اور خدمات درخشندہ کو سمیٹ کر ایک خصوصی ویادگاری نمبر بموقعہ عرس چہلم شائع کرنے کا تہیہ کیا ہے یہ فیصلہ حق بحق رسید کے مصداق ہے میرے قلب کے ہر ایک کونے کونے سے مبارکباد قبول فرمائیے۔

مشہور کہاوت ہے قدر نعمت بعد زوال! آج ان کے وصال کے بعد وہ لوگ بھی آنسو بہا رہے ہیں جنھوں نے دور حیات میں کبھی آپ کی شخصیت کو تسلیم نہیں کیا، پتہ نہیں یہ آنسو حقیقت میں بہہ رہے ہیں یا مگرمچھ کے آنسو ہیں، جوکل حضور تاج

الشریعہ پر حرف گیری کرتے تھے ان کی حیات ہو یا ممات رب قدیر کی قدرت نے کل بھی انھیں ناکام کیا تھا اور آج بھی وہ نامراد رہیں گے، کیا ہم دیکھتے نہیں کہ انکا وجود مسعود تنہا ایک فرد کا وجود نہیں تھا ان کے وجود ناز میں تو علم وفن اور سلوک و معرفت کی کتنی انجمنیں آباد تھیں۔

یاد رہے کہ یہ انجمن سونی نہیں ہوئی ہے اس انجمن کی تابشیں اور اس چمن کی خوشبوئیں صبح قیامت تک پھیلتی اور پھوٹتی رہیں گی، تاج الشریعہ نے علم وفن کی اس انجمن کی آبیاری کے لئے اپنے شہزادۂ گرامی حضرت علامہ محمد منور حامد عرف محمد عسجد رضا صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کو ہمارے درمیان چھوڑا ہے، ان شاء اللہ مولیٰ تعالیٰ مجھے امید قوی ہے کہ شہزادۂ گرامی اس اہم ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیں گے، میری طرف سے ماہنامہ سنی دنیا کی پوری ٹیم کی خدمت میں عقیدت ومحبت کی کہکشاں میں مچلتا ہوا اسلام۔

دعاؤں کا طالب: محمد مجیب الرحمٰن نوری

صدر المدرسین جامعہ قادریہ کنز الایمان اندھیری ممبئی

■ ■ ■

اظہارِ تعزیت

اختر قادری خلد کو چل دیا
خُلد وا ہے ہر اک قادری کے لئے

عالمِ اسلام کی عبقری شخصیت تاج الاسلام فقیہ اسلام وارث علوم امام احمد رضا جانشین مفتیء اعظم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان (المعروف بہ حضور تاج الشریعہ) کا وِصال مقدّس اہلسنت والجماعت کیلئے اک عظیم خسارہ ہے دِل نہیں چاہتا کہ کوئی یہ کہے کہ حضرت ہمارے مابین نہیں رہے مگر کلّ نفس ذائقۃ الموت سے چشم پوشی کی بھی مجال نہیں دعا گو ہوں ربّ قدیر حضور تاج الشریعہ کے درجات بلند فرمائے جملہ محبّین مخلصین مریدین اور اہلِ خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت علامہ عسجد رضا

خاں صاحب قبلہ شہزادۂ حضور تاج الشریعہ کو حضرت کا سچّا جانشین بنائے آمین۔

غم زدہ: محمد مسیح الدین حشمتی

صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الغوثیہ عربک کالج اترولہ ضلع بلرامپور

■ ■ ■

قرآن خوانی کا اہتمام

دار العلوم گلشنِ تاج الشریعہ میں قرآن خوانی کا اہتمام:

مرشد العلما، مربی الفقہا، عاشق مصطفیٰ، وارث علوم سیدی سرکار اعلیٰ حضرت، فخر ازہر، تاج الشریعہ، جانشین حضور مفتی اعظمِ عالم، حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمۃ و الرضوان عالم اسلام کو ۲۰ر جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ، روتا بلکتا چھوڑ کر جوار محبوب کی جانب کوچ کر گئے، پورا عالم اسلام آپ کی رحلت پر سوگوار ہے کیوں کہ آپ ایک عالمی قائد ورہبر اور عظیم ترین علمی شخصیت کے ساتھ ایک ایسے متبع سنت عاشق رسول تھے جن کی ہر ادا عشقِ رسول کا خطبہ پڑھتی نظر آتی تھی۔

۲۰ر جولائی کی شام تقریباً آٹھ بجے آپ کی رحلت کی خبر جیسے ہی دار العلوم گلشن تاج الشریعہ بسوا کلیان کرناٹک میں پہنچی تو دار العلوم کے تمام مدرسین وطلبا بلکہ اعلیٰ حضرت کا مشن اور پیغام حضور تاج الشریعہ طالبان علوم نبویہ کے دلوں میں راسخ کرنے والا یہ پورا ادارہ غم واندوہ میں ڈوب گیا۔

۲۱۔۲۲ جولائی بروز سنیچر اتوار بعد نماز فجر دار العلوم گلشن تاج الشریعہ میں محسن سنیت، حضور تاج الشریعہ کی ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا انعقاد کیا گیا، جس میں طلبہ و اساتذہ دار العلوم ہذا کے ساتھ قرب وجوار کے علمائے اہل سنت نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

منجانب: فقیر قادری صادق علی رضوی وقاری عمران رضوی

دار العلوم گلشن تاج الشریعہ بسوا کلیان

■ ■ ■

عالم اسلام کی عبقری شخصیت

عالم اسلام کی عبقری شخصیت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا وصال پوری دنیائے سنیت کے لئے عظیم سانحہ۔

۶/ ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/ جون ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب وارث علوم رضا جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ قدس سرہٗ کا بریلی شریف میں وصال پر ملال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کی شخصیت اپنے علم وفضل زہد وتقوی احسان وسلوک فقہ وتفسیر شعر وادب اور زبان وبیان کے اعتبار سے پوری علمی دنیا میں احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

آپ نے جامعہ منظر اسلام کی مسند تدریس پر بیٹھ کر جہاں ہزاروں تشنگان علوم نبویہ کی پیاس بجھائی وہیں ارشاد وہدایت کی قالین زینت بن کر کروڑوں انسان کو عقیدہ کی سلامتی فکر ونظر کی پاکیزگی اور اصلاح عمل کی ضیائیں عطا کیں، آپ کی نماز جنازہ میں پوری دنیا سے آئے ہوئے دیوانوں کا پر نور مجمع اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ ہر دل میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی محبت وعقیدت کا چراغ فروزاں ہے۔

علمی دنیا میں بھی آپ مقام رفیع پر فائز تھے، درس وتدریس کے ساتھ جملہ علوم قدیمہ وجدیدہ پر یکساں مہارت رکھتے تھے، اردو شاعری کے ساتھ عربی زبان وادب اور شعر گوئی پر بڑی اہم گرفت تھی، جس طرح عربی زبان میں بے تکان خطاب کرتے اسی طرح عربی میں فی البدیہہ شعر بھی کہتے تھے، آپ شگفتہ خیال اونچی فکر سادہ دل اور حسن اخلاق کے مرقع تھے، آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک میں دعوت وتبلیغ کے اہم فرائض انجام دیئے آپکی تبلیغی کوششوں سے ہزاروں افراد کو ایمان کی دولت بے بہا نصیب ہوئی اور کروڑوں اشخاص کے دلوں میں عشق رسول انام علیہ الصلوۃ والسلام کی شمعیں روشن کیں۔

مختلف موضوعات پر اردو عربی اور انگریزی زبان میں کتابیں تحریر فرما کر علمی خزانوں میں اضافہ فرمایا پوری زندگی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی جانشینی کا حق ادا کرتے رہے اور اعلی حضرت کے علوم کا وارث بن کر افق علم وادب پر چھائے رہے، اس زمانے میں علم کا ساگر علم کا دریا تاج الشریعہ کا نعرہ انہیں کی ذات کو زیب دیتا ہے۔

دعا ہے کہ خدائے بزرگ وبرتر ان کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے اور ان کی تربت پر قیامت کی صبح تک اپنی رحمتوں کے پھول برسائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلوۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

شریک غم والم: سگ بارگاہ رضا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری

■ ■ ■

ملت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ

حضور تاج الشریعہ کا انتقال پر ملال ملت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ و ایک زرین علمی عہد کا خاتمہ

شہر کانپور کا منفرد علمی ادارہ دار العلوم ضیائے مصطفی فہیم آباد کالونی میں علامہ قاری سید ابو سعید برکاتی کی صدارت میں حضور ازہری میاں نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال پر ملال پر تعزیتی نشست وقرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا جس میں جملہ اساتذہ و طلبۂ دار العلوم ہذا نے شرکت کی اور اپنی غمناک و اشکبار آنکھوں سے رب کی بارگاہ میں حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کی بلندی کے لئے دعائیں کیں۔

اس موقع پر مولانا محمد خبیر عالم نوری مدرس ادارہ ہذا نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت، رہبر راہ شریعت وطریقت، معارف اسرار علوم حقیقت ومعرفت، وارث علوم اعلی حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم عالم، فخر ازہر، مہمان کعبہ دنیائے تصوف کے عظیم صوفی حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ملت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ وایک زرین علمی عہد کا خاتمہ اور دنیائے سنیت کا نا قابل تلافی نقصان وخسارہ ہے۔

آپ کی پوری زندگی اسلام وسنیت کی تحفظ وبقاء، اصلاح امت مسلمہ اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت میں گزری،

آپ یکتائے زمانہ، عالم ربانی، زہد وتقوی میں عصر حاضر کے بے مثال متقی و پرہیزگار تھے، آپ کے انتقال سے ملت اسلامیہ میں ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے شاید کہ وہ پر ہوسکے۔

مولانا محمد تیسیر الدین المعروف بہ محمد تحسین رضا قادری نے کہا کہ حضور تاج الشریعہ کے انتقال سے روحی وقلبی صدمہ ہے لیکن مرضی مولی از ہمہ اولی کہ صبر وشکر کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں، حضور تاج الشریعہ اعلیٰ حضرت کے سچے جانشین اور مسلک رضا علمبردار تھے، حضور کے وصال اہل سنت کے لئے عظیم خسارہ ہے جو مستقل قریب میں پر ہونا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلندی اور جماعت اہل سنت کو ان کا نعم البدل اور حضرت عسجد میاں قبلہ و جملہ مرین و معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اس موقع پر علامہ قاری سید ابو سعید برکاتی مولانا محمد فضل کریم فریدی، مولانا تحسین رضا قادری، مولانا مظہر حسین نوری مصباحی مولانا محمد خبیر عالم نوری نوری، مولانا خیر الدین احمد مصباحی مولانا ابوظفر اشرفی، مولانا اجمل حسین رضوی قاری اسرار چشتی مولانا یعقوب رحمانی مولانا تنویر احمد رضوی وسیم اکرم شاہد رضا فیضان رضا سعید انور مناظر حسین نور عالم و جملہ وکثیر تعداد میں طلباء کرام موجود رہے۔

■ ■ ■

مجلس ایصالِ ثواب

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر مجلس ایصالِ ثواب واظہار تعزیت۔

"وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی"

وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حضور مفتی اعظم ہند، فخر ازہر، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے سارا عالم آہ وفغاں اور ماتم کناں ہے۔

آج مورخہ ۲۱ رجولائی جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمن گنج متصل زید پور بارہ بنکی میں حضرت علامہ مفتی محمد صابر القادری فیضی پرنسپل جامعہ ہذا کی سرپرستی میں مجلس ایصال ثواب کا انعقاد ہوا جس میں جامعہ کے طلبہ واساتذہ نے مل کر قرآن خوانی کی بعدہ نعت ومنقبت کے ذریعے تعزیت پیش کی گئی، پھر حضرت مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی نے حضرت کی زندگی پر روشنی ڈالی اور پوری دنیا میں مسلک اعلیٰ حضرت کے تئیں آپ کی خدمات کو سراہا اور آپ کے وصال پر ملال کو پوری قوم وملت کے لیے ایک عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔

حضرت کی بلندی درجات کی دعا کا اہتمام ہوا اللہ تعالیٰ دنیائے سنیت کو حضور تاج الشریعہ کا نعم البدل عطا فرمائے، اس محفل ایصال ثواب میں ممتاز القرا حضرت مولانا قاری محمد نعیم الدین صاحب نائب پرنسپل جامعہ ہذا مفتی محمد سرفراز احمد مصباحی مولانا توحید عالم وارثی حافظ محمد قاسم صاحب وجملہ اساتذہ وارا کین جامعہ خصوصی طور سے موجود تھے۔

جامعہ کے ارکان واساتذہ بالخصوص مفتی محمد صابر القادری راقم محمد نعیم الدین قادری حضرت علامہ عسجد رضا وجملہ خانوادہ تاج الشریعہ اور پوری دنیائے سنیت کو تعزیت پیش کرتے ہیں۔

■ ■ ■

تعزیتی پیغام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الحمد للہ رب العالمین ہمارے لوساکا زامبیا میں مدرسہ غوثیہ مدرسہ نور مصطفیٰ سمیت تمام مساجد اور مکاتب میں حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے قرآن خوانی اور دعا خوانی کا اہتمام کیا گیا زامبیا میں پورے عوام اہلسنت حضور تاج الشریعہ کی وصال پر ملال پر انتہائی غم اندوہ میں ہیں سارے لوگوں کے گھروں میں خواتین بھی اس غم میں برابر شریک ہیں اور انھوں نے بھی ایصالِ ثواب اور اذکار جمیلہ کی محافل کا انعقاد کیا۔

میں بحیثیت امام پورے زامبیا کی طرف سے حضور تاج الشریعہ کے جملہ محبین متوسلین معتقدین اور خاص طور سے جملہ اہل خانہ کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا

کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالی انہیں غریق رحمت کرے اور ان کے صدقے ہم سب کی مغفرت فرمائے آمین بجاہ النبی الامین۔

سوگوار: محمد وسیم فاروق اعظمی

زامبیا، افریقہ

■ ■ ■

فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

نائب انیس بے کساں، غوث زماں، اپنے دور کے بوحنیفہ، وارث علوم رضا، سرچشمہ رشد وہدایت، پیکر استقامت وعزیمت حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں نور اللہ مرقدہٗ کے وصال (۶رذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰رجولائی ۲۰۱۸ء) پر ملال سے عالم اسلام حزن وملال کے اتھاہ سمندر میں ڈوب گیا۔ حضور تاج الشریعہ عالم اسلام کی نمایاں ترین شخصیات میں سرفہرست تھے۔ آپ کی حیات مستعار کا لحہ لحہ دین متین اور انسانیت کی خدمت سے مملو رہا۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ آپ کی عہد ساز شخصیت کے اٹھ جانے سے ایک زریں عہد کا خاتمہ ہو گیا۔

آپ کے وصال کی خبر سنتے ہی دیوانوں کا ہجوم کشاں کشاں بریلی کی طرف روانہ ہو گیا اعلان شدہ وقت کے مطابق ابھی تدفین میں ۱۲رگھنٹے باقی ہیں مگر حال یہ ہے کہ بریلی کی شاہ راہیں تنگ گلیاں بن چکی ہیں۔ جتنے لوگ اپنے محسن ومربی کے آخری دیدار اور جنازہ میں شرکت کے لیے بریلی پہنچ رہے ہیں اس اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کی تاریخ میں آپ کی نماز جنازہ سب سے بڑی جماعت پر مشتمل ہوگی، تقریباً پچاس لاکھ عاشقوں کا جم غفیر آپ کی ولایت اور محبوب خلائق ہونے کی بین دلیل نیز ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت کی عملی تفسیر ہے۔

حزن وملال اور غم واندوہ کی ان کرب انگیز ساعتوں میں راقم الحروف (عبد المالک مصباحی) کے علاوہ ادارہ رضائے مدینہ جمشید پور کے تمام ارکان، احباب اور معاونین حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں جانشین حضور تاج الشریعہ، جملہ اہل خانہ، تمام خانوادۂ رضویہ کی بارگاہ میں تعزیت پیش کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ مولی تعالی سبھوں کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے نیز حضرت کے فیوض وبرکات سے عالم کو مستفیض ومستنیر فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ، عبد المالک مصباحی جمشید پور، محمد مختار صفی عرف مسٹر بھائی، جمشید پور

مولانا حکیم ممتاز احمد مصباحی لوہردگا

■ ■ ■

آسمان سنیت کا ایک اور شہاب ثاقب گرا

سر پہ شریعت کا تاج زریں لیے، لوح جبیں پہ ولایت کی چمک لیے، راہ جنت کے مسافر ہوئے ازہری میاں جن کا نام محمد اسماعیل رضا عرف اختر رضا خاں ازہری تھا، جنھوں نے اپنے علم وعمل سے اہل سنت کے قلب وجگر کو روشن اور اعدائے دین وحاسدین کے دل میں لرزہ پیدا کرنے کا کام کیا، زندگی کے ہر شعبہ میں جن کا اثر دیکھا گیا، اخلاق عمدہ، کردار اللہ کی آیتوں کی تفسیر، وارث انبیاء جن کے بارے میں رب نے ارشاد فرمایا: (اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ سورۂ فاطر) اپنے بلند اور پاک ارادے کی تکمیل کے لیے اور تشنگان علوم کی پیاس بجھانے کے لیے جامعۃ الرضا ایک دینی درسگاہ قائم کیا، ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے مگر کارناموں کی بنیاد پر وہ زندہ رہتا ہے۔

آپ کی ذات گرامی اہلسنت کے لیے ایک نعمت تھی جنہوں نے اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے علوم کا نور سینے میں لیے نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے مسافروں کو ہدایت کا نور بخش دیا اس پرفتن ماحول میں جہاں کچھ اعدائے دین اور کچھ حاسدین کی ریشہ دوانیاں شباب پر رہیں لیکن واہ رے ہمت تاج الشریعہ استقامت فی الدین کا کوہ گراں بن کر، وارث علوم اعلی حضرت کی سچی تصویر بن کر مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

کے دین متین کے فروغ میں ہمہ تن مصروف رہے اور مسلک اعلیٰ حضرت پر کوئی آنچ نہ آنے دیا۔

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

پائے اقدس میں لغزش نہ آئی کبھی
تیری دینی صلابت پہ لاکھوں سلام

سوگوار: مولانا سلیم اختر بلالی
پرنسپل مدرسہ اسلامیہ امانیہ لوام دربھنگہ بہار

■ ■ ■

اختر قادری خلد میں چل دیا

بریلی شریف 21 جولائی 2018: غم واندوہ کی گھڑی ہے۔ اس لئے کہ اہلسنت و جماعت کے مرکزی قائد و پیشوا، دارالافتاء بریلی شریف کی آبرو حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری ہم سے رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، بے شک یہ لمحہ نہ صرف خانوادہ رضویہ بلکہ سارے عالم کے لیے کرب ناک ہے، ہر سنی مسلمان اس دردناک سانحہ سے خود کو یتیم محسوس کر رہا ہے۔

فقیر محمد اشرف رضا قادری اور ارکان آل انڈیا تحریک حضور امین شریعت کی طرف سے جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خان قادری ونبیرہ استاذ زمن علامہ سلمان رضا خاں قادری دام ظلہما السامی و دیگر خانوادہ رضویہ کو تعزیت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر و استقامت عطا کرے اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے درجات میں روز افزوں بلندیاں عطا فرمائے اور آپ کے صدقے ہم سب کی بخشش و مغفرت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم

سوگوار: محمد اشرف رضا قادری
مدیر اعلیٰ سہ ماہی امین شریعت، بریلی شریف

■ ■ ■

آہ صد آہ حیف صد حیف

بسمہ تعالیٰ

تعزیت نامہ بر وصال پر ملال پیر مرشد رحمۃ اللہ علیہ

آہ صد آہ حیف صد حیف: اب

محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

قضا و قدر کے فیصلے بھی بڑے اٹل ہوتے ہیں، جب چاہا اور جس پر چاہا اپنا غیر متبدل حکم نافذ کر دیا، غنی ہو یا فقیر، امیر ہو یا کبیر، حاکم ہو یا محکوم، بادشاہوں سے ہو یا رعایا سے سب اسکی نظر میں برابر ہیں، جسکی باری آ گئی تو آ گئی، اب دنیا لاکھ جتن کر لے، ہزار آہ فغاں کر ڈالے، اشکوں کا سمندر بہا دے مگر کسی بھی چیز سے تلافی مافات ہونے والا نہیں، جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اب وہی کرنا پڑے گا جسے دنیا ایک لمحہ کیلئے گوارہ نہیں کرتی، کوئی نہیں چاہتا کہ یہ نوبت آئے کہ اپنے کسی عزیز و محب پر ایک مٹھی خاک ڈالیں مگر نا چاہ کر بھی سیکڑوں من خاک ڈال کر سپرد خاک کر دیتے ہیں جبکہ کہنے والا کی زبان پر ہوتا ہے۔

گل چڑھائیں گے لحد پر جن سے یہ امید تھی
وہ بھی پتھر رکھ گئے سینے پہ دفنانے کے بعد

پھر اس خاک کی نجابت و شرافت اور سطوت و جبروت کا عالم نہ پوچھئے، یہ خاک بھی عجب شان والی ہے کہ بڑے بڑے آسمانوں کو ایسے نگل گئی کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں اور کسی کو اپنی آغوش میں لیا تو خود بھی مہکی اور سارے عالم کے مشام جاں کو اس طرح معطر کیا کہ رہتی دنیا تک یاد کیا جاتا رہے گا مگر اب تک کچھ لوگ اس خاک کو خاک نہ سمجھ سکے۔

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوی ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہ بطحا ہے ہمارا

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

بروز جمعہ وقت مغرب اسی قضائی اور قدری فیصلے نے ہم سے ہمارے مربی ومحسن، قائد ورہنما، مرشد وپیشوا، فقیہ بے نظیر، محقق بے بدیل، ادیب شہیر، بزم افتاء کے میر، محفل انجم کے بدر کامل، دین متین کے سچے عامل، ماہر لسانیات، جامع فضائل و کمالات، حاوی شریعت وطریقت، تاج الشریعہ بدرالطریقہ، قاضی القضاۃ، حضور علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری رحمہ اللہ کو چھین لیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب وطاہر گیا

ہم رو رہے ہیں، آہ وفغاں کر رہے ہیں، حضور والا کی نجابت وشرافت کی دہائیاں دے رہے ہیں، اسلام وسنیت کے واسطے کئے گئے جہد مسلسل کا واسطہ دے رہے ہیں، تقوی وطہارت اور بے مثال پرہیزگاریوں کی قسمیں کھا رہے ہیں مگر یہ سب بے سود ہے، تطویل لاطائل اور سعی لاحاصل ہے، کیا کوئی جانے کے بعد واپس آیا ہے کہ وہ آجائیں؟ اب وہ ہماری ظاہری دنیا میں ہرگز واپس آنے والے نہیں۔

ہم کل سے محفل انجم میں اپنے دل کی دھڑکن، بلکہ اہل سنن کے مضطرب دلوں کے سکون وقرار اختر ملت بیضاء کو تلاش کر رہے ہیں مگر چوبیس گھنٹے گزر گئے ہیں لاکھوں چہرے عالم تصور میں چھان ڈالے مگر وہ کیا ان کے پائے کا کوئی نہ ملا، وہ خوبصورت چہرا جس پر خوبصورتی ناز کرتی تھی اور علم وہنر کا وہ بحر بکراں جس کی دید سے ایمان وعقیدے کو جلا ملتی تھی اس کا سچا پرتو بھی ہمیں تو اس دنیا میں کوئی نہیں دکھائی دے رہا ہے۔

سچ کہا تھا میرے پیرو مرشد نے۔

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

اس دور قحط الرجال میں حضور تاج الشریعہ، بدرالطریقہ رحمہ اللہ کی رحلت سے ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے، آنکھیں پرنم ہیں، قلوب مضطرب ہیں، اذہان وافکار کا جسم انسانی سے رشتہ منقطع ہے، لاکھ جتن کے ساتھ جب زبانیں قوت گویائی یکجا کرتی ہیں تو لب یوں وا ہوتے ہیں، اب مرکز عقیدت کی کما حقہ حفاظت کون کرے گا؟ پوری دنیا کے سامنے بالعموم اور ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے بالخصوص علوم اعلیٰ حضرت کی صحیح اور حقیقی ترجمانی عربی، انگریزی فارسی اور اردو زبانوں میں کون کرے گا؟ اکابر فقہاء کی فقاہت کو مزید روشنی اور جلا کون بخشے گا؟ مفتیان ذوی الاحترام مشکل ترین مباحث میں کس طرف رجوع کریں گے؟ علوم اعلیٰ حضرت، زہد سرکار مفتی اعظم اور جمال حضور حجۃ الاسلام کا حسین پیکر اگر تلاش کیا جائے تو کہاں ملے گا؟ عربی بولے تو اہل عرب رشک کریں، انگریزی بولے تو اہل یورپ ناز کریں، فارسی بولے تو فارس والے فخر کریں اور جب اردو وہندی میں گویا ہو تو اہل عجم صد آفریں کہیں جو حق گوئی، بیباکی، اولعزمی اور مضبوط قوت ارادی کا مالک ہو، جو بیک وقت عظیم محدث، مفسر، منطقی، فلسفی، نحوی صرفی، بلاغی، اصولی، فقیہ اور نہ جانے کیا کیا ہو اگر اسے تلاش کرنا ہو تو کس دنیا میں تلاش کیا جائے؟ جو مسند درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور کرسی خطابت پر رونق افروز ہو تو اپنی قوت استدلال سے مدمقابل چاروخانے چت کردے، مختلف زبانوں میں جس کی شاعری کی دھوم مچی ہو، جس کا قول قول فیصل کا درجہ رکھتا ہو، اپنوں اور بے گانوں میں جس کی عبقریت کی دھمک طویل عرصہ سے محسوس کی جا رہی ہو، جو صحرا میں قدم رکھے تو اسے گلزار بنادے، جس کے نورانی چہرے میں ایسی مقناطیسی صلاحیت ہو کی ایک دید پانے والا اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کے ہاتھ پر فروخت کردے، سارا کا سارا علاقہ، پورا کا پورا خطہ جس کا شیدائی بن جائے، سب اس کے ہو جائیں وہ سب کا ہو جائے، آخر ایسی ہمہ جہت اور عبقری شخصیت کس خانقاہ اور کس دارالعلوم بلکہ کس جامعہ میں ملے گی؟ کہاں ڈھونڈوں کس شہر یا ملک میں تلاش کروں کس سے پوچھوں ہر طرف تو سناٹا ہے، سارا ماحول سونا سونا لگ رہا ہے، سب کی آنکھیں پرنم ہیں ؎

آنکھیں رو رو کے سجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

مخدوم گرامی حضور علامہ عسجد رضا صاحب قبلہ!

اللہ جل مجدہ الکریم آپکا سایہ عاطفت ہم اہل سنن پر دراز سے درازتر فرمائے آپکو حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کا نعم البدل اور حقیقی جانشین بنائے۔ بلاشبہ آپ پر تو اس وقت دوہری مصیبت ٹوٹی ہے، ایک طرف والد بزرگوار کے بچھڑنے کا غم ہے تو وہیں دوسری طرف عالم اسلام کے عظیم مقتدی اور پیشوا کے کھونے کا رنج والم ہے مگر آپ خوب جانتے ہیں کہ صبر کرنے والوں کے لئے عظیم بشارتیں بھی وارد ہیں۔

■ ■ ■

مخدوم گرامی! آپ کے والد محترم ان آیات بینات کے سچے مصداق ہیں:یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ ان المتقین فی جنات ونھر، فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔

■ ■ ■

مخدوم گرامی! اگر شریعت اسلامیہ اجازت دیتی تو ہم خون جگر سے تعزیت وتسلیت کا ایک طویل خط لکھ کر آپ کی بارگاہ میں پیش کرتے اور جس درد وکرب سے حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ کے سچے اور مخلص غلام ومحبین گزر رہے ہیں اس کی ایک جھلک آپ تک ضرور پہنچاتے مگر یہاں تو عالم یہ ہے کہ ع

کس سے اس درد مصیبت کا بیاں ہوتا ہے
آنکھیں روتی ہیں قلم روتا ہے، دل روتا ہے

■ ■ ■

ص ۵۰ رکا بقیہ..........

اور رد بدعات ومنکرات آپ کی زندگی کے اعلیٰ اوصاف ہیں، یہ مجلس تقریبا ایک گھنٹے تک چلی، اہل محفل پر رنج والم اور درد وکرب کی کیفیت صاف نظر آرہی تھی، اس مجلس کا اختتام صلاۃ وسلام اور مولانا نظام الدین مصباحی کی دعا پر ہوا، اس مجلس میں مذکورہ بالا اساتذہ جامعہ کے علاوہ حضرت مولانا کلیم رضوی، مولانا شمشاد مصباحی، قاری عبد القیوم برکاتی، قاری کمال الدین، مولانا طاہر اور طلبہ جامعہ کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام اہل سنت موجود تھے۔

واضح رہے کہ جیسے ہی حضور تاج الشریعہ کے سانحہ ارتحال کی خبر جامعہ تک پہنچی پورے جامعہ میں غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی، جامعہ کے نائب مہتمم قاری محمد ایوب رضوی سمیت پانچ اساتذہ کرام اور پچاس سے زائد طلبہ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے بریلی شریف روانہ ہوئے۔ سنیچر اور اتوار تعلیمی سلسلہ وقوف رکھا گیا اور حضور تاج الشریعہ کے ایصال ثواب کے لیے دونوں دن قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔

■ ■ ■

ص ۲۲ رکا بقیہ..........

ہے یا نہیں کیونکہ بہت سے امور کی مجموعی صورت زمانے کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے۔

ایک منکر عید میلاد النبی نے جلوس میلاد پر اعتراض کیا، کسی نے محب نبی نے جواب دیا کہ اس میں نیک اعمال انجام دیئے جاتے ہیں اس لئے یہ جائز ہے، اس پر اس نے مجھے دھوکا دیتے ہوئے کہا کہ درود وسلام پڑھنا، حمد ونعت پڑھنا یا علما کا بیان کرنا یہ تینوں نیکی کے کام ہیں اور صحابہ سے ثابت ہیں مگر ہر سال پابندی سے ۱۲ ربیع الاول کا دن منتخب کر کے جلوس کی صورت میں یہ تینوں کام کسی صحابی کے دور میں نہیں ہوئے اس لیے یہ بدعت ہے، اس پر اس محب نبی نے کہا کہ اس طرح تو تمہارا سہ روزہ سالانہ عالمی تبلیغی اجتماع بھی بدعت ہے۔

منکر نے کہا کہ وہ کیسے بدعت ہوسکتا ہے؟ تبلیغی اجتماع میں تو ہم دین کی تبلیغ کرتے ہیں نیکی کا درس دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں، اس میں کیا برائی ہے؟

محب نبی نے اس کا جواب اسی کو لوٹاتے ہوئے کہا کہ دین کی تبلیغ، نیکی کا درس یا برائی سے روکنا یہ تینوں نیکی کے کام ہیں اور صحابہ سے ثابت ہیں مگر ہر سال تین دن منتخب کر کے عالمی تبلیغی اجتماع کی صورت میں یہ تینوں کام کسی صحابی کے دور میں نہیں ہوئے اس لیے یہ بدعت ہے، اس جواب پر بدبخت کی بولتی بند ہوگئی اور راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

بعثت نبوی اور اظہار مسرت کا دینی تقاضہ

از: غلام مصطفی رضوی

نعمت وانعام کے عطا ہونے پر خوشی منانا یہ فطری امر ہے اور سرشت انسانی کا حصہ اور خدائے قدیر کا حکم بھی:

"تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اس پر چاہیے کہ خوشی کریں۔"

رحمت عالم ہادی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لانا نعمت وعافیت، برکت وسعادت اور عطا ونوازش کا نقطۂ عروج ہے، جب آفتابِ رسالت طلوع ہوا تو کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور حق کا اجالا پھیل گیا، اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی اور عظمت وشان کا نغمہ لبوں پر جاری ہو گیا، ان انعامات کے تشکر اور اظہارِ فرح ومسرت کے لیے مسلمانوں کا ولادتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جشن منانا ایک ایمان افروز اور کفر سوز کام ہے، امام محمد شرف الدین بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۹۴ء) نے حقیقت افزا بات کہی ؎

حَتّٰی اِذَا طَلَعَت فِی الأُفقِ عَمَّ هُدَا
هَا العَالَمِینَ وَاُحیَت سَائِرَ الاُمَمِ

یعنی یہاں تک کہ جب افق کائنات پر وہ آفتاب طلوع ہوا تو اس کی ہدایت سارے جہانوں میں پھیل گئی اور اس نے بہت ساری قوموں کو حیات عطا کردی۔ ۲؎

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی ساعت سعید کو امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے "سہانی گھڑی" سے تعبیر کیا ہے ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سیرت طیبہ کا موضوع بڑا وسیع اور منفرد واچھوتا ہے، میلاد کا عنوان سیرت کا ایک مستقل اور اہم باب ہے جس پر اب تک بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جارہی ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا ہی رہے گا، میلاد دراصل سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری وولادت کے تذکرہ کو کہا جاتا ہے اس لیے اس کا اہتمام کرنا کوئی نیا اور باعث عار کام نہیں، اسلاف کرام نے اس کا اہتمام اسلامی شان کے ساتھ کیا ہے بلکہ قرآنی اسلوب میں بھی اس کے جلوے پیش کیے جاسکتے ہیں، جیسے:

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔" ۳؎

اسی طرح انبیائے کرام سے جو عہد لیا گیا اور محبوب کی تشریف آوری کی بشارت سنائی گئی اس میں بھی کیا دل کش اسلوب ہے:

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا۔" ۴؎

پھر یہ پہلو بھی لائق غور ہے کہ جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تو کیا اس رحمت پر خوشی نہیں کی جائے گی؟ وہ کیسے ہیں جو منھ بسورتے ہیں اور انھیں یہ ایمان افروز جشن نہیں بھاتا، صحیح مسلم شریف کتاب الصیام میں ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

"فیه ولدت، وفیه انزل علیّ۔ یعنی میں اسی روز پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔" ۵؎

اس یوم کی عظمت وشان کے حوالے سے خاتم المحدثین امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز (م ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۶ء) تحریر

فرماتے ہیں:

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ پیر کے روز روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے، کیوں کہ آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت اسی دن ہوئی لہٰذا ضروری ہے کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی شان کے لائق اس کا احترام واہتمام ہو اور اس کی تعظیم وتکریم کی جائے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے کیوں کہ آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ آپ فضیلت والے اوقات کو زیادہ عبادت وخیرات فرماتے تھے۔''۶

حضرت علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی قدس سرہ العزیز (م ۷۷۴ھ/ ۱۳۷۳ء) تحریر فرماتے ہیں:

''تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور سے ہر وجود کو روشن کیا اور حق مبین کی ضیا سے باطل کی ظلمتوں کو دور کیا، اور حق کے راستوں کو واضح کیا جب کہ لوگ جہل کی تنگ نائیوں سے گزر رہے تھے۔''۷

میلاد مبارک کے سلسلے میں شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر محافل میلاد کا انعقاد باعث اجر وثواب ہے، صہیونیت زدہ ذہنوں کے لیے یہ نکتہ لمحہ فکریہ ہے کہ سال بھر تو ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محافل منعقد ہوتی ہیں اب اگر ربیع الاول میں اسی محفل کا نام ''محفل میلاد'' رکھ دیا جاتا ہے تو وہ صرف نام کی تبدیلی سے کیوں پریشاں ہو جاتے ہیں؟

کیا عقلی طور پر اس کی اجازت دی جائے گی کہ خواہ مخواہ ادھر ادھر وقت تو ضائع کر دیا جائے، غیبت وچغلی اور الٹے سیدھے کاموں کی محفل سجالی جائے لیکن میلاد رسول اور آمد رسول کی محفل سے احتراز کیا جائے، یہ تو محرومی کی بات ہے۔

رہی بات عہد صحابہ میں میلاد کے اہتمام کی تو ان کا ہر ہر لمحہ ذکر رسول سے روشن ہوتا تھا اور بعد کے ادوار میں یہ طریقہ کم ہوتا گیا تو خصوصیت سے محافل میلاد کے انعقاد کی ضرورت محسوس کی گئی اور عوام کی فکری تربیت نیز ایمانی جلا کا سامان کیا گیا اور اسلاف نے اس کو کیا ہی نہیں بلکہ اس کے انعقاد کی ترغیب و تلقین بھی کی اور اس سلسلے میں کثیر کتابیں منصۂ شہود پر ہیں۔

حوالہ جات:

(۱) القرآن الکریم؛ سورۂ یونس ۵۸: /ترجمہ کنز الایمان
(۲) نفیس احمد مصباحی؛ مولانا، کشف بردہ، المجمع القادری مبارک پور ۲۰۰۵ء، ص ۲۱۸
(۳) القرآن الکریم؛ ورۂ آل عمران ۱۶۴: /ترجمہ کنز الایمان
(۴) القرآن الکریم؛ سورۂ آل عمران ۸۱: /ترجمہ کنز الایمان
(۵) یٰس اختر مصباحی؛ مولانا، جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۷ء، ص ۲۰
(۶) جلال الدین سیوطی، امام، حسن المقصد فی عمل المولد (میلاد سیوطی)، دار العلوم جائس رائے بریلی ۲۰۰۴ء، ترجمہ محمد آصف رضا، ص ۲۶
(۷) عماد الدین ابن کثیر، علامہ، مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میلاد ابن کثیر)، دار العلوم جائس رائے بریلی ۲۰۰۴ء، ترجمہ سید علیم اشرف جائسی، ص ۲۰

ادارتی نوٹ:

منکرین عید میلاد النبی ﷺ کا سب سے خطرناک وار یہ ہوتا ہے کہ جب صحابہ کرام نے میلاد نہیں منایا تو تم کیوں مناتے ہو؟ جب صحابہ کرام سے میلاد النبی ﷺ ثابت نہیں تو یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جشن عید میلاد النبی ﷺ میں بہت سے نیک کام مثلاً درود وسلام، حمد ونعت، علما کے بیانات وغیرہ انجام دیئے جاتے ہیں اور انھیں اعمال صالحہ کے مجموعے کا نام جلوس محمدی ہے، چونکہ منکرین یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ درود وسلام یا حمد ونعت صحابہ سے ثابت نہیں، اس لیے بڑی چالاکی سے کہتے ہیں کہ میلاد کا جلوس صحابہ سے ثابت نہیں، اس لیے ہر مسلمان کو چاہئے کہ جب بھی میلاد کو دیکھیں تو یہ نہ دیکھیں کہ میلاد کی مجموعی صورت صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ دیکھیں کہ میلاد میں ہونے والا ہر ہر عمل الگ الگ صحابہ سے ثابت

بقیہ ص ۲۰ پر پر

عرسِ چہلم ۱۳؍ اگست پر مشاہداتی تحریر

از: غلام مصطفیٰ رضوی

رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ کے مبارک ایام ہیں۔ مدینہ شریف کی بہاریں۔ سنہری جالیاں ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کی حد نہیں۔ درودوں کے نغمے ہیں۔ ادب کی ساعتیں ہیں۔ یہاں دل کا حال بھی کھلا ہے۔ جذبات بھی عیاں۔ سلام پیش کیا۔ یارانِ پاک کی بارگاہ میں بھی توشۂ دل نذر کیا۔ صدیق وعمر کی شان پر سلام۔ ان کی جاں نثاری پر سلام۔ ان کی قسمت پر سلام۔ باب البقیع سے باہر آئے۔ زیرلب — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — کی ڈالیاں پیش کیں۔ ایک ایک لفظ معنویت بکھیر رہا تھا۔ مفہوم دل پر کھل رہا تھا۔

درِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر آئے۔ عصر کی گھڑیاں قریب تھیں۔ خلیفۂ تاج الشریعہ مولانا عاقب فرید قادری [وصال ۱۹؍ جولائی ۲۰۱۸ء — مترجم کنزالایمان انگلش] سے مجی شہباز رضوی نے رابطہ کیا۔

حضور تاج الشریعہ کی مدنی قیام گاہ کا پتہ معلوم کیا۔ پھر ہوٹل ایلافِ طیبہ چل دیے؛ جہاں اخترِ اسلام پورے تب وتاب سے جلوہ گر تھا۔ چند ساعتوں میں قیام گاہ پہنچ گئے۔ ہم ہال میں رُک گئے۔ برابر کے کمرے میں حضور تاج الشریعہ جلوہ بار تھے۔ ہال میں مولانا عاقب فریدی محبت سے ملے۔ طیبہ کی بہاروں کا تذکرہ ہوا۔ ترجمہ قرآن کنزالایمان انگلش کی توسیع سے متعلق کچھ منصوبہ بندی رہی۔ علمی گفتگو جاری تھی۔ افریقہ ودیگر بلاد سے علما کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ نمازِ عصر مولانا عاقب کی اقتدا میں ادا کی۔ سامنے کھڑکی سے سبز گنبد کا جلوہ نگاہوں کی تازگی بڑھاتا تھا۔ نماز سے فارغ ہوئے۔ علمائے کرام سے ملاقاتیں رہیں۔ افطار کا وقت قریب ہوا۔ محفل سج گئی۔ ہال پُر ہو گیا۔ نعت و مناقب کے نذرانے۔ ہندوپاک کے نعت خواں سوز بڑھا رہے تھے۔ ابھی بزم سجی تھی کہ روشنی بڑھی۔ حضور تاج الشریعہ بزم میں تشریف لے آئے۔ سب نگاہیں اُدھر ہی تھیں جدھر شمعِ طیبہ سے نور پانے والا اختر جلوے بکھیر رہا تھا۔ ان کی توجہ خاص ہم غلاموں کی جانب مبذول تھی۔ سبحان اللہ! کیسا نورافزا سماں! ایمان کی فصل ہری بھری ہو گئی۔ طیبہ کی بہاروں میں نورانی وجود حرارتِ ایمانی بڑھا رہا تھا۔ بہت اطمینان سے آپ تشریف فرما تھے۔

اس درمیان ثناخوانی جاری تھی۔ کلام الامام امام الکلام سے محبتوں کی سوغات بٹ رہی تھی۔ واقعی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے اشعار کی معنویت اور روح — درِ طیبہ پر کھلتی ہے۔ ہر ہر شعر اپنے باطن کی خوش بو سے آشنائی بخشتا ہے۔ پھر حضور تاج الشریعہ نے سبز گنبد کی ان بہاروں میں داخلِ سلسلہ فرمایا اور افطار کو تشریف لے گئے۔ ہم نے موجود علما وخواص کے ساتھ افطار کیا۔ نمازِ مغرب باجماعت ادا کی۔ نماز کے بعد نیاز کا اہتمام تھا۔ استفادہ کیا۔ پھر مرشد کی بارگاہ سے رخصت ہوئے۔ سبز گنبد کے جلوے نظارہ کیے۔ میقاتِ مدینہ ذوالحلیفہ پہنچے۔ احرام باندھا۔ عازم حرم ہوئے۔ راہ میں سحری کی۔ حرم پہنچ کر فجر ومناسکِ عمرہ ادا کیے۔

ابھی رمضان المبارک کے سترہ روزے ہوئے تھے کہ دوبارہ طیبہ کا عزم ہوا۔ سترہویں کی دوپہر عازمِ مدینہ ہوئے۔ طیبہ کی راہیں اشعارِ رضا کے نغموں سے گل زار بنی ہوئی تھیں۔ شام ہوئی کہ زندگی کی صبح نمودار ہو گئی۔ جانبِ بطحا سے ہوائیں چلنے لگیں۔ گرمی کی حدت کا احساس رُخصت ہوا۔ دارالشفاء سے پیام تازہ آنے لگے۔ جذبات مچلنے لگے۔ ارمان جوش پانے لگے۔ خیالات کی وادیاں بہار بہار ہو گئیں۔ داخلِ شہر مقدس

ہوئے۔ دور سے ہی مسجد نبوی کے مینار نظر آنے لگے۔ ہم قیام گاہ پہنچے؛ معلوم کیا کہ حضور تاج الشریعہ طیبہ میں موجود ہیں یا ہند رُخصت ہوئے! اِس اطلاع نے غنچۂ دل کھلا دیا کہ حضور تاج الشریعہ نے قیامِ طیبہ کی مدت طویل کی۔ قافلے نے اقامت بڑھا دی۔ تشنہ لبی تھی۔ بلادِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے رُخصت گوارہ نہ تھی۔ ہوتی بھی کیسے ۔

یَا قَافِلَتِی زِیْدِیْ اَجْلَکْ رحمے برحسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

[اعلیٰ حضرت]

ہوٹل میں اسباب رکھے۔ پھر حضور تاج الشریعہ کے کاشانہ کو چل دیے۔ ابھی افطار کو کچھ وقت باقی تھا۔ ثنا خواں نغمے الاپ رہے تھے۔ ہوائیں چل رہی تھیں۔ سبز گنبد روبرو تھا۔ مسجد نبوی کی بہاریں۔ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تر زبانیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے پھوہار پڑ رہی ہو۔ جیسے بادل گھر رہے ہوں۔ جیسے بارانِ رحمت برس رہی ہو۔ جیسے کلیاں چٹک رہی ہوں۔ جیسے پھول کھل رہے ہوں۔ جیسے گلشن مہک رہے ہوں۔

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

[اعلیٰ حضرت]

حضور تاج الشریعہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ دست بوسی کا موقع ملا۔ جوق در جوق زائرین آتے رہے۔ دیدار کی لذت پاتے رہے۔ آج بوقت افطار حضور تاج الشریعہ نے شرکا کے لیے دعا کی۔ چہرے پر نور کا پہرا تھا۔ نعت خوانی ہوئی۔ کلام الامام کی سوغاتیں، کلامِ مفتی اعظم کی عطر بیزی، کلامِ اختؔر کی نواسنجی۔ سماں بندھ گیا۔ یوں لگا جیسے توشے بٹ رہے ہوں۔ جیسے مُرادوں سے دامن بھرے جا رہے ہوں۔ جیسے سبز گنبد سے مدد مل رہی ہو۔ جیسے فریاد رسی ہو رہی ہو۔ جیسے حسرتیں پوری ہو رہی ہوں۔ جیسے جھولیاں بھری جا رہی ہوں۔ جیسے منھ مانگی مرادیں مل رہی ہوں۔

ان کے در پہ اختؔر کی حسرتیں ہوئیں پوری
سائل در اقدس کیسے منفعل جاتا

[تاج الشریعہ]

افطار کیا۔ نماز پڑھی۔ سوئے حرم نبوی چل دیے۔ اب روزانہ کا معمول بن گیا کہ سرِ شام حضور تاج الشریعہ کے دولت کدہ پہنچ جاتے۔ زیارت کرتے۔ نعت خوانی سے کشکولِ مراد بھرتے۔ طیبہ کی بہاروں میں ثنا خوانی کی لذت پاتے۔ تشنہ لبی دور کرتے۔ پھر پیاس بڑھاتے۔ دیدار کی تمنا کو فروزاں کرتے۔ پھر افطار کرتے۔ آتے جاتے۔ مراد پاتے۔ تمنا بڑھاتے۔ یوں ہی چار پانچ دن گزر گئے۔ پھر وہ ساعت آئی کہ قافلے حجاز سے ہند آنے کو تھے۔ حضور تاج الشریعہ کی ہند روانگی تھی۔ ۲۱ر رمضان کی سہ پہر تھی۔ ہم کاشانۂ حضور تاج الشریعہ پہنچے۔ آج بڑا کیف آور لمحہ تھا۔ نمازِ عصر حضور تاج الشریعہ نے خود پڑھائی۔ فراغ کے بعد نعت خواں محمد زبیر مکی وڈاکٹر نثار احمد معرفانی کو بُلوایا۔ مسند پر بٹھایا۔ حمد باری تعالیٰ پڑھی گئی۔ کلام الامام سے آغاز ہوا۔ آج یوم شہادتِ مولائے کائنات تھا۔ کئی نسبتیں جمع تھیں۔ صاحبِ نسبت جلوہ گر تھے۔ محفل اشک بار کیے دیتی تھی ۔

خراب حال کیا دل کو پُر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت نے کیا نہال کیا

[اعلیٰ حضرت]

کئی کلام کی حضور تاج الشریعہ نے خود فرمائش کی اور خود بھی پڑھ رہے تھے۔ لبہائے مبارک ہل رہے تھے۔ نعت خواں نے یہ کلام بھی پُرسوز پڑھا۔ آنکھیں بھیگ گئیں "پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں"، ابھی گلشن طیبہ کا ذکر چل رہا تھا۔ دشتِ طیبہ کی یادیں تازہ تھیں۔ محویت کا عالم طاری تھا۔ نغمۂ دل چھڑ گیا ۔

سیر گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

[علامہ حسن رضا بریلوی]

نعت خواں نے گرہ لگائی۔ ایک ایک مصرعہ جذبات کی نمائندگی کررہا تھا۔ طیبہ سے واپسی کا پیام روح کو زخمی کیے دیتا ہے۔ اس در کی حاضری حضوری کی لذت سے آشنا کرتی ہے۔ جدائی جذبات کو مضمحل کردیتی ہے۔ درِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری عاشق کو کیسے گوارا ہوسکتی ہے! ابھی اس کلام کی تکرار جاری تھی کہ نعت خواں نے دوسرا کلام شروع کیا۔ حضور تاج الشریعہ نے خود مقطع کی تکرار فرمائی۔ کیف کے عالم میں۔

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

محفل اختتام کو تھی۔ قبولیت کی ساعتیں۔ زبانِ اختر سے نغماتِ بخشش امڈ رہے تھے۔ بخشش کے سفینے ترنے کو تھے۔ سبز گنبد سے قبولیت کی سند گویا عطا ہو رہی تھی۔ وہ ساعت سعید آئی جب سب حالت قیام میں آگئے۔ بصد ادب کھڑے ہو کر وہ عمل پیش کیا۔ جو اسلاف سے متوارث چلا آرہا ہے۔ پھر ارض طیبہ۔ سامنے جلوۂ محبوب۔ قبولیت کے لمحے لفظ لفظ سے وضع ہونے لگے۔ حضور تاج الشریعہ کی زبان مبارک سے جب سلامِ رضا کے اشعار ادا ہوتے تو تپش محبت بڑھ جاتی۔ آنکھیں فرطِ عقیدت سے چھلک جاتیں۔ سراپائے مصطفیٰ کا بڑا اچھوتا بیاں بریلی کے تاج دار نے نظم کیا۔ حضور تاج الشریعہ نے درجنوں اشعار زیر سایہ گنبد خضرا پڑھے۔ پڑھوائے۔ سنے اور سنوائے۔ اسی شب قافلہ سالارِ عشق ۔۔۔ سوئے ہند روانہ ہوئے۔ یہ حیاتِ ظاہری کا آخری سفر حرمین تھا۔ پھر حضور تاج الشریعہ کے خلیفہ وعزیز داماد مفتی شعیب رضا نعیمی اگلے رمضان میں وصال فرما گئے۔ پھر حضور تاج الشریعہ کی علالت۔ اور ۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء/ ۷؍ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ کو علم وفن کا یہ آفتاب وماہ تاب متاعِ عشقِ رسول جہان میں تقسیم کرکے عازمِ خلد بریں ہو گیا۔

اختر خستہ بھی خلد میں چل دیا
جب صدا دی اے مرشدی نے چلیں

***

ص ۵۸ رکا بقیہ ....

ایک مرتبہ میں شیر پور کے جلسے کے لئے حضرت کی تاریخ لینے کی نیت سے بریلی شریف روانہ ہوا۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ جب کسی بزرگ کے آستانے پر کسی خاص مقصد کے لئے جانا ہو تو گھر سے نکلتے ہی کھانا پینا چھوڑ دو، جب وہاں پہنچ کر فریاد کرلو اور عرضی پیش کردو پھر کھانا پینا شروع کرو، مجھے بھی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری اسی غرض سے دینی تھی کہ میرے مرشد کی تاریخ مل جائے، میں نے شیر پور سے نکلتے ہی کھانا پینا چھوڑ دیا۔ موسم نہایت گرم تھا۔ راستے میں شدت کی پیاس محسوس ہوئی لیکن میں اپنے ارادے پر اٹل تھا، بے چینی بڑھتی جارہی تھی، اسی دوران مجھ پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوئی، کیا دیکھتا ہوں کہ میرے مرشد پاک تشریف لائے اور خفگی کے عالم میں فرمایا کہ: "پانی پی لو ورنہ میں تاریخ نہیں دوں گا" پھر میں نے حواس بحال ہونے کے بعد حضرت کے حکم کے مطابق کھانا پینا شروع کردیا، بریلی شریف پہنچ کر حضرت کی خدمت میں حاضری دی، حضرت نے تبسم فرمایا اور حضرت عسجد میاں کو حکم فرمایا کہ انہیں جلسہ کے لئے کوئی تاریخ دیدو، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ میرے مرشد پاک کس قدر روشن ضمیر تھے اور اپنے چاہنے والوں کے حالات اور کیفیات سے کس قدر باخبر تھے، میرا ماننا ہے کہ میرے پیر و مرشد کے لاکھوں جنات مرید تھے، آپ کے جنازۂ مبارکہ میں جہاں انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، وہیں جنات اور فرشتوں کی بھی خاصی تعداد شریک تھی۔

اللہ تعالیٰ میرے مرشد پاک کے درجات بلند فرمائے اور ہم غم کے ماروں اور حضور عسجد میاں قبلہ کو صبر وقرار عطا فرمائے اور آپ کے روحانی، علمی اور دینی فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

سوگوار: غلام تاج الشریعہ ارشد القادری

۱۰؍ اگست ۲۰۱۸ء

تاج الشریعہ بحیثیت جانشین مفتی اعظم

از: مولانا شارب ضیا مصباحی*

وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، مفکر اسلام، حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ والرضوان علم وعمل فضل وکمال زہد وورع اور طہارت وتقدس میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی، اپنے جد امجد حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خان اور تاجدار اہلسنت مفتی اعظم عالم اسلام رضوان اللہ علیہم کے قائم مقام اور سچے جانشین تھے۔آپ بیک وقت محدث، مفسر، محقق، اصولی، ناقد، مورخ، مصنف، مولف، مترجم، شارح، مدبر، مفکر، شاعر، ادیب، مقرر، نحوی، صرفی، منطقی، مبلغ، اورداعی جیسے کثیر جلیل القدر اوصاف وکمالات سے متصف تھے۔ آپ کا مقبول اعاجم و اعارب اور مرشد اکابر واصاغر ہونا آپ کے ممتاز ترین اوصاف میں ہیں۔آپ کے مداح پورے عالم اسلام میں موجود ہیں۔ دنیا بھر سے متوسلین، مندوبین، اور معتقدین نے آپ کے وصال پر ملال پر غم و تعزیت کا اظہار کیا اور کروڑوں کی تعداد میں شریک جنازہ ہو کر اپنے اعتقاد وانتساب کا اظہار کیا۔اور دانشوران اہلسنت نے آپ کو موجودہ دور کا سب سے بڑا عالم ومفتی تسلیم کیا ہے۔اس لیے سردست ہم نے آپ کی عظمت وشان، زہد وتقویٰ، علم و حکمت اور تبلیغ وارشاد سے متعلق اکابرین کے کہے گئے اور لکھے گئے تاثرات میں سے چند تاثرات نظر قارئین کرنے کی کوشش کی ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند الشاہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے اب تم فتویٰ نویسی کے کام کو انجام دو میں دار الافتاء تمہارے سپرد کرتا ہوں اور آپ نے موجودہ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ لوگ اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں"۔ (حیات تاج الشریعہ ص ۱۷، ۱۸)

(۲) حضور احسن العلماء مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے عرس قاسمی ۱۹۸۴ء کی تقریب میں جانشین مفتی اعظم ہند کا استقبال قائم مقام مفتی اعظم علامہ ازہری زند باد کے نعرہ سے کیا مجمع کثیر میں جانشین مفتی اعظم کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی تمام خلافت واجازت عطا فرمائی۔ (ایضاً ص ۲۰۰)

(۳) خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ متوطن پاکستان نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہندوپاک میں ہماری مرکزی شخصیت حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی ہیں جو نائب مفتی اعظم ہند کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

(۴) حضرت علامہ سید فخر الدین اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ فرماتے ہیں کہ عظیم روحانی خانوادے کے چشم وچراغ طریقت وشریعت کے علم بردار فقیہ عصر حامل زہد و تقویٰ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ و مولنا تاج الشریعہ الحاج اختر رضا خان صاحب قبلہ ملقب بہ ازہری میاں دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات ستودہ صفات ہے جو علم وعمل زہد وتقوی، شرم وحیاء، صبر و قناعت، صداقت و استقامت، وغیرہ عظیم صفات حسنہ سے متصف ہیں۔ یہ عصر حاضر کی وہ عظیم ہستی ہیں جس سے عوام وخواص یکساں طور پر مستفید ہو رہے ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۲۴۹)

(۵) حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ واسطی بلگرام شریف نے فرمایا کہ فقیر قادری کو جانشین مفتی اعظم ہند علامہ ازہری میاں

استاذ جامعہ قادری مدینۃ العلوم، ڈی جے ہلی، بنگلور

صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے بارہا ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے یہ ملاقات وروابطے دیرینہ تعلقات کے باعث ہیں جو خانقاہ بلگرام وبریلی میں ہمیشہ سے رہے ہیں موصوف کو خانقاہ رضویہ میں وہ مقام حاصل ہے کہ تاج الشریعہ اور قاضی القضاۃ جیسے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۶۰۱)

(۶) حضرت سید شاہ فضل المتین چشتی صاحب قبلہ گدی نشین اجمیر معلیٰ فرماتے ہیں کہ تاج شریعت مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ذات بابرکات علمی، دینی، روحانی، اور سماجی خدمات کے حساب سے ایک مثال ہے۔ یہ اس وقت کی ایک اہم قابل ذکر اور قابل قدر شخصیت ہیں اور ایسے حلقے کے سربراہ ہیں جس کے ذکر کے بغیر ہمارے عہد کی دینی، مسلکی اور فقہی تاریخ مکمل ہو نہیں سکتی۔ یہ بذات خود شخصی اعتبار بلند مرتبت ہیں۔ (ایضاً ص ۳۵)

(۷) فضیلت الشیخ العلامہ محمد عمر بن سلیم المہدی الدباغ مدظلہ العالی بغداد شریف تاج الشریعہ برکاتہم العالیہ وصدر العلماء کی تعریف وتوصیف بڑی عقیدت مندانہ انداز میں فرماتے تھے۔ شیخ صاحب نے سرکار تاج شریعہ کی شان میں عربی زبان میں منقبت بھی لکھی اور آپ نے حضور تاج شریعہ سے سند الحدیث و الافتاء اور اجازت وخلافت لی۔ (ایضاً ص ۵۹۵)

(۸) الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسیٹی مبارک پور کی عزیز المساجد میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے سربراہ اعلیٰ حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ شہزادۂ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے کہا کہ سرکار تاج الشریعہ خانوادہ اعلیٰ حضرت کے روشن چراغ ہونے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے عاشقوں کے دلوں کی دھڑکن تھے اور آپ کی شخصیت انتہائی متاثر کن تھی جو بھی آپ پر نظر ڈالتا وہ آپ کا دیوانہ ہو جاتا یہی وجہ ہے کہ آج پورے عالم اسلام میں آپ کے کروڑوں عقیدت مند پھیلے ہوئے ہیں۔

(۸) صدر العلما خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فرمایا کہ صد حیف! میر کارواں جاتا رہا، تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری کی رحلت کا غم صرف ایک خاندان، ایک شہر یا ایک ملک کا غم نہیں بلکہ آپ کی جدائی پر پوری ملت سوگوار ہے۔ جامعہ اشرفیہ کی تاریخ میں کبھی بھی اور کسی بھی ذات کی رحلت پر دو دن کی تعطیل نہیں ہوئی، سرکار تاج الشریعہ کی رحلت پر پہلا موقعہ ہے کہ جامعہ میں دو دن کی تعطیل رہی تمام طلبہ، اساتذہ اور جامعہ کے ارباب انتظام وانصرام شریک جنازہ ہوئے کیوں نہ ہوں اس لیے کہ تاج الشریعہ اہل سنت کے میر کارواں تھے۔

(۹) الجامعۃ الاشرفیہ میں منعقدہ تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر المدرسین وصدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے کہا کہ آج عالم اسلام کے لیے بڑے ہی قلق اور قلبی اضطراب کی بات ہے کہ ہم سے قاضی القضاۃ فی الہند علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری رخصت ہوگیے۔ آپ کی علمی وروحانی شخصیت خانوادہ اعلیٰ حضرت کی معروف ترین ذات تھی، آپ نے مفتی افضل حسین مونگیری اور مفتی اعظم ہند سے باقاعدہ افتاء کی تربیت لی، آپ کی عربی، اردو، انگریزی تصانیف، عربی واردو تراجم، سیمیناروں کے مقالات اور فقہی وعلمی شہ پارے ایک عظیم یادگار ہیں، جو رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے مشعل راہ بنی رہیں گی۔

(۱۰) مرکز الثقافۃ السنیہ کے بانی ومہتمم حضرت شیخ ابوبکر مسلیار دامت برکاتہم العالیہ نے درس بخاری منعقدہ ۲۳ جولائی بروز پیر ۲۰۱۸ء کے موقعہ پر وارث علوم اعلیٰ حضرت مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان ازہری کی رحلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ تاج الشریعہ کی رحلت علمی، ودعوتی خسارہ ہے، آپ کی شخصیت عالم اسلام کے علمائے کرام اور سواد اعظم اہل سنت کے اکابرین کے درمیان قابل احترام تھی، آپ دنیائے سنیت کے عظیم رہنما اور افکار رضا کے امین وپاسبان تھے، شیخ نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ازہری میاں ماضی قریب اور موجودہ وقت کے سب سے بڑے عالم ومفتی تھے۔

(۱۱) شیخ الاسلام مفسر قرآن حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں

صاحب قبلہ نے فرمایا کہ مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب کی رحلت بلاشبہ علمی وروحانی دنیا میں عظیم خلا ہے جس کا پر ہونا مستقبل قریب میں نظر نہیں آتا۔ ازہری صاحب نے دین وسنیت اور رشد وہدایت کی جو خدمات انجام دی ہیں یقیناً وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ازہری صاحب کے ذریعہ دین وسنیت کی راہ میں کی گئی ہر چھوٹی بڑی خدمات قبول فرمائے۔ آمین!

(۱۲) خانقاہ مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین عالمی شہرت یافتہ بزرگ حضرت سید نجیب حیدر میاں نوری صاحب قبلہ نے کہا کہ مفتی اعظم ہند قاضی القضاۃ فی الہند علامہ مفتی اختر رضا خان المعروف ازہری میاں کا وصال دنیائے سنیت کا ناقابل تلافی نقصان ہے، جس سے علم فقہ کا ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا، ازہری میاں ان عظیم شخصیات میں ایک تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار محاسن وکمالات سے سرفراز فرمایا، آپ عظیم فقیہ ومحقق اور اعلیٰ حضرت کے علوم کے سچے وارث تھے آپ مارہرہ مطہرہ کے افکار ونظریات کے بے باک ترجمان اور مفتی اعظم ہند کی علمی وروحانی وراثتوں کے سچے امین اور جانشین تھے۔ آپ کی فکری وعلمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ عربی اردو زبان میں آپ کی تحریر کردہ متعدد کتابیں ان پر شاہد ہیں۔

(۱۳) انٹرنیشنل داعی، عالمی شہرت یافتہ خطیب مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن نے لندن میں حضور تاج الشریعہ کی رحلت پر ایک تعزیتی پروگرام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وصال عام طور پر کسی کے جانے کا نام ہوتا ہے مگر تاج الشریعہ کا وصال امت مسلمہ کی حیات کا نام ہے ایک نئی بیداری کا نام ہے ایک نئے انقلاب کا نام ہے آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایک شخص کے احترام میں کئی کروڑ افراد جمع ہو سکتے ہیں، یہی افراد اگر کبھی جمع ہو جائیں باطل قوتوں کے خلاف تو باطل کی تمام قوتیں سرخمیدہ ہو جائیں گی، یہ کارنامہ انجام دیا ہے تاج الشریعہ نے اپنے انتقال کے ذریعہ سے۔ میں عہد شباب سے جانتا ہوں میں اس محفل میں کم از کم اس سعادت کا حامل ہوں کہ زمانہ طالب علمی سے لیکر آخری انجام تک میں نے ان کا مشاہدہ کیا ہے ان کا بچپن دیکھا ہے، دورہ طالب علمی دیکھا ہے تین سال مجھ سے بڑے تھے اور علم وہنر کے تو بہت بڑے تھے کہاں وہ اور کہاں میں، بہت عظیم تھے وہ، وہ تو رخصت ہو گئے مگر ایک زندگی دے گئے اپنی قوم کو اہل سنت کو اور امت مسلمہ کو۔ بہت سے لوگ خانقاہوں کے اعتبار سے مختلف اداروں کے اعتبار سے اختلاف کی بات کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہندوستان کے سنی منتشر ہو گئے ہیں اب متفق نہیں ہو پائیں گے، ان کو متحد کرنا بڑا مشکل کام ہے لیکن متحد کر دکھایا حضرت کے جنازے نے، کہ جنازے میں بریلی بھی تھا، مارہرہ بھی تھا، کچھوچھہ مقدسہ بھی تھا، بدایوں بھی حاضر تھا، آج ناگ پور بھی تھا، پیلی بھیت بھی تھا، سبھی تھے، بلکہ پورا عالم اسلام تھا۔ وہ ہمیں متحد کر گئے مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ ان کا بخشا ہوا یہ اتحاد ہمیشہ قائم رہے گا۔

(۱۴) آبروئے صحافت حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی نے جامعہ قادریہ دار القلم دہلی میں اظہار تعزیت اور دعائے مغفرت کی منعقدہ محفل کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کبھی کبھی محاورے بھی بولنے لگتے ہیں جیسے آج طویل علالت کے بعد خانوادۂ رضا بریلی شریف کے دینی وعلمی چشم وچراغ اور عالم اسلام کے علمائے کرام، مشائخ طریقت اور سواد اعظم اہلسنت کے دینی پیشوا حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری بریلوی کے وصال پر سب کی زبان سے بے ساختہ یہی نکل رہا ہے کہ علم وعمل اور شہرت ومقبولیت کا جہان اٹھ گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ تاج الشریعہ خانوادۂ رضا میں افکار رضا، علوم رضا اور کردار رضا کے امین وپاسبان تھے اس طرح حضرت تاج الشریعہ کا وصال ملک وملت اور سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے لیے ناقابل تلافی نقصان عظیم ہے۔

(۱۵) خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی سید شاہد علی حسنی محدث رام پوری فرماتے ہیں کہ عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے سچے وارث، حجۃ الاسلام ومفتی اعظم ہند کے صحیح جانشین،

روحانیت کے تاجدار، رضویت کے امین، تاج الشریعہ، فقیہ اسلام، قاضی القضاۃ فی الہند، محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ جو اہل سنت وجماعت کی عالمی سطح پر علمی، دینی، اعتقادی اور فکری قیادت ورہبری فرمارہے ہیں جن کے آفتاب شہرت واقبال کی کرنیں سارے عالم کو روشن ومنور کر رہے ہیں۔ (حیات تاج الشریعہ جدید اضافہ ص ۱۲)

(۱۶) حضرت ڈاکٹر علامہ مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی علیگ نے فرمایا کہ "میرے آقا حضرت علامہ شاہ اختر رضا قادری قدس سرہٗ جیسے مرشد برحق چلے گئے، جہان رشد وہدایت تاریک ہو گیا۔ تاج الشریعہ رخصت ہوئے، شریعت کے ایوان سونے ہو گئے۔ بدر الطریقہ روپوش ہو گئے، طریقت کا آفتاب گہنا گیا۔ ایک عارف باللہ وصال محبوب سے شاد کام ہوا، بادۂ عرفان کی سرمستی جاتی رہی۔ ایک قاضی القضاۃ نے رخ موڑ لیا، دار القضا کی رونق چلی گئی۔ فخر ازہر نے جہان فانی کو الوداع کہا، جامعات کے ایوانوں میں ماتم بپا ہے۔ شیخ الاسلام والمسلمین دنیا سے اٹھ گئے، سارا جہان سنیت سوگوار ہے۔ ع

تم کیا گئے کہ رونق دنیا چلی گئی

حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کی جامع کمالات ومحاسن شفیق ہستی اپنے ساتھ بہت سی خصوصیات لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئی اور اپنے کروڑوں چاہنے والوں کو روتا بلکتا چھوڑ گئی۔ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کا ایک نادر وجود با مسعود تھا جس کے گرد فرزندان توحید اور عاشقان ماہ رسالت پروانہ وار نثار ہوا کرتے تھے۔ وہ جدھر تشریف لے جاتے، دیوانوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ جس سمت رخ فرماتے، میکدۂ عرفان ومحبت آباد ہو جاتا۔ جس جگہ تشریف رکھتے، ایک خیابان محبت آباد ہو جاتا۔ یہ شاعرانہ استعارہ آپ کے مقدس وجود پر پورے طور سے صادق آتا ہے۔

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

(۱۷) حضرت علامہ سید عرفان مشہدی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ دور حاضر میں اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند کے سچے جانشین، افکار رضا کے کھرے وارث قائد ملت حضور تاج الشریعہ مفتی اعظم علامہ الشاہ اختر رضا خان قادری بریلوی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص ۴۶)

(۱۸) حضرت علامہ سید شاہ مظفر حسین قادری صاحب قبلہ متوطن پاکستان فرماتے ہیں الحمد للہ میرے شیخ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ نے اس وقت فتاویٰ رضویہ کی تین جلدیں مکمل عربی میں کردی ہے اور عربی بھی وہ جس پر مصری بھی نثار ہو جائیں۔ تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کا آج کوئی نظیر نہیں نہ تقویٰ میں کوئی نظیر نہ علم میں کوئی نظیر۔

(۱۹) عالمی شہرت یافتہ اسلامی اسکالر، شوشل میڈیا پر دھوم مچانے والی انٹرنیشنل شخصیت مفکر اسلام حضرت علامہ پیر ثاقب رضا مصطفائی پاکستان نے دار العلوم امجدیہ کراچی میں منعقدہ محفل سوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں عکس اعلیٰ حضرت تھے۔ آپ مفتی اعظم ہند کے علوم وتقویٰ کے وارث اور افتخار روزگار تھے۔ آپ کا پاکیزہ وجود امت مسلمہ کے لیے ابر بہار کا درجہ رکھتا تھا۔ آپ لاکھوں لوگوں کے لیے صحت عقیدہ کی ضمانت ٹھہرے اور وابستگان سلسلہ کی روحانی تربیت اور فکری تطہیر کی لیے عمر بھر کوشاں رہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین متین میں بسر ہوا۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے پیدا ہونے والے خلا کبھی پر نہیں ہوگا۔ آپ کے دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بلندی درجات کی دعا کرتا ہوں اللہ جل شانہ آپ کی تربت انور پر رحمات اور برکات کا سایہ ہمیشہ ضوفگن رکھے اور ہمیں آپ کے نقوش پا کی برکتیں نصیب کرے۔ آمین بحرمت طٰہٰ ویٰسین۔

(۲۰) مسجد فتح پور دہلی کے شاہی امام حضرت مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی نے کہا کہ حضرت ازہری کے انتقال کی خبریں سن کر بالکل یقین نہیں ہو رہا ہے کہ علم وحکمت کا کوہ ہمالہ ہمارے مابین نہ رہا۔ جب سے یہ خبر کانوں میں پڑی ایک ہی جملہ گردش کر رہا ہے کہ آپ کا انتقال "موت العالم موت العالم کے

مصداق ہے۔

(۲۱) معروف علمی وادبی شخصیت حضرت علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی نے کہا کہ ہماری نظر میں موجودہ دور میں تاج الشریعہ ہی علوم اعلیٰ حضرت کے سچے اور حقیقی نمائندہ تھے۔ دین وشریعت اور علم وادب اور نعتیہ شاعری میں ان کے واقعی جانشین تھے۔

(۲۲) غیاث ملت حضرت سید غیاث الدین قادری ترمذی صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ کالپی شریف فرماتے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ دامت برکاتھم العالیہ کی جامع تصوف شخصیت ظاہر وباہر ہے آپ کی علمی، فقہی، مسلکی، ملی، تصنیفی اور روحانی خدمات نے آپ کو عالم اسلام کا آفاقی شخصیت بنا دیا ہے جسے کوئی انصاف پسند جھٹلا نہیں سکتا، آج بھی حضور تاج الشریعہ جملہ سنیوں کے آئیڈیل ہیں۔ (تجلیات تاج الشریعہ۔ص،۳۳)

اس طرح بے شمار ارباب علم ودانش نے سرکار تاج الشریعہ کی شان وعظمت کی گیت الاپا ہے اور آپ کے علمی جلال کے قصیدے پڑھے ہیں جن میں ترکی صدر طیب اردگان، شہزادہ غوث اعظم سید ڈاکٹر عبدالعزیز الخطیب الحنی والحسینی بغداد شریف، الشیخ عثمان بن عمر الشافعی الصومالی، مولانا الیاس عطار قادری، مناظر اہلسنت مفتی حنیف قریشی، مفتی اجمل رضا قادری، مفتی اکمل صاحب عطاری، شیخ حسن حسیب الرحمٰن پاکستان۔ مناظر اہل سنت مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی بانی جامعۃ الزہرا للبنات اتر دیناج پور بنگال، مفکر اسلام علامہ مجاہد حسین مصباحی صدر المدرسین دار العلوم غریب نواز ومفتی محمد شعیب عالم نعیمی صدر افتاء دار العلوم یادگار حبیب الہ آباد، رضوی کتاب گھر دہلی کے مالک حافظ قمر الدین صاحب، مفتی شمس الہدیٰ مصباحی، مفتی معراج القادری مصباحی، مفتی صدر الوریٰ قادری مصباحی، مفتی ناظم علی مصباحی، مفتی مسعود احمد مصباحی، مفتی زاہد علی سلامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ سید فضل اللہ چشتی چیئرمین فلاح فاونڈیشن دہلی، مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی صدر شعبہ افتاء سراج العلوم جاج مئوکان پور، ماہر رضویات مولانا ابو الحسن علی رضوی حیدر آباد، مولانا ظفر الدین برکاتی مصباحی مدیر اعلیٰ ماہنامہ کنز الایمان دہلی، مولانا ارشاد نعمانی دہلی، مولانا غلام مختار قادری، مولانا نور عالم نوری مصباحی، مفتی غلام سرور مصباحی، مولانا احمد رضا مصباحی، مولانا احمد رضا ثقافی جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم بنگلور خصوصا قابل ذکر ہیں۔ ان جیسے لاکھوں افراد ہیں کہ جنہوں نے سرکار تاج الشریعہ کے مقام ومرتبت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو مداحان تاج الشریعہ میں شمار کرایا ہے۔

■ ■ ■

ص ۵۱ رکا بقیہ

سرپرست اور شہر بریلی شریف میں جامعۃ الرضا مرکز الدراسات الإسلامیۃ کے بانی تھے، وہ گویا کہ تنہا ایک انجمن تھے، ایسے شجر سایہ دار کے اٹھ جانے سے ہماری صف میں واقعی ایک بڑا خلا ہوگیا جس کا بھرپور احساس تمامی اہلِ سنت کو ہے۔

میں اپنے تمام مریدین اور خانقاہ سمرقندیہ کے جمیع متنسبین ومتوسلین اور اپنے زیرِ سرپرستی تمام اداروں کی جانب سے حضرت کے تمام پسماندگان، جملہ مریدین، بالخصوص صاحبزادہ عالی وقار حضرت مولانا عسجد رضا قادری صاحب کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور غم کی اس گھڑی میں ان سب کے ساتھ شریک ہوں۔

تہ دل سے دعا ہے کہ ربِّ رحمن ورحیم حضرت کو کروٹ کروٹ جنت کی بہاریں عطا فرمائے، ہم سبھوں کو صبر جمیل سے نوازے اور ہم سبھوں کو توفیق دے کہ ہم ان کے چھوڑے ہوئے علمی وروحانی مشن کو جاری رکھ کر پایۂ تکمیل تک پہنچائیں، آمین بجاہ سید المرسلین سیدنا وحبیبنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وصحبہ أجمعین۔

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی، چراغ لے کے چلے

شریکِ غم: سید شمس اللہ جان مصباحی
خادم منصب سجادگی خانقاہ سمرقندیہ، دربھنگہ، بہار

■ ■ ■

مناقب حضور تاج الشریعہ

خوب مہکایا زمانے میں گلستان رضا

(از: شکیل اثر نورانی بریلوی

اختر برج صداقت ماہ تابان رضا
شان سے ظاہر ہے تیری عظمت و شان رضا

مظہر مفتی اعظم وارث علم رضا
سب نے مانا تم کو اے اختر رضا خان

حضرت تاج الشریعہ کہتی ہے دنیا تمہیں
ھادی و غازی مجاہد مرد میدان رضا

پاسبان سنیت اے فیصل حقانیت
زندگی ہے آپ کی درس دبستان رضا

خامہ و تحریر سے گفتار سے کردار سے
ہے نبھایا آپنے حق قلمدان رضا

خوب فرمائی ہے اس کی آبیاری آپ نے
خوب مہکایا زمانے میں گلستان رضا

جام بھر بھر کے پلائی ہے مئے حب نبی
خوب بانٹا ہے زمانے بھر میں فیضان رضا

حق و باطل کو زمانے میں سمجھنے کے لئے
خوب ہی مضبوط کی ہے تم نے میزان رضا

چاک صلح کلیت کے جیب و داماں کر دئے
یوں چلائی راہ حق میں تیغ برّان رضا

فخر ازہر بھی ہوئے تم غاسل کعبہ ہوئے
نور عین مصطفیٰ اے راحت خان رضا

یوں توسب گل ہیں مہک اٹھتا ہے کوئی اک بہت
اک سے اک بڑھ کر ہیں یوں توسب نبیران رضا

ٹوپیاں گر جاتی ہیں اہل نظر کی دیکھ کر
اتنا اونچا کر دیا ہے رب نے ایوان رضا

لوگ کھچ کھچ کر چلے آتے ہیں دامن میں تیرے
دلکشی حسن تیری اے خیابان رضا

عشق محبوب خدا نے کر دیا ہے مشکبار
اے تیری رنگینی اوصاف بستان رضا

ہے شریعت اور طریقت معرفت ہے عشق ہے
ہیں یہی اجزائے عز و عزمت و شان رضا

حضرت عسجد رضا اے جانشین ازہری
اب تمہیں کرنا ہے تزئین گلستان رضا

بارگاہ ازہری میں لائے ہیں نذر خلوص
ہم بریلی شہر کے مدحت نگاران رضا

ہوں غلام مفتی اعظم زہے قسمت شکل
فضل مولیٰ سے بہت ہے مجھ پہ فیضان رضا

آسمان علم کے ماہ مبیں اختر رضا

(از: صلاح الدین نادر پوکھ پروی

تھے علوم اعلیٰ حضرت کے امین اختر رضا
مفتی اعظم کے سچے جانشین اختر رضا

گمرہوں نے راہ پائی کفر بھی ٹوٹا گیا
دیکھ کر چہرے کو تیرے بالیقین اختر رضا

ہو رہا تھا اک جہاں دن رات جن سے فیضیاب
ہو گئے فردوس اعلیٰ کے مکیں اختر رضا

بھیڑ لگ جاتی جدھر سے آپ کا ہوتا گزر
اس قدر مقبول تھا کوئی نہیں اختر رضا

علم وعرفان، زہد وتقویٰ یا کہ ہر شعر وادب
کوئی بھی ہو بزم تھے مسند نشین اختر رضا

دیکھ کر صورت کو بے شک یاد آتا تھا خدا
آپ سا دیکھا نہیں میں نے حسین اختر رضا

آپ کی ذات مقدس سے تھی دنیا تابناک
آسمان علم کے ماہ مبیں اختر رضا

سارے عالم پر اچانک موت طاری ہو گئی
چل دئی جب چھوڑ کر خلد بریں اختر رضا

کون ہے جسکو کہوں میں آپ سا اس دور میں
میری نظر میں کوئی جچتا نہیں اختر رضا

نادر خستہ ہے جاری فیض ان کا آج بھی
تم جہاں جس جا پکارو ہیں وہیں اختر رضا

■ ■ ■

تھا ایسا نور تری باوقار آنکھوں میں

(از: ناصر خان نعمت مصباحی، دربھنگہ بہار

ہیں قطرۂ غم دل بے شمار آنکھوں
برائے نام نہیں ہے بہار آنکھوں میں

تو آسمان کے دل کا تھا اختر تاباں
تھا ایسا نور تری باوقار آنکھوں میں

چھلکتے خون کے آنسوں ہیں اس قدر، جیسے
چبھے ہوں دشت کے کانٹے ہزار آنکھوں میں

خزاں رسیدہ ہے رحلت سے دیدۂ نمناک
تمہارے دم سے تھی ساری بہار آنکھوں میں

گناہگاروں کو کار بندہ و منعم
تمہارا غم ہے چھپا بے شمار آنکھوں میں

مٹا نہ پائیں گے دنیا کے حادثے تا دم
وہ داغ دے کے گئے سوگوار آنکھوں میں

اترتے دیکھ سکوں تاج حق کو مرقد میں
دے اتنا صبر اے پروردگار آنکھوں میں

تمہیں سے اہل سنن کو تھا چین اے محسن
ابھر رہا ہے یہی بار بار آنکھوں میں

یہ اور بات جدا ہو گئے مگر ناصرؔ!
سدا رہے گی وہ تصویر یار آنکھوں میں

■ ■ ■

عامل قرآن ہیں اختر رضا خاں ازہری

(از: پھول محمد نعمت رضوی مظفر پور

سنیت کی جان ہیں اختر رضا خاں ازہری
شانِ ہندوستان ہیں اختر رضا خاں ازہری

اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں مدت کے بعد
مت سمجھ آسان ہیں اختر رضا خاں ازہری

جھوٹ غیبت اور چغلی سے رہے جو دور دور
وہ بڑے انسان ہیں اختر رضا خاں ازہری

ہو کے بیعت مفتی اعظم سے پائیں خلعتیں
اس قدر ذیشان ہیں اختر رضا خاں ازہری

کیسے وہ فائز نہ ہوتے اعلیٰ رتبے پر جناب
عامل قرآن ہیں اختر رضا خاں ازہری

مفتی اعظم کے ہیں بے حد جو محبوب نظر
حامدی ارمان ہیں اختر رضا خاں ازہری

علم وفن کے تحفے پائے شاہ نوری کے طفیل
درس کے سلطان ہیں اختر رضا خاں ازہری

آپ کے پیچھے نمازیں پڑھ کے سب یہ بول اٹھے
قاری خوش الحان ہیں اختر رضا خاں ازہری

آپ کی لکھی کتابیں آج بھی پڑھنے کے بعد
سب کے سب حیران ہیں اختر رضا خاں ازہری

جامعہ ازہر کی خاطر آپ ہی کی شخصیت
شان ہیں پہچان ہیں اختر رضا خاں ازہری

آپ کے ہاتھوں پہ بکنے کا شرف جن کو ملا
غم سے وہ انجان ہیں اختر رضا خاں ازہری

بد عقیدوں کو اڑا کر کردے دریا برد جو
ایسا اک طوفان ہیں اختر رضا خاں ازہری
اشرفی ہوں کہ وہ رضوی یا وہ سنی کوئی بھی
مانتے احسان ہیں اختر رضا خاں ازہری
آپکے کھولے ادارے جو بھی ہیں مرشد مرے
سب کے سب ذیشان ہیں اختر رضا خاں ازہری
نام سے ان کے ادارے جو جہاں منسوب ہیں
سب کی اک پہچان ہیں اختر رضا خاں ازہری
دیکھ کر تیرے جنازے کو سبھی یہ بول اٹھے
خلد کے مہمان ہیں اختر رضا خاں ازہری
حضرت عسجد میاں کی شکل میں اب بھی جناب
بالیقیں چٹان ہیں اختر رضا خاں ازہری
آپ سے جس نے پڑھا ہے اک سبق بھی ہند میں
اس کے تو سمان ہیں اختر رضا خاں ازہری
منقبت میں ایک گوشہ کیا اجاگر ہو بھلا
علم وفن کی کان ہیں اختر رضا خاں ازہری
جن کے صدقے حضرت نعمت کو بھی عظمت ملی
ہاں وہی دھنوان ہیں اختر رضا خاں ازہری

■ ■ ■

دیکھیے کعبہ بنا ہے میزبانِ ازہری

از: طفیل احمد مصباحی

اونچے اونچوں سے ہے اونچا آسمانِ ازہری
جاذبِ قلب و نظر ہے داستانِ ازہری
کوئی حاسد کیا مٹا پائے نشانِ ازہری
رب تعالیٰ جب کہ خود ہے پاسبانِ ازہری
فخرِ ازہر، فخرِ ملّت، فخرِ پاک و ہند بھی
جس جہت سے دیکھیے اعلیٰ ہے شانِ ازہری
غم کے ماروں کو یہاں آتے ہی ملتا ہے سکوں
کس قدر راحت رساں ہے سائبانِ ازہری
حضرتِ تاج الشریعہ جب ہیں میرِ کارواں
غیر ممکن ہے کہ بھٹکے کاروانِ ازہری
لب پہ ہر دم مرحبا صلِّ علیٰ کا ورد تھا
اور ذکرِ رب سے رہتی تر زبانِ ازہری
عظمتِ تاج الشریعہ کیا بیاں ہو پائے گی
دیکھیے کعبہ بنا ہے میزبانِ ازہری
علم وفتویٰ، زہد وتقویٰ میں نہیں جس کی مثال
وہ شرف رکھتے ہیں اعلیٰ خاندانِ ازہری
نام پر قرباں ہے ان کے بچّہ بچّہ آج بھی
ہوش میں رہنا ذرا اے باغیانِ ازہری
اک نظر کرگس پہ ڈالی اور شاہیں کر دیا
اوج پر ہیں آج سارے طائرانِ ازہری
شہرت و مقبولیت ان کی کبھی ہوگی نہ کم
حشر تک باقی رہے گی آن بانِ ازہری
ایک شب فرمایا مجھ سے کھانا کھائے یا نہیں
فخر ہے مجھ کو بنا میں، میہمانِ ازہری
ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
کر رہے ہیں یہ دعا سب خادمانِ ازہری
ہے دعا احمد کی تجھ سے اے خدائے ذوالجلال
حشر تک باقی رہے نام و نشانِ ازہری

■ ■ ■

عشق ووفا خلوص کا سلطاں چلا گیا

از: جاوید رضا صدیقی گونڈوی

عشق و وفا خلوص کا سلطاں چلا گیا
دنیا سے ایک صاحب ایماں چلا گیا
وہ ! آبروئے حسن گلستانِ علم تھا
کر کے بھری بہار کو ویراں چلا گیا
مہمان کعبہ جس کو بنایا گیا ! یہاں
بن کر خدائے پاک کا مہماں چلا گیا

آزاد ہو کے آج وہ قیدِ حیات سے
سب عاشقوں کو چھوڑ کے حیراں چلا گیا
ایمان! جس کو دیکھ کے لاتے تھے غیر بھی
پردے میں آج وہ رخ تاباں چلا گیا
جو بانٹتا تھا خوشبوئے عشق رسول پاک
گلزار خلد وہ گل ریحاں چلا گیا
جاتے ہی بولنے لگا ہر ایک با وفا
لے کر وہ جیسے آج مری جاں چلا گیا
کاذب کو معذرت کی بھی مہلت نہیں ملی
وہ شاہ! دیکھنے رخ جاناں چلا گیا
تاج الشریعہ مفتی اعظم کا جانشیں
افسوس عاشق شہ جیلاں چلا گیا
اللہ! جلد کر کوئی نعم البدل عطا
باغِ وفا کا ایک نگہباں چلا گیا
علم رضا کا تاج تھا جاوید جس کے سر
اختر رضا وہ مہر درخشاں چلا گیا

■ ■ ■

ہم سنیوں کی شان ہیں رتبہ ہیں ازہری

(از: محمد شاہد رضا شاہجہاں پوری)

ہم سنیوں کی شان ہیں رتبہ ہیں ازہری
ہوں کیوں نہ جبکہ تاجِ شریعہ ہیں ازہری
قبل از وصال جیسے یہاں تھے وہ جلوہ بار
بعد از وصال ویسے ہی زندہ ہیں ازہری
ان میں نمایاں غوث و رضا کی ہیں جھلکیاں
نوری کا دیکھو جلوہ سراپا ہیں ازہری
مردہ کہے نہ ان کو! خبردار کوئی بھی
اب بھی ہمارے سینوں میں زندہ ہیں ازہری
فرمارہے، تھے، جیسے وہ ہم سب کی رہبری
ویسے ہی ہم سبھوں کا سہارا، ہیں، ازہری
وارث ہیں مصطفےٰ کے رضا کے ہیں لاڈلے
غوث الوریٰ و خواجہ کا جلوہ ہیں ازہری
جو لوگ بغض رکھتے ہیں ان سے یہ پوچھئے
تم کو خبر بھی ہے کہ بھلا کیا ہیں ازہری
ان کے مرید آج بھی کہتے ہیں جھوم کر
ہم ہیں فقیر لوگ اور آقا ہیں ازہری
شاید ہی ان کے جیسا کوئی آئے دہر میں
اپنی مثال آپ ہی، یکتا ہیں ازہری
دامن نہ ان کا چھوڑنا شاہد رضا کبھی
جنّت جو لے کے جائے، وہ رستہ ہیں ازہری

■ ■ ■

چل بسے وہ مفتی اعظم کا جلوہ چل بسے

(از: محمد حمزہ شیدا قادری اسماعیلی رضوی)

کیا ہوا کیوں چاروں جانب ہے بندھا غم کا سماں
کیوں زمیں غمگین ہے کیوں غمزدہ ہے آسماں
کیا سبب ہے کیوں ہوا جاتا ہے چپ سارا جہاں
سر خمیدہ اور نم دیدہ ہیں کیوں پیر و جواں
عالمان دہر کیوں سکتے میں ہیں پوچھا گیا
کیوں غریق نالہء وگریاں ہیں آخر کیا ہوا
اتنے میں آواز اٹھی تاج الشریعہ چل بسے
تابش احمد رضا بدر الطریقہ چل بسے
چل بسے وہ مفتی اعظم کا جلوہ چل بسے
اہل سنت کا درخشندہ ستارا چل بسے
جن کے دم سے فتنہ و شر سب کے سب خوابیدہ تھے
جن کے ڈر سے حامیان نجدیت لرزیدہ تھے
جن کی آمد وجہ تسکین دل عشاق تھی
جن کی آمد سن کے چشم دل مری مشتاق تھی
مسلک احمد رضا کے وہ نگہباں چل دئے
چل دئے ہم رضویوں کے دل کے ارماں چل دئے

ہو دعا مقبول شیدا کی اے رب لم یزل
کر عطا تاج الشریعہ کا ہمیں نعم البدل

■ ■ ■

نظم مسدس "اخترِ افلاکِ رضا"

سوگ گزار: نواز اعظمی

ہر طرف آہ و فغاں درد کا عالم کیوں ہے؟
دل میں ہر شخص کے چھایا ہوا ماتم کیوں ہے؟
قلب ویران ہے کیوں آنکھ یہ پُرنم کیوں ہے؟
تیرگی پھیل گئی روشنی مدھم کیوں ہے؟
کیوں نہ ہو علم کا وہ نیّرِ تاباں نہ رہا
کیوں نہ ہو اخترِ افلاکِ رضا خاں نہ رہا

جس کے سائے میں دل وجاں کو سکوں ملتا تھا
جس سے ہر قلبِ پریشاں کو سکوں ملتا تھا
جس کی نکہت سے ہر انساں کو سکوں ملتا تھا
ساکنِ دشت و بیاباں کو سکوں ملتا تھا
ہائے وہ حکمت و دانش کا گلستاں نہ رہا
ہائے وہ رونق و زیبِ چمنستاں نہ رہا

جس کی تابش سے ضیا بار تھا حکمت کا جہاں
جس کی تنویر سے آباد تھا شہرِ عرفاں
جس کی رونق سے منور تھا ہنر کا ایواں
جس کی طلعت سے دلِ اہلِ سنن تھا تاباں
آہ صد آہ دِیا اب وہ فروزاں نہ رہا
جس کے باعث تھا ہر اک سمت چراغاں، نہ رہا

نقشِ پا جس کا ہدایت کا پتہ دیتا تھا
راہِ حق سے جو بھٹکتوں کو ملا دیتا تھا
اہلِ اسلام کو جو درسِ وفا دیتا تھا
جو کہ گرتے ہوئے لوگوں کو اٹھا دیتا تھا
حیف صد حیف ہمارا وہ نگہباں نہ رہا
ہائے اب ہم میں وہی ناظر و نگراں نہ رہا

مضمحل ہو گئے سب غنچۂ باغِ حکمت
بجھ گیا ہائے وہ تابندہ چراغِ حکمت
تشنۂ علم کو دیتا جو ایاغِ حکمت
عمر بھر کام رہا جس کا بلاغِ حکمت
ہائے اب دنیا میں وہ عالمِ ذیشاں نہ رہا
رہبرِ گم شدگاں، خضرِ مسلماں نہ رہا

میرا مونس مرا غمخوار و مددگار گیا
چشم و دل، جان و جگر کر کے وہ خوں بار گیا
میرا مرشد، وہ مرا قافلہ سالار گیا
میرا یاور، مرا رہبر، مرا سردار گیا
دیدے جس کی تھیں تھا شاداں و فرحاں نہ رہا
چھن گئی میری خوشی، لبِ مرا خنداں نہ رہا

داستانِ غم و اندوہ بھلا کیسے لکھوں؟
کیسے الفاظ میں ہو پائے بیاں سوزِ دروں؟
دلِ افسردہ کی حالت میں بیاں کیسے کروں؟
اے نواز آج نہیں ملتا کسی لمحے سکوں
آہ آسودگیِ قلب کا ساماں نہ رہا
آہ صد آہ مرے درد کا درماں نہ رہا

■ ■ ■

احمد رضا کی نوری ادا ازہری میاں

از: سید خادم رسول عینی

احمد رضا کی نوری ادا ازہری میاں
حامد رضا کے دل کی دعا ازہری میاں

قائم رہے وہ دیں کے اصولوں پہ تاحیات
ہیں پاسبان دین ہدی ازہری میاں

عظمت نبی کی دل میں بٹھا کر چلے گئے
ہیں وارث رسول خدا ازہری میاں

رحلت ہوئی ہے ان کی جہاں سے تو کیا ہوا
دل میں مگر رہیں گے سدا ازہری میاں

جم غفیر دیکھئے ان کے جنازے میں
ثابت ہوا، ہیں حق کی صدا ازہری میاں
نام و نمود سے رہے وہ دور تا حیات
ہیں اہل حق کے راہ نما ازہری میاں
عربی زباں میں خوب لکھیں نعت و منقبت
حسان کے عمل پہ فدا ازہری میاں
ایمان لائے کتنے بشر ان کے ہاتھ میں
عینی ہیں ماہ خلق و وفا ازہری میاں

■ ■ ■

بستی بستی قریہ قریہ ہر نگر اختر رضا

(از: عبدالمنان کلامی امجدی رضوی چندوا، لاتیہار، جھارکھنڈ

سرورِ کونین کے نورِ نظر اختر رضا
اہلِ حق کے رہنما و راہبر اختر رضا
کھا رہا ہے اہل حق کو آپکا حزنِ فراق
اشکباری کر رہی ہے ہر نظر اختر رضا
تیرے دم سے گلشن دین نبی شاداب تھا
تو گیا مرجھا گیا ہر اک شجر اختر رضا
آپ کی ہے موت عالم کے لئے موت عظیم
کیوں نہ روئے سارا عالم ٹوٹ کر اختر رضا
ٹوٹ کر چھلنی ہوا شیرازۂ اہلِ سنن
تھی تری حاجت سبھی کو خوب تر اختر رضا
غم جدائی کا ہمیں خوشیاں ملن کی آپ کو
ہو مبارک دید شاہِ بحر و بر اختر رضا
تیری فرقت کے الم میں آسماں رونے لگا
ہر طرف چھایا ہے ماتم فرش پر اختر رضا
مضطرب ہے دل تو آنکھوں میں ہے اشکوں کا ہجم
جب سے رحلت کی ملی ہم کو خبر اختر رضا
حشر تک فضل خدا کی بارشیں ہوتی رہیں
آپ کا مرقد بنے خلد نظر اختر رضا
اہلِ حق کی آپ نے امداد فرمائی سدا
باطلوں کی آپ نے توڑی کمر اختر رضا
حشر تک باقی رہیگا نام نامی آپ کا
بستی بستی قریہ قریہ ہر نگر اختر رضا
ہیں بہت سارے جہانِ سنیت میں تاجور
شیخ ہیں لیکن مرے چیز دگر اختر رضا
سونا سونا ہے کلامی علم و عرفاں کا چمن
چل دیئے یوں چھوڑ کے جانے کدھر اختر رضا
اے کلامی ڈھونڈتا پھرتا ہے توان کو کدھر
خلد میں اب ہو گئے ہیں جلوہ گر اختر رضا

■ ■ ■

غوث الوریٰ کی زندہ کرامت، چلے گئے

(از: اظہار شاہجہاں پوری

کرتے تھے جو دلوں پہ حکومت، چلے گئے
افسوس! آج تاج شریعت چلے گئے
نازاں تھی جن پہ سنی جماعت، چلے گئے
جن سے تھی بد عقیدوں میں دہشت چلے گئے
مشہور جن کو کردیا عشق رسول نے
غوث الوریٰ کی زندہ کرامت، چلے گئے
بعد از رضا و مفتی اعظم خدا گواہ
جو تھے بریلی شہر کی زینت چلے گئے
ایسا لگا کہ جان بدن سے نکل گئی
جس وقت ہم نے یہ سنا حضرت چلے گئے
علم و ادب کے باغ میں جن سے بہار تھی
تقویٰ کی شان جان طہارت چلے گئے
حامد رضا کی علمی وراثت کے پاسباں
تقسیم کرکے علم کی دولت چلے گئے
لاکھوں نے پائیں جامعہ ازہر سے شہرتیں
ازہر نے جن سے پائی تھی شہرت چلے گئے

غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دے کر ہمارا ہاتھ
بخشش کی ہم کو دے کے ضمانت چلے گئے
مغرب کے وقت بیس جولائی کو میرے پیر
کرنے رخ نبی کی زیارت چلے گئے
اظہار سمجھو اس کو بھی ان کی عطائے خاص
کر کے ہمارے جیسوں کو بیعت چلے گئے

■ ■ ■

فیض کا دریا بہا کر چل دیئے اختر رضا

از: جاوید وارثی

عشق کی شمع جلا کر چل دیئے اختر رضا
فیض کا دریا بہا کر چل دیئے اختر رضا
دامنِ سرکارِ بطحا چھوٹ نہ پائے کبھی
یہ زمانے کو بتا کر چل دیئے اختر رضا
اہل سنت کو ہمیشہ مانگنے کے واسطے
درشہِ دیں کا دکھا کر، چل دیئے اختر رضا
مدتوں سے آرزو تھی جس کی وہ آئی گھڑی
اس لئے تو مسکرا کر چل دیئے اختر رضا
جو غلام مصطفےٰ ہیں وہ کبھی مَرتے نہیں
راز یہ ہم کو بتا کر، چل دیئے اختر رضا
مصطفےٰ کے عشق نے بخشی حیاتِ دائمی
ساری دنیا ہو بتا کر، چل دیئے اختر رضا
دین کی خدمت میں کردی وقف ساری زندگی
اور ہمیں اپنا بنا کر، چل دیئے اختر رضا
وہ رہِ حق سے بھٹک جائیں کبھی ممکن نہیں
جام کچھ ایسا پلا کر، چل دیئے اختر رضا
عشقانِ اعلیٰ حضرت کہہ رہے ہیں جھوم کر
خون کے آنسو رُلا کر، چل دیئے اختر رضا
جو پہنچتا ہے دیارِ سرورِ کونین تک
راہ وہ ہم کو دکھا کر، چل دیئے اختر رضا
سرور کون و مکاں کے عشق میں دیکھو زرا
بالیقیں جینا سکھا کر، چل دیئے اختر رضا
مصطفےٰ کے عشق نے بخشی حیاتِ دائمی
ساری دنیا کو بتا کر، چل دیئے اختر رضا
بس یہی جاوید نے کہتے ہوئے رکھا قلم
عاشق سرور بنا کر، چل دیئے اختر رضا

■ ■ ■

مہِ کامل کی زیبائی فدا ہے شانِ اختر پر

از: مولانا محمد ظاہر حسین مصباحی، سیتامڑھی بہار

گل لالہ کی رعنائی فدا ہے شانِ اختر پر
مہِ کامل کی زیبائی فدا ہے شانِ اختر پر
مفسر تھے پدر نانا جہاں کے مفتی اعظم
بوجہِ اصل دانائی فدا ہے شانِ اختر پر
امام احمد رضا کے فیض سے شاہانِ دنیا کی
کلاہِ کج کی بالائی فدا ہے شانِ اختر پر
بریلی جا رہے ہیں اس لیے اہلِ وفا یارو
زمانے بھر کی شیدائی فدا ہے شانِ اختر پر
رخ زیبا کی تابانی سے کتنے بن گئے مسلم
بہارشاں کی آرائی فدا ہے شانِ اختر پر
جہانِ فکر کے ظاہر سبھی اچھوں کے فکروں کی
تعجب خیز اچھائی فدا ہے شانِ اختر پر

■ ■ ■

احمد رضا کی آنکھوں کا تارا چلا گیا

از: محمد تنویر رضا صدیقی دارالعلوم مخدومیہ، ردولی شریف فیض

احمد رضا کی آنکھوں کا تارا چلا گیا
دنیائے سنیت کا، سہارا چلا گیا
خوشبوئے مصطفائی کا وہ پیکر عظیم
خلد بریں کا کرنے نظارہ چلا گیا

پژمردگی سی چھائی ہے بزم حیات میں
حامد رضا و نوری کا پیارا چلا گیا
عشاق مصطفےٰ ہیں بے چین و بے قرار
چرخ رضا کا علمی ستارہ چلا گیا
میخانہ علوم ہیں سونے پڑے ہوئے
جان چمن، وہ صبح دلآرا چلا گیا
مغموم اور اداس ہیں ماہ و نجوم بھی
غوث الوریٰ کے فیض کا دھارا چلا گیا
رو رو کے سب یہ کہتے ہیں عشاق آپ کے
تاج الشریعہ، پیر ہمارا چلا گیا
تنویر دردِ دل کسے اب تو سنائے گا
تھا دل پہ تیرے جس کا اجارہ چلا گیا

■ ■ ■

مخلصانہ پیغام۔سنیوں کے نام

(از: مبارک رضوی پورنوی، بائسی پورنیہ، بہار

اعلیٰ حضرت مفتی اعظم کی سیرت پر چلو
نقش پائے حضرتِ تاجِ شریعت پر چلو
سنّیو تم غور سے پڑھنا مرے پیغام کو
بھول مت جانا کبھی اختر رضا کے نام کو
مدتوں تم نے گزاری ساتھ ان کے زندگی
ان کے پیچھے گاہے گاہے کر کے رب کی بندگی
اس ولی ابن ولی کی زندگی ہے سامنے
اس ولی کی آنکھوں دیکھی ہر گھڑی ہے سامنے
چاند سا رخسار ان کا آج بھی آنکھوں میں ہے
اور حسیں کردار ان کا آج بھی آنکھوں میں ہے
ان کے ہونٹوں کی چمک پر چاند بھی شرمندہ تھا
ان کا دندانِ مبارک اس قدر تابندہ تھا
ان کے ہونٹوں کے تبسم پر فدا تھی کائنات
ان کے اندازِ تکلم پر فدا تھی کائنات

ان کی ہستی تھی سراپا اک چراغِ انجمن
ناز ان پہ کر رہا تھا سنیت کا بانکپن
ان کو اپنوں نے سراہا ان کو مانا غیر نے
ان کے قدموں کا لیا بوسہ ہمیشہ خیر نے
مسلکِ احمد رضا کے راہبر مانے گئے
ہاں اسی اک نام سے وہ جانے پہچانے گئے
مسلکِ احمد رضا کو آسماں تک لے گئے
وہ عجم سے تا عرب پہنچے جہاں تک لے گئے
مسلکِ احمد رضا کی آبیاری کیلئے
یعنی وہ دینِ ہدیٰ کی آبیاری کیلئے
یوپی دہلی ممبئی کرناٹک وہ سیمانچل گئے
وہ بہار و جھارکھنڈ بنگال و اترانچل گئے
دین کا پیغام لے کر سارے ہندوستان میں
ہند سے باہر کبھی وہ ملکِ پاکستان میں
مسلکِ احمد رضا لے کر وہ مصر و شام تک
بارہا پہنچے عوام الناس اور حکام تک
جام الفت کا پلا کر مست و بے خود کر دیئے
سنیوں کے دل میں عشقِ مصطفیٰ وہ بھر دیئے
کارنامے ان کے دنیا پر عیاں ہونے لگے
تخم عشق مصطفیٰ کچھ اسطرح بونے لگے
سنیوں کی کھیتیاں آباد ساری ہوگئیں
شہرتیں اختر رضا کی سب پہ بھاری ہوگئیں
ہر گلی ہر شہر میں اک نام جاری ہوگیا
حضرتِ اختر کا کام جاری ہوگیا
رب کا ان پر اسطرح انعام جاری ہوگیا
ہر زباں پر ان کا پیارا نام جاری ہوگیا
لوگ سب کہنے لگے بدرالطریقہ آپکو
حضرتِ اختر رضا تاج الشریعہ آپکو
بستی بستی قریہ قریہ آپ کے نعرے کی گونج
حضرت تاج الشریعہ آپ کے نعرے کی گونج

زنگی میں غیر معمولی انھیں شہرت ملی
بارگاہِ کبریا سے اسقدر عظمت ملی
علم کی دولت ملی عزت ملی رفعت ملی
اور رعب ودبدبہ رب سے ملے ہیبت ملی
دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب کے پیارے ہوگئے
بے کس ولاچارو بے بس کے سہارے ہوگئے
مرد و زن پیروجواں سب رہنما کہنے لگے
اہل دنیا ان کو اپنا پیشوا کہنے لگے
اپنے ہاتھوں میں شریعت کا لئے میزان وہ
پیش کرتے تھے رسولِ پاک کا فرمان وہ
مقتدا وہ بن گئے اہلِ شریعت کیلئے
جاں چھڑکنے لگ گئے آقا کی امت کیلئے
جیسا ان کا علم تھا فتویٰ بھی ویسا ہوگیا
جیسا ان کا حلم تھا تقویٰ بھی ویسا ہوگیا
آسمانِ اعلیٰحضرت کا وہ تارا ہر طرف
مفتی اعظم کا وہ پیارا دلارا ہر طرف
روشنی کا اک سمندر بن کے روشن ہوگیا
اہلسنت کا وہ رہبر بن کے روشن ہوگیا
عاشقانِ اعلیٰحضرت انکو اپنانے لگے
مرشدِ اعظم سمجھنے سبکو سمجھانے لگے
چاہنے والوں کا حلقہ روز بڑھتا ہی گیا
تھا بلندی پرستارا اونچا چڑھتا ہی گیا
ان کا قد اوجِ ثریا سے بھی اونچا ہو گیا
سامنے انکے جو آیا آکے بونا ہو گیا
یہ ترقی حاسدانِ اعلیٰحضرت کیلئے
بن گئے زہر ہلاہل ان کی عشرت کیلئے
پھر تو حاسد راہ ماری کام کرنے لگ گئے
یعنی خود بدنام تھے بدنام کرنے لگ گئے
رفتہ رفتہ اہل حق پر راز افشا ہوگیا
ہیرے کے بھاؤ جو بکتا تھا وہ لوہا ہوگیا

گھٹ گئے قیمت سر بازاران کی اس طرح
زندگی لگنے لگی بیکاران کی اس طرح
چاہنے والوں میں ان کی نیک نامی بھی گئی
یوں ہوئے بدنام کہ سب کی سلامی بھی گئی
حاسدوں کی زندگی ویران ہوکررہ گئی
سنگ ریزوں کی طرح بے جان ہوکررہ گئی
جیب خالی پیٹ خالی بھوک کی شدت بہت
لے کے آئے منہ میں گالی بھوک کی شدت بہت
دم بخود تھے اپنی ناکامی کا منظر دیکھ کر
جابجا وہ اپنی بدنامی کا منظر دیکھ کر
راستے سارے مقفل ہوکے انکے رہ گئے
دل کے ارماں وقت کے سیلاب میں سب بہ گئے
بھوکی بلّی کھمبا نوچے، یہ مثل مشہور تھی
سامنے اختر کے ان کی زندگی بے نور تھی
ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا چاہیے
پھنس گئے جو بیچ طوفاں میں کنارا چاہیے
ڈبکیاں کھاتے ہوئے ساحل پہ آکے لگ گئے
مرنے والے سمجھے ہم منزل پہ آکے لگ گئے
ڈھول دھپا دھینگا اور مُشتی کو اپنانے لگے
کھیلنا آتا نہیں کشتی کو اپنانے لگے
گاؤں گاؤں قریہ قریہ گھوم کر کرنے لگے
اپنی اونچائی کا چرچہ جھوم کر کرنے لگے
ہم فلاں ابن فلاں ہیں کیا تمہیں معلوم ہے
ہم ہی سردارِ جہاں ہیں کیا تمہیں معلوم ہے
لوگ ان باتوں کو سن کر کان کھجلانے لگے
اور یہ ماتھے پہ رکھ کر ہاتھ سمجھانے لگے
ہم ہیں افضل ہم ہیں اعلیٰ ہم ہیں بہتر جانئے
خان زادوں کی نہ سنیئے ہم کو دل سے مانئے
لوگ اہل عقل تھے ان کی سمجھ میں آگیا
کون سا آفت کا بادل سر پہ آکر چھا گیا

عشق والے اک طرف تھے عقل والے اک طرف
دھیرے دھیرے ہو گئے سب نقل والے اک طرف

کارواں جو ایک تھا آپس میں بٹ کر رہ گیا
ہاتھ سے چپکا ہوا بازو بھی کٹ کر رہ گیا

سارے بلبل گا رہے تھے بیٹھ کر جو شاخ پر
اس طرح بچھڑے گرے سب منہ کے بل سنگلاخ پر

اک طرف تھی کائیں کائیں اک طرف تھی کو بکو
اپنی اپنی بولیاں تھیں اپنی اپنی گفتگو

مطمئن اہلِ چمن تھے پاسباں موجود ہے
کارواں موجود میرِ کارواں موجود ہے

منتشر ہو کر بھی خود کو متحد کہتے رہے
لوگ اپنے زعم میں یوں شان سے رہتے رہے

ہاں بسر کرتے رہے ہم زندگی اختر کے ساتھ
اہلِ حق کا کارواں تھا رات دن رہبر کے ساتھ

پھر اچانک آ گیا گلشن میں صیادِ اجل
ایک گل تھا لے گیا دامن میں صیادِ اجل

اہلِ گلشن رو رہے ہیں اس گلِ شاداب کو
شاخِ بے چینی پہ لٹکا کر سنہرے خواب کو

اس گلِ شاداب کا اک نام اسماعیل تھا
اور لقب تاج الشریعہ کا انھیں سب نے دیا

وہ گلِ شاداب تھا اختر رضا کی شکل میں
جانشینِ حضرت غوث الوری کی شکل میں

نام ان کا سن کے حاسد کانپتے تھے ہر طرف
ڈر کے مارے اپنا رستہ ناپتے تھے ہر طرف

اعلیٰ حضرت مفتیِ اعظم کے شیدائی سنو
سو چکے اور لے چکے تم خوب انگڑائی سنو

جاگنے کا وقت ہے اب جاگ جاؤ سنیو
حاسدوں سے دور کوسوں بھاگ جاؤ سنیو

کہہ دو اب لبیک مل کے سب مری آواز پر
ہاں جھپٹ جاؤ ممولہ کی طرح تم باز پر

تم سگِ غوث الوری ہو پھاڑتے ہو شیر کو
گرچہ جنگل میں نکلتے ہو ذرا تم دیر کو

ایک نعرہ حضرت تاج الشریعہ زندہ باد
ایک نعرہ مسلک احمد رضا کا زندہ باد

سنیوں کے واسطے مسلک رضا کا ہے بہت
جنت الفردوس کا رستہ کشادہ ہے بہت

حضرت احمد رضا کا نام کافی ہے ہمیں
آپ نے جو دیدیا پیغام کافی ہے ہمیں

مفتیِ اعظم کی سیرت ہے ہمارے سامنے
اسوۂ تاجِ شریعت ہے ہمارے سامنے

ہم رضا والے کبھی شہرِ بریلی چھوڑ کر
جا نہیں سکتے کہیں اپنی حویلی چھوڑ کر

دشمنانِ اعلیٰ حضرت کیلئے کافی ہیں ہم
حاسدِ تاج الشریعہ کیلئے کافی ہیں ہم

ایک بیٹا حضرت عسجد رضا خاں ازہری
لاکھوں بیٹے ان کے روحانی ہیں سب کے سب جری

کوئی ناہنجار آسکتا نہیں اب سامنے
ہاں کوئی غدّار آسکتا نہیں اب سامنے

تیغ و نیزہ تیر و نشتر کے دھنی ہم لوگ ہیں
حاسدوں سے کہہ دو خنجر کے دھنی ہم لوگ ہیں

حضرت احمد رضا کا فیض جاری ہے ابھی
چاہنے والا رضا کا سب پہ بھاری ہے ابھی

ہم کو آتا ہے زمانے میں شجاعت کا ہنر
مانتے ہیں اہلِ دل اہلِ سخن اہلِ نظر

خنجرِ خونخوار اب بھی ہے ہمارے ہاتھ میں
ازہری تلوار اب بھی ہے ہمارے ہاتھ میں

ہیں بہت مشہور دنیا کے قلمکاروں میں ہم
دہر کے مانے ہوئے ہیں نیزہ برداروں میں ہم

حشر تک لہرائے گا تاج الشریعہ کا علم
مسلک احمد رضا لکھتا رہے گا ہر قلم

برسرِ پیکار رہ کر رزمگاہ عشق میں
گیت اختر کا سنا کر بزم گاہ عشق میں
اے مبارک جشن اختر کا مناتے جائیں گے
حاسدوں کے دل پہ ہم بجلی گراتے جائیں گے

■ ■ ■

دنیا سے سنیت کا سکندر چلا گیا

از: مجسم فانی رشیدی

دنیا سے سنیت کا سکندر چلا گیا
آہ و بکا ہے چارسو اختر چلا گیا
ہم کو قدم قدم پہ سنبھالے گا کون اب
جو تھا ہمارا حامی و یاور چلا گیا
اہل سنن کو ناز تھا جس کے وجود پر
افسوس ہے کہ ہم سے وہ گوہر چلا گیا
سونی سی لگ رہی ہے ہمیں ساری کائنات
جیتے تھے جس کے سائے وہ کشور چلا گیا
رنج و الم کی بدلیاں چھائی ہیں چارسو
ہر اک زباں پہ جاری ہے اختر چلا گیا
لرزاں تھا جس کے نام سے ایوان نجدیت
وہ مرد غازی شان قلندر چلا گیا
فانی کیا پوچھتا ہے مرے آنسوؤں کا راز
سن میرا آج دنیا سے رہبر چلا گیا

■ ■ ■

مقدر سے جسے دامن ملا تاج الشریعہ کا

از: کلیم الدین مرکزی طرب بہاری بیرکھ، سرسنڈ، سیتامڑھی

زمانہ کر رہا ہے تذکرہ تاج الشریعہ کا
بیاں کیسے کروں میں مرتبہ تاج الشریعہ کا
وہ تابندہ درخشندہ، بڑی برکت کا حامل ہے
بریلی میں جو روضہ ہے بنا تاج الشریعہ کا
رسولِ پاک کے صدقے میں جھنڈا عظمتوں کا اب
بلندی کے فلک کو چھو گیا تاج الشریعہ کا
بلندی دیکھ کر ان کی جہاں حیرت میں ہے ہر دم
جسے دیکھو وہ ہے مدحت سرا تاج الشریعہ کا
عقیدت ہے محبت ہے یہی اب بس حقیقت ہے
رہوں شیدا سدا میں جھومتا تاج الشریعہ کا
الٰہی بخش دے اب تو مرے سارے گناہوں کو
میں تجھ کو دے رہا ہوں واسطہ تاج الشریعہ کا
گیا جنت کی جانب بالیقیں خوش بخت وہ بندہ
مقدر سے جسے دامن ملا تاج الشریعہ کا
بفضلِ رب تعالیٰ دیکھیے قسمت ذرا میری
قصیدہ لکھ کے میں نے پڑھ لیا تاج الشریعہ کا
جو تیرے سامنے نجدی، وہابی صلح کلی ہو
تو تو اک زور سے نعرہ لگا تاج الشریعہ کا
طربؔ چلتے رہو اس پر، رہو قائم اسی پر بس
ہے جو یہ مسلکِ احمد رضا تاج الشریعہ کا

■ ■ ■

صورتِ خورشید، تابندہ ہے تو

از: سید شاکر حسین سیفی صدر شعبۂ افتاء دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی

صورتِ خورشید، تابندہ ہے تو
چھپ گیا لیکن درخشندہ ہے تو
موت سے بھی مر نہیں سکتا کبھی
تو شہید عشق ہے، زندہ ہے تو
فیض علم و معرفت ہوگا نہ کم
تاقیامت، ابر بارندہ ہے تو
کیسے بھولیں گے تجھے اہل سنن
آسمانِ حق پہ رخشندہ ہے تو
استقامت کا ہمالہ تیری ذات
اہلِ تقویٰ کا نمائندہ ہے تو

تیری حکمت کا چمن ہے بے خزاں
اے بہارِ علم! پائندہ ہے تو
اختر چرخِ رضا تیرا وجود
نور سے ماحول سا زندہ ہے تو
غم زدہ، آفاق ہے کھو کر تجھے
یہ زمانہ جس کا جوئندہ ہے تو
عرس کا دن ہے ترا یومِ وصال
جلوۂ محبوب یا بندہ ہے تو
تجھ پہ سیفی ہے یہ فیض ازہری
اُن کا جو نغمہ نویسندہ ہے تو

■ ■ ■

مجمع البحرین تھے کامل میرے اختر رضا

(از: محمد ساجد احمد مہر القادری)

یا الٰہی ! بھیج دے تو پھر سے غوثِ پاک کو
مار کر ٹھوکر یہ کہہ دے اٹھ مرے اختر رضا
یا الٰہی دے تو صدقہ میرے اختر کا مجھے
دیکھ کر دنیا کہے اٹھ میرے اختر رضا
ظالموں کے ظلم کی اب انتہا ہوگی نہیں
پھر اب تو بھیج ہاں اس جگہ اختر رضا
ظالموں کے ظلم کا تھا صاف سیدھا وہ جواب
اب زمانہ کہ رہا ہے لوٹا دے تو اختر رضا
صلح کلی کانپتے تھے اس کی تحریر سے
مجمع البحرین تھے کامل میرے اختر رضا
آنکھ پرنم ہوگئی دل کا جلنا ہے بدیہ
چھین گیے جو آہ تھے دل کی میرے اختر رضا
شام غربت کا یہ دھڑا اب سناوں میں کسے؟
جو تھے منزل کے شہا اب چل دیئے اختر رضا
حاسدوں او باغیو! سن لو تم اپنی سزا
کاٹ دیں گے لے کے خنجر اب میرے اختر رضا
کون کہتا ہے میرا اختر نہیں ہے اب یہاں
جس کے جلوے دکھ رہے ہیں میرے اختر رضا
چپ رہو اب اے مہر کیا تیری اوقات ہے
بس کہو آقا و مولیٰ ہیں میرے اختر رضا

■ ■ ■

وارث علم رضا اختر رضا خاں ازہری

(از: قاری نعیم الدین قادری، بارہ بنکی)

واصف شاہ ہدیٰ اختر رضا خاں ازہری
منبع جود و عطا اختر رضا خاں ازہری
وارث علم رضا اختر رضا خاں ازہری
پرتو حامد رضا اختر رضا خاں ازہری
جن میں تھا بے شک جمال مفتی اعظم کا عکس
وہ ہمارے رہنما اختر رضا خاں ازہری
وہ تھے بے شک پاسبان مسلک احمد رضا
سنیوں کے پیشوا اختر رضا خاں ازہری
علم وتقوی فقہ و افتاء سیرت و کردار میں
نائب غوث الوریٰ اختر رضا خاں ازہری
آپ کی شان تفقہ دیکھ کر سب نے کہا
ثانی احمد رضا اختر رضا خاں ازہری
بے نشانوں کو نشاں ملتا ہے تیرے فیض سے
ہادی راہ ہدیٰ اختر رضا خاں ازہری
تیری ہستی شمع عشق مصطفائی بن گئی
عاشق خیر الوریٰ اختر رضا خاں ازہری
منکر دیں کتنے ہی ایمان لائے دیکھ کر
جلوئی زیبا تیرا اختر رضا خاں ازہری
دشمنان دیں پہ ہے تیرا قلم قہر خدا
پرتو کلکِ رضا اختر رضا خاں ازہری
محفل علم وعمل پہ چھا گئیں تاریکیاں
تھے تمہیں اس کی ضیاء اختر رضا خاں ازہری

گلشن تاج الشریعہ لہلہاتا ہی رہے
جلوہ دکھلائیں سدا اختر رضا خاں ازہری
آپ کی رحلت سے محفل میری سونی ہو گئی
دیجیے پھر سے ضیاء اختر رضا خاں ازہری
یا خدا عسجد میاں کو صبر کی توفیق دے
ہو گئے ان سے جدا اختر رضا خاں ازہری
ہے نعیم قادری رضوی بھی محتاج کرم
آپ کے در کا گدا اختر رضا خاں ازہری

■ ■ ■

اہل ایمان کے دل میں ہے محبت تیری

(از: توقیر احمد قادری مرکزی البرکات اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ علی گڑھ

اے میرے شیخ تیرے لاکھوں فتاویٰ پڑھ کر
دنگ ہیں اہل جہاں دیکھ فقاہت تیری
ترجماں حق و صداقت کے ہیں فتوے تیرے
سارے عالم میں ہے مشہور فقاہت تیری
ناز تھا مفتی اعظم کو تری ہستی پر
اس سے ظاہر ہے شہا علمی جلالت تیری
سبھی پڑھتے ہیں پڑھیں گے بھی دروس افتا
بڑی مشکل ہے ملے فقہی بصیرت تیری
عربی، فارسی میں اردو میں انگریزی میں بھی
دنگ ہیں اہل جہاں دیکھ مہارت تیری
جب تو عربی کو بناتا تھا زبان اظہار
دنگ ہوتے تھے عرب دیکھ سلاست تیری
سیکڑوں فتوے ہیں تیرے بزبان انگلش
ہے مسلم سبھی کو اس میں مہارت تیری
فارسی اردو تو ہے تیرے جد و آبا کی
ہمیں تسلیم ہے ان میں تو امامت تیری
تیرا دیوان ہے بخشش کا سفینہ بے شک
بخشوائے گی ہمیں حشر میں الفت تیری
تو نے سرکار دو عالم کی، کی ایسی توصیف
اہل اسلام کریں گے سدا مدحت تیری
کور باطن ہے جو بھی تجھ سے عداوت رکھے
اہل ایمان کے دل میں ہے محبت تیری
تجھ سے الفت ہے زمانے میں شعار سنی
صلح کلی کی علامت ہے عداوت تیری
جن کے کردار سے ظاہر ہو رضا کا مسلک
ان کو آٹھوں پہر حاصل ہے حمایت تیری
جتنے بھی دین کے رہبر ہیں زمانے بھر میں
جاگزیں دل میں ہے ان سب کے عقیدت تیری
اتنی سی عرض ہے توقیر کی بس تجھ سے شہا
اسے حاصل رہے ہر لمحہ حمایت تیری

■ ■ ■

ایک سچا عاشق خیر البشر رخصت ہوا

(از: فاضل میسوری

ایک سچا عاشق خیر البشر رخصت ہوا
ایک نرالا غوث کا دریوزہ گر رخصت ہوا
مفتی زیرک فقیہ معتبر رخصت ہوا
سیدی احمد رضا خاں کا پسر رخصت ہوا
کیوں بریلی کے در و دیوار افسردہ سے ہیں
اختر برج رضا المختصر رخصت ہوا
جس کا ہوتا تھا مشاہیر زمانہ میں شمار
آہ وہ عالی جناب و با اثر رخصت ہوا
اہل سنت کے لیے جو باعث صد فخر تھا
دانش و بینش کا ایسا تاجور رخصت ہوا
فکر نے جس کی الجھتے مسئلے حل کر دیے
آج وہ صاحب نظر وہ راہبر رخصت ہوا
جس کی حق گوئی کی دنیا میں نہیں ملتی مثال
جو تھا باطل کے مقابل میں نڈر رخصت ہوا

سونی سونی لگ رہی ہے خانقاہِ رضویہ
آج اس کا ایک تابندہ گہر رخصت ہوا
دیدۂ مشتاق و مضطر ڈھونڈتا ہے ہر طرف
جانے اس کا مرکز تسکیں کدھر رخصت ہوا
اس طرف شاید بہاریں رقص میں مشغول ہیں
وہ نشانِ گلشن تقویٰ جدھر رخصت ہوا
خلق میں جس کا وجود اک رحمتِ غفار تھا
آج فاضل وہ قرارِ چشمِ تر رخصت ہوا

■ ■ ■

آپ ہیں تاج شریعت سیدی اختر رضا

(از: الفت نظامی)

منبع رشد و ہدایت سیدی اختر رضا
پیشوائے اہل سنت سیدی اختر رضا
اسوۂ اہل طریقت سیدی اختر رضا
آپ ہیں تاج شریعت سیدی اختر رضا
حامی اہل ہدایت سیدی اختر رضا
قاطع کفر و ضلالت سیدی اختر رضا
علم وحکمت فضل ونعمت کا چکمتا آئینہ
پیکر عشق و محبت سیدی اختر رضا
جھومتے تھے جنکی صورت دیکھ کر اہل سنن
ہیں وہی شہ کار قدرت سیدی اختر رضا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش پر چھائی قیامت سیدی اختر رضا
اہلسنت کو جہاں میں یوں سسکتا چھوڑ کر
چل دیے خود راہ جنت سیدی اختر رضا
تا قیامت بارش رحمت تری مرقد پہ ہو
ہے دعائے قلب الفت سیدی اختر رضا

■ ■ ■

■ ■ ■ ■ ■ ■

تاجدار علم وحکمت سیدی اختر رضا

(از: الحاج مولانا محمد فاروق عالم رضوی

خلیفہ حضور تاج الشریعہ، صدر اعلیٰ ادارۂ شرعیہ پنجاب

تاجدار علم و حکمت سیدی اختر رضا
ہیں میرے پیر طریقت سیدی اختر رضا
جانشین اعلی حضرت سیدی اختر رضا
صدر بزم اہل سنت سید اختر رضا
یہ عقیدہ ہے ہمارا روز محشر دیکھنا
ہم کو لے جائنگے جنت سیدی اختر رضا
خاک ذرہ چمکتا ہے وہ مثل آفتاب
جن پہ کردے چشم رحمت سیدی اختر رضا
مفتی اعظم کے مظہر اور نور عین ہیں
واقعی لاریب حضرت سیدی اختر رضا
ایک دن جائیگا وہ بھی جنت الفردوس میں
آپ سے جس کو ہے الفت سید اختر رضا
فاروقؔ پہ یہ رضا و مصطفی کا فیض ہے
آپ سے حاصل ہے قربت سیدی اختر رضا

■ ■ ■

شہر علم وآگہی سونا ہوا

(از: شاکر رضوی

حادثہ اک رونما ایسا ہوا
اہل سنت کا چمن سونا ہوا
ہر کلی مغموم ہے محزون ہے
یا الٰہی باغ میں یہ کیا ہوا
بلبلیں روتی ہیں اب اس پھول کو
صحن گلشن جس سے تھا مہکا ہوا
فخر ازہر جس نے پایا تھا لقب
انتقال پر ملال ان کا ہوا

چھٹویں ذیقعدہ شب شنبہ تھی جب
ان کا جنت کی طرف جانا ہوا

سینکڑوں نہریں رواں جس سے ہوئیں
علم کا خاموش وہ دریا ہوا

چھپ گیا خورشید علم و فضل کا
نور علم و فضل برساتا ہوا

اختر چرخ ولایت آپ کا
تھا اجالا ہر طرف پھیلا ہوا

تو شبستان رضا کی شمع تھا
چاک سینہ جس سے ظلمت کا ہوا

جان سی پڑ جاتی تھی عشاق میں
دیکھ کر چہرہ ترا کھلتا ہوا

تو ولی ابن ولی ابن ولی
ساری دنیا میں ترا چرچا ہوا

جانشین مفتی اعظم گیا
رنگ بزم علم کا پھیکا ہوا

آبروئے اہلسنت دیکھیے
بچہ بچہ غم میں ہے ڈوبا ہوا

چل دیئے شاکر مرے اختر رضا
شہر علم و آگہی سونا ہوا

■ ■ ■

تاریخ کا یوں نیا باب اک رقم ہو گیا

از: محمد ذوالفقار قادری مصباحی خستہ مدرسہ گلشن ابراہیم، پٹنہ سیٹی

سارا جہاں مبتلائے درد و غم ہو گیا
تم کیا گئے دل تہ رنج و الم ہو گیا

تھے وارث علم و عرفان رضا بالیقیں
زہد و تقویٰ اس جبیں پر مختتم ہو گیا

ہو کے رہا سوگوار اہل جہاں حسرتاہ
تر ہو گئی ہر نظر ہر شخص نم ہو گیا

اے آسماں آج کیوں مدھم ہوئی روشنی
وہ کون اختر تری محفل سے کم ہو گیا

زینت زمیں کی کہاں گم ہو گئی آج شب
فردوس کا اب مکیں وہ محتشم ہو گیا

اختر رضا بے گماں تاج شریعت ہیں آپ
تاریخ کا یوں نیا باب اک رقم ہو گیا

میت اٹھی شان سے کہ عقل حیران ہے
سارا بریلی شہر زیر قدم ہو گیا

خستہ عقیدت کے گل کیوں نہ نچھاور کرے
ان سے لگی لو، مرا ایماں اتم ہو گیا

■ ■ ■

سرخرو سب ہو گئے ہیں عاشقانِ ازہری

از: مبارک رضا

مر رہے ہیں یوں حسد سے دشمنانِ ازہری
روز بڑھتے جا رہے ہیں قدردانِ ازہری

کل بھی تھا اور آج بھی ہے اہلسنت کیلئے
عشق کا مرکز بریلی میں مکانِ ازہری

جسکی ہر اک شاخ کا گل ہے تروتازہ بہت
لہلہاتا ہے ابھی وہ گلستانِ ازہری

چل رہا ہے صفحۂ قرطاس پر میرا قلم
کر رہا ہے رات دن وہ ترجمانِ ازہری

ہو چکے اہلِ تعصب خائب و خاسر بہت
سرخرو سب ہو گئے ہیں عاشقانِ ازہری

زندگی کا ایک اک لمحہ مجھے بھی یاد ہے
سنئے آ کر آپ مجھ سے داستانِ ازہری

جس کا کھاتا ہے اسی کا گیت گاتا ہے جہاں
میرے منہ کے ہر نوالے میں ہے نانِ ازہری

میں مبارک اعلیحضرت کے نمک خواروں میں ہوں
اسلئے تو کر رہا ہوں میں بیانِ ازہری

خیر و خبر

ملک اور بیرون ملک کے تقریباً ایک کروڑ لوگوں نے تاج الشریعہ کی نماز جنازہ ادا کی۔

قاضی شرع

قاضی شرع و مفتی ضلع رامپور علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی نوری نے کہا کہ: تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ آج ۲۲؍جولائی ۱۸ء بروز اتوار 11 بجے صبح ان فرزند ارجمند اور جانشین و خلیفہ، قائد ملت علامہ عسجد رضا خاں قادری ازہری صدر جماعت رضائے مصطفیٰ و ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا بریلی شریف نے پڑھائی اور بعدہٗ ان کی تدفین ازہری گیسٹ ہاؤس، سوداں گران بریلی شریف میں عمل میں آئی۔ آپ کے وصال پرملال سے پورا عالم اسلام سوگوار ہوگیا۔ آپ کی نماز جنازہ میں غیر ممالک ساؤتھ افریقہ، امریکہ، سعودی عرب، کولمبو، ماریشس، بنگلہ دیش، دبئی، انگلینڈ، بلجیم، ناروے، ہالینڈ اور کینڈا کے علاوہ ہندوستان کے کونے کونے سے لاکھوں عقیدتمند اور سوگوار شرکت کے لئے بریلی شریف پہنچے۔ یوں تو آپ کے مریدین کی تعداد بے حد و بے شمار ہے مگر ایک اندازے کے مطابق چار کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ ایل۔ آئی۔ یو اور انٹلی جنس کے بعض وہاں موجود افسران کے مطابق تقریباً ایک کروڑ لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم (جامع صغیر ج ۱، ص ۲۵۶)

یعنی میری حیات ظاہری بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میرے وصال کے بعد حیات ابدی بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس حدیث کی توضیح و تشریح میں محدثین نے تفصیلی گفتگو فرمائی ہے مگر اس کے ذکر کا یہاں موقع نہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے عشق و محبت اور کامل اتباع و پیروی میں حضرت تاج الشریعہ قدس سرہٗ کو اسی منصب کا جمال و کمال عطا ہوا۔ آپ کی حیات ظاہری حضور رحمت عالم ﷺ کے اقوال و افعال اور احوال کی خدمت گزاری، مذہب اہل سنت و جماعت اور مسلک رضا کی نشر و اشاعت میں بیتی، آپ کا وصال شریف اگرچہ عالم اسلام میں وہ خلا ہے جس کا پر ہونا ایک عرصۂ دراز بلکہ ایک زمانہ تک دشوار ہے۔ لاکھوں عقیدت مند آپ کی جدائی اور فراق میں ہچکیاں لے رہے ہیں اور لیتے رہیں گے تاہم آپ کا وصال بھی دین اسلام کی حقانیت، اہل سنت و جماعت کے مسلک کی صداقت اور متعدد کرامات پر مبنی ہے۔

(الف) حکومتی اور پریس کی حمایت اور بے جا پروپیگنڈے کے بغیر لاکھوں مسلمانوں کا جنازے میں اجتماع مرکز علم و عرفاں بریلی شریف کی تاریخ میں اعلیٰ حضرت کے شہزادۂ اصغر حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے وصال پرملال کے بعد دوسری مرتبہ یہ تاریخ رقم کی بلکہ ایسے عظیم اجتماع کی تاریخ عالم میں بہت کم ملتی ہے۔

(ب) ایسے عالم شریعت اور رہبر طریقت کے جنازے میں ہزاروں علماء و مشائخ کا اجتماع بھی آپ کی کھلی کرامت ہے۔

(ج) جنازہ مبارکہ کے جلوس پر انوار و رحمت الٰہیہ کی محسوس بارش نے حضرت تاج الشریعہ کے مسلک کی صداقت اور اللہ و رسول کے مقبول و محبوب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

(د) وصال شریف کے تین دن بعد تک چہرۂ انور کی چمک دمک اور نورانیت نے واضح کر دیا کہ آپ جس نبی مکرم ﷺ کی نورانیت کے مبلغ رہے یہ اسی کا فیض ہے اور بعد

وصال بھی وہ نبی اپنے غلاموں کی نہ صرف خبر رکھتے ہیں بلکہ ان کواپنے مخصوص امتیازی انعامات واکرامات سے نوازتے ہیں۔

(ہ) جولوگ زندگی بھر آپ کے مسلک کے مخالف رہے اوراس سلسلہ میں انہوں نے مخالفت کی تمام حدیں پار کرلی تھیں آپ کے وصال کے بعد وہ بھی آپ کے جنازے میں نالاں وگریاں شریک ہوئے گویاانہوں نے زبان قال کے ساتھ زبان حال سے آپ کی صداقت وعظمت اور کرامت کا اعتراف کرلیا۔

حضرت تاج الشریعہ ہشت پہلو ہیرے کی طرح تھے۔ بلاتشبیہ آپ کی ذات کا ہر گوشہ اپنی چمک دمک اور کشش سے اہل ظاہر واہل باطن کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ کران کے دلوں پر حکومت کرتا تھا۔آپ نے ایک طرف تفسیر وحدیث،فقہ وافتا،شعروادب کی مسند کو زینت بخشی تو دوسری طرف تشنگان معرفت کوخانقاہی مسند سے بذات خوداوراپنے خلفاء کے ذریعہ تصوف وروحانیت کا جام پلا کرغلامان قادری میں شامل کر کے ان کی دنیااور عقبی دونوں کوسنوارا۔

مفتی عاشق حسین رضوی کی رپورٹ کے مطابق عالم اسلام کے علمائے کرام نے علامہ عسجد رضاخاں قادری کے نام اپنے اپنے تعزیتی پیغامات روانہ کئے۔پاکستان سے علامہ خادم حسین رضوی، مفتی اشرف آصف جلالی، پیر مولانا محمد اجمل قادری، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، پیرزادہ علامہ محمد رضا ثاقب مصطفائی، مداح رسول الحاج محمد اویس رضا قادری، مولانا الیاس قادری، بنگلہ دیش سے مفتی سید ارشاد بخاری، سری لنکا سے حافظ احسان اقبال کے علاوہ مصر، شام، یمن، لبنان، بیروت، ترکی، یوکرین، ملیشیا، چیچنیا، روس اور عرب مملکتوں کے اکابر نے اظہار رنج کیا ہے۔وہیں ترکی کے صدر جمہوریہ نے بذریعہ فون تاج الشریعہ کوخراج عقیدت پیش کیا۔ان کے علاوہ جامعہ ازہر قاہرہ مصر کے چیئر مین مفتی اسامہ محمود ازہری، علامہ محمود آفندی نے بھی تعزیت پیش کی۔علامہ قمرالزماں اعظمی کی رپورٹ کے مطابق: ورلڈ اسلامک مشن آرگنائزیشن کے تعزیتی اجلاس انگلینڈ، امریکہ، بلجیم، ناروے، ہالینڈ، افریقہ، ماریشس اور کینیڈا میں منعقد ہورہے ہیں۔

رپورٹ: مولانا سید ذبیح اللہ قادری
جامعہ اسلامیہ، قدیم گنج، رامپور

عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان

مؤرخہ 29/ جولائی 2018 کو جماعت رضائے مصطفی برانچ ھاسپیٹ بلہاری کرناٹک کی جانب سے تعزیتی اجلاس کا انعقاد عمل میں آیا مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مفتی اختر رضا خان المعروف ازہری میاں رضی اللہ تعالی عنہ کا سانحۂ انتقال عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہے جس کی بھرپائی ناممکن ہے۔آپ کی ولادت 24/ ذیقعدہ/ 1362/ مطابق 23/ نومبر/ 1943/ بروز منگل محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی 75/ سال پاکر/ 7/ ذیقعدہ 1439/ مطابق 20/ جولائی 2018/ بروز جمعہ بوقت اذان مغرب بمقام کاشانۂ عرش نشان اللہ اللہ کی تکبیر بلند کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون دنیائے اسلام کی یہ واحد شخصیت ہے جن کے وصال کی خبر پھیلتے ہی عالم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔بلا امتیاز مذہب وملت ھر ایک نے اپنے درد وغم اور رنج وملال کا اظہار کیا۔دوروز تک شہر بریلی میں ہندو ومسلم نے اس غم میں اپنی اپنی دکانیں بند رکھیں پی ایم مودی جی راہل گاندھی اکلیش جی اور نتیش جی وغیرہم نے تعزیتی پیغام نشر کیا عالم اسلام کے اکثر ممالک سے تعزیتی پیغام نشر ہوئے عالمی سطح پر پرنٹ میڈیا الیکٹرانک میڈیا یا سوشیل میڈیا ٹوئیٹر کے ذریعے تعزیتی پیغام نشر ہوتے رہے جس سے شخصیت کی مقبولیت عظمت ورفعت اور شہرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ نے اپنی حیات میں اسلام کی تبلیغ کیلئے پوری دنیا کا سفر کیا ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا کروڑوں لوگ آپ کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ سے اپنا انسلاک پیدا کرلیا۔لاکھوں لوگوں نے اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کیا کروڑوں کی تعداد میں آپ

کے مریدین پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں آپ کی علمی شخصیت بے مثال تقوی وَ طہارت کی مالک تھی اس کی شہرت پا کر حکومت سعودیہ نے غسل کعبہ کی دعوت دی جس کے باعث اندرون کعبہ آپ کونماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا اسلامک یونیورسٹی جامع ازھر مصر نے فخر ازہر ایوارڈ سے نوازا۔ آپ کو ارباب بصیرت نے ہزاروں لقب سے ملقب کیا جس میں تاج الشریعہ کا لقب بھی شامل ھے پاکستان کے عالمی صوفی کانفرنس میں شہزادۂ غوث پاک نے عالم اسلام کے صوفیوں کا صدرو مقتدی ھونے کا اعلان کیا سارے شرکاء نے اس کو بسر و چشم قبول کیا آپ کی دینی مذھبی ملی تصنیفی ادبی سماجی تحریری تقریری تبلیغی نثری اور شعری خدمات شہرۂ آفاق ہیں آخری سانس تک خدمات کا سلسلہ جاری رہا22 / جولائی 2018 / بروز اتوار اسلامیہ انٹر کالج میں آپ کی نماز جنازہ آپ کے جانشین و صاحب زادہ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری مدظلہ العالی نے پڑھائی جس میں شرکاء کی تعداد سے متعلق میڈیا کی رپورٹ مختلف ہیں کسی نے تین کروڑ کسی نے دو کروڑ تو کسی نے سوا کروڑ بیان کیا اس روایت مختلفہ کی روشنی سوا کروڑ کا ہونا یقینی معلوم ہوتا ہے نگاہوں نے دیکھا ہے اسلامیہ انٹر کالج سڑک گلی چھت درخت اس سے متصل دیگر میدان کھچا کھچ بھرے پڑے تھے حتی کہ جنازہ کا دیدار کرنے لوگ ٹرانسفر پر بھی چڑھ گئے تھے اسی خدشہ کے پیش نظر اول ہی بجلی کاٹ دی گئی تھی تا کہ کوئی حادثہ رونما نہ ہو جدھر نگاہ اٹھاتے آدمیوں کا سیلاب ہی دکھائی دیتا تھا مزار اعلیٰ حضرت سے متصل ازھری گیسٹ ہاؤس میں آپ کی تدفین عمل میں آئی ان تمام امور سے واضح ھوجاتا ھے کہ آپ منصب قطب الارشاد پر فائز تھے اہل خانہ مریدین و متوسلین جملہ مسلمانان اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کو رب قدیر صبر جمیل عطا فرما کر مسلک اعلی حضرت و مشن تاج الشریعہ پر مضبوطی سے ثابت قدمی اور دولت استقامت سے بہرہ مند فرمائے جانشین حضور تاج الشریعہ مفتی عسجد رضا خان قادری مدظلہ العالی کی قیادت وسیادت کو اوج ثریا کی بلندیاں عطا فرما دے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

المنتظم: صدر و سکریٹری و اراکین کمیٹی

جماعت رضائے مصطفیٰ، برانچ ہاسپیٹ بلہاری کرناٹک الہند

مرکز اہلسنت کے ترجمان وآن بان شان کی رحلت ہے

24 / جولائی 2018 بروز منگل بعد نماز عصر جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم کالپی شریف میں بسلسلۂ فاتحہ سویم حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک شاندار مجلس ایصال ثواب کا انعقاد ہوا جس کی صدارت و سرپرستی حضور غیاث ملت مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ محمدیہ کالپی شریف نے فرمائی، بعد نماز عصر فوراً قرآن خوانی ہوئی پھر طلبہ جامعہ نے نعت و منقبت کا گلدستہ پیش کیا اس کے بعد مختصر انداز میں تقریر و خطابت کا دور شروع ہوا مرکزی خطاب حضور غیاث ملت سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ کالپی شریف کا ہوا۔

حضور غیاث ملت نے اپنے خطاب میں کہا کہ حضور تاج الشریعہ کی رحلت کوئی معمولی حادثہ نہیں جو آسانی سے بھلا دیا جائے بلکہ یہ عرب وعجم کے سنیوں کا متفق علیہ رہنما، وقت کے سب سے بڑے شیخ طریقت اسلام کے سب سے بڑے مبلغ سنت رسول کے سب سے عظیم داعی اور مرکز اہلسنت کے ترجمان وآن بان شان کی رحلت ھے جس پر صدیوں کا تأسف بھی قلیل ھے آج ہمیں اپنا قائد و سرپرست کھودینے کا جو غم لاحق ہے وہ شاید کبھی ختم نہ ہو، لیکن اس کے باوجود ہمیں اس بات پر ناز ہے اور رہے گا کہ بریلی شریف اہلسنت کا مرکز کل بھی تھا آج بھی ہے اور صبح قیامت تک رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت نے فرمایا کہ جس طرح حضور مفتی اعظم ہند کی جانشینی کا حق حضور تاج الشریعہ نے احسن طریقے سے ادا فرمایا ہے ٹھیک اسی طرح آپ کی جانشینی کا حق بھی حضرت علامہ عسجد رضا خاں صاحب قبلہ ادا فرمائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ جس کا اشارہ آپ کی نماز جنازہ کی امامت سے ہمیں مل گیا ہے لہٰذا دنیا والوں کو یہ پیغام قبول کر لینا چاہئے کہ اب ہمارے قائد و رہبر شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا صاحب

قبلہ ہی ہیں اور ہم انھیں کے بینر تلے اپنا لائحۂ عمل مرتب کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت غیاث ملت نے مزید فرمایا کہ حضور تاج الشریعہ نے اس فقیر کو آج سے دس سال قبل گنبد خضرا کے سائے میں اپنا روحانی بیٹا بنالیا تھا جس کا خیال انھوں نے آخری سانس تک رکھا اب مجھ پر بھی لازم ہے کہ میں ان کے حقوق ادا کروں، جامعہ کے پرنسپل خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی نے اپنے بیان میں کہا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی رحلت سے ہمارے ایک عہد زریں کا خاتمہ ہو گیا لیکن حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کی روحانیت ہر موڑ پر ہماری دستگیری کرے گی ان شاء اللہ۔

الحمد للہ ہمارا مرکز بریلی شریف ہے اور ہمیں ہر حال میں اپنے مرکز سے وابستہ رہنا ہے اسی میں ہمارے دین و ایمان کی خیر ہے، مفتی اشفاق حسین برکاتی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ ہمیں حضرت علامہ عسجد رضا خاں کی صورت میں ایک مضبوط سہارا عطا کیا ہمیں یقین ہے کہ حضرت صاحبزادہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے مشن کو آگے بڑھانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑیں گے ان شاء اللہ۔

تقریباً سات بجے صلوٰۃ و سلام و حضور غیاث ملت کی رقت انگیز دعا پر محفل اختتام کو پہنچی اور بعد نماز مغرب لنگر تقسیم کیا گیا اس پروگرام میں جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم کے تمام اساتذہ و طلبہ سمیت قرب جوار سے بھی کثیر تعداد میں علماء طلبہ اور عوام نے اپنی شرکت سے بارگاہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ میں اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت پیش کیا۔

رحمت حق ان کی مرقد میں گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

رپورٹ: شعبۂ نشر و اشاعت
جامعہ اہلسنت ضیاء العلوم، کربلا روڈ کالپی شریف

دار العلوم اعلیٰ حضرت بڑودہ میں جلسہ تعزیت

پورا عالم اسلام آپ کی رحلت پر سوگوار ہے

مرشد العلماء، مربی الفقہا، عاشق مصطفیٰ، وارث علوم سیدی سرکار اعلیٰ حضرت، فخر ازہر، تاج الشریعہ، جانشین حضور مفتی اعظم عالم، حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمۃ و الرضوان عالم اسلام کو ۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ، روتا بلکتا چھوڑ کر جوار محبوب کی جانب کوچ کر گیے پورا عالم اسلام آپ کی رحلت پر سوگوار ہے یقیناً موت العالم، موت العالم کے تحت پوری دنیا اس عظیم عالم دین سے محروم ہو گئی جس کے علمی فیضان سے مستفیض ہو رہی تھی بالخصوص آپ کی وفات سے ملک ہند ایک عظیم فقیہ اور جید عالم دین سے محروم ہو گیا آپ کی ذات الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کی روشن مثال تھی حضور تاج الشریعہ کی وفات کی خبر سنتے ہی ملک و بیرون ملک کے خوش عقیدہ مسلمان مرغ بسمل کی طرح تڑپ اٹھے، عقیدت مندوں کا قافلہ جوق در جوق شہر عشق و وفا بریلی شریف کی جانب کوچ کرنے لگا، کیوں نہ ہو آج سنیت کی آبرو رضا کے باغ کے مہکتے ہوئے پھول کا آخری دیدار کرنا ہے۔ پوری دنیا میں قرآن خوانی کے محافل اور تعزیتی نشست بڑے ہی تزک و احتشام کے ساتھ منعقد کیے گیے ملک ہند کے بیشتر مدارس حضور ازہری میاں رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے افسوس میں بند رہے اور کیوں نہ ہو ایک عظیم قائد، رہبر اہل سنن آج ہم سب کے بیچ سے جدا ہو گیا۔

اس سے بڑھ کے کیا ہوگا حادثہ بریلی میں
چاند اعلیٰ حضرت کا چھپ گیا بریلی میں

۲۰ر جولائی شام میں تقریباً آٹھ بجے آپ کی رحلت کی خبر جیسے ہی دار العلوم اعلیٰ حضرت میں پہنچی تو دار العلوم کے تمام مدرسین و طلبا رنج و الم میں ڈوب گیے کیوں نہ ہو اعلیٰ حضرت کے مشن اور پیغام حضور تاج الشریعہ طالبان علوم نبویہ کے دلوں میں راسخ کرنے والا یہ ادارہ کیوں نہ بے قرار ہوتا؟ جماعت اہل سنت کے عظیم قائد و رہنما کی وفات کی خبر نے پورے دار العلوم کو بے قرار اور نجیدہ کر دیا گویا۔

اس خبر سے دل و جاں پہ بجلی گری
چھوڑ کر وہ ہمیں نا گہاں چل دیئے

حضور تاج الشریعہ فخر ازہر ہی نہیں بلکہ فخر اہل سنن ہیں

20/ جولائی بروز جمعۃ المبارکۃ بعد نماز مغرب وعشا دار العلوم اعلیٰ حضرت باوامان پورہ میں محسن سنیت، حضور تاج الشریعہ کی ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی ومحفل کا انعقاد کیا گیا، جس میں طلبائے دار العلوم اعلیٰ حضرت نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

حضرت علامہ ومولانا حافظ وقاری مفتی محمد عالمگیر قادری مصباحی صدر المدرسین دار العلوم کی صدارت میں جلسۂ تعزیت کا آغاز حافظ وقاری مکرم ابن ظفر صاحب کی تلاوت سے ہوا، بعدہٗ طلبا نے حضور تاج الشریعہ کے سانحۂ ارتحال کے تعلق سے اشعار سنا کر ماحول کو آبدیدہ کردیا پھر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں صدر المدرسین نے منظوم خراج عقیدت پیش کی اور سامعین کی سماعتوں کو پاکیزگی عطا کی اس کے بعد جامعہ کے کئی طالب علم نے منقبت تاج الشریعہ پڑھ کر دلوں کو مسرور کردیا۔

اخیر میں حضرت مولانا عالمگیر قادری نے پر مغز خطاب فرمایا، دوران خطاب آپ نے کہا کہ حضور تاج الشریعہ فخر ازہر ہی نہیں بلکہ فخر اہل سنن ہیں موصوف نے حضور ازہری میاں علیہ الرحمہ کی حیات کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرتے ہوئے حضور تاج الشریعہ کی عقیدت کا چراغ دل کے نہاں خانوں میں روشن کردیے بعدہ بارگاہ رسالت مآب میں سلام محبت کا نذرانہ پیش کیا گیا اور دعا کے ساتھ مجلس کا اختتام عمل میں آیا۔

اس موقع پر حضرت مولانا حافظ وقاری شہنین رضا صاحب اور حضرت مولانا سہیل اشرفی صاحب بھی موجود رہے، دعا ہے مولیٰ تعالیٰ ان تمام بابرکت محفلوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے! آمین بجاہ سید المرسلین۔

■■■

اسلامی مرکز، رانچی میں ایصال ثواب کی مجلس کا انعقاد

یقیناً حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ کا وصال عالم اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی خسارہ ہے: مفتی محمد فیض اللہ مصباحی

مورخہ 8/ ذیقعدہ 1439ھ مطابق 22/ جولائی 2018ء بروز اتوار بعد نماز ظہر، جھارکھنڈ کی راجدھانی رانچی میں واقع اہل سنت کا ترجمان الجامعۃ القادریہ اسلامی مرکز، ہند پیڑھی، رانچی میں ادارہ ہذا کے پرنسپل اور ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ کے نائب قاضی مفتی محمد فیض اللہ مصباحی کی صدارت میں، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں ایصال ثواب اور خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ایک مجلس منعقد ہوئی، مجلس کا آغاز قاری کمال الدین نے تلاوت کلام اللہ سے کیا، بعدہ طلبہ مدرسہ ہذا نے نعت ومنقبت اور تعزیتی اشعار پیش کیے، نائب پرنسپل حضرت مولانا نظام الدین رضوی، مصباحی اور حضرت قاری شمشیر اللہ رضوی مصباحی نے منظوم ومنثور کی شکل میں کلمات تعزیت پیش کیے۔

جامعہ کے پرنسپل مفتی محمد فیض اللہ برکاتی مصباحی نے اظہار رنج وغم کرتے ہوئے حضور تاج الشریعۃ قدس سرہ کی حالات زندگی پر مفصل خطاب فرمایا، آپ نے بیان فرمایا کہ فخر ازہر حضور تاج الشریعہ علوم اعلیٰ حضرت کے سچے وارث اور حضور مفتی اعظم ہند کے تقوی وطہارت اور فقاہت وبصیرت کے مظہر اتم تھے، علمی استدلال اور دلائل وبراہین کی کثرت و فراوانی کے لحاظ سے آپ کی تحریروں میں اعلیٰ حضرت کی تحریروں کی خوشبوئیں محسوس ہوتی ہیں، فیض رسانی، فضل وکمال اور تقوی وطہارت کی بنیاد پر آپ شہرت ومقبولیت کے جس مقام پر فائز تھے عالم اسلام میں اس کی نظیر مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ قلمی توانائی سے نوازا تھا، آپ قلم سیّال کے مالک تھے یہی وجہ ہے کہ کثرت اسفار اور مسلسل مرض ونقاہت کے باوجود مختلف موضوعات پر درجنوں کتابیں بطور یادگار چھوڑیں، جامعۃ الرضا کا قیام آپ کا ایک زرّیں کارنامہ ہے، یقیناً آپ کی ذات مرجع خلائق تھی، مختلف فیہ مسائل میں آپ کا قول، فیصل کی حیثیت رکھتا تھا، آپ کی پوری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل سے عبارت تھی، تصلب فی الدین، استقامت علی الحق، قرآن وسنت کی ترویج واشاعت

بقیہ ص ۲۰ پر

اہل سنت کو ان کانعم البدل عطافرمائے

جولائی 2018 بروز ہفتہ

دنیائے سنیت کی عظیم الشان شخصیت تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری کے انتقال پر ملال سے جامعہ قادریہ مظہر العلوم کلیا چاک مالدہ میں غم واندوہ کی لہریں دوڑ گئیں، طلبہ رو پڑے، اساتذہ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں، بعد نماز فجر قران خوانی کا اہتمام ہوا، اس کے بعد انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ ایک تعزیتی پروگرام منعقد ہوا۔

جامعہ کے پرنسپل مفتی شجاع الدین قادری نے دردو کرب کا اظہار کرتے ہوئے ہر سال کے لیے اس تاریخ میں مدرسہ کی تعطیل کا اعلان کیا، حضرت مفتی محمد فخر الدین کی رقت انگیز دعا پر مجلس کا اختیارم ہوا، اس موقع پر محمد دانش رضا مصباحی، مفتی محمد داؤد علی مصباحی، مولانا ابرار مصباحی اور دیگر اساتذہ موجود تھے۔

اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کو غریق رحمت کرے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور اہل سنت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

(از: محمد دانش رضا مصباحی، اتر دیناج پور

دودن کے لئے جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا تعلیمی سلسلہ موقوف

آج 21/ جولائی 2018ء بروز سنیچر حضرت تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی علیہ الرحمہ کے یاد میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی، ہند) کی عزیز المساجد میں قرآن خوانی اور قل شریف کا اہتمام کیا گیا، تعزیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے ہوئے شارح مؤطا مالک مفتی شمش الہدی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے حضرت کی جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے والہانہ عقیدت ومحبت کے چند مثالیں بھی پیش فرمائیں۔

صدر مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے حضرت کے وصال پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور پھر نہایت افسردگی کے عالم میں دودن کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے تعلیمی سلسلہ موقوف کے موقوف ہونے کا اعلان فرمایا۔

حضرت سربراہ اعلیٰ شاہزادہ حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ مدظلہ العالی نے رقت انگیز دعا کرتے ہوئے فرمایا: یا اللہ ہمیں اور ہمارے طلبہ کو حضور تاج الشریعہ کے نقش قدم پر چلا، ان کے علم سے ہمیں روشنی عطافرما، ان کے تہذیب وتمدن سے ہمیں روشنی عطافرما۔

مجھے جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی گیارہ سالہ زندگی میں یہ پہلا اتفاق دیکھنے کو ملا جب کہ کسی کے وصال پر جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں تعطیل کا اعلان کیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ اور حضور تاج الشریعہ کے علمی وروحانی فیضان پاشی کا ذریعہ بنائے رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

شریک مجلس غم: عدنان غوثی مصباحی

تعزیت حزینہ

حضرت تاج الشریعہ، مرجع العلماء والفضلاء، ممتاز الفقہاء، مرشد طریقت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری میاں (جانشین حضور مفتی اعظم ہند، بریلی شریف) کے وصال کی خبر سے بہت افسوس ہوا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون ورحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ، ہماری خانقاہ و دار العلوم واقع دربھنگہ (بہار) میں حضرت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی وتعزیتی نشست کا اہتمام کیا گیا اور حضرت کی بلندی درجات کی دعا کی گئی۔

حضرت تاج الشریعہ خانوادۂ رضویہ کے ممتاز علمی وروحانی فرد تھے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے علوم کے وارث اور سلسلہ عالیہ رضویہ قادریہ کے ملکی وعالمی شیخ تھے، فقہ وفتاوی اور تقوی و طہارت میں وہ بے نظیر تھے، وہ ایک عظیم تحقیقی مزاج کے مصنف، متعدد کتب کے مترجم اور محشی ہونے کے ساتھ صنفِ نعت شریف کے اعلیٰ تخیلات کے حامل قادر الکلام شاعر بھی تھے اور اس کے ساتھ ملک و بیرون ملک میں کثیر مدارس کے

بقیہ ص ۳۰ پر

رحمت کالونی، ڈورنڈا، رانچی میں ایصال ثواب اور تعزیتی مجلس کا انعقاد

نوجوانان گلشن بغداد کمیٹی رحمت کالونی، ڈورنڈا، رانچی کے زیر انتظام بتاریخ 23/ جولائی 2018ء بروز پیر، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی شاہ اختر رضا خان المعروف ازہری میاں علیہ الرحمہ کی یاد میں بعد نماز فجر قرآن خوانی اور بعد نماز مغرب شجرہ خوانی کا اہتمام کیا گیا، بعدہ حضرت مولانا دلدار حسین مصباحی خطیب وامام رحمت کالونی مسجد کی صدارت میں میلاد شریف کی محفل منعقد ہوئی، جس میں کئی علمائے اہل سنت اور دانشوران ملت نے شرکت کی، محفل کا آغاز حضرت مولانا قاری آفتاب ضیاء خطیب و امام مرکزی مسجد ڈورنڈا، رانچی کی تلاوت سے ہوا، حضرت مولانا دلدار حسین مصباحی، حضرت حافظ چاند رشید، حضرت مولوی ابوالحسن صاحب اور حضرت حافظ مظہر صاحب نے یکے بعد دیگرے نعت و منقبت اور تعزیتی اشعار کے ذریعہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا، اخیر میں ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ کے نائب قاضی اور الجامعۃ القادریہ اسلامی مرکز، ہند پیڑھی، رانچی کے پرنسپل مفتی محمد فیض اللہ برکاتی، مصباحی نے فخر ازہر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر تفصیلی خطاب فرمایا۔

موصوف نے بیان فرمایا کہ فقیہ اسلام، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی اہل سنت کے لیے سرمایۂ افتخار تھی، آپ کی شخصیت علم وفضل، زہد و ورع، تقوی وطہارت، فقہ وبصیرت، تالیف وتصنیف اور رشد وہدایت سے عبارت تھی۔ آپ خاندانی روایتوں کے سچے امین اور خاندانی بزرگوں کے فضل وکمال کے مظہر کامل تھے۔ آپ کی وسعت نظر، جودت طبع، ذہن ثاقب اور رائے صائب نے آپ کو اپنے دور کا مرجع خاص وعام بنا دیا تھا۔ آپ کی شہرت ومقبولیت کا اندازہ آپ کے جنازے میں شریک لاکھوں دیوانوں کی بھیڑ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، یقیناً آپ کا وصال عالم اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ، ناقابل تلافی خسارہ اور ایک عہد زرّیں کا خاتمہ ہے۔

تقریباً دس بجے رات صلوٰۃ وسلام اور دعا پر بحسن وخوبی مجلس اختتام پزیر ہوئی۔ اور لنگر خوانی کے بعد لوگ شاداں وفرحاں اپنے گھر لوٹے۔ اس پروگرام میں کافی تعداد میں دیوان گان حضور تاج الشریعہ شریک ہوئے۔ پروگرام کے انتظام وانصرام اور کامیاب بنانے میں الحاج محمد مشتاق حبیبی، الحاج محمد زبیر حبیبی، الحاج محمد عبدالجبار انصاری، محمد شاہد، محمد ارشاد، محمد عارف ندیم وغیرہ دیوانوں نے اہم رول ادا کیا۔

طالب دعا: محمد دلدار حسین مصباحی
خطیب وامام رحمت کالونی مسجد، ڈورنڈا، رانچی

حضور تاج الشریعہ کا وصال علمی دنیا کا عظیم خسارہ

آج بتاریخ 25/ جولائی صبح دس بجے رضا مسجد ابراہیم نگر کمہرار ضلع شیوہر میں قرآن خوانی اور مجلس ایصال وثواب منعقد ہوئی، حضرت مولانا قاری سلیم الزماں نوری کی تلاوت سے محفل کا آغاز ہوا، نقابت کے فرائض مولانا ضیاء المصطفےٰ مدنی نے انجام دیئے، مفتی محمد ندیم الزماں مصباحی نے نعت ومنقبت کے اشعار پیش کیے، اس کے بعد خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا الحاج محمد قمر الزماں رضوی مصباحی مظفر پوری نے آپ کی عبقری الشرق شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے وصال سے علمی دنیا میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا جس کا پر ہونا ماضی قریب میں نظر نہیں آتا۔

احسان وسلوک، حزم واتقاء اور شریعت پر التزام کے حوالے سے آپ کی شخصیت پورے عالم اسلام میں اعتبار کی نظروں سے دیکھی جاتی تھی، وہیں علم وفضل زبان وادب اور فکر وآگہی کے حوالے سے بھی آپ کی زندگی ممتاز و مفتخر نظر آتی ہے، درس وتدریس پر مہارت تامہ کے ساتھ خیال کی رعنائی قلم کا طنطنہ اور تحریری صلاحیت بھی خوب تھی پچاس سے زائد تصانیف آج بھی آپ کی فکری عظمتوں کی آئینہ دار ہیں اخیر میں صلوٰۃ و سلام اور حضرت مولانا مفتی آل مصطفی رضوی مرکزی مظفر پوری

کی دعا پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

رپورٹ: محمد سلمان رضا غوثی مظفر پوری
متعلم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

تعزیتی مجلس

جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹہنا کے اساتذہ وطلبہ پر ٹوٹا غم کا پہاڑ

اہل سنن کی آنکھ کا تارا چلا گیا
احمد رضا کا راج دلارا چلا گیا
ازہر سراپا حسن ہے نظروں کے سامنے
کیسے کہیں کہ پیر ہمارا چلا گیا

۶/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/جولائی بروز جمعہ مبارکہ بوقت مغرب عالم اسلام بالخصوص اہل سنت وجماعت پر جو قیامت صغریٰ ٹوٹی اس کی منظر کشی کا تصور ہی کلیجہ چھلنی کرنے کے لیے کافی ہے چہ جائے کہ اس کو ضبط تحریر میں لانا! آہ! وارث علوم رضا، پرتو حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند، نور چشم مفسر اعظم ہند یعنی خانوادۂ رضویہ کا گل سر سبد، شیخ الاسلام والمسلمین، تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری رضوی ازہری، اب ہمارے بیچ نہ رہے! اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے حوالے سے ۷/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱/جولائی بروز سنیچر جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹہنا پوسٹ کھنڈسری ضلع سدھارتھ نگر یوپی میں قرآن خوانی کے بعد ایک تعزیتی مجلس کا انعقاد ہوا، جس میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ شریک رہے، مجلس کا آغاز تلاوت کلام اللہ سے ہوا، بعدہ نعتیں اور منقبتیں پیش کی گئیں، راقم الحروف نے پیر ومرشد کی رحلت سے متأثر ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس عظیم پیشوا کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے گل وبرگ پیش کیا ساتھ ہی ساتھ اس حقیقت کا برملا اظہار بھی کیا کہ حضور والا کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا ممکن ضرور ہے پر بہت آسان بھی نہیں ہے۔

بعدہٗ اساتذۂ کرام میں سے حضرت مولانا اشتیاق احمد مصباحی نے اظہار غم کرتے ہوئے موصوف کے فضائل و کمالات کے تناظر میں مختصر مگر جامع تقریر کی، تقریر کے اختتامی جملوں میں آپ نے کہا کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اہل سنت کی جھولی میں من جانب اللہ ایک عظیم نعمت کی حیثیت سے تھے۔ حضور والا کی رخصت ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ جس کی بھر پائی مستقبل قریب میں بہت ہی مشکل ہے۔ صلاۃ و سلام، قل شریف اور ایصال ثواب کے بعد مجلس کا اختتام ہوا۔

چونکہ معتبر ذرائع سے یہ خبر رات ہی میں موصول ہو چکی تھی کہ حضور والا کی نماز جنازہ ۸/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۲/جولائی بروز اتوار بوقت دس ر گیارہ بجے دن، اسلامیہ انٹر کالج میں ادا کی جائے گی، اس لیے شام تک نکلنے کا پروگرام بنا بحمدہ تعالیٰ جامعہ کے اکثر اساتذہ اور قریب درجن بھر طلبہ نے بریلی شریف پہنچ کر آخری دیدار بھی کیا اور جنازے میں شریک بھی ہوئے۔

سوگوار گدائے پیر ومرشد: ازہر القادری
خادم التدریس جامعہ اہل سنت امداد العلوم
مٹہنا پوسٹ کھنڈسری ضلع سدھارتھ نگر یوپی

قرآن خوانی وتعزیتی جلسہ

آج بتاریخ ۲۲ جولائی ۲۰۱۸ء بروز اتوار کو مشرقی یوپی کی دینی اور عصری علوم وفنون پر مشتمل مرکزی اور معیاری درسگاہ دار العلوم اہل سنت فیض النبی کپتان گنج بستی یوپی انڈیا میں شیخ الاسلام والمسلمین، وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم، فخر ازہر، سلطان الفقہاء، قاضی القضاۃ فی الہند، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، داعی اعظم مسلک اعلیٰ حضرت، مرشد گرامی حضور الحاج مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری برکاتی ازہری نور اللہ مرقدہ کی یاد میں مخیر قوم وملت اسیر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ حضرت الحاج منیر علی قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المنان مصباحی حفظہ اللہ تعالیٰ کی صدارت اور عالی ناب ضامن بیگ صاحب قبلہ کی نگرانی میں دوسرے دن بھی دار العلوم ہذا کے صحن میں واقع مدینہ مسجد میں قرآن خوانی، قل شریف، دعا خوانی اور ایک تعزیتی نشست کا اہتمام کیا گیا۔

خراج قلم

نشست میں دار العلوم ہٰذا کے اساتذہ کرام و طلبہ بالخصوص اساتذہ میں حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمقتدر مصباحی، حضرت حافظ وقاری بہار شاہ، حضرت مولانا جعفر فیضی، حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ فیضی، حضرت مولانا ساجد برکاتی، حضرت مولانا جنید جامعی، حضرت مولانا شبیر فیضی، عالی جناب ماسٹر بلال، ماسٹر اعجاز، ماسٹر کلیم اشرف، ماسٹر مظہر جمال، ماسٹر زبیر محبوبی، عالی جناب اکرم، عالی جناب ٹنکو وغیرہ اور دار العلوم ہٰذا کے اراکین شریک ہوئے۔

واضح رہے کہ قرآن خوانی وقل شریف کے فوراً بعد تعزیتی نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں دار العلوم ہٰذا کے طلبہ نے نعت ومنقبت کے پاکیزہ اشعار کی شکل میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا، بعدہ دار العلوم ہٰذا کے استاد حضرت مولانا ساجد برکاتی صاحب قبلہ نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی اور آپ کے انتقال پر ملال کو اہل سنت کا عظیم خسارہ قرار دیا اور رقت آمیز دعا اور صلاۃ وسلام پر تعزیتی نشست اختتام پذیر ہوئی۔

منجانب: محمد عباس الازہری المصباحی
شعبۂ نشرواشاعت دار العلوم اہل سنت فیض النبی کپتان گنج بستی

اولاد کے دل ودماغ میں اسلام کی حقانیت بٹھائیں اور عملی زندگی میں اسلام کو نافذ کریں

صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت و یاد حضور تاج الشریعہ اجلاس سے علامہ محمد ارشد مصباحی کا ایمان افروز خطاب:

ناسک: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، ہمارے اکابر کے ذریعے ہم تک دین پہنچا، ہمیں اپنی اولاد کے دل ودماغ میں اسلام کی حقانیت اس طرح بٹھانا ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت انھیں اسلام سے دور نہ کر سکے۔ اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کے لیے ہمیں دین کا علم حاصل کرنا ہوگا۔ احکام شریعت سیکھنے ہوں گے اور انھیں عملی زندگی میں داخل کرنا ہوگا۔ مسائل بھی سیکھنے ہوں گے اور زمانے کے فتنوں سے نسلوں کی حفاظت کے لیے دین کو عملی زندگی میں نافذ کرنا ہوگا۔ اس طرح کا پیغام خطیب یورپ وایشیا علامہ محمد ارشد مصباحی (بانی وصدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل یوکے) نے ۲؍اگست جمعرات کی شب مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے عظیم الشان جلسہ بسلسلہ جشنِ صد سالہ عرسِ اعلیٰ حضرت و بیادِ حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ میں دیا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کے کام کی افادیت ومعیار پر کئی گوشوں سے روشنی ڈالی اور کہا کہ: اگر اعلیٰ حضرت کی ہزار تصانیف نہ بھی ہوتیں تو کنز الایمان تنہا اس معیار کا ہے کہ صرف اس ترجمہ مبارک کی بنیاد پر اعلیحضرت کو مجدد اسلام قرار دیا جاتا۔ ہمیں اپنے عقیدے پر ناز ہے کہ ہماری نسبت اللہ والوں سے ہے۔

حضور تاج الشریعہ سے متعلق فرمایا کہ: مجھے حضور تاج الشریعہ کی مطاف مکہ شریف میں خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جم غفیر ان کے ساتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کی محبت دلوں میں ڈال دیتا ہے کہ وہ جہاں جاتے ہیں دیدار کو خلقت کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ ہم نے جہاں دیکھا الحمدللہ! ہزاروں محبین کے مجمع میں انھیں پایا۔ ہم نے دیکھا کہ حرم سے نکلتے وقت ہزاروں کی تعداد میں داخل ہونے والے افراد نے حضور تاج الشریعہ کا چہرہ دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے ”سبحان اللہ!“ یہ ہے مقبولیت کہ دیکھ رہے ہیں تاج الشریعہ کو اور ذکر کر رہے ہیں اللہ کا۔ حدیث میں ولی کی تعریف یہ ہے کہ تم دیکھو گے اللہ کے بندے کو؛ اس کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے گا۔ ہمیں ایسے اللہ والوں سے نسبت ہے؛ جس پر جتنا ناز کریں کم ہے۔

علامہ موصوف نے بڑی جامعیت واستدلال کے ساتھ خطاب کیا جسے مجمع نے یکسوئی سے سماعت کیا۔ نوری مشن ناسک کے اس پروگرام کا اختتام سلام باقیام ورقت انگیز دعا پر ہوا۔ نظامت کے فرائض حافظ محمد زاہد اشرفی نے انجام دیئے۔

پروگرام کی صدارت حافظ حسام الدین اشرفی (خطیب شہر ناسک) نے کی، زینت بزم علما میں مولانا سید ندیم ثقافی، مولانا سید شریف اشرفی، مولانا عقیل مصباحی، مولانا عطاء اللہ، حضرت سید الطاف علی الحسینی وائمہ مساجد اہلسنّت شامل ہیں جب

کہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے غلام مصطفی رضوی، محمد سعید رضا، ثقلین رضوی (مالیگاؤں) شریک ہوئے، انتظامی امور کی انجام دہی میں نوری مشن ناسک کے ڈاکٹر امام خان، احمد رضا شیخ، صوفی رضا، تنظیم انصاری، اختر رضا، محمد خضر رضوی، عظیم اشرفی، معین قاضی، سمیر انصاری، عابد نواز، مدثر احمد و احباب پیش پیش تھے۔

رپورٹ: نوری مشن، مالیگاؤں

تعزیتوں کا دراز سے دراز ہوتا سلسلہ

کل بعد نماز مغرب جیسے ہی حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری میاں علیہ الرحمہ کے انتقال خبر آئی پوری دنیائے سنیت سوگوار ہوگئی، جماعت اہل سنت کے تقریباً تمام حلقوں سے تعزیت کے خطوط آنا شروع ہوگئے، ہند و بیرون ہند سے بے شمار لوگوں کے تعزیتی رسائل کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جا رہا ہے، علمائے عرب و عجم میں سے کئی مقتدر شخصیتوں نے میرے پرسنل نمبر پر تعزیت کا اظہار کیا ہے، جیسے کہ شیخ احمد شریف مصر سے، شیخ لوی خلیلی فلسطین سے، شیخ احمد تمیمو کرین سے، شیخ ابراہیم مریخی بحرین سے، شیخ عمر سالم عراق سے، شیخ مالک چیچینیا سے، شیخ ریاض باز و لبنان سے شیخ رستم روس سے، شیخ فیصل مریطانیہ سے، شیخ عمر فاروق برطانیہ سے، اور پاکستان سے حضرت علامہ سید وجاہت رسول صاحب قبلہ قادری، کے علاوہ کئی باوقار شخصیتوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

علاوہ ازیں کل سے اب تک فیس بک اور واٹس ایپ پر حضور ازہری میاں ہی کی خبر چھائی ہوئی ہے، کوئی قرآنی خوانی کی خبر پوسٹ کر رہا ہے، کوئی بریلی شریف جانے کی خبر دے رہا ہے، کوئی بسوں کی بکنگ کر رہا ہے، کوئی نثر میں تعزیت کر رہا ہے تو کوئی نظم میں، اور کوئی سوگ میں چھٹی کا اعلان کر رہا ہے، اشرفیہ اور علیمیہ جیسے اہل سنت کے ادارے چھٹی کا اعلان کر چکے ہیں، غرضیکہ ہر طرف تاج الشریعہ تاج الشریعہ ہی نظر آ رہے ہیں۔

بلا شبہ یہ دھوم تاج الشریعہ کی بے پناہ شہرت اور مقبولیت کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

حضور تاج الشریعہ کی ذات شخصیت تمام خانقاہوں کے لیے مشعل راہ تھی: حضرت سید سہیل میاں

آج میں وہاں حاضر ہوا وارفتگی عشق میں دیوانوں کا ہجوم منظر قابل دید تھا ابھی میرا ذہن و قلب حواس باختہ ہے کہ اہل سنت و الجماعت کا شیرازہ حضور تاج الشریعہ کی ذات و کردار سے بہت حد تک متفق و متحد تھا، اب کیا ہوگا اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان اور ملک و بیرون ملک کڑوروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے مریدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مجھے وہ منظر بار بار یاد آ رہا ہے جب حضور تاج الشریعہ در میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمۃ پہ شرف زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا تھا کہ مسلک اعلیٰ حضرت سچ میں تعلیمات میر عبد الواحد بلگرامی کا ترجمان ہے کیا کہوں کچھ کہا نہیں جا سکتا، اس عظیم خسارہ سے پورا ملک سوگوار ہے، مذکورہ خیالات کا اظہار حضرت شیخ طریقت اولاد رسول مسند نشیں سید میر عبد الواحد بلگرامی جامع رشد ہدایت مولانا سید سہیل میاں واحدی ولی عہد خانقاہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف نے آج حضور تاج الشریعہ کی رحلت پر بطور تعزیت پیش کیا۔

حضرت نے مزید فرمایا حضور تاج الشریعہ کی ذات اور روحانی شخصیت تمام خانقاہوں کے لیے مشعل راہ تھی، آپ سب کو لے کر چلتے تھے آج ہم اور ہمارا ادارہ و خانقاہ سب ان کی رحلت پر افسردگی کے عالم شریک غم ہے حضرت نے فرمایا میں جب کبھی بریلی شریف حاضر ہوتا تو حضرت کافی عزت و تکریم فرماتے اور بغیر مہمان نوازی کئے واپس نہیں آنے دیتے ملاقات کے کئی حسین مناظر ہمارے قلب و ذہن کو غیر مطمئن بنا رکھا ہے کیا بتاؤں کچھ بول نہیں سکتا مجھے جونہی خبر ملی کہ حضور تاج الشریعہ دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں جسم و قلب بے حس ہو گیا میں نے فوراً دار العلوم واحدیہ طیبیہ کے استاد مولانا ندیم اور قاری صاحب کو فون کیا کہ تعلیم بند کریں اور دو دن سے مکمل

حضور تاج الشریعہ کی ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی اور ذکر اذکار کا سلسلہ جاری ہے۔

اخیر میں حضرت نے مولانا عسجد رضا خان کے لیے دعائیں کیں اور فرمایا کہ رب تعالیٰ ہم لوگوں کو حضور کا نعم البدل عطا فرمائے اور بریلی شریف کی مرکزیت قائم ودائم رہے، آپ نے مزید فرمایا کہ جس طرح حضور تاج الشریعہ نے دین وسنیت کی عظیم خدمات پیش کیں، امید ہے کہ ان کے شہزادہ بھی اپنے والد گرامی کے اس اعلیٰ مشن کو فروغ دیتے رہیں گے، آمین۔

رپورٹ: قمر اخلاقی امجدی

سابق استاد دارالعلوم واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف

فری میڈیکل کیمپ کی نمایاں کامیابی
حضور تاج الشریعہ کے روحانی فیض کا ثمرہ

نوری مشن و سہارا ہاسپٹل کے اشتراک سے سیکڑوں مریضوں نے طبی سہولت پائی۔

مالیگاؤں: ہمیں مسرت ہوئی کہ فری میڈیکل کیمپ سے کثیر افراد نے فائدہ حاصل کیا۔ ہماری عرصے سے یہ خواہش رہی کہ قومی فلاحی کاز کو نئی جہت دی جائے تاکہ عوامی خدمت کا جذبہ دوام پائے۔ اس طرح کا تاثر نوری مشن نے دیا۔ طبی خدمات کی انجام دہی سے ہم روحانی سکون و اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ مستقبل میں بھی نوری مشن کے ذریعے طبی خدمات کے لیے ہم ان شاء اللہ حاضر رہیں گے۔ اس طرح کے تاثرات سہارا ہاسپٹل میں 30/اگست کو منعقدہ فری میڈیکل کیمپ کی اختتامی ساعتوں میں جناب ڈاکٹر عمران منصوری نے دیے۔ حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس چہلم و صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت کی نسبت سے منعقدہ اس کیمپ سے سیکڑوں افراد نے استفادہ کیا۔ جہاں ڈاکٹر عمران منصوری و معاون ڈاکٹر عاطف، ڈاکٹر انصاری مبشرہ نے شام 5/تا شب 10/بجے تک تندہی سے خدمات انجام دیں۔ 250/سے زیادہ فارم مختلف امراض میں مبتلا افراد نے حاصل کیے۔ ہاسپٹل میں زبردست ہجوم رہا؛ تاہم تمام خدمات بڑے سلیقے و ڈسپلن سے انجام پذیر ہوئیں۔ دوائیں نوری مشن نے فری مہیا کیں۔ مختلف ٹیسٹ سونوگرافی وغیرہ رعایتی سہولت پر ہوئے۔ قریب دو درجن/آپریشن سے متعلق کیسز کو عن قریب سہولت/یا فری طرز پر پایۂ تکمیل کو پہنچایا جائے گا۔ مولانا مدثر حسین ازہری، جناب سلیم انور (سابق اسٹینڈنگ چیئرمن مالیگاؤں)، ڈاکٹر حامد اقبال، الحاج عبدالمجید بکھاروالے، الحاج احمد رضا عبدالعزیز، الحاج عبدالرؤف تابانی، ڈاکٹر سبھنگی ایس آہیرے نے وزٹ کی۔ کیمپ کے انعقاد پر برقی ذرائع سے حضور امین ملت ڈاکٹر سید امین میاں برکاتی (مارہرہ شریف)، حضرت سید فرقان علی چشتی (درگاہ اجمیر شریف) نے مبارک باد دی۔ مولانا مفتی مدثر حسین ازہری نے کیمپ میں وزٹ کے دوران کہا کہ ہمیں چاہیے کہ فلاحی وسماجی خدمات سے خود کو مربوط رکھیں اور ضرورت مند بھائیوں کے معالجے سے گریز نہ کریں۔ مجھے نوری مشن کی فلاحی خدمات نے متاثر کیا۔ کیمپ کے اختتام پر رسم شکریہ کی نشست میں غلام مصطفی رضوی نے کہا کہ ہمارے ڈاکٹرز نے جس خلوص ولگن سے اس کیمپ کو کامیاب کیا یہ دراصل ولی کامل حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کا فیض ہے۔ جن کی یاد میں دنیا بھر میں دینی، سماجی، علمی، روحانی تقاریب منعقد ہو رہی ہیں۔ انھیں کے جد گرامی امام احمد رضا قادری کا ترجمہ قرآن کنزالایمان مع تفسیر اردو/انگریزی۔ ڈاکٹرز کی خدمت میں تحفہ پیش کیا گیا۔ دعا عتیق الرحمن رضوی نے کی۔ نوری مشن کے ذمہ داران نے سہارا ہاسپٹل کے تمام عملہ واسٹاف کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے بڑی دل جمعی وتندہی سے کیمپ میں جملہ امور کو سنبھالا۔ سہارا ہاسپٹل کے منتظمین میں ڈاکٹر عارف بیگ، ڈاکٹر آفتاب بلال، سلطان خان، ڈاکٹر حفیظ و دیگر اسٹاف نیز میڈیکل ولیب عملہ اول تا آخر سرگرم عمل رہا۔ نوری مشن وسہارا ہاسپٹل کے اشتراک سے منعقدہ اس کیمپ میں فارم و دیگر ضروری امور کی انجام دہی کے لیے ہاسپٹل اسٹاف کے علاوہ محمد سعید رضا، فرید رضوی، عارف رضا، عاصم شہزاد، جنید رضا، آصف سر، فیصل، توصیف احمد، شیخ شعیب رضا نے خدمات انجام

دیں۔ اللہ تعالیٰ اس جدو جہد وطنی معاونت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور فیضان تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے جسمانی وروحانی امراض میں مبتلا بھائیوں کو صحت وشفا سے نوازے۔

رپورٹ: نوری مشن نے ارسال کی۔

حضرت علامہ ازہری میاں علیہ الرحمہ کا وصال اہل سنت کا عظیم خسارہ

نبیرۂ حضرت سید شاہ غیاث الدین شریفی علیہ الرحمہ
جناب ڈاکٹر سید معراج الاسلام غیاثی صاحب
خانقاہ غیاثیہ شریفیہ، محلہ دائرہ، شہسرام

وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری میاں علیہ الرحمہ کے وصال پر پورا عالم سوگوار ہے، ان کے انتقال پر ملال پر ساری دنیا سے تعزیتی پیغامات کا سلسلہ جاری ہے، میرے جد کریم حضرت مولانا سید شاہ غیاث الدین حسن شریفی اصدقی رضوی علیہ الرحمہ، حضور ازہری میاں کے جد کریم حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے، اس لئے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی رحلت ہم سب کا مشترکہ غم ہے۔ اس لئے یہ ناچیز ڈاکٹر سید معراج الاسلام غیاثی، خانقاہ غیاثیہ شریفیہ، محلہ دائرہ، شہسرام بھی اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے عالم اسلام کی اس عظیم شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے اور آپ کے جانشین اور شاہزادے حضرت مولانا عسجد رضا قادری مدظلہ کی خدمت میں کلمات تعزیت پیش کرتے ہوئے انہیں صبر کی تلقین کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پورے خانوادے اور ہم سبھی اہل سنت کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

حضرت علامہ ازہری میاں علیہ الرحمہ کی آفاقی شخصیت سے ملک ہندوستان اور ملت اسلامیہ کو بہت فیض حاصل ہوا ہے، آپ ہمارے وطن شہسرام میں بھی غالباً ۱۹۹۷ء میں تشریف لائے تھے اور بہت سے لوگ حضرت سے مرید ہوئے تھے۔ حضرت کی مقبول عام شخصیت اور اُن کے دینی وعلمی کارنامے رہتی دنیا تک فراموش نہیں کئے جاسکتے۔ ایسی بزرگ شخصیت کا ہمارے درمیان سے چلا جانا انتہائی رنج والم کا باعث اور لمحہ فکریہ ہے۔ آپ کے جنازے میں عاشقان رسول اور فرزندان توحید کا سیلاب دیکھ کر لوگ حیرت زدہ ہیں، کئی کلومیٹر تک لوگ صف لگائے ہوئے تھے جن میں ملک وبیرون ملک سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی جس سے آپ کی عظیم شخصیت اور مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت علامہ ازہری میاں علیہ الرحمہ کی علمی ودینی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عنایت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ان کے جانشین وفرزند علامہ عسجد رضا قادری مدظلہ کو آپ کا سچا جانشین اور آپ کی علمی وراثتوں کا واقعی امین بنائے، آمین!

شریک غم: ڈاکٹر سید معراج الاسلام غیاثی
محلہ دائرہ، شہسرام ۱۱/اگست ۲۰۱۸ء

۷۸۶/۹۲

حضرت مولانا اختر رضا قادری معروف بہ تاج الشریعہ کی رحلت — ملت کا ایک ناقابل تلافی نقصان

نبیرۂ ملک العلما، ڈاکٹر طارق مختار صاحب
شعبۂ عربی، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری معروف بہ تاج الشریعہ ۲۰ رجولائی ۲۰۱۸ء جمعہ کی شام کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پس ماندگان اور وابستگان سلسلہ کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

ہمارے جد حضرت مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ جنہیں "ملک العلما" کے لقب سے شہرت حاصل ہے، یہ لقب بھی حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے پردادا حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ معروف بہ "اعلیٰ حضرت" کا دیا ہوا ہے، ہمارے جد حضرت ملک العلما، اعلیٰ حضرت ہی کے شاگرد

مرید اور چہیتے خلیفہ تھے، ہمارے والد ماجد کا نام بھی اعلیٰ حضرت نے ہی تجویز فرمایا تھا، اس نسبت سے اعلیٰ حضرت کے نبیرہ حضرت مولانا اختر رضا قادری معروف بہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ہمارے مخدوم زادے ہوئے۔ ان کی رحلت کا غم ہم سب کا مشترکہ غم ہے۔ ہم خانوادۂ رضویہ کے اس المناک موقع سے ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ میں ان کے جانشین حضرت مولانا عسجد رضا خاں قادری زید مجدہٗ کی خدمت بابرکت میں تعزیت پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور انہیں اپنے والد ماجد کا کماحقہٗ جانشین اور عکس جمیل بنائے، آمین۔

میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ماحول میں گھرا رہا، اس لئے حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے بارے میں زیادہ واقفیت نہ رہی۔ کئی بار ملاقات کی خاطر بریلی شریف حاضر ہونے کے لئے بھی سوچا لیکن یہ سعادت حاصل نہ ہوسکی، یہاں تک کہ حضرت رحلت فرما گئے۔ مجھے قلق ہے کہ ایسی عبقری اور فیض بار شخصیت سے فیض نہ اٹھا سکا۔ ابھی تو میں گھٹنے اور کمر کے درد سے پریشان رہتا ہوں، بے تکلف چلنے پھرنے سے معذور ہوں لیکن اخبارات اور میڈیا کے ذریعہ حضرت کے سانحۂ رحلت کے موقع سے جو باتیں معلوم ہوئیں تو میں دنگ رہ گیا کہ آپ کو فخر ازہر ایوارڈ بھی ملا، خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کی دعوت بھی موصول ہوئی، آپ کے کئی کروڑ مریدین اور سیکڑوں خلفا پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور پچاس سے زائد کتابیں اور ہزاروں فتاویٰ آپ کی علمی یادگار ہیں۔ میں کف افسوس ملتا رہا کہ اتنا پاس رہ کر بھی حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی فیض مآب شخصیت سے مستفیض نہ ہوسکا، میڈیا کی رپورٹ کے مطابق آپ کے جنازے میں ایک کروڑ سے زیادہ افراد شریک تھے، اللہ اکبر! اس قدر مقبول، مرجع انام اور مقتدر شخصیت تھی حضرت کی۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خانوادے میں ہمیشہ ایسے جلیل القدر افراد پیدا فرماتا رہے اور ان سے دین وملت کی خوب نمایاں خدمات لیتا رہے، آمین!

شریک غم: طارق مختار
B-1، ناز ریزیڈینسی، نزد ندیم ترین ہال، علی گڈھ
۱۲/اگست ۲۰۱۸ء

آہ! میرے مرشد برحق!

مولانا ارشد القادری
بانی ومہتمم جامعہ غوثیہ فیض رضا، شیر پور دھولیہ، مہاراشٹر

۲۰/جولائی ۲۰۱۸ء جمعہ کی شام کو عزیزی فیضان سلمہ متعلم جامعۃ الرضا، بریلی شریف نے یہ روح فرسا اطلاع دی کہ میرے مرشد برحق حضور تاج الشریعہ وصال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ سنتے ہی میں حواس باختہ ہوکر بلک پڑا اور دیر رات تک بے سدھ رہا پھر خود کو سنبھالا اور سامان سفر یکجا کر کے فلائٹ کے ذریعہ ممبئی سے دہلی پہنچا اور وہاں سے بذریعہ کار اتوار کی صبح بریلی شریف پہنچا، ایئر پورٹ سے نکلنے کے بعد معلوم ہوا کہ سیکڑوں گاڑیوں کا رخ ائیر پورٹ سے بریلی شریف کی جانب تھا، گیارہ بجے دن میں نماز جنازہ ادا ہوئی اور میرے مرشد برحق قدس سرہٗ ہم سب کی نگاہوں سے جا چھپے، میرے مرشد برحق دنیا سے کیا تشریف لے گئے، ایسا لگا کہ پوری دنیا تاریک ہوگئی، حالت یہ ہے کہ ابھی تک مکمل صبر وقرار نصیب نہیں۔

آپ کا روحانی مرتبہ تو اولیائے کرام اور اللہ والے جانیں لیکن آپ کی روحانی مدد مجھے بھی بارہا ملی ہے، اس کے متعدد واقعات میرے ذہن ودماغ میں محفوظ ہیں۔ میں عملیات کی دنیا سے قدرے تعلق رکھتا ہوں۔ متعدد بار نازک موڑ پر میرے مرشد پاک نے میری دستگیری فرمائی ہے۔ ایک خاص عمل میں شروع کرنے جا رہا تھا تو میرے مرشد میرے خواب میں تشریف لائے اور حکم فرمایا کہ ابھی اس عمل کے کرنے کا وقت نہیں آیا۔ میں نے حضرت کی ہدایت کے مطابق اس کا خیال ترک کر دیا۔

بقیہ ص ۲۵/پر

माहनामा सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
DECEMBER 2018
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹ 20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan